ان گنت پھول کھلیں گے
راحت جبیں

انگناں پھول کھلیں گے

راحت جبیں

قسط نمبر 1

''محبت کیا ہے؟''
دونوں ہاتھ بلند کرتے آسمان کو چھونے کی خواہش میں اس نے بارش کی پوشاک اوڑھی۔
آسمان اس کی معصومیت پر کھل کر ہنسا اور برسا۔
ازل سے محبت کی کہانیاں دیکھنے اور سننے والے سے پوچھتی تھی، محبت کیا ہے؟
''محبت میرے پیروں سے لپٹی بارش کی پازیب جیسی ہے۔'' وہ گل دوپہری کی کیاری کے پاس جمع پانیوں میں چھپا چھپ کرتی خود ہی بتانے لگی۔ ''محبوب کی نظر ہے جو چھو جائے تو دل کی بنجر زمین گل وگلزار کر دیتی ہے۔''
پہلا نشہ......
پہلا پیار ہے......
محبت تحیر ہے اور وہ عالم حیرت میں تھی۔
گھنے سیاہ بادل جھکتے آ رہے تھے۔
ہوا اس کی چنری سے لپٹی شریری سرگوشیاں کر جاتی۔
کل تک زندگی کتنی عام سی، سادہ اور بے رنگ سی تھی۔
اور آج وہ دھنک رنگ اوڑھے، لہکی لہکی، بھیگی بھیگی، انوکھی، انمول خود اپنے آپ کو ہی پہچان نہ پا رہی تھی۔
کسی نے اس کی گلابی ہتھیلی پر اپنا نام لکھ دیا تھا۔
اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں روپہلے خواب سجا دیے تھے۔

''میں تمہارا ہوں ہمیشہ سے......''

اس نے کیاری میں کھلے کاسنی پھول نوچے اور خود پر نچھاور کر دیے۔

بارش ست رنگی ہو گئی۔

ایک ننھا سا پھول اس کے گال اور لبوں کو چومتا صراحی دار بھیگی گردن سے لپٹ گیا۔ اس نے ننھے پھول کو چٹکی سے اڑایا۔ اور کھلکھلا اٹھی۔

اس کا ہاتھ گلے سے لپٹے نیکلس سے الجھ گیا۔

اس نے نیکلس کو مٹھی میں دبوچ لیا۔ جس پر اس کا نام کندہ تھا۔ اور گھٹنوں کے بل پانی میں بیٹھ گئی۔

بارش اس پر برس رہی تھی۔

محبت مٹھی میں دہک رہی تھی۔

''وہ صرف میرا ہے......صرف میرا۔''

منچلی ہوا نے ٹھٹھک کر اس سرگوشی کو سنا۔ بند مٹھی کو دیکھا۔

''محبت قید نہیں ہو سکتی۔ یہ دور دیس سے آئی ست رنگی تتلی ہے۔ یوں مٹھی میں بھینچ لو گی تو دم توڑ دے گی۔''

محبت تو صدقہ ہے۔

ایک دو تو دس گنا پاؤ گی۔

صرف اپنا بنا کر رکھنا چاہو گی تو مٹھی سے ریت کی طرح پھسل جائے گی۔ مٹھی کھول دو۔

محبت کو بانٹ دو

اسے خوشبو کی طرح پھیلنے دو

بارش تڑپ تڑپ کر برسنے لگی

محبت بند مٹھی میں سسکنے لگی!

☆......☆......☆

بارش نے رات بھر برس برس کر صحن میں گند مچا دیا تھا۔

دیواروں سے جھڑی قلعی ......

امردو کے پتے

(خود تو بارش میں نہایا نہال ہوا کھڑا تھا)

پانی میں بھیگے شاپر

اوندھی سیدھی پڑی چپلیں ......

دادی دیوار کا سہارا لے کر برآمدے میں آئیں تو گھر کی حالت دیکھ کر کلس کر رہ گئیں۔

''پھوہڑ، نکمیاں...... ہتھ پیر توڑے بستروں میں گھسی ہیں۔ یہ نہیں کہ اٹھ کر کچھ صفائی ستھرائی کا ہی کرلیں۔''

کلستی بڑبڑاتی تکیے کے سہارے تخت پر بیٹھ گئیں۔

باہر سے اٹھتی آوازیں زندگی کی روانی کی علامت تھیں۔

''گول گپے کرارے...... گرما گرم بھٹے...... تازہ سبزی۔''

اردگرد گھروں سے اٹھتی خوشبوئیں ......

کہیں دال کو تڑکا لگ رہا تھا۔

انہوں نے گہری سانس کھینچی ...... لہسن کا بگھار تھا۔ خالی معدہ خوشبو سے بھر کر پیٹ میں آگ لگا گیا۔ انہوں نے حسرت سے کچن کے بند دروازے کو دیکھا۔ صبح دو پاپے اور ٹھنڈی چائے جو بہو بیگم ان کے سرہانے رکھ گئی تھیں اور اب دوپہر ہونے کو آئی تھی۔

''منحوسوں کے گھروں میں باورچی خانے کے دروازے بند ملتے ہیں۔''

انہوں نے با آواز بلند سب کو سنا دیا جو بند دروازے سے ٹکرا کر دہلیز پر ہی گر گیا۔ کوسنوں کا وجود ہوتا تو اب تک یہ پورا گھر اس میں دب چکا ہوتا۔

''کیسا سہانا موسم ہے۔ باہر نکل آؤ مردودو......! دو چار پکوڑے ہی تل لو...... ہائے رابعہ ہوتی تو

سن ہی لیتی! اس کم بخت ثانیہ کے کانوں پر تو جوں تک نہیں رینگتی۔ جیسی ماں ویسی بیٹی۔''

رابعہ ان کی سب سے پیاری پوتی تھی۔ مؤدب...... ان کی ایک آواز پر بھاگی چلی آتی مگر جب سے وہ بیاہ کر گئی تھی۔ ان کی بوڑھی آواز اسی طرح بند دروازوں سے ٹکراتی رہتی۔

''کیا ہے دادی! صبح صبح شور مچانا شروع کر دیتی ہیں۔''

دادی کو تاؤ ہی تو آ گیا۔ یہ ان کی دوسرے نمبر کی پوتی تھی۔ خوب صورت، طرح دار، گوری رنگت، لمبا قد، آنکھیں گویا ستارے دمکتے ہوں...... مگر زبان و انداز......

''اٹھ گئی میری ہری مرچ......!''

''اٹھ گئی۔ اتنے شور میں کوئی سو سکتا ہے۔'' اس نے اپنی خوب صورت ناک چڑھائی۔

''تو ماں کو بھی آواز دے لو۔ کوئی ہانڈی چولہا کرے اور تو بھی ذرا ہمت کر...... کچھ جھاڑو پونچھا دیکھ لے گھر کیسا گندا ہوا پڑا ہے۔'' انہوں نے غصہ دباتے ہوئے پوتی کو پکارا۔

''ٹھیک تو ہے۔ یہاں کون سا کسی بارات نے آنا ہے۔'' اس نے لاپروائی سے کندھے تک آتے بال سمیٹ کر پونی بنائی۔

''ہا...... ہائے! کیا اپنی بارات پر ہی صفائی کرے گی۔''

''میں کیوں کرنے لگی اس دن صفائی، میں تو دلہن بن کر بیٹھوں گی۔'' وہ اترائی۔

''میں بناتی ہوں تجھے دلہن بے شرم لڑکی......'' وہ چپل اٹھانے کو جھکیں۔

ثانیہ نے ہنستے ہوئے انہیں کندھوں سے تھام لیا۔

''لڑھک جائیں گی دادی! اور کیوں غصہ کر رہی ہیں۔ پتا تو ہے مجھے یہ نوکرانیوں والے کام بالکل اچھے نہیں لگتے۔''

''ہاں تو...... تو مہارانی ہے۔'' دادی نے آہ بھر کر ہار مان لی۔ جانتی تھیں ثانیہ سے بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

''تو پھر کچن میں ہی چلی جاؤ۔ دو چار پکوڑے، کچھ میٹھا ہی بنا لو۔ موسم کا تقاضا ہے۔'' پتا نہیں اس عمر

میں نیت اتنی بے ایمان اور اتاؤلی کیوں ہو گئی۔ دل چاہتا فوراً وہ چیز سامنے آجائے جس کی طلب ہے۔

ثانیہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنستی چلی گئی۔

''دادی! اس عمر میں موسم کے تقاضے سمجھ میں آتے ہیں؟''

''کیوں دادی کبھی جوان نہیں تھی۔''

سفید جھاگ جیسے بالوں والی دادی کی جوانی کا سوچ کر ثانیہ کو پھر سے ہنسی آگئی۔ ایسے بے فکر کھلکھلاتی ہنسی کو سن کر نجانے کیوں دادی کا دل ہول سا گیا۔

''مت ہنسا کر اس طرح......''

''اس طرح مت ہنسا کرو۔''

''کیوں؟''

''تمہاری ہنسی مجھے پاگل کرنے لگی ہے۔''

''تو ہو جاؤ پاگل، میں تو اسی طرح ہنسوں گی۔''

''جاؤ نا کچھ بنا لو......'' اس کی ہنسی کو مدھم سروں میں ڈھلتا دیکھ کر دادی نے پھر سے اکسایا۔

''چھوڑیں دادی! اس عمر میں ایسے کھانے آپ کو سوٹ نہیں کرتے۔'' وہ انتہائی لاپروائی اور بے حسی سے انکار کر کے شاور لینے چلی گئی۔

''ہاں ہمیں تو بس پاپے اور ٹھنڈی چائے ہی سوٹ کرتی ہے۔'' وہ غصے سے منہ پر دوپٹہ ڈال کر لیٹ گئیں۔

نیم غنودگی میں کبھی تلی ہوئی مچھلی، کبھی پکوڑے تو کبھی بیسن کے حلوے کا ذائقہ منہ میں گھلتا رہا۔

☆......☆......☆

گھر تو وہی سادہ سا تھا۔ کھلے کھلے کمرے، برآمدہ، کھلا سا صحن، صحن میں سے چھت کی طرف جاتی سیڑھیاں مگر سلیقہ، قرینہ، تازگی، نفاست اور خوب صورتی کا احساس گھر میں پہلا قدم رکھتے ہی دل کو فرحت و انبساط کے کیف آگیں احساس سے بھر دیتا۔ صحن کے اطراف کی کیاریوں میں رنگ ہی

رنگ بکھرے تھے۔ سیڑھیوں کی ریلنگ سے لپٹی سفید پھولوں کی بیل نکھری نکھری سی تھی۔

برآمدے میں جالی کے پردے سمیٹ کر باندھ دیے گئے تھے اور منی پلانٹس کی سرسبز و شاداب بیلیں، آنے والے کو خوش آمدید کہتی تھیں۔

صحن کی دوسری طرف موجود برآمدے کو بڑھا کر پورچ کی شکل دی گئی تھی۔ جہاں کھڑی توفیق صاحب کی گاڑی بتاتی تھی کہ وہ آج لنچ کے لیے گھر تشریف لائے ہیں۔

''آج کوئی خاص دن ہے؟'' عبید نے اپنی بائیک لکڑی کے اس ریک کے پاس روکی جس پر ترتیب سے رکھے کپ، مگ، گلاس، چینک میں موجود ننھے منے پھول اپنی الگ ہی بہار دکھا رہے تھے۔

ارم کو عادت تھی۔ گھر میں کچھ بھی ٹوٹ جائے، مٹھی بھر کے بیج بو دیتی۔

وہ چلتے چلتے رک گیا۔ پھر طویل سانس لے کر رہ گیا۔

اس کا فیورٹ مگ اپنے ٹوٹے بازو کے ساتھ گل دوپہری کے چند سفید پھولوں والی شاخیں سنبھالے اس خاندان کی زینت بن چکا تھا۔

''عبید آگیا...... عبید آگیا۔'' گھر کے اندرونی حصہ میں ہلچل مچ گئی۔

''اور ہمیں کیا کرنا ہوگا۔'' توفیق اور آسیہ تیزی سے کھڑے ہوگئے۔

''کچھ بھی نہیں، بس ٹیبل کے پاس کھڑے ہو جائیں۔'' ارم نے بھاگ کر غبارہ پکڑا، جیسے ہی عبید نے کمرے میں قدم رکھا۔ غبارہ اس کے کان کے پاس پھٹا تھا۔

وہ بری طرح ڈرا۔

''کیا بدتمیزی ہے یار؟''

''بدتمیزی نہیں، سیلبریشن ہے۔'' ارم ہنستے ہوئے سامنے آئی۔

''آج میرا برتھ ڈے تو نہیں ہے۔'' عبید میز پر رکھے کیک کو دیکھ کر چونکا۔

''جی نہیں...... آج میرے پیارے بھائی کا آفس میں پہلا دن تھا، سیلبریشن تو بنتی تھی۔''

''یہ سب اس کی شرارت ہے۔'' عبید نے ماں باپ کو دیکھا تو وہ ہنس دیے۔

''بالکل، کیک بھی اسی نے بنایا ہے، اور کھانا بھی۔'' آسیہ نے پیار سے بیٹی کو دیکھا۔

''اسی لیے کالج سے چھٹی کی تھی؟'' عبید نے ارم کے سر پر چپت لگائی۔

''ایسا ہی ہے۔ جلدی سے آ کر کیک کاٹو۔'' وہ عبید کا بازو پکڑ کر میز تک لے گئی۔

''جیتے رہو، کامیابیاں سمیٹو۔ پھلو پھولو۔'' ماں باپ نے گلے سے لگا کر ڈھیر ساری دعائیں دیں۔

ارم اور عبید ان کے آنگن کے یہی دو پھول تھے۔ جتنے سمجھدار توفیق صاحب خود تھے۔ اللہ نے ویسی ہی عقل مند بیوی بھی دی تھی اور ان دونوں کی شخصیت کا پرتو ان کے دونوں بچے...... پورے خاندان میں ان کے گھر کی مثالیں دی جاتیں۔

ثانیہ ٹھٹھک کر رکی۔

پورا منظر شوخی، شرارت اور خوشی سے مزین تھا۔

عبید نے ارم کے گال پر کیک لگا دیا تھا۔ اب وہ اس کے پیچھے پڑی تھی۔ ثانیہ کی آنکھوں میں حسرت سی در آئی۔

بچپن ہی سے اسے ارم کا گھر انا ونڈر لینڈ ہی لگتا، حالانکہ ایک سے گھر تھے۔ مگر رہن سہن، رکھ رکھاؤ میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

ایک ثانیہ کا گھر تھا، ہر وقت چیخ چیخ، لڑائی جھگڑے، بدسلیقگی، پیسے کی کمی......

اور دوسری طرف ارم کا گھر تھا جہاں کوئی اونچی آواز میں بات نہ کرتا۔ کوئی بھی مسئلہ ہوتا یوں چپ چپاتے حل ہوتا جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔

''ثانیہ......!'' تب ہی آسیہ کی نظر دروازے میں بت کی طرح کھڑی ثانیہ پر پڑی۔ ''وہاں کیوں کھڑی ہو۔ آ جاؤ نا۔''

''میں شاید غلط وقت پر آ گئی۔ بعد میں آ جاؤں گی۔''

''ارے بیٹا! تم کون سا غیر ہو۔ آؤ عبید کی خوشی میں شامل ہو جاؤ۔''

توفیق صاحب نے کہا تو ارم اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لائی۔ عبید نے کیک کا پیس کاٹ کر پلیٹ میں

رکھا اور پلیٹ اس کی طرف بڑھا دی۔

''بچپن میں تو سیڑھیاں پھلانگ کر ہمارے کچن سے بسکٹ چرایا کرتی تھی۔ اب دیکھیں، کیسے نخرے کر رہی ہے۔''

ثانیہ نے ہاتھ نہ بڑھایا تو عبید نے مذاق اڑایا۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔'' اس نے پلیٹ پکڑ لی۔

''بچیاں جب بڑی ہو جاتی ہیں تو اتنی ہی سمجھ دار ہو جاتی ہیں۔ اب جلدی سے دونوں سہیلیاں مل کر کھانا بھی لگا لو۔'' آسیہ نے کہا تو وہ دونوں کچن میں آ گئیں۔

''کیا کیا بنا لیا ہے؟'' ثانیہ نے خوشبو سے اندازہ لگایا۔

''چائنیز رائس، مٹھی کباب، ساتھ میں مچھلی کا سالن۔'' ارم نے مینیو بتایا۔

عبید کو تو اندازہ ہی نہ تھا۔ شکل دیکھنے والی تھی اس کی۔ دونوں نے مل کر کھانا لگایا۔

''بس ابو! میں نے سوچ لیا ہے۔ اب ہم عبید کی شادی کریں گے۔'' ارم نے کرسی سنبھالتے ہوئے شوشا چھوڑا۔ فریش ہو کر آتا عبید مسکرا دیا اور ثانیہ کے عین سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

''بات تو ٹھیک ہے۔'' آسیہ نے سر ہلایا۔

''عبید! تمہارے لیے لڑکی ڈھونڈیں۔'' ارم نے اشتیاق سے پوچھا۔

ثانیہ خاموشی سے اپنے لیے چاول نکالنے لگی۔ نہ وہ اس ٹیبل پر پہلی بار بیٹھی تھی۔ نہ اس کے لیے عبید اور ارم کی نوک جھونک نئی تھی۔ ارم اپنے بھائی سے ہر طرح کا مذاق کر لیتی تھی۔ جس کا تصور بھی ثانیہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس کا بھائی وسیم، عبید سے ایک آدھ سال ہی بڑا تھا۔ مگر دونوں میں بہت فاصلہ تھا۔

''کیوں بھئی، شادی میری ہے اور لڑکی تم پسند کرو گی۔'' عبید نے چھیڑا۔

''کیوں، اکلوتے بھائی ہو۔ میں بھابھی پسند کروں گی۔''

''میری اکلوتی شادی ہے تو لڑکی بھی میں خود پسند کروں گا۔ بعد میں کہو گی، دلہا بھی تمہاری پسند کا ہونا چاہیے۔''

''کس کا دلہا؟'' ارم بے خیالی میں پوچھ بیٹھی۔

''ثانیہ کا...... ڈفر نہ ہو تو......''

''میرا کیا ذکر......'' ثانیہ گڑبڑا گئی۔

اور ارم بات سمجھ کر کھسیانی سی ہو گئی۔

''تمہارا ہی ذکر ہے۔ ہر بات میں تو تم سے مشورہ کرتی ہے۔''

''یہ تو ہے۔ ہم دونوں مل کر بھابھی تلاش کریں گے۔'' ارم نے جوش سے کہا۔ پھر ماں سے پوچھنے لگی۔

''امی! آپ بتائیں، آپ کو کیسی بہو چاہیے؟''

''ایک ہی بہو آنی ہے، خوب سوچ سمجھ کر لاؤں گی۔ بھلے خوب صورت نہ ہو، مگر خوب سیرت ہونی چاہیے۔''

''کیوں کیوں......؟ خوب صورت کیوں نہ ہو؟'' عبید نے بھنویں اچکائیں۔

''اچھا بھئی۔ خوب صورت بھی ہو گی۔'' آسیہ ہنس پڑیں۔ ''لیکن بہت پیاری نیچر کی ہو۔ دھیمے لہجے میں بات کرنے والی، تیز طرار نہ ہو، سب کو جوڑ کر رکھے۔ سسرال والوں کو اپنا سمجھے، تمہارا خیال رکھے، ہماری خدمت کرے۔''

''تو پھر آپ کو بہو کی نہیں، نوکرانی کی ضرورت ہے۔'' بظاہر ہنستے ہنستے جو بات ثانیہ کے لبوں سے نکلی اس کی تلخی نے سب ہی کو چونکا دیا۔

''اپنوں کی خدمت کرنے سے کوئی نوکر تھوڑی ہو جاتا ہے۔ وہ ہمارا خیال رکھے گی تو ہم بھی اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔'' آسیہ نے نرمی سے ٹوکا تو ثانیہ کو برا لگ گیا۔ تب ہی معذرت کر کے اٹھ گئی۔

''آج کل کی لڑکیوں کے بھی عجیب ہی خیالات ہیں۔'' آسیہ نے اس کے جانے کے بعد تبصرہ کیا۔

ارم کو سہیلی کے بارے میں یہ تبصرہ اچھا نہیں لگا تھا مگر ماں سے اختلاف کے بجائے خاموش ہو گئی۔

''تمہاری بولتی کیوں بند ہو گئی؟'' عبید نے چھیڑا۔

''ہاں تم تو یہی چاہتے ہو، یہ ٹاپک ختم ہی نہ ہو۔'' ارم اپنی جون میں واپس آ گئی۔

☆......☆......☆

سیڑھیاں اترتے ہوئے ثانیہ نے ایک نظر اپنے گھر پر ڈالی اور بد مزہ ہو گئی۔ ایک لمحے کو دل چاہا کہ جھاڑو اٹھائے اور شروع ہو جائے۔ ارم کے گھر کون سا ملازمہ آتی تھی۔ سارا گھر ماں بیٹی نے مل کر ہی سجایا سنوارا ہوا تھا مگر اتنی مشقت کا سوچ کر ہی وحشت ہونے لگی۔

''کیا مصیبت ہے اماں! اگر کام نہیں ہوتا تو کوئی کام والی ہی رکھ لیں۔'' وہ دھپ دھپ کرتی نیچے اتری۔

''کیوں تم لوگوں کے ہاتھ پیر ٹوٹے ہیں؟''

ٹھنڈی روٹی پر آلو گوبھی کا سالن جو نجانے کس وقت نادرہ پکا کر ان کے سرہانے رکھ گئی تھیں، بنا دانتوں کے اس روٹی کو چبانے اور نگلنے کا سوچ کر ہی انہیں رونا آ رہا تھا۔

''ساری دنیا رکھتی ہے۔ ہم کیا انوکھے ہیں۔ اب میں پڑھائی کروں یا صفائی؟'' ثانیہ کو نہ جانے کس بات پر تپ چڑھی تھی۔

''کچھ نہ کر۔ مجھے دو چمچ دلیے کے بنا دے۔ مجھ سے نہیں کھائی جائے گی۔'' دادی نے پچکارا۔

''تو جب پکائی تھی، تب کھا لینی تھی۔'' نادرہ باہر نکلیں۔ ''اماں! اب بار بار تمہارے لیے کون چولہا چوکی کرے۔''

نادرہ کی عادت تھی، ایک ہی بار سب کے لیے روٹیاں بنا کر رکھ دیتیں۔ جس کا دل چاہتا کھائے، جس کا دل چاہتا نہ کھائے۔

یہی دادی تھیں جن کے سامنے منہ سے آواز نہ نکلتی تھی۔ اب وہ دوبدو جواب دیتیں، وہ گھر کے کونے میں پڑا فالتو سامان تھیں۔ جسے گھر سے باہر پھینکا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ آصفہ آتی تو ماں کا واویلا سن کر گھر میں فساد کھڑا کر دیتی۔ شبیر احمد شکایتیں سن کر نادرہ پر ہاتھ اٹھاتے، بچے سہم کر کونے کھدروں میں جا گھستے یا محلے کے گھروں میں پناہ لیتے۔ نادرہ کے پاس اب دادی سے بدلہ لینے کے ہزاروں

طریقے تھے۔ زچ ہو کر انہوں نے کسی حد تک چپ ہی سادھ لی تھی۔

''کون سی دیگیں چڑھانے کو کہہ دیا ہے۔''

ثانیہ انہیں آپس میں الجھتا دیکھ کر چپکے سے کھسک گئی۔

دادی نے ہار مانی اور سر جھکا کر روٹی ٹٹولنے لگیں۔ کہیں سے نرم نوالا نکل آئے۔

''السلام علیکم دادی جان!'' کیا ہی نرم اور پیاری آواز تھی۔ اور ہاتھ میں پکڑی ٹرے......

بوڑھا دل جوانوں کی طرح کھلکھلایا۔

بچوں کی طرح ندیدہ ہوا۔

یہ کہاں ممکن تھا کہ آسیہ کچھ اچھا پکائیں اور ان کا حصہ نہ نکالیں۔

وہ ارم کے صدقے واری جانے لگیں۔ اپنوں سے تو غیر اچھے، بہت کم نمک مرچ میں پکی مچھلی ارم نے خود کانٹے نکال کر انہیں کھلانا شروع کر دیا۔

''دیکھو، یہ روٹی دیتی ہے مجھے۔'' دادی نے بچوں کی طرح شکایت کی تو ارم نے چنگیر سے نظریں چرالیں۔

''ہاں میری خدمتوں کا تو یہی صلہ ہے کہ ہر آئے گئے کے سامنے برائیاں کی جائیں۔'' نادرہ دھونے والے کپڑے جمع کر رہی تھیں، کلس کر بولیں۔

''ارے نہیں خالہ! شکایتیں نہیں لگا رہیں۔'' ارم نے بات ٹالی۔ ''بس بتا رہی ہیں کہ ان سے ٹھنڈی روٹی نہیں کھائی جاتی۔''

''ایک ہی بات ہے۔'' انہوں نے غصے سے کپڑے لا کر واشنگ مشین میں ڈالے۔

''خالہ! ثانیہ سے کہہ دیں، وہ کپڑے دھو دے گی۔''

''کہیں دھو ہی نہ دے۔'' دادی کی توانائیاں واپس آنے لگی تھیں۔ ''سر پر چڑھا رکھا ہے۔ کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتی۔''

''کالج جاتی ہے۔ پڑھائی کرتی ہے، تھک جاتی ہے۔ اب گھر کے کام بھی کرواؤں۔'' نادرہ

نے پلنگ لگایا۔

''یہ بھی کالج جاتی ہے۔ پڑھائی کرتی ہے۔ ماں کے ساتھ سارے کام کرواتی ہے۔''

دادی نے ترنت جواب دیا۔

''آپ دیکھنے جاتی ہیں؟''

بس ساس بہو کی کل کل شروع ہوگئی تھی۔ ارم کی جھگڑے سے جان جاتی تھی تب ہی گھبرا کر کھڑی ہوگئی۔

''دادی! میں برتن بعد میں لے جاؤں گی۔''

''ہاں، ہاں! ماں کو شکریہ کہنا کسی اچھے گھرانے کی عورت ہے۔ ساس زندہ تھی تو ایسی جی جان سے خدمت کی کہ دنیا اش اش کرتی تھی۔ اب میں کیا لگتی ہوں، پھر بھی مجھے نہیں بھولتی۔'' دادی کا رواں رواں دعا دینے لگا۔

ارم جلدی سے سیڑھیاں چڑھ گئی۔

''مان لیا، ہمارے اندر ہی گن نہیں تھے۔'' نادرہ کو تاؤ چڑھا مگر دادی کو چاولوں کی پلیٹ کی طرف ہاتھ بڑھاتا دیکھ کر رہا بھی نہیں گیا۔ ''تھوڑے سے ثانیہ کے لیے بھی چھوڑ دیں۔ کیا سارے کھا جائیں گی۔''

''ارم کے گھر سے بھوکی تو نہیں آئی ہوگی۔ کھا پی کر آئی ہے۔'' دادی کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا۔

پھیکے چاول تھے، شوق سے کھا رہی تھیں۔ ورنہ یہاں تو جب بھی چاول بنتے، تیکھے اور مرچیلے۔

''بہت دعائیں دے رہی تھیں دادی۔'' ارم نے ماں سے کہا۔ وہ کچن میں برتن دھو رہی تھیں، مسکرادیں۔

''اچھی بات ہے، یہ دعائیں ہی زادِ راہ ہیں۔''

''امی! آپ ان کے لیے ایکسٹرا محنت کیوں کرتی ہیں۔ الگ سے مچھلی بنائی۔ چاولوں کو دوبارہ دم دے کر مزید نرم کیا۔'' ارم نے الجھ کر پوچھا۔

''کیونکہ میری جان! دعائیں کمائی جاتی ہیں۔ مفت میں نہیں ملتیں، پھر مجھے تمہاری دادی یاد آ

جاتی ہیں۔ آخری عمر میں ان کے منہ میں کوئی دانت نہیں رہا تھا۔ کچھ بھی نہیں چبا سکتی تھیں تو ہمیشہ میں ان کے لیے الگ سے کچھ بنا دیتی تھی۔ بس اب ثانیہ کی دادی کا بھی یہی مسئلہ ہے۔ پھر اس عمر میں بزرگ بالکل بچوں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ تھوڑا تھوڑا کھاتے ہیں اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد انہیں بھوک لگ جاتی ہے۔" وہ رسانیت سے کہتی گئیں۔

"ثانیہ لوگ تو ان باتوں کی پروا نہیں کرتے۔"

"بیٹا! کرنی چاہیے۔ جب اتنا کچھ شوہر کے لیے کیا، اولاد کی بار بار فرمائشیں پوری کیں، تو تھوڑی سی محنت شوہر کے ماں باپ کے لیے بھی کر لی جائے تو کیا حرج ہے۔"

"ہر کوئی آپ کی طرح تو نہیں سوچتا۔" ارم نے ماں کے چہرے پر محبت بھری نگاہ ڈالی۔

"لیکن میں چاہتی ہوں، میری بیٹی میری ہی طرح سوچے۔ جب بیاہ کر جائے تو شوہر کے والدین کو اپنے والدین سمجھے، تب ہی اس گھر کی بہو ہمیں اپنے ماں باپ سمجھے گی۔"

"یعنی اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے۔" ارم ہنس دی۔

"ایسا ہی ہے۔" وہ بھی مسکرا دیں۔

"اب جلدی سے میرے ساتھ کچن سمیٹو۔ پھر تمہیں پڑھنا بھی ہے۔"

☆......☆......☆

"زندگی کتنی خوب صورت ہے۔"

وہ سب خشک فوارے کے کنارے بیٹھی میتھس میں سر کھپا رہی تھیں، جب ثانیہ نے چلچلاتی دھوپ بھرے آسمان کو دیکھ کر کہا۔ ارم، فاطمہ اور نتاشا نے یوں حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔

امتحان سر پر تھے اور وہ سب کی سب اس کی تیاری میں ہلکان تھیں۔

"اور تمہیں یہ زندگی کس کی وجہ سے اتنی خوب صورت لگ رہی ہے؟" نتاشا نے ٹھوڑی پر پین جما کر پوچھا تو ثانیہ پہلے سٹپٹائی۔ سب کی سب اسے گھورنے جو لگی تھیں، پھر فوراً سنبھل گئی۔

''تم لوگوں کی وجہ سے، اپنی پیاری، ہر دل عزیز اور خوب صورت سکھیوں کی وجہ سے۔''

''ہمیں بناؤ مت بی بی......!'' فاطمہ نے ہاتھ نچایا۔

''کیوں بھئی!'' ثانیہ نے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔

''ذرا اسے غور سے دیکھو۔''

تینوں نے اسے غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔

''کیا ہوا؟ میرے سر پر سینگ نکل آئے ہیں؟'' ثانیہ نے گھبرا کر دونوں ہاتھ سر پر رکھے۔

''یہ پہلے صرف خوب صورت تھی، اب بے تحاشا خوب صورت ہو گئی ہے۔''

اس بے تحاشا تعریف پر ثانیہ جھینپ سی گئی۔

''دیکھو......دیکھو یہ چمک، یہ تابناکی، یہ حسن...... یہ سب کسی کی محبت کا اعجاز ہے۔'' فاطمہ نے شور ہی مچا دیا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے یار......'' ثانیہ ہنستے ہنستے دہری ہو گئی۔

''ارم! تم بتاؤ......تم تو ہمسائی بھی ہو۔ اس نے ضرور تمہیں بتایا ہوگا۔'' نتاشا بھی مشکوک ہو گئی۔

''مجھے کچھ نہیں پتا اور مجھے تو ایسا لگتا بھی نہیں ہے۔''

''کیوں؟''

''کیونکہ ہمارے قرب و جوار میں ایسا کوئی بندہ ہے ہی نہیں جس سے محبت کی جا سکے۔'' بہت غور کے بعد ارم نے لکیر پھیر دی۔

''تمہارے قرب و جوار میں نہ ہوگا۔'' ثانیہ نے ہلکی سی سرگوشی کی۔

''آ......کیا کیا......کیا کہا؟'' سب کی کتابیں ایک ساتھ بند ہوئیں اور نیا ٹاپک کھل گیا۔

☆......☆......☆

''انہوں نے آج تمہیں میری نظر سے دیکھ لیا ہوگا۔''

اس نے شرارت میں ہنستے ہنستے بتایا تھا۔

اس کے مدھم و مدھر لہجے پر وہ چپ سی ہوگئی۔

”کیا ہوا......؟“ وہ اس کی خاموشی کا عادی نہیں تھا۔

”ایسا کب تک چلے گا؟“

”ابھی تو محبت کا آغاز ہے......ابھی تو محبت کا انجام ہوگا۔“

”انجام سے ہی ڈر لگتا ہے۔“

”کیوں؟“ اس کے لہجے میں تحیر در آیا۔

”اتنا آسان نہیں ہے۔ غیر خاندان......غیر برادری، پھر تمہارے گھر والے۔“ پہلی بار ثانیہ کے لہجے میں خدشے جھلکے۔

”میرے لیے اپنے گھر والوں کو منانا مشکل نہیں ہے۔ تم بتاؤ اسٹینڈ لے سکوگی؟“

”تم مجھے جانتے ہو۔“

”اسی لیے تو اعتبار کرتا ہوں۔“

”ثانیہ......!“ نادرہ فوراً ہی دروازہ کھول کر اندر آگئیں۔ اسے موبائل سے لگا دیکھ کر چڑ گئیں۔

”ہر وقت اسی کو کان میں گھسائے رکھا کرو۔“

”اماں! کیا ہے......؟“ اس نے کال کاٹی۔

”بہن بخار میں دھت پڑی ہے۔ تمہاری پھوپھی کے چاؤ چونچلے تو شادی کے ساتھ ہی ختم ہوگئے۔“

”کون سے چاؤ چونچلے، تب بھی بہت احسان جتا کر رشتہ لیا تھا۔ وہ بھی دادی کے کہنے پر۔ میں رابعہ کی ماں ہوتی تو کبھی یہ رشتہ نہ کرتی۔“ وہ جذباتی ہو کر بولتی چلی گئی۔

”ماں کو پوچھتا کون ہے؟“

”اسی کمزوری سے مجھے نفرت ہے۔“

”میں تمہاری تقریریں سننے نہیں آئی۔ کھچڑی پکائی ہے۔ بہن کو دے آؤ، ساتھ کچھ پھل لے جانا۔“

”ابا سے کہیں......“ وہ وہاں جانا ہی نہیں چاہتی تھی۔

''تم بھی رابعہ کی کچھ لگتی ہو یا نہیں۔''

ماں کے تیور دیکھ کر اور کچھ رابعہ کے خیال سے اسے اٹھنا پڑا۔

☆......☆......☆

ثانیہ نے ایک ہاتھ سے شاپر سنبھالتے، دوسرے ہاتھ سے ہینڈل گھما کر اندر کی رکاوٹ ہٹائی۔ دروازہ کھل گیا۔ اندر داخل ہو کر اس نے دوبارہ سے رکاوٹ لگا دی۔ فل آواز میں چلتا ٹی وی اس بات کی علامت تھا کہ فرخ گھر پر ہی موجود ہے۔ اس کا سامنا کرنے کا سوچ کر ہی وہ بدمزا ہو گئی۔ اسے اپنا یہ کزن انتہائی ناپسند تھا۔ پہلے تو منہ توڑ جواب ہی دے دیتی تھی، مگر جب سے رابعہ کی شادی سہیل بھائی سے ہوئی تھی، فرخ کو پھوپھو کا بیٹا سمجھ کر نہیں، رابعہ کا دیور سمجھ کر منہ لگانا پڑتا۔

''کم بخت ٹی وی کی آواز بند کر دے۔ ورنہ میں تیرا گلا گھونٹ دوں گی۔ کب سے بکواس کر رہی ہوں ہرا دھنیا لا دے مگر نہیں، ماں کوئی کام کہہ دے تو پاؤں میں مہندی لگ جاتی ہے۔''

پھوپھو کی پاٹ دار آواز باورچی خانے سے آ رہی تھی۔ جس کا ایک دروازہ برآمدے میں کھلتا تھا۔

''لگتا ہے، آج کھانا پھوپھو کو بنانا پڑ گیا ہے۔'' ثانیہ نے بڑبڑاتے ہوئے رخ بدلا۔

موقع اچھا تھا۔ پھوپھو کچن میں مصروف تھیں۔ وہ آرام سے ساری چیزیں رابعہ کے کمرے تک پہنچا سکتی تھی۔

مگر ہائے قسمت......!

رابعہ کا کمرہ دو چار قدم کے فاصلے پر ہی تھا جب فرخ کا بھونپو بجا۔

''آہا، شہزادی ثانیہ آئی ہیں۔''

اس کا طنزیہ، دل جلاتا لہجہ......

کاش وہ سچ میں شہزادی ہوتی اور ابھی کے ابھی اسے جلاوطنی کا حکم سناتی۔

''کیا ہوا؟ مجھے دیکھ کر تمہارے چہرے پر بارہ کیوں بج جاتے ہیں؟'' فرخ گھوم کر سامنے آیا۔

''شکل ہی ایسی ہے۔'' ثانیہ نے دانت پیسے۔

''یہ تو سچ ہے۔'' فرخ نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔ ''ویسے اس چہرے پر ہزاروں لڑکیاں مرتی ہیں۔'' فرخ نے دیوار گیر آئینے میں اپنی صورت ملاحظہ کی۔ وہ خاصا خوش شکل نوجوان تھا اور اپنی اس خوبی کا ادراک بھی رکھتا تھا۔

''جو اس شکل پر مرتی ہیں، انہیں مر ہی جانا چاہیے۔''

''یہ کیا ہے؟'' اس کے نادر خیالات سے بے خبر فرخ کی نگاہ ہاتھ میں پکڑے شاپر زپر گئی۔

''کچھ نہیں، آپا کے لیے کھچڑی وغیرہ بنا کر لائی تھی۔'' ثانیہ نے لاپروائی سے گزرنا چاہا۔

فرخ نے دیوار پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ ''اس وغیرہ میں کیا شامل ہے؟''

''کیا بدتمیزی ہے فرخ! کوئی گھر آئے تو انٹرویو ہی شروع کر دیتے ہو۔ راستہ دو، کھچڑی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔''

مگر وہ بھی فرخ تھا۔ ایک نمبر کا ڈھیٹ اور زیرک نگاہ۔

''کھچڑی آپا کے لیے لے جاؤ۔ وغیرہ وغیرہ میں دیکھ لیتا ہوں۔'' اس نے سرعت سے شاپر جھپٹا۔

''فرخ! بدتمیزی مت کرو۔'' ثانیہ چلائی۔

''میں نے کیا بدتمیزی کی ہے؟''

ثانیہ نے شاپر چھوڑے نہیں تھے۔ اسی چھینا جھپٹی میں پھٹ گئے۔ ثانیہ نے بے حد صدمے سے زمین پر لڑھکتے پھلوں کو دیکھا۔ اور پھٹ پڑی۔

''تم انتہائی گھٹیا اور جاہل انسان ہو۔ چار جماعتیں پڑھ لی تھیں تو کوئی تہذیب بھی سیکھ لیتے۔''

''زبان بند کرو، ورنہ منہ توڑ دوں گا۔'' فرخ بھڑ گیا۔

''تم ہاتھ تو لگا کر دکھاؤ۔'' وہ ثانیہ شبیر تھی۔ لحاظ گیا چولہے میں۔ یہ بھی بھول گئی کہ بہن کی سسرال میں کھڑی ہے۔

سر درد اور بخار سے بے حال پڑی رابعہ افتاں وخیزاں لپک کر باہر آئی تو کچن سے آصفہ پھوپھو کی بھی انٹری ہو گئی۔

''کوئی شرم یا لحاظ ہے یا نہیں؟'' آصفہ نے تو یہ بھی نہ پوچھا کہ ہوا کیا ہے، بس ثانیہ پر ہی چڑھ دوڑیں۔

''پھوپھو! میں نے کیا کیا ہے؟ یہ بدتمیزی کر رہا ہے۔''

''تمہاری تمیز میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ گھنی ماں کی میسنی بیٹیاں، لو تم بھی دیکھ لو یہ تماشا کرنے کو بلاتی ہو۔'' رابعہ مفت میں رگیدی گئی۔

''پھوپھو! خدا کا واسطہ ہے۔ ہماری ماں کو درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ مزید بھڑکی۔ شہابی رنگت دہکنے لگی۔ رابعہ نے اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹا۔

''اندر چلو ثانیہ......''

''ہاں لے جاؤ اور مزید پٹیاں پڑھا لو۔''

''تم ہی رکو اس جہنم میں، میں جا رہی ہوں۔''

ثانیہ بازو چھڑاتی تن فن کرتی وہاں سے چلی گئی۔ ایک بار بھی مڑ کر نہیں دیکھا کہ رابعہ کی رنگت پیلی پڑ گئی تھی۔

''میرے گھر کو جہنم کہہ گئی۔'' مارے حیرت و غصے کے آصفہ کے منہ سے آگ برسنے لگی۔

''اکیلی کیوں جا رہی ہو، اپنی بہن کو بھی لے جاؤ، اس جہنم سے جا کر اپنی جنت میں ٹھکانا کرو۔''

''بس کریں، وہ جا چکی ہے۔'' فرخ نے بےزاری سے کہا۔

''تم کیوں اس کے منہ لگتے ہو۔ اس کی تو گز بھر کی زبان ہے۔''

''میں نے کیا کہا...... یہ پھل چھپا کر آپا کے کمرے میں لے جا رہی تھی، میں نے پوچھ لیا کہ ماموں ہمیں اتنا غریب سمجھتے ہیں کہ ہم آپا کو کھانے کو کچھ نہیں دے سکتے۔ یہ تو ہماری انسلٹ تھی نا......''

سو بھاپھا کٹنیاں مریں تو ایک فرخ پیدا ہوا تھا۔

رابعہ سر جھکا کر لب چبانے لگی۔

اب بات نہ رکنے والی تھی نہ تھمنے والی۔

''بھوکا رکھتے ہیں۔ کھانے کو نہیں دیتے۔ ہر بات پر پابندی لگا رکھی ہے۔ ہائے میں معصوم

عورت مجھے تو آج پتا چلا۔ وہ پلنگ کے نیچے سے چھلکوں کے شاپر کہاں سے نکلتے تھے۔''

پھوپھو کی شعلہ اگلتی زبان۔ کمرے میں دھواں ہی دھواں بھرنے لگا کہ سانس لینا دوبھر ہو گیا۔

ثانیہ نے گلے پر ہاتھ رکھ کر گہری سانس کھینچی۔

☆......☆......☆

باہر حسب معمول عدالت لگ چکی تھی۔ آصفہ اکیلی نہیں رابعہ کو بھی ساتھ لائی تھیں۔ اماں نے اسے سختی سے منع کیا تھا، وہ باہر ہرگز نہیں آئے گی۔ ثانیہ خود کو روکتے روکتے ہلکان ہونے لگی۔

''بھیا! اتنی بے اعتباری تھی تو نہیں دینی تھی بیٹی۔''

''آپا! جانے بھی دیں۔ ثانیہ تو بچی ہے۔ میں نے ہی کہا تھا کہ بہن کی طبیعت پوچھنے جا رہی ہو تو پھل لیتی جانا۔'' اماں کی منمناتی آواز۔ ساری عمر آصفہ نے اس دبنگ انداز میں گزاری کہ نادرہ کے لیے اب بھی ان کا مقابلہ کرنا ممکن نہ تھا۔ اوپر سے بیٹی کی ساس۔

''بس بھی کرو آصفہ! کسی بات کو جانے بھی دیا کرو۔'' دادی نے بمشکل اپنا دانتوں کے بغیر پوپلا منہ ہلایا۔ وہ اب معزول ملکہ تھیں، اس لیے رواداری میں کہہ گئیں۔ آخر رہنا تو اسی گھر میں تھا۔ ورنہ ان ہی کی شہ پر آصفہ اتنا شیر ہوتی تھیں۔

''اور یہ بھی کہا تھا، پھوپھی سے چھپا کر بہن کے کمرے میں دے دینا؟'' آصفہ چمک کر بولیں۔

''بے وقوف عورتیں ہیں آپا!'' شبیر صاحب نے بڑی بہن کا گھٹنا دبا کر خوشامدی انداز میں کہا۔

نادرہ تلملا گئیں۔

''مجال ہے جو شوہر نے کسی کے سامنے کبھی بیوی اور بیٹیوں کی سائیڈ لی ہو۔ نڈھال سی رابعہ کھڑے کھڑے تھک گئی تو چپکے سے دادی کے پاس بیٹھ گئی۔

''بس بہت ہو گیا۔'' ثانیہ کے اندر ابال سا اٹھا، تب ہی وہ ایک دم دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔

گھنٹے بھر سے وہ اپنے گھر والوں کی منتیں اور پھوپھو کی بدزبانی سن رہی تھی۔

''پھوپھو! بس کر دیں۔ اتنی معمولی سی بات کو آپ اتنا کیوں بڑھا رہی ہیں۔''

جلتی پر تیل ڈالنا تو کوئی ثانیہ شبیر سے سیکھے۔ حق بات بھی کرتی تو یوں لٹھ مار کر کہ سامنے والا ہتھے سے اکھڑ جائے اور آصفہ ہتھے سے اکھڑ ہی گئیں۔ وہ تماشا ہوا کہ آوازیں...... گھر کے در و دیوار ٹاپ گئیں۔

کسی کی منت سماجت کام نہ آئی۔ پھوپھو نے چادر سر پر رکھی اور یہ کہتے ہوئے دہلیز پار کر گئیں۔

''ایسی بدزبان لڑکی...... سسرال میں بس گئی تو میرا نام بدل دینا۔''

''پھوپھو! میں بھی ساتھ چلتی ہوں۔'' رابعہ بوکھلا کر لپکی۔

آصفہ نے پلٹ کر اسے بازو سے پکڑ کر واپس دھکیل دیا۔

''رہنے دو بی بی! ہماری اتنی پسلی کہاں کہ تمہاری بیٹی کو پھل فروٹ کھلا سکیں۔ یہاں رکھ کر سیوا کرو جب بخار اتر جائے تو آ جانا۔'' انہوں نے آخری جملے نادرہ سے کہے جو دروازے تک پیچھے آئی تھیں۔

رابعہ اس ناقدری پر چھکوں پھکوں رو پڑی۔

''کیوں رو رہی ہو؟ بیٹھی رہو سکون سے...... وہاں بھی تو بخار کی حالت میں سب کی چاکریاں ہی کرنی ہیں۔''

ثانیہ کو نفرت تھی، ان بے بسی بھرے آنسوؤں سے......

''تمہاری تو زبان میں کاٹوں گا۔'' شبیر صاحب یوں لپکے گویا اسے مار ہی ڈالیں گے۔ ثانیہ بھاگ کر کمرے میں گھسی اور کنڈی چڑھا لی۔

''ہاں...... بہن کی خاطر بیٹی پر ہاتھ اٹھائیں۔'' نادرہ تڑپ کر بولیں تو ان کی آنکھیں غصے سے لال ہو گئیں۔

''تمہیں بھی کھانی ہے۔''

''ہاں، ایک ہی بار سب کو لائن میں کھڑا کر کے گولی مار دیں۔'' آصفہ کا غصہ اب ایک دوسرے پر نکلنے لگا تھا۔ کچھ بعید نہ تھا کہ ان کا ہاتھ اٹھ ہی جاتا کہ دادی بول اٹھیں۔

''جو جنگ و جدل کرنی ہے، اندر جا کر کرو۔ میری بچی پہلے ہی پریشان ہے۔'' انہوں نے رابعہ کے لیے بازو پھیلا دیے۔ اب بیٹی پر بس نہ چلتا تھا مگر پوتی بہت عزیز تھی۔

''ہونہہ......چاپلوسیاں......!'' نادرہ غصے سے باورچی خانے میں چلی گئیں۔ رابعہ دادی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

''فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں سمجھاؤں گی آصفہ کو......زبان کی کڑوی ہے مگر دل کی بری نہیں ہے۔''

رابعہ کو پھوپھی کے دل کے اچھے برا ہونے سے کوئی سروکار نہ تھا۔ بس شوہر کی فکر کھا رہی تھی۔ نجانے پھوپھو سہیل سے کیا کہیں گی۔

☆......☆......☆

''تم پریشان ہو؟'' وہ کروٹیں بدل بدل کر تھک گئی تھی۔ جب موبائل کی اسکرین روشن ہوئی۔

''تمہیں کیسے پتا چلا......؟'' اس نے حیران ہو کر لکھا تو دوسری طرف سے کال آ گئی۔

''میرا دل گواہی دے دیتا ہے۔'' مدھم آواز، گمبھیر لہجہ......

ثانیہ کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

''مجھے بہت غصہ ہے۔ پھوپھو نے اتنی معمولی سی بات کو اتنا بڑھا دیا۔ ہر کوئی مجھ سے ناراض ہے۔ کوئی مجھ سے بات ہی نہیں کر رہا۔ میں نے کیا غلط کہا تھا۔''

جب سے اس کے ساتھ محبت کی ڈور میں بندھی تھی، عادت ہو گئی تھی۔ اپنا ہر دکھ، ہر وہم، ہر مسئلہ اس کے ساتھ ڈسکس کرتی۔ وہ اتنی خاموشی، بردباری اور تحمل سے سنتا کہ کبھی کبھی ثانیہ چپ ہو کر پوچھتی کیا وہ لائن پر ہے؟

''میری اور تمہاری لائن ایک ہی ہے۔ بولتی جاؤ۔''

اب بھی اس نے بے حد نرمی اور تحمل سے کہا تو وہ فل اسٹاپ لگانا بھول گئی۔

رات کا دامن اس کے اندر کے غبار سے آلودہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ تھک گئی، چپ ہو گئی۔

''اب نیند آ جائے گی؟'' اس کی خاموشی کو کچھ لمحے سننے کے بعد اس نے رسانیت سے پوچھا۔

''ہاں......!'' ثانیہ شرمندہ سی ہو گئی۔

کیا بھیگی راتوں اور پورے چاند کی روشنی میں نہاتے وہ اس سے یہ سب سننا چاہتا ہوگا۔

''آئی ایم سوری۔ میں بس اپنا ہی بولتی رہی۔''

''میں نے بھی تو اسی لیے کال کی تھی۔ ثانیہ! تم میرا آخری کنارہ ہو۔ محبت کا پہلا احساس ہو۔ میں تمہارے کسی بھی مسئلے سے الگ نہیں ہوں۔ وعدہ کرتا ہوں بہت جلد تمہیں اس ماحول سے نکال لوں گا۔ تم تو بہت سنبھال کر رکھنے کے قابل ہو۔ یہ فالتو کی باتیں تمہیں ڈسٹرب کریں، مجھ سے بالکل برداشت نہیں ہوتا۔''

اس کے جلتے بلتے دل کی زمین پر اس کی آواز ساون کی پہلی بارش کی طرح برسی تو اس نے آنکھیں بند کر کے پرسکون سانس بھری۔

رابطہ منقطع ہوگیا تھا۔

ثانیہ کی دو انگلیوں نے گلے میں پہنے لاکٹ کو چھوا، پھر اتار کر احتیاط سے دراز میں لاک کر دیا۔

وہ اس کی محبت کا راز تھا۔

اور راز وقت سے پہلے منکشف نہیں کیے جاتے۔

''آئی لو یو......''

اسے واقعی نیند آنے لگی تھی۔

☆......☆......☆

''آؤ گے جب تم او ساجنا

انگنا پھول کھلیں گے

برسے گا ساون جھوم جھوم کے''

سیاہ بادل گویا زمین پر جھک آئے تھے۔ تیز ہواؤں نے سنبل کی اونچی شاخوں سے چھیڑ خانی کی تو سبز گھاس پر سفید روئی کے گالے رقص کرنے لگے۔ کلاس رومز میں کتابوں کی بوسیدہ خوشبو سے بے زار الہڑ جذبے یوں مچلے کہ اساتذہ نے بھی دروازے کھول نئی خوشبو کو راہ دکھا دی۔

بارش کی خوشبو

زمین کی کوکھ سے پھوٹتی مٹی کی خوشبو

گھاس کی سبز باس میں لپٹی تازہ پھولوں کی خوشبو

جیسے ہر کوئی دیوانہ ہوا پھرتا تھا

سفید آنچل بھیگ کر کنوارے بدن سے لپٹ گئے

اور وہ سنبل کے درختوں کے درمیان کوئل کی طرح کوکتی تھی

''دو دل ایسے ملیں گے......''

اس نے ایک ادا سے درخت کے تنے پر سر رکھا تو وہ ہنستے ہنستے بے حال ہو گئیں۔

''میں بتاؤں......دو دل کیسے ملیں گے۔''

طالبات کو ان کی اوقات میں واپس لانے کے لیے مس تبسم میدان میں اتر آئی تھیں۔ ثانیہ تڑپ کر درخت سے علیحدہ ہوئی تو پتا چلا سکھیاں بگٹٹ وہاں سے بھاگ چکی ہیں۔

مس تبسم سے جن کا صرف نام ہی تبسم تھا، اچھی طرح بے عزتی کروانے کے بعد وہ منہ پھلائے کینٹین تک آئی۔ پتا تھا اب یہیں ملیں گی۔

اس کے پہنچنے تک دھکم پیل کر کے ارم اور فاطمہ گرما گرم سموسے حاصل کر چکی تھیں۔ نتاشا دہی بھلوں کی پلیٹیں لے آئی۔

کینٹین کی نیم گرم، اشتہا انگیز خوشبوؤں سے بوجھل فضا میں فرحت و آسودگی کا احساس تھا۔

ثانیہ منہ پھلائے دھپ سے کرسی پر بیٹھی۔

''تم جیسی خود غرض سہیلیاں اللہ کسی کو نہ دے۔''

''اچھا، ناراض تو نہ ہو، تمہارے لیے ڈبل پلیٹ لی ہے۔'' ارم نے پچکارا۔

''یہ تو بتاؤ میم کیا کہہ رہی تھیں۔'' نتاشا نے پوچھا۔

''کیا کہنا ہے......'' اس نے منہ بنا کر نقل اتاری۔ ''سب شادی سے پہلے کے چونچلے ہیں۔

بعد میں آٹے دال کا بھاؤ پتا چل جائے گا۔"

سب کھلکھلا کر ہنس دیں۔

"لد گئے وہ زمانے جب آٹے دال کے بھاؤ معلوم کیے جاتے تھے۔" ثانیہ نے سر جھٹک کر سموسے پر چٹنی ڈالی۔

"تمہارا آئیڈیل کیا ہے؟ آئی مین شادی کے بعد کیسی زندگی گزارنا چاہتی ہو؟"

نتاشا نے بے حد نزاکت سے سموسے کا کنارہ توڑا، وہ سب فرینڈز میں سب سے امیر گھر سے تعلق رکھتی تھی اور اسے اس بات کا احساس بھی تھا۔ تب ہی ارم کو اس کا مغرور سا انداز بالکل پسند نہیں تھا۔ وہ سب کے درمیان بیٹھ کر بھی خود کو ان سے الگ سمجھتی۔ بس ثانیہ کی وجہ سے برداشت کرنا پڑتا کہ ثانیہ کی اس سے کافی دوستی تھی۔

"میرا آئیڈیل......!" ثانیہ کی آنکھوں میں کسی کی شبیہ اتر آئی۔ ارم نے کچھ ٹھٹھک کر لبوں پر مچلتی مسکان اور چہرے پر اترتی شفق کو دیکھا۔

"ایک پیارا سا، خوب صورت سا گھر ہو، میں، میرا شوہر جو میری ہر تکلیف کو اپنے دل پر محسوس کرے۔ اس کے نزدیک میری ہر بات کی اہمیت ہو جو صرف میری سنے، صرف مجھ سے محبت کرے۔ بس میرا ہو کر رہے۔"

وہ وہاں ہو کر بھی وہاں نہیں تھی۔

"جیسے میں اس کے لیے سب کو چھوڑ کر جاؤں ویسے ہی وہ میرے لیے سب کو چھوڑ دے۔"

"اور ایسا شخص تمہیں ملے گا کہاں؟" نتاشا نے پوچھا۔

"اسی دنیا میں......" ثانیہ کے لہجے میں یقین ہی یقین تھا۔

"رہنے دو......ہم نے تو خواب ہی خواب کھیلتے رہنا ہے۔ ملتے تو وہی پھوپھو کے بیٹے ہیں۔" فاطمہ نے بے زار ہو کر ناک سے مکھی اڑائی۔

"اللہ نہ کرے۔" ثانیہ بلبلا اٹھی۔ "خبردار جو اس خبیث کا نام لیا ہو۔"

''کس خبیث کا؟'' فاطمہ نے تحیر سے پوچھا۔

''فرخ کا......'' ثانیہ نے سموسے کا کچومر نکالا۔

''میں نے کس فرخ کا نام لیا ہے؟'' فاطمہ ہکا بکا رہ گئی۔

''اس کی پھوپھو کے بیٹے کا نام ہے۔'' ارم نے ہنستے ہوئے بتایا تھا۔

☆......☆......☆

دادی نے بڑی بے چارگی سے پیالی میں پڑے دلیے کے ملغوبے کو دیکھا۔ نہ دودھ، نہ چینی...... پانی میں پکی عجیب سی چیز سامنے تھی۔ ابھی کل ہی تو بیٹے کو شکایت لگائی تھی انہوں نے اور شبیر احمد نے نادرہ کے لتے لے لیے کہ اماں کو کچھ نرم بنا دیا کرو۔ اب ''یہ کچھ نرم'' ان کے سامنے تھا۔

نادرہ کے پاس ان کو ستانے کے سو طریقے تھے۔

انہوں نے بے دلی سے چمچ بھرا۔

''میری دفعہ تو اس گھر میں دودھ کی بھی ہڑتال ہو جاتی ہے۔''

''دادی لائیں، میں دودھ ڈال دیتی ہوں۔'' رابعہ کو بھی دیکھ کر افسوس ہوا۔ اماں تو بس جان ہی چھڑاتی تھیں۔

''رہنے دے۔ یہاں میرے پاس بیٹھ۔'' انہوں نے پیالی ایک طرف رکھ کر پوتی کو پاس بٹھا لیا۔ بخار اتر گیا تھا۔ وہ ابھی غسل صحت لے کر نکلی تھی۔ دادی رسانیت سے سمجھانے لگیں۔ بیاہتا لڑکی کے مسائل، لوگوں کی باتیں، ماں باپ کے بوجھ، جس کا لب لباب یہی تھا کہ اب رابعہ کو اپنے گھر چلے جانا چاہیے۔

رابعہ بولی کچھ نہیں، بس دل مسوس کر رہ گئی۔

''کیوں چلی جائے۔'' نادرہ تڑپ کر نکلیں۔ ''خود چھوڑ کر گئی تھی۔ میری بیمار بیٹی، شوہر نے فون کر کے بھی نہیں پوچھا۔''

''تو جا کر شوہر کو بھی پوچھ لے گی، اب کیا گھر میں بٹھائے رکھو گی؟''

''ہاں بٹھالوں گی۔ مجھ پر بھاری نہیں ہے۔'' نادرہ تو پہلے ہی اس رشتے کے حق میں نہ تھیں۔ بس دادی اور شبیر نے زبردستی ہی کروادیا۔

''تیری ماں کی عقل تو ٹخنوں میں ہے۔چل تو تیار ہو، میں شبیر سے کہتی ہوں، تجھے چھوڑ آئے گا۔'' انہوں نے پوتی کو پچکارا۔

نادرہ نے کچھ کہنے کو منہ کھولا تو رابعہ کھڑی ہوگئی۔

''دادی ٹھیک کہہ رہی ہیں امی! آج یا کل، جانا تو وہیں ہے۔''

''دیکھا میری سیانی بیٹی......!'' دادی خوش ہوگئیں۔

اور ثانیہ سن کر ہتھے سے ہی اکھڑ گئی۔

''تمہارا دل کیسے کرتا ہے اس گھر میں واپس جانے کو۔''

بالوں کی چوٹی بناتی رابعہ نے، آئینے میں اس کا تمتماتا چہرہ دیکھا اور رسانیت سے گویا ہوئی۔

''میرا گھر ہے، شوہر ہے۔''

''ایسے ہوتے ہیں شوہر......؟ ایک بار بھی تمہاری طبیعت کا نہیں پوچھا......''

''پتا نہیں پھوپھو نے کیا کیا پٹیاں پڑھائی ہوں گی۔''

''چھوٹے بچے ہیں جو ابھی تک ماں سے سبق لیتے ہیں۔'' ثانیہ چڑ گئی۔

''بات کو بڑھایا مت کرو۔ اس دن بھی تم چپ رہتیں تو اتنا سب کچھ نہ ہوتا۔''

ثانیہ منہ ہی منہ بڑبڑائی۔

''گھر بہت مشکل سے بنتے ہیں۔ اور سفید پوش گھرانوں میں بیٹیوں کی شادی اتنا آسان کام نہیں ہوتا۔ اب شادی ہوگئی ہے تو نبھاؤں گی بھی..... حالات ساری زندگی ایسے ہی تو نہیں رہیں گے۔'' رابعہ نے تحمل سے کہا۔

''کب بدلیں گے؟ پھوپھو کے مرنے کے بعد.....'' ثانیہ بے دھڑک بولی۔

''دماغ ٹھیک ہے؟ کچھ بھی بول دیتی ہو۔'' رابعہ کو غصہ آگیا۔

اندر آتی ماں نے یہ جملہ سن لیا تھا۔

''وہ نہیں مرنے والی، ابھی تو اس کی ماں بیٹھی ہے۔ میرے سینے پر مونگ دلنے کے لیے......''

''اماں! اس کو سمجھانے کے بجائے آپ خود شروع ہو جاتی ہیں۔''

''تو کیا کروں؟ کسی اور میں تو جرأت نہیں، یہی ہے جو حق سچ کہہ لیتی ہے۔ ساری زندگی نہ تمہاری دادی نے مجھے سکون کا سانس لینے دیا نہ اس آصفہ نے، اوپر سے تمہارے ابا، نہ جانے کون سے تعویذ گھول کر پلائے ہیں کہ بہن بھائی کا عشق ہی ختم نہیں ہوتا۔''

نادرہ کے اپنے ہی دکھڑے تھے۔

''آپ کی اسی شہ پر ہر کسی کے سامنے زبان چلاتی ہے۔ کل کو اسی گھر میں جا کر رہنا پڑ گیا تو کیا کرے گی؟''

''کیا کیا...... کیا......؟'' وہ جو بیڈ پر بیٹھنے والی تھی، تیر کی طرح سیدھی ہوئی۔

''دادی کی یہی خواہش ہے۔'' رابعہ نے نظریں چرائیں۔

''ہاں میری پہلی کو تو بڑا پھولوں کی سیج پر بٹھا کر رکھا ہے جو میں دوسری بھی دے دوں۔'' نادرہ کلس کر بولیں۔

''کسی نے نام بھی لیا اس فرخ کا تو میں خودکشی کر لوں گی۔'' ثانیہ غصے سے پیر پٹختی واک آؤٹ کر گئی۔

''نہ تم سے یہ بات کس نے کی......؟'' نادرہ لپک کر پاس آئیں تو رابعہ نے طویل سانس لے کر بات بدل دی۔

''اماں! کسی نے نہیں کی۔''

☆......☆......☆

ارم ہنستے ہنستے دہری ہو گئی۔ دونوں ڈھلتی شام کے کنارے چھت پر پڑھنے بیٹھی تھیں۔ یہ ارم کے گھر کی چھت تھی۔ جتنی ہریالی نیچے صحن میں تھی، اس سے کہیں زیادہ چھت پر تھی، بلکہ یہاں تو آسیہ

سبزیاں گملوں، کنالیوں، ہانڈیوں، پلاسٹک بیگز غرض کہ جو بھی ملتا اسی میں دھنیا، پودینہ اور موسمی سبزیاں اگا دیتیں۔ ماں بیٹی کے ایک سے شوق تھے۔

''یعنی پھوپھی کے بیٹے نے تمہارا پیچھا لے ہی لیا۔''

''تمہارا دماغ ٹھیک ہے۔ زہر نہ دے دوں اس کو......'' ثانیہ لال پیلی ہوگئی۔

''چھوٹی چھوٹی باتوں پر مرنے مارنے پر کیوں تل جاتی ہو۔ مذاق کر رہی تھی۔''

ارم نے بمشکل ہنسی ضبط کی، ثانیہ کا موڈ برہم ہوگیا تھا۔ اس لیے اٹھ کر منڈیر کے پاس آگئی۔ جو دونوں گھر کی چھتوں میں حد فاصل تھی، ان کے گھر کی چھت پر ٹوٹی کرسیاں، ڈھیلی چارپائیاں، پلاسٹک کی بغیر پیروں والی کرسیاں، گھی کے خالی ڈبے، پانی کی ٹنکی اور نجانے کیا الم غلم بھرا ہے۔

''تم لوگ اپنے گھر کے کاٹھ کباڑ کا کیا کرتے ہو؟'' ثانیہ کا ذہن دوسری سمت چلا گیا۔

''بیچ دیتے ہیں یا مرمت کروا لیتے ہیں۔''

''اچھا......'' ثانیہ نے ان کی صاف ستھری چھت پر نگاہ دوڑائی۔ ہاتھ بھر کے فاصلے پر گملے میں تروتازہ پودینہ لگا تھا۔ اس نے ایک پتی توڑ کر منہ میں رکھ لی۔ تب ہی سیڑھیوں پر عبید آگیا۔ جینز پر سفید ٹی شرٹ پہنے، پیروں میں بلیک چپل......

''کبھی تم بھی پڑھ لیا کرو۔'' اس نے آتے ہی چھیڑا۔ وہ ارم کو پڑھانے ہی آیا تھا۔

''جس نے زندگی کو پڑھ لیا ہو، اسے کتابوں کی کیا ضرورت ہے۔'' ثانیہ نے کہنی منڈیر پر ٹکائی۔

اس کے عقب میں شام گلابی ہو رہی تھی۔ اس کے بالوں پر گویا مہندی کا رنگ چڑھ آیا تھا۔

وہ اسی شام کا حصہ لگتی تھی۔

خوب صورت......

اداس......

دل موہ لینے والی!

عبید نے نظریں چرا لیں۔

''بھائی! اب کچھ کھلا دو۔ ہم تو پڑھ پڑھ کر تھک گئے ہیں۔'' ارم نے کتاب الٹ دی۔

''تو کیا سبق سیکھا تم نے زندگی سے؟'' عبید نے گویا ارم کی بات سنی ہی نہ تھی۔

''یہ میری زندگی ہے، اسے کسی اور کو جینے نہیں دوں گی۔''

وہ عبید کو دیکھ رہی تھی اور عبید اس کو......

اور عقب میں پھیلی شام ان دونوں کو......

دونوں ایک ہی رنگ میں رنگے اتنے پیارے، اتنے مکمل لگے کہ ارم چونک گئی۔

اس نے اپنے خوبرو بھائی اور بے حد پیاری دوست کو دیکھا۔

پھر مایوسی سے سر نفی میں ہلایا۔

ثانیہ کتنی ہی عزیز سہی مگر اس میں وہ خوبیاں نہیں تھیں جو وہ اپنی بھابھی میں دیکھنا چاہتی تھی۔

''ارم نے کچھ کھانے کی بات کی تھی مگر تم ہمیشہ کے کنجوس اس طرف آئے ہی نہیں۔'' ثانیہ کی آواز نے اس حصار کو توڑ دیا جو تینوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔

''میری بہن فرمائش کرے اور میں ٹال دوں، ممکن ہی نہیں۔''

عبید نے جیب سے موبائل نکالا۔

''بولو! کیا کھاؤ گی؟''

''پزا منگوالو......ڈبل چیز۔''

ارم کے کچھ بھی بولنے سے پہلے ثانیہ نے شاہانہ انداز میں کہا تو ارم مسکرا کر خاموش ہوگئی۔

وہ ہمیشہ ایسے ہی کرتی تھی۔ جہاں موقع ملتا اپنی فرمائش داغ دیتی......اور ارم کو کبھی برا نہیں لگا تھا۔

کیا ہرج تھا اگر وہ اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشوں کو عبید کے ذریعے پورا کر لیتی تھی۔

☆......☆......☆

''نہ مجھ سے پوچھا، نہ بتایا۔ منہ اٹھا کر چلی گئیں، یہ کوئی طریقہ ہے۔''

رابعہ نے غصے سے تن فن کرتے یہاں سے وہاں کمرے میں چکراتے شوہر کو دیکھا۔ وہ تو اپنی

شکایت کرنے والی تھی کہ اتنے دنوں میں ایک بار بھی خیریت معلوم نہ کی۔ یہاں الٹی گنگا بہہ رہی تھی۔ ایک گہری سانس بھری اور غصہ پی گئی۔

پھوپھو نے خوب کان بھرے تھے۔اب غصہ کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔سہیل کچھ بھی سننے کے موڈ میں نہ تھا۔

''شوہر تو الو کا پٹھا ہے جو تمہاری فرمائش پر دہی بھلوں کی تھیلیاں اٹھا لایا تھا۔''

''ہائے اللہ! کہیں لا کر پھوپھو کو تو نہیں دے دی تھیں؟'' رابعہ گھبرائی۔

''تو کیا گلی میں پھینک دیتا۔'' وہ غرایا۔

''یہ بھی بتا دیا ہوگا کہ میں نے منگوائے ہیں۔'' رابعہ کا لہجہ پست ہو گیا۔

''تو کیا جھوٹ بولتا؟'' سہیل کو اپنی کلاس یاد آ گئی جو آصفہ کے ہاتھوں لگی تھی۔

زن مرید، کاٹھ کا الو، نہ جانے کیا کچھ سننا پڑا تھا۔

''کال کر کے ہی پوچھ لیتے، کیا ہوا تھا۔''

اونچا لمبا، خوش شکل، قد کاٹھ والا مرد تھا۔نظر بھر کے دیکھتی تو دل پھسل جاتا۔قربان ہونے لگتا مگر چڑھی تیوری، بیگانہ لہجہ دل کو ہر طرح کی جسارت سے روکے رکھتا۔

''سارے مکر جانتا ہوں۔ذرا سے بخار کو ہوا بنا لیا۔گھر میں رہتیں تو پوچھ بھی لیتا۔'' وہ بیڈ کے دوسری طرف جا کر بیٹھ گیا۔

''میں نہیں گئی تھی۔پھوپھو خود چھوڑ کر آئی تھیں کہ جب بخار اتر جائے تو آ جانا۔'' رابعہ چڑ گئی۔وہ اس کی کوئی بات ہی نہیں سن رہا تھا۔

''اب اتر گیا نا بخار، تو مہمان بن کر نہ بیٹھو۔اٹھ کر کام سے لگو۔اماں بے چاری ہلکان ہو گئیں گھر سنبھالتے۔یہاں نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے۔''

رابعہ غصے سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔

سامنے والا سننے پر ہی آمادہ نہ ہو تو وقت اور اپنی توانائی ضائع کرنے کا فائدہ......

سہیل نے کچھ بے چین ہو کر اسے کمرے سے نکلتے دیکھا۔

''کچھ زیادہ تو نہیں کہہ دیا۔ بخار کے بعد کتنی کمزور لگ رہی تھی۔'' اندر کہیں دل میں احساس تو تھا کہ ماں زیادتی کر جاتی ہے۔

''خیر کل ڈاکٹر کے پاس جانے کے بہانے آئس کریم کھلا لاؤں گا۔ ماں بھی خوش، بیوی بھی راضی......'' اس نے خود کو تسلی دی۔

جبکہ رابعہ کچن کی حالت دیکھ کر ہی چکرا گئی۔ اس کے جانے کے بعد سے برتن صرف نکالے گئے تھے، دھونے کی زحمت نہیں کی گئی تھی اور جب روزمرہ کے برتن ختم ہو گئے تو اس کے جہیز کے برتن نکالے گئے تھے۔ اس کا دل ہی ڈوب گیا۔

چائے بنانے کے لیے دھلی کیتلی ڈھونڈتا فرخ آہٹ پہ مڑا۔

''آپا آ گئیں۔''

رابعہ کا جواب دینے کو بھی دل نہ چاہا۔ فساد کی جڑ تو یہی تھا۔

''چائے ہی بنا دیں۔'' اس نے کان کھجاتے ہوئے کہا۔

اس بات کا احساس تھا کہ ثانیہ کو چڑانے کے چکروں میں وہ بھابھی کو ہرٹ کر گیا تھا۔

(ساتھ میں زہر بھی ملا دوں۔)

رابعہ نے کوئی بھی جواب دیے بغیر کیتلی دھونا شروع کر دی تھی۔

☆......☆......☆

کمرے میں بہن کے پاس بیٹھے شبیر احمد بہن سے منت بھرے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

''آپا! تمہاری ہی بچیاں ہیں۔ چھوٹی موٹی غلطیاں معاف کر دیا کرو۔ اب مجھے دیکھ لو، صرف تمہارا احساس کر کے رابعہ کو چھوڑنے آ گیا ہوں۔''

''میرے بھائی! میں بھی تو آنکھیں بند کر کے تمہارے منہ کو ایک طرف پڑی رہتی ہوں۔ جس طرح میری ماں نے سارا گھر بہو کے حوالے کر رکھا ہے، اسی طرح میں نے ہر چیز رابعہ کے سپرد کر دی ہے۔

سیاہ کرے یا سفید، میں نے تو پلٹ کر کبھی دیکھا بھی نہیں۔ پھر بھی کوئی قدر نہ کرے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔"
کمال کنٹرول تھا، تیز لہجے میں بات کرتے کرتے آواز بھر آئی تو بھائی کا دل پسیج گیا۔ تسلی دلاسا دینے لگے۔

"اپنی لڑکی کی بھی فکر کرلو۔ تھوڑا لگام میں کھینچو۔ پوری کی پوری ماں پر گئی ہے۔"

"کیا کروں؟ چھوٹی ہے تو بس لاڈلی رہی۔" وہ شرمندہ ہوئے۔

"سسرال میں اتنے لاڈ کون اٹھائے گا۔ کوئی رشتہ وشتہ دیکھا ہے؟"

شبیر احمد نے قدرے چونک کر دیکھا۔

وہ ان باپوں میں سے تھے جنہیں صرف بیٹیوں کا بوجھ اتارنے سے مطلب ہوتا ہے۔ آگے سسرال میں وہ خوش رہتی ہیں یا ناخوش، یہ ان کے نصیب اور ان کی برداشت...... انہیں تو لگا تھا بڑی کی طرح چھوٹی بھی یہیں کھپ جائے گی۔ مگر آصفہ اور ہی بات کر رہی تھی۔

فوری طور پر کچھ کہنا، مناسب نہ لگا تو محتاط انداز میں بولے۔

"آپ نے ہی دیکھنا ہے۔"

"کچھ جوڑ توڑ کر کے رکھو...... غیروں میں شادی کے بڑے مسئلے ہوتے ہیں۔"

انہوں نے گویا صاف لفظوں میں بتایا کہ بھیا مجھ سے امید نہ رکھنا۔

وہ بدمزا سے ہو گئے۔

"اپنوں میں تو تین کپڑوں میں بھی رخصت کرو تو گزارا ہو جاتا ہے۔" یہ اگلا طنز تھا۔

شبیر احمد مزید ڈھیلے ہو گئے۔

"اس کی ماں لگی رہتی ہے۔ وسیم کی تنخواہ بھی آنے لگی ہے تو کچھ کمیٹیاں ڈالی ہیں۔"

"اچھا......!" آصفہ کے کان کھڑے ہوئے۔

"کب نکلیں گی؟"

شبیر احمد گڑبڑا گئے۔ نادرہ نے سختی سے منع کیا تھا کہ کمیٹیوں کا ذکر کسی سے نہیں کرنا، مگر زبان ہی تو

تھی، پھسل گئی۔

''ایک آدھ تو اسی ہفتے......'' وہ بڑبڑائے۔

آصفہ کے چہرے کی خشونت رونق میں بدل گئی۔ لہجے کی تلخی میں مٹھاس سی گھل گئی۔

''اچھا جانے دو یہ باتیں تو چلتی رہتی ہیں۔ رابعہ! اپنے ابا کے لیے ٹھنڈا پانی لاؤ......'' آواز لگا کر پھر کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولیں۔

''ٹھنڈا پانی کہاں سے لائے گی۔ فریج خراب پڑا ہے۔ دو بار ٹھیک کروایا۔ اب سوچ رہی ہوں نیا لے لوں۔ چلو دیکھتی ہوں۔ کیا پتا فرخ کی دلہن ہی جہیز میں لے آئے۔ پتا نہیں گرمیاں کیسے گزریں گی۔''

شبیر احمد گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔

''آپا! چلتا ہوں۔ بس رابعہ کو چھوڑنے آیا تھا۔''

''ہاں، ہاں...... بہت اچھا کیا، اللہ کے سپرد۔''

انہوں نے خوشی خوشی بھائی کو رخصت کیا۔

''واہ اللہ تیرا کرم، کیسے فریج کا انتظام ہو گیا۔''

ظاہر ہے اب کمیٹی نادرہ کی کھلنی تھی اور فریج آصفہ کے گھر آنا تھا۔

☆......☆......☆

ارم نے دھلے کپڑے پھیلا کر نیچے جھانکا تو ثانیہ امرود کے درخت کے پتے نوچتی دکھائی دی۔ وہ یہاں سے ہی دیکھ سکتی تھی کہ وہ کسی بات پر ناراض ہے۔

''سنو! کیا ہوا؟'' ارم نے دیوار پر کہنی ٹکائی۔

''کچھ نہیں ہوا۔'' ثانیہ نے بے دردی سے شاخ ہی نوچ ڈالی۔

''اسے کیوں تکلیف دے رہی ہو۔'' ارم بلبلا اٹھی۔

کاش یہ پیڑ ان کے گھر ہوتا۔ نیچے گل دوپہری کی کیاری زرد پڑ گئی تھی۔ نہ جانے کتنے عرصے سے اسے پانی نصیب نہ ہوا تھا۔

''جب اپنی جان سکون میں نہیں ہے تو دوسروں کو تکلیف ہی دوں گی۔'' صاف گھر والوں کو سنایا گیا تھا۔

''ابھی پانچ ہزار کا جوڑا لا دو۔ اس کی جان سکون میں آ جائے گی۔''

دادی نے سن کر ترنت جواب بھی دے دیا۔ وہ اپنے سفید چند بال کھولے، سر میں کپکپاتے ہاتھوں سے سرسوں کا تیل لگاتی، ارم کی نظروں سے اوجھل تھیں۔ ورنہ وہ دیکھتی سرسوں کا رنگ ان کے سفید بالوں پر کیسے چڑھتا جا رہا تھا۔

''کیا چکر ہے؟''

اور چکر سیدھا سادا تھا۔ کالج میں فیئر ویل پارٹی تھی۔ کچھ دنوں میں انہوں نے فری ہو جانا تھا۔ اب ثانیہ کی ضد تھی کہ نیا جوڑا ہو اور نادرہ کا کہنا تھا کہ چند ماہ پہلے تو رابعہ کی شادی پر اتنے کپڑے بنے تھے، ان میں سے کچھ پہن لو۔ بس اسی بات پر گھر میں صبح سے تو تو میں میں جاری تھی۔

''آ جاؤ...... تمہارے مسئلے کا حل بتاتی ہوں۔'' ارم اسے اشارہ کر کے واپس مڑی۔

کچھ ہی دیر میں وہ بیسن اور سوجی کے لڈو کھاتی اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھی۔ شبیر احمد کی معمولی ملازمت تھی۔ وسیم کی جاب ہوئی تو اس نے ایک اچھی کالونی میں قسطوں پر پلاٹ بک کروا لیا۔ اب اس محدود آمدنی میں کم از کم ثانیہ کی فرمائشیں پوری کرنا ممکن ہی کہاں تھا۔

''پگلی! چھوٹی چھوٹی باتوں پر واویلا مچاتی ہے۔ میں کون سا سوٹ بنا رہی ہوں۔ ان میں سے کچھ دیکھ لو، شاید کوئی اچھا لگ جائے۔'' ارم نے فراخ دلی سے اپنا وارڈ روب کھول دیا۔

اور اس کی الماری میں ایک سے بڑھ کر ایک جوڑا تھا۔

وہ سادہ مزاج لڑکی تھی مگر آسیہ ہر موقع پر اس کے لیے ایک سے بڑھ کر ایک جوڑا بنواتی تھیں۔ توفیق صاحب کی ملازمت بھی اچھی تھی اور کچھ آسیہ کا سلیقہ تھا۔

''تمہیں کیا ضرورت ہے نئے کپڑے لینے کی۔'' ثانیہ ایک ایک سوٹ نکال کر دیکھنے لگی۔

''تم کیا پہنو گی؟''

''تم چوز کر لو پھر میں بھی دیکھ لیتی ہوں۔ ان میں سے کوئی بھی ڈریس کالج میں کسی نے بھی نہیں دیکھا۔''

''یہ کیسا ہے؟'' ثانیہ نے بلیک اور میرون کنٹراسٹ کا جدید تراش خراش کا سوٹ نکالا۔ یہ ڈریس ارم کو اس کی برتھ ڈے پر ملا تھا اور ابھی ارم نے ایک بار بھی نہیں پہنا تھا۔

ایک بار تو دل کو کچھ ہوا، مگر ثانیہ کی خوشی دیکھ کر خاموش ہوگئی۔

''بہت اچھا لگے گا۔ بس تم یہی پہن لو۔''

''مگر یہ تو ارم کا ڈریس ہے۔'' عبید نے اسی لمحے انٹری دی۔

''میں نے کب کہا کہ میرا ہے اور نہ یہ ایک بار پہننے سے میرا ہو جائے گا۔'' ثانیہ کے لہجے میں ناراضی در آئی۔

''لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم ارم کا ڈریس پہنو۔''

ارم ٹپٹا گئی۔

ثانیہ نے بے حد حیرت سے عبید کو دیکھا جو دروازے میں کھڑا بے حد سنجیدگی سے ثانیہ کو دیکھ رہا تھا۔

''خیر ہے بھائی! میں خوشی سے دے رہی ہوں۔''

عبید نے پاس آ کر ثانیہ کے ہاتھ سے ڈریس لیا اور واپس الماری میں ٹانگ دیا۔ مڑا تو پھیلی رنگت اور متحیر نگاہوں سے ثانیہ اس کو دیکھ رہی تھی۔

''جس کی چیز ہو، اسی پر اچھی لگتی ہے۔''

ثانیہ کی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئیں۔

وہ تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔

''یہ تم نے کیا کیا عبید! کوئی اس طرح انسلٹ بھی کرتا ہے۔'' ارم روہانسی ہوگئی۔ ''تم نے پہلے تو کبھی اس طرح بی ہیو نہیں کیا؟''

''میں نہیں چاہتا، وہ میری بہن کی چیزیں استعمال کرے۔'' عبید کے لہجے میں اطمینان ہی اطمینان تھا۔

''اب وہ پارٹی میں ہی نہیں جائے گی۔''ارم کو بہت زیادہ غصہ آرہا تھا۔
''وہ چلی جائے گی۔تم بتاؤ، پارٹی کے لیے کچھ اور لینا ہے تو مارکیٹ لے چلوں۔''عبید نے بات ہی بدل دی۔
''مجھے نہیں جانا۔''ارم اس سے ناراض ہوگئی تھی۔

☆......☆......☆

ارم نے بریسلٹ پہنتے ہوئے آئینے میں اپنا جائزہ لیا اور اداس ہوگئی۔
آج کالج میں فیئر ویل تھی۔وہ عبید کے ساتھ جارہی تھی۔اس دن وہ سب نہ ہوتا تو ثانیہ نے بھی آج اسی کے ساتھ جانا تھا، جب بھی کالج میں کوئی فنکشن ہوتا اور انہیں یوں تیار شیار ہوکر جانا ہوتا، عبید انہیں وین میں نہیں جانے دیتا تھا۔
''پتا نہیں، اس نے کیا پہنا ہوگا؟''
ثانیہ مان تو گئی تھی مگر اس نے ارم کا کوئی بھی ڈریس لینے سے صاف انکار کردیا تھا۔ارم نے کھلے بالوں میں برش پھیرا۔
''گڈ مارننگ!''ثانیہ کی بشاش سی آواز پر ارم تیزی سے مڑی اور متحیر رہ گئی۔
اس کے تحیر سے حظ اٹھاتے ثانیہ نے اپنی لمبی فراک کو چٹکیوں سے پکڑا اور ایڑیوں کے بل گھومی۔
''ارم! اب چلیں۔''اسی لمحے عبید تیزی سے اندر داخل ہوا۔
ثانیہ لڑکھڑائی اور عقب میں عبید سے ٹکرا گئی۔عبید نے اسے دونوں کندھوں سے تھام کر گرنے سے بچایا۔
''تمہیں لگی تو نہیں......؟''ارم بھاگ کر ثانیہ کے پاس آئی۔
''یہ تو مجھ سے پوچھنا چاہیے۔''عبید نے گہری سانس لے کر بے چارگی سے کہا۔
''بھائی!''ارم نے تنبیہی انداز میں گھورا۔
''نہیں، میں تو پوچھ رہا تھا، یہ پری کہاں سے اتری ہے۔''
اب کے اس نے سر تا پیر ثانیہ کو دیکھا۔

سفید اور سلور کنٹراسٹ کی لمبی فراک میں ملبوس، صراحی دار گردن میں سلور نیکلس اور کانوں میں بندے پہنے، وہ بہت دل سے تیار ہوئی تھی اور سیدھا دل میں اتر رہی تھی۔

''بہت پیاری لگ رہی ہو۔'' ارم سچ میں نہال ہوگئی۔ ''اتنا خوب صورت ڈریس کہاں سے لیا ہے۔''

''کیوں خوب صورت ڈریس صرف تمہارے پاس ہی ہوتے ہیں۔''

ثانیہ نے تیکھی نظروں سے عبید کو گھورا۔

وہ شرمندہ ہوگیا۔

''ایسی کوئی بات نہیں اور دیکھنا آج تو تمہیں پرنس کا ٹائٹل ملے ہی ملے۔''

ارم بھائی کو بھی شرمندہ نہیں دیکھ سکتی تھی، اس لیے بات ہی بدل دی۔

''اب چلنے کا ارادہ ہے یا نہیں؟''

ارم جلدی سے جوتا اٹھا کر باہر بھاگی۔

''میں امی کو خدا حافظ کہہ لوں۔''

ثانیہ عبید کے پاس سے گزرتے ہوئے رکی۔ پھر سر اٹھا کر عبید کو دیکھا۔

اس کی نگاہوں میں سامنے والے کو جلا کر راکھ کر دینے والی تپش تھی۔ عبید نے کچھ گھبرا کر اپنی نگاہ چرائی۔

نجانے کیوں اسے ثانیہ کی بے باکی سے ہلکا سا خوف محسوس ہوا۔

ثانیہ ہنس کر شہزادیوں کی سی آن بان کے ساتھ پاس سے گزر گئی۔

اس کے اندر وہ کشش تھی جو کسی بھی مرد کو کمزور کر سکتی تھی۔

ثانیہ کو خود اپنی اس کشش کا احساس چند دن پہلے ہی ہوا تھا۔

☆......☆......☆

''دادی صدقے، دادی واری، اتنا سا منہ نکل آیا ہے۔ کھانے کو کچھ نہیں ملتا۔''

دادی کی آنکھیں پوتے کی صورت دیکھ دیکھ نہ بھرتیں۔ وسیم کی جاب دوسرے شہر میں تھی۔ وہ ہر ویک اینڈ پر آجاتا۔ مگر پچھلی دفعہ کسی کام کی وجہ سے نہیں آسکا تھا۔ اسی لیے دادی زیادہ اداس تھیں۔

''سب ملتا ہے دادی! گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے؟'' وسیم نے ادھر ادھر دیکھا۔

''تمہارا باپ تو یار بیلیوں میں نکلا ہے۔ ماں بیٹی محلے میں گئی ہیں۔ یہاں بڑھیا جو بیٹھی ہے گھر میں نگرانی کے لیے......''

وسیم جانتا تھا، اب دادی کی شکایتوں کا پنڈورا باکس کھل جانا ہے اور ہر کسی کی طرح اس کے پاس بھی اتنا وقت نہیں تھا، تب ہی جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

''دادی! میں شاور لے لوں، تھکا ہوا آیا ہوں۔''

''ہاں ہاں، نہا دھو لے، تب تک وہ بھی آ جائیں گی۔''

تب ہی اپنی دھن میں ارم سیڑھیاں اتر کر سامنے آ گئی۔

گھر میں کوئی ہوتا تو تھا نہیں، اس لیے وہ دونوں ایک دوسرے کے گھر آنے جانے کے لیے چھت اور سیڑھیوں کا رستہ ہی اختیار کرتی تھیں۔

وہ اپنے سامنے وسیم کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رکی......

وسیم کی ساری تھکن ایک ہی پل میں اڑن چھو ہو گئی۔

''السلام علیکم وسیم بھائی!'' اس نے جلدی سے عنابی دوپٹہ پھیلایا۔

''وعلیکم السلام! کیسی ہو ارم؟ پڑھائی کیسی جا رہی ہے؟''

''سب ٹھیک...... پڑھائی بھی اچھی جا رہی ہے۔''

رسمی جملوں کے بعد وہ دادی کی طرف متوجہ ہوئی۔

''دادی! ثانیہ کہاں ہے؟''

''مجھے کون سا بتا کر جاتی ہیں۔ نکلی ہیں محلے میں۔''

''اچھا...... وہ میرے میچنگ ٹاپس اس کے پاس تھے، مجھے بھی خالہ کی طرف جانا تھا۔''

''بہت ہی بری عادت ہے۔ ارم کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں رہنے دیتی۔ دیکھ لو، اس کی الماری میں وہیں رکھے ہوں گے، تم سے کیا چھپا ہے۔''

''جی......!'' وہ ہوا کے جھونکے کی طرح وسیم کے پاس سے گزر گئی۔

وسیم مبہم سا مسکرایا۔

''ماشاء اللہ، اتنی جیولری بھری ہے، مگر میچنگ ڈھونڈنے میرے پاس ہی آئے گی۔'' دراز کھولتے ہی وہ بڑبڑائی۔

شکر ہے دراز لاک نہیں تھی بلکہ چابی اسی میں لگی تھی۔

اپنی چیز ڈھونڈتے اس کے ہاتھ میں وہ لاکٹ آ گیا۔

ارم نے بے حد حیران ہوتے اس لاکٹ کو اٹھا کر غور سے دیکھا تو دھچکا سا لگا۔

وہ اس لاکٹ کو پہلی بار نہیں دیکھ رہی تھی۔

اسے پورا یقین تھا، وہ اس لاکٹ کو پہلے بھی دیکھ چکی ہے۔

قسط نمبر 2

سرخ دل کی شکل کا لاکٹ سنہری زنجیر میں مقید..... خوب صورت اور چمک دار لائٹس پڑتیں تو جگمگا اٹھتا۔

''یہ کیسا ہے؟'' عبید نے ارم کو تلاشا..... ارم ایئر رنگز دیکھ رہی تھی...... پاس آ گئی۔

''خوب صورت ہے نا؟'' عبید کو کچھ زیادہ ہی پسند آ گیا تھا۔

''بہت......!''

''تو بس پھر یہی لے لو۔'' ارم کی بات سنتے ہی عبید نے کہا......

ارم کو پسند تو آیا تھا، مگر اتنا نہیں کہ وہ اسے خرید ہی لیتی اور قیمت بھی کافی زیادہ تھی۔ یوں بھی اسے ایئر رنگز خریدنا تھے۔

''نہیں، عبید! مجھے کچھ اور خریدنا ہے۔'' ارم نے انکار کیا اور دوسری طرف مڑ گئی۔ سامنے آئینے میں عبید کا عکس نظر آیا۔ وہ اب بھی وہیں کھڑا تھا۔ وہ شرارت سے مسکرا کر مڑی اور بھائی کے کان میں سرگوشی کی۔

''ویسے تم چاہو تو لے سکتے ہو۔ کسی کو گفٹ کر دینا۔''

''زندگی میں کوئی ایسا ہے ہی نہیں جسے میں یہ گفٹ کر سکوں۔'' عبید نے سادگی سے کندھے اچکائے۔

''محبت سے عاری ہو...... کس قدر خالی ہو۔'' اس نے جان بوجھ کر چڑایا۔

''جس کی زندگی میں محبت کرنے والی بہن ہو...... وہ خالی کیوں ہونے لگا۔'' عبید نے پیار سے اس کے سر پر چپت لگائی۔

''کمال ہے۔''ارم سر جھٹک کر خیالوں سے باہر آئی اور لاکٹ کو واپس رکھا، اپنے ٹاپس نکال کر ڈریسنگ پر رکھے اور دراز بند کرنے لگی۔تب ہی عقب میں وسیم ہلکے سے کھنکارا۔ارم پلٹی تو پوچھنے لگا۔

''کیا ہوا، ملے نہیں؟''

''مل گئے ہیں، بس اپنی کتابیں لے رہی تھی۔''اس نے سائیڈ ٹیبل سے اپنی کتاب اٹھائی۔

''اب بھی شاعری پڑھتی ہو؟''

''بس کبھی کبھار، فائنل ایئر ہے تو زیادہ ٹائم نہیں ملتا۔''وہ ہلکا سا مسکرائی۔وسیم کے اندر ننھی سی کلی چٹکی۔

''یہ تو ہے۔باقی گھر میں سب ٹھیک ہیں؟''

وسیم کیونکہ شروع سے ہی گھر سے باہر رہا تھا، کبھی پڑھائی تو کبھی جاب کے سلسلے میں تو ان کی کبھی بھی بے تکلفی نہیں رہی تھی۔

''سب ٹھیک ہیں وسیم بھائی، میں چلتی ہوں۔امی انتظار کر رہی ہوں گی۔''وہ تیزی سے جانے لگی تب ہی وسیم کی نظر ڈریسنگ ٹیبل پر گئی۔

''ارم!''ارم دروازے میں رکی۔

وسیم ٹاپس اٹھا کر واپس آیا۔''تم یہ یہیں بھول گئی ہو۔''

''اف!''ارم نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔''جو چیز لینے آئی تھی، وہی بھول کر جا رہی ہوں۔لائیں......''اس نے گلابی ہتھیلی سامنے پھیلا دی۔

(کون خوش نصیب ہوگا جس کا نام اس ہاتھ کی لکیروں میں لکھا جائے گا)

نجانے کس بے خودی میں دل میں اٹھتے سوال کو دباتے وسیم نے اپنا ہاتھ اس کی ہتھیلی کے نیچے کیا اور اس کے ٹاپس رکھ دیے۔

بس ایک لمحہ......

ایک عجیب سا لمحہ......

ارم نے بجلی کی سی تیزی سے مٹھی بند کر کے ہاتھ اٹھا لیا اور اتنی ہی تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

وسیم نے بے یقینی سے اپنے آپ کو دیکھا۔
یہ بالکل غیر ارادی حرکت تھی۔
چھونے کی خواہش تو کبھی دل میں پیدا ہی نہ ہوئی تھی۔
وہ تو بس اسے دیکھتا تھا۔ تھوڑا سن لیتا تو روح سرشار ہو جاتی۔
''تو کیا یہ یک طرفہ محبت ایک قدم آگے بڑھ گئی ہے؟''
ایک بے نام، ادھورا، غیر محسوس سا رشتہ باقاعدہ نام چاہتا ہے۔ وسیم نے مسکرا کر مٹھی بند کر لی۔
محبت میں جب لمس کی خواہش جاگے تو مطلب اب دل زندگی بھر کا ساتھ چاہتا ہے۔
اور کون ہے جو مجھے اور میرے گھر کو اپنے وجود کی رعنائیوں سے جگمگا دے۔ بس ارم...... بس ارم......'' دل نے ضدی بچے کی طرح تکرار شروع کر دی۔

☆......☆......☆

''ثانیہ! تم نے وہ لاکٹ کہاں سے لیا؟''
دونوں برگر لے کر کالج کے عقبی گراؤنڈ میں سیڑھیوں پر بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ سامنے کچھ لڑکیاں باسکٹ بال کی پریکٹس میں مصروف تھیں۔ سر پر چمکدار نیلا آسمان اور چند پرندوں کی اڑانیں......
''کون سا لاکٹ......؟'' ثانیہ نے کچھ بے توجہی سے پوچھا۔
''وہ سرخ دل والا لاکٹ......!''
ثانیہ کا پورا وجود ایک لمحے کو ساکت ہوا۔
''تم نے کہاں دیکھا؟'' وہ ذرا سا سنبھلی۔
''تمہاری دراز میں......''
''وہ دراز تو لاکڈ ہوتی ہے۔'' ثانیہ متحیر تھی۔ ایسی بے احتیاطی کیوں کر ہو گئی۔
''کیوں کوئی راز چھپا کر رکھتی ہو۔'' ارم نے شرارت سے پوچھا۔
''تم سے کون سا راز چھپ سکتا ہے۔''

(جولا کڈ دراز کھول کر دیکھ لیتی ہے، گھنی...... میسنی)

ثانیہ دل ہی دل میں جھنجلائی۔

''بس یونہی ایک دن مارکیٹ میں پسند آ گیا تو خرید لیا۔ ابھی تک پہننے کا موقع ہی نہیں ملا۔'' لاپرواہ لہجے میں کہہ کر اس نے دوبارہ برگر کھانا شروع کر دیا۔

''عبید کو بھی بہت پسند آیا تھا۔'' ارم نے پلیئر کو دیکھتے ہوئے بتایا جس کا بال نیٹ میں جا ہی نہیں رہا تھا۔

نوالہ ثانیہ کے حلق میں پھنس گیا۔

''ع...... عبید......!''

''ہم نے بھی مارکیٹ میں دیکھا تھا۔ عبید کو بہت پسند آیا۔ وہ چاہتا تھا میں لے لوں۔ مگر مجھے اتنا اچھا نہیں لگا تھا۔'' ارم سادگی میں بتاتی گئی۔

ثانیہ نے برگر رکھ دیا اور پانی کی بوتل منہ سے لگا لی۔

''بھئی بہت بدمزہ برگر ہے۔ میں نہیں کھا رہی۔''

''نہیں، ٹھیک ہے۔''

''تم کھا لو پھر، میرا تو پیریڈ شروع ہونے والا ہے۔'' ثانیہ اپنا بیگ اٹھا کر سیڑھیاں اتر گئی۔ ارم کی سمجھ میں نہیں آیا اس کا مزاج کس بات پر برہم ہوا ہے۔

☆......☆......☆

''نہیں یار! آج کا نہیں، کل کا پروگرام رکھو۔ آج بالکل موڈ نہیں۔''

عبید ستون کے ساتھ لپٹی بیل کا پتا نوچتے کسی سے کہہ رہا تھا۔ ثانیہ بگولے کی طرح آ کر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ عبید مسکرایا اور رکنے کا اشارہ کر کے دوست سے خدا حافظ کہنے لگا۔ مگر ثانیہ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ ہتھیلی پر لاکٹ پٹخا اور یہ جا وہ جا......

عبید بس اس کی تمتمائی شہابی رنگت...... آنکھوں میں غصے کی لپکیں ہی دیکھ پایا۔

’’ثانیہ! میری بات تو سنو......‘‘

وہ پیچھے لپکا مگر وہ بیرونی دروازہ عبور کر گئی۔ اب وہ گلی میں تو اس کا پیچھا کرنے سے رہا۔ اس لیے دروازے میں ہی رک گیا۔

سرخ دل سے نظریں ہٹا کر ذرا سا آگے ہوتے نیچے ساتھ والوں کے صحن میں جھانکا، وہ امرود کے پیڑ کے پاس کرسی جھلا رہی تھی۔

عبید مسکرایا۔

وہی بچپن والی عادت......وہ جب بھی ارم اور عبید سے ناراض ہو کر اپنے گھر جاتی اسی کونے میں منہ چھپا کر بیٹھتی کہ یہ کونا ان کی چھت سے نظر آتا تھا۔ وہ دونوں دیوار سے لٹکے اسے آوازیں دیتے رہتے۔ لیکن اب وہ بڑے ہو گئے تھے۔ اسے آوازیں نہیں دے سکتا تھا، تب ہی دونوں کہنیاں دیوار پر ٹکا کر میسج لکھنے لگا۔

ثانیہ نے چونک کر موبائل اٹھایا۔

کبھی شعلہ کبھی شبنم

کبھی آگ......کبھی ابر......

میرا محبوب بھی بس دھوپ چھاؤں جیسا ہے۔

ثانیہ نے غصے سے میسج ڈیلیٹ کر دیا۔

’’اف! اتنا غصہ، سزا سے پہلے قصور بھی بتا دو۔‘‘ اس نے اگلا میسج داغ دیا۔

ثانیہ غصے میں بپھری لہر کی طرح اٹھی اور دوسرے لمحے اس کے سر پر پہنچ گئی۔

’’جان عبید......!‘‘ وہ اسے دیکھتے ہی سرتاپا محبت اوڑھ لیتا تھا۔

وہ اسے غصے سے گھورتی رہی۔ صبیح پیشانی پر تیوریاں ہی تیوریاں تھیں۔

’’یہ ظلم کیوں؟‘‘ عبید نے سامنے ہتھیلی کی۔

ثانیہ نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اور چبا چبا کر بولی۔

''تمہیں اچھا نہیں لگتا کہ میں تمہاری بہن کی کوئی بھی چیز استعمال کروں۔ مگر یہ اچھا لگتا ہے کہ ثانیہ ارم کی رجیکیٹ کی چیز پہنے۔''

''اس بات کا کیا مطلب ہے؟'' عبید الجھا۔

''یہ لاکٹ...... یہ ارم نے ناپسند کر دیا تھا اور تم اسے میرے لیے لے آئے۔ تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آئی عبید...... یہ تمہاری طرف سے تمہاری محبت کا پہلا اظہار تھا اور تم میرے لیے کسی کی رجیکٹڈ چیز لے کر آئے۔'' وہ آگ بگولہ ہو رہی تھی۔ ''تم سوچ سکتے ہو یہ کس قدر انسلٹنگ ہے۔''

''ثانیہ! ایسا نہیں ہے۔ یہ مجھے بہت اچھا لگا تھا۔ تب تک ہمارے درمیان کچھ بھی نہیں تھا۔ اور جب سوچا کہ تمہیں کچھ تحفہ دوں تو یہی دھیان میں آیا۔''

عبید پریشان ہو کر وضاحتیں دینے لگا۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ثانیہ اس طرح بھی سوچ سکتی ہے۔

''عبید! تمہیں میرے لیے کچھ الگ لانا چاہیے تھا۔ بہت یونیک...... سب سے انوکھا...... جیسے تمہاری محبت ہے۔''

اس نے آخری لفظ دھیمے لہجے میں کہے اور ایسا کہتے ہوئے اس کی آنکھیں بھیگ سی گئیں۔ وہ تیزی سے مڑی اور سیڑھیاں اتر گئی۔

عبید کا دل تاسف سے بھر گیا۔

وہ جتنی منفرد تھی، اتنی ہی منفرد اس کی سوچ تھی۔

عبید کو اس کے غصے، ناراضی اور شکوے پر بھی پیار آ گیا۔ اس نے لاکٹ کو دیکھا اور جیب میں رکھ لیا۔

☆......☆......☆

کوئی روشن ستارہ آسمان پر مسکراتا ہے

سمندر گیت گاتا ہے

کمال عہد مستی ہے

جہاں پر موسم بھی بہت حیران لگتا ہے
کوئی چہرہ میرے دل کے بدن سے آن لگتا ہے
یہی چپکے سے کہتا ہے
مجھے تم سے محبت ہے
مجھے تم سے محبت ہے

رات محبت کی اوس میں بھیگتی چاندنی میں ڈھلتی جا رہی تھی۔

اس کی سرگوشیوں میں ڈھلتی آواز، ثانیہ کے سارے شکوے، شکایتیں دم توڑنے لگے۔ وہ کن جتنوں کے بعد مانی تھی، اور اس کے نخرے اٹھانا عبید کو اچھا لگا۔

وہ کہتا......کال کرو۔

''بیلنس نہیں ہے۔'' وہ ہری جھنڈی دکھا دیتی۔

عبید اس کے موبائل میں ماہانہ پیکج کروا دیتا۔

''آن لائن کیوں نہیں ہوتی ہو؟''

''نیٹ کام نہیں کر رہا......تمہارا پیکج کسی کام کا نہیں......'' وہ ناک چڑھاتی، عبید نئی ڈیوائس لے آتا۔

''کیا مصیبت ہے، تم مجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔'' وہ اتراتی مگر بگڑتی بھی......

''تمہیں تنہا چھوڑنے کا مطلب خود کو تنہا کر دوں۔''

عبید نے اسے منا کر ہی دم لیا۔

''مجھے دنیا کی کوئی بھی چیز تمہارے قابل نہیں لگتی۔ بتاؤ ثانیہ، کیا پسند ہے، تمہیں مجھ سے کیا چاہیے؟'' وہ بے تاب ہو کر پوچھنے لگا۔

''مجھے صرف تم چاہیے ہو عبید......'' اس نے کھل کر کہہ دیا۔

''تو بات کروں......؟''

''بس ڈر لگتا ہے۔ اگر گھر والوں نے کوئی اعتراض کھڑا کر دیا؟''

''ثانیہ! اس ڈر سے باہر آؤ۔ اس رشتے کو کوئی نام ملنا چاہیے۔ ہم کب تک اس طرح چھپ سکتے ہیں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا، ہم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں، اس بات کی خبر سب کو ہونی چاہیے۔ جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔''

وہ اب اسٹینڈ لینے کو تیار تھا۔

''اچھا ذرا سا رک جاؤ، میں پہلے گھر میں امی سے بات کرلوں تا کہ کوئی ہنگامہ کھڑا نہ ہو۔'' پھر ذرا سے توقف کے بعد اسے آسیہ کی باتیں یاد آ گئیں۔

''تم نے اس دن اپنی امی اور ارم کی باتیں سنی تھیں۔ وہ کیسے میرے سامنے اپنی ہونے والی بہو کی خصوصیات گنوا رہی تھیں۔ جن میں سے ایک بھی مجھ میں نہیں......''

''ایک تو ہے...... خوب صورت تو بہت ہو۔'' متبسم لہجہ۔

''تم سمجھ نہیں رہے...... میرے سامنے بھابھی تلاش کرنے کی باتیں مطلب یہ تھا کہ میرے دل میں تمہارا کوئی خیال بھی ہے تو میں نکال دوں۔'' ثانیہ جھنجھلا گئی۔

بہت دنوں کے بعد وہ محبت کے بجائے زمینی حقائق کی بات کر رہے تھے۔

''اور میرے دل سے تمہارا خیال کون نکالے گا؟'' وہ مطمئن تھا اور اسے بھی مطمئن کرنا چاہتا تھا۔

''ثانیہ! سارے وہم دل سے نکال دو۔ تم دیکھنا تمہارا نام سن کر ارم کتنا خوش ہوگی۔ وہ تمہیں بہت چاہتی ہے آخر تم اس کی دوست ہو اور رہے امی ابو تو انہیں، میری خوشی سے زیادہ کچھ بھی عزیز نہیں۔''

''عبید......!'' ارم کی آواز پر عبید ایک لمحے کو رکا، پھر خدا حافظ کہہ کر کال کاٹ دی۔

''تم اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟''

''دیکھنے آئی تھی میرا پیارا بھائی اس وقت چھت پر کس سے باتیں کر رہا ہے۔'' ارم نے شرارت سے بھنویں اچکائیں۔

''دوست سے بات کر رہا تھا۔''

''دوست سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔'' ارم نے ہنسی روکی۔

''کیسی......؟'' عبید نے چہرے پر سنجیدگی طاری کرلی۔

''امی ابو کی خوشی...... کس کو منا رہے تھے۔'' ارم کی سماعت سے بس آخری جملہ ٹکرایا تھا۔

''ارم چھوٹی ہو، چھوٹی بن کے رہو۔'' وہ کنی کترا کر جانے لگا، ارم سامنے آ گئی۔

''اس طرح جان چھڑا کر نہیں جا سکتے...... آئی پرامس امی سے خود بات کرلوں گی۔''

عبید نے طویل سانس بھری۔ دل چاہا ارم کو بتا دے مگر ثانیہ نے منع کیا تھا اور وہ اس کے لیے کوئی مسئلہ کھڑا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''دیکھو بھائی! امی تمہارے لیے لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔ خوامخواہ پھنس جاؤ گے کہیں بات طے کر دی تو مسئلہ ہو جائے گا۔''

عبید کچھ چونکا۔

''پلیز صرف نام بتا دو۔''

''نام......'' عبید نے زیر لب دہرایا۔

''ہاں......!'' ارم پرجوش ہوئی۔

''ٹھیک ہے نام بھی بتا دوں گا۔''

''کب......؟''

''جب تمہارے لیے دلہا ڈھونڈ لوں گا۔'' وہ اس کی ناک کھینچ کر نیچے چلا گیا۔

ارم چپ سی ہو گئی۔ ہاتھ کی پشت پر کسی کا لمس جاگا۔ غیر محسوس اور اجنبی تھا اور ارم اب تک وسیم کی اس حرکت پر الجھی ہوئی تھی۔

☆......☆......☆

کھانے کی خوشبو اشتہا انگیز تھی۔ دادی کی ناک سونگھ سونگھ کر تھک گئی...... اور نادرہ کی کچن میں آنیاں جانیاں ہی ختم نہ ہوتیں۔

''خود گوشت بھون بھون کر کھا جائیں گی، یہ نہیں کہ مسالے والی بوٹی میرے لیے بھی نکال

دیں۔'' تھک ہار کر انہوں نے آسیہ سے شکوہ کیا۔ جو کچھ لمحے پہلے ہی ان کی خیریت معلوم کرنے آئی تھیں۔ ''پتلے شوربے پی پی کر طبیعت اوب گئی ہے۔''

''اس عمر میں بوٹیاں نگلی جاتی ہیں؟'' نادرہ چائے کا کپ اور بسکٹ لے کر آ گئیں۔

''ہاں اس عمر میں تو ہر چیز ہی حرام ہو جاتی ہے۔ اب دیکھو ایک ہی کپ لائی ہے۔''

''اماں! آپ ہی پی لو، مہمان گھر جا کر پی لیں گے۔'' نادرہ کو تاؤ آ گیا۔

''ہر آئے گئے کے سامنے شروع ہو جاتی ہیں۔ جیسے ہم کچھ کھانے کو نہیں دیتے۔ یہ عمر ہو گئی ندیدہ پن نہ گیا۔''

آسیہ بری طرح شرمندہ ہو گئیں۔

''کوئی بات نہیں خالہ، میں تو ابھی پی کر آئی تھی، آپ لے لیں۔''

''نہیں، نہیں...... میں تو ویسے ہی کہہ گئی۔ میری چائے کا تو ابھی وقت ہی نہیں ہوا۔''

دادی کو احساس ہوا کہ کچھ زیادہ ہو گیا ہے۔

''آہ! اس عمر میں تو کھایا پیا بھی کہاں جاتا ہے۔'' انہوں نے لمبی سانس بھری اور بڑبڑائیں۔

''بکرے کا گوشت لگتا ہے۔''

''تھوڑا زیادہ گلا کر بھون دیا کرو نا نادرہ، ارم کی دادی جان بھی اسی طرح فرمائش کیا کرتی تھیں۔'' آسیہ نے ہلکے پھلکے لہجے میں احساس دلانا چاہا۔

''یہاں کون سا روز گوشت آتا ہے۔ وہ تو وسیم لایا تھا کہ اماں میرے لیے بھون دیں۔'' نادرہ نے لاپروائی سے بسکٹوں پر منڈلاتی مکھی اڑائی۔

آسیہ مزید بددل اور حیران ہو گئیں۔ ان کے گھر میں تو تیرے میرے کا رواج کبھی نہ تھا۔ زیادہ ہوتا یا کم، سب مل کر ہی کھاتے۔

''ہاں میری دفعہ جنموں کی بھوک نکل آتی ہے۔ بیٹی کے اسکول میں مینا بازار تھا تو کھڑے پیر آٹھ دس ہزار کی فراک لے دی۔''

''ہائے اللہ! کیسے سمجھاؤں؟ وہ آٹھ دس ہزار کی فراک نہیں تھی اور میں نے نہیں...... ارم نے تحفہ دیا تھا، کیوں آسیہ؟''

نادرہ نے ماتھا پیٹا۔ ''اف......!''

آسیہ کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ ارم نے ایسا کوئی تحفہ ثانیہ کو دیا ہے اور یہ بھی ممکن نہ تھا کہ ارم ان سے پوچھے یا مشورے کے بغیر کوئی قدم اٹھائے۔

وہ خاموشی سے واپس آ گئیں۔

دادی نے دیکھا نادرہ کمرے میں گھس گئی ہیں۔ وہ جتنا ممکن تھا لپک جھپک کچن میں پہنچیں۔ اپنے پلو سے ہانڈی کا ڈھکن اٹھایا۔ ہانڈی شوربے سے بھری جس میں چند بوٹیاں اور آلو تیر رہے تھے۔ بھنا گوشت مال غنیمت سمجھ کر کمرے میں دبا لیا گیا تھا۔

انہوں نے غصے سے ڈھکن پٹخا۔ آواز کمرے تک گئی۔ بھنی مسالے دار بوٹی کھاتی نادرہ کو ہنسی آ گئی۔

کچھ نہیں بدلا تھا۔ وہی حالات، وہی واقعات...... بس کردار اور اختیار بدل گیا۔

جہاں کل آصفہ اور اس کی ماں تھیں، وہاں اب نادرہ تھیں۔

☆......☆......☆

دونوں لڑکیاں موبائل پر جھکی نجانے کیا دیکھتی پرجوش ہو رہی تھیں۔

دبی دبی سرگوشیاں، ہنسی......

سامنے چیزی پاستا اور برگر کے ڈبے کھلے تھے۔

آسیہ نے اپنا موبائل کھولا اور وہ تصویریں کھولیں جو ارم نے انہیں پارٹی کے دوران بھیجی تھیں۔ سفید اور سلور کنٹراسٹ کی خوب صورت فراک...... وہ کہہ سکتی تھیں دس بارہ ہزار کی ہی تھی۔

''ثانیہ......!'' آسیہ کی آواز پر دونوں ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''تم نے اپنا سفید ڈریس کہاں سے لیا تھا؟'' یہ پوچھتے ہوئے انہوں نے دونوں لڑکیوں کو بغور دیکھا۔

ارم کا انداز نارمل ہی تھا مگر ثانیہ کا رنگ بدل گیا۔

''ایک دوست نے گفٹ کیا تھا۔'' اس نے ہلکے توقف کے بعد جواب دیا۔

''ہیں، کس دوست نے؟'' ارم کا انداز بے ساختہ تھا۔

آسیہ کو اپنے سوال کا جواب مل گیا۔

''تم نہیں جانتیں...... میں اب چلتی ہوں، کافی دیر ہوگئی ہے۔'' ثانیہ نے موبائل ارم کو واپس کیا اور عجلت میں کھڑی ہوگئی۔

''تو پھر تم نے اپنے گھر میں یہ کیوں کہا کہ وہ ڈریس تمہیں ارم نے گفٹ کیا ہے۔'' آسیہ نے عام سے انداز میں پوچھا۔

ارم بری طرح چونکی۔ثانیہ گم صم سی ہوگئی۔

''ثانیہ!تم نے یہ کیوں کہا؟''

''وہ ڈریس مجھے نتاشا نے دلایا تھا۔ارم پر تو کسی کو اعتراض نہ ہوتا مگر نتاشا کے نام پر سب نے برا مان جانا تھا،اس لیے میں نے تمہارا نام لے دیا۔''

ثانیہ نے بغیر کسی کو دیکھے وضاحت دی اور تیزی سے چلی گئی۔

ارم نے افسوس اور محبت سے اپنی سہیلی کو دیکھا،جسے اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے جھوٹ بولنا پڑتا تھا۔

لیکن آسیہ کو اس کی بات پر رتی بھر اعتبار نہیں آیا۔

''اپنی خواہشوں کی تکمیل کے لیے گھر والوں سے جھوٹ بولنا اچھی بات تو نہیں......''

''لیکن وہ کیا کرتی امی......اس کے پاس کوئی ڈریس نہیں تھا۔''

''اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے،اسے سیکھنا ہوگا کہ چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائے جاتے ہیں۔ یہ مانگ تانگ کر خواہشیں پوری کرنے کی عادت پڑ گئی تو اچھا نہیں ہوگا۔''

ماں کا لہجہ ناگواری لیے تھا۔ارم خاموش ہوگئی۔

☆......☆......☆

''اگر انہیں یہ پتا چل جائے کہ مجھے یہ ڈریس عبید نے دلایا ہے تو ویسے ہی پاگل ہو جائیں۔''
ثانیہ نے الماری میں رکھے لباس کو دیکھ کر سوچا۔

تب ہی ارم کی کال آنے لگی۔

''اف! اب یہ سوال کر کر کے جان کھا لے گی۔'' ثانیہ نے کوفت سے سوچا، مگر بات کرنا ضروری تھا۔ اب نہ کرتی تو اس نے صبح کالج میں ذکر چھیڑ دینا تھا۔ پھر نتاشا کے سوالوں کا جواب کون دیتا۔

''ہیلو......!'' اس کا لہجہ روکھا سا تھا۔

''سوری یار! تمہیں تو پتا ہے امی کو ایسی باتیں بالکل پسند نہیں۔'' ارم نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

''انہیں ایسی باتیں اس لیے پسند نہیں کہ ان کی بیٹی کی ہر خواہش بن کہے پوری ہو جاتی ہے۔''
ثانیہ نے تیزی اور تلخی سے کہا۔

''ایسی بات نہیں ہے۔ مجھے بھی بہت سی باتوں پر کمپرومائز کرنا پڑتا ہے۔'' ارم نے سادگی سے اپنی صفائی دی۔

''بس رہنے دو، ساری باتیں، ساری نصیحتیں میرے لیے ہی ہیں۔'' ثانیہ نے غصے سے کال ہی کاٹ دی۔

ارم کو افسوس ہوا...... ایک معمولی سی بات پر اس کی سہیلی خفا ہو گئی تھی۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی، ثانیہ کے مزاج کا ایک رنگ نخرہ ہے۔ اس نے تو یہ تحفہ بھی عبید کو سو نخرے دکھانے کے بعد لیا تھا۔

''مجھے ضرورت ہی نہیں ہے تم نے ارم کے سامنے میری بے عزتی کی۔''

''یار! بے عزتی کی کیا بات ہے۔ میں تمہارے لیے کچھ نیا لینا چاہ رہا تھا۔ تم کھول کر تو دیکھو، تمہیں بہت اچھا لگے گا...... پرنسس لگو گی۔''

''ہونہہ...... مجھے زمین پر ہی رہنے دو۔''

''تو ٹھیک ہے یہ یہیں پڑا ہے۔ نہ اچھا لگا تو اٹھا کر باہر پھینک دینا۔'' عبید ناراض ہو گیا اور ثانیہ

اتنی بے وقوف نہیں تھی جو اتنے قیمتی اور خوب صورت ڈریس کو ضائع کرتی۔ اس لیے عبید پر ہزار احسان دھرتے اس نے تحفہ قبول کر لیا تھا۔

☆......☆......☆

صدیقہ نے دروازے میں آتے ہی زوردار سلام کیا۔

دادی نے ناگواری سے سر اٹھا کر دیکھا......سیاہ چادر کی بکل مارے اپنا پرس بغل میں دبوچے وہ سر پر آ کھڑی ہوئی۔

''بی بی! مٹر نکال رہی ہیں؟''

''نہیں اڈا کھڈا کھیل رہی ہوں......'' دادی کو تاؤ آ گیا......اندھی کانی کو سامنے پڑی مٹروں سے بھری ٹوکری نظر نہ آئی تھی......صدیقہ کھل کر ہنسی......نادرہ تڑپ کر باہر آئیں۔

''ہائے نی صدیقہ، میں نے کہا تھا، میں خود چکر لگاؤں گی۔''

''ہاں پر مجھے تو......گوجرانوالے کی بس پکڑنی تھی تو......''

نادرہ نے چیل کی طرح صدیقہ کی کلائی دبوچی اور کمرے میں کھینچ کر لے گئیں۔ صدیقہ نے بمشکل اپنا پرس گرنے سے بچایا۔ دادی کی ساری حسیات کام کرنے لگیں۔

صدیقہ محلے کی درزن تھی اور سارے محلے کی عورتوں کے ساتھ کمیٹی بھی ڈالتی تھی۔ یا تو کپڑے سلوانے تھے یا پھر کمیٹی کا معاملہ تھا۔

اب نئے کپڑے تو گھر میں آئے نہیں تھے، مطلب معاملہ کمیٹی کا تھا۔

(اماں دھیان رکھنا......نادرہ نے بڑی کمیٹیاں ڈال رکھی ہیں۔ بڑا مال جمع کر رہی ہے جب جمع کر کے محل کھڑا کر لے گی تو تمہاری دعوت کر دوں گی۔)

آصفہ کی بات پر وہ چڑ گئی تھیں۔

مگر اب اپنے کان کھڑے کر لیے تھے۔ غصہ اس بات پر بھی تھا کہ معاملہ ان سے بالا ہی بالا رازداری سے نمٹایا جا رہا ہے۔

''کیا ہو رہا ہے اماں......''شبیر صاحب کی انٹری پر انہیں تاؤ ہی آ گیا۔

''کھیتوں میں ہل چلا رہی ہوں۔ ڈھول پیٹ رہی ہوں......نظر نہیں آتا......جو بھی آئے ایک ہی سوال......''

''میں نے تو یونہی......نادرہ......!''انہوں نے کھسیانا ہو کر آواز لگائی۔

''صدیقہ آئی ہے۔''انہوں نے گویا بڑی اطلاع دی تھی۔

شبیر سیدھا ہو بیٹھے۔

''کمیٹی نکلی ہے۔''

''دیکھا، میں نہ کہتی تھی معاملہ کمیٹی کا ہے۔''

صدیقہ کو گوجرانوالہ کی بس پکڑنی تھی وہ عجلت میں نکل گئی۔ خود نادرہ کی حالت اب ایسی تھی کہ جیسے بس نکلی جا رہی ہو۔ پیسہ جمع ہونے کی خوشی سے زیادہ اسے چھپانے کی فکر حواسوں پر سوار تھی۔ ہزاروں منصوبے تھے جو پیسے کے منتظر تھے۔ اب پہلے کون سا کام کروایا جائے۔

ٹوٹے پھوٹے فرنیچر کی مرمت......

رنگ و روغن

یا ثانیہ کا زیور بنوا کر رکھ لیں......

''سوچ رہی ہوں وسیم اور ثانیہ کی شادی ایک ساتھ ہی کر دوں۔''شام تک الجھنے سلجھنے کے بعد سوچ کو زبان ملی تو بند کمرے میں شوہر کے ساتھ شیئر کر بیٹھی۔

''کمیٹی نکل آئی؟''

(ہائے کمیٹی نہ ہوئی، حاملہ عورت کا پیٹ ہو گیا جو چھپائے نہ چھپتا)

''ہاں نکل آئی ہے۔ اب خدا کے لیے اعلان نہ کر دینا، ثانیہ کے لیے کچھ بنا کر رکھوں گی۔''

''ہاں ہاں بتاؤ......میں نے کیا کرنے ہیں۔ ویسے ہی پوچھ لیا تھا۔''وہ لاپروا بن گئے۔

''جو تم بہن بھائی ویسے ہی پوچھتے ہو اس کے پیچھے سازشوں کی بو آتی ہے۔''سابقہ تجربے ہی

ایسے تھے کہ وہ بری طرح مشکوک ہو گئیں۔

’’اب ہم اتنے بھی برے نہیں ہیں۔‘‘ شبیر احمد برا مان گئے۔

’’ہونہہ...... یہ تو میرے دل سے پوچھو۔‘‘

’’السلام علیکم اماں!‘‘ آصفہ کی آواز پر نادرہ نے دہل کر دل پر ہاتھ رکھ لیا۔

’’جل تو جلال تو...... آئی بلا کو ٹال تو......‘‘

’’کچھ شرم کرو، نند کو بلا سمجھتی ہو۔ تم جیسی عورتیں ہی جہنم میں جاتی ہیں۔‘‘ لہجہ بگڑ گیا...... آواز اونچی ہو گئی۔

’’ہاں سناؤ سناؤ اپنی بہن کو کہ بیوی کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہوں۔ وہ تو خوش ہی ہو گی۔‘‘

’’چپ کر جا کم بخت عورت......‘‘ وہ غصے سے کمرہ بدر ہوئے۔ جہاں آصفہ ماں کے پاس بڑے غصے سے بیٹھی شکوہ کر رہی تھی۔

’’ایک ہی تو میرا بھتیجا ہے۔ مجال ہے کہ چھٹیوں میں گھر آئے تو مجھ سے بھی مل جائے۔ سوچا کہ خود ہی جا کر مل آتی ہوں۔‘‘

’’آ جائے گا حاضری دینے...... ابھی تو یہیں ہے۔‘‘ نادرہ کو باہر تو آنا ہی تھا۔

’’تم رابعہ کو بھی لے آتیں......‘‘ نقضِ امن کے خدشے سے دادی نے موضوع بدلا۔

’’اسے گھر میں ہی ٹکنے دیں، روز روز یہاں بھاگی آئے گی تو سسرال میں دل کیا خاک لگے گا۔‘‘

’’تم بھی تو روز روز ہی آتی ہو۔‘‘ پیاری پوتی کے خلاف کوئی بات دادی سے برداشت کہاں ہوتی تھی۔

’’کیا بات ہے اماں......؟ اب میرا یہاں آنا بھی کھلنے لگا۔‘‘

’’جم جم آؤ...... میں نے یہ تھوڑی کہا ہے۔ ہر بات کا الٹا مطلب لے لیتی ہو۔‘‘

’’میں چائے بنا لوں......!‘‘ نادرہ بےزار ہو کر کچن کی طرف مڑیں۔ تب ہی آصفہ نے بم دھماکا کر دیا۔

’’شبیر......! کمیٹی کے پیسے آ گئے؟‘‘

ایک لمحے کو نادرہ کو سانپ سونگھ گیا۔

وہ پلٹیں تو آنکھوں میں تحیر اور صدمہ تھا۔

''ارے سانپ کیوں سونگھ گیا۔میں نے پوچھا کمیٹی کے پیسے آگئے؟''

شبیر نے بیوی کی صدماتی نگاہ سے نظر چرائی اور مرے مرے لہجے میں اثبات میں گردن ہلادی،

نادرہ کا دل اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا۔

آصفہ نے اطمینان سے ہاتھ جھاڑ کر ٹانگیں اوپر رکھیں۔

''چلو اچھا ہوگیا...... بتایا تھا ناں فریج خراب ہے......اب میری تو جیسے تیسے گزر گئی، تمہاری بیٹی کو ہی تنگی ہے۔''

دادی کا تکیے کے نیچے نجانے کیا گم ہوگیا تھا۔خوامخواہ ادھر ادھر ہاتھ مارنے لگیں۔ باقیوں کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

''اے بھیا! ادھار مانگ رہی ہوں، سہیل کے پاس آئیں گے تو واپس کردوں گی......''

''آپا! میں نے وہ کمیٹی ثانیہ کے لیے ڈالی تھی کہ اس کے جہیز کی کوئی چیز بنوالوں گی۔'' اندر ابلتے غبار کو دباتے ہوئے نادرہ نے بے بسی سے کہا۔

''رابعہ کو جہیز دیا تھا جو ثانیہ کو دینے کی فکر پڑ گئی ہے......اور ابھی کون سا اس کا رشتہ طے ہوگیا ہے۔'' آصفہ نے فوراً طعنہ کھینچ مارا۔ ''اور بھائی کی کمائی پر بہنوں کا حق ہوتا ہے۔''

''آپا! وہ میری کمیٹی ہے، آپ کے بھائی کی نہیں......'' نادرہ نے ہمت کی۔

''میکے سے لائی ہو؟ میرے بھائی اور بھتیجے کی کمائی سے ہی جوڑے ہیں......میرا نہیں تو اپنی بیٹی کا ہی خیال کرلو، جسے دو کپڑوں میں بیاہ کرلے گئی تھی۔''

دادی کو کھانسی شروع ہوگئی......وہ ثانیہ کو پانی کے لیے آوازیں دینے لگیں۔

''دے دو...... پھر جمع ہوجائیں گے۔'' شبیر نے مدھم آواز میں کہا۔ مطلب اب دینے ہی دینے تھے۔

نادرہ کے اندر گرم ابال اٹھا۔

''نہیں......وہ ثانیہ کے ہیں۔''

سب حق دق رہ گئے۔ایسا کھرا انکار......

نادرہ تیزی سے کمرے میں جا کر بند ہو گئیں......بے بسی، غصہ، اشتعال......ان کا دل چاہا ابھی گردن میں پھندا ڈال کر پنکھے سے لٹک جائیں۔

بہنوں کے حق ساری زندگی ختم نہیں ہوتے......مگر بیوی اور اولاد کے حق؟

''یا اللہ! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔'' آصفہ نے سینہ ہی پیٹ لیا۔''اپنے شوہر کی بات کا بھی لحاظ نہیں۔اتنا سر چڑھا لیا بیوی کو، ثانیہ اس کی بیٹی ہے تو وہ کون ہے جو میرے گھر بیٹھی ہے۔''

شبیر جذباتی ہو کر کھڑے ہوئے۔

''اچھا کیوں شور مچا رہی ہو، اس کے پیسے جا رہے ہیں، وہ تو چلائے گی۔'' دادی نے بیٹی کو گھر کا۔ساتھ ہی بیٹے کو پچکارا۔

''جاؤ اسے سمجھا بجھا کر پیسے لے آؤ......بیٹیوں کے سکھ سے زیادہ تو کچھ نہیں۔یہ میری بیٹی ہے، تو رابعہ تمہاری۔ثانیہ کے نصیب ثانیہ کے ساتھ ہیں۔پھر ادھار ہی تو مانگ رہی ہے۔''

''اماں! ابھی لاتا ہوں۔نادرہ کی کیا مجال کہ میری بات سے انکار کرے۔''

''ہاں لے کر ہی آنا کیونکہ میں تو جا رہی ہوں۔'' آصفہ نے پیر نیچے اور آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔پاؤں میں جوتا پہنا۔

''اب تم کہاں چلیں؟'' دادی کے ہاتھ پاؤں پھولے۔

آصفہ کے اتھرے مزاج سے اچھی طرح واقف تھیں۔

''اتنی بے عزتی کے بعد کون یہاں رکے گا، ادھار مانگا تو یہ حال ہے۔ایسے مانگ لیتی تو میرا سر ہی پھاڑ دیتی......کم بخت......منحوس شکل والی......''

شبیر ٹھنڈی سانس بھر کر کمرے میں چلے گئے۔

''اب بیٹھ جاؤ...... ذرا سی بات ہو، کوٹھے پر چڑھ جاتی ہو۔'' دادی نے گھرکا۔ ''وہ گیا ہے تو لے کر ہی آئے گا۔''

''دیکھ لیتے ہیں۔'' آصفہ منہ بنا کر واپس بیٹھ گئی۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی شبیر کا سارا غصہ بھاپ کی طرح اڑ گیا۔

نادرہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔ شبیر خاموشی سے پاس بیٹھ گئے۔

''اب ضد چھوڑ دو نادرہ......!'' ان کا اپنا لہجہ بھی تھکا تھکا سا تھا۔

''ساری زندگی میرے بچوں کا حق اس کو کھلایا ہے، اب بس کر دیں...... میری بوٹیاں بھی نوچ کر کھلا دیں گے۔'' وہ پھٹ پڑیں۔

''رابعہ کا سوچو......''

''رابعہ کے نام پر ساری عمر جرمانہ بھریں گے؟ دو جوان بیٹوں کی ماں ہیں۔ کھاتے کماتے ہیں...... پھر بھی بھائی کے سامنے ہاتھ پھیلاتی ہے...... اللہ کرے ان کے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ بھکاری عورت......''

''خدا کے لیے بس کرو......'' شبیر نے گھبرا کر نادرہ کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ نادرہ کتنا بھی روتی چلاتی، اب ہونا تو یہی تھا...... اس نے غصے سے بٹوا نکال کر پلنگ پر پھینکا۔ شبیر احمد نے بٹوا اٹھایا اور بنا کچھ کہے باہر نکل گئے...... نادرہ دوبارہ پلنگ پر گر گئیں۔

''یہ عورت مر ہی جائے......''

''لو لے آیا ہے۔ اب زبان بند کر......'' دادی کے کہنے پر آصفہ ایک دم چپ کر گئیں۔ آنکھوں میں فاتحانہ چمک ابھر آئی۔ یہ تو کبھی ہوا نہ تھا کہ آصفہ نے کچھ ٹھان لیا ہو اور وہ پورا نہ ہوا ہو۔

''ثانیہ کی شادی پر واپس کر دوں گی۔ بیوی کو تسلی دے دینا۔ کہیں دل کا دورہ نہ پڑ جائے۔''

شبیر خاموشی سے بیٹھ کر پیسے گننے لگے۔

''میری قربانیوں کو سب بھول گئے...... میں نے کیسے سارے بہن بھائیوں کا خیال رکھا تھا...... بڑی بہن نہیں، ماں بن کر پالا تھا......'' انہوں نے بھائی کو تھوڑا اور جذباتی کرنا چاہا...... دادی تڑپ کر

سیدھی ہوئیں......

''کیوں؟ ان کی ماں مرگئی تھی؟''

''اماں! آپ تو بیمار رہتی تھیں۔'' آصفہ نے کھسیانی ہو کر بھائی کے ساتھ نوٹ گننے کی کوشش کی جو بار بار بھول جاتا تھا۔

''بس کرو بی بی...... اور کچھ پکا کر بھیجتی رہنا...... وہ جو ٹھنڈی تتی روٹی ملتی تھی...... کچھ دنوں تک وہ بھی نہیں ملے گی۔''

''یا اللہ اماں! آپ کے گھر میں آپ کے ساتھ یہ سلوک ہوتا ہے۔''

''آپا! یہ لیں۔'' شبیر نے رقم آگے بڑھائی...... آصفہ نے بسم اللہ کہہ کر پکڑنا چاہا مگر درمیان میں ہی کسی نے رقم جھپٹ لی۔

''جس رقم پر ہمارا حق ہے وہ کسی دوسرے تیسرے کے پاس نہیں جائے گی۔''

تنی ہوئی گردن...... آنکھوں میں بغاوت...... چہرے پر تناؤ......

وہ ثانیہ شبیر تھی......

جس نے ماں اور رابعہ کی زندگی سے یہی سیکھا تھا کہ جو حق کے لیے بول نہیں پاتا اس کا حق کھا لیا جاتا ہے۔ مال غنیمت کی طرح بانٹ دیا جاتا ہے۔

''ہائے مرگئی...... اب میں دوسری تیسری ہوگئی...... اماں! اب تمہارے گھر میں میرے ساتھ یہ سلوک ہوگا۔''

''ثانیہ! پیسے پھوپھو کو دو۔ یہ کیا بدتمیزی ہے۔'' شبیر نے ڈانٹا۔

''نہیں ابا! کمیٹی کوئی الہ دین کا چراغ نہیں ہے کہ رگڑا اور من پسند رقم لے لی۔ میری ماں نے ایک ایک روپیا بچایا ہے۔ تب جا کر یہ رقم جمع ہوئی ہے۔ سو خواہشیں ماری ہیں...... یہ چار پیسے جوڑنے کے لیے...... یہ رقم میری ماں کی ہے اور اس کا جہاں دل کرے گا خرچ کرے گی۔''

کمرے سے نادرہ لپک کر باہر آئیں۔

''چل ثانیہ......اندر چل......کن بے حسوں کو سبق پڑھا رہی ہے۔''

''بے حس یہ نہیں......آپ ہوگئی ہیں جو اپنی مرضی اور حق کے لیے آواز بھی نہیں اٹھا سکتیں۔'' وہ مزید بپھر گئی۔

اندر آتے وسیم نے بے حد حیرت سے اس منظر کو دیکھا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟''

''ہم سے کیا پوچھتے ہو۔'' ہکا بکا بیٹھی آصفہ کو ہوش آیا۔ وہ تو ثانیہ کے انداز و اطوار پر ورطہ حیرت میں تھیں۔ تیورا کر کھڑی ہوئیں۔

''اپنی ماں سے پوچھو، جس کی سکھائی پڑھائی میں بھتیجی پھوپھو کو گالیاں نکال رہی ہے۔''

''کسی نے نہیں سکھایا۔ ہمیں خود بھی نظر آتا ہے۔'' ثانیہ چلائی۔

''اس کو میری نظروں سے دور لے جاؤ، ورنہ گلا دبا دوں گا۔'' شبیر احمد غصے سے کانپ گئے۔

اولاد منہ زور ہوگئی تھی......بدتمیزی کر رہی تھی۔ اس کا ادراک ہوا۔

وہ یہ سب کیوں کر رہی تھی؟ ذہن اب بھی وہاں تک نہیں پہنچا تھا۔

''گلا اپنی بہن کا دبائیں جن کی فرمائشیں ہی ختم نہیں ہوتیں......اس سے تو اچھا تھا ایک ہی بار رابعہ کا جہیز لیتیں تو ہماری بھی جان......''

شبیر احمد کا تھپڑ ثانیہ کے گال پر پڑا۔

وہ لڑکھڑا کر حواس باختہ وسیم سے ٹکرائی۔

نادرہ اور دادی نے دہل کر دل پر ہاتھ رکھا۔

''اسے میری نظروں سے دور لے جاؤ، ورنہ جان نکال لوں گا۔''

وسیم نے ثانیہ کا بازو پکڑا اور کھینچتا ہوا کمرے میں لے گیا۔

''اب اگر باہر آئی تو میں تمہارا حشر کر دوں گا۔''

''میں نے کچھ بھی غلط نہیں کیا۔'' وہ چلائی۔

''چپ......!'' وسیم نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کی......اور باہر نکلتے ہوئے دروازہ بند کیا۔

''میں لعنت بھیجتی ہوں ایسے ہر رشتے پر جو جونک کی طرح ہمیں چمٹ گئے ہیں......'' وہ مٹھیاں بھینچ کر حلق کے بل چلائی اور بیڈ پر گر گئی۔

یہ آج کا تماشا نہیں تھا۔ وہ بچپن سے یہی سب دیکھتی آ رہی تھی۔

باہر آگ پوری بھڑک گئی تھی، جس کی لپیٹ میں ہر رشتہ آ رہا تھا۔

''یہ سارے تماشے اس لیے ہو رہے ہیں کہ میں اس گھر میں نظر نہ آؤں......لیکن بتا دوں اگر میں نہ آئی تو تمہاری بیٹی بھی یہاں قدم نہ رکھے گی......''

''کیا ہو گیا آصفہ! اب ختم بھی کرو۔'' دادی بوکھلائی ہوئی بیٹی کو ٹھنڈا کرنے لگیں۔

''آپا......!'' شبیر نے زبردستی رقم انہیں تھمانا چاہی۔

''یہ رکھیں......اس کم بخت کو تو میں دیکھ لوں گا۔''

''میں تو تھوکوں نہ ان پیسوں پر......'' آصفہ نے ہاتھ مار کر پیچھے کیا۔ ''رکھو، میں جا رہی ہوں اور آج کے بعد اس دہلیز پر قدم نہ رکھوں گی۔ اور تم......''

انہوں نے کینہ توز نظروں سے نادرہ کو دیکھا......جو معاملے کو اتنا بڑھتا دیکھ کر ہاتھ پیر چھوڑ بیٹھی تھیں۔

''ان پیسوں کا تعویز بنا کر گلے میں لٹکا لو......تم سب کے لیے میں مر گئی۔ پیسے پیارے ہیں۔ قبر میں ساتھ لے کر جانا اور بھول جانا کہ اس دنیا میں کوئی آصفہ، کوئی رابعہ رہتی ہے۔''

''آصفہ......آپا......پھوپھو......''

وہ اپنا زہر انڈیل کر دہلیز پار کر گئیں۔

پیچھے صرف آوازیں رہ گئی تھیں......

☆......☆......☆

''میں ابھی جا کے اس لڑکی کا منہ توڑتا ہوں۔'' وہ غصے میں آگ بگولہ تن فن کرتا پھر رہا تھا۔ ''اس کی جرأت کیسے ہوئی کہ ہماری ماں کی بے عزتی کرے۔'' آصفہ منہ پر پلو رکھے پھپھک پھپھک رونے لگیں۔

ان کا کام ختم ہو گیا تھا، ان کے دوہتھیار دھائیں کر رہے تھے۔
جن کی دہشت سے اندر گھسی رابعہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔
''سب وہیں موجود تھے کسی نے کیا کر لیا...... میرا بھائی، بھتیجا، میری سگی ماں سب تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ میری بھاوج بیٹی کو سامنے کر کے خود مسکین بن گئی۔ ہائے کیا کیا نہ کہہ دیا...... ہم بھیک منگے ہیں...... اس کے باپ کے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں۔ ثانیہ لکھ نہ رہے۔''
رابعہ نے بمشکل نمبر ملایا۔
''ثانیہ! تم میرا گھر بسنے نہیں دو گی۔''
فون کی بیل پر ثانیہ کے ساکت وجود میں جنبش ہوئی، رابعہ کا نمبر دیکھ کر اسے رابعہ پر ترس آ گیا...... یہ سارے چکر میں سب سے زیادہ رابعہ نے ہی پسنا تھا۔
پھر بھی اس نے کال لے لی......
''کچھ بھی بولتے ہوئے ایک بار تو میرے بارے میں سوچ لیا کرو......'' وہ بے بسی سے رو پڑی، جو کچھ رابعہ نے بتایا وہ ثانیہ کے لیے نیا نہیں تھا۔
''رابعہ! میں نے یہ سب نہیں کہا تھا۔''
''اب کون بیٹھ کر چھانے گا کہ تم نے کیا کہا اور انہوں نے کیا سنا...... ایک کی دس لگائیں گی۔ عذاب میں تو میری جان آئے گی۔''
''تم سہیل بھائی سے بات کرو...... اس سب میں تمہارا کیا قصور؟ اور میں نے جو بھی کہا اس کے مجھے کسی لفظ پر شرمندگی نہیں......''
اب اس کے بعد رابعہ کیا کہتی، اس نے غصے سے کال کاٹ دی۔
ثانیہ گہری سانس لے کر لیٹ گئی۔
اس کے کانوں میں دادی کی دہائیاں...... نادرہ کی سسکیاں اور شبیر کی غصے والی آواز گونجنے لگی۔
''اور ماموں، انہوں نے کچھ نہیں کہا......'' وہاں اب بھی پنچائیت جاری تھی۔

''ماموں کی وہاں سنتا کون ہے، وہاں تو ان ماں بیٹی کا راج ہے۔ یا اللہ! اس عمر میں کتنی بے عزتی، وہ بھی چند ہزار کے لیے...... باپ کیا مرا میرے سارے حق ہی ختم ہو گئے۔'' ماتھا پیٹتے پیٹتے وہ سہیل پر برس گئیں۔

''یہاں کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو، جاؤ جا کر اپنی بیوی سے پوچھو...... کیا کیا بتاتی رہتی ہے جو وہ لوگ ہماری عزت ہی نہیں کرتے۔''

سہیل ناک کان سے دھواں نکالتا کمرے کی طرف لپکا۔

''اب آپا کی خیر نہیں......''

''اچھی بات ہے، اس کی لگا میں کھینچے گا، تب ہی وہ لوگ قابو میں آئیں گے۔'' آصفہ نے اپنے نام نہاد آنسو صاف کیے۔

''لیکن اماں! آپ نے یہ سب سن کیسے لیا؟'' فرخ نے ماں کے پاس بیٹھ کر بغور ان کا چہرہ دیکھا تو آصفہ مسکرا دیں۔

''تو نہیں سمجھے گا...... صبح کباڑیے کو بلا کر پرانا فریج اٹھوا دے۔''

''اور نیا کہاں سے آئے گا؟''

''بے وقوف میرا بھائی لے کر آئے گا......'' آصفہ نے ہنستے ہوئے فرخ کے کندھے پر چپت لگائی۔

''سہیل......!'' سہیل نے رابعہ کا بازو پکڑا اور دھکیل کر کمرے سے باہر کر دیا۔

''جب تک تمہارے گھر والے آ کر معافی نہیں مانگتے، تم اس کمرے میں نہیں آؤ گی۔''

پشت پر شوہر کی خشونت بھری آواز پر وہ متحیر سی پلٹی۔

''سہیل! میرا کیا قصور ہے؟''

''رابعہ بی بی! ہم کوئی منگتے نہیں ہیں۔ تمہارے گھر والے زیادہ ہواؤں میں اڑے تو مکان میں سے اپنی ماں کا حصہ مانگ لوں گا۔ بلکہ اب تو میری بیوی کا حصہ بھی بنتا ہے۔''

رابعہ حیران و پریشان سہیل کا منہ ہی دیکھتی رہ گئی۔

معاملہ بگڑ گیا تھا...... کچھ زیادہ ہی بگڑ گیا تھا۔

رابعہ کو شدت سے احساس ہوا۔

☆......☆......☆

وہ ذہنی طور پر اتنا پریشان ہوئی کہ ارم کے پاس آ گئی۔ دونوں بہن بھائی مل کر روف گارڈن کی صفائی میں مصروف تھے۔

''یہاں کوئی فارغ کھڑا نہیں ہوگا۔'' عبید نے اسے دیکھتے ہی اعلان کر دیا۔

''ارم! تمہارے پاس کوئی پین کلر ہے، میرے سر میں بہت درد ہے۔'' اس کا ستا ستا سا لہجہ...... عبید کا ہاتھ رک گیا۔ ثانیہ کا رویا رویا چہرہ دل کو تڑپا گیا...... خود ارم بھی تشویش سے قریب آئی...... ماتھا چھو کر دیکھا۔

''تمہیں تو بخار لگ رہا ہے۔''

''اللہ کرے مر ہی جاؤں......'' وہ رو ہی پڑی۔

عبید بے چینی سے کھڑا ہو گیا۔

''ثانیہ! میری جان......'' ارم نے گلے لگا لیا۔ ''آؤ میرے ساتھ نیچے چلیں۔''

''مجھے نیچے نہیں جانا......'' وہ خود کو چھڑا کر کچھ دور کرسی پر جا بیٹھی۔

''ٹھیک ہے مت جاؤ...... مگر بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے؟''

''ارم! ثانیہ کے لیے چائے اور میڈیسن لے آؤ۔'' عبید نے نرمی سے ٹوکا...... ارم نے کچھ کہنا چاہا عبید نے اشارے سے منع کر دیا کہ وہ ابھی اس سے کچھ نہ پوچھے۔

''ٹھیک ہے میں کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔'' ارم بات سمجھ کر چلی گئی۔

عبید نے مڑ کر ثانیہ کو دیکھا۔

وہ آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت سے سر ٹکا چکی تھی۔

نوک مژگاں پر مچلتا تنہا آنسو...... سوجے ہوئے پپوٹے......

''مت رویا کرو ثانیہ......!'' وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا، ثانیہ نے آنکھیں کھول کر عبید کو دیکھا۔

''مجھے اس گھر میں نہیں رہنا، وہاں کوئی بھی میرا نہیں ہے۔''

''میں بہت جلد تمہیں یہاں لے آؤں گا۔''

''وہ چاہتے ہیں......'' ثانیہ سیدھی ہوئی۔ ''میں پھوپھو سے معافی مانگ لوں......'' ایسا کہتے ہوئے اس کے لہجے میں نفرت در آئی۔

''مانگ لو......'' وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

''کیوں؟'' ثانیہ بے یقین ہوئی۔

''رابعہ کی خاطر......'' وہ اس قصے سے لاعلم نہیں تھا۔

''مرد اتنا کمزور کیوں ہوتا ہے۔ سہیل بھائی اچھی طرح جانتے ہیں رابعہ بے قصور ہے، اسے کیوں سزا دے رہے ہیں، ہمت ہے تو میرے سامنے آئیں، مجھ سے جواب طلبی کریں، میں انہیں بتاؤں گی کہ......''

عبید نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''کبھی کبھی انسان خود سے وابستہ رشتوں کی وجہ سے مجبور ہو جاتا ہے۔''

ثانیہ چپ کی چپ اپنے ہاتھ پر دھرے اس کے ہاتھ کو دیکھتی رہی۔ پھر اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

''تم بھی مجبور ہو جایا کرو گے عبید!''

☆......☆......☆

''ارم! کس کے لیے چائے بنا رہی ہو؟'' آسیہ عصر کی نماز پڑھ کر آئی تھیں، ارم نے سینڈوچز بنا لیے تھے، اب چائے رکھی تھی۔ ارم نے بتایا۔

''ہاں کل آصفہ کی آوازیں یہاں تک آ رہی تھیں۔ بے چاری ثانیہ جب سے ہوش سنبھالا ہے گھر میں یہی سب دیکھ رہی ہے۔ اچھا جاؤ تم عبید کے کمرے سے کپڑے لا کر واشنگ مشین میں ڈالو، میں نے تو صبح مشین لگائی تھی، مگر عبید کہہ رہا ہے...... اس کے کپڑے آج ہی دھونے ہیں۔''

”آپ چائے دیکھیں، میں کر کے آتی ہوں۔“ ارم خوش ہو گئی۔ ماں دل میں کدورت نہیں رکھتی تھی۔اس نے ثانیہ کو اس کی غلطی کے لیے معاف کر دیا تھا۔

مشین آٹو میٹک تھی...... اسے بس کپڑے ڈال کر چلانی ہی تھی۔اس سے پہلے جیبیں کھنگالتے ہوئے جو اس کے ہاتھ لگا...... اسے دیکھ کر وہ ششدر سی رہ گئی۔

☆......☆......☆

”تم تو میری زندگی کا روشن ستارہ ہو ثانی......“

”ستارے ڈوب جاتے ہیں۔“ ثانیہ کے لہجے میں تلخی تھی۔

”نہیں، صرف نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں۔“ وہ اسے نگاہوں میں بھر کر زخموں پر تسلی کے پھاہے رکھنے لگا۔

”اب تو کسی بھی چیز پر اعتبار نہیں آتا...... سب کچھ بدل جاتا ہے۔“

”اللہ کی بندی لکھ کر دے دوں...... عبید نہیں بدلے گا، نہیں بدلے گا۔“

”کس کے لیے نہیں بدلے گا......؟“

ارم کی بات پر وہ تیزی سے پیچھے ہٹا۔

ثانیہ کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

بہن کے ڈر سے پیچھے ہٹنے والا مرد کبھی نہ بدلنے کے دعوے کر رہا تھا۔

ارم نے ٹرے میز پر رکھی...... اور باری باری دونوں کو دیکھا۔

”ثانیہ کہہ رہی تھی، دنیا کا ہر مرد بدل جاتا ہے۔ میں اسے بتا رہا تھا عبید کبھی نہیں بدلے گا۔ اپنے سے وابستہ ہر رشتے کے لیے اسی طرح مخلص رہے گا۔“ عبید نے اطمینان سے کہا۔

”اور ثانیہ کو اس بات کا یقین دلانے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟“

”بے اعتبار لوگوں کا اعتبار اسی طرح بحال کیا جاتا ہے پگلی!“ وہ کھڑا ہوا۔

”لو تم اپنی سہیلی کو کمپنی دو...... میں کام ختم کر لوں۔“

ارم نے اس کی جگہ بیٹھ کر ثانیہ کو بغور دیکھا اور اپنا کپ اٹھالیا۔ ارم ذہنی طور پر اتنا الجھ گئی تھی کہ ثانیہ کو نہ چائے کا کہا نہ ٹیبلٹ کے لیے اصرار کیا۔ اپنی سوچوں میں الجھی ثانیہ نے خود ہی دوا کھا کر چائے پی لی تھی۔

☆......☆......☆

''اب اس گھر میں کسی کو کھانا ملے گا یا سب بھوکے مرجائیں؟''

دادی کی دہائیاں عروج پر تھیں۔ نادرہ اٹوائی کھٹوائی لیے سر پر دوپٹہ باندھے کمرے میں سسکتی رہتیں۔ وسیم باہر سے کھا آتا...... شبیر اور دادی اپنا بمشکل انتظام کر پاتے...... ثانیہ نے تو اس دن سے کسی کو شکل نہیں دکھائی تھی۔

''یہ گھر ہے یا عذاب...... دو چار چھٹیاں گزارنا مصیبت ہو جاتی ہیں۔ اس سے تو اچھا ہے میں آیا ہی نہ کروں۔'' وسیم گھر کے کسی کونے میں دھاڑتا......

پھر رابعہ کا فون آجاتا...... وہ اپنے ہی گھر میں قید تنہائی کاٹ رہی تھی۔ پھوپھو کسی کام کو ہاتھ نہ لگانے دیتیں...... سہیل کمرے میں نہ گھسنے دیتا۔

''یا اللہ! تو مجھے اٹھالے۔ اب اور مجھ سے کیا کام لینا ہے۔ بوجھ ہوں ان لوگوں پر...... بیٹی کو بھی خود سے مطلب ہے۔ مڑ کر دیکھا بھی نہیں کہ ماں کا کیا حشر ہے۔'' دادی خود ہی اٹھیں، دیوار کا سہارا لے کر باورچی خانے میں جانے لگیں۔

وسیم نے غصے سے جا کر ثانیہ کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ ماں سے تو کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ اسی پر برس پڑا۔ ثانیہ نے خاموشی سے اٹھ کر دادی کے ہاتھ سے ساس پین لیا۔ جیسا تیسا دلیہ پکایا اور پیالہ دادی کے پاس رکھ آئی۔

کمرے میں نادرہ سوجی ہوئی ناک اور بیٹھی ہوئی آواز میں بڑبڑانے لگیں۔

''چار پیسے ہی تھے، پھر جڑ جاتے، بیٹی کی جان عذاب میں ڈال دی۔''

''ارے پھوپھی ہے۔ دشمن نہیں ہے۔ یہ جا کر کچھ معافی تلافی کر لے تو میری رابعہ کی بھی جان چھوٹ جائے۔'' دادی نے گرم دلیے کا چمچ لیا۔

ثانیہ کو لگا، وہ اس سے زیادہ ہاتھ پیر نہیں مار سکتی۔

اس نے خود کو ہارتا ہوا محسوس کیا۔
وہ بھی خود سے وابستہ رشتوں کے لیے ہار گئی تھی۔
اپنی انا کو کچل کر معافی مانگنے کو تیار تھی۔
"آپا! اب بس کریں۔ غصہ تھوک دیں۔"
آصفہ غصہ کیسے تھوکتیں..... یہ تو ان کی جیت کا دن تھا۔ سو خشونت سے منہ پھیرے گردن اکڑائے بیٹھی رہیں..... ان کے عقب میں کھڑی ثانیہ کو لگ رہا تھا، وہ جل جل کر راکھ ہوگئی۔ اور سامنے بیٹھے فرخ کی مسکراہٹ، وہی راکھ اس کے چہرے پر مل رہی تھی۔
"ماموں! میں سب کچھ برداشت کرسکتا ہوں، مگر اپنی ماں کی بے عزتی برداشت نہیں کرسکتا۔"
(میری ماں..... میرا باپ)
ثانیہ کا دل کرلایا..... وہ کب سے اس کے باپ کی بے عزتی کر رہا تھا۔
"لڑکیوں کو اتنا سر چڑھا رکھا ہے کہ جو چاہے بول دیں۔"
"اچھا بس کرو سہیل! یہ میرا اور میرے بھائی کا معاملہ ہے۔" آخر کار آصفہ کو بھائی پر ترس آ ہی گیا۔
"معافی مانگ تو رہا ہوں آپا....."
"تم کیوں مانگو..... معافی وہ مانگیں، جن کی غلطی ہے۔" انہوں نے خشمگیں نگاہوں سے ثانیہ کو گھورا۔ اور ثانیہ نے رابعہ کی زرد رنگت کو دیکھا..... گہری سانس بھری۔
"آئی ایم سوری پھوپھو....."
"لو..... یہ معافی ہے۔ نہ چہرے پر شرمندگی..... نہ آنکھوں میں شرم....."
"یہ تو بے وقوف، بے ہدایتی ہے۔" شبیر احمد نے فوراً کھڑے ہو کر جگہ خالی کی اور بیٹی کو بہن کے قدموں میں کھینچ کر بٹھا دیا۔
"تم کیا کرو بھیا! میری بھاوج کی تربیت ہی ایسی ہے۔ یہ کھڑے ہیں میرے شیر جوان بچے کسی کی مجال ہے جو اپنے ماموں کے سامنے ایک لفظ بھی بول دیں۔ یہ ہوتی ہے تربیت....." تربیت جو پچھلے ایک گھنٹے سے بول رہی تھی۔

''چل معافی مانگ......'' باپ نے سر کو ٹھوکا دیا۔

ثانیہ نے جھنجھلا کر سر اٹھایا۔ اب کیا کرے، ہاتھ جوڑے، پاؤں پکڑے......

''رہنے دو، اس کو پھوپھی اچھی ہی نہیں لگتی۔ ماں کی سکھائی پڑھائی ہے اور اس سے بھی پوچھ لو۔'' آصفہ نے رابعہ کی طرف اشارہ کیا۔ ''ساس اچھی نہیں لگتی تو میاں کو لے کر الگ ہو جائے۔''

''تین حرف نہ تھما دوں جو ایسی بات بھی منہ سے نکالے۔'' رابعہ ہلدی ہو گئی۔

شبیر تھرا کر رہ گئے۔

''پکڑ لو پیر...... میری ماں کو ترس آ ہی جائے گا۔'' فرخ تو زہریلا سانپ تھا، بولے گویا ڈنک مارے۔

وہ جو ہارنے والی تھی...... سرتاپا سلگ گئی۔

☆......☆......☆

ارم نے چائے درمیان میں رکھی اور ماں کے ہاتھ سے تصویر لے کر دیکھی۔ لڑکی خوب صورت تھی اور ساتھ میں خاندانی بیک گراؤنڈ...... پھر دور پار کے عزیز بھی تھے۔ سب بہترین تھا۔

''اچھی ہے نا؟'' آسیہ نے چائے کا گھونٹ بھر کے پوچھا۔

''بہت اچھی ہے مگر......'' وہ ایک لمحے کو ہچکچائی۔

''آپ عبید سے تو پوچھ لیں۔''

''ظاہر ہے، اس سے پوچھے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن مجھے اور تمہارے ابو کو نازیہ اور اس کی فیملی بہت پسند ہے۔ مجھے یقین ہے عبید کو بھی اچھے لگیں گے۔''

''اور اگر اسے اعتراض ہوا......؟'' ارم سرخ لاکٹ پر اٹکی تھی۔

وہی لاکٹ جو عبید کی جیب سے نکلا تھا۔

وہی لاکٹ جو اس نے ثانیہ کے پاس دیکھا تھا۔

''نہیں ہو گا، مجھے پورا یقین ہے، میں اس کی پسند سے اچھی طرح واقف ہوں۔''

''خدا کرے ایسا ہی ہو۔'' اس نے دل سے دعا مانگی۔

☆......☆......☆

''نہ بھئی...... شہزادی ثانیہ کی انا بہت اونچی ہے۔''فرخ کی تمسخرانہ ہنسی......

''ثانیہ...... میں تم سے کیا کہہ رہا ہوں۔''شبیر کا بس نہ چلتا تھا کہ ہاتھ میں تلوار ہو اور ثانیہ کی گردن پر رکھ دیں۔رابعہ کی خاموش نگاہیں بھکارن بن گئیں۔(میرا گھر بچا لو)

(''کبھی کبھی ہماری انا سے زیادہ اہم ہم سے وابستہ رشتے ہوتے ہیں،جن کے لیے ہم کچھ بھی کر گزرتے ہیں۔''عبید نے کہا تھا)

''مجھے معاف کر دیں پھوپھو......''ثانیہ نے دونوں ہاتھ پھوپھو کے گھٹنوں پر رکھے۔وہ جانتی تھی آصفہ اس سے کم پر راضی نہیں ہوں گی بلکہ ثانیہ شبیر کو اپنی گستاخی کی پاداش میں ان کے پیر پکڑ لینے چاہیے تھے۔

''میں نے آپ سے بہت بدتمیزی کی،آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔مجھے احساس ہوگیا ہے۔ہمارے ابا اور اس گھر پر آپ کا حق ہم سے کہیں زیادہ ہے۔''اس کی معافی میں بھی طنز پوشیدہ تھا۔

''کیوں نہ ہو،تمہارا باپ بننے سے پہلے یہ میرا بھائی ہے اور وہ گھر...... وہ گھر میرے باپ کی کمائی سے بنا ہے۔جس پر تم اور تمہاری ماں عیش کر رہے ہیں۔''

فرخ کو نجانے کس بات پر ہنسی آئی تھی۔

ثانیہ نے لب بھینچ لیے۔

''چلو خیر...... میری بھتیجی ہو،جان سے زیادہ عزیز...... تم بھلے مجھے کچھ نہ سمجھو......''بالآخر معافی نامہ قبول ہوگیا تھا۔

سب کی اٹکی ہوئی سانسیں بحال ہوئیں۔

مگر رابعہ کی رنگت زرد تھی،زرد ہی رہی۔

''فرخ جاؤ،ماموں کے لیے ٹھنڈا شربت لاؤ...... پہلے بازار سے برف لے آؤ۔''

ثانیہ آہستگی سے کھڑی ہوئی تو نگاہ زیرِ لب مسکراتے فرخ پر گئی۔اس کی نگاہ موبائل پر جمی تھی۔

ثانیہ کو لگا،وہ اسے کیمرے کی آنکھ سے دیکھ رہا ہے۔

(اللہ کرے اس کا موبائل ٹوٹ جائے یا آنکھ اندھی ہو جائے)

''نہیں آپا...... برف کی ضرورت نہیں ہے۔فل سائز میں نیا فریج آ رہا ہے۔'' شبیر نے آہستہ سے بتایا تو آصفہ نے بے تحاشا تعجب کا اظہار کیا، جیسے انہیں اندازہ ہی نہ تھا۔

''چلو......مرضی ہے، اپنی بیٹی کے لیے لائے ہو، اس کا دل چاہے رکھے، دل چاہے نہ رکھے۔ میں تو پیسے چھوڑ آئی تھی۔''

واہ......کیا تجاہل عارفانہ تھا۔

رابعہ نے بوجھل پلکیں اٹھا کر شوہر کو دیکھا۔ وہ خوش ہو رہا تھا۔ فریج آ رہا تھا۔ مطلب اب سب ٹھیک تھا۔ وہ تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔

''آپا! ہم چلتے ہیں۔ سہیل بیٹا، فریج دھیان سے اتروا لینا۔ میں کرایہ دے آیا ہوں۔'' شبیر کھڑے ہو گئے۔

''جاؤ بہن سے مل آؤ۔'' انہوں نے ثانیہ سے کہا، مطلب بہن کو تسلی دے آؤ۔ حالانکہ اس وقت تسلی کی ضرورت خود ثانیہ کو تھی۔

(میں ایک کٹھ پتلی ہوں، جس کی ڈور دوسروں کے ہاتھ میں ہے)

''ساری زندگی تمہارے باپ کی ڈور ان کے ہاتھوں میں رہی۔'' نادرہ بیٹے کے سامنے بلک رہی تھیں۔

دادی نے پلو منہ پر ڈال کر دم سادھ لیا۔ اب بولنا بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف تھا۔

''میں یہاں چھینک بھی ماروں تو خبر تمہاری پھوپھی کو ہوتی ہے۔''

''تو بندہ آہستہ چھینک لے۔'' دادی بڑبڑائیں۔

''ابا ساری زندگی نہیں سدھرے تو اب کیا سدھریں گے۔'' وسیم جھنجلا کر بولا۔

''ہمیں تو بیٹی کا منہ مارتا ہے۔ میں اسی لیے رشتہ کرنا ہی نہیں چاہتی تھی۔''

''یہاں کون سا رشتوں کی لائن لگی تھی۔'' دادی کی زبان میں کھجلی ہو رہی تھی مگر پوتے کا لحاظ کر گئیں۔

''تم بھی ساتھ چلے جاتے۔شاید باجماعت معافی سے تمہاری پھوپھی کا دل موم ہو جاتا۔''
''ان کا دل تو نیا فریج دیکھ کر ہی موم ہو جائے گا۔'' وسیم کو خود بھی افسوس ہو رہا تھا۔
''میں نے فیصلہ کرلیا ہے اماں! ثانیہ کو بغیر جہیز کے نہیں بیاہوں گا۔''
''جہیز بناؤ گے کہاں سے...... یہاں تو ڈاکے پڑتے ہیں ڈاکے......'' وہ تڑپ اٹھیں۔
''دادی! بتادیں پھوپھی کو یہ آخری بار تھا۔آج کے بعد یہ تماشا ہوا تو رابعہ کو گھر بٹھالوں گا۔''
دادی نے اگلی سانس بھی آہستہ لی کہیں پوتے کو خبر نہ ہو جائے کہ وہ جاگ رہی ہیں۔

☆......☆......☆

''شہزادی ثانیہ......'' وہ کالا بلا تھا جو ہمیشہ اس کا رستہ کاٹ جاتا تھا۔ثانیہ رک گئی۔
''چہ......چہ...... کتنی مجبور اور بے بس لگ رہی ہو۔''
اس کے ہاتھ میں موبائل تھا جس میں سے ثانیہ کی آواز ابھر رہی تھی۔
''مجھے معاف کردیں پھوپھو......'' ثانیہ کے اعصاب جھنجنا گئے۔
فرخ نے موبائل کا رخ اس کی طرف کردیا۔
''کافی یادگار ویڈیو ہے۔''
کاش وہ اس کا منہ نوچ سکتی......کاش......کاش!
''بائی داوے......'' اس نے موبائل بند کر کے جیب میں ڈالا اور اس کی حالت سے حظ اٹھاتے دوستانہ انداز میں پوچھنے لگا۔''تم ایسے کام کرتی ہی کیوں ہو، جس کے بعد پاؤں پکڑ کر معافی مانگنی پڑے۔''
ثانیہ نے اپنی سلگتی آنکھیں فرخ کے چہرے پر گاڑ دیں۔
''اس دن تم مجھے میری اوقات یاد دلا رہی تھیں۔'' فرخ اس کی طرف جھکا۔''تو دیکھو شہزادی ثانیہ، یہ ہے تمہاری اوقات......''
ثانیہ نے لب بھینچ لیے۔وہ چلا گیا۔فضا میں بس اس کی سیٹی کی بازگشت رہ گئی۔
(تم دیکھنا فرخ، میں تمہارے ساتھ کیا کرتی ہوں......وہاں ماروں گی جہاں پانی بھی نہ ملے)

☆......☆......☆

''تو یہ ہوتی ہے ایک لڑکی کی شادی شدہ زندگی......'' وہ چھت پر کھڑی ادھورے چاند سے پوچھ رہی تھی۔ان کی چھت کا بلب فیوز ہو گیا تھا جبکہ عبید کے گھر کی چھت روشن تھی۔

اسے یاد آ رہا تھا رابعہ کی منگنی کے بعد کا وہ وقت...... جب سہیل بھائی بہانے بہانے سے کبھی ڈھیروں فروٹ، کبھی مٹھائی تو کبھی مربعوں کے جار اٹھا لاتے...... رابعہ چھپ جاتی...... وہ دادی کے پاس بیٹھے پہلو پر پہلو بدلتے اس کی ایک جھلک کے لیے تڑپتے...... ثانیہ کو اکساتے......

''اپنی آپا سے بولو سہیل بھائی اس کے ہاتھ کی چائے پئیں گے۔''

ثانیہ چائے لے کر جاتی تو ناراض ہو جاتے۔

''پی لیں سہیل بھائی! آپا نے بنائی ہے۔''

''چائے کے بھوکے نہیں ہیں ہم......'' وہ غصے سے کپ کو چھوئے بغیر چلے جاتے اور پیچھے آپا بیٹھ کر رونے لگتیں۔

''اس سے تو اچھا تھا ہماری منگنی ہی نہ ہوتی۔''

اسی چھپن چھپائی میں رابعہ کی شادی ہو گئی۔مہندی کے ساتھ ساتھ محبت کا رنگ بھی پھیکا پڑتا گیا۔جہاں ہتھیلیاں بے رنگ ہوئیں، وہیں محبت کا چولا اتار کر بس روایتی سے شوہر بن کر رہ گئے۔

''یہ کیسی محبت تھی رابعہ......؟''

ثانیہ کی اپنی ذات میں محبت کا تصور ایسا خوش کن تھا کہ اس کا یہ انجام دل و دماغ تسلیم ہی نہ کرتا تھا۔

''سب شادی سے پہلے کے چونچلے ہیں۔'' رابعہ کا آنچل آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔''اب تو نکاح کے بعد مفت کی نوکرانی ہوں جس سے اپنی کم اور گھر والوں کی خدمت زیادہ کروائی جاتی ہے۔انہی کے کانوں سے سنا اور انہی کی آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے۔محبت وحبت سب فضول کہانیاں ہیں۔کوئی مجھ سے پوچھے تو میں صاف کہوں گی، شادی محبت کی موت ہے۔''

''ثانیہ......!'' وہ حقیقت اور خواب کے بیچ ڈول رہی تھی جب وہ آ گیا۔

''کیا سوچ رہی ہو؟'' وہ پورے کا پورا روشنی میں نہایا تھا۔

ثانیہ نیم تاریکی میں کھڑی تھی۔

''میں بہت بدنصیب ہوں عبید......!''

''میں ہوں تمہارا نصیب...... مجھے برا نہ کہو۔''

''میری محبت اور میرے ساتھ میں سے کسی ایک کو چننا پڑا تو کیا کرو گے؟''

''یہ کیسا سوال ہے؟''

ثانیہ نے رخ بدلا......اب وہ عین اس کی نظروں کے سامنے تھا۔ دیوار پر کہنی ٹکائے اس کو دیکھ رہا تھا۔

''جواب نہیں ہے نا...... میرے پاس بھی نہیں تھا۔''

''تم کسی الجھن میں ہو۔''

''بہت بڑی الجھن ہے۔''

''آج مجھ سے بھی نہیں کہو گی؟''

ثانیہ نے نفی میں گردن ہلا دی۔

''تو ٹھیک ہے آج تمہاری ساری الجھنیں دور کر دیتا ہوں۔''

عبید نے جیب سے کچھ نکالا اور بند مٹھی اس کے سامنے کر دی۔

''تم چاہتی تھی نا کہ میں تمہارے لیے کچھ الگ لے کر آؤں، جوارم کو دیے تحفوں سے مختلف ہو۔''

ثانیہ نے کچھ الجھن کے ساتھ اس کا ہاتھ چھو لیا۔

عبید نے مٹھی کھولی۔

''یہ کیا ہے؟'' اس کی چوڑی ہتھیلی پر رکھی انگوٹھی کا نگینہ روشنی میں جگمگا رہا تھا۔

''آؤ......اس مقدس رشتے کو باقاعدہ نام دے دیں کہ آج کے بعد ہمیں اس طرح چھپ کر نہ ملنا پڑے۔''

وہ منتظر تھا۔

وہ متذبذب......

اور رابعہ ان دونوں کے درمیان کھڑی کہہ رہی تھی۔

"شادی محبت کی موت ہے۔"

"میں کل ہی امی......ابو کو تمہارے رشتے کے لیے بھیجتا ہوں۔"

ثانیہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، پھر واپس کھینچ لیا۔

"نہیں......!"

"کیا نہیں......؟"

"میں عبید کو نہیں کھو سکتی......میں تم سے شادی نہیں کر سکتی۔"

قسط نمبر 3

کون جی دار تھا جو محبت کھونے کے ڈر سے محبوب سے ہی دست بردار ہو جائے؟
ہاں وہ تھی......
ثانیہ شبیر......!
جن آنکھوں نے اسے محبت کی دھنک رنگ چنری اوڑھائی، ان آنکھوں میں بے اعتنائی کے رنگ دیکھتی تو نیلو نیل ہو جاتی...... کہر میں دبی چری مری گیلی گھاس کی طرح گل سڑ نہ جاتی۔
رات ٹھنڈی تھی یا اس کے وجود کو کپکپی لگ گئی تھی کہ اپنا ہی فیصلہ قدموں سے لپٹا دہائیاں دے رہا تھا۔
''پگلی! محبت ہمسفر ہونے جا رہی ہے......ساتھ مانگ رہی ہے اور تو انکاری ہے۔''
''کب ہاتھ چھڑا لے، راستے میں چھوڑ دے......کھائی آئے تو دھکا دے کر اڑن چھو ہو جائے...... منزل آنے سے پہلے غائب ہو جائے......تو......؟ تو......؟ تف ہے ایسے رشتے، ایسی محبت پر......''
نہ جانے اتنا غصہ، اتنی تپش کہاں سے اس کے اندر پیدا ہو گئی تھی کہ وہ سب کچھ تہس نہس کر دینا چاہتی تھی۔
حتیٰ کہ اپنا دل......اپنی محبت بھی۔
شبیر اسے یوں دیوانوں کی طرح چکراتا دیکھ کر خود بھی چکرا گئے۔
''یہاں کیا کر رہی ہو؟''
(دعائیں کر رہی ہوں، بددعائیں دے رہی ہوں......اللہ ان سب کو تہس نہس کر دے، جنہوں نے ہمارا سکون برباد کیا ہے......)

ثانیہ نے گویا گونگے کا گڑ کھا لیا۔ ایک لفظ نہ بولی۔

شبیر کو ترس آ گیا۔ وہ لاڈلی تو نہ تھی مگر سب سے چھوٹی اولاد تھی۔

''معافی مانگنے سے کوئی چھوٹا نہیں ہو جاتا...... آئندہ بھی خیال رکھنا..... تمہاری بہن کے لیے کوئی مسئلہ نہ ہو۔''

''کوئی بات نہیں ابا..... ساری زندگی بغیر کسی قصور کے ہماری ماں نے معافیاں مانگی ہیں، اب ہم مانگ لیا کریں گے۔''

وہ اس سے زیادہ چپ رہ ہی نہیں سکتی تھی......

اور یہی اس کی زبان تھی جو اسے لاڈلا بننے سے روکتی تھی۔

شبیر نے تلملا کر اسے اندر جاتے دیکھا۔

''بہت زبان دراز ہو گئی ہے..... جلد ہی کوئی رشتہ دیکھ کر رخصت کر دوں گا۔''

☆......☆......☆

وہ دسمبر کا ایک کھلا کھلا سا دن تھا، دھوپ خوب نکلی ہوئی تھی۔ لیکچرار ابھی تک نہیں آئی تھیں۔ آدھی کلاس سامنے والے لان میں بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھی۔ تو کچھ محو دعا تھیں کہ کاش آج مس روبینہ آئیں ہی نا۔

''سنو..... سنو!'' نتاشا کو نجانے کیا سوجھی کہ وہ دائرے کے درمیان آ کھڑی ہوئی۔ سب لڑکیاں اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

''تم لوگوں کا محبت کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' اس نے ایک شرارت بھری طائرانہ نظر سب لڑکیوں پر ڈالی۔

''محبت ایک جذبہ ہے، جو......''

''رکو، رکو..... میں وطن، ماں، باپ اور بہن بھائیوں والی محبت کی بات نہیں کر رہی.....'' نتاشا نے فوراً ٹوکا تو لڑکی نے فوراً بھرم کی چادر اوڑھ لی۔

''ان کے سوا سب محبتیں بے کار ہیں۔''

''کاش کسی سے ہو جائے......'' یہ شوخی بھری آوازیں تھیں۔

''ایسا کہاں سے لاؤں، جس سے محبت ہو جائے۔''

بھانت بھانت کی آوازیں تھیں۔

''چلو ایک گیم کھیلتے ہیں۔'' نتاشا نے چمکتی آنکھوں سے سب کو دیکھا۔ ''آنکھیں بند کر کے محبت کا تصور کرو، جو شخص آپ کو سب سے پہلے دکھائی دے، وہی آپ کی پہلی محبت ہے۔''

''کیا فضول گیم ہے؟''

کسی نے ناک چڑھائی تو کوئی کنی کترا گئی۔

مگر بہت سی لڑکیاں تیار بھی ہوئیں......

یہ وہ عمر تھی جب رومانس کا تعلق...... پسندیدہ ایکٹر، سنگر، سیاستدان اور کھلاڑیوں سے وابستہ ہوتا ہے۔ کسی کو شاہین آفریدی دکھائی دیا، کوئی دانیال ظفر کی اسیر نکلی...... کسی نے احد رضا میر کا نام لے کر کتاب میں منہ چھپا لیا تو کوئی BTS کے جان پر مر رہی تھی......

فاطمہ نے آنکھیں کھولیں تو ڈرتے ڈرتے سب کو دیکھا اور بے بسی سے گویا ہوئی۔

''مجھے تو عمران خان دکھائی دیا ہے۔''

''فٹے منہ......! نیوز کم دیکھا کرو۔ تمہارے ابا کی عمر اس سے کم ہی ہو گی۔''

اب باری ناصرہ کی تھی۔ سب نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے سب جانتے تھے کہ وہ پکی ن لیگی ہے۔

سب کی ہو ہا میں ثانیہ نے چپکے سے آنکھیں بند کیں۔

''مرر......مرر......! کون میری محبت کا خوب صورت چہرہ ہے؟''

وہ فروری کی ایک بسنتی سہ پہر کا منظر تھا۔

دھنک رنگ پتنگوں سے ڈھکا نیلا امبر جو کسی الھڑ دوشیزہ کے نوخیز خواب کی طرح آسمان پر ڈھل

رہی تھیں، منڈیر سے کچھ دور نیلی جینز اور سفید جرسی پہنے وہ اس کی نگاہوں کے عین سامنے...... اس کی انگلیوں سے ڈور لپٹی تھی اور نگاہیں آسمان پر جمی تھیں۔

ثانیہ نہیں جانتی ان بہت سی پتنگوں میں اس کی پتنگ کون سی تھی...... وہ تو بس اسے دیکھ رہی تھی۔

تب ہی عبید نے رخ بدل کر اسے دیکھا اور مسکرایا۔

''آؤ ثانیہ......!''

''یہ تو لگتا ہے اس کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر نکل گئی ہے۔'' نتاشا کی آواز پر اس نے پٹ سے آنکھیں کھولیں......

عین سامنے بیٹھی ارم اسی کو دیکھ رہی تھی۔ ثانیہ نے گھبرا کر نظریں جھکا لیں۔

''نام بتاؤ...... نام بتاؤ......'' سب لڑکیوں نے شور مچایا۔

''مولانا فضل الرحمٰن......'' اس نے بے حد عقیدت واحترام سے نام بتا کر وہاں سے دوڑ لگا دی۔

ماضی کے اس خوب صورت لمحے سے ہاتھ چھڑا کر ثانیہ نے کروٹ بدلی۔

وہ لمحہ ادراک تھا۔

اسے اچھا لگتا ہے، عبید سے بات کرنا...... اسے دیکھنا...... اس سے فرمائشیں کرنا...... پہلے وہ ارم کے لیے جاتی تھی، پھر عبید کے لیے جانے لگی......

اس کے اندر محبت کی نوخیز کلی کھل کر گلاب ہوگئی تھی۔

معطر معطر، مہکی مہکی......

وہ اپنے ہی احساسات کی خوشبو میں مدہوش تھی۔ اور دوسری طرف وہی ازلی بے نیازی...... وہ ثانیہ کو اسی طرح ٹریٹ کرتا جس طرح ارم کو...... اسی طرح بات کرتا...... اسی طرح فرمائشیں پوری کرتا......

ثانیہ کے اندر پکڑ دھکڑ شروع ہوگئی۔

وہ مجھے نظر بھر کے کیوں نہیں دیکھتا؟

کیوں دانستہ میرا رستہ نہیں روکتا؟

کیوں میرا ہاتھ چھونے کی کوشش نہیں کرتا؟

کچی پکی عمر کی کچھ آوارہ سی آرزوئیں اس کے دل کو جکڑنے لگیں۔

یہاں تک کہ ارم کے گھر میں عبید کی شادی کی باتیں ہونے لگیں۔

یہ ابتدا تھی مگر وہ ٹھٹک گئی۔

عبید کی زندگی ثانیہ کے بغیر......

اور نجانے کتنی بار اس نے اپنا نام عبید کے نام کے ساتھ اپنی ہتھیلی پر لکھ کر مٹایا......اسے اپنا نام کچھ اور خوب صورت لگتا۔ ایسے ہی ایک بے خودی کے لمحے میں ارم کی چھت پر پڑھتے پڑھتے اس نے ہتھیلی پر دونوں نام لکھے۔

اور گلابی ہتھیلی پر لکھے سیاہ حروف کو چوم لیا۔ آہٹ پر تیزی سے مٹانا چاہا مگر اس کی ہتھیلی پر کسی اور کی ہتھیلی آ گئی۔

وہ پکڑی گئی تھی۔ وہ بھی محبت کے ہاتھوں......

ثانیہ نے دوبارہ کروٹ بدلی اور دھواں بھری آنکھیں رگڑ ڈالیں۔ سامنے موبائل اسکرین روشن تھی اور وہ اس کی روشنی میں وہ لمحہ دیکھ سکتی تھی، جب اس نے عبید سے پوچھا تھا۔

''کیا تمہاری زندگی میں ثانیہ کی کوئی جگہ نہیں؟''

اس نے نرمی سے اس کی انگلیوں میں دبا قلم نکالا اور ہتھیلی پر لکھے ناموں کے گرد ننھے ننھے دل بنا گیا۔

اس کی تو زندگی ہی ثانیہ تھی۔

ثانیہ نے موبائل اٹھا کر دیکھا۔

''خدا کے لیے مجھ سے بات کرو زندگی۔'' وہ محوِ التجا تھا۔

ثانیہ نے میسج ڈیلیٹ کر کے آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ حقیقتوں سے نظریں چرانا آنے والے عذابوں سے بچا لیتا ہے۔

☆......☆......☆

روروکر اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں، غصے کے باوجود سہیل کو ڈر لگنے لگا کہیں آنسو کی جگہ خون نہ چھلکنے لگے۔ بیڈ کے کنارے سکڑی سمٹی ...... وہ ایک تواتر سے ہچکیاں لے رہی تھی۔ سہیل کمرے میں آیا تو اس نے ایک شاکی دکھ بھری نگاہ اس پر ڈالی اور کروٹ بدل لی۔

ایک لمحے کو سہیل کا دل بے چین ہوا..... مگر اس نے دل کو غصے بھری تھپکی دی۔

''کمزور مت پڑنا...... تمہاری ماں کی بے عزتی ہوئی ہے۔''

مگر اب اس کی سسکیاں...... ہچکیاں......

''کیا کروں؟ اپنے باپ اور بہن کی بے عزتی کا تماشا دیکھ کر روؤں بھی نا......''

''اب تم نہ شروع ہو جانا......''

''کیوں سہیل......؟'' وہ تڑپ کر سیدھی ہوئی۔ ''کسی اور کے سامنے بات نہیں کر سکتی، مگر آپ تو میرے شوہر ہیں...... دکھ سکھ کے ساتھی...... آخر میرے گھر والے کب تک میری شادی کا تاوان بھریں گے۔ کب تک اپنی ضروریات کو محدود کر کے آپ لوگوں کی فرمائشیں پوری کریں گے۔''

ہائے کوئی بیٹیوں کے دل سے پوچھے...... کیسے ٹوٹتے ہیں...... اپنی بے بسی کے احساس سے کیسے کڑھتے ہیں۔

''چپ کر جاؤ......'' سہیل جھنجھلایا۔

''کاش میری شادی کسی ایسے شخص سے ہوتی جو عزت سے دو وقت کی روٹی کھلا دیتا مگر میرے گھر والوں کو ذلیل نہ کرتا...... غیر نہیں...... آپ کے ماموں ہیں۔''

''رابعہ......!'' سہیل کا ہاتھ اٹھا۔

اس کے عقب میں فریج کا دروازہ کھلا...... وہ چونک گئی۔

دونوں ہاتھ آٹے میں سنے...... وہ نجانے کب سے یونہی کھڑی اسی ایک لمحے کی اذیت جھیل رہی تھی۔ لمحہ جو گزر کر بھی نہیں گزرا تھا...... دل میں انی کی طرح گڑ گیا تھا۔

''کیا زبردست فریج ہے آپا...... ماموں نے تو کمال کر دیا۔''

فرخ نے دودھ کا جگ نکالا اور سلیب پر رکھا......

رابعہ سست روی سے آٹا گوندھنے لگی...... اگرچہ سہیل نے اپنا ہاتھ روک لیا تھا، مگر اس دن سے اب تک دونوں کے درمیان بات چیت بند ہی تھی...... فرخ نے اپنے لیے دودھ گرم کیا اور پیالہ بھر کے لے گیا۔

''کھانا بن گیا......'' آواز کے ساتھ فضا گرما گرم تکے کی خوشبو سے بھر گئی۔

رابعہ کے اعصاب تن گئے...... جان سے پیارا شوہر اب زہر لگنے لگا تھا...... جواب دینے کو دل ہی نہ چاہا۔ خاموشی سے آٹا گوندھتی رہی۔

''میں تکے لے آیا ہوں...... ساتھ میں نان بھی ہیں۔''

وہ اب منانے کے جتن کر رہا تھا...... راتوں میں رکھے محبت بھرے لمس کے پھاہے کام نہ آئے تو نت نئی چیزیں لانے لگا۔ کون جانے کون سی چیز دل کو بھا کر ہونٹوں پر مسکراہٹ لے آئے۔

''پھوپھو کے پاس لے جائیں......'' رابعہ نے روکھے لہجے میں کہا۔

''نکال کر لے آؤ...... سب مل کر کھاتے ہیں۔''

مطلب نکل گیا تھا۔ اب سب شیر و شکر ہو کر رہتے۔ ہنستے بولتے...... بار بار رابعہ کو پکارتے...... رابعہ کا دل نہ چاہتا ان کی شکلیں دیکھے......

''میں گھر جانا چاہتی ہوں۔''

''ہاں...... ہاں...... کھانا کھا کر چھوڑ آتا ہوں۔''

رابعہ نے سکون کا سانس لیا۔

''جلدی آنا...... تمہارے بغیر گھر سونا ہو جاتا ہے۔'' مدھم سرگوشی......

رابعہ کو ہنسی آئی اور بہت زیادہ آئی۔

طنزیہ...... مذاق اڑاتی...... اور استہزائیہ ہنسی......

☆......☆......☆

گھر کا ماحول عجیب سا لگا۔ ثانیہ اپنے کمرے میں گھسی تھی۔ نادرہ اپنے میں...... وسیم جا چکا تھا۔ شبیر کا تو ویسے بھی ریٹائرمنٹ کے بعد زیادہ وقت گھر سے باہر گزرتا تھا۔ رابعہ دادی کی گود میں سر رکھے لیٹی رہی۔

دادی دو کشتیوں کی سوار تھیں۔ نہ بیٹی کو کچھ کہہ سکتی تھیں نہ بہو کو، مگر رابعہ کی اتری صورت دل تڑپا گئی۔ چپکے چپکے اس کے کرلاتے دل پر تسلی کے پھاہے رکھتی رہیں۔

''بیٹیوں کا بڑا حق ہوتا ہے...... تمہاری ہی چیز بنی ہے۔''

''کب تک دادی......؟ امی نے ثانیہ......''

''ہائے ہائے...... ثانیہ کے نصیب میں جو ہوگا اسے مل جائے گا...... دوبارہ کمیٹی پڑ جائے گی...... پیسوں کا کیا ہے، پھر سے جڑ جائیں گے۔ اب تو وسیم کی تنخواہ بھی بہت اچھی ہے۔''

''بس بس رہنے دیں......'' نادرہ ترخ کر بولیں۔ ابھی ابھی دل کو سمجھ کر نکلی تھیں کہ بیاہی بیٹی کی خیر خیریت ہی پوچھ لیں...... ابتدائی مہینوں کے کچے پکے دن تھے۔ اللہ صحت مند اولاد سے نوازے تو اس کے قدم جم جائیں گے مگر ساس کی بات پر تپ ہی گئیں۔

''تب تک آصفہ بی بی کو یاد آ جائے گا کہ گھر میں اے سی نہیں ہے...... دو دو بھینسے گھر میں پال رکھے ہیں...... ماں کے خرچے نہیں اٹھا سکتے۔''

''بس بھی کرو...... میرے نواسوں کو نظر نہ لگاؤ...... پیٹ میں مروڑ ہی اٹھتے رہیں گے۔'' دادی بدک گئیں۔

''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' نادرہ نے روئے سخن بیٹی کی طرف کیا۔ ''جا کر نئے فریج سے ٹھنڈی بوتلیں نکال کر پیو......''

''اماں مجھے تو معاف کر دیں......'' رابعہ روہانسی ہو گئی۔ ہر کسی کا اسی پر بس چلتا تھا۔

''رہنے دو...... یہ تو آج کل چلتی ہواؤں سے بھی لڑتی ہے۔'' دادی نے بے زاری سے مکھی اڑائی۔ ان کے کپڑے میلے اور بال الجھے ہوئے تھے۔ انہیں نہانے کے لیے کسی کی مدد درکار ہوتی اور

آج کل گھر میں لوگ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے سے بھی بے زار تھے۔

دادی نے ثانیہ کو پکارنا شروع کر دیا۔

''ہاں! میں تو پاگل ہوں......'' نادرہ کلس کر باورچی خانے میں گھس گئیں۔

''لگتی بھی ہو......'' دادی کی زبان میں کھجلی ہوئی۔

''بیاہ کر آئی جو پاگلوں میں ہوں۔''

رابعہ گہری سانس لے کر اٹھ گئی۔ ساس بہو میں زبانی گولہ باری شروع ہو گئی تھی۔

کمرے میں آئی تو ثانیہ منہ سر لپیٹے پڑی تھی، پورا کمرا بکھرا اور بے ترتیب تھا۔

''غلطی کی جو آ گئی......نہ آتی تو اچھا تھا۔''

ثانیہ نے کسل مندی اور بے زاری سے کروٹ بدلی۔

''تم کب آئیں......؟''

''ہاں تم تو جیسے بے خبر ہو......'' کرسی سے کپڑے اٹھا کر نیچے ڈھیر کیے۔ سب کے سب دھونے والے تھے اور خود بیٹھ گئی۔

''دل تو یہی چاہتا ہے کہ کچھ کھا کر ہمیشہ کے لیے بے خبر ہو جاؤں......'' ثانیہ نے تکیہ اونچا کیا۔

''اب ایسی بڑی بات بھی نہیں ہو گئی کہ ہر کوئی ایسی باتیں کر رہا ہے۔'' رابعہ زچ ہو کر اٹھی اور چیزیں سمیٹنے لگی۔

اسے دو دن اسی کمرے میں رکنا تھا......اور بکھراوے سے طبیعت ڈوب رہی تھی۔

''مجھے تو لگتا ہے دنیا ہی ختم ہو گئی ہے۔'' اس نے ادھر ادھر ہاتھ مار کر کچھ ڈھونڈا۔ اس کی بڑبڑاہٹ پر رابعہ ٹھٹک کر رکی۔ مڑ کر غور سے اسے دیکھا۔ کچھ عجیب سا احساس ہوا......بجھی بجھی آنکھیں، اترا چہرہ۔

''تمہیں کیا ہوا ہے؟'' رابعہ نے بے ساختہ پوچھا۔

وہ غصے اور طیش میں نہیں تھی، وہ دل گرفتہ، پریشان اور متفکر تھی۔

''مجھے کیا ہونا ہے......'' ثانیہ نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے۔

''تو ایسے کیوں ہاتھ پاؤں چھوڑے بیٹھی ہو......''

''کیسے......؟''

''جیسے کچھ چھن گیا ہو......کچھ کھو کر بیٹھی ہو۔''

''یا اللہ! ابھی تو محض فیصلہ ہی کیا تھا کہ کھو دینے کا دکھ چہرے پر رقم بھی ہو گیا اور اتنا نمایاں کہ پڑھنے والوں نے پڑھ بھی لیا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے۔'' وہ نظریں چراتی...... بال سمیٹتی اٹھی اور کمرے سے ہی چلی گئی۔

مگر ایسا کچھ تھا......رابعہ کو یقین ہو گیا...... بات پھوپھو والی ہوتی تو اب تک بول بول کر ثانیہ نے اس کے کان کھا جانے تھے۔ بات کچھ اور تھی......رابعہ کو احساس ہوا۔

☆......☆......☆

عبید نے مایوسی سے موبائل کی تاریک اسکرین کو دیکھا۔ آن کرنے پر بھی دوسری طرف سے کوئی میسج تھا نہ کال......اس کی بارہا کی گئی کالز کا جواب بھی محض خاموشی تھا۔ اس کی لائی انگوٹھی لاکٹ کے ساتھ ہی دراز میں بند تھی۔

(لاکٹ کو ارم خاموشی سے اس کی دراز میں رکھ گئی تھی)

''ثانیہ! میرے ساتھ اس طرح کیوں کر رہی ہو؟'' وہ بڑبڑایا...... پھر لاشعوری طور پر موبائل پر لکھنے لگا۔

''عبید......!'' تب ہی ارم چلی آئی۔

''ارم! میرا اس وقت تمہاری باتیں سننے کا موڈ نہیں ہے۔'' سینڈ کا آپشن استعمال کرتے اس کے لہجے میں بےزاری ہی بےزاری تھی۔

''تمہاری اس بےزاری کا علاج کرنے آئی ہوں۔'' وہ مسکرائی۔

''تم بس مجھے اکیلا چھوڑ دو......'' اس نے موبائل ایک طرف ڈال دیا۔

"اکیلے رہنے کا دل چاہتا ہے، آفس سے آ کر کپڑے نہیں بدلتے...... ڈھنگ سے کھانا نہیں کھاتے...... فیملی میں بیٹھ کر بات نہیں کرتے...... تو جانتے ہو یہ کس بات کی علامت ہے؟" دونوں ہاتھ پشت پر باندھے ارم کے چہرے پر شوخی اور شرارت در آئی۔

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ بہن کی اس ادا پر مسکرا دیتا مگر اب کے اس نے سنجیدگی سے دریافت کیا......

"کس بات کی......؟"

"تمہیں ایک اچھے لائف پارٹنر کی ضرورت ہے۔"

ارم نے ہاتھ سامنے کیا...... ایک خوب صورت لڑکی کی تصویر عبید کی نظروں کے سامنے تھی۔ عبید نے سوالیہ نظروں سے ارم کو دیکھا۔

ارم نے فرفر ساری تفصیل سنا دی۔ لڑکی کی عادات و خصائل سے لے کر قابلیت تک سب اسے ازبر تھا۔

نجانے کیوں عبید کے اندر طیش کی لہر اٹھی۔ اس نے ارم کے ہاتھ سے تصویر لی۔

"پیاری ہے نا......" ارم نے بے حد امید اور قدرے خدشے کے ساتھ پوچھا۔

اگلا لمحہ اس کے لیے حیران کن تھا۔

وہ ششدر رہ گئی۔

عبید نے تصویر دو ٹکڑے کر کے اس کے ہاتھ میں دے دی تھی۔

یہ اس کا جواب تھا۔

☆......☆......☆

حساب عمر کا اتنا سا گوشوارہ ہے
تمہیں نکال کے دیکھا تو سب خسارہ ہے

رابعہ نے تحیر سے ثانیہ کے موبائل پر آئے میسج کو دیکھا...... اور دوبارہ پڑھا...... تب ہی ثانیہ نے اس کے ہاتھ سے موبائل اچک لیا۔

''دوسروں کے میسج پڑھنا بدتمیزی ہوتی ہے۔''

''ہمارے ہاں نہیں ہوتی...... ہمارے ہاں کوئی بھی کسی بھی وقت دوسرے کا موبائل یوز کر سکتا ہے کیونکہ یہ پرائیوسی نامی بلا ہمارے گھروں میں داخل نہیں ہوئی۔'' رابعہ نے ترنت جواب دیا اور ساتھ ہی پوچھا۔

''یہ ارم تمہیں اس قسم کے شعر کیوں بھیج رہی ہے؟''

ثانیہ نے میسج پر نظر دوڑائی۔

اس نے عبید کا نمبر بھی ارم ٹو کے نام سے محفوظ کر رکھا تھا۔

''میں نے کہا تھا کوئی اچھا سا شعر بھیج دو۔'' اس نے لاپروائی سے موبائل کتابوں کے ساتھ رکھ دیا۔اور خود وہیں کھڑی انہیں ترتیب دینے لگی۔

ساتھ ہی رابعہ کو ٹالا۔

''تمہیں دادی بلا رہی تھیں۔''

''ہاں انہیں نہانا تھا......'' رابعہ کو یاد آیا، وہ گرم پانی رکھ کر آئی تھی۔

''دو دن کے لیے آئی ہو، ریسٹ کرلو، میں ان کی ہیلپ کروا دوں گی۔''

ثانیہ نے مڑ کر کہا تو رابعہ طنزیہ مسکرائی۔

''کر ہی نہ دو...... ان کی حالت دیکھی ہے...... اتنے میلے کپڑے ہو رہے ہیں۔ گھر کے بزرگوں کی یہ حالت ہے، برکت کیا خاک ہوگی۔''

''دیکھ لیں ان کی برکتیں، رحمتیں اور شفقتیں......'' ثانیہ بھڑک ہی اٹھی۔ دادی پر بے تحاشا غصہ تھا۔ ''کیوں نہیں بیٹی کو روکتیں......''

''اچھا...... بس چپ کر جاؤ۔'' اس کی آواز بلند ہونے کے خدشے سے رابعہ نے فوراً ٹوک دیا۔

''ان سے ڈرنا بند کر دو، بڑی مہربانی ہوگی۔ ورنہ تمہاری وجہ سے ہم یہ بے عزتیاں کرواتے ہی رہیں گے......'' ثانیہ نے کھٹ سے دونوں ہاتھ جوڑے۔

''اچھا......کیا کروں؟''

''الگ گھر کا مطالبہ کر دو۔''

رابعہ حق دق اس کی شکل دیکھتی رہی۔

☆......☆......☆

کچھ ایسی ہی حالت آسیہ اور توفیق کی ہوئی جب ارم نے ان کے سامنے عبید کا جواب رکھا۔

''آپ کے بیٹے کا جواب......'' ارم تھکے تھکے انداز میں ماں کے قریب بیٹھ گئی۔

''تیاری کر لیں، رشتہ لے کر جانا ہے۔''

''ہیں......'' آسیہ نے تعجب سے ارم کو دیکھا، جو پھٹی ہوئی تصویر سامنے رکھ کر رشتہ لے جانے کی بات کر رہی تھی۔

''لڑکی پسند آ گئی تھی تو تصویر کیوں پھاڑی......؟''

''کیونکہ رشتہ اس کے نہیں، ثانیہ کے گھر لے جانا ہے۔'' ارم نے بظاہر سنجیدگی، درحقیقت بے حد پریشانی سے بتایا۔

''اس کا دماغ ٹھیک ہے؟ ثانیہ اس قابل ہے کہ اسے اپنی بہو بنا سکوں۔'' آسیہ کا ردعمل بے ساختہ تھا۔

''عبید کو اسی قابل لگتی ہے۔'' ارم کے لہجے میں مایوسی ہی مایوسی تھی۔

توفیق نے بے حد حیرت سے دونوں کو دیکھا۔

''بات سنو! اگر یہ تم بھائی بہن کی ملی بھگت ہے یا تم چاہتی ہو کہ ثانیہ تمہاری بھابھی بنے تو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔''

''امی! کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ میں ایسا کیوں چاہوں گی......'' ارم نے بے بسی سے کہا۔ اسے شک تھا مگر عبید کے منہ سے ثانیہ کا نام سن کر خود اسے بھی شاک ہی لگا تھا۔

''یہ مت کہنا کہ تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں۔'' عبید نے خفگی سے کہا تھا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا۔" وہ مکر گئی۔ عبید نے کھٹ سے دراز کھول لی۔

"یہ لاکٹ میری جیب سے تم نے نکالا اور یہاں رکھ دیا۔ تم نے ثانیہ کو بتایا کہ تم اس لاکٹ کو ریجیکٹ کر چکی تھیں۔ انجان کیوں بن رہی ہو ارم......؟ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ میں نے اپنی لائف پارٹنر کے طور پر تمہاری بیسٹ فرینڈ کو پسند کیا ہے۔"

مگر ارم خوش نہیں تھی۔ وہ گپ چپ سی لاکٹ کے ساتھ پڑی انگوٹھی کو دیکھتی رہی۔

"مگر ثانیہ میں کس بات کی کمی ہے؟" توفیق نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ "دیکھا بھالا گھرانہ ہے...... دیکھی بھالی لڑکی ہے۔"

"کچھ زیادہ ہی دیکھی بھالی ہے......" آسیہ بڑبڑائیں...... "مجھے نہ وہ گھر پسند ہے نہ اس گھر کے طور طریقے......"

"یہاں آئے گی تو آپ کے طور طریقے اختیار کر لے گی۔ آپ کے رنگ میں رنگ جائے گی۔" توفیق مسکرائے۔

انہیں ثانیہ پر کوئی اعتراض نہ تھا۔

"یہاں آئے گی تب نا......" ارم کی بات پر دونوں ہی چونک گئے۔

☆......☆......☆

"اس میں اتنا حیران ہونے والی کون سی بات ہے۔ تمہارا حق ہے......" ثانیہ نے کندھے اچکائے۔ "ہمارا مذہب بھی یہی کہتا ہے، سسرالوں والوں کی خدمت لڑکی پر فرض تو نہیں...... ورنہ دیور، جیٹھ نامحرم کیوں ہوتے......"

"خدا کی قسم چلتا پھرتا بم ہو......" رابعہ بمشکل بولنے کے قابل ہوئی۔

"ایسے نادر خیالات تمہارے ذہن میں آتے کہاں سے ہیں اور اگر آتے ہی ہیں تو انہیں اپنے تک محدود رکھو...... میرے سر سے چھت اڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تو ٹھیک ہے، اسی طرح جلتی کڑھتی رہو...... کبھی اپنے حق کے لیے آواز نہ اٹھانا......" ثانیہ چڑ

کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''سہیل سے کہوں کہ اپنی بیوہ ماں سے الگ ہو جاؤ۔''

''نہیں...... تم صبر سے اپنی ساس کے مرنے کا انتظار کرو......'' ثانیہ نے سفاکی سے کہا۔

''چپ کر جاؤ...... ورنہ تھپڑ لگا دوں گی۔'' رابعہ غصے اور صدمے سے کانپ کانپ گئی۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی ثانیہ اتنی بدلحاظ ہو چکی ہے۔

''تم جیسوں کا یہی مسئلہ ہے...... صبر کے نام پر ساری زندگی جبر کاٹتی ہو۔ اور سمجھتی ہو کہ ایک دن تمہارا صبر رنگ لے آئے گا۔ تم اپنی خدمتوں سے سب کا دل جیت لوگی اور راوی چین ہی چین لکھے گا۔''

اس نے دونوں ہاتھ جھاڑے......

''ہاں میں یہی سمجھتی ہوں...... مجھے اپنا گھر بسانا ہے، اپنے طریقے سے...... تمہاری باتوں میں آئی تو دوسرے دن طلاق لے کر گھر بیٹھی ہوں گی۔'' رابعہ جھنجھلا کر جانے لگی۔

''تو ٹھیک ہے بہن...... لگی رہو...... لیکن میں یہ سب نہیں کروں گی۔''

اس کے دوٹوک لہجے پر رابعہ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

''اچھا...... اور تم کیا کرو گی؟''

ثانیہ معنی خیز مسکراہٹ سے اسے دیکھنے لگی۔

☆......☆......☆

''شادی کے بعد سسرال سے الگ رہنا چاہتی ہے۔ جوائنٹ فیملی سے نفرت کرتی ہے۔''

ارم نے اپنی ناپسندیدگی کی وجہ بتائی......

عبید نے بے حد ناگواری سے اسے دیکھا۔ مسئلہ ایسا نہیں تھا کہ لٹکایا جاتا۔ اس لیے توفیق صاحب نے فوراً ہی عبید کو طلب کر لیا تھا۔

''رابعہ کے حالات کی وجہ سے اگر ثانیہ نے ایسی کوئی بات کہہ ہی دی تھی تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم اس کے خلاف محاذ ہی بنا لو......''

عبید کا جھنجھلایا ہوا لہجہ، ارم کو بہت ہی برا محسوس ہوا۔

''میں نے تم لوگوں کے خلاف کوئی محاذ نہیں بنایا۔ وہی بتا رہی ہوں جو وہ ہمیشہ مجھ سے کہتی رہی ہے..... وہ میری سہیلی ہے، بہت پیاری ہے مگر وہ اس گھر میں کبھی بھی ایڈجسٹ نہیں کر پائے گی۔''

''یہ میرا ہیڈک ہے......''

''آپس میں الجھنے کی ضرورت نہیں...... مجھے بھی ثانیہ بہو کی حیثیت سے پسند نہیں...... اللہ معاف کرے...... میں ایسی لڑکی کو گھر لے آؤں...... جس نے تہیہ کر رکھا ہے کہ شادی کے بعد فوراً الگ ہو جائے گی۔''

آسیہ نے قطعی لہجے میں کہتے گویا لکیر ہی پھیر دی..... عبید نے باری باری سب کا چہرہ دیکھا۔ توفیق صاحب خاموش تھے۔ ان کی خاموشی اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ بھی ان سے متفق ہیں۔

''ابو! ثانیہ کے جو بھی خیالات ہوں کم از کم مجھ پر تو اعتبار کریں۔'' اس نے باپ کو قائل کرنے کی سعی کی......

''یار! تم نے تو الجھن میں ہی ڈال دیا ہے......'' انہوں نے ٹھوڑی کھجائی۔

''کیسی الجھن...... جب کہہ دیا نہیں...... تو نہیں......'' آسیہ نے ماں ہونے کا حق استعمال کرتے ہوئے مہر لگا دی۔

''تو ٹھیک ہے مجھے شادی ہی نہیں کرنی......'' عبید غصے سے اٹھ کر چلا گیا......

ارم نے پریشان ہو کر ماں کو دیکھا...... اس کے لیے عبید کا ردعمل بہت عجیب تھا۔

توفیق کے چہرے پر بھی تشویش بھی لہر دوڑ گئی۔

☆......☆......☆

نہائی دھوئی صاف ستھرے کپڑے پہنے دادی کو خود اپنا آپ بھی ہلکا پھلکا لگ رہا تھا...... نجانے کتنی دعائیں رابعہ کے گرد حصار باندھ گئیں...... بے حد سفید بالوں میں مہندی کا رنگ تھا...... تیل لگا کر چٹیا گوندھی تھی۔ یخنی میں کھچڑی پکا کر کھلائی تھی۔

''لگی رہو...... تمہاری ان خدمتوں کا کوئی صلہ نہیں ملنے والا......'' نادرہ نے روٹی پکاتے کئی بار ٹوکا...... ''پتا بھی ہے تمہاری دادی نے......''

''اماں...... اب اس عمر میں کون ان سے حساب لے کہ انہوں نے کیا کیا اور کیا نہیں......؟ اور مجھے میری نیکیوں کا صلہ اللہ نے دینا ہے، اس کے بندوں نے نہیں......'' رابعہ نے نرمی سے کہا۔

''اللہ جانے تمہیں یہ پٹیاں کس نے پڑھائی ہیں۔'' نادرہ نے غصے سے روٹی پلٹی۔

رابعہ نے خاموشی سے چائے کا پانی چڑھایا...... اب کیا بتاتی...... ماں زندگی گزارنے کا قرینہ تمہاری غلطیوں سے سیکھا اور سلیقہ تمہاری بدسلیقگی سے...... بہت بچپن کی یادیں تھیں دادی سے لڑائی ہوتی تو نادرہ بچوں کو لے کر میکے جا بیٹھتی تھیں۔ یہاں سے کوئی لینے نہ جاتا اور وہاں ممانیاں جینا حرام کر دیتیں...... بچے روتے اپنے گھر جانا ہے تو ان ہی کو دھنک کر رکھ دیتیں...... کچھ مہینوں بعد جب میکے میں زندگی تنگ ہوتی تو نادرہ خود ہی معافی تلافی کر کے واپس آ جاتیں اور اگلے کئی مہینے اس بات کے طعنے سنتیں کہ میکے والے چار دن نہ رکھ سکے...... سستی اور بدسلیقگی اتنی کہ خاندان بھر میں باتیں ہوتیں......

اس نے تب ہی سوچ لیا تھا کہ اسے اپنی ماں جیسا نہیں بننا......

''اب یہ کیوں آیا ہے...... تمہیں لینے کے لیے......؟''

نادرہ کا اشارہ فرخ کی طرف تھا جو نانی کے پاس بیٹھا باتیں بگھار رہا تھا۔ (نانی کا لاڈلا جو تھا)

''نہیں...... دادی سے ملنے آیا ہے...... میں نے سہیل سے پوچھ لیا ہے...... دو دن اور رکوں گی۔''

''بڑی بات ہے جو اجازت مل گئی......'' نادرہ نے طنزیہ کہا۔ روٹیوں کو ہاٹ پاٹ میں رکھا اور چلی گئیں...... رابعہ نے کیبنٹ کھولا...... شاید چائے کے ساتھ دینے کے لیے کچھ مل جائے...... دو کوکونٹ کے پیک رکھے تھے۔

''آہا...... یہ میرے ہیں۔'' وہ بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوئی۔

''دوبارہ منگوا لینا...... اب فرخ کو کیا دوں؟'' رابعہ چڑ گئی۔

''وہ گھونچو کیا کرنے آیا ہے؟'' ثانیہ کے اعصاب تن گئے...... سابقہ بے عزتی کا احساس پھر

سے جاگ اٹھا۔

''اس کی نانی کا گھر ہے۔'' رابعہ نے یاددہانی کروائی۔

''ہوں......!'' اس کی پیشانی پر لکیر ابھری......

رابعہ نے چائے کپوں میں نکالی۔

''لاؤ......میں لے جاتی ہوں۔''

رابعہ نے بے حد حیرت سے ثانیہ کو دیکھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ فرخ کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہے گی......

''گھر جا کر بتائے گا کہ میکے میں بھی رابعہ سے ہی کام کرواتے ہیں......'' رابعہ کی حیرت دیکھ کر اسے وضاحت دینا پڑی۔

''کون سا جھوٹ کہے گا......'' رابعہ کے لہجے میں ناراضی در آئی۔

''قسم سے نانی! آج تو شمیم آراء کو بھی مات دے رہی ہیں۔'' وہ بڑی فرصت سے نانی کے گھٹنے سے لگا مکھن لگا رہا تھا۔ جو پوپلے منہ میں ثابت بادام رکھے گھما رہی تھیں۔ جو فرخ کی جیب سے نکلا تھا۔ انہوں نے عادتاً منہ میں ڈال لیا جبکہ بتیسی پاس ہی پانی کے گلاس میں پڑی دانت نکال رہی تھی۔ وہ اب ویسے بھی دادی کے مسوڑوں پر فٹ نہ آتی کہ منہ مزید سوکھ گیا تھا۔ کسے فرصت تھی کہ انہیں دوبارہ ڈینٹسٹ کے پاس لے جاتا۔

''رہنے بھی دو...... جوانی میں شمیم آراء میرے آگے پانی بھرتی تھی۔'' انہوں نے فخریہ کہا۔ فرخ ہنستا ہوا سیدھا ہو بیٹھا۔

''سچ میں نانی......!''

نانی کا جواب سننے سے پہلے ہی نگاہوں کی گرفت میں چائے لے کر آتی ثانیہ آ گئی تو آنکھوں میں خباثت بھری چمک ابھر آئی۔ یہ کہنا بے جا نہ تھا کہ دونوں میں اینٹ کتے کا بیر تھا۔

''کیسی ہو ثانیہ......؟ اس دن کے بعد تم نظر ہی نہیں آئیں۔''

''یا اللہ خیر! چائے میں زہر تو نہیں ملا لائی......'' ثانیہ کے ہاتھوں میں چائے کی ٹرے دیکھ کر دادی کو ہول اٹھنے لگے۔

''تم نے بھی تو چکر نہیں لگایا......'' اس نے ٹرے سامنے میز پر رکھی۔ اور خود دادی کی دوسری طرف جا کر بیٹھ گئی۔

(''ایسا دوستانہ لہجہ......'')

فرخ کو حیرت نے آلیا۔

''میں تو انتظار کرتی رہی......''

دوسرا جھٹکا نانی نواسے کو اکٹھے لگا۔

ثانیہ......اور فرخ کا انتظار......؟

دادی نے بے چینی سے پہلو بدلا، اور ذرا جھک کر چائے کی رنگت اور خوشبو کا جائزہ لیا۔ رنگت تو ٹھیک تھی، خوشبو بھی چائے کی ہی تھی۔

''تمہارے طنز سننے کی عادت جو ہوگئی ہے۔ چائے لو!''

''نہیں، نہیں...... چائے گھر جا کر پی لے گا۔'' دادی نے عجلت میں کہا۔

''بے فکر رہیں دادی...... جو گڑ سے مر جائے، میں اسے زہر نہیں دیتی۔'' ثانیہ نے ہنسی دبائی۔

''ابھی وہ زہر بنا ہی نہیں جو فرخ کو مار دے۔'' فرخ نے کپ اٹھا لیا۔

''بسکٹ بھی لے لو، کیا یاد کرو گے ثانیہ کے ہاتھ سے چائے بسکٹ ملے تھے۔''

''لڑکی! تیرا دماغ دموغ ٹھیک ہے؟'' دادی کو غش آنے لگے۔

فرخ نے ذرا سا پیچھے ہو کر دادی کے عقب سے ثانیہ کو دیکھا اور بھنویں اچکائیں...... گویا پوچھتا ہو۔ ''کیا ارادہ ہے؟''

''ابھی تو دماغ ٹھیک ہوا ہے دادی......'' ثانیہ نے دادی کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکائی۔ ''بس یونہی خیال آیا، چھوٹی سی تو زندگی ہے۔ اسے نفرت کی نذر کرنے کے بجائے محبت سے گزارتے ہیں مل جل کر......''

''دادی صدقے......!'' وہ تو نہال ہی ہوگئیں...... ''یہی تو میں سمجھاتی ہوں۔''

''مجھے تو سمجھ آ گئی ہے۔ میری طرف سے تو ساری دشمنیاں ختم......فرخ کا پتا نہیں۔'' اس نے اطمینان سے کندھے اچکائے اور بسکٹ اٹھا کر کھانے لگی۔

''اپنوں میں کون سی دشمنیاں ہوتی ہیں۔ دو برتن ایک ساتھ ہوں تو کھڑک ہی جاتے ہیں، تم بچے مل جل کر رہو اور کیا چاہیے۔'' انہوں نے بڑے پیار سے باری باری دونوں کو دیکھا۔

ثانیہ مسکرا کر اٹھ گئی۔

فرخ مشکوک نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

''بس زبان کی ہی تیز ہے......دل کی بری نہیں ہے۔''

''ہری مرچ ہے......''

''جانے بھی دے، اس نے اپنا دل صاف کرلیا ہے، تم بھی کرلو۔'' دادی نے نہ جانے کون کون سے خواب دیکھنے شروع کر دیے تھے۔

''دیکھتے ہیں۔'' فرخ نے چائے کی چسکی لی اور اپنے سیل فون کی تلاش میں نظریں دوڑائیں، پھر ہڑ بڑا کر کھڑا ہوا۔

''میرا موبائل......؟''

''یہیں ہوگا...... اس کے کون سا پر لگے ہیں۔'' دادی نے لاپروائی سے کہتے بادام تھوکا اور حسرت سے بڑ بڑائیں۔

''ہائے کیسے کچر کچر چبایا کرتے تھے۔'' پھر پانی میں ڈوبی بتیسی کو گھورا۔ ''کمبخت کسی کام کی نہیں رہی۔''

فرخ تیزی سے کمرے کی طرف لپکا......وہ کچن میں کھڑی اس کا موبائل دیکھ رہی تھی۔ ویڈیو اس نے ڈیلیٹ کردی تھی۔

''جاہل......!'' فرخ نے اپنا موبائل جھپٹا۔

''تم بھول گئے تھے، میرا نام ثانیہ ہے۔''

فرخ نے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے موبائل جیب میں ڈالا۔

''ایسی بہت سی ویڈیوز بنا لوں گا۔''

''میں موقعہ دوں گی تب نا......'' وہ ہنسی۔

''اسی لیے اتنی میٹھی بن رہی تھی۔'' فرخ کو خود پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ چوک کیسے گیا۔

''ہرگز نہیں...... میں نے خلوصِ نیت سے تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا، اب دوستی تو برابری کی سطح پر ہوتی ہے نا۔'' ثانیہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر تحمل سے کہا۔

''جہنم میں جاؤ۔'' وہ غصے سے تن فن کرتا چلا گیا۔

''جہنم میں تو تمہیں بھیجوں گی۔'' وہ بڑبڑائی۔

☆......☆......☆

خستہ پراٹھوں اور تازہ آملیٹ کی خوشبو کو نظر انداز کرتا وہ گزرنے کو تھا کہ توفیق نے پکار لیا۔ وہ رکنا نہیں چاہتا تھا مگر باپ کا احترام آڑے آ گیا۔ تب ہی خاموشی سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ ارم بھی کالج جانے کے لیے تیار تھی۔

آسیہ کے چہرے پر بھی ناراضی کے رنگ نمایاں تھے۔ پھر بھی انہوں نے خاموشی سے پراٹھا عبید کے سامنے رکھ دیا۔

''یار! ایسی بھی کیا ناراضی...... رات سے کمرے میں بند ہو۔'' توفیق صاحب نے ہلکے پھلکے لہجے میں احساس دلایا کہ ان کے گھر میں مسئلے بات چیت سے حل ہوتے ہیں، ناراضی سے نہیں......

''تو کیا کروں، کسی نے نہ میری بات سنی نہ سمجھی، بس آن واحد میں میری بات کو رد کر دیا۔ جیسے اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔''

اس نے شاکی سی نگاہ ارم پر ڈالی۔ اسے سب سے زیادہ دکھ ہی ارم کے رویے پر ہوا تھا۔ وہ سمجھتا تھا، ارم ثانیہ کا نام سنتے ہی خوشی سے ناچنے لگے گی۔

''مگر بیٹا! تمہاری امی اور ارم کے خدشے بھی تو بے جا نہیں ہیں۔ شادی صرف لڑکی سے نہیں، دو خاندانوں میں ہوتی ہے اور یہاں تو خود ثانیہ کے خیالات بھی......'' انہوں نے ذرا کھل کر بات مکمل کی۔

''غلط تو نہیں کہہ رہیں......''

''ابو! ثانیہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ اور یہ بات آپ لوگ جانتے ہیں، وہ ارم سے جو کچھ بھی کہتی رہی ہے، رابعہ کے حالات کی وجہ سے کہتی رہی ہے۔ نادرہ خالہ کی بھی ساری زندگی اسی طرح گزری ہے۔ وہ یہاں آئے گی، جب سب کا پیار، مان اور محبت دیکھے گی تو بدل جائے گی۔''

عبید کا بس نہ چلتا وہ کس طرح سب کی رائے کو ثانیہ کے حق میں بدل دے۔

''وہ نہیں بدلے گی۔ اس کی فطرت میں خود غرضی ہے۔ وہ سب کے ساتھ بنا کر رکھنے والوں میں سے نہیں ہے۔'' ارم بول اٹھی۔

''جس لڑکی کے بغیر تم نوالہ نہیں توڑتی تھیں، اس میں یہ ساری خامیاں تمہیں اب نظر آ رہی ہیں۔ عبید نے چبھتے لہجے میں پوچھا۔

ارم بے بس ہو کر ماں کو دیکھنے لگی۔

''کیونکہ دوستی میں یہ ساری باتیں نظر انداز ہو جاتی ہیں، مگر جس رشتے میں تم......''

''بات صرف اتنی سی ہے......'' عبید نے بدلحاظی سے بات کاٹی...... ''ایشو ثانیہ نہیں ہے۔ ایشو اس گھر میں آنے والی بہو ہے۔ وہ کوئی بھی ہو، آپ لوگوں کی یہی رائے ہو گی۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ میری شادی کی بات رہنے ہی دیں۔ میری زندگی میں تو ویسے بھی ثانیہ کے علاوہ اور کسی کی گنجائش نہیں ہے۔'' وہ کرسی گھسیٹ کر اٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا۔

''یا اللہ! یہ میرا عبید تھا۔'' آسیہ نے تو دل ہی پکڑ لیا۔

''ٹینشن نہ لیں، بلکہ کچھ دن اس ٹاپک کو کلوز ہی کر دیں۔ عبید ابھی کچھ بھی نہیں سنے گا۔'' توفیق نے رسانیت سے سمجھایا۔

''اس نے تو آنے سے پہلے ہی ہمارے گھر میں پھوٹ ڈال دی ہے۔ آ گئی تو نہ جانے کیا کرے گی۔'' آسیہ رونے والی ہو گئیں۔

☆......☆......☆

وہ کب سے اسپورٹس گراؤنڈ کی سیڑھیوں پر بیٹھی خالی گراؤنڈ کو دیکھ رہی تھی۔ یہ پیریڈز ٹائم تھا۔ فضا میں پھیلی خاموشی پر پرندوں کی آوازیں خراشیں ڈال رہی تھیں۔ نیلا شفاف آسمان سر پر جھکا آ رہا تھا۔

''جب فیصلہ کر ہی لیا تو یہ اضطراب کیوں؟''

''فیصلہ تو کر لیا مگر دل ہے کہ سنبھلتا ہی نہیں......''

''جانتی تھی تم یہیں ملوگی۔''

ارم کی آواز نے اسے بے چین کر دیا۔ وہ اس سے بچنے کے لیے تو یہاں آئی تھی۔

''تمہیں نہیں لگتا، ہمیں بات کرنی چاہیے۔''

ارم نے بیگ اپنے اور اس کے درمیان رکھا اور بیٹھ گئی۔

''کس بارے میں؟'' ثانیہ ٹھٹکی۔

''یہ سب مجھ سے کیوں چھپایا؟''

ثانیہ نے گہری سانس بھری۔

''میں خود سے لڑتے لڑتے تھک گئی ہوں ارم۔''

''تب ہی لڑنے کے لیے میرے بھائی کو کھڑا کر دیا۔''

ثانیہ نے تیزی سے گردن گھما کر اسے دیکھا۔

ارم کے چہرے پر اجنبیت اور آنکھوں میں ناراضی تھی۔ جیسے وہ اس کی بچپن کی سہیلی نہ ہو، کوئی اجنبی ہو۔

''تم جانتی تھیں تم کیسی زندگی گزارنا چاہتی ہو۔ تم یہ بھی جانتی تھیں کہ ہم کیسی بھابھی لانا چاہتے ہیں۔ کوئی میچ ہی نہیں تھا، پھر عبید کو بے وقوف کیوں بنایا؟''

''میں نے اسے بے وقوف نہیں بنایا...... میں نے اس سے محبت کی ہے۔'' ثانیہ نے تیزی سے بات کاٹی۔

''تمہاری اس خودغرض محبت کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔'' ارم ترخ کر بولی۔ ''اس لیے ہماری زندگیوں سے نکل جاؤ۔''

''میں بہت پہلے تمہارے بھائی کی زندگی سے نکل چکی ہوں ارم، اس کی دراز کھول کر دیکھنا، میرے لاکٹ کے ساتھ ایک انگوٹھی بھی ہوگی۔ جو عبید مجھے پہنانے کے لیے لایا تھا۔'' ثانیہ کو ارم کے رویے نے بہت دکھ دیا تھا۔

ایک لمحے کو ارم چپ ہوئی۔ پھر کھڑی ہوگئی۔

''تم خودغرض ہی نہیں، جھوٹی بھی ہو ثانیہ......''

ثانیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ دھوپ ارم کے عقب میں چمک رہی تھی۔

''اگر ایسا ہوتا تو آج عبید اپنے ماں باپ سے تمہاری خاطر نہ لڑ رہا ہوتا۔''

ارم کو اندازہ نہ تھا اس کے اس جملے نے دل گرفتہ ثانیہ کو کس طرح سہارا دیا تھا۔ وہ جو اندر سے ڈھے گئی تھی، پھر سے قدموں پر کھڑی ہوگئی۔

''لیکن تم کچھ بھی کر لو، عبید کو ہم سے دور نہیں کرسکتی ہو۔ تم میری دوست ہو، تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں مگر تم پر اپنا اکلوتا بھائی قربان نہیں کرسکتی۔ میں نے تمہیں کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا۔ امی بھی تمہیں اور تمہارے گھر کو پسند نہیں کرتیں۔ اس لیے خدا کا واسطہ ہے میرے گھر اور میرے بھائی سے دور رہو۔''

ارم سامنے سے ہٹ گئی۔

دھوپ میں اتنی شدت تھی کہ ثانیہ کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ چبھن اتنی تھی کہ پانیوں سے بھر گئیں۔

پتا نہیں وہ روئی تھی کہ دھوپ کی شدت تھی۔

وہ جاتی ہوئی ارم کو پوری طرح دیکھ بھی نہ پائی۔

دیکھا تو ارم نے بھی نہ تھا، جب بچپن کی دوستی کو پلے گراؤنڈ کی سیڑھیوں پر بیٹھی ثانیہ کے منہ پر مارا تھا کہ اس کی حالت کیا ہوئی۔

ورنہ ایک بار تو اس کا بھی دل کانپ جاتا۔

وہیں بیٹھے بیٹھے ثانیہ پگھلنے لگی۔
حلق میں کانٹے اگ آئے تو اس نے بیگ سے پانی کی بوتل نکال کر منہ کو لگالی۔

☆......☆......☆

ثانیہ کے اندر باہر آگ سی لگی تھی۔ ارم کی باتوں نے جھلسا کر رکھ دیا تھا۔
(تم کچھ بھی کرلو، عبید کو ہم سے دور نہیں کرسکتی ہو۔ میں نے تمہیں کبھی اس نظر نہیں دیکھا۔ امی بھی تمہیں اور تمہارے گھر کو پسند نہیں کرتیں)
احساسِ توہین بڑھتا ہی جا رہا تھا۔
وہ تو خود ہی عبید کی زندگی سے نکلنے کو تیار تھی۔ مگر یہ لوگ کون ہوتے ہیں ثانیہ کو رستے سے ہٹانے والے......
اس کے موبائل کی اسکرین روشن ہوئی۔
ثانیہ نے چونک کر پہلے سوئی ہوئی رابعہ کو دیکھا۔ پھر موبائل اٹھایا۔
''بات کرنی ہے تم آجاؤ ورنہ میں آجاؤں گا۔''
ثانیہ نے آنکھیں سکوڑ کر اس میسج کو کئی بار پڑھا۔
چند لفظوں میں بے بسی، جھنجھلاہٹ اور غصہ مترشح تھا۔
(اگر ایسا ہوتا تو آج عبید اپنے ماں باپ سے تمہاری خاطر لڑ نہ رہا ہوتا)
''جو میری خاطر سب سے لڑ رہا ہے، آدھی رات کو میرے گھر آنے کی دھمکی دے رہا ہے، وہ ثانیہ کی خاطر اور کیا کرسکتا ہے۔'' وہ بڑبڑائی۔
(میرے گھر اور میرے بھائی سے دور رہو)
اس نے پاؤں نیچے رکھے اور چپل پہنی۔
''یہ فیصلہ ثانیہ نے کرنا ہے۔ ارم نے نہیں......
محبت کی اس کہانی کا اختتام ثانیہ لکھے گی، کوئی اور نہیں......''

''مجھے نہیں معلوم تمہارے نزدیک محبت کیا ہے؟ نہ میں کوئی صوفی ہوں نہ عالم...... میں تو بس اتنا چاہتا ہوں کہ جسے دل میں بسایا ہے اسے گھر میں بھی بساؤں...... جدائی محبت کی معراج ہے۔ میری سمجھ میں یہ فلسفے نہیں آتے ثانیہ......''

چاندنی میں ڈھلے دو ہیولے آمنے سامنے تھے۔

اس کی آواز بارش میں بھیگی ہوا جیسی تھی۔

مدھر اور معطر دھیمی سرگوشی میں ڈھلی......

''میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی، پا کر کھونا زیادہ اذیت ناک ہوگا۔'' اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوبی تھی۔

بے قرار، مضطرب......

''ایسے کیوں سوچتی ہو؟ جب کسی نامحرم سے محبت ہو تو پانے کا مقدس رستہ شادی ہے۔''

''شادی محبت کی موت ہے۔'' ثانیہ کا دماغ اسی ایک نقطے پر جم کر رہ گیا تھا۔ ''چاہتوں کے پھول دینے والے شادی کے بعد صرف زخم دیتے ہیں۔''

''ثانیہ! میں سہیل نہیں ہوں۔'' وہ زچ ہو گیا۔

''تم عبید بھی نہیں رہو گے۔ صرف شوہر بن جاؤ گے۔ اپنے گھر والوں کی خدمتیں کرواؤ گے۔ میری غلطی ہو نہ ہو، ان کے پیر پکڑ کر معافی منگواؤ گے۔''

وہ ایک لمحہ اس کے دل میں انی کی طرح گڑ گیا تھا۔

''میرے ماں باپ کو ذلیل کرو گے اور بھول جاؤ گے کہ میں وہی ثانیہ ہوں جس سے تم محبت کرتے تھے۔''

''وہم مت پالو...... مجھے رشتوں میں توازن رکھنا آتا ہے۔''

''مجھے یقین نہیں......'' وہ جانے کو پلٹی۔

عبید کے ہاتھ میں اس کا بازو آیا۔ اس کی گرفت میں سختی اور غصہ تھا۔

''ایسا کیا کروں کہ تمہارے خدشے دور ہو جائیں...... بولو......؟'' اس نے جھٹکا دیا۔ ثانیہ نے

دوسرا ہاتھ منڈیر پر رکھ کر خود کو بچایا۔

''تم مجھے زخمی کر دو گے۔''

''میں مر جاؤں گا، بولو ایسا کیا کروں کہ تمہیں مجھ پر اعتبار آ جائے۔'' اس کی آواز میں طیش تھا اور اسی طیش میں وہ خود کو آزمائش کے کٹہرے میں کھڑا کر گیا تھا۔

وقتِ امتحان سامنے تھا۔

اب ہار ہوتی یا جیت...... ثانیہ نے جوا کھیل دیا۔

عبید کی گرفت کمزور ہوئی۔ پھر اس نے ہاتھ اس کے بازو سے ہٹا کر منڈیر پر رکھ دیا۔ نیم تاریکی تھی ورنہ وہ دیکھتی، اس کی آنکھوں میں کیسی بے یقینی تھی۔

''تمہارے جواب کا انتظار رہے گا۔''

وہ پلٹی اور بھاگتی ہوئی سیڑھیاں اتر گئی۔

عین آخری سیڑھی پر رابعہ کھڑی تھی۔

ثانیہ کو رکنا پڑا۔

یہ بہانے بنانے کا وقت نہیں تھا۔ اسے رابعہ کو سب بتانا پڑا۔ وہ ہکا بکا منہ کھولے سب سنتی رہی۔

''یہ سب کب سے چل رہا ہے؟'' رابعہ کچھ دیر بعد بولنے کے قابل ہوئی۔

''زیادہ دیر نہیں ہوئی۔'' وہ ٹیک لگائے تکیہ گود میں رکھے اس کے دھاگے کھینچ رہی تھی۔

''تو وہ رشتہ کیوں نہیں بھیجتا......؟''

''کیونکہ میں نے اس کے سامنے ایک شرط رکھی ہے۔''

''کیسی شرط......؟''

ثانیہ نے نظریں اٹھا کر رابعہ کو دیکھا اور اپنی شرط بتا دی۔

رابعہ کا منہ بے یقینی سے کھل گیا۔

☆......☆......☆

قتل نہ کرو، بس محبت کر کے چھوڑ دو

کسی قاضی سے پوچھو یہ بھی سزائے موت ہے

وہ اب بھی وہیں بیٹھا تھا۔ چپ اور گم صم......

''یہ تم نے کیا کیا ثانیہ...... مجھ پر، میری محبت پر اعتبار تو کر کے دیکھتیں......'' وہ بڑبڑایا۔

دوراہا سامنے تھا اور اسے کسی ایک راہ کو چننا تھا۔ دونوں رستوں پر جدائی کھڑی تھی۔

رشتے یا محبت......

اسے کسی ایک کو چننا تھا۔

''تم پاگل تو نہیں ہو گئیں......'' رابعہ برس ہی پڑی۔

''اس میں کیا پاگل پن ہے۔''

''تم نے اسے کہا وہ شادی سے پہلے تمہارے لیے الگ گھر ارینج کرے۔''

''ہاں! میرا حق ہے۔''

''اور وہ یہ کرے گا۔''

''وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے، کرے گا۔''

''اپنے گھر والوں سے محبت نہیں کرتا ہو گا؟'' رابعہ کے سوال پر وہ جھنجھلا گئی۔

''جو میری خاطر اپنے گھر والوں سے لڑ رہا ہے، وہ الگ نہیں ہو گا۔''

''تمہاری خاطر لڑے گا، مگر تمہاری خاطر اپنے گھر والوں کو نہیں چھوڑے گا۔ لکھ کر رکھ لو، کوئی ہیر رانجھا کی فلم نہیں چل رہی۔ اور تم نے الگ کس سے رہنا ہے۔ اتنے نائس لوگ ہیں۔ تمہاری زندگی سکون سے گزر جائے گی۔''

''کوئی نائس وائس نہیں ہیں۔ ارم نے ابھی سے میرے خلاف عبید کے کان بھرنا شروع کر دیے ہیں۔ دوستوں میں بے تکلفی میں ہونے والی باتیں عبید کو بتا دیں۔'' ثانیہ بھڑک اٹھی۔

''اور تم نے اس کی ہر بات پر تصدیق کی مہر لگا دی۔'' رابعہ نے تاسف سے ہاتھ ملے۔ اس کا

بس نہیں چل رہا تھا کہ دو جھانپڑ لگائے تا کہ ثانیہ کے ہوش ٹھکانے آ جائیں۔

''خود سوچو......ہم وسیم کے لیے ایسی لڑکی لانا چاہیں گے جو شادی سے پہلے ہی الگ رہنے کی شرط رکھ دے۔''

''مجھے دوسروں کا نہیں پتا...... مجھے اپنا پتا ہے کہ مجھے کیسی زندگی گزارنی ہے۔اور میں اچھی طرح جانتی ہوں۔مرد بیوی کے لیے کچھ کرے نہ کرے، محبوبہ کے لیے ضرور جان دیتا ہے۔عبید آئے گا، ضرور آئے گا۔'' ثانیہ نے پورے یقین سے کہا۔

رابعہ نے اسے بے حد افسوس سے دیکھا۔

''تم نے اسے کھو دیا ہے ثانیہ......''

ایک لمحے کو ثانیہ کا دل ڈوب گیا۔دوسرے پل اس نے خود کو سنبھال لیا۔

''نہیں......محبت میں بہت طاقت ہوتی ہے۔وہ بھی ہار جائے گا۔''

☆......☆......☆

''کیا ہو رہا ہے؟'' اپنے لیے ناشتہ بناتی ثانیہ چونک کر پلٹی۔ پھر فرخ کو دیکھ کر مسکرا دی۔ جب سے ثانیہ کا رویہ درست ہوا تھا، فرخ کے چکر بڑھتے ہی جا رہے تھے۔ثانیہ نے سوچ لیا تھا اب اس کی وجہ سے رابعہ کی زندگی میں کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔تب ہی اس سے ہنس بول لیتی۔

''ناشتہ بنا رہی ہوں۔تم لوگے؟''

''نہیں، میں تو ابھی بازار سے کر کے آیا ہوں۔''

''عیش ہیں بھئی...... جب دل چاہا، بازار نکل گئے۔''

''تمہارے لیے بھی لے آؤں؟'' اس نے فوراً آفر کی۔

''نہیں......اب تو بن گیا ہے۔'' وہ ٹرے لے کر نکلنے لگی تو پھر رک گئی۔

''کیا بات ہے، آج کل بہت نکھرتے جا رہے ہو۔کوئی گرل فرینڈ تو نہیں بنا لی۔'' وہ بڑی بڑی باتیں اتنے آرام سے کر جاتی تھی کہ فرخ بھی سٹپٹا جاتا۔

''ایسی کوئی بات نہیں......''

''خود ہی کہا کرتے تھے، لڑکیاں تم پر مرتی ہیں۔'' وہ پاس سے نکل گئی۔

''ایسی لڑکیوں کو لفٹ کون کرواتا ہے۔''

وہ پیچھے پیچھے چلا آیا۔ رابعہ اپنا سامان سمیٹ رہی تھی۔

''آپا! جلدی کریں۔ مجھے اماں کو شاپنگ پر بھی لے جانا ہے۔'' فرخ نے آواز لگائی۔

''اماں! ہمیں بھی شاپنگ کروا دیں۔'' دادی کے پاس بیٹھ کر نوالہ توڑتی ثانیہ نے بلند آواز سے ماں کو کہا۔ جو اندر گھسی رابعہ کو نجانے کون کون سی نصیحتیں کر رہی تھیں۔ جسے بہر صورت رابعہ نے ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکالنا ہی تھا۔

''میرے بینک کھلے ہیں۔'' وہ چڑ کر باہر نکلیں، ساتھ میں رابعہ بھی تھی۔

''کروا دیں مامی...... موسم بھی تو بدل گیا ہے۔'' فرخ نے سفارش کی، ساتھ ہی غور سے ثانیہ کو دیکھا، وہ خوب صورت تھی۔ اور پہننے اوڑھنے کی شوقین بھی...... سفید ٹراؤزر، گلابی دوپٹے، قمیص میں ملبوس، گلابی گڑیا سی لگی۔

(کچھ دن پہلے تک ہری مرچ لگتی تھی)

مگر دادی کی مسلسل برین واشنگ اور ثانیہ کے بدلے رویے نے اسے بھی یقین دلا دیا تھا کہ وہ دل کی بری نہیں ہے۔

''نئی کمیٹی نکلے گی تو دلا دوں گی۔ اس بار تو......'' انہوں نے آہ بھری۔

''کمیٹی کب نکلے گی؟'' تھا تو آصفہ کا بیٹا...... بے ساختہ پوچھ بیٹھا۔

''جب ڈالوں گی۔'' نادرہ جل بھن گئیں۔

رابعہ نے جلدی جلدی سب سے رخصت چاہی۔ مبادا ماحول بگڑ جائے۔

''رابعہ! اچھے کلر لینا، پچھلے سال کی طرح پھیکے پھیکے رنگ نہ لے لینا۔ بلکہ ایسا کرو، فرخ کو ساتھ لے جاؤ۔ دیکھو، کتنے شوخ کلر پہنتا ہے۔'' ثانیہ نے بے ساختہ طنز کیا، جسے فرخ نے اپنی تعریف سمجھ کر قبول کر لیا۔

''پچھلے سال بھی شاپنگ پھوپھو نے ہی کی تھی۔''

''آہ! سوری......!'' ثانیہ نے زبان دانتوں تلے دبائی۔ ''غلطی سے بول گئی۔ پلیز فرخ اب گھر جا کر پھوپھو سے نہ کہہ دینا۔ خوامخواہ بے عزتی ہو جائے گی۔''

ایسے میٹھے لہجے میں سوری کہتی کتنی کیوٹ لگ رہی تھی۔

''میں پاگل ہوں۔''

''نہیں بھئی، پورے گھر میں ایک تم ہی تو عقل مند ہو۔''

ایک لمحے کو لگا کہ اس نے طنز کیا ہے، پھر سوچا اس کا بات کرنے کا انداز ہی ایسا ہے۔ اوپر سے وہ انہیں دروازے تک رخصت کرنے ہی آ گئی۔

''اب بھی وقت ہے۔'' رابعہ نے اس سے گلے ملتے ہوئے کہا۔

عبید اور اس کا گھرانا...... ثانیہ کے لیے اس سے اچھا پرپوزل کہاں سے ملتا...... رابعہ کو افسوس تھا وہ اپنی بے وقوفی سے اتنا اچھا رشتہ کھو دے گی۔

''وقت ہمیشہ ثانیہ کے ہاتھ میں رہتا ہے، تم فکر نہ کرو۔'' اس کے لہجے میں اپنی ذات کا غرور تھا۔

''جو ثانیہ کا ہو گیا، وہ کہیں جائے بھی تو کیسے جائے۔''

اس نے دور سے آتی عبید کی بائیک کو دیکھا۔ وہ بھی اسے دیکھتے ہوئے اپنے گھر کے سامنے رکا۔

''بند کر دے دروازہ...... اب کیا انہیں گھر تک چھوڑ کر آئے گی۔'' نادرہ کی پاٹ دار آواز پر اس نے کھٹ سے دروازہ بند کر دیا۔

عبید گہری سانس لے کر رہ گیا۔

اس کی ایک جھلک نے بے چین دل کو کچھ اور بے قرار کر دیا تھا۔

''یہ فرخ کے ساتھ ہنسی ٹھٹھول کس لیے ہوتے ہیں؟'' وہ پلٹی تو نادرہ نے آڑے ہاتھوں لیا۔

''خود ہی تو کہتی رہتی ہیں رابعہ کے لیے مسئلہ ہوتا ہے، اچھی طرح بات نہیں کرتی۔''

''میں نے فرخ کے ساتھ کہا تھا؟''

''اماں! ایک ہی بار لسٹ دے دیں۔ کس کے ساتھ ہنسوں، کس کے ساتھ بات کروں۔'' وہ چڑ کر دادی کے ساتھ بیٹھ گئی۔ ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

''بس رہنے دو۔ اس سے برداشت نہیں ہوتا کہ بچے آپس میں مل جل کر رہیں۔'' دادی نے ٹوکا۔ نادرہ بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے چلی گئیں۔

''تم نے ذرا سیدھے منہ بات کی، کیسے تمہارے آگے پیچھے پھرنے لگا ہے۔ ساری زندگی سکون رہے گا۔''

''میں نے کون سا ساری زندگی یہ دم چھلا اپنے ساتھ لگا کر رکھنا ہے۔'' ثانیہ ٹرے اٹھا کر کچن میں چلی گئی۔

''میں تو لگا کر ہی رہوں گی......'' دادی مسکرائیں اور بڑبڑائیں۔

☆......☆......☆

بڑے پیارے پرنٹ تھے۔ اور بہت خوب صورت کلرز......آصفہ ایک ایک سوٹ نکال کر دکھا رہی تھیں۔ رابعہ اچھی بہو کی طرح تعریف پر تعریف کر رہی تھی۔ کہنی کے بل نیم دراز فرخ نے موبائل سے نظریں ہٹا کر دونوں کو دیکھا۔

''امی! آپا کے کون سے ہیں؟''

''تمہاری آپا کے لیے بھی لائی ہوں۔'' آصفہ نے شاپر سے دو سوٹ نکال کر رابعہ کے سامنے کیے۔

''لو، یہ تم سلوا لو۔''

فرخ ایک دم سیدھا ہوا۔

رابعہ کا دل بجھ گیا۔ سستا کپڑا...... پھیکے پرنٹ......

''امی! یہ آپا کے پہننے والے ہیں......؟ رنگ تو دیکھیں......'' اس نے فوراً اعتراض جڑا...... آصفہ سٹپٹا گئیں۔

''ان کو کیا ہے؟ رابعہ کی رنگت صاف ہے، جو بھی پہنتی ہے، سج جاتا ہے۔''

''نہیں امی......'' فرخ نے شاپر کھینچ کر سامنے کیا۔ دو خوب صورت رنگوں کے سوٹ نکال کر رابعہ کے سامنے رکھ دیے۔

''آپا...... آپ یہ سلوائیں۔''

رابعہ نے سٹپٹا کر ساس کو دیکھا جن کا صدمے سے منہ کھل گیا تھا۔

''امی کی طرف کیا دیکھ رہی ہیں۔ اب امی کی عمر تو نہیں ہے اتنے شوخ رنگ پہننے کی۔ امی آپ کے والے سلوا لیں گی۔ وہ بھی تو انہوں نے ہی پسند کیے ہیں۔

''شکریہ پھوپھو...... '' رابعہ نے سوٹ اٹھائے۔ ''میں سہیل کو دکھا کر آتی ہوں۔'' سوٹ سمیت بھوالہ دین کے جن کی طرح غائب ہوگئی۔

''میرے اتنے مہنگے جوڑے...... '' مارے صدمے کے آصفہ کے منہ سے اتنا ہی نکلا۔

''گھر کی بہو پہنے گی تو آپ کی ہی عزت ہوگی۔'' وہ مزے سے کہتا موبائل پر نمبر ملاتا باہر نکل گیا۔ پیچھے سے آصفہ نے کئی صلواتیں سنا دیں۔

''بے وقوف، کم عقل لڑکا...... آج کل آپا پر بڑا پیار آرہا ہے۔ وہ کیسے لے کر بھاگ گئی...... ابھی لے کر آتی ہوں...... میرے اتنے مہنگے جوڑے......''

وہ لپک جھپک وہاں پہنچیں...... جہاں رابعہ سہیل کو جوڑے دکھا رہی تھی اور وہ خوش ہو رہا تھا۔

''رابعہ وہ سوٹ......''

''آئیں امی...... بہت خوب صورت کپڑے لائی ہیں۔ میں رابعہ سے کہہ رہا تھا کہ دیکھا امی تمہارا کتنا خیال رکھتی ہیں۔ کہاں ہوتی ہیں ایسی ساسیں......'' سہیل روانی میں بولتا گیا۔

آصفہ نے بے بسی سے ہاتھ میں پکڑے سوٹوں کو دیکھا جو وہ بدلوانے لائی تھیں۔

''میں نے تو کبھی پھوپھو کو ساس سمجھا ہی نہیں......'' رابعہ الگ کھلی جا رہی تھی۔

''امی...... یہ کیا ہے؟'' سہیل کی نظر ان کے ہاتھ میں پکڑے جوڑوں پر گئی۔

''یہ آپ کے ہیں......؟ بہت اچھے ہیں...... ایسے کلر پہنا کریں...... آپ کی عمر کے لحاظ سے سوٹ کرتے ہیں۔''

اب وقت ہی الٹ چل رہا تھا تو وہ مزید کیا بولتیں......

''عمر کے لحاظ سے تو مجھ پر کفن سوٹ کرتا ہے۔'' انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے بے بسی سے کپڑوں پر نگاہ دوڑائی۔

آصفہ کو تو سوتوں کا غم لگ گیا تھا۔لڑنے کے بہانے ڈھونڈتی تھیں۔ رابعہ نے بھی چپکے سے کپڑے سینے کے لیے بھیج دیے۔ثانیہ خوب ہنسی......

''فرخ نے تو کمال ہی کر دیا۔میں تو اسے ایویں ہی سمجھتی تھی۔'' دونوں بہنیں فون پر بات کر رہی تھیں۔

''تمہاری الٹی سیدھی تعریفوں کو سچ سمجھ بیٹھا ہے۔''

''مرد ہوتے ہی بے وقوف ہیں......بس تمہیں ہینڈل کرنا نہیں آتا۔''

''اب ایسے تو مت کہو......'' رابعہ نے ٹوکا۔

''فرخ کی مثال سامنے ہے، کتنا اکڑا کرتا تھا۔''

''عبید نے جواب دیا......؟'' رابعہ کے اچانک سوال پر وہ ایک لمحے کو چپ ہو گئی۔

''دے دے گا جواب......کوئی آسان فیصلہ تو نہیں ہے۔''

''اور اگر اس نے......''

''ثانیہ! مجھے لگتا ہے میری سانس رک جائے گی۔'' وہ رات کو آیا عبید کا میسج سنانے لگی۔

''مجھ سے جدائی کا خیال جس کی سانس بند کر دے، وہ میرے خلاف فیصلہ دے گا؟''

''اللہ تمہارے حق میں بہتر کرے۔'' رابعہ کا دل مطمئن نہیں ہوتا تھا۔

''تم صرف اپنی ساس کی ٹینشن لو......میرے لیے اللہ نے اچھا ہی اچھا لکھا ہے۔'' اس کے بڑے بولوں پر رابعہ کا دل لرز اٹھا تھا۔

ثانیہ کے سامنے عبید کا نیا میسج آ گیا۔

''تمہیں نہیں لگتا اتنا اہم فیصلہ کرنے سے پہلے ہمیں ایک بار بات کرنی چاہیے۔''

''ایک چھوٹا سا گھر، میں تم اور محبت......سوچو زندگی کتنی خوب صورت ہو۔'' ثانیہ نے جواب میں ایک خواب لکھ دیا۔

''باقی رشتوں کے بغیر......''

''میں تم سے تمہارے رشتے نہیں چھیننا چاہتی۔بس اپنا حق مانگ رہی ہوں......تمہارے ساتھ اپنی زندگی گزارنے کا حق......اب مجھ سے سوال نہ کرنا......مجھے صرف جواب دو عبید......''

وہ تڑپ رہا تھا۔ثانیہ نے اس کی گردن میں پھندہ کس دیا۔

تبھی کال بیل ہوئی۔

ثانیہ نے موبائل پاورڈ آف کر دیا اور اٹھ کر دروازہ کھولا۔

''تم......خیریت ہے؟''فرخ کو سامنے دیکھ کر بدمزہ ہوگئی۔

''کیوں تمہارے گھر میں صرف ہنگامی حالت میں آیا جا سکتا ہے۔''وہ اندر آیا۔تبھی ثانیہ کی نظر اس کے ہاتھ میں پکڑے شاپر پر گئی۔

''رابعہ نے پھر سلائی کے لیے کپڑے بھیج دیے۔پتا بھی ہے اماں کی نظر کمزور ہوگئی ہے۔''

''تو تم سلائی سیکھ لو۔''فرخ نے مفت مشورہ دیا۔

''نوازش!مجھ سے نہیں ہوتے ایسے کام......''اس نے نخوت سے ہاتھ ہلایا۔

''تمہیں کرنے بھی نہیں چاہییں۔''فرخ نے محتاط انداز میں ادھر ادھر دیکھا۔صحن خالی تھا۔گویا اچھا موقع تھا۔''وہ میں تمہارے لیے لایا تھا۔''اس نے شاپر سے سوٹ نکال کر دکھایا۔میرون کلر کا خوب صورت برانڈڈ سوٹ تھا۔

''میرے لیے کیوں لائے ہو؟''ثانیہ حیران ہوئی۔

''تمہارے لیے گفٹ نہیں لا سکتا؟ہماری دوستی کی خوشی میں......''

''پھوپھو کو پتا چل گیا تو حشر کر دیں گی۔''

''انہیں کون بتائے گا۔''

''ان سے کوئی بات چھپتی ہے۔سب سے پہلے تو تم ہی بتاؤ گے۔''وہ جا کر سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔

مرد واقعی بے وقوف ہوتے ہیں۔ڈھنگ سے بات کیا کر لی،تحفہ ہی لے آیا۔ثانیہ کو ہنسی آرہی تھی۔

''ایسا کچھ نہیں ہے۔میں بہت دل سے تمہارے لیے لایا ہوں۔''وہ ناراض ہوا۔بدلا بدلا سا فرخ کتنا عجیب لگ رہا تھا۔

''ٹھیک ہے۔''اس نے شاہانہ انداز میں تحفے کو شرف قبولیت بخشا۔

''کسی نے پوچھا تو صاف مکر جاؤں گی۔تمہیں بھی پتا ہے ہمارے ہاں اس طرح کے تحفے

تحائف کی کوئی گنجائش نہیں۔''

''جانتا ہوں۔'' وہ گرل پر ہاتھ رکھ کر وہیں کھڑا ہو گیا۔

''چائے بناؤں؟'' ثانیہ نے ٹالنے والے انداز میں پوچھا۔

''نہیں پھر آؤں گا، تب تک تم سلوا کر پہن لینا۔''

''ٹھیک ہے۔''

(اب دفع بھی ہو جاؤ)

اور وہ دفع ہو گیا......

''چھچھورا...... بے ہودہ!''

''اے ثانیہ! کون آیا تھا؟''

دیوار کا سہارا لے کر دادی باہر آئیں۔ کمال کی سماعت اور تجسس تھا۔ بیل ہوئی کچھ دیر باتوں کی آواز آئی اور آنے والا چلا بھی گیا۔ وہ نادرہ نہ تھیں جو کان لپیٹ کر لیٹی رہتیں۔

''فرخ تھا دادی...... پھوپھو نے میرے لیے سوٹ بھیجا ہے۔''

اس سے پہلے کہ دادی کو سیڑھیوں تک آنا پڑتا اور وہ آ بھی جاتیں، ثانیہ ان کے پاس آ گئی۔

ادی تو نہال ہو گئیں۔ ثانیہ اور فرخ کے رشتے کا خواب سچ ہوتا دکھائی دیا۔

موسم ہی نہیں، لوگ بھی بدلنے لگے تھے۔

وہ بہت شوق سے سوٹ کھول کر دیکھنے لگیں۔

☆......☆......☆

صبح کا وقت تھا۔ اسکول، کالج، دفتر جانے والے اپنے اپنے ٹھکانے کی طرف جا چکے تھے۔ گلی میں پھیری والوں کا راج تھا۔ پھلوں والے، سبزی والے، ردی والے......

نادرہ بھی سبزی لینے لگیں۔ توفیق صاحب نے گاڑی نکالی...... ان کے ساتھ آسیہ بیٹھی تھیں۔ حلیہ بتاتا تھا کسی خاص جگہ کی تیاری ہے۔

ارم آ کر گیٹ بند کرنے لگی تو نادرہ پر نگاہ پڑی۔

''السلام علیکم خالہ!''

''تم کہاں غائب ہوتی ہو؟'' انہوں نے سلام کا جواب دیا۔

''کالج جاتی ہوں خالہ......!''

''ہیں......ثانیہ تو چھٹیوں پر چھٹیاں کر رہی ہے۔''

''بس اب کلاسز فری ہو جائیں گی۔''

''یہ تمہاری ماں کہاں بن ٹھن کر گئی ہے۔'' انہوں نے شاپر پکڑ کر سبزی والے کو پیسے دیے۔

ارم نے تذبذب کے ساتھ انہیں دیکھا۔ پھر کچھ سوچ کر صاف لہجے میں بتایا۔

''عبید بھائی کی بات پکی کرنے گئی ہیں۔''

''ہیں......اتنے چپکے چپکے......'' وہ حیران ہوئیں۔

''بس بات پکی کرلیں......پھر مٹھائی بانٹیں گے۔'' اس نے خوش دلی سے کہا اور گیٹ بند کرنے لگی۔

نادرہ اندر آ گئیں۔

''ثانیہ......! سبزی لے لے......''

ثانیہ نے آ کر شاپر ان کے ہاتھ سے لیا......

''تم نے بتایا نہیں عبید کا رشتہ کہاں کیا ہے۔ ارم نے بتایا ہی ہوگا۔''

''عبید کا رشتہ......'' ثانیہ نے ہونق ہو کر انہیں دیکھا۔

''ہاں وہ گئی ہیں آسیہ آج بات پکی کرنے......'' نادرہ کہتے کہتے کچن میں چلی گئیں۔

شاپر ثانیہ کے ہاتھ سے گر گیا۔

یہ عبید کا جواب تھا۔

قسط نمبر 4

ثانیہ نے بے حد حیرت سے نیچے گری سبزی کو دیکھا۔ اور دوبارہ سے سوچنے کی کوشش کی کہ نادرہ کیا کہہ گئی ہیں۔

"عبید کی شادی کسی اور کے ساتھ......؟"

"عبید کا فیصلہ کسی اور کے حق میں......" وہ پنجوں کے بل بیٹھ کر آلو پیاز چننے لگی۔

"محبت نہیں......رشتے۔"

"ثانیہ نہیں......ماں باپ۔"

"وہ تمہاری خاطر لڑے گا مگر تمہاری خاطر اپنے ماں باپ کو نہیں چھوڑے گا۔" رابعہ نے کہا تھا مگر تب اسے یقین نہیں آیا تھا۔

"تم دیکھنا، وہ آئے گا۔ میری خاطر......وہ مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے کہ مجھے چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"یہ تمہاری عمر کی فینٹسی ہے۔ پھر بھی تمہارے لیے دعا کروں گی۔" رابعہ کے لہجے کا طنز......ترس اور خلوص اسے ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔ تب ہی اس نے نخوت سے ناک چڑھا کر ہاتھ جھاڑے تھے۔

"مجھے تمہاری دعاؤں کی ضرورت نہیں۔ میری محبت کی طاقت ہر چیز کو ہلا کر رکھ دے گی۔ تم دیکھ لینا۔"

ہائے اس کے لہجے کا غرور......اس کے قدموں میں بکھرا اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔

"تم اسے کھو دو گی ثانیہ......" رابعہ نے دہائیاں دی تھیں۔

"ثانیہ عبید کو کیسے کھو سکتی ہے؟ ثانیہ عبید کے بغیر کیسے جی سکتی ہے۔" وہ کھڑی ہوئی۔

نجانے کس زعم میں اتنی بڑی بازی لگا بیٹھی تھی۔ اور سب کچھ ہار گئی۔

''نہیں......!'' اس نے نفی میں سر ہلاتے چھت پر جاتی سیڑھیوں کو دیکھا اور دیوانہ وار سیڑھیاں چڑھ گئی۔ نادرہ ٹوکری لے کر باہر آئیں تو بکھری سبزی کو دیکھ کر سر پیٹ لیا۔

''ثانیہ......او ثانیہ......! ادھر آ...... تیرے گوڈے گئے سینکوں...... سبزی نہ اٹھائی گئی...... اب کہاں سنے گی...... کانوں میں موبائل دے کر بیٹھی ہوگی۔'' وہ زچ ہو کر خود ہی سبزی ٹوکری میں ڈالنے لگیں۔

''السلام علیکم مامی!'' تب ہی فرخ وارد ہو گیا۔ نادرہ بدمزہ ہو گئیں۔ اب آصفہ بی بی فرخ کو جاسوس بنا کر آئے دن بھیج دیتی تھیں۔ کہیں اس گھر کی کوئی بات چھپی نہ رہے۔

''یہ آپا نے کڑھی بھجوائی ہے۔'' فرخ نے ڈونگا آگے کیا۔

''ارے بھئی رکھ دو...... میں یہ بکھراوا سمیٹ لوں۔'' وہ جھنجلائیں۔

''ثانیہ کہاں ہے، اسے آواز دیں۔''

''کہاں ہوگی...... اندر بیٹھی ہوگی۔'' نادرہ مزید چڑ گئیں۔

''اچھا چھوڑیں...... میں کرتا ہوں......'' فرخ کو مامی پر ترس آ گیا۔ درد کرتے گھٹنوں کے ساتھ نیچے بیٹھنا جھکنا بھی مشکل ہی تھا۔

☆......☆......☆

عبید نے دو ہتھیلیوں میں پانی بھر کے منہ پر چھپاکا مارا...... جلتے بلتے چہرے پر ٹھنڈے پانی نے سکون بخشا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر واش بیسن پر بہتے پانی کو دیکھا۔ اور خاموشی سے دیکھتا ہی رہا۔ ذہن اتنا الجھا ہوا تھا کہ وہ بھول گیا کہ یہاں کیوں کھڑا ہے۔

تب ہی وہ ننگے پاؤں بے تابانہ سیڑھیاں اترتی ہوئی آئی۔

عبید کو دیکھ کر ایک لمحے کو ٹھٹکی۔ اس نے دوبارہ پانی کا چھپاکا چہرے پر مارا۔

تب ہی ثانیہ نے اسے کندھے سے دبوچ کر اپنی طرف گھمایا۔

عبید نے اس ناگہانی پر بوکھلا کر آنکھیں کھولیں۔ وہ آنکھوں میں سمندر لیے اس کے سامنے کھڑی

تھی۔ جس میں بے یقینی کی کشتیاں ہلکورے لے رہی تھیں۔ لرزتے ہونٹوں پر لفظ کپکپا رہے تھے۔

"میں مر جاؤں گی عبید!" دوسرے لمحے وہ اس کے بازو پر ماتھا ٹکا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

عبید نے لب بھینچ لیے، کڑا وقت تھا۔

محبت نظروں کے سامنے سسک رہی تھی۔ دل چاہتا تھا اسے دل میں چھپا لے۔ سینے میں بھینچ لے......

مگر......

"میں بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا ثانی! مگر تم نے شرط ہی اتنی کڑی رکھ دی ہے کہ میں......"

"کوئی شرط نہیں...... کچھ بھی نہیں، مجھے صرف تم چاہیے ہو۔" وہ ننھی بچی بن گئی۔ جس کا پسندیدہ کھلونا ٹوٹ گیا تھا اور وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر رو رہی تھی۔

عبید نے اس کے سر پر اپنا گیلا ہاتھ رکھا اور جھٹکے سے اس کا چہرہ سامنے کر کے آنکھوں میں جھانکا۔

"میرے گھر والوں کے ساتھ رہ لو گی؟"

"ہاں رہ لوں گی، سب سہ لوں گی۔"

عبید بے یقین ہوا۔ یہ ثانیہ تھی جو اپنی ضد میں سب کھونے جا رہی تھی اور اب کھونے کے ڈر سے سب سہنے کو تیار تھی۔

"تمہیں مجھ پر، میری محبت پر اعتبار نہیں، میری موت پر تو آئے گا نا۔" وہ تیزی سے اندر کی طرف لپکی۔

"ثانیہ......!" عبید کچھ نا سمجھی میں پیچھے بھاگا۔ ثانیہ نے سیدھا کچن میں جا کر دم لیا۔ اور تیزی سے دراز کھول کر چھری نکال لی۔

عبید کے قدموں تلے سے زمین کھسک گئی۔

"پاگل ہو گئی ہو؟"

"ہاں، ہو گئی ہوں۔ بیٹھ کر اس بات کا انتظار نہیں کر سکتی کہ ارم آ کر مجھے تمہاری منگنی کی مٹھائی کھلائے......تم کیسے مجھے چھوڑنے کو تیار ہو گئے ہو عبید......؟"

اندر چلتی LED کی آوازوں میں کچھ اور عجیب و غریب آوازیں مکس ہوئیں تو ارم نے گھبرا کر LED بند کر دی۔

''یا اللہ خیر......!''

''ایسا کچھ نہیں ہے۔ بے وقوف لڑکی......'' عبید نے لپک کر اس کی کلائی دبوچی اور چھری چھین کر دور پھینک دی۔ ثانیہ روتے روتے نیچے ہی بیٹھ گئی۔ اپنی اتھل پتھل سانسوں کو سنبھالتا عبید اس کے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔

وہ جذباتی تھی، مگر اس حد تک چلی جائے گی۔

وہ لمحہ جو ٹل گیا تھا مگر عبید کو سرتاپا ہلا کر رکھ گیا۔

اس نے گردن موڑ کر گھٹنوں میں چہرہ چھپائے ہچکیاں لیتی ثانیہ کو دیکھا۔

''اب بچھڑنا اتنا مشکل لگ رہا ہے کہ جان دینے کو تیار ہو گئیں۔ اور جب خود فیصلہ کیا تھا۔''

''میں نے نہیں، ارم نے کہا تھا۔''

ارم کے قدم دروازے میں ہی زنجیر ہو گئے۔ سامنے کا منظر ہی ایسا تھا۔

''ارم نے؟'' عبید نے تحیر سے دروازے میں ایستادہ بہن کو دیکھا۔ ثانیہ نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔ سامنے کھڑی ارم کو دیکھ کر ایک لمحے کو چپ ہوئی۔

''ارم نے کیا کہا تھا؟''

ارم نے کچھ کہنے کو لب کھولے...... مگر اس سے پہلے ہی ثانیہ بول اٹھی۔

''میں تمہارے راستے سے ہٹ جاؤں، تمہیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ دوں...... کیونکہ تمہارے گھر والے مجھے بہو کے روپ میں پسند نہیں کرتے ہیں۔ ارم! یہی کہا تھا نا؟''

ارم صم بکم......

ثانیہ نے اسے بولنے کے قابل ہی کہاں چھوڑا تھا۔

عبید کی سلگتی نگاہوں میں بلا کی ملامت تھی۔

"شاید ارم کا بھی قصور نہیں ہے۔" ثانیہ نے سختی سے دونوں ہاتھوں سے چہرہ رگڑا۔ بکھرے بال سمیٹے۔
"اکلوتا بھائی بلینک چیک ہوتا ہے..... اسے وہیں کیش کروایا جاتا ہے جہاں سے کچھ ملنے کی امید ہو۔ میرے گھر والوں سے تم لوگوں کو کیا ملتا..... ارم نے کہا تو میں نے سوچا، تمہیں امتحان میں نہ ڈالوں، اسی لیے وہ گھٹیا شرط رکھ دی۔"

"جھوٹ مت بولو ثانیہ!"

سارے واقعات گڈ مڈ ہو گئے......

ثانیہ نے پہلے شرط رکھی تھی یا ارم نے پہلے کہا تھا اس بات کا فیصلہ کون کرتا۔

جان دینے کو تیار ثانیہ..... عبید کو بدگمانی کی گہری کھائی میں دھکا دے چکی تھی۔ جہاں عبید کو کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ وہ تیورا کر کھڑا ہوا۔

"عبید! میری بات سنو، ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔"

لفظ ہاتھ چھڑا کر کونوں کھدروں میں جا گھسے۔

عبید نے جھک کر ثانیہ کا بازو پکڑا، اسے جھٹکے سے کھڑا کیا۔

"دھکے دے کر گھر سے نہ نکالنا..... محبت کی اتنی لاج تو رکھ لو۔" ثانیہ کرلائی۔

"میرے ساتھ آؤ......" اس نے یہ جملہ ارم سے کہا تھا اور ثانیہ کو لے کر چلا گیا۔ اس کا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا۔ حواس باختہ ارم پیچھے لپکی۔ عبید نے کمرے میں آ کر ثانیہ کا بازو چھوڑا۔ ثانیہ نے دیکھا تو ارم پھر سے دروازے میں ہی کھڑی رہ گئی۔

عبید نے ایک جھٹکے سے دراز کھولی۔ اندر رکھی انگوٹھی نکالی...... پھر پلٹ کر ثانیہ اور اس کے عقب میں کھڑی ارم کو دیکھا۔ ایک ایک قدم چلتا ثانیہ کے پاس آیا۔ ہاتھ پکڑا اور انگوٹھی پہنا دی۔

"آج سے ثانیہ عبید کی ہے اور دنیا کی کوئی طاقت ہمیں الگ نہیں کر سکتی۔ خواہ وہ میرے گھر والے ہی کیوں نہ ہوں۔" وہ ثانیہ کی آنکھوں میں دیکھتا اسے یقین دلا رہا تھا۔

دروازے میں کھڑی ارم چند لمحوں میں ہی بے معنی ہو گئی تھی۔

☆......☆......☆

کچن کی کھلی کھڑکی سے ننھی چڑیا کا شور آ رہا تھا۔ نجانے اسے کس چیز کی طلب تھی۔ بغلی گلی میں رکھے کٹوروں میں پانی نہیں تھا یا دانے...... ارم ہر چیز سے بے خبر دونوں ہاتھ گود میں رکھے دیوار کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی تھی۔ اس کی نظروں کے سامنے چھری اب تک فرش پر پڑی تھی۔ نیلی چوڑیوں کا کانچ بھی آس پاس بکھرا اس کی آنکھوں میں چبھ رہا تھا۔ وہ بہت سارا رونا چاہتی تھی مگر رو نہیں پا رہی تھی۔ جاتے جاتے ثانیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دبایا تھا۔

''سوری ارم! میں تمہارا پردہ نہیں رکھ سکی۔''

اس کی انگلی میں انگوٹھی کا موتی چمک رہا تھا۔

بالکل اس کی آنکھوں کی طرح......

دکھ یہ نہیں تھا کہ عبید نے اسے انگوٹھی پہنائی۔

دکھ تو یہ تھا کہ اس نے ارم کی کسی بات کا اعتبار نہیں کیا...... اس کی کسی وضاحت کو نہیں مانا...... اس کے جھوٹ پر بھی یقین رکھنے والے بھائی نے آج اس سے کہا تو بس اتنا......

''مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی ارم......''

کب گاڑی گیراج میں رکی، کب توفیق اور آسیہ اندر آئے...... اسے کچھ خبر نہ ہوئی...... چونکی تو اس وقت جب توفیق صاحب نے باآواز بلند سلام کیا۔ ننھی چڑیا ان کی آواز سے ڈر کر اڑ گئی۔

''تم بھی ساتھ چلتیں تو اچھا تھا...... گھر کا ماحول دیکھ کر میرا تو دل خوش ہو گیا۔ کیا ہی رکھ رکھاؤ والے لوگ ہیں...... اور اتنی پیاری بچی......'' توفیق صاحب نے بیٹھتے بیٹھتے بیٹی کی اڑی ہوئی رنگت دیکھی۔

جبکہ آسیہ نے بولتے بولتے پانی کا گلاس بھر کے توفیق صاحب کے سامنے رکھا۔

''اچھا ہوا نہیں گئی۔'' ارم بڑبڑائی۔

تب ہی عبید کچن میں آیا۔

''آؤ بھئی...... تمہاری ہونے والی سسرال کی بات ہو رہی ہے۔'' توفیق صاحب نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔ انہیں لگا شاید بہن بھائی میں کچھ ان بن ہوئی ہے۔

''ہاں...... بہت خوب صورت لڑکی ہے۔ پڑھی لکھی، مہذب اور صاحب جائیداد......'' آسیہ قصداً مسکرائیں۔ اور مڑ کر اپنے لیے پانی ڈالنے لگی تھیں جب فرش پر نگاہ پڑ گئی۔

''تو آپ اس کی جائیداد کے بدلے مجھے گروی رکھ آئی ہیں۔'' بیٹے کی سرسراتی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تو ٹوٹی چوڑیوں سے دھیان بھٹک گیا۔

''دماغ ٹھیک ہے، کیا کہہ رہے ہو؟'' توفیق نے فوراً بیٹے کو لتاڑا۔

آسیہ کی آنکھوں میں نمی در آئی۔

عبید نے کبھی اس طرح بات نہیں کی تھی۔

''خوامخواہ ماں پر الزام مت لگاؤ...... صاف صاف بتاؤ جس سے منگنی کرنی تھی کر لی۔'' ارم پھٹ پڑی۔

گومگو کی کیفیت سے باہر نکل آئی۔

''ہاں...... کر لی ہے۔ تو......؟'' وہ پھاڑ کھانے کو دوڑا۔

''عبید! بہن سے کس لہجے میں بات کر رہے ہو؟'' توفیق غصے سے کھڑے ہوئے۔

''بہن ہوتے ہوئے جو دشمنی اس نے میرے ساتھ کی ہے، وہ میں کبھی معاف نہیں کروں گا۔''

وہ ان کا بے حد فرماں بردار بیٹا تھا۔ اس کا یہ رویہ ان سب کے لیے اتنا اجنبی تھا کہ سب کے سب ششدر رہ گئے۔ ارم سے چپ نہ رہا گیا تو ہر بات صاف صاف بتا دی۔

''اتنی نافرمانی......''

بات بڑھی تو بڑھتی چلی گئی۔ بگڑی تو پھر بگڑتی ہی گئی۔

''آپ کو ثانیہ کے گھر رشتہ لے کر جانا ہی ہوگا۔'' وہ ڈٹ گیا۔

''ہرگز نہیں...... جس لڑکی نے یہاں آنے سے پہلے ہی بیٹے کو ہمارے سامنے لا کھڑا کیا، اسے بہو بنا کر لے آؤں۔'' توفیق بگڑ گئے۔

''تو ٹھیک ہے۔ مجھے بھی اس گھر میں نہیں رہنا جہاں میری کسی بات کی کوئی اہمیت ہی نہیں......''

توفیق صاحب نے پلکیں جھپک کر اپنے بیٹے کو دیکھا جو رات کو پاؤں دبائے بغیر سوتا تک نہ تھا۔ تمتماتا چہرہ، شکن آلود پیشانی، آنکھوں میں بے گانگی اور اشتعال......

آسیہ اور ارم نے بوکھلا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

تب ہی توفیق صاحب نے انگلی اٹھا کر باہر کی طرف اشارہ کیا۔

''نکلو! ابھی اور اسی وقت میرے گھر سے نکلو۔ مجھے تم جیسی نافرمان اولاد کی ضرورت نہیں۔''

''کیا کہہ رہے ہیں توفیق......'' آسیہ تڑپ کر سامنے آئیں۔

''یہ پرائی لڑکی کی خاطر ہم سے ہر تعلق توڑنے کو تیار ہے۔ وہ سسرال میں رہنا نہیں چاہتی۔ یہ ہمیں چھوڑنے کو تیار ہے۔ تو نکلو...... اس سے شادی کرو...... گھر بساؤ...... بس ہم اس شادی میں شریک نہیں ہوں گے۔'' وہ غصے سے کانپ گئے۔

''ٹھیک ہے، جیسے آپ کی مرضی......'' ایک لمحے کے توقف کے بغیر عبید نے کہا اور کچن سے نکل گیا۔

تینوں نفوس دم بخود کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

اور اپنے کمرے میں گول گول گھومتی ثانیہ ہنستے ہنستے بیڈ پر گر گئی۔

انگوٹھی والا ہاتھ سامنے کر کے غور سے انگوٹھی کو دیکھا اور پھر اس پر لگا نگینہ چوم لیا۔

کچھ بھی ہو، وہ عبید کو جیت گئی تھی۔

''تم میرے ہو عبید...... تمہیں پانے کے لیے کچھ بھی کروں گی۔'' اس نے مٹھی بند کر کے سینے میں بھینچ لی۔

☆......☆......☆

''تم تو یوں خوش ہو جیسے انگوٹھی اس کی امی نے پہنائی ہو۔''

ثانیہ نے بدمزہ ہو کر ہاتھ کھینچ لیا۔

''لوگ بھی کبھی پورا خوش نہیں ہونے دیتے......''

وہ خوشی خوشی رابعہ کو بتانے آئی تھی۔

''اور تمہاری شرط کا کیا ہوا؟'' رابعہ نے ابلے ہوئے آلو چھیلنا شروع کر دیے۔ وہ دہی بھلے بنانے کی تیاری کر رہی تھی۔

ثانیہ نے نظریں چرالیں۔

''اسے کھونا بہت مشکل ہے رابعہ...... میں اپنی بات پر قائم نہیں رہ سکی۔''

ثانیہ نے اپنی شکست کا اعتراف کر ہی لیا۔ رابعہ خوش ہوگئی۔ اسے عبید اور اس کا گھرانہ بہت پسند تھا۔ دل سے چاہتی تھی ثانیہ کی شادی عبید سے ہی ہو۔

''تو اس کے گھر والے کب رشتہ لے کر آ رہے ہیں؟''

''ابھی پوچھ لیتی ہوں۔'' اس نے شوخی سے کہتے اپنا موبائل اٹھا کر نمبر ملایا۔

''کیا کر رہی ہو...... اب بے شرموں کی طرح اس سے پوچھو گی، رشتہ لے کر کب آ رہے ہو؟'' رابعہ نے گھبرا کر ٹوکا۔

ساتھ ہی دروازے سے باہر جھانکا۔ پھوپھو آس پاس نہیں تھیں۔

''جس نے کی شرم، اس کے پھوٹے کرم......'' ثانیہ کھلکھلائی۔

رابعہ نے دل ہی دل میں اس کی ہنسی کے دائمی ہونے کی دعا کی۔

''عبید! کیسے ہو؟''

رابعہ نے گھبرا کر اسے آہستہ بولنے کا اشارہ کیا۔

''ٹھیک ہوں......'' اس کا لہجہ سنجیدہ اور آواز بجھی بجھی تھی۔

''کیا ہوا......؟ امی ابو واپس آ گئے۔ ارم نے کوئی ہنگامہ تو نہیں کیا......؟ دیکھو، اگر کیا بھی ہو تو تم کچھ مت کہنا...... خوامخواہ ان سب کا دل میری طرف سے برا ہوگا۔''

رابعہ نے حیرت سے بھنویں اچکائیں۔

ثانیہ اور مصلحت اندیشی......

''ثانیہ! میں گھر چھوڑ رہا ہوں۔''

''کیوں......؟'' وہ جو ڈھیلے ڈھالے انداز میں کھڑی بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھی۔ایک دم سیدھی ہوئی۔

''ابو نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔''

''اکلوتے بیٹے کو گھر سے نکال دیا۔یعنی تمہاری خوشی ان کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔''

رابعہ نے بری طرح چونک کر ثانیہ کو دیکھا۔اس کا لہجہ بجھا اور شہابی رنگت تمتمانے لگی تھی۔

''ضرور ارم نے انہیں بھڑکایا......''

رابعہ نے ایک دم اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر نفی میں گردن ہلائی۔ثانیہ نے لب بھینچ لیے۔

''جو کچھ بھی ہے،اب تم میری امانت ہو۔جلد یا بدیر میں تمہیں لے جاؤں گا،ابھی مشکل وقت ہے۔مگر گزر جائے گا۔'' وہ اسے تسلیاں دے رہا تھا۔

''میں بہت بدقسمت ہوں عبید! مجھے کبھی بھی خوشی مکمل نہیں ملی۔''

ثانیہ کا بھیگا لہجہ عبید کو تڑپا گیا۔

''تمہاری قسمت میں ہوں،مجھے بدمت کہو......''

ثانیہ نے تھکے تھکے انداز میں کال کاٹ دی۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' رابعہ کو صورت حال کا اندازہ ہو گیا تھا۔

''میری قسمت میں سب اتنی جلدی ٹھیک نہیں ہو گا۔''

''تمہیں عبید کو روکنا چاہیے تھا۔وہ گھر نہیں چھوڑے......اس طرح بات مزید بگڑ جائے گی۔''

''ضرور چھوڑے......انہیں بھی تو پتا چلے عبید کی زندگی میں ثانیہ کی کتنی اہمیت ہے۔'' وہ سلگ کر بولی اور کھڑی ہو گئی۔

''چلتی ہوں......''

رابعہ نے افسوس سے اسے جاتے دیکھا۔وہ چہکتی مہکتی اسے خوش خبری سنانے آئی تھی۔اب جھنجھلائی،دل گرفتہ واپس جا رہی تھی۔

''ثانیہ!''

''اف......!'' ثانیہ نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ یا تو اس نے کالی بلی کی طرح راستہ کاٹا تھا یا نحوست بن کے عقب سے آوازیں دیتی تھیں۔ اب بھی بیرونی دروازہ کھولتے ہی وہ کسی تصویر کی طرح ایستادہ سامنے تھا۔

''تم کب آئیں......؟'' فرخ کی آنکھوں میں جگمگاہٹ اور ہونٹوں پر مسکراہٹ درآئی۔ وہ جو زہر لگتی تھی، اب ایک ہی نظر میں رگ جاں مہکا جاتی...... وہ لاابالی سا نوجوان کب محبت کی راہ کا مسافر بن گیا، خود بھی نہیں جانتا تھا۔

''اب تو جا رہی ہوں۔''

''لیکن میں تو ابھی آیا ہوں۔'' وہ اندر آیا۔ ثانیہ کو تھوڑا پیچھے ہٹنا پڑا۔

''میں آپا سے ملنے آئی تھی۔'' اس نے جھنجھلا کر جتایا۔

''آجاؤ...... بڑا آرڈر کرتے ہیں۔'' فرخ جانتا تھا وہ بڑا لور ہے۔

''ضرورت نہیں ہے، مجھے ابھی جانا ہے۔'' ثانیہ منتظر تھی، فرخ راستہ چھوڑے بلکہ اس کی جان چھوڑے......

''تم سے ضروری بات کرنی ہے۔''

''بولو......'' بات سنے بنا چارہ ہی نہ تھا۔

''امی میرے لیے لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔'' وہ مسکرایا۔

''تو......؟'' اس نے تنک کر پوچھا۔

''کہو تو اپنی پسند بتا دوں......؟'' فرخ ذرا سا اس کی طرف جھکا۔

''سو دفعہ بتا دو...... مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟'' ثانیہ نے چڑ کر اسے سامنے سے ہٹایا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

فرخ کے دل میں پھلجڑیاں چھوٹنے لگیں۔

''اس کا مطلب ہے نانی ٹھیک کہتی ہیں۔''

☆......☆......☆

سب دم بخود سے بیٹھے تھے۔ آن واحد میں سب کچھ ہی بدل گیا تھا۔ نہ عبید...... وہ عبید رہا تھا نہ گھر والے...... ارم کو پورا یقین تھا...... ابو کے سب کچھ کہنے کے باوجود عبید انتہائی قدم نہیں اٹھائے گا۔ توفیق صاحب کو بھی یہی لگا تھا اور آسیہ کو تو پورا یقین تھا کہ عبید کچھ ہی دیر میں آ کر باپ سے معافی مانگ لے گا۔

وہ بچپن سے ہی ماں کا غصہ سہ لیتا تھا مگر باپ کی خفگی پل بھر کو بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

مگر آج وقت الٹی ہی چال چل گیا تھا۔ عبید نے گھر چھوڑ دیا تھا۔ عبید نے کسی کی بھی پکار نہیں سنی۔

متوحش سی ارم گیراج تک اس کے پیچھے بھاگی۔

''عبید! ابو نے غصے میں کہا ہے۔ پلیز مت جاؤ......''

''ابو نے غصے میں کہا ہے مگر تم نے جو کچھ بھی کیا، ہوش و حواس میں کیا ہے ارم......'' عبید نے غصے سے اپنا ہاتھ چھڑا کر بائیک کو کک لگائی۔

''اچھا، مجھ سے غلطی ہوگئی۔ میں معافی مانگ لیتی ہوں۔''

بس وہ کسی بھی طرح بھائی کو روک لے، سارے قصور اپنے کھاتے میں ہی ڈال گئی۔

''میری معافی مشروط ہے ارم...... امی ابو کو منالو۔'' وہ گیند اس کے کورٹ میں پھینک کر چلا گیا۔

توفیق اور آسیہ نے بائیک کی آواز کو سنا جو دور جاتے جاتے معدوم ہوگئی تھی اور بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''ضروری تو نہیں ہر رشتہ اور ہر محبت آزمائش کی کسوٹی پر پورا ہی اترے...... کبھی کبھی ہم اپنے مان ہار بھی جاتے ہیں۔''

توفیق کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے لگے۔

دل جیسے دھڑکنا ہی بھولنے لگا۔

ان کو جوتے پہنانے والا، پاؤں دبانے والا بیٹا ٹھوکر مار کر چلا گیا تھا۔

کیا انہوں نے بیٹے کے ساتھ زیادتی کر دی، یا بیٹا ہی جلد باز اور خود غرض نکلا...... منظر دھندلا کیوں ہونے لگا۔

کیا جوان بیٹے جاتے ہوئے بینائی بھی لے جاتے ہیں......

تو پھر سماعتوں کا کیا......

انہوں نے دور سے آتی ارم کو اور آسیہ کی آوازوں کو سمجھنا چاہا......

نجانے وہ کیا کہہ رہی تھیں...... کس کو پکار رہی تھیں۔

انہوں نے بس خاموشی سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

☆......☆......☆

گھر میں گھستے ہی سب سے پہلے دادی کی دہائیاں کانوں میں پڑیں۔ ان کا بس نہ چلتا تھا کہ سامنے پڑے یخنی کے پیالے میں نادرہ کو ڈبکی ہی دے ڈالیں۔

''صبح تک تو یخنی تھی۔ اب تو مانو گھڑا پانی انڈیل کر میرے متھے مار دیا ہے کہ بی بی پینا ہے تو پیو...... نہانا ہے تو نہا لو......''

''ساری عمر شک کی عادت نہ گئی...... وہی یخنی ہے، میں کیا خود پی گئی ہوں۔'' گھر کے نجانے کس کونے سے نادرہ نے جواب داغا۔

''آنے دے میرے بیٹے کو......''

''آ ہی جائے تمہارا بیٹا بھی......''

ثانیہ کان لپیٹ کر سیدھا کمرے میں جا گھسی۔

آئینے کے سامنے رک کر خود کو غور سے دیکھا۔

''آخر اس میں کمی کیا ہے؟ کیوں عبید کے گھر والے اسے قبول نہیں کر رہے۔'' جھنجھلاہٹ سی دل و دماغ میں بھرنے لگی۔

''ارم کو مجھ سے ایک دم ہی کیا دشمنی ہو گئی ہے؟''

تب ہی اس کے موبائل پر بیل آنے لگی۔

''عبید! کہاں ہو؟''

''پتا نہیں......'' تھکے تھکے لہجے میں کہتے اس نے زرد پڑتی گھاس پر نظریں گاڑ دیں...... پارک خالی تھا۔ اونچے اونچے درختوں کی شاخوں میں چھپے پرندے خاموشی کی بکل مارے ہوئے تھے۔ سرمئی شام میں ٹھنڈ کا احساس بڑھنے لگا تھا۔

''تمہیں گھر نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔'' وہ پلنگ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

''تمہارے گھر والوں کو بہت دکھ ہوگا۔ خود تم بھی مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ خدا کی قسم عبید...... میں یہ نہیں چاہتی تھی۔''

''انہوں نے میرے لیے کوئی آپشن ہی نہیں چھوڑا تھا۔ ہمیشہ میری ہر خواہش کو مقدم سمجھنے والے آج میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش سے منہ موڑے بیٹھے ہیں۔ یہ میری زندگی ہے اور چاہتے ہیں کہ اس کے فیصلے وہ کریں۔ مجھے یقین نہیں آرہا...... امی...... ابو...... اور ارم...... وہ یہ سب کیسے کرسکتی ہے۔'' عبید پھٹ پڑا۔

''انسان کا پتا مشکل حالات میں ہی لگتا ہے۔ ایک ہی چھت تلے پلنے والے بہن بھائی بھی ایک دوسرے پر بہت دیر کے بعد کھلتے ہیں۔'' ثانیہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہوسکتا ہے، میں ارم کو اس کے بھائی کے قابل نہ لگتی ہوں۔''

''تم تو اس قابل ہو کہ کوئی تمہارے لیے اپنا گھر بھی چھوڑ دے۔'' عبید نے جذب سے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرا دی۔

''اب کہاں جاؤ گے، کہاں رہو گے؟''

''ثانیہ......!'' تب ہی نادرہ وارد ہوئیں...... ''اپنے موبائل سے وسیم کا نمبر تو ملاؤ۔ اتنی دیر ہو گئی، ابھی تک پہنچا کیوں نہیں......''

''خدا حافظ...... پھر بات کرتے ہیں۔'' ثانیہ نے بے دلی سے کال کاٹ دی۔ پھر وسیم کا نمبر

ملاتے ہوئے نادرہ سے پوچھا۔

''دادی کیوں چلا رہی تھیں؟''

''عادت جو ہے......'' نادرہ نے مسکراہٹ دبائی۔

''مطلب دادی سچ ہی کہہ رہی تھیں۔''

''بس کرو......اب اس عمر میں یخنیاں پی پی کر انہوں نے کون سی طاقت لانی ہے۔''

''نمبر بند ہے۔'' ثانیہ نے بے زاری سے بتایا۔

''اللہ خیر کرے، ابھی تک پہنچا کیوں نہیں......''

وہ پہنچا تو تھا۔ ٹیکسی سے اتر کر ٹیکسی والے کو کرایہ بھی دے دیا، اسی لمحے گھبرائی ہوئی ارم نے اپنے گھر کا دروازہ کھولا۔ ٹیکسی کو مڑتے دیکھ کر تیزی سے آوازیں دینے لگی۔

''کیا ہوا ارم......؟'' اس کی گھبراہٹ اور عجلت......ایک لمحے کو تو سمجھ میں نہ آیا کہ اسے وسیم سے مدد لینی بھی ہے کہ نہیں......پھر بے اختیار لبوں سے نکلا۔

''ابو کو ہاسپٹل لے کر جانا ہے، عبید نہیں ہے۔''

''اوہ میرے خدا......کیا ہوا انکل کو......؟''

پھر وہی تھا جو توفیق صاحب کو ہاسپٹل تک لے گیا۔ ارم اور آسیہ بھی ساتھ تھیں۔ توفیق صاحب کا بی پی بے حد لو تھا۔ ڈاکٹرز نے فوراً ڈرپ لگا دی۔ شکر تھا کہ زیادہ سیریس کیس نہیں تھا۔ وسیم ان دونوں کو ویٹنگ روم میں بٹھا کر خود ہی دوڑ دھوپ کرتا رہا۔

''یہ سب عبید کی وجہ سے ہو رہا ہے، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اس حد تک چلا جائے گا۔''

توفیق ڈرپ کے زیر اثر سو رہے تھے اور وہ دونوں پاس بیٹھی تھیں۔ ارم سے باپ کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ آسیہ نے تھکے تھکے انداز میں ارم کو دیکھا اور کچھ نہیں بولیں۔ تب ہی وسیم چلا آیا۔ اس نے ایک نظر ارم کے ستے ہوئے چہرے پر ڈالی اور پھر آسیہ سے مخاطب ہوا۔

''فکر کی بات نہیں ہے۔ ڈاکٹرز نے کہا ہے، ڈرپ ختم ہو جائے تو ہم جا سکتے ہیں۔''

''اللہ کا شکر ہے۔''

''آنٹی......! عبید سے رابطہ نہیں ہو رہا......اس کا نمبر بھی بند جا رہا ہے۔''

''اسے کال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا نمبر اب کسی اور کے لیے کھلتا ہے۔ میں ہوں اپنے ابو کے پاس ان کا خیال رکھنے کے لیے......آپ کو بھی جانا ہے تو چلے جائیں......'' ارم کے لہجے کی تلخی......وسیم چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''ارم......!'' آسیہ نے نرمی سے ٹوکتے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

''میں ابھی یہیں ہوں۔'' وسیم آہستگی سے کہہ کر باہر نکل گیا اور دوبارہ عبید کا نمبر ملانے لگا۔

''خود کو سنبھالو ارم......اپنے گھر کے راز بیچ چوراہے پر نہیں کھولتے۔'' آسیہ نے سمجھانا چاہا۔

''سب کچھ ان لوگوں کی وجہ سے ہی تو ہو رہا ہے۔ آج ابو اس کی بہن کی وجہ سے اس حال میں ہیں......اسے پتا ہونا چاہیے۔'' ارم تڑک کر بولی۔

''کسی کا قصور نہیں ہے۔ مرد مضبوط ہو تو کوئی عورت اسے اپنی انگلیوں کے اشارے پر نچا نہیں سکتی۔ غلطی تو میری ہے جو عبید کو ایک مضبوط شخصیت نہ دے سکی۔'' وہ یاسیت سے گویا ہوئیں۔

اسی لمحے وسیم کے موبائل پر ثانیہ کی کال آ گئی۔

وسیم نے بتایا کہ وہ کہاں ہے، تو گم صم ہو گئی، پھر سنبھل کر پوچھنے لگی۔

''آپ وہاں کیوں رکیں گے، عبید کہاں ہے؟''

''وہ یہاں نہیں ہے، مجھے لگتا ہے اس کا گھر والوں کے ساتھ کوئی جھگڑا ہوا ہے۔''

(''یا اللہ! ارم، وسیم بھائی کے سامنے کوئی الٹی سیدھی بات نہ کر دے۔'')

''ٹھیک ہے، امی اور دادی کو بتا دینا۔''

''کہاں رہ گیا میرا بچہ......کوئی مجھے بھی بتا دو۔'' دادی پکار رہی تھیں۔

(اور کچھ نہ ملا تو بیماری کا بہانہ بنا ڈالا تا کہ عبید ان کے قدموں میں آ کر بیٹھ جائے۔ شکر ہے اس کا نمبر بند ہے۔ ورنہ اب تک بلیک میل کر چکے ہوتے)

''ثانی.....اری او ثانی.....!''

''اف.....اف.....!'' وہ جھنجھلا کر باہر نکلی۔

''دادی آ رہے ہیں وسیم بھائی، پہنچنے والے ہیں، کسی کام میں پھنس گئے ہیں۔''

''آہستہ بولو، کیا کان پھاڑو گی۔'' انہوں نے کان پر ہاتھ رکھ کر گھورا۔

''آپ کو سنائی بھی تو کم دیتا ہے۔'' وہ بے زاری سے گویا ہوئی اور پاس ہی بیٹھ گئی۔

''بات سنو..... یہ آسیہ نے مٹھائی کیوں نہیں بھیجی.....؟'' دادی نے رازداری سے پوچھا۔

''کس بات کی مٹھائی.....؟'' ثانیہ بے خیالی میں انگوٹھی انگلی میں گھمانے لگی۔

''عبید کی بات پکی کرنے جو گئی تھی۔''

''دادی! آپ کو بڑی خبریں رہتی ہیں۔'' ثانیہ کا ہاتھ رک گیا۔

''اچھا.....میری سفید چادر تو لا دو۔''

''کیوں.....؟''

''مبارک باد دینے جاؤں گی۔''

''جب مٹھائی آئے گی تو مبارک باد بھی دے دینا۔'' ثانیہ زچ ہو گئی۔ تب ہی دادی کی نظر اس کے ہاتھ پر گئی تو چونک گئیں۔ ہاتھ پکڑ کر نظروں کے سامنے کیا، پھر تعجب سے پوچھا۔

''سونے کی ہے؟''

(نادرہ کی کوئی خفیہ کمیٹی نکلی ہے، جو بیٹی کا زیور بنوانا شروع کر دیا ہے)

''کہاں دادی.....!'' ثانیہ نے فوراً ہاتھ کھینچ لیا۔

(سامنے کھڑا بندہ دکھائی نہیں دیتا.....مگر سونے کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی)

''شوق ہے انگوٹھی پہننے کا؟'' دادی نے اشتیاق سے پوچھا۔

''کس کو نہیں ہوتا.....؟'' ثانیہ نے مبہم سا جواب دیا۔

''تو پہنانے کا انتظام کر دوں؟'' دادی نے احتیاطاً دریافت کیا۔

''رہنے دیں دادی، آپ کا ایسا دل کہاں...... آپ نے تو سب کچھ بیٹی کو دے ڈالا۔ ہمارے لیے تو کچھ رکھا ہی نہیں۔'' ثانیہ نے یاسیت سے سر جھٹکا۔ اور ہلکی دھوپ میں کھڑے امرود کی شاخوں میں چھپے کچے پکے امرود تلاشے...... اسے کچے پکے پھل سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، مگر کچھ ہی دنوں میں محلے کے بچوں کے چکر اور دادی کی لڑائیاں شروع ہو جاتی تھیں۔

''بیٹی کا رشتہ ہی ایسا ہے، دل چاہتا ہے جو کچھ پاس ہے، سب دے ڈالوں میں......'' انہوں نے پیار سے ثانیہ کو دیکھا۔

(ایک پوتی دے دی تھی، دوسری دینے کو من مچل رہا تھا)

''تو ہاں تو کر......''

''میری طرف سے تو ہاں ہی ہے، بس آپ دل بڑا کریں۔'' ثانیہ نے ناسمجھی میں اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری...... دادی کی پوپلی ہنسی پورے صحن میں محوِ رقص تھی۔

☆......☆......☆

''میں اب ٹھیک ہوں...... گھر چلتے ہیں۔'' توفیق نے طبیعت بحال ہونے پر پہلا مطالبہ یہی کیا تھا۔ وسیم ڈیوز کلیئر کروانے گیا تو ارم پیچھے لپکی۔

''آپ کا شکریہ وسیم بھائی...... میں کرلوں گی۔'' ارم نے جلدی سے سلپ پکڑی۔

''حساب کتاب گھر جا کر ہو جائے گا۔'' وسیم نے ایک نرم گرم نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی۔

''وسیم بھائی! میں اپنے حساب کتاب کلیئر ہی رکھتی ہوں اور یہ احسان جو آپ نے مجھ پر کیا ہے، یہ بھی کسی وقت چکا دوں گی۔'' لہجہ بلا کی غیریت لیے ہوئے تھا۔

اور اس کا یہ بے گانہ رویہ وسیم کو الجھا رہا تھا۔

(ایسا کیا قصور سرزد ہو گیا، اسے ڈھونڈے سے بھی نہ ملتا)

''ارم......!'' آسیہ کچھ یاد آنے پر وہیں چلی آئیں۔

''امی! پیسے دیں۔''

''جلدی اور گھبراہٹ میں پیسے اٹھانا بھول گئی۔'' آسیہ نے شرمندگی سے بتایا تو ارم خجل سی ہوگئی۔

''امی، حد کرتی ہیں۔ اسپتال میں کوئی مفت علاج ہوتا ہے۔''

''بس اس وقت حواس ہی بحال نہیں تھے۔''

وسیم ہلکا سا مسکرایا اور ارم کے ہاتھ سے سلپ لے کر بل پے کرنے لگا۔ مارے شرمندگی کے ارم اس کی طرف دیکھے بنا توفیق کے پاس چلی گئی۔

☆......☆......☆

(''میں نے خود کو کبھی اتنا کمزور محسوس نہیں کیا، تم تو میری مضبوطی تھے عبید......'')

انہوں نے نماز پڑھتی آسیہ کو دیکھ کر یاسیت سے سوچا، تب ہی ارم آئی......اور خاموشی سے ان کے پیروں کی طرف بیٹھ کر ہولے ہولے پاؤں دبانے لگی۔ وہ سمجھ سکتے تھے۔ ارم نہیں چاہتی تھی کہ انہیں عبید کی کمی محسوس ہو۔ انہوں نے تکلیف سے آنکھیں بند کرلیں۔ ارم کے نرم و نازک ہاتھ دو مضبوط ہاتھوں میں ڈھل گئے۔

''جیتے رہو بیٹا......اللہ دین و دنیا میں کامیابی عطا فرمائے۔'' یہ ان کی معمول کی دعا تھی۔

''اور اللہ ہمارے بیٹے کو نیک فطرت بیوی عطا فرمائے۔ جتنا سعادت مند ہمارا بیٹا ہے۔ اتنی ہی سعادت مند ہماری بہو ہو۔ ورنہ خاندان میں آنے والی اکثر بہوؤں کے جو تیرے ہیں، ڈرا کر رکھ دیتے ہیں۔'' آسیہ نے جھرجھری لی۔

''امی فکر نہ کریں، میرے ساتھ وہی لڑکی رہ سکتی ہے جو آپ لوگوں کی ریسپکٹ کرے گی۔'' عبید نے مسکرا کر یقین دہانی کرائی۔

''اچھا اور اگر میں ہی اچھی ساس ثابت نہ ہوئی تو......؟''

''یہ تو ہو ہی نہیں سکتا......'' عبید نے پورے یقین سے کہا، تب ہی ارم ایک ڈش اٹھائے چلی آئی۔

''امی! میں ذرا ثانیہ کی طرف جارہی ہوں۔''

''بس......فوراً اپنی چٹوری سہیلی کا حصہ نکال لیتی ہو...... جسے کبھی بھی توفیق نہیں ہوئی کہ کچھ بنا

کرا دھر بھیج دے۔" عبید نے چڑایا تو ارم نے فوراً اس کا جملہ پکڑ لیا۔

"ابو! دیکھیں، آپ کے نام کا مذاق اڑا رہا ہے۔"

"میں نے کب مذاق اڑایا؟" عبید بوکھلایا۔

"ابھی تو کہا، توفیق نہیں ہوئی۔"

ان میں یہ نوک جھونک اکثر ہی جاری رہتی تھی۔

"جا کر بتانا عبید نے مچھلی بنائی ہے۔" اس نے فخر سے کالر چھوا۔

"خوامخواہ...... کاٹا، دھویا، مسالہ لگایا میں نے...... بس تل کر کریڈٹ خود لے لیا۔"

"مس ارم! تلائی اچھی نہ ہو تو مچھلی کی شکل بدل جاتی ہے۔"

"ارم! جاؤ، یہ تمہیں ایسے ہی ستاتا رہے گا۔" توفیق نے کہا تو ارم عبید کو گھورتی چلی گئی۔

"کیوں ہر وقت بہن کو ستاتے ہو؟" آسیہ نے ٹوکا۔

"اچھی لگتی ہے جب بلی جیسی شکل بناتی ہے۔" وہ ہنسا۔

"ہمارے بعد بہن کا خیال رکھو گے نا۔"

نجانے کس خیال کے تحت توفیق نے اچانک پوچھا تو عبید ناراض ہونے لگا۔

"ابو! کیسی باتیں کرتے ہیں۔ اللہ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔"

"یہ وقت تو آنا ہی ہے۔ بہنیں بیٹیوں کی طرح ہوتی ہیں، انہیں کبھی اکیلا مت چھوڑنا۔"

"وہ مجھے بہت پیاری ہے۔ میں اس کی آنکھ میں ایک آنسو نہیں دیکھ سکتا۔"

"ٹپ...... ٹپ......"

بے آواز گرم سیال ان کے پیروں پر گرا۔

"مت کرو بیٹا......!" انہوں نے پیر سمیٹ لیے۔

"ابو! عبید کا نمبر مسلسل بند جا رہا ہے۔"

آسیہ نے دعا مانگ کر تسبیح کرنا شروع کی۔

”وہ جیسے ہی میرے ہسپتال جانے کا سنے گا تو بھاگتا ہوا آئے گا۔“ انہوں نے خود کو تسلی دی تھی یا ارم کو مگر اندر کہیں اس بات کا یقین بھی تھا۔

☆......☆......☆

”اور تم نے گھر چھوڑ دیا۔“ سامنے بیٹھے فیصل نے جوس کا گھونٹ بھرتے تحیر سے دریافت کیا۔ دوسرا جوس کا گلاس عبید کے سامنے دھرا تھا جسے اس نے ہاتھ بھی نہ لگایا تھا۔ وہ اس وقت فیصل کے فلیٹ میں موجود تھا جو فیصل کی شخصیت کی طرح بے ترتیب اور بکھرا ہوا تھا۔ وہ دونوں یونی ورسٹی فیلو تھے۔ جاب الگ الگ کرتے تھے مگر دوستی اب بھی قائم تھی۔ وہ پارک میں کب تک الوؤں کی طرح بیٹھا رہتا۔ اسے کہیں تو ٹھکانا کرنا تھا اور وہ جانتا تھا فیصل اکیلا رہتا ہے۔

”تو کیا کرتا، انہوں نے کہا، میرے گھر سے نکل جاؤ۔“

”مطلب اگر کل کو وہ کہیں، عمارت کی دسویں منزل سے چھلانگ لگا دو تو وہ بھی لگا دو گے؟“

”تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟“ عبید مشکوک ہوا۔

”میں نے سنجیدہ سوال لیا ہے۔“ فیصل نے کندھے اچکائے۔ عبید نے اس کے سنجیدہ سوال کا جواب دینے کے بجائے جوس پینا مناسب سمجھا۔

”آدھی عمر تک یہ والدین ہمارے نخرے اٹھاتے ہیں۔“ چند گھونٹ بھر کے وہ پھر سے شروع ہو گیا۔ ”گھر میں کھانا بھی ہماری مرضی کا بنتا ہے، کپڑے ہم اپنی پسند سے بنواتے ہیں۔ مگر جہاں شادی کی بات آئے وہاں ہم الو، گھامڑ اور کم عقل ہو جاتے ہیں۔“

”اور ہم ثابت بھی کر دیتے ہیں۔“ فیصل نے تاسف سے سر ہلاتے لقمہ دیا۔ عبید کے گھورنے پر فوراً ہی سنبھل گیا۔

”نہیں، میرا مطلب ہے......“ اس نے گڑبڑا کر بات بدلی۔ ”کہ ہم الو، گھامڑ اور کم عقل تو نہیں ہیں، مگر کیا ہے کہ شادی بیاہ کے معاملے میں والدین کی سمجھ بوجھ ہم سے زیادہ کام کرتی ہے۔ انہیں پتا ہوتا ہے کہ کس ٹائپ کی لڑکی اچھی بیوی ثابت ہو سکتی ہے، تمہارے دکھ سکھ میں کام آ سکتی ہے۔“

''تمہیں کسی سے محبت نہیں ہوئی، اسی لیے یہ لیکچر جھاڑ رہے ہو۔'' عبید نے کوفت سے کہا تو فیصل نے سعادت مندی سے سر ہلا دیا۔

''یہ بات بھی سچ ہے۔''

''مجھے کچھ دن یہاں رکنا ہوگا۔'' عبید نے ادھر ادھر دیکھا۔

''رینٹ آدھا آدھا ہوگا۔'' فیصل ترنت بولا۔

''پکا شیخ ہے۔ لے لینا، مگر گھر کی حالت کیسی بنا رکھی ہے۔ جیسے انسان نہیں، گدھے رہتے ہوں۔''

''پہلے تو نہیں رہتے تھے، اب کچھ کہہ نہیں سکتا۔'' فیصل نے بے چارگی سے کان کھجایا۔

☆......☆......☆

شبیر فوراً ہی توفیق کی عیادت کو چلے گئے تھے۔ مگر ارم نے بتایا وہ سو رہے ہیں۔ دادی اور نادرہ بھی تیار تھیں۔ ثانیہ نے بمشکل روکا کہ صبح چلی جائیں مریض کو تنگ کرنا مناسب نہیں..... مگر اسے صاف لگ رہا تھا جو ہنگامہ عبید کے گھر ہوا ہے، وہ یہاں بھی متوقع تھا۔

''مجھے امی کو سب بتا دینا چاہیے۔'' دسترخوان پر پانی کا جگ رکھتے ہوئے اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ وہ سب ایک وقت میں کھانا کھائیں۔ مگر ثانیہ نے دسترخوان بچھا کر سب کو بلا لیا تھا۔ دادی سب کو جمع دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں۔

''تمہیں تو ارم کے پاس ہونا چاہیے تھا۔''

وسیم کی نگاہوں سے ارم کا متورم چہرہ اوجھل نہ ہوتا تھا۔

''میری بات ہوگئی ہے۔ صبح جاؤں گی۔'' اس نے نظریں چرائیں۔

''ایگزامز کی تیاری کیسی ہے؟''

''ٹھیک ہے۔''

''کیا تھا رابعہ اور آصفہ کو بھی بلا لیتے۔ کتنے دنوں سے دونوں نے چکر نہیں لگایا۔'' دادی کو بیٹی اور پوتی یاد آئیں۔

''اس لیے گھر میں سکون ہے۔'' نادرہ بڑبڑائیں۔

''کوئی نئی فرمائش سوچ رہی ہوں گی۔'' بے اختیار ثانیہ کے منہ سے نکلا۔

''کرتی بھی ہے تو اپنے بھائی سے کرتی ہے۔ تم لوگوں کو کیا تکلیف ہے؟'' شبیر کو غصہ آ گیا۔

''اتنا غصہ کرنے والی کون سی بات ہے۔'' نادرہ نے ٹوکا۔

''تم اپنی اور اپنی اولاد کی زبان بند رکھو۔'' شبیر کو بھڑکنے کے لیے کسی خاص وجہ کی ضرورت تو تھی نہیں..... غصہ تو ناک پر دھرا رہتا تھا۔

وسیم نے ٹھنڈی سانس بھر کے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

جانتا تھا، اب آگے کیا ہونا ہے۔

''ایسی کون سی زبان درازی کر لی میری اولاد نے؟ بہن کا نام آیا نہیں کہ جلتے توے پر بیٹھ گئے۔'' نادرہ بھڑک اٹھیں۔

''اس گھر میں کھانا کھانا بھی عذاب ہے۔'' شبیر نے ہاتھ میں پکڑا گلاس زمین پر پٹخا اور اٹھ کر چلے گئے۔ اسٹیل کا گلاس دور تک لڑھکتا گیا۔

''اسی لیے تو گھر میں شیشے کے گلاس نہیں لاتی۔'' نادرہ نے تسلی سے کہا۔

''امی! آپ ہی چپ کر جایا کریں۔'' وسیم جھنجھلایا۔

''زبان تھوڑی ہے، قینچی ہے قینچی..... کتر کتر سب کو کاٹے گی۔'' بیٹا کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا تھا۔ دادی کی اپنی بھوک مر گئی۔

''اس چپ نے ساری زندگی جتنے سکھ دیے ہیں، سب کو نظر آتے ہیں۔'' نادرہ اب ہتھیار نہیں ڈالتی تھیں۔

''ابا کو اتنا غصہ تب ہی آتا ہے جب انہوں نے چھپ کر پھوپھو کو پیسے دینے ہوں۔'' ایک وہی

تھی جس نے کھانے سے ہاتھ نہیں کھینچا تھا۔

''تم خاموشی سے کھانا کھاؤ...... ابا جانیں اور ان کی بہن......'' وسیم نے ٹوکا۔ دادی اسے خشمگیں نگاہوں سے گھور رہی تھیں۔ ان کی گھوریوں سے بچنے کو ثانیہ اٹھ گئی۔

''میں ارم کو کال کرلوں۔''

''دادی! آپ کھانا کھائیں، یہ سب تو چلتا رہتا ہے۔'' وسیم نے دادی کا ہاتھ تھپتھپایا۔

''اب حلق سے کیا اترے گا۔'' وہ بڑبڑائیں۔

''امی!'' وسیم نے سنجیدگی سے ماں کو دیکھا۔ ''ثانیہ کے لیے جہیز جمع کریں، میں اسے ہرگز خالی ہاتھ رخصت نہیں کروں گا۔''

''ہونہہ...... ہوگیا جمع......'' نادرہ نے بے بسی سے سر جھٹکا۔

''میں چاہتا ہوں ثانیہ کا رشتہ کسی بہت اچھے گھر میں ہو۔''

''میں بھی یہی چاہتی ہوں، جو غلطی رابعہ کی دفعہ کی، اب نہیں کروں گی۔''

دادی کی زبان میں کھجلی ہوئی۔ دل کی خواہش زبان کی نوک پر مچلی مگر لب بھینچ لیے۔ ماحول ہی ایسا نہ تھا کہ بات کرتیں۔

''جب لڑکا لڑکی راضی تو کیا کرے گا قاضی......''

دل کو یہ اطمینان ہی بہت تھا۔

☆......☆......☆

''تمہاری بہت فکر ہو رہی ہے عبید......! کہاں رہ رہے ہو، کیسے رہ رہے ہو؟'' چاندنی میں ڈھلی رات کھڑکی پر جھک آئی تھی۔ اور اس کے تفکرات ڈھلتی رات کے ساتھ بڑھ رہے تھے۔

''یار! میں کوئی بچہ تو نہیں ہوں، کیوں فکر کرتی ہو؟''

''تمہارا گھر میں رابطہ ہوا؟'' ثانیہ نے احتیاطاً پوچھا۔

''میں نے موبائل آف کر دیا تھا۔ صرف تم سے بات کرنے کے لیے کھولتا ہوں۔''

''تمہیں گھر نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔''

''تمہارے لیے تو دنیا چھوڑ دوں، گھر کیا چیز ہے؟''

وہ اسے مغرور کر رہا تھا اور وہ مغرور ہو رہی تھی۔

''دنیا چھوڑ دی تو مجھے کیسے حاصل کرو گے؟ واپس آ ؤ...... ہمیں اپنا مقدمہ لڑنا ہے۔''

''واپس تو ایک ہی شرط پر جاؤں گا۔ جب گھر والے تمہارا رشتہ لے کر آ ئیں گے۔''

ایک لمحے کو ثانیہ کا دل چاہا وہ عبید کو اس کے ابو کے بارے میں بتائے، پھر خود ہی ارادہ ترک کر دیا۔

اس طرح تو عبید کمزور پڑ جائے گا۔

''کیا سوچنے لگیں؟''

''میں کیا سوچوں گی...... اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہوں۔''

''شکر ہے تمہارے منہ سے کچھ اچھی بات سنی۔''

''یہ بات ہے تو چلو، اس خوب صورت رات میں صرف اچھی اچھی باتیں ہی کرتے ہیں۔'' وہ پلنگ سے اٹھ کر کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔

اس کا وجود چاندنی میں نہایا تھا۔ اور رات دم سادھے اس کی سرگوشیاں سن رہی تھی۔

☆......☆......☆

''آپا! کیوں فکر کرتی ہیں۔ ابھی آپ کا بھائی زندہ ہے۔'' عبید سے بات کرنے کے بعد وہ سرشاری میں کمرے سے نکلی تھی۔ صحن میں سرگوشی میں بات کرتے باپ کو دیکھ کر ستون کی اوٹ میں ہو گئی۔ اس کے سارے خدشات درست ثابت ہوئے تھے۔

''میں نے پنشن آتے ہی دس ہزار علیحدہ کر لیے تھے، کل دے جاؤں گا۔'' ثانیہ کے اندر اشتعال کی لہر ابھری۔

''اچھا آپ کا چکر لگنا ہے، اچھی بات ہے۔'' وہ غصے سے آگے بڑھی۔

''فکر نہ کریں، نادرہ کو کانوں کان خبر نہ ہو گی۔''

کسی سوچ نے ثانیہ کے قدم جکڑ لیے۔

وہ باپ تھا۔ ثانیہ ان سے بدتمیزی کر سکتی تھی۔ مگر یہ پیسے پھوپھو کے ہاتھ نہیں جانے دے گی۔ اس نے سوچ لیا تھا۔

☆......☆......☆

ارم نے بے چینی سے چکر کاٹا۔ وسیم کافی دیر سے توفیق صاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ آسیہ نے چائے بنا دی تھی۔ گھونٹ گھونٹ بھرتے اس نے بھی ارم کے چکر گنے۔ اچھی طرح جانتا تھا یہ مارچ پاسٹ کیوں ہو رہا ہے۔ تب ہی تسلی سے چائے ختم کر کے اٹھا...... برآمدے میں رک کر قصداً جوتے جھاڑے...... تب ہی وہ لپک کر سامنے آئی۔

''وسیم بھائی! یہ آپ کے پیسے......''

''بہت جلدی تھی یہ قرض لوٹانے کی......'' وہ مسکرایا۔ کاسنی لباس میں ملبوس پھولوں جیسی لڑکی۔ کاش اسے بتا سکتا، وہ اس کے لیے کیا تھی۔

''قرض جتنی جلدی ادا ہو جائے، اتنا ہی اچھا ہے۔''

''چلو، تمہاری تسلی کے لیے رکھ لیتا ہوں۔''

''آپ کا شکریہ......'' اس نے گویا جانے کی اجازت دی۔

''بہت ہی کوئی بدذوق لڑکی تھی۔ نہ اس کی وارفتگی محسوس ہوتی نہ اس کے جذبوں کی تپش...... بس آپ کا شکریہ۔

''ٹھیک ہے میں دوبارہ......'' وسیم کا لہجہ بجھ گیا، ارم نے درمیان میں ہی بات کاٹ دی۔

''دوبارہ آنے کی ضرورت نہیں۔''

وسیم کے چہرے کے تاثرات ہی ایسے تھے کہ ایک لمحے کو ارم شرمندہ ہو گئی۔

''میرا مطلب ہے آپ ایک آدھ دن کے لیے آتے ہیں...... دوسروں کے گھر پر توجہ دینے کے بجائے اپنے گھر کے معاملات سلجھائیں۔''

”چلو تمہیں یہ تو یاد ہے کہ میں یہاں نہیں رہتا۔ اس لیے بار بار چکر بھی نہیں لگا سکتا۔ خدا حافظ......“

وہ یقیناً ناراض ہو کر گیا تھا۔

کاسنی لباس والی نے مڑ کر اسے جاتے دیکھا۔

”کاش...... کاش میں اسے بتا سکتی کہ اس کی بہن کی وجہ سے ہمارے گھر میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔“

مگر مجبوری تھی کہ آسیہ نے اسے سختی سے منع کیا تھا۔ انہیں ڈر تھا کہ ثانیہ اس بات کو بڑھا چڑھا کر عبید کو بتائے گی۔ وہ بگڑے معاملے کو مزید بگاڑنا نہیں چاہتی تھیں۔

☆......☆......☆

پورے گھر میں اتھل پتھل جاری تھی۔ نجانے کیا کھویا تھا اور کیا تلاش کیا جا رہا تھا۔ جو بھی پوچھتا اسے جھڑکیاں ہی کھانے کو ملتیں۔ ثانیہ کچن میں گھسی تھی۔ اسے ماں کی ساری مدد آج ہی کرنی تھی۔

”ہمارا گھر بھی سرکس بنتا جا رہا ہے...... ہر روز تماشا...... کبھی ارم کے گھر سے ایسی آوازیں سنی ہیں۔“ وسیم جھنجلایا ہوا کچن میں آیا۔ آٹا گوندھتی ثانیہ ٹھٹکی۔

وسیم جب سے ہسپتال ارم کے ساتھ رہ کر آیا تھا، تب سے اس کی باتوں میں ارم کا ذکر رہنے لگا تھا۔

”امی! جا کر پتا کریں، ابو کیا گم کر بیٹھے ہیں۔“

نادرہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے میں آئیں اور چکرا گئیں۔ سارا کمرہ تلپٹ تھا۔ کوئی چیز ٹھکانے پر نہ تھی۔

”ارے کیا سوئی ڈھونڈ رہے ہیں......“

”اتنی بھولی اور معصوم نہ بنو......“ وہ پھاڑ کھانے کو دوڑے۔

”اب میں نے کیا کر دیا ہے؟“

”تم نے میرے پیسے کیوں نکالے......؟“ خود تو چکرائے ہوئے ہی تھے، نادرہ کو بھی چکرا دیا جن کے فرشتوں کو بھی علم نہ تھا۔

”کون سے پیسے......؟“

”اب کیا چھاپ کر دکھاؤں کون سے پیسے......؟“

''تم نے پیسے چھپا کر رکھے تھے۔'' نادرہ فوراً بات کی تہ تک پہنچیں۔ تب ہی ثانیہ نے کمرے میں جھانکا۔

''امی! پھوپھو آئی ہیں۔''

''ملکہ عالیہ کی خدمت میں سلام عرض کرنے آتی ہوں...... پہلے تمہارے باپ کا خزانہ تو ڈھونڈ لوں۔'' نادرہ نے طنزاً کہا تو ثانیہ کندھے اچکا کر چلی گئی۔

''دیکھو...... میں تمہاری منت کرتا ہوں۔ میں جھوٹا پڑ جاؤں گا۔ تم نے لیے ہیں تو بتا دو۔'' شبیر کا لہجہ منت بھرا ہو گیا۔

''اللہ معاف کرے، میں کیوں تمہارے پیسے چرانے لگی۔''

ان کی تکرار شروع تھی۔ ثانیہ نے بڑے اہتمام سے فرخ کا دیا سوٹ پہنا اور چائے بنانے لگی۔

''آج تو قیامت لگ رہی ہو۔'' اسے پورا یقین تھا، وہ پیچھے آئے گا اور وہ آیا۔

''سنبھل کے...... کہیں قیامت برپا ہی نہ ہو جائے۔''

''ہو جائے...... میں تو فنا ہونے کو تیار ہوں۔'' وہ قریب کھسکا۔

''پیچھے تو ہٹو...... چائے بنا رہی ہوں۔'' ثانیہ نے ٹوکا۔

''خود کو دیکھنے تو دو...... دل سے لایا تھا تب ہی تو اتنا سج رہا ہے۔'' اس کا دل بے ایمان ہو رہا تھا۔ اس کا دل چاہا اس کا ہاتھ پکڑ کر گھما ڈالے۔ کوئی رومینٹک سی حرکت کرنے کو دل مچل رہا تھا۔

''کیا بدتمیزی ہے؟'' ثانیہ نے بدک کر اس کا ہاتھ جھٹکا۔

''یہ بدتمیزی نہیں...... محبت ہے ثانیہ......''

''اپنی حد میں رہو...... سمجھے!'' وہ غرائی۔

''کیا...... کیا ہے میری حد؟'' فرخ کو غصہ آ گیا۔

''فرخ! میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں کہ ایک سوٹ کے بدلے ہاتھ پکڑنے کی اجازت دے دوں گی۔ یہ حق صرف اسے حاصل ہوگا جو میری زندگی کا ساتھی ہوگا۔'' ثانیہ نے چبا چبا کر بات مکمل کی اور ٹرے اٹھا کر باہر نکل گئی۔

''مطلب میں رشتہ بھیجوں......'' فرخ کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

''ٹھیک ہے...... بہت جلد یہ حق اپنے نام لکھوالوں گا پرنس......''

☆......☆......☆

ثانیہ نے ذرا سا رک کر کمرے کا جائزہ لیا۔ دادی اور پھوپھو میں کھسر پھسر چل رہی تھی۔ شبیر صاحب بے چینی سے پہلو بدلتے انگلیاں چٹخا رہے تھے۔ نادرہ کی کھوجی نظریں شبیر کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی تھیں۔

(میاں کی پریشانی بتاتی ہے کہ ان پیسوں کا تعلق آصفہ سے تھا، اچھا ہوا گم ہو گئے ......اور مجھ سے چھپا چھپا کر رکھو)

ثانیہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے ٹرے میز پر رکھی۔ اور خود بیٹھ کر چائے کپوں میں نکالنے لگی۔

''چائے ڈھنگ سے بنائی ہے یا گرم پانی میں چینی گھول کر لے آئی ہو۔'' آصفہ کے کہنے پر دادی نے جھٹ سے ثانیہ کا ساتھ دیا۔

''بہت اچھی چائے بنانے لگی ہے۔ پرچے سر پر ہیں، پھر بھی کچن کے سارے کام کرتی ہے۔''

(''ایں......'' ثانیہ نے تعجب سے دادی کو دیکھا)

''شکر ہے جو اس لڑکی کو بھی عقل آئی۔'' بظاہر بڑبڑاہٹ تھی مگر سب نے سنی...... ثانیہ نے تحمل سے نظر انداز کر کے باپ سے پوچھا۔

''ابا! آپ کو دوں؟''

''ان کو تو ضرور دو، دل ڈوبا جا رہا ہے۔'' نادرہ نے مسکراہٹ دبائی۔

''اللہ خیر...... کیا ہوا میرے بھیا کو...... گرمی تو نہیں ہوگئی؟''

شبیر کھڑے ہو گئے۔

''وہ توفیق بیمار ہے تو میں ذرا اس کی عیادت کر آؤں۔''

''جلدی آنا...... میں زیادہ دیر نہیں رکوں گی۔'' آصفہ نے آنکھ سے اشارہ کیا۔

''بس ابھی آیا۔''

''اب نہ آئے۔'' ثانیہ نے بمشکل ہنسی ضبط کی۔

''بڑا پیارا سوٹ پہنا ہے۔'' نیا سوٹ دور سے ہی اپنی چھب دکھا رہا تھا۔ آصفہ نے دوپٹے کو چٹکی میں مسلا۔ ''کپڑا بھی بڑا ملائم ہے۔ لگتا ہے اس بار وسیم نے خوب شاپنگ کرائی ہے۔''

''سٹھیا گئی ہو، وہی سوٹ ہے جو تم نے فرخ کے ہاتھ بھجوایا تھا۔'' دادی نے یاد دہانی کروائی۔

''میں نے......؟'' آصفہ نے تعجب سے یادداشت کو کھنگالتے دوبارہ سوٹ کو غور سے دیکھا۔

''جی پھوپھو......! مجھے تو اتنا پسند آیا کہ فوراً پہن لیا۔'' ثانیہ نے معصومیت سے کہا اور ماں کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

''میں نے بھجوایا تھا؟'' آصفہ ٹپٹا گئیں۔

''جی فرخ نے تو یہی کہا تھا۔'' ثانیہ نے سادگی سے بتایا۔

''فرخ دے کر گیا ہے؟'' آصفہ کو تو گویا بچھو نے ڈنک مارا۔

''جی......وہ تو اکثر کچھ نہ کچھ لے آتا ہے کہ آپ نے بھجوایا ہے۔''

ثانیہ نے فرخ کی گردن کٹوانے کا پکا پکا بندوبست کیا۔

(''کمبخت کی ہمت کیسے ہوئی کہ ثانیہ کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش بھی کرے۔'')

آصفہ کی چائے چھلکی......نتھنے پھول گئے۔

رہی سہی کسر دادی نے نکال دی۔

''ماشاءاللہ سے دونوں بچوں میں بڑا پیار ہے۔''

ثانیہ کو بری طرح کھانسی آئی، وہ فوراً وہاں سے اڑن چھو ہوئی۔

پیسوں کا قصہ تمام ہوا۔ اب باری فرخ کی تھی۔

آصفہ کا بس چلتا تو وہیں کھڑے کھڑے فرخ کی گردن اڑا دیتیں۔ جو انہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

☆......☆......☆

وہ تو گویا جلتے توے سے اٹھ کر آئی تھیں۔ اوپر سے گنگناتی رابعہ سنائی دے گئی جس کے نئے سوٹ کا آنچل کندھے سے پھسل پھسل جاتا تھا۔

"نہیں سنبھالا جاتا تو آگ لگا دو۔"

"جی......؟" رابعہ بوکھلا گئی۔ ایک تو اتنی جلدی ان کی آمد ہی غیر متوقع تھی۔

"کوئی شرم، کوئی حیا ہے۔ گھر میں جوان دیور ہے اور تمہارا پلو نہیں سنبھل رہا۔"

رابعہ نے گھبرا کر دوپٹہ سنبھالا۔

"فرخ...... کمبخت ادھر آ...... میں تیرے گوڈے گٹے سینکوں۔"

ان کی آواز کیا، صور اسرافیل تھا۔

فرخ بوکھلا کر نکلا...... آصفہ چیل کی طرح جھپٹیں۔

"ناس پیٹے...... میرا نام لے کر اس چڑیل کو تحفے دیتا رہا ہے۔ اتنے مہنگے جوڑے، بتا اور کیا کیا دیتا رہا ہے۔"

"کس کی بات کر رہی ہیں؟"

"تیری ماں کی بات کر رہی ہوں۔" آصفہ نے اس کے کندھے پر دوہتڑ مارا۔ "بھری دنیا میں تحفے دینے کے لیے ثانیہ ہی ملی تھی، کیا لگتی ہے جو ماں سے چھپا چھپا کر اسے تحفے دیتا رہا ہے۔"

رابعہ ہکا بکا رہ گئی۔

"فرخ اور ثانیہ......؟"

"نہیں لگتی تو لگ جائے گی۔ مجھے پسند ہے، اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے آصفہ کے سر پر بم پھوڑا۔

☆......☆......☆

"میں ایک ایک سے قرآن اٹھواؤں گا، میرے ہی گھر سے میرے پیسے چوری ہو گئے۔" شبیر صاحب نے ہنگامہ اٹھا رکھا تھا۔

''وسیم کہاں ہے، اس کو بلاؤ......''

''وسیم کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے ابا......'' ثانیہ سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''پھر کیا تمہاری ماں نے نکالے ہیں؟''

''نہیں......میں نے لیے تھے۔'' اس نے جرأت سے اعتراف کیا۔

''کون سے پیسے......؟ کس نے لیے، کیوں شور مچا رہے ہو شبیر احمد......؟'' دادی نے چڑ کر دریافت کیا۔

''تم نے لیے تھے؟''

''میں نے کہا تھا ابا اب ہمارا حق کسی اور کو نہیں ملے گا۔''

''میری نظروں سے دور ہو جا کمبخت......'' وہ غصے سے کانپ گئے۔

''جا رہی ہوں......اب آئندہ میں پھوپھو کو بلاوجہ آپ سے پیسے بٹورنے نہیں دوں گی۔'' وہ کہہ کر فوراً نظروں سے غائب ہوئی۔ شبیر کو ہکا بکا کھڑی نادرہ ہی دکھائی دیں۔

''یہ......یہ تربیت کی ہے تم نے اولاد کی......؟''

''اللہ کا شکر ہے۔'' نادرہ نے گہری سانس بھری۔ ''میرے بچوں کو اپنے حق حقوق کا تو پتا ہے۔ میں نے تو ساری زندگی جی حضوری میں کاٹ دی۔''

''بس یہی پٹیاں پڑھایا کرو اولاد کو......ایسی لڑکیاں سسرال میں بسیں گی؟'' دادی نے مقدور بھر لتاڑنا چاہا۔

''اللہ کا خوف کریں اماں! کیوں نہیں بسے گی۔'' نادرہ تڑپ کر بولیں۔

''اور ان شاء اللہ بہت اچھے گھر میں بسے گی۔ رابعہ کی طرح اس کی قسمت نہیں پھوڑوں گی۔''

''بڑے بول مت بولو......'' دادی مدھم ہوئیں۔

''اب میں آپا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔'' شبیر احمد نے بھانڈا پھوڑا۔

''جو ہے، وہی دکھا آؤ۔'' نادرہ نے ترنت جواب دیا۔

☆......☆......☆

سارا قصور رابعہ کا نکلا تھا جس کے فرشتوں کو بھی علم نہ تھا کہ کیا چل رہا ہے۔

''ہر وقت آپا...... آپا...... تو یہ چٹک مٹک اسی لیے ہو رہی تھی کہ فرخ کو قابو کر کے اپنی بہن بھی یہاں لے آئے۔''

''خدا کی قسم...... مجھے کسی بات کا نہیں پتا۔''

''آپا کے جوڑے، آپا کی پسند...... بھاگ بھاگ کر ماموں کے گھر کے چکر...... اللہ تجھے سمجھے نادرہ...... میرے دونوں لڑکے قابو کر لیے...... مفت میں پھانس لیے۔''

''مجھے کیوں گھسیٹ رہی ہیں۔ میں نے تو آپ کی پسند سے شادی کی ہے۔'' سہیل کو باقی تو کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تھی کہ ابھی ابھی گھر آیا تھا مگر آخری جملے کا جواب ضرور دیا۔

''ہاں تو...... جب اس گھر سے ایک لڑکی آسکتی ہے تو دوسری کیوں نہیں......؟'' فرخ نے دہائی دی۔

''ڈوب کے مر، اس دن تمہارے منہ پر تمہاری اوقات سنا کر گئی تھی وہ لڑکی...... خاندان کی باقی لڑکیاں مر گئی ہیں جو تمہیں یہ ہری مرچ ہی پسند آئی۔''

''وہ جیسی بھی ہے مجھے قبول ہے۔''

''ہائے محبت بلکہ اندھی محبت......''

آصفہ کا واویلا آسمان چھونے لگا۔

''میں ہرگز ثانیہ کا رشتہ لے کر نہیں جاؤں گی۔'' آصفہ نے اعلان کیا۔

''تو مجھے بھی اس گھر میں نہیں رہنا۔'' فرخ نے فیصلہ سنایا۔

ثانیہ کی وجہ سے ایک اور ماں بیٹا ایک دوسرے کے مقابل آگئے تھے۔

❁ ❁

ناول انگناں پھول کھلیں گے کی اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی 10 تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔

قسط نمبر 5

ایک لمحے کو آصفہ کو سانپ سونگھ گیا۔ بے یقینی سے فرخ کو دیکھا۔ وہ شروع سے ہی لاڈلا اور منہ زور تھا۔ اپنی من مانی کا عادی۔ مگر گھر چھوڑنا۔ وہ بھی ایک لڑکی کی خاطر...... اندر کہیں آگ بھڑکی اور سرتا پا جھلسا گئی۔ ایسی شکست ایسی ہار......؟ وہ بھی نادرہ کی بیٹی کے ہاتھوں...... وہ رابعہ کی طرف لپکیں......

''کون سے تعویز گھول کر پلاتی رہی ہیں ماں بیٹیاں......''

اس سے قبل کہ وہ رابعہ کے بال ہی نوچ لیتیں، سہیل سامنے آ گیا۔

''اماں! ہوش کریں۔ کیا ہو گیا ہے۔''

اماں کیا ہوش کرتیں...... یہاں تو دیکھتے ہی دیکھتے حالات بدل گئے...... جذبات بدل گئے۔ ان کے اپنے بیٹے ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے تو پیچھے بچا کیا تھا۔

آصفہ کا واویلا آسمان چھونے لگا۔

تھر تھر کانپتی رابعہ شوہر کے پیچھے چھپی جا رہی تھی۔ جو بے بسی سے دانت پیستے ماں کو خاموش کروا رہا تھا۔

فرخ نے بے زاری سے پیشانی مسلتے ماں کو دیکھا مگر بولا کچھ نہیں۔ ماں کے اندر کا غبار باہر آنا ضروری تھا۔ جب وہ روتی پیٹتی صوفے پر گر کر اتھل پتھل سانس بحال کرنے لگیں تب اس نے تسلی سے دریافت کیا۔

''آپ چلیں گی یا نانی سے کہوں، میرا رشتہ مانگیں؟''

''میری جاتی ہے جوتی......'' آصفہ نے سارا واویلا رائیگاں جاتا دیکھ کر چپل کھینچ ماری۔ چپل فرخ کے سینے سے ٹکرا کر نیچے گری۔

فرخ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے سر جھکا کر چپل کو دیکھا۔ اسے ٹھوکر سے اڑایا۔ اور بگولے کی طرح نکلا۔ سہیل اس کے پیچھے لپکا کیونکہ فرخ کی ضد سے اچھی طرح واقف تھا۔ گھر سے نکل جاتا تو واپس لانا مشکل تھا۔

''دفع ہو...... جہاں کی خاک چاٹنی ہے، جا کے چاٹ......'' آصفہ چلائیں۔

''فرخ، رک نا یار۔'' سہیل بمشکل اسے دروازے تک پکڑ پایا۔

''مجھے اس گھر میں نہیں رہنا، جہاں میری بات کی کوئی ویلیو ہی نہ ہو۔''

''تمہیں بھی پتا ہے، امی کو ثانیہ پسند نہیں ہے۔ ورنہ اگر وہ رابعہ کو بہو بنا سکتی ہیں تو انہیں ثانیہ پر کیا اعتراض ہو گا۔''

''مجھے تو پسند ہے، اور شادی بھی میں نے کرنی ہے اور کوئی غیر خاندان کی نہیں، امی کے بھائی کی بیٹی ہے۔''

سہیل کو اندازہ ہونے لگا، عشق سر چڑھ کر بول رہا ہے۔

''اچھا ٹھیک ہے، گھر چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ میں اماں سے بات کرتا ہوں۔''

سہیل کے مفاہمت پسند صلح جو انداز پر فرخ دھیما پڑ گیا۔

''صرف بات نہیں کرنی، انہیں منانا ہے بھائی......''

''منا لوں گا۔ ہتھیلی پر سرسوں تو نہ جماؤ...... چلو میرے ساتھ، چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھر نہیں چھوڑتے۔'' وہ سمجھا بجھا کر فرخ کو اندر لے گیا۔

فرخ کو سمجھانا آسان تھا۔ مگر ماں کو......؟

سہیل کو آنے والے مشکل وقت کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔

☆......☆......☆

''اماں!'' ثانیہ کٹوری میں تیل ڈالے آ گئی۔ بال بہت ہی روکھے اور بے رونق ہو گئے تھے۔ کالج سے چھٹیاں شروع ہو گئی تھیں کہ کلاسز کو فری کر دیا تھا۔ ثانیہ نے شکر ادا کیا کہ اب ارم کی شکل دیکھنا

نہیں پڑے گی۔ دونوں میں دوری دیکھ کر سہیلیوں نے ہی سوال کر کے جان کھا لینا تھی۔

''تیل ہی لگا دیں۔''

موبائل پر ڈرامہ دیکھتی نادرہ بدمزہ ہوگئیں۔ ٹیمپو ہی ٹوٹ گیا۔ ''خود لگا لو۔''

''کیا ہو گیا اماں...... آپ کی ہیروئین تھوڑی دیر بعد گھر سے بھاگ جائے گی۔'' وہ زبردستی پیڑھی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ نادرہ نے بےزار ہو کر موبائل ایک طرف رکھا۔

''اب اتنا منہ نہ بنائیں...... آسیہ خالہ کو دیکھا ہے۔ کیسے ارم کے بالوں اور اسکن کی حفاظت کرتی ہیں۔''

''ایک تو یہ پڑوسن مجھے لے کر بیٹھ گئی ہے۔'' نادرہ بڑبڑاتے ہوئے تیل لگا کر مالش کرنے لگیں۔

''اسی جیلسی میں آپ نے کبھی ان کے ساتھ بنا کر نہیں رکھی۔'' ثانیہ نے گلہ کیا۔

نادرہ بھی کیا کرتیں...... جس دن آسیہ چکر لگا کر جاتیں یا دادی ان کے گھر سے ہو کر آتیں...... سارا دن انہیں نادرہ کے ہر کام میں کیڑے دکھائی دیتے۔ آسیہ کی کوکنگ، آسیہ کے گھر کا سلیقہ، صفائی...... ان کے تو کان پک جاتے۔ بجائے آسیہ سے کچھ سیکھنے کے، وہ ان کی صحبت سے دور ہی بھاگتیں۔ وہ تو دادی کی ٹانگوں نے چلنے سے انکار کیا اور نادرہ کے رویے سے آسیہ پیچھے ہٹیں تو نادرہ نے سکون کا سانس لیا۔

''ہونہہ...... حسد کرتی ہے میری جوتی...... ایویں بس کچھ لوگوں کو ہر وقت اپنی تعریفیں کرنے کا شوق ہوتا ہے۔''

''سب ہی کرتے ہیں۔'' ثانیہ کا لہجہ مدھم ہو گیا۔

نادرہ کی توجہ موبائل پر مرکوز ہو گئی۔ الٹے سیدھے ہاتھ مار کر چوٹی گوندھ دی۔

ثانیہ خاموشی سے امرود کی شاخوں میں چھپے پکے ہوئے امرود ڈھونڈنے لگی۔ اسے امرود پسند نہیں تھے مگر ارم اور عبید چھوڑتے نہیں تھے۔ دونوں امرود توڑ کر اسی کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر کچر کچر کھاتے۔ اور اسکول کی ساری باتیں دہراتے...... کبھی کبھار ثانیہ خاموشی سے دونوں کو دیکھا کرتی۔ ارم کی کتر کتر

چلتی زبان، کون سی بات تھی جو وہ عبید کو نہیں بتاتی تھی۔ وہ کبھی سمجھاتا، کبھی ڈانٹتا...... کبھی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی بے مقصد اور بے معنی باتیں سنا کرتا۔

ایسے ہی کسی لمحے کی اسیر ہو کر ثانیہ نے بھی وسیم کو اپنے اسکول کی باتیں بتانے کی کوشش کی تو اس نے ڈانٹ کر بھگا دیا۔ اس کے میٹرک کے پرچے تھے۔ اتنا وقت کہاں تھا کہ وہ ثانیہ کی بے سروپا باتیں سنتا۔ ثانیہ نے غصے سے امرود کی کئی شاخیں توڑیں، پتے نوچے اور حل یہ نکالا کہ خود ارم اور عبید کے درمیان گھس کر بیٹھ جاتی۔ عبید اسے بھی اسی تحمل اور سکون سے سنا کرتا۔

''کاش...... کاش وہ بچپن کے دن دوبارہ لوٹ آئیں۔''

''ٹھک......'' باہر سے کسی نے پتھر مارا تھا۔

نادرہ نے غصے سے کٹوری پٹخی۔ اور چپل لے کر باہر بھاگیں...... ثانیہ نے گہری سانس لے کر موبائل اٹھایا، جس پر رابعہ کی کال آ رہی تھی۔

''ہیلو......!''

''کرلو تیاری...... آ رہے ہیں تمہارا رشتہ لے کر......'' کانپتی، لرزتی آواز......

''کس کا رشتہ......؟'' ثانیہ نے حیرت سے دہرایا۔

''فرخ کا رشتہ تمہارے لیے......'' رابعہ نے دانت پیسے...... ثانیہ کو ہنسی آ گئی۔

''اس کی اوقات ہے مجھ سے شادی کے خواب دیکھے۔ شکل نہیں دیکھی تو آئینہ دکھا دو۔'' وہ اٹھ کر کمرے میں آ گئی۔

''انگوٹھی عبید کے ہاتھوں پہن کر شادی کے خواب اسے دکھاتی رہی ہو۔'' رابعہ پھٹ پڑی۔ وہ ہنسی، وہ مذاق، وہ خوامخواہ کی بے تکلفی......

''تمہاری خاطر تھوڑا ہنس بول لیا تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے۔'' وہ رابعہ کی باتوں پر چڑ گئی۔

''اس نے تو یہی مطلب لیا ہے، ہمارے گھر میں تو فساد ہو رہا ہے۔''

''ہائے پھوپھو کی تو حالت دیکھنے والی ہو گی۔'' ثانیہ نے مزا لیا۔ وہ اب بھی بات کی سنگینی کو نہیں

سمجھی تھی۔

''تم مزے لیتی رہنا۔ اگر فرخ نے ماں کو منا لیا تو......'' رابعہ کو غصہ آ گیا۔

''پھوپھو خودکشی کر لیں گی، مگر ثانیہ کا رشتہ لے کر نہیں آئیں گی۔ لکھ کر رکھ لو۔''

ثانیہ نے چوٹی کو ہاتھ میں لیا، تیل لگے بالوں کی گندھی چوٹی اس حالت میں فرخ دیکھ لے تو ویسے ہی انکار کر دے۔ پھر یاد آیا، وہ اس کا کزن ہے اور بچپن سے اسے ہر حلیے میں دیکھتا آ رہا ہے۔

''فرخ سے بات کر لو، اسے باز رہنے کا کہو۔ یہ نہ ہو، کسی مشکل میں پڑ جاؤ......اور امی کو فوراً عبید کے بارے میں سب کچھ بتا دو۔ باقی وہ سنبھال لیں گی۔'' دوسری طرف رابعہ کہہ رہی تھی۔

''سنبھال ہی نہ لیں۔'' ثانیہ بڑبڑائی۔ اسے ماں کی صلاحیت پر ایک فیصد بھی یقین نہ تھا۔ رابعہ کو تسلی دے کر کال کاٹ دی۔ دل میں خیال سا آیا۔

''عبید کو بتاؤں، تمہارا رقیب پیدا ہو گیا ہے۔''

پھر خود ہی ارادہ بدل دیا۔ ابھی عبید پریشان تھا۔ وہ اسے مزید بے سکون کرنا نہیں چاہتی تھی۔

''اس فرخ کے بچے سے خود ہی نمٹ لوں گی۔''

☆......☆......☆

''یار میری جرابیں نہیں مل رہیں۔'' گلے میں ٹائی لٹکائے عبید باہر آیا تو بے تحاشا جھنجھلایا ہوا تھا۔

''مجھے انڈے نہیں مل رہے۔''فیصل نے سارا کچن چھان مارا۔ رات ہی تو لایا تھا۔ اب غائب......

''میں اپنی جرابوں کا پوچھ رہا ہوں۔''

''میں اپنے انڈوں کا......'' جرابوں پر وہ آ نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ اس کے پیروں میں موجود تھیں۔

''تم نے کب سے انڈے دینا شروع کر دیے؟''

''جب سے تو کڑک ہوا ہے۔''فیصل برجستہ بولا۔

''دفع دور......'' عبید کو ایسا گھٹیا مذاق پسند نہیں آیا تو ٹائی کس کے لاؤنج کے صوفے پر آ بیٹھا......

کیونکہ سامنے رکھا اس کا موبائل بج رہا تھا۔

تڑ...... تڑ...... تڑ...... کچھ تو عجیب ہوا تھا۔ وہ جتنی جلدی بیٹھا تھا اس سے زیادہ کرنٹ کھا کر اٹھا، مگر انہونی ہو چکی تھی۔ سارے انڈے شاپر سے باہر...... ملیا میٹ...... اور جو اس پر بیٹھا تھا......؟

''فیصل......!'' وہ حلق کے بل چلایا۔

''کیا ہوا؟'' فیصل گھبرا کر بھاگا۔

''تمہارے انڈے مل گئے ہیں۔'' اس نے غصہ ضبط کرتے تحمل سے بتایا۔

''کہاں......؟'' فیصل نے حیرت سے اس کے خالی ہاتھوں کو دیکھا۔

''یہاں......!'' عبید پلٹا...... اس کی پینٹ کا حشر دیکھ کر فیصل ہکا بکا رہ گیا۔

''یار! میں نے تو مذاق کیا تھا، تو سیریس ہی ہو گیا۔''

ہنس ہنس کر ثانیہ کا چہرہ لال ہو گیا۔ عبید نے ناراضی سے ڈانٹا۔

''اب تم بھی میرا مذاق اڑاؤ گی؟''

''مذاق نہیں اڑا رہی۔ تم نے بات ہی ایسی سنائی ہے۔''

''تمہاری خاطر مجھے کیا کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ فیصل انتہائی لاپروا اور پھوہڑ انسان ہے۔ میں جتنا مرضی لڑوں یا برا مان جاؤں، بس اپنی من مرضی کرتا ہے۔ کبھی میری شرٹ پہن جاتا ہے تو کبھی جرابیں...... اور کئی کئی دن نہیں اتارتا۔''

عبید تمیز، تہذیب اور طریقے سلیقے سے رہنے کا عادی تھا۔ فیصل کے ساتھ رہنا کسی امتحان سے کم نہ تھا۔

''راہ عشق میں نجانے کیا کیا امتحان آئیں گے، تم ابھی سے گھبرا گئے۔'' ثانیہ نے تفاخر سے شیمپو زدہ بالوں کو جھٹکا دیا۔ وہ ابھی نہائی تھی۔ تبھی دھوپ کے لیے چھت پر آ گئی۔ ساتھ والی چھت سنسان تھی اور دیکھ کر لگتا تھا کئی دنوں سے صفائی بھی نہیں ہوئی۔ تب ہی عبید کی کال آ گئی۔ اور اب وہ اپنے دکھڑے رو رہا تھا۔

''گھبرایا تو نہیں ہوں...... تم سناؤ، گھر میں سب ٹھیک ہے۔''

''ہاں، سب ٹھیک ٹھاک ہے، یہاں کیا ہونا ہے۔ تسلی سے بیٹھ کر انتظار کر رہے ہیں کہ کب بیٹا حالات سے گھبرا کر گھر آئے اور ان سے معافی مانگے۔''

''تمہیں لگتا ہے میں یہ کروں گا؟'' عبید سنجیدہ ہو گیا۔

''جب تھک گئے تو یہی کرو گے۔''

''تم میرے ساتھ کھڑی رہو، میں نہیں تھکوں گا۔''

''میں تو خود تمہارے سہارے کھڑی ہوں عبید......''

''اور تم دیکھنا، بہت جلد وہ دن بھی آئے گا جب تمہارا نام میرے نام کے ساتھ جڑ جائے گا۔ تم آفیشلی میری کہلاؤ گی۔'' عبید نے پورے یقین سے کہا تو ثانیہ نے بے اختیار ان شاء اللہ کہا۔

تبھی اس نے اوپر آتی ارم کو دیکھا۔ وہ پرندوں کو دانہ اور پانی ڈالنے آئی تھی۔ ثانیہ نے خدا حافظ کہہ کر کال کاٹ دی۔

ارم نے اسے یکسر نظر انداز کر دیا تھا۔

ثانیہ خود ہی منڈیر کے پاس آ گئی۔

''انکل کی طبیعت اب کیسی ہے ارم......؟''

''ٹھیک ہیں۔'' وہ مختصراً کہہ کر مٹی کی کنالی دھونے لگی۔ ثانیہ کو وہ خاموش اور اداس لگی۔

''عبید نہیں آیا ابھی تک؟'' نجانے کیوں ثانیہ کے منہ سے پھسلا، ارم نے تڑپ کر سر اٹھایا۔

''میرا مطلب ہے......'' ثانیہ تھوڑا شرمندہ ہو گئی۔

ارم نے کنالی کو پانی سے بھرا اور سیدھی ہوئی۔

''آئے گا...... تمہاری خاطر نہیں، ہماری خاطر...... اپنے گھر والوں کے لیے آئے گا۔''

''آئے گا تو اسی کی خاطر جس کی خاطر اس نے گھر چھوڑا ہے۔'' ثانیہ نے تاک کر نشانہ لیا۔

ارم کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ کتنا بھی نظر انداز کرتی، سچائی تو یہی تھی۔

''تم میرے اور عبید کے رشتے کو تسلیم کر لو۔'' ثانیہ کو شاید ارم پر ترس آ گیا۔ ''ہماری دوستی بھی قائم رہے گی اور عبید کا دل بھی خراب نہیں ہو گا۔''

''عبید کا دل تم نے جتنا خراب کرنا تھا کر لیا۔ تم نے تو بنیاد ہی جھوٹ پر رکھ دی ہے ثانیہ......

لیکن بہت جلد وہ تمہاری اصلیت جان لے گا۔ کیونکہ جس رشتے میں خلوص نہ ہو وہ پھیکا اور بے رنگ ہوتا ہے۔"

ارم کو دکھ تھا۔ ثانیہ نے کتنی آسانی سے جھوٹ بولا اور عبید نے یقین بھی کر لیا۔

"اپنے رشتے میں رنگ کیسے بھرنا ہے، میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم بتاؤ بھائی سے ملنے کو دل چاہتا ہے تو میں بلا دیتی ہوں، کیونکہ آج کل وہ ثانیہ کے سوا کسی کو نہیں سنتا۔"

"مجھے اپنے بھائی سے ملنے کے لیے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔" ارم نے سلگتے لہجے میں کہا اور تیزی سے نیچے اتر گئی۔

"آہ! تم کیا جانو...... سچے پیار کی طاقت کیا ہوتی ہے۔" ثانیہ نے مزید چڑایا۔

"کیا ہوا؟" ارم کا چہرہ اس کے اندرونی جذبات کا عکاس تھا۔ غصہ، بے بسی...... آنکھ کنارے مچلتا پانی...... کتاب پڑھتی آسیہ ایک نظر ڈالتے ہی چونکیں۔

"امی! ابو سے کہیں، عبید کو ڈھونڈیں، کسی دوست کی طرف ہی گیا ہوگا۔ شہر تو نہیں چھوڑ گیا۔"

"ان کی طبیعت ابھی بہتر نہیں ہوئی بیٹا......" انہوں نے نرمی سے سمجھایا۔ ارم اوپر گئی تھی، یقیناً ثانیہ کے ساتھ ٹاکرہ ہوا ہوگا۔

"وہ ثانیہ کے ساتھ رابطے میں ہے، ہمیں ایک کال نہیں کر سکتا۔"

ارم سچ میں رو پڑی۔ آسیہ نے کتاب رکھی اور آہستگی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر سہلایا۔ مگر کچھ کہا نہیں......

گھنے بادل برس جائیں تو مطلع صاف ہو جاتا ہے۔ وہ بھی چاہتی تھیں، ارم کے اندر کا غبار ڈھل جائے۔ اور خود وہ...... ان کی آنکھوں میں دھند گھنی ہونے لگی۔ جس میں رستہ سجھائی ہی نہ دیتا۔ ثانیہ کے لیے ہاں نہ کرتیں تو بیٹا بکھر جاتا، ہاں کرتیں تو گھر کا شیرازہ بکھرتا تھا۔

"یا اللہ مدد!" بیٹی کا سر کندھے سے لگاتے انہوں نے دعا مانگی۔

☆......☆......☆

''نانی صدقے...... نانی واری۔'' دادی نے اپنے پوپلے منہ سے فرخ کا منہ چوم لیا۔ فرخ نے فخر سے ماں کو دیکھا۔ آصفہ تلملا کر بیٹھ گئیں۔ ورنہ اب تک اٹوائی کھٹوائی لیے پڑی تھیں۔ ان کی بھوک ہڑتال جاری تھی۔ رابعہ کی شکل نہ دیکھتیں۔ اس کے ہاتھ سے کچھ کھانے کو نہ لیتیں۔

سمجھانے کی ہر کوشش ناکام ہوئی تو سہیل دادی کو اٹھا لایا...... اور ان کے تو من کی مراد پوری ہوئی تھی۔ خوشی سے نہال نہ ہوتیں تو کیا کرتیں۔

فرخ بھاگ کر ان کے لیے دودھ جلیبی بھی لے آیا۔

''مجھے لگا، میری ماں میرا ساتھ دے گی مگر اس نے تو دشمنوں سے ہاتھ ملا لیا ہے۔''

''کون سے دشمن...... پگلی نہ ہو تو...... چل اٹھ، کچھ کھا لے۔'' دادی نے پکارا۔ ساتھ ہی رابعہ کو آوازیں دیں۔

''زہر نہ کھا لوں۔''

''زہر کھائیں تمہارے دشمن......''

''دشمن کیوں کھانے لگے، وہ تو میرے سینے پر مونگ دلیں گے۔''

''کیا دشمن دشمن لگا رکھی ہے، بھابھی اور بھائی ہیں۔'' دادی نے ٹوکا۔

''رہنے دو اماں! جس بھابھی کو ساری زندگی جوتے کی نوک پر رکھا، اسی کی بیٹی کو میرے سامنے لا کھڑا کیا اس کمبخت نے......'' انہوں نے کھا جانے والی نظروں سے فرخ کو گھورا۔ جو تسلی سے بیٹھا جلیبیاں کھا رہا تھا۔

جانتا تھا نانی سب سنبھال لیں گی۔

''آج سامنے کھڑا کیا ہے، شادی ہو گئی تو یہی فرخ پاؤں دھو دھو کر پیے گا۔'' دادی نے پکارا، تب ہی رابعہ پیالا بھر دودھ جلیبی لے آئی۔

''اماں! اس سے کہو، میری نظروں سے دور رہے۔''

''خبردار آصفہ! جو میری پوتی سے اس طرح بات کی تو......'' دادی کو تاؤ آ گیا۔

کچھ بھی ہو، پوتی بہت پیاری تھی۔

آصفہ رونے بیٹھ گئیں۔ رابعہ نے پیالا میز پر رکھا اور کمرے میں آ گئی۔ موبائل اٹھا کر دیکھا۔ بیلنس ختم تھا۔

وہ چڑ گئی۔ گھر سے کال آ جاتی تو ماں کو بتاتی یہاں کیا چل رہا ہے۔ مگر نہیں...... رابعہ کے موبائل میں بیلنس نہ ہو تو کوئی کال کر کے خیریت بھی نہیں پوچھتا تھا۔

نہ جانے اندر کھاتے چل کیا رہا تھا۔

اس نے سن گن لینے کی کوشش کی مگر کمرے کا دروازہ بند ہو گیا تھا۔ اور بند کمرے میں نجانے کیا کیا فیصلے ہو رہے تھے۔

☆......☆......☆

آفس سے نکلا ہی تھا کہ وسیم کی کال آ گئی۔ سلام دعا کے بعد اس نے فوراً ہی پوچھا۔

"انکل کی طبیعت اب کیسی ہے؟"

"انہیں کیا ہوا؟" عبید نے تعجب سے پوچھا تو وسیم متحیر رہ گیا۔

"کیا مطلب......؟ تم گھر پر نہیں ہو؟"

عبید کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو فوراً سنبھل گیا۔

"میں آفس کے کام سے شہر سے باہر آیا ہوں۔" وسیم نے مختصراً تفصیل بتائی۔ عبید کو لگا، اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔ نجانے کیا کہہ کر کال کاٹ دی تو وسیم کو خیال آیا۔ وہ شہر سے باہر ہے تو کیا گھر والوں کے ساتھ رابطے میں بھی نہیں ہے۔

"ہو سکتا ہے اس کی پریشانی کے خیال سے اس کو بتایا نہ گیا ہو۔"

بہت دیر خود کو روکنے، سوچنے کے باوجود وسیم نے بے اختیار ارم کا نمبر ملا لیا۔

"ہیلو......!"

وسیم نے آنکھیں بند کر کے اس کی آواز کو اپنے اندر جذب کیا تو من آنگن میں کلیاں ہی کلیاں

کھل گئیں۔

''ہیلو کون......؟''

دوسری طرف اس کا نمبر بھی سیو نہیں تھا، اس نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''ہیلو، کون ہے...... بولتے کیوں نہیں ہو؟'' آواز میں جھنجھلاہٹ در آئی۔

''ہوسکتا ہے، تمہیں میری آواز پسند نہ آئے لیکن میں نے صرف انکل کی خیریت پوچھنے کو کال کی ہے۔'' اس نے قصداً بیگانگی کی چادر اوڑھی۔

''وہ اب ٹھیک ہیں۔'' ارم نے مدھم لہجے میں بتایا۔

''اللہ کا شکر ہے، ابھی عبید سے بات ہوئی تو......''

''آپ کی عبید سے بات ہوئی؟'' ارم نے بے تابانہ بات قطع کی...... تو وسیم متحیر رہ گیا۔

''آپ لوگوں کی عبید سے بات نہیں ہوتی؟''

''نہیں وہ......'' لفظ گم ہوگئے۔ بے بسی سے آنکھیں نم ہوگئیں۔ اب بھائی کی خبر غیروں سے ملے گی۔

''میرے خیال میں آپ لوگوں نے انکل کی بیماری کا نہیں بتایا۔''

''جی......!''

''آئی ایم سوری، لیکن میں نے بتا دیا تھا۔'' وسیم شرمندہ ہوا۔

''کوئی بات نہیں......''

''کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتانا، میں کسی کو کہہ......''

''بہت شکریہ......!'' وہ بات پوری نہیں سنتی تھی۔ سوال کرتا تو جواب میں سوال ہی کرتی...... اور کال کاٹ دی۔

''کس پتھر سے سر پھوڑ رہے ہو وسیم......'' وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

''ارم! کس کی کال تھی؟'' وہ ستون کے ساتھ لگی موبائل ہاتھ میں لیے کھڑی تھی، ہلکی مسکراہٹ

لبوں کے گوشوں میں مچل رہی تھی۔

''وسیم بھائی کی......''

آسیہ چونکیں......وسیم کی کال پر یہ کیسی غیر محسوس سی خوشی تھی۔

''اس کی عبید سے بات ہوئی ہے۔عبید کو پتا چل گیا ہے۔اب دیکھنا، ابو کی بیماری کا سن کر وہ رک ہی نہیں سکتا۔''

تو یہ تھی اس کی مسکراہٹ کی وجہ......

باہر نکلتے توفیق کے لبوں پر مضمحل سی مسکراہٹ جاگی۔

''ہاں......ان کا بیٹا ان کی بیماری کی خبر سن کر کہاں رکے گا۔آ گیا تو جانے نہیں دوں گا۔'' انہوں نے مصمم ارادہ باندھ لیا۔

☆......☆......☆

عبید کی بائیک گلی کا موڑ مڑی تھی۔جب اس نے باپ کو دیکھا۔دونوں ہاتھ پشت پر باندھے مخالف سمت میں جا رہے تھے۔اس نے اطمینان بھری سانس کھینچی۔

وہ ٹھیک تھے۔

وسیم کی کال سنتے ہی وہ اڑتا ہوا پہنچا تھا۔وہ کیسے گرے ہوں گے۔گرتے ہوئے اسے پکارا ہو گا۔امی کی کیا حالت ہو گی۔ارم کا کیا حشر ہوا ہو گا۔چڑیا جتنا تو دل ہے اس کا۔

بائیک عین گھر کے سامنے رک گئی۔

وہ متذبذب سا بند دروازے کو دیکھنے لگا۔جائے یا نہ جائے۔دستک دے یا پلٹ جائے۔

دل ہمک رہا تھا۔انا راستہ روکے کھڑی تھی۔

پھر راستہ کھل گیا۔مگر اس گھر کا نہیں، ساتھ والا دروازہ کھلا اور ثانیہ نے باہر جھانکا۔عبید کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی۔

خوشی سے بڑھ کر غالب یہ احساس تھا کہ کل تک دعوے کرنے والا آج واپس بھی لوٹ آیا تھا۔

عبید اسے دیکھ کر قریب چلا آیا۔

''عبید......!''

''تم نے بتایا نہیں، ابو کی طبیعت خراب ہے۔'' ثانیہ ایک لمحے کو لاجواب ہوئی، پھر راستہ دے دیا۔

''اندر آ جاؤ۔''

عبید متذبذب سا اندر چلا آیا۔

ثانیہ نے دروازہ بند کیا اور مڑ کر عبید کو دیکھ کر دلکشی سے مسکرائی۔

''کتنے دنوں کے بعد تمہیں دیکھا ہے۔''

''تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھا۔''

ثانیہ کے ہونٹوں کی دلکشی ماند پڑ گئی۔

''مجھے لگا، تمہیں ارم نے بتا دیا ہوگا۔''

''تم اچھی طرح جانتی ہو، وہ مجھ سے ناراض ہے۔''

وہ اپنے ابو کی خاطر اسے کٹہرے میں کھڑا کر رہا تھا۔

''عبید! تمہارا نمبر بند تھا۔ جب تک رابطہ ہوا، انکل ٹھیک ہو کر گھر آ گئے تھے۔ معمولی سا بی پی لو تھا، اور سب سے بڑی بات میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔'' آخری جملہ کہتے اس کا لہجہ بھیگ گیا۔

''کوئی سیریس بات ہوتی تو گھر والے تمہیں بتاتے نا...... یہ بہترین موقع تھا۔ تمہیں واپس بلانے کا۔''

اس نے پلکیں جھپکیں...... چہرہ جھکا لیا تو عبید کو احساس ہوا۔

''سوری یار......!'' عبید نے آہستگی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''نہیں...... تم مجھ سے اس لہجے میں بات کر سکتے ہو۔'' وہ اداس ہو گئی اور عبید بے چین......

''نہیں کر سکتا...... بس ابو کو گلی میں دیکھا تو جذباتی ہو گیا۔''

''ان سے ملے؟'' ثانیہ نے چونک کر سر اٹھایا۔

عبید نے نفی میں گردن ہلا دی۔ چہرے پر ملال رقم تھا۔

''تمہیں میری خاطر ان سے دور ہونے کی ضرورت نہیں ہے عبید..... جاؤ گھر چلے جاؤ۔'' ثانیہ نے آہستگی سے ہاتھ چھڑا لیا۔

''ناراض ہو......؟''

''نہیں......!'' اس نے سر اٹھا کر عبید کو دیکھا۔ ''تم سے خفا ہو کر کہاں جاؤں گی؟''

ثانیہ نے معصومیت سے کہا تو عبید کو ٹوٹ کر پیار آیا۔

''ناراض ہو کر اور بھی پیاری لگتی ہو۔''

''بس رہنے دو۔'' وہ شرما گئی۔

''تم نے رنگ کیوں اتار دی؟''

وہ بس یونہی اوپر آئی تھی..... بغیر کسی مقصد کے..... بغیر کسی وجہ کے ثانیہ کے گھر میں بھی جھانک لیا......اور وہ جھانکنا مہنگا پڑ گیا۔ وہ کئی لمحے بت بنی سامنے کا منظر دیکھتی رہی۔

منظر جو جان دار تھا...... بھرپور تھا...... اس میں رنگ تھے۔

''اپنے رشتے میں رنگ کیسے بھرنا ہے، میں اچھی طرح جانتی ہوں۔''

نجانے کیوں سارا منظر دھندلا ہونے لگا۔

وہ ابھی ابھی عبید کی پسند کا کھانا بنا کر آئی تھی۔ دل کہتا تھا وہ آج آئے گا۔ مگر دل نے یہ نہیں بتایا تھا کہ ساتھ والے گھر میں آئے گا۔

''لوگ سوال کرتے ہیں..... کیا جواب دوں؟''

''سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''کب ٹھیک ہوگا......؟ میں خود کو مجرم محسوس کرتی ہوں۔''

''ہرگز نہیں..... اس سارے قصے میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ اپنے گھر والوں کا مجرم اگر کوئی ہے تو میں ہوں ثانیہ......''

اس کے پاس ثانیہ کو دینے کے لیے خوب صورت لفظ تھے۔ اس کی آنکھیں بولتیں تو لہجہ مہکتا تھا۔

ثانیہ پھولوں کی طرح کھلتی گئی۔

ارم کا دل خزاں رسیدہ پتا ہو گیا۔ جو نت نئے خدشوں سے لرز رہا تھا۔

پھر وہ منظر خالی ہو گیا۔

عبید چلا گیا۔

سرشاری ثانیہ دروازہ بند کر کے پلٹی تو نادرہ کو دیکھ کر گڑ بڑا گئی۔ نادرہ کا منہ کھلا اور چہرے پر بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔ مطلب وہ بہت کچھ سن چکی تھیں۔

''اماں! آپ تو سو رہی تھیں۔''

''سوئی تھی، مر نہیں گئی تھی۔'' نادرہ چیل کی طرح جھپٹیں۔

''پرائے لڑکوں کو بلا بلا کر ملاقاتیں...... بے شرم، بدذات، کمبخت...... تیرا باپ یہ منظر دیکھ لیتا تو......''

ارم گہری سانس لے کر پیچھے ہٹ گئی۔

''اماں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ اپنے ابو کی خیریت پوچھ......''

''کیوں اس کی ماں اور بہن مر گئی ہیں جو تجھ سے پوچھ رہا ہے۔''

ماں کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

''میرے ساتھ آئیں...... سب بتاتی ہوں۔'' وہ ماں کو کھینچ کر اندر لے گئی۔ شکر ہے دادی موجود نہ تھیں۔

☆......☆......☆

ارم کا رونا برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔ آسیہ کے لیے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ بمشکل چند گھونٹ پانی کے لے کر اس نے متورم نگاہوں سے ماں کو دیکھا۔

''عبید آیا تھا امی......''

''عبید آیا تھا؟ کہاں...... کہاں ہے وہ؟'' آسیہ بے تابانہ اٹھیں۔ ماں کا دل تڑپ گیا۔ ارم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر روکا۔

''ہم سے ملنے نہیں آیا تھا۔''

''کیا مطلب......؟ کہاں آیا تھا، پہیلیاں کیوں بجھوا رہی ہو؟'' آسیہ چڑ گئیں۔

''امی! ابو کی بیماری کا سن کر بھی وہ ہم سے نہیں، ثانیہ سے ملنے آیا تھا۔'' ارم پھٹ پڑی۔ آسیہ ششدر رہ گئیں۔

ششدر تو نادرہ بھی رہ گئی تھیں، جب ثانیہ نے ہر بات کھول کر ان کے سامنے رکھ دی۔

''ارم کے بہانے عبید سے ملنے جاتی تھی۔ ماں مر گئی تھی، جو خود اپنے لیے بر ڈھونڈنے کھڑی ہو گئی۔''

''اماں! مجھ سے یہ جاہلوں جیسی باتیں نہ کریں۔'' ثانیہ بدلحاظ ہوئی۔ ''کوئی فلرٹ نہیں کر رہا وہ مجھ سے......شادی کرنا چاہتا ہے۔''

''تو کواڑوں کے پیچھے چھپ چھپ کر ملنے کی کیا ضرورت ہے، سیدھی طرح رشتہ بھیجے۔''

''کیسے بھیجے......ان ماں بیٹی نے میرے خلاف محاذ بنا لیا ہے۔'' وہ تڑخ کر بولی۔

''تو اب کیا ہو گا؟ تمہاری پھوپھی نے تو میرے سر پہ جوتے برسانے ہیں۔''

''اماں!'' ثانیہ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں، کیا عبید ویسا نہیں، جیسا داماد آپ چاہتی ہیں؟''

ایک لمحے کو نادرہ چپ ہو گئیں......پھر ان کی آنکھیں چمکیں۔

''ہاں، وہ ایسا ہی ہے۔''

''وہ رشتہ لائے تو آپ میرا ساتھ دیں گی نا؟'' ثانیہ نے بہت امید سے ماں کے ہاتھ پکڑے۔

''دل و جان سے......ایسا رشتہ تو نصیب والوں کو ملتا ہے۔ وہ آئیں تو سہی......میں تو فٹ سے رشتہ کر دوں گی۔ میری کوئی بیٹی تو سکھی ہو۔'' نادرہ کے دل کی حسرت جاگی۔

''ایسا ہی ہو گا ان شاء اللہ، بس ہمیں تھوڑا سا وقت دیں۔'' ثانیہ مسکرائی۔

مسکراہٹ جو پھولوں کی طرح کھلتی......اور انہی کی طرح مرجھا جاتی ہے۔

☆......☆......☆

اندر کی تپش جسم و جان کو جلانے لگی تو بخار بن کر سامنے آئی۔ وہ کب سے تکیے میں منہ دیے لیٹی تھی۔ دوا بھی کھالی مگر بخار کم نہ ہو رہا تھا۔

اس کی جلتی پیشانی پر مہربان ہاتھ آرکا۔

''میری بہادر بیٹی...... اتنی جلدی ہمت ہار گئی۔ یہی تو زندگی ہے۔''

اس کی آنکھوں سے گرم سیال بہہ نکلا۔

''کبھی کبھار دکھ وہاں سے وار کرتے ہیں، جہاں سے سوچا بھی نہیں ہوتا۔ کوئی بہت خیال کرنے والا بہت تکلیف دے جاتا ہے مگر اس طرح ہاتھ پیر تو نہیں چھوڑتے بچے......''

ان کی آواز سوکھے دھانوں پر پانی جیسی تھی۔ سکون دیتی، بہلاتی مگر وہ بہل نہیں رہی تھی۔ عبید کو آنا چاہیے تھا۔ اس کا ذہن اسی ایک نکتے پر مرکوز ہو گیا تھا۔

''آپ نہیں جانتے ابو...... ہم بہن اور بیٹیوں کی طاقت ہمارا باپ اور بھائی ہوتے ہیں۔ باپ کا ہاتھ سر پر ہو، اور بھائی کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہو تو ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور میرا بھائی......'' اس نے ہچکی روکی۔

توفیق نے اس کے آنسو ہتھیلیوں میں سمیٹ لیے۔

''وہ مجھے دو کوڑی کا کر گیا۔''

''وہ نالائق ہے مگر تم تو میری پیاری بیٹی ہو۔ خبردار جو اس طرح دوبارہ بیمار ہوئیں۔ تم تو ہماری چڑیا ہو۔ ہنستی گاتی ہی اچھی لگتی ہو۔''

''باپ بیٹی کی باتیں ختم ہو گئی ہوں تو کچھ کھا لیں؟'' آسیہ سینڈوچز لے کر آگئیں۔

''نیکی اور پوچھ پوچھ......'' توفیق صاحب نے خوش گوار انداز میں کہا تو ارم بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ جانتی تھی، وہ خود کو چھپا کر اسے بہلا رہے ہیں۔

ورنہ بات اتنی بھی معمولی نہ تھی۔

☆......☆......☆

جب سے دادی پھوپھو کے گھر سے واپس آئی تھیں، عجیب ہی ترنگ میں تھیں۔ کبھی گنگناتیں، کبھی مسکراتیں اور تو اور محلے سے ایک غریب عورت کو بلا کر سارے صحن کی دھلائی بھی کروادی۔ دادی کے تخت پر چادر بھی نئی تھی۔ جو عام طور پر عیدین پر ہی بچھائی جاتی تھی۔

ثانیہ نے صاف ستھرے صحن کو دیکھا۔ کیاری سے اٹھتی گیلی مٹی کی خوشبو کو محسوس کیا۔ پھر مشکوک نظروں سے کھچڑی کھاتی دادی کو دیکھا۔

''سچ سچ بتائیں دادی..... کون سی کھچڑی پکا کر لائی ہیں۔''

''جو بھی پکاؤں گی، تجھ ہی کو کھلاؤں گی۔''

دادی نے پیار سے سبز ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس بالوں کی اونچی سی پونی بنائے صبیح چہرے والی ثانیہ کو دیکھا۔

''ہونہہ..... میں نہیں کھاتی کھچڑی وچڑی.....'' ثانیہ نے ناک چڑھائی۔

''ناشکری نہیں کرتے۔''

''شکر کس بات کا کروں؟''

(سفید پوش گھر میں پیدا کیا جہاں جوڑ توڑ ہی ختم نہیں ہوتے۔ جہاں شادی کرنا چاہتی ہوں، وہاں بھی سو سو رکاوٹیں)

ثانیہ کے اپنے ہی شکوے تھے۔ اس سے قبل کہ دادی اسے ٹوکیں، شبیر بہت سے شاپر لیے آ گئے۔

''یہ لو پکڑو..... میری تو انگلیاں رہ گئی ہیں۔''

''ابا! کیا مہینے کا سودا لے آئے ہیں؟'' ثانیہ نے شاپر پکڑ کر تخت پر رکھے۔

''میں نے کہا تھا، چھوٹا گوشت لانا.....'' دادی نے کہا۔

''لایا ہوں اماں.....''

''ابا! اتنا کچھ..... کوئی مہمان آ رہا ہے؟'' شاپر کھول کر دیکھتی ثانیہ چونکی۔

''آپا آ رہی ہیں۔'' شبیر ماں کو دیکھ کر مسکرائے۔

''کون سا پہلی بار آ رہی ہیں۔'' ثانیہ کے منہ سے پھسلا۔ ہاتھ میں لذیذہ کھیر کا ڈبہ تھا۔ مطلب کھیر بھی بنے گی۔

''عزت کیا کر، تیری پھوپھی ہے۔'' دادی نے نرمی سے ٹوکا۔

''اور کتنی عزت کروں؟'' وہ بے دلی سے سامان اٹھانے لگی تو شبیر نے ڈانٹ دیا۔

''خبردار جو فالتو بات منہ سے نکالی۔ آپا آ رہی ہیں۔ اچھا سا کھانا ماں کے ساتھ بنوالو۔ سہیل اور رابعہ نے بھی آنا ہے۔ مگر کام کرتے تو ان ماں بیٹی کو موت پڑتی ہے۔''

''اچھا چپ...... ہر وقت سختی نہ کیا کر، بنالیں گی کھانا۔''

''اب سارا ٹبر پتا نہیں کیوں اٹھ کر آ رہا ہے۔''

ثانیہ منہ میں بڑبڑاتی کچن میں چلی گئی۔

''گھر کتنا اچھا لگ رہا ہے۔'' شبیر نے صاف ستھرے صحن پر نگاہ دوڑائی۔ نجانے کتنے مہینوں کے بعد دھلائی نصیب ہوئی تھی۔ دادی آہ بھر کے رہ گئیں۔ کہتیں بھی تو کیا...... اب تو عادت سی ہو گئی تھی۔

ثانیہ نے سامان ماں کے حوالے کیا اور نادرہ کا پارہ ہائی ہو گیا۔

''اتنا بولنے کا فائدہ کیا ہے جب پکانا ہی ہے۔ پتا تو ہے، ابا کی پھوپھو سے محبت ہی نرالی ہے۔ اب پیسے نہیں دیے تو یوں راضی کریں گے۔''

''ان کی محبتوں کی کہانیاں عجیب ہیں۔ ایک دفعہ ککر پھٹ گیا۔ اللہ نے مجھے بال بال بچا لیا مگر شوربے نے میرے ہاتھ اور منہ جلا دیا۔ تمہارا باپ فون کر کے کہہ رہا ہے، آپا! ککر پھٹ گیا ہے۔ رات کا کھانا ہماری طرف آ کر کھالیں۔''

ثانیہ کو ہنسی آ گئی۔

''سچ میں اماں......؟''

''تمہیں ہنسی آ رہی ہے اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ سچ میں جل مرتی۔ ان بھائی بہن کی محبت میرے لیے ہمیشہ امتحان بنی رہی۔''

(شاید اسی لیے مجھے ارم اور عبید کی محبت سے ڈر لگتا ہے۔)

تب ہی اس کے موبائل پر فرخ کا میسج آ گیا۔

''تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے۔''

''کیوں تم میرا رشتہ لے کر آ رہے ہو؟'' یہ سراسر طنز تھا۔

''اف اتنی بے چینی......'' آگے ہنستے لڈیاں ڈالتے ایموجی تھے۔ اس نے فٹے منہ کا ایموجی بھیجتے سوچا۔

''آؤ تو سہی، منہ کی کھاؤ گے۔''

''کون ہے؟'' نادرہ نے اسے موبائل پر مصروف دیکھا تو چڑ گئیں۔

''کوئی نہیں......فرخ ہے۔ پوچھ رہا ہے کیا پک رہا ہے؟'' اس نے لاپروائی سے بتایا۔

رابعہ نے بتایا تھا کہ فرخ نے گھر میں رشتے کی بات کی ہے۔ مگر اس نے ماں سے ذکر نہیں کیا تھا۔ اسے عبید کے بارے میں بتانا تھا......بتا دیا......باقی رہا فرخ......تو اسے پھوپھو نے خود ہی قابو کر لینا تھا۔

''ابھی تو دماغ پک رہا ہے......کلیجہ پک رہا ہے۔ بھوکے ندیدے لوگ......جب بھی کچھ اچھا کھانے کو دل چاہے، یہاں آ مرتے ہیں۔''

ثانیہ ایک دم چونکی......چھٹی حس نے گویا سیٹی بجائی......وہ ''ابھی آتی ہوں'' کہہ کر کمرے میں آ گئی۔ رابعہ کا نمبر ملایا تو وہ اسی پر برس پڑی۔

''بیلنس ختم ہو جائے تو تم لوگ کال ہی نہیں کرتے۔''

''اچھا بابا......! اب کر لی نا، تم بتاؤ کیا چل رہا ہے۔''

''مجھے کیا پتا......بند کمرے میں صلاح مشورے ہوئے ہیں۔ اب خاموشی ہے......لگتا ہے بات ٹھپ ہو گئی ہے۔ تب ہی سکون ہے۔''

''اتنی جلدی......کوئی ہنگامہ تو ہوتا......'' ثانیہ نے منہ بنا لیا۔

''بہت تخریبانہ سوچ ہے تمہاری......'' رابعہ چڑ گئی۔

''پھر تم لوگ کس خوشی میں آرہے ہو؟''

''ہم آرہے ہیں، مجھے تو پتا نہیں۔'' رابعہ متحیر رہ گئی۔

''بی بی! اپنے حجرے سے نکل کر باہر کی خبر لو...... ابا تو یہاں گویا بارات کا کھانا پکوار ہے ہیں۔''

ثانیہ نے کہہ کر کال کاٹ دی۔

''اس بات کا کیا مطلب ہے......'' رابعہ نے حیرت سے سوچا پھر کچھ سوچ کر پھوپھو کے کمرے میں آگئی۔ پہلی نظر ہی سامنے رکھی مٹھائی کی ٹوکری پر گئی۔ فرخ ماں کے پاس بیٹھا تھا، اور وہ برس رہی تھیں۔

''دو کلو کہا تھا...... ٹوکری کیوں اٹھا لائے ہو؟''

''کوئی پاس ہونے کی مٹھائی نہیں جارہی...... میری منگنی کی مٹھائی ہے۔'' وہ فرخ تھا۔ اپنی من مانی کرنے والا۔

(منگنی) رابعہ ٹھٹکی۔

''وہ تمہاری دفعہ کتنی مٹھائی لے کر گئی تھی......؟'' آصفہ نے رابعہ سے پوچھا تو وہ گڑ بڑا گئی۔

''آپ تو لے کر نہیں گئی تھیں۔ ابا نے منگوائی تھی......''

''ہاں تو ایک ہی بات ہے۔'' آصفہ ٹپٹا گئیں۔

''اماں......! انگوٹھی لے لی؟''

''بڑی کمائیاں میرے ہاتھ پر رکھتا رہا ہے۔ جو میں انگوٹھی بنواؤں۔ تیری تنخواہ میں تو تیرے اپنے ٹشن ہی پورے نہیں ہوتے۔''

''اماں! کیا بات کرتی ہیں۔ انگوٹھی کے بغیر منگنی کیسے ہوگی؟ دونوں کی جرح جاری تھی اور رابعہ ہکا بکا......

''حدیث ہے، انگوٹھی کے بغیر منگنی نہیں ہوگی۔''

''کس کی منگنی......؟'' رابعہ سے رہا نہ گیا تو بے اختیار پوچھ بیٹھی۔

''تم بہنوں کی سازشیں کامیاب ہو رہی ہیں۔''

سوال گندم تو جواب چنا آیا۔

''اب وہاں جا کر ایسی باتیں نہ شروع کر دینا......''فرخ نے فوراً ٹوکا۔ ساتھ ہی پھر آصفہ نے دھمو کا جڑ دیا۔

''ہونے والی سسرال کی اتنی فکر......''

''ہونے والی سسرال......'' رابعہ کا دل ڈوبنے لگا۔

''آپا! تیار ہو جائیں۔ ثانیہ کے لیے میرا رشتہ لے کر جانا ہے۔''فرخ نے مسرت سے بتایا اور رابعہ کا دل سچ میں ڈوب گیا۔

''کیسی باتیں کر رہے ہیں......؟ ابھی تو رشتہ بھی نہیں گیا......آپ منگنی کی تیاری کر رہے ہیں۔''

''میں رشتہ لے کر جاؤں گی تو میرا بھائی انکار تھوڑی کرے گا......'' آصفہ نے گردن اکڑائی۔

''اور انکار کرنا ہوتا تو ماں بیٹی مل کر میرے بیٹے کو اس طرح قابو کرتیں۔''

(''یا اللہ! بند کمرے میں یہ سب ہوتا رہا اور میں بے خبر ہی رہی'')

''پھوپھو! ایسا کچھ نہیں ہے۔ مجھے نہیں لگتا......ثانیہ اس رشتے کے لیے مانے گی۔'' رابعہ بوکھلا گئی۔ پھوپھو کیسے مان گئیں، کایا کیسے پلٹ گئی......وادی کون سی گیدڑ سنگھی سنگھا گئی تھیں۔

''کیوں......؟ میرے بیٹے میں کس چیز کی کمی ہے......خوامخواہ کے نخرے......جانا ہے تو تیار ہو جاؤ۔'' آصفہ نے تڑخ کر کہا۔

''میری پیاری آپا......'' فرخ اٹھ کر پاس آیا۔''سب کچھ ثانیہ کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ آپ جلدی سے تیار ہو جائیں، ورنہ اماں کو غصہ آ جائے گا۔''

رابعہ نے تیار کیا ہونا تھا......اس کے تو ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔

تب ہی کمرے سے بھاگی تو باہر نکلتے سہیل سے ٹکرا گئی۔

''کیا ہو گیا ہے؟''

''جلدی سے اپنا موبائل دیں......'' کہتے کہتے افراتفری میں خود ہی اس کے ہاتھ سے موبائل جھپٹ لیا۔

''سمجھ میں نہیں آرہا...... فرخ کو اتنی بڑی غلط فہمی کیوں ہوگئی۔ اب ادھر سے انکار ہوگا تو پھوپھو نے انا کا مسئلہ بنالینا ہے۔'' وہ ساتھ ساتھ نمبر ملارہی تھی۔

''انکار کیوں ہوگا؟ اماں نے ماموں کو بتا تو دیا ہے۔''

رابعہ نے تحیر سے سراٹھا کر سہیل کو دیکھا۔

''ابا کو پتا ہے؟''

''ہاں، ان کی مرضی سے ہی رشتہ جارہا ہے۔''

رابعہ تحیر سے جامد ہوگئی۔

دوسری طرف سے بزی ٹون سنائی دے رہی تھی۔

☆......☆......☆

''خود آتی تو سج گج کر آتی...... پر یہاں تو بالا ہی بالا سارے فیصلے ہوجاتے ہیں اور ماں باپ کو بعد میں پتا چلتا ہے۔''

سب کے درمیان بیٹھی آصفہ غصے سے بول رہی تھیں۔ نادرہ نے حیران ہوکر رابعہ کو دیکھا۔ تیر کمان سے نکل چکا...... اب تو نشانہ ہی لگنا ہے...... اس نے چپ سادھ لی...... شبیر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

دادی نے قدرے چڑ کر بیٹی کو دیکھا...... آصفہ کو منانے میں سارا کردار انہیں کا تو تھا۔

''فرخ، سہیل جیسا بیبا بچہ نہیں ہے۔ ضد کروگی تو ہاتھ سے نکل جائے گا۔ پھر پچھتاؤ گی اور جھگڑا کیا ہے...... پہلے بھی تو ایک بھتیجی بس رہی ہے۔''

''وہ رابعہ جیسی بالکل نہیں ہے۔'' آصفہ نے دہائی دی۔

''فرخ بھی سہیل جیسا نہیں ہے...... اسے ثانیہ جیسی لڑکی ہی قابو کرسکتی ہے...... جیسا اس کا مزاج ہے، وہی لگام ڈال سکتی ہے۔''

''اس کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی لگام میں ڈالے گی۔''

''لو...... تمہارے ہوتے یہ ممکن ہے۔'' دادی ہنسیں تو آصفہ نے فخر سے گردن اکڑالی۔

''یہ تو ہے......''

''کوئی پرائی آئی، بیٹے کو لے کر الگ ہوگئی؟ تو کیا کرو گی؟ یہاں بھائی کے گھر کے ساتھ اور بھی تعلق مضبوط ہو جائے گا۔ میں آج مر جاؤں تو تمہارا بھائی کے سوا اور کون سا رشتہ باقی ہے...... تمہارے قریب رہتا ہے، تمہارے دکھ سکھ کا ساجھی ہے۔''

دادی کی فہم و فراست...... اقوال زریں...... ملکۂ جذبات بن کر انہوں نے آصفہ کو خوب بلیک میل کیا۔ آصفہ کے ذہن نے بھی جوڑ توڑ کر لیا۔ ثانیہ کے لیے ڈالی گئی ساری کمیٹیاں ان کی...... سلامی میں فرخ کے لیے موٹر سائیکل مانگ لوں گی۔ دوسری بیٹی بھی آ گئی تو نادرہ کی شہ رگ پر انگوٹھا آ جائے گا۔ چوں بھی نہیں کر سکے گی۔

رہی سہی کسر فرخ نے ان کے پیر پکڑ کر نکال دی۔

''لو جی! بیٹا تو ابھی سے بے دام غلام بن رہا ہے...... رہی ثانیہ تو اس کے کس بل وہ خود ہی نکال دیں گی۔''

''اماں! بس ایک بار میری مان لیں...... ساری زندگی آپ کی مانوں گا۔'' اتھرا فرخ مینا بنا منمنا رہا تھا۔

''پکی بات ہے......؟''

''قسم لے لیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' آصفہ نے فیصلہ کر ہی لیا۔ ''پر وہ اس گھر میں اسی طرح رہے گی، جس طرح رابعہ رہتی ہے۔''

''آپا سے بھی زیادہ خدمت کرے گی، مجھ سے لکھوا لیں۔''

''چلو...... اب میری ماں میرے گھر آئی ہے تو انکار تھوڑی کر سکتی ہوں۔''

دادی خوشی سے نہال ہو گئیں۔ دونوں بچوں کی خوشی پوری ہو رہی تھی اور کیا چاہیے۔

(ان کے خیال میں ثانیہ اور فرخ ایک دوسرے کے عشق میں مرے جا رہے تھے)

اسی وقت شبیر کو فون کر کے رائے لی گئی......

اندھا کیا چاہے دو آنکھیں...... بیٹی کا بوجھ سر سے اتر رہا تھا۔

''آج کے دور میں اچھے لڑکے ملتے کہاں ہیں...... پھر ثانیہ کی زبان درازی تو سارے خاندان میں مشہور ہے۔ مگر میں بہن ہوں، مجھے ہی اپنے بھائی کا بوجھ بانٹنا ہے...... پھر خود تمہاری لڑکی بھی تو یہی چاہتی ہے۔ فرخ نے خود بتایا ہے کہ وہ دونوں......''

چلو قصہ ہی ختم......

میاں بیوی راضی...... تو کیا کرے گا قاضی......

پھر اپنا مارے گا تو چھاؤں میں ہی ڈالے گا۔

اپنی زبان درازی کے ہاتھوں ثانیہ نے مار تو کھائی ہی تھی...... اس بات کا انہیں بھی یقین تھا تو بس قصہ تمام شد...... ہنسی خوشی فون پر ہی رشتہ طے ہو گیا۔ باقی رہیں نادرہ...... تو بے وقوف عورتوں سے مشورہ کون کرتا ہے۔ وہ ویسے ہی آصفہ اور فرخ کے خلاف تھیں...... کوئی بات نہیں...... ثانیہ انگوٹھی پہنے گی تو ماں کو بھی پتا چل جائے گا۔

ہر طرف تسلی ہی تسلی...... اطمینان ہی اطمینان تھا۔

''بس بھی کرو...... وقت بدل گیا ہے...... اب آج کل کے بچے ہم سے کہیں سیانے ہیں۔''

دادی نے لبرل پن دکھاتے بیٹی کو خود پر قابو رکھنے کی تلقین آنکھوں ہی آنکھوں میں ہی کی۔

ثانیہ آئی تو آصفہ نے لپک کر پکڑا اور پہلو میں بٹھا لیا۔ اس نے جز بز ہو کر رابعہ کو دیکھا۔ وہ شتر مرغ کی طرح گردن ریت میں دبائے بیٹھی تھی۔

''باقی باتیں ہوتی رہیں گی، نیک کام میں دیر نہ کرو۔''

سہیل نے جلدی سے گاڑی سے مٹھائی کی ٹوکری نکال کر میز پر رکھی...... نادرہ اور ثانیہ نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ آصفہ نے اپنے بیگ سے لال دوپٹہ نکال کر ثانیہ کے سر پر ڈال دیا۔

نادرہ نے بوکھلا کر شبیر کو دیکھا۔

انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

نادرہ پیلی پھٹک ہو گئیں۔

''وہ آ...... آپا...... یہ کیا کر رہی ہیں؟''

''فرخ کا رشتہ کر رہی ہوں ثانیہ کے ساتھ......'' آپا نے لاپروائی سے بتایا۔

''اتنی اچانک...... ہم نے تو کوئی مشورہ بھی نہیں کیا...... وسیم بھی نہیں ہے۔'' نادرہ حواس باختہ ہو گئیں۔ ثانیہ ہلکا سا مسکرائی اور اس کی مسکراہٹ سے رابعہ ڈر گئی۔

''جنہوں نے مشورے کرنے تھے، آپس میں کر لیے۔'' آصفہ نے جتایا۔

''تم چپ کرو...... میں اس کا باپ بیٹھا ہوں نافیصلے کرنے کے لیے......'' شبیر نے غصے سے ٹوکا۔

آصفہ نے پرس کھول کر اندر سے پانچ ہزار کا نوٹ نکالنا چاہا مگر ہمت نہ ہوئی۔ دو ہزار نکال کر ثانیہ کی مٹھی میں دے دیے۔

''لو بھئی مبارک ہو......''

''مبارک ہو آپا......''

دادی نے ثانیہ کی بلائیں لینا شروع کر دیں۔

ثانیہ نے ہاتھ کھولا اور اس پر رکھے دو ہزار دیکھے۔ اتنی سستی تھی وہ......

سہیل نے مٹھائی کی ٹوکری کھولی۔ ''رابعہ! سب کا منہ میٹھا کرواؤ......''

رابعہ کی اٹھنے کی ہمت نہ ہوئی...... وہ کبھی نادرہ تو کبھی ثانیہ کو دیکھ رہی تھی۔ آصفہ نے لڈو اٹھا کر ثانیہ کے منہ میں ٹھونسنا چاہا۔

''لو منہ میٹھا کرو...... من کی مراد بر آئی ہے۔''

ثانیہ نے لب بھینچ لیے۔

''لو بھئی، اب بہن بھائی کا رشتہ اور بھی مضبوط ہو گیا۔ اللہ حاسدوں کی نظر سے محفوظ رکھے۔'' دادی خوشی خوشی گلاب جامن کھانے لگیں۔

''ارے بھئی، کھا بھی لو کہ من میں لڈو زیادہ پھوٹنے لگے ہیں۔'' آصفہ نے اپنے تئیں مذاق کیا تھا۔ ثانیہ نے آہستگی سے ہاتھ پیچھے کیا۔

''سوری پھوپھو! مجھے لڈو پسند نہیں...... اور یہ والے تو بالکل بھی نہیں۔'' ثانیہ کی سرد شفاف آواز

سب کو چونکا گئی۔

"شگن کے لڈو ہیں۔ کیوں بدشگونی کر رہی ہو؟" دادی نے ٹوکا۔

"کیسا شگن......؟ ابا! مجھے فرخ سے شادی نہیں کرنی۔"

اس نے ہاتھ میں پکڑے روپے آصفہ کی گود میں پھینک دیے۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟"

ایسی جرأت......ایسی بے باکی......شبیر کا دماغ گھوم گیا۔

"ابا! وہ مجھے پسند نہیں۔"

ثانیہ نے دوپٹہ اتارا اور کھڑی ہوگئی۔ مگر آصفہ نے دانت پیستے اس کا بازو دبوچا اور دوبارہ بٹھالیا۔

"جو پسند ہے، وہ بتادو۔"

"پاگل فرخ کو بناتی رہی...... تحفے اس سے بٹورتی رہی......اب وہ پسند نہیں۔" وہ غم و غصے اور احساس شکست سے پاگل ہونے لگیں۔

"پھوپھو! خوامخواہ الزام مت لگائیں...... میں نے فرخ سے کبھی ایسی بات نہیں کی۔" بات صاف اور واضح ہوگئی۔

"پر...... میں نے خود تجھ سے پوچھا تھا۔" دادی بوکھلائیں۔

"اس دن جب انگوٹھی کی بات ہوئی۔"

"فرخ کا نام لے کر پوچھا تھا؟"

دادی گم صم......

نام تو نہیں لیا تھا۔ بس گمان تھا......خیال تھا اور اپنے گمان پر یقین بھی تھا۔

"تو اسے اتنی بڑی غلط فہمی کیوں ہوگئی۔" سہیل کو غصہ آنے لگا۔

"اسی سے پوچھیں......"

"ہائے میں مرگئی......ایسی بے شرمی...... میرے بھیا! تمہاری اولاد تمہارے ہاتھوں سے نکل گئی ہے۔" آصفہ نے سینہ پیٹ لیا۔

احساس توہین سے شبیر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

''بول کون ہے......؟ کون ہے جس کے پیچھے لگ کر انکار کر رہی ہے...... کس کو تاڑ رکھا ہے......'' آصفہ نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔

''بس کریں آپا......'' نادرہ بے اختیار بولیں۔

''کیا بس کروں؟ سب تمہاری تربیت ہے آنکھوں پر پٹی بندھی تھی جب بیٹی یہ گل کھلا رہی تھی۔ بس بہت تماشا ہو گیا۔'' آصفہ نے پاؤں نیچے اتارے...... جوتے اڑسے......

''مجھے گھر بلا کر بے عزت کیا ہے۔ اب ساری زندگی تمہاری دہلیز پر قدم نہ رکھوں گی۔''

''میں اس بے ہدایتی کا گلا دبا دوں گا۔'' شبیر اٹھے تو نادرہ تڑپ کر درمیان میں آ گئیں۔

''بس کرو شبیر......''

''پراں مر......'' شبیر نے انہیں دھکا دے کر ہٹایا۔

''بس رہنے دو یہ مار کٹائی...... میری جھولی تو انکار سے بھر گئی۔ گھر بلا کر بے عزتی کی...... میرے پلے تو ککھ نہیں رہا۔'' وہ پھپھک پھپھک کر رونے لگیں۔

''کوئی انکار نہیں ہوا۔'' شبیر بپھرے...... لال انگارہ آنکھوں سے ثانیہ کو دیکھا...... ایک لمحے کو ثانیہ دہل سی گئی۔

''میں نے رشتہ پکا کیا ہے اور اب میں ہی کہہ رہا ہوں...... اب منگنی نہیں...... نکاح ہو گا...... فرخ کو بلائیں آپا......!''

سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

ثانیہ کی جرأت ہوا ہوئی۔ بے تحاشا خوف نے اس کے وجود کو جکڑ لیا تھا۔

❁ ❁
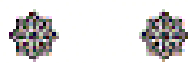
قسط نمبر 6

''کہاں یار سب کچھ کیا کرایا مل جاتا تھا۔'' عبید نے بے دلی سے کپڑا سنک میں پھینکا۔

''تب ہی قدر نہیں کی۔'' فیصل بات کرتے قریب آیا تو ساتھ ہی چلا اٹھا۔

''یہ تم نے چولہے کا حشر کیا کیا ہے؟''

''کر تو رہا ہوں صاف...... '' عبید چڑ گیا۔

''ایسے صاف کرتے ہیں۔ مزید گند ڈال رہے ہو۔''

''یہ لے، تو کر لے۔'' عبید نے غصے سے ہاتھ جھاڑے۔

''اف! آج تو لڑاکا بیوی بنے ہوئے ہو۔''

''مجبوری نہ ہوتی تو یہاں کھڑا تمہاری جلی کٹی نہ سن رہا ہوتا۔''

''تو نہ سنو...... چلے جاؤ۔'' اسے مزید تپا کر وہ لطف لے رہا تھا۔ خاصی خبیث روح تھا۔ عبید نے دانت کچکچائے۔

''کاش جا سکتا تو ایک دن بھی تمہاری یہ منحوس شکل نہ دیکھتا۔''

''اتنے چڑچڑے ہو رہے ہو۔ کال کر لو، گھر والوں سے بات کر لو...... تم فیملی مین ہو...... زیادہ دن ان سے دور نہیں رہ سکتے۔'' فیصل کو ترس آ ہی گیا۔ تب ہی صلح جو انداز میں مشورہ دیا۔

''انہوں نے کی، ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ عبید کہاں ہو؟''

''کیونکہ وہ جانتے ہیں۔'' فیصل کے مطمئن لہجے پر عبید تیزی سے مڑا۔

''تمہارے ابو نے دوسرے دن ہی فون کر کے پتا کرنا شروع کر دیا تھا۔ میری بات ہوئی تو میں نے بتا دیا۔ وہ ہسپتال سے گھر آئے تھے۔ میں نے انہیں پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔''

''تو......'' عبید کے الفاظ منہ میں ہی گول ہو گئے۔ فیصل نے اطمینان سے کندھے اچکا دیے۔

''مجھے ایک کال کرنی ہے۔'' عبید نے کہا تو فیصل بوکھلا گیا۔

''یہ کون صاف کرے گا؟''

''مر کیوں رہے ہو، آ کر دیکھتا ہوں۔'' وہ سر جھٹک کر نکل گیا۔

''دیکھ لیا تم نے اور ہو گیا صاف...... اسے کہتے ہیں، نیکی کر گلے میں ڈال۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے دراز کھولنے لگا۔

☆......☆......☆

ایک لمحے کو ثانیہ کے اعصاب سن ہو گئے۔ مگر موبائل کی رنگ ٹون نے اعصاب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ جانتی تھی وہ مخصوص ٹون کس کی ہے۔ اس نے سر اٹھا کر باپ کو دیکھا اور بغیر کچھ سوچے کال آن کر لی تھی۔ موبائل اس کے داہنے ہاتھ کے پاس پڑا تھا، وہیں پڑا رہا مگر ثانیہ کی آواز اس سے دور بیٹھے عبید نے بخوبی سنی۔

''ابا! کیا کہہ رہے ہیں آپ......؟''

''نکاح کر رہا ہوں تمہارا فرخ کے ساتھ......'' وہ چلائے۔ عبید ششدر سا رہ گیا۔

''میں نے کہا مجھے فرخ کے ساتھ شادی نہیں کرنی۔''

''میں تمہاری زبان کاٹ دوں گا۔ تم ہوتی کون ہو میرے حکم سے انکار کرنے والی۔ میں باپ ہوں فیصلہ کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ تم وہی کرو گی جو میں کہوں گا۔''

''تو خود ہی پڑھوالیں نکاح......'' اس کا ایک لمحے کا خوف اڑنچھو ہوا۔ ازلی جرأت اور بے باکی عود کر آئی۔

''لعنت ہو تجھ پر، باپ کا نکاح پڑھوا رہی ہے۔'' آصفہ نے دہائیاں دیں۔

''ارے بس کرو، چپ کرو سب لوگ آرام سے بیٹھ کر بات کر لو، میں اپنی بچی کو سمجھا دوں گی۔''

دادی کو یاد آیا وہ اپنے گھر کی بڑی ہیں۔

''میری ہمت تھی جو اس زبان دراز کو بہو بنانے چلی تھی۔ واہ نادرہ بیگم واہ! کیا تربیت کی ہے

اولاد کی۔'' انہوں نے استہزائیہ انداز میں تالی بجا کر داد دی۔

''اماں! بس کریں۔ نانی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ بیٹھ کر تسلی سے بات کر لیں۔'' سہیل خود اس آکورڈ سچویشن میں پھنسا بوکھلا گیا تھا۔

''کوئی بات نہیں ہوگی۔'' شبیر کا لہجہ دو ٹوک اور حتمی تھا۔'' بہو تو اب یہ آپا کی ہی بنے گی۔ ورنہ میرا مرا ہوا منہ دیکھے گی۔'' انہوں نے اپنے تئیں سنگین ترین دھمکی دی......

مگر سامنے بھی تو انہی کی بیٹی تھی۔

''خود زندہ رہوں گی، تب ہی کسی کا منہ دیکھوں گی۔'' وہ موبائل اٹھا کر بھاگ گئی۔

کال کٹ گئی تھی۔

عبید دم سادھے سارا ہنگامہ سنتا رہا۔

سانس کہیں سینے میں اٹکی رہی۔

وہ اکیلی لڑ رہی تھی۔ سب کے سامنے کھڑی تھی۔ اور وہ......وہ بزدلوں کی طرح سب چھوڑ چھاڑ یہاں چھپا بیٹھا تھا۔ اسے اپنا آپ بہت گھٹیا اور کمتر لگا۔ ثانیہ اس سے کہیں زیادہ بہادر تھی۔ اور اسی بہادری کی قیمت اب اسے چکانی تھی۔

☆......☆......☆

''اسی جمعے کو نکاح ہوگا یا ہم دونوں میں سے کسی ایک کا جنازہ اٹھے گا۔'' شبیر نے فلمی بڑھک لگا کر قصہ مکا دیا۔

ایک لمحے کو آصفہ کا دل چاہا، لعنت بھیجے ثانیہ پر، ایسی بھولا کر خود کیا گھر سے نکلنا تھا۔ مگر اب بات عزت، انا اور ضد کی تھی۔

شور، ہنگامہ ایسا تو نہ تھا کہ دیوار پار بھنک پڑتی۔

کتابوں میں سر کھپاتی ارم پڑھائی بھول گئی۔ اڑتے پڑتے لفظ جو دیوار ٹاپ آئے......ان ہی کو گرہ لگا کر جملے بناتی رہی۔ اتنا تو پتا چل گیا، قصور ثانیہ کا ہے۔

''کیا ہوا؟'' اس کے چہرے کا تجسس بادام کا شربت لے کر آتی آسیہ کو چونکا گیا۔

''آصفہ پھوپھو، دروازے تک لڑتی ہوئی گئی ہیں۔''

''یہ تو آئے دن کا سلسلہ ہے۔ کتابیں سمیٹ لو، کچھ دیر ریسٹ لے لو۔'' آسیہ نے ٹرے میز کے کونے پر ٹکائی تو ارم جلدی سے کتابیں ایک طرف کرنے لگی۔

''پتا نہیں لوگ اتنا لڑ کیسے لیتے ہیں؟''

''کچھ دن پہلے تک میں بھی سوچا کرتی تھی کہ اولاد نافرمان کیسے ہو جاتی ہے۔'' آسیہ ٹھنڈی سانس بھر کر گلاس میں شربت نکالنے لگیں۔

''دادی کو نہیں بھجوائیں گی؟''

یہ پہلی بار تھا کہ انہوں نے بادام کا شربت بنایا مگر دادی کو نہیں بھیجا تھا۔ آسیہ کی سوچتی نگاہیں بوگن ویلیا کے سفید پھولوں سے ڈھکی دیوار کی طرف اٹھیں۔

''ڈر لگتا ہے۔ ثانیہ آئی تو دیوار پار ہونے والے ہنگامے آئے روز یہاں ہوا کریں گے۔ ایک دو دن کا رشتہ نہیں، عمر بھر کا ساتھ ہے۔ ہم کتنے سالوں سے یہی سب دیکھتے اور سنتے آ رہے ہیں۔''

''یہی بات عبید کی سمجھ میں نہیں آ رہی۔'' ارم نے افسوس سے سر ہلایا۔ بھائی ناراض ہو کر گیا تھا۔ گھر ہی نہیں، دل بھی خالی لگتا تھا۔

''خدا کرے دیر ہونے سے پہلے سمجھ میں آ جائے۔'' تفکرات کی لکیریں ان کے چہرے پر گہری ہونے لگیں۔ صرف خاندان کی بات ہوتی تو وہ سمجھوتا کر بھی لیتیں۔ یہاں تو ثانیہ کا اپنا مزاج بھی سونے پر سہاگا تھا۔ ارم نے گلاس اٹھا کر ماں کو دیا، دوسرا خود لے کر موضوع بدل دیا۔ ہلکی پھلکی باتیں...... تاکہ ماں کا بوجھل ذہن ہلکا ہو سکے۔ انہیں اپنی بیٹی کی سادگی پر پیار آ گیا۔

''کھانے میں کیا بناؤں؟ کچھ تمہاری پسند کا بناتی ہوں۔''

''میں تو سب کچھ ہی کھا لیتی ہوں امی......''

''اتنا کمپرومائز بھی نہ ہو۔ کبھی کبھی اپنی پسند ناپسند بھی کہہ دینی چاہیے۔'' انہوں نے ڈھیرے

سے سمجھایا۔

''آپ بن کہے ہی پسند ناپسند جان لیتی ہیں۔'' وہ ہنسی۔

''میں ماں ہوں..... زندگی ماں نہیں ہوتی۔''

انہوں نے ٹھنڈے شربت کا گھونٹ بھرتے اس جملے کو بھی اپنے اندر اتار لیا تھا۔

☆......☆......☆

وہ اوندھے منہ بستر پر پڑی تھی۔ مزاج اتنا برہم تھا کہ عبید کی کال بھی نہیں لی۔ بلکہ موبائل ہی آف کر دیا۔ سب کچھ سن تو لیا تھا۔ کچھ کر کے بھی دکھائے۔

''اس طرح انکار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔'' رابعہ کے طوطے چڑیاں سب اڑ گئے تھے۔

''اور کس طرح انکار کرتے ہیں؟'' ثانیہ نے سر اٹھا کر الٹا پوچھا۔

''پورے محلے کو سنائی گئی ہیں۔'' رابعہ روہانسی ہو کر بیٹھ گئی۔

''تو تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ اپنی ساس کے پیچھے جاؤ...... یا تمہیں بھی گھر سے نکال دیا ہے؟''

''سب تمہارا قصور ہے۔'' رابعہ اس پر چڑھ دوڑی۔ ''کیوں اسے اتنا سر چڑھایا، ہنسی مذاق، باتیں، تعریفیں......''

ثانیہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کچھ لمحے پہلے کی ہیجانی کیفیت ٹھہر گئی تھی۔ ڈر خوف معدوم ہوا تو اس نے سچویشن کا حساب لگا کر حظ اٹھانا چاہا۔

''تاکہ وہ رشتہ لائے اور میں انکار کر دوں۔''

رابعہ دم بخود رہ گئی۔ جبکہ اس نے اطمینان سے اپنا جملہ پورا کیا۔

''انہیں بھی تو اوقات کا پتا چلے۔ پھوپھو کو لگتا ہے اپنے شہزادے بیٹے کا رشتہ جس گھر میں بھی لے کر جائیں گی۔ وہاں لوگ آنکھیں بچھا دیں گے۔ اب پتا چلے گا لوگ تو گھاس بھی نہ ڈالیں۔''

رابعہ ورطۂ حیرت سے دیکھتی رہ گئی۔ وہ کس قدر منتقم مزاج تھی۔ نہ کچھ بھولتی تھی نہ چھوڑتی...... اور معاف کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ یعنی وہ فرخ کو جان بوجھ کر اس مقام تک لائی تھی۔

''یا اللہ! مجھے پہلے یہ بات سمجھ میں کیوں نہ آئی کہ تمہارا فرخ کے ساتھ رویہ اتنا بدلا کیوں ہے اور میں سمجھی تم میری خاطر......'' رابعہ نے روہانسی ہو کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ یہ کھیل کھیلتے ثانیہ نے ایک بار بھی اس کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔

''اور ابا......'' رابعہ کو اچانک خیال آیا۔ اگر ابا نے سچ مچ زبردستی اس کا نکاح فرخ سے پڑھوا دیا تو وہ کہاں کھڑی ہو گی۔

''کوئی میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتا۔'' ثانیہ نے سر جھٹکا۔ ''شادی تو میری عبید سے ہی ہو گی۔ یہ میری تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔''

رابعہ دل تھام کر رہ گئی۔ مطلب اب طوفان اٹھے ہی اٹھے۔

باہر بیٹھی دادی بھی طوفان سے پہلے کی خاموشی کو محسوس کرتے تاسف سے ہاتھ مسل رہی تھیں۔ دونوں اچھے بھلے خوش تھے۔ ہنستے کھیلتے مذاق کرتے۔ فرخ تو محبت کرتا تھا۔ دادی کو یقین تھا۔ اور رہی ثانیہ......تو کبھی لگا ہی نہیں کہ محض دل لگی کر رہی ہے۔

''ہائے اب کیا ہو گا؟''

معاملہ ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ بگڑ گیا تھا۔

اس بات سے بے خبر اپنے رنگین خوابوں کے ہنڈولے میں جھولتے اس نے نجانے کیا کیا سوچ لیا تھا۔ رونمائی کا تحفہ ہنی مون کی جگہ...... ٹی وی پر چلتے رومانی گانے اسے اوپر ہی اوپر اڑائے جا رہے تھے کہ آصفہ نے آتے ہی قدموں تلے سے زمین ہی کھینچ لی۔ اچھی خاصی خوش باش گئیں آصفہ روتی دھوتی واپس آئیں تو آتش فشاں کی طرح پھٹ گئیں۔

فرخ ہکا بکا ماں کے واویلے میں بات کا سرا ہی پکڑتا رہا۔

''ہاں مجھے بے عزت کروانے کو بھیجا تھا۔ تم نے تو کہا تھا یہ رشتہ ثانیہ کی مرضی سے ہو رہا ہے پردہ بی بی تو تمہارے منہ پر تھوک گئی ہے۔ آج کے بعد اس لڑکی کا نام بھی لیا تو منہ توڑ دوں گی۔''

فرخ ششدر سا ماں کو کف اڑاتے دیکھتا رہا۔ کچھ بھی تھا اس نے تو بڑی محبت اور چاہت سے رشتہ بھیجا تھا۔

پھر انکار کا کیا سوال؟

اس نے بڑی امید سے بھائی کو دیکھا۔ وہاں بھی نا امیدی کے بادل ہی چھائے تھے۔

"وہ مجھے اس طرح دھوکا نہیں دے سکتی۔" وہ بڑبڑایا۔

"تو پھر فون کر کے اس کی منتیں کر لے کہ وہ تمہارا رشتہ قبول کر لے۔" آصفہ بے دم ہو کر صوفے پر گر گئیں۔

سہیل پانی کا گلاس لے آیا۔

"پاگل بناتی رہی ہے اور یہ بے وقوف بنتا رہا۔" دو گھونٹ پانی سے اندر لگی آگ تھوڑی بجھنی تھی۔ وہ سلگتی ہی رہیں۔

"دیکھتی ہوں...... دیکھتی ہوں...... اب اس گھر میں کوئی رشتہ لے کر جاتا کیسے ہے۔"

فرخ چڑ گیا۔

"مجھے تو لگتا ہے آپ لوگوں نے ڈھنگ سے رشتے کی بات ہی نہیں کی۔ ورنہ ممکن ہی نہیں کہ ثانیہ انکار کرتی۔ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔" بے وقوف نادان کو خود سے زیادہ ثانیہ کی محبت پر اعتبار تھا۔

"اچھا یہ جوتا اٹھاؤ اور ماں کے سر پر ٹھوک دو۔" آصفہ سلگ گئیں۔

"آپ کے کیوں......؟ اپنے سر پر مارے جہاں عشق کا بھوت چڑھا ہے۔" سہیل کو بھی تاؤ آ گیا۔

"اتنا ہی یقین تھا تو خود رشتہ مانگنے دفع ہو جاتے۔ ہمیں کیوں بھیجا۔ جادوگرنیاں...... کالا جادو کروا دیا ہے اس پر...... مت ماردی ہے۔"

فرخ چڑ کر کمرے سے نکل گیا۔ ماں کے واویلے سے سہیل کے سر میں درد ہونے لگا تھا۔

"امی بس کریں۔"

"دونوں مل کر ماں کا ہی گلا دبا دو۔" وہ اسی پر چڑھ دوڑیں۔

("اچھا ہوا رابعہ نہیں آئی۔") سہیل نے دل میں سوچا۔

☆......☆......☆

''تم نے عبید کو بتایا؟'' نادرہ جلے پیر کی بلی کی طرح یہاں وہاں چکرا رہی تھیں۔
''نہیں..... فرخ نے جان کھا لینی تھی، اس لیے موبائل ہی بند کر دیا۔'' ثانیہ نے بے زاری سے بتایا۔
''بے وقوف لڑکی اسے بتاؤ کہ تمہارا باپ زبردستی تمہارا نکاح کر رہا ہے۔'' نادرہ نے دانت پیسے تو ثانیہ سوچ میں پڑ گئی۔
واقعی اسے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے تھا۔ تب ہی دادی دیوار کے سہارے قدم قدم چلتی آ گئیں۔ نادرہ نے غصے سے کمرہ ہی چھوڑ دیا۔
''میں نے کہا میری شہزادی، میری سوہنی بیٹی۔''
''دادی! خوامخواہ انرجی ویسٹ نہ کریں، پہلے ہی حال سے بے حال ہو گئی ہوں۔'' ثانیہ نے بے زاری سے دادی کی تمہید پر پانی پھیر دیا۔
دادی بددلی سے کرسی پر بیٹھ گئیں۔
''خرابی کیا ہے فرخ میں؟''
''خوبی کیا ہے؟''
''کھاتا کماتا، پڑھا لکھا، گبھرو جوان ہے۔''
''سونے پر سہاگا آصفہ پھوپھو کا بیٹا ہے۔'' اس نے ناک چڑھائی۔
دادی کو بہت ہی برا لگا۔
''کچھ شرم کرو۔''
''جس نے کی شرم، اس کے پھوٹے کرم.....'' وہ آلتی پالتی مارے ہاتھ میں پکڑے موبائل سے کھیل رہی تھی۔
''پر اب تو فرخ تجھے اچھا لگنے لگا تھا۔'' دادی کے بوڑھے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔ ثانیہ کو ہنسی آ گئی۔
''اچھا لگنے کا مطلب یہ تھوڑی ہوتا ہے کہ شادی ہی کر لوں۔''

"پر اب تو تمہارے باپ نے کہہ دیا ہے۔" ہائے پرانے زمانے کی عورتیں...... باپ بھائی نے فیصلے کی تلوار گردن پر رکھ دی تو اب ہاں کرنی ہی پڑے گی۔ مگر وہ ثانیہ تھی۔ گردن کٹوا سکتی تھی، مگر مرضی کے خلاف ہاں نہیں کر سکتی تھی۔

اس کی اسی عادت پر نادرہ واری صدقے جاتی تھیں تو رابعہ خوفزدہ ہو جاتی۔ ایسی شدت پسند زندگی کسی بھی معاملے کو خراب اور رشتے کو دولخت کر سکتی تھی۔ اسے لگتا درمیانی راہ نکالنی چاہیے۔

"نکاح کے لیے ابا کی نہیں، میری ہاں کی ضرورت ہے، اور دادی آپ کسی بھول میں نہ رہنا۔ آپ کے خواب کبھی پورے نہیں ہوں گے۔"

"وہ تو تم سے پیار کرتا ہے۔" دادی اپنے خوابوں سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھیں۔

"میں تو نہیں کرتی۔" وہ منہ پھاڑ کر بولی۔ دادی نے منہ میں انگلیاں دبا لیں۔ اتنی بے باکی اور بدلحاظی دیکھ کر ایک بار تو نواسے پر ترس ہی آ گیا۔

"اور دادی! ایک بات اپنے بیٹے کو بھی سمجھا دیں۔ رابعہ کی شادی ان کی مرضی سے ہوئی تھی۔ میری شادی میری ماں کی مرضی سے ہو گی۔"

"اور تمہاری ماں کی مرضی کیا ہے؟" دادی کو دال میں کچھ کالا نظر آیا۔

"وقت آنے پر بتا دیں گی۔" ثانیہ کے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ رینگی، دادی کو ساری دال ہی کالی نظر آنے لگی۔

باہر کسی نے بے دردی سے دروازہ پیٹ دیا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے؟" فرخ کی شکل دیکھتے ہی نادرہ کا بی پی شوٹ کر گیا۔ فرخ کا چہرہ سلگ رہا تھا۔

"ثانیہ سے بات کرنی ہے۔"

"سو رہی ہے۔" نادرہ نے دروازہ بند کرنا چاہا مگر وہ دیدہ دلیری سے اندر گھس آیا۔

"میری نیندیں اڑا کر خود سو رہی ہے ثانیہ......"

"شور کیا کر رہے ہو؟ پورے محلے کو سناؤ گے؟"

''کرنے دیں شور......'' ثانیہ تیر کی طرح باہر آئی۔ ''میری بدنامی میں جو کسر اس کی ماں نے چھوڑ دی ہے، وہ یہ پوری کرے گا۔''

''تم نے رشتے سے انکار کیوں کیا؟'' فرخ لپک کر سامنے آیا۔

نادرہ کی ہتھیلیوں پر پسینہ اتر آیا۔ لگتا تھا دو شعلے آمنے سامنے کھڑے ہیں، نجانے کون کس کو جھلسا کر راکھ کر دے۔ مگر وہ راکھ ثانیہ نے فرخ کی آنکھوں میں اڑتی دیکھ لی تھی۔ وہ غصے میں جھلس رہا تھا اور محبت راکھ ہو رہی تھی۔ وہ محبت جو فرخ نے سچ مچ ثانیہ سے کر لی تھی۔

فرخ نے چلّا کر اپنا سوال دہرایا۔

ثانیہ نے ایک نظر ماں کو دیکھا۔

ساری بے عزتیوں کے حساب کا وقت آن پہنچا تھا۔

''وہ رشتہ نہیں، میری بے عزتی تھی۔'' وہ تڑخ کر بولی۔

''مجھ سے سیدھی بات کرو......'' فرخ غرایا۔

''ثانیہ!'' نادرہ تھوڑا ڈر گئیں۔ ثانیہ کا کیا بھروسا کب کس وقت کیا کر دے۔

''بولنے دیں اماں! ہم کب تک پردے ڈالیں گے۔'' وہ ماں کو روک کر فرخ کی طرف مڑی۔

''تم بتاؤ میں نے تمہیں پھنسایا تھا؟

فرخ کے غصے پر لاعلمی کے چھینٹے گرے۔

''تمہاری منت کی تھی، میرا رشتہ لے کر آؤ؟''

وہ متحیر ہوا۔ تیوریوں کے بل کم ہوئے۔

''کون کون سے تحفے بٹور رہے ہیں۔ بولو......؟'' ثانیہ چلائی۔

تو فرخ کا وجدان صحیح تھا۔ چھٹی حس درست اشارہ دے رہی تھی۔

''اماں نے تم سے یہ سب کہا؟''

فرخ وہیں پہنچا جہاں ثانیہ اسے لانا چاہتی تھی۔

''اف! یہ مرد کتنے بے وقوف ہوتے ہیں۔''

''صرف یہ سب نہیں...... انہوں نے جو کچھ بولا، دروازے تک جاتے جاتے آدھے محلے نے سنا۔ میں آوارہ ہوں۔ ان کے بیٹے پر ڈورے ڈالتی ہوں۔ انہوں نے ایک بار بھی سوچا کہ میں ان کی بھتیجی ہوں۔''

وہ آصفہ سے کہیں زیادہ دقت سے چلائی۔

فرخ کے اعصاب تن گئے۔

''اور تم...... تم مجھ سے شادی کرنا چاہیے ہو۔'' اس نے فرخ کے بازو پر ہاتھ مارا۔ نادرہ منہ کھولے ثانیہ کے تماشے دیکھتی رہیں۔

اندر دادی کے ہاتھ پاؤں پھولے کہ اٹھنا محال ہو گیا۔

''نہیں فرخ......'' شاید وہ سچ میں روئی تھی۔ (نادرہ کو اس کے آنسوؤں پر بھی اعتبار نہ تھا) تب ہی دونوں ہاتھوں سے چہرہ رگڑ ڈالا۔

فرخ کا دل پگھل کر اس کی ہتھیلیوں میں بہہ نکلا۔

''مجھے محبت نہیں عزت چاہیے۔ جو تمہارے گھر میں مجھے ساری زندگی نہیں ملے گی۔''

''ثانیہ! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔''

''میری عزت کروا سکتے ہو؟ جو الزام مجھ پر لگائے انہیں دھو سکتے ہو؟'' وہ بھپر کر بولی۔

''جاؤ فرخ! تم کچھ نہیں کر سکتے۔ صرف اپنی ماں کے سامنے بھیگی بلی بن سکتے ہو۔ صرف اس خدا کا واسطہ ہے۔ میرا راستہ چھوڑ دو۔'' اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

فرخ لب بھینچ کر دو قدم پیچھے ہٹا، پھر تیزی سے گھر سے نکل گیا۔

ثانیہ نے گہری سانس لے کر بکھرے بال دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر خود کو پرسکون کرنے کی سعی کی۔

''خس کم جہاں پاک......''

اس نے اپنے تئیں بہت بڑا مرحلہ پار کر لیا تھا۔ نادرہ ورطۂ حیرت میں دم بخود بیٹی کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

نجانے کیوں انہیں ثانیہ سے ڈر لگنے لگا تھا۔

☆......☆......☆

رابعہ شبیر کے ساتھ گھر واپس آئی تھی اور آتے ہی کچن میں گھس کر رات کے کھانے کی تیاری کرنے لگی تا کہ آصفہ سے سامنا کم سے کم ہو۔ شبیر کے ترلے منتیں، آصفہ کا واویلا...... ایک لمحے کو کم نہ ہوا۔

''میری غلطی ہے آپا! مجھے پہلے گھر میں بات کرنی چاہیے تھی، اچانک بات ہوئی تو وہ گھبرا گئی۔''

''کیوں...... میں نے سر پر کیا بم پھوڑ دیا تھا؟ کیا لڑکیوں کے رشتے نہیں آتے۔ کون اس طرح منہ پھاڑ کر انکار کرتی ہے۔''

''میں نے کہا نا میں جمعے کو دونوں کا نکاح......''

آصفہ نے تیزی سے بھائی کی بات کاٹی۔

''نہ بابا نہ...... مجھے تمہاری بیٹی پر اعتبار نہیں۔ عین نکاح کے وقت انکار کر دیا تو چار بندوں میں میری کیا عزت رہ جائے گی۔''

''نکاح کے وقت کون انکار کرتا ہے۔'' وہی روایتی سوچ۔

''تمہاری بیٹی کرے گی۔'' آصفہ نے ترنت جواب دیا۔

شبیر جز بز ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

''میں نے اس کی آنکھوں میں بغاوت دیکھی ہے شبیر! اور لڑکیوں کی آنکھوں کی شرم یونہی نہیں مرتی...... پتا کر لو چکر کیا ہے۔''

شبیر نے چونک کر بہن کی شکل دیکھی۔

''کسی کی تو شہ ہے نا، تمہاری بیوی اور بیٹی کچھ تو چھپا رہے ہیں۔''

شبیر نے بوکھلا کر ان کی بات کو رد کرنا چاہا، تبھی فرخ تیر کی طرح اندر آیا۔

''یہی سب وہاں بول کر آئی ہیں نا......؟''

ایک لمحے کو آصفہ گڑبڑا گئیں۔ نجانے بیٹے نے کیا کچھ سن لیا تھا۔

''میرا رشتہ لینے گئی تھیں یا ثانیہ کو میرے خلاف کرنے؟''

جتنا غبار وہ اپنے اندر بھر کے لایا تھا، سب کا سب نکال دیا۔ آصفہ ہکا بکا مقدور بھر منہ ماری کرتی رہیں۔

شبیر نے فرخ کو چپ کروانے کی سعی کی تھی مگر فرخ غصے میں چیختا چلاتا، چیزیں توڑتا پھوڑتا اپنے کمرے میں گھس گیا۔

''ماموں! یہ میری ماں نہیں، دشمن ہے۔''

آصفہ کو بیٹے کا یہ جملہ ناگ کی طرح ڈس گیا۔ ان کا پورا وجود نیلو نیل ہو گیا تھا۔

☆......☆......☆

دادی نے آدھا کیلا کھا کر آدھا میز پر رکھ دیا۔ وہ گلا ہوا تھا۔ صبح سے چائے کا کپ بھی نصیب نہ ہوا تھا اور ہوتا بھی کیوں؟ انہیں اپنے کیے کا بھگتان اسی طرح بھگتنا تھا۔ وہ ہوتی کون تھیں ثانیہ کا رشتہ فرخ سے طے کرنے والی۔ وہ گھر میں پڑا فالتو سامان تھیں، کسی کام کی نہ کاج کی، دشمن اناج کی...... اناج بھی وہ جو پورے دن میں ایک آدھ دفعہ ہی نصیب ہوتا ہے۔ بیٹا بے نیاز، بہو سنگ دل، پوتی لاپروا......

وہ نجانے کب سے یہی سب سوچتی جا رہی تھیں۔

حسرت سے اپنی ٹانگوں پر ہاتھ پھیرتی آہ بھرتیں۔

''مولا زندگی دی تھی تو محتاجی تو نہ دیتا۔''

نہ بلڈ پریشر، نہ شوگر...... اچھی خاصی صحت تھی۔ بس ٹانگوں کے پٹھے کمزور ہونے لگے۔ ڈھنگ کے علاج کی طرف توجہ نہ گئی۔ اب چلتیں تو ٹانگوں پر وزن ہی نہ ہوتا۔ خوراک کی کمی نے مزید نڈھال کر رکھا تھا۔

''سارا ٹبر کھاتا پیتا ہے۔ میری دفعہ نجانے کیوں قحط پڑ جاتا ہے۔'' انہوں نے بے حد غصے میں آوازیں دیں۔

آوازیں بھی دیں کس کو......؟ ارم کو۔

وہ اوپر بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ فوراً ہی جھانک لیا۔

دادی پوپلا منہ کھولے اوپر ہی دیکھ رہی تھیں۔

''جی دادی!''

''دادی مرگئی تو بھلے نہ جھانکنا۔ پر میرا تو پتا ہے نا کوئی پوچھنے والا نہیں۔''

ارم شرمندہ ہوگئی۔ دادی سے کیا کہتی...... سچویشن ہی ایسی تھی۔

''کیا کھائیں گی دادی...... میں ابھی بنا دیتی ہوں۔''

ایک طرف سے نادرہ اور دوسری طرف سے ثانیہ لپک کر باہر آئیں۔

''جا کر چوک میں بیٹھ کر اعلان کرو کہ میں بھوکی مر رہی ہوں۔ اس طرح تو ہماری بدنامی پوری نہیں ہوگی۔'' نادرہ کا تو بس نہ چلتا تھا خود دادی کو اٹھا کر چوک میں بٹھا آئیں۔

''یہی حال رہا تو یہی کروں گی۔'' دادی نے بدک کر کہا۔

''میرے ہی بیٹے کی کمائیاں کھا کھا کر پہلوان بنی اور میرے لیے دو لقمے نہیں۔''

''نادرہ خالہ! کوئی بات نہیں، دادی پہلے بھی تو فرمائش کر دیتی تھیں۔'' ارم نے گھبرا کر کہا۔

ثانیہ نے سلگتی نگاہوں سے ارم کو دیکھا۔ سفید سوٹ پر فیروزی پرنٹڈ دوپٹا کندھوں پر پھیلائے، ہاتھ میں کتاب...... گویا امتحانوں کی تیاری زور و شور سے جاری تھی اور خود اس نے ایک لفظ نہیں پڑھا تھا۔

''تمہیں ہمارے گھر کے معاملے میں بولنے کی ضرورت نہیں ہے ارم...... اپنے کام سے کام رکھو۔'' سرد و بیگانہ لہجہ......

ارم شرمندگی سے وہاں سے ہٹ گئی۔

ثانیہ نے دادی کو دیکھا اور قدرے تحمل سے بولی۔

''کچھ بنا دیتی ہوں دادی...... آئندہ کسی سے کہنے کی ضرورت نہیں۔''

''احسان ہوگا۔'' دادی نے منہ پر بیٹھی مکھی اڑائی۔

ثانیہ کچن میں جا کر دلیے کا ڈبہ کھولنے لگی۔ نادرہ نے کچھ کہنے کو منہ کھولا مگر اسی لمحے شبیر احمد کو آتا دیکھ کر منہ بند کر لیا۔

''کہاں چلے گئے تھے؟''

''اب ہر جگہ جانے کے لیے تمہاری اجازت لوں گا؟'' اس گھر میں ہر کسی کا بول ایسا ہی تھا۔ سوال پتھر تو جواب اینٹ آتا۔

''بس رہنے دو، پتا چل گیا، کہاں سے آ رہے ہو۔'' نادرہ نے کہا تو شبیر کو مزید تاؤ آ گیا۔

''تم ماں بیٹی نے فرخ سے کیا کہا تھا۔''

''وہ یہاں کرنے کیا آیا تھا، یہ نہیں پوچھا۔''

دادی ٹکر ٹکر منہ دیکھنے لگیں۔ فرخ کب آیا تھا۔

''کان کھول کر میری بات سن لو۔'' نادرہ کے قریب آتے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غرائے۔

''اس گھر میں وہی ہوگا جو میں چاہوں گا۔''

ثانیہ کچن کے دروازے سے یہ منظر دیکھ سکتی تھی۔

''شکر ہے...... ورنہ تو اس گھر میں وہی ہوتا ہے جو تمہاری بہن چاہتی ہے۔'' نادرہ نے اب ڈرنا چھوڑ دیا تھا۔

''تم میری بہن سے جلتی سڑتی رہنا۔ لیکن جمعے کو نکاح ہو کر رہے گا۔ یہ بات اپنی بیٹی کو بھی سمجھا دینا۔'' دھکے دے کر نادرہ کو ہٹاتے وہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔

ثانیہ نے دلیے کا ڈبہ واپس رکھ دیا۔

دادی نے خاموشی سے اٹھا کر باقی ماندہ کیلا کھانا شروع کر دیا۔

نادرہ نے گردن گھما کر ثانیہ کو دیکھا۔

وہ اپنی جگہ گم صم سی کھڑی تھی۔

☆......☆......☆

"کہاں گم تھیں؟ نمبر کیوں بند تھا۔ میں سارا دن اتنا پریشان رہا۔" عبید کے لہجے کی ٹوٹ پھوٹ بتاتی تھی، اس پر یہ دن کس قدر گراں گزرا ہے۔

"تم صرف پریشان ہوتے ہو عبید، مجھے تو ہر محاذ پر لڑنا پڑتا ہے۔ تمہیں اندازہ ہے..... رشتہ آیا ہے فرخ کا۔" وہ زور دے کر بولی۔ جیسے سمجھانا چاہتی ہو کہ فرخ کون ہے۔ دو دو رشتے تھے۔ پھوپھو کا بیٹا، بہن کا دیور ہے۔ عبید کو بھی اندازہ تھا وہ کس مشکل میں پھنس چکی ہے۔

"رابعہ بالکل ٹھیک کہتی ہے۔ تم ایک بزدل انسان ہو۔"

ڈھلتی رات میں اس کی سلگتی آواز نے الاؤ بھڑکا دیا۔ وہ چھت پر تھی۔ رات گرم اور ہوا رکی رکی سی تھی۔ چودھویں کا چاند اتنا روشن اور قریب تھا کہ چاندنی جسم و جاں کو جلا رہی تھی۔ اس کی خوب صورتی کے گن گاتے شاعروں کے سامنے شاید ایسی رات نہ آئی تھی، جہاں چاندنی بھی جلاتی ہو۔

"تم سے زیادہ ہمت تو فرخ نے دکھا دی۔ کیسے اپنی ماں کو منا کر لے آیا اور تم بزدلوں کی طرح گھر چھوڑ کر بیٹھے ہو۔ نہ تمہیں فرق پڑا ہے، نہ تمہارے گھر والوں کو..... جان تو میری مصیبت میں ہے۔" ثانیہ پھٹ پڑی۔

"ثانیہ.....!" عبید نے اسے ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"میں نے تمہاری باتیں سننے کے لیے نہیں، بلکہ انوائیٹ کرنے کے لیے کال کی ہے۔ جمعے تک اپنے ماں باپ کو نہ لا سکے تو میرے اور فرخ کے نکاح میں ضرور شریک ہونا۔"

"تم انکار کر دو۔"

"ابا نے فیصلہ سنا دیا ہے اور جہاں بات ان کی بہن کی ہو، انہیں اپنی اولاد بھی نظر نہیں آتی۔ تم رشتہ لے آئے تو قسم کھاتی ہوں ڈٹ جاؤں گی۔ نہ لا سکے....."

وہ ایک لمحے کو رکی اور اس کے ساتھ عبید کی سانس بھی تھم گئی۔

"قسم کھاتی ہوں فرخ سے نکاح پڑھوا لوں گی۔"

"کیسے کر سکتی ہو؟"

''خودکشی کی ایک شکل تو نہیں ہوتی عبید......'' یاسیت میں ڈھلی، ہاری ہوئی آواز عبید کے دل کو چیر گئی۔

''جب مرنا ہی مقدر ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ جہاں سے جاؤں یا جیتے جی مروں، تمہیں کھونے کے بعد تو زندگی ویسے ہی بے معنی ہو جائے گی۔'' آواز رندھ گئی۔ اس نے ہلکا سا کھنکھار کر گلا صاف کیا۔

''فرخ سے نکاح کے بعد یہ تو یاد رہے گا ایک بزدل انسان سے محبت کی سزا بھگت رہی ہوں۔''

رابطہ منقطع ہو گیا۔

وہ بے دم ہو کر کرسی پر بیٹھی اور بھول گئی کہ کرسی ٹوٹی ہے۔ نیچے گرتے ہی اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

یقیناً یہ نیچے گر کر لگنے والی چوٹ پر رونا نہیں تھا۔

☆......☆......☆

صبح صادق کی روشنی کائنات پر دھیرے دھیرے پھیل رہی تھی۔ جب وسیم نے گھر میں قدم رکھا یعنی وہ بہت پہلے وہاں سے نکل آیا تھا۔ اس وقت جب ثانیہ نے اسے میسج کیا۔ وہ عبید کی طرف سے مایوس ہوئی تھی یا اسے کوئی رستہ سجھائی نہ دیا تھا۔ تبھی بھائی کو مدد کے لیے پکارا تھا۔ وہ پہلے رابعہ کی وجہ سے پھوپھو کے گھر سے متنفر تھا۔ اب نیا رشتہ......بس سر ہی چکرا گیا۔ تبھی پہلی ویگن پکڑ کر گھر پہنچا اور اب سب سے سر کھپا رہا تھا۔

''پہلے ہی رابعہ وہاں بہت خوش ہے جو اب نیا تماشا شروع کر لیا ہے۔''

اس کے لہجے میں بلا کی جھنجھلاہٹ اور چہرے پر غصہ بھرا تحیر تھا کہ کیسے گھر والے سب جانتے دیکھتے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں۔

ثانیہ خاموشی سے آ کر وسیم کے پاس کھڑی ہو گئی۔

ستا ہوا چہرہ......متورم آنکھیں۔

''بہن کے نکاح کو تماشا کہہ رہے ہو۔'' شبیر نے جز بز ہو کر ڈانٹا......

بیٹے کی مداخلت اچھی نہیں لگی تھی۔ دادی لمبی تان کر سو رہی تھیں۔ ساری رات جاگنے کے بعد اب کہیں آنکھ لگی تھی۔ نیند کی کوئی روٹین ہی نہ تھی۔ کبھی کبھی ساری رات جاگ کر سارا دن سوتیں کبھی دو دو دن بغیر نیند کے گزر جاتے۔

''اس طرح ہوتے ہیں نکاح......؟'' اس نے ایک نظر ثانیہ کو دیکھا۔

''اور کس طرح ہوتے ہیں۔'' شبیر چڑ کر بولے۔ ''اس کو یہاں بلایا کس نے ہے؟''

''اس کا بھائی ہے۔'' نادرہ نے لقمہ دیا۔ بیٹے کی مداخلت نے ڈھارس بندھائی تھی۔ سوچا یہ معاملہ نمٹ جائے تو بیٹے کو اعتماد میں لے کر عبید کے بارے میں بتائیں گی۔ پورا یقین تھا وسیم ساتھ دے گا۔

''اور میں اس کا باپ ہوں، اپنی اولاد کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق رکھتا ہوں۔''

''اولاد کی مرضی کے بغیر......''

''یہ میری مرضی کی پابند ہے۔'' شبیر نے کھا جانے والی نظروں سے ثانیہ کو دیکھا۔ ثانیہ نے بھائی کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور دہائی دی۔

''وسیم بھائی! میں مر جاؤں گی مگر فرخ سے شادی نہیں کروں گی۔''

''بھلے مر جا، نکاح فرخ سے ہی ہوگا۔'' وہ بھڑک کر بولے۔ غصے سے نتھنے پھولنے لگے۔

''آپ تو چاہتے ہیں آپ کی بہن کے سوا سب مر جائیں۔ مگر اب ایسا نہیں ہوگا۔'' وسیم بھی تو ان ہی کا بیٹا تھا۔

''کون روکے گا۔'' شبیر تاؤ کھا کر کھڑے ہوئے۔

''میں......'' وسیم کھڑا ہوا تو قد باپ سے اونچا تھا۔

بیٹے کا قد باپ سے اونچا ہونے لگے تو باپ کے اندر ایک قدرتی جھجک آ جاتی ہے۔ تبھی وسیم کو کچھ کہنے کے بجائے نادرہ پر چڑھ دوڑے۔

''بیٹے کو میرے سامنے کھڑا کر کے ہوگئی تسلی۔ جو دل میں آتا ہے کرو...... میرا تم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں۔ نافرمان اولاد...... کم عقل عورت۔''

بیٹا تن کر سامنے کھڑا تھا۔

وہ میدان چھوڑ کر بھاگے۔

ثانیہ نے سکون کا سانس لیا۔

وسیم جھنجھلا کر ماں کے پاس بیٹھا۔

''پتا نہیں، اس گھر کے تماشے کب ختم ہوں گے۔''

''شکر کریں، پھوپھو کی کوئی بیٹی نہیں ہے۔ ورنہ اب تک آپ کا رشتہ بھی ہو چکا ہوتا۔'' ثانیہ تلخی سے گویا ہوئی۔

''میرے لیے ناشتہ بنا دو۔'' وسیم نے کنپٹی مسلی۔

ثانیہ باہر نکل آئی۔ کمرے سے دادی کی آوازیں آ رہی تھیں۔

ثانیہ کان لپیٹ کر کچن میں آ گئی۔

☆......☆......☆

''پھوپھو! کھانا کھا لیں۔'' رابعہ نے ٹرے سامنے رکھی۔ پھوپھو کو آگ لگ گئی۔

''فی الحال تو اپنی شکل گم کر...... دیکھ کر ہی وحشت ہونے لگتی ہے۔ مکار عورتیں......''

''اب رابعہ کا کیا قصور ہے؟'' رابعہ کی پھیکی پڑتی رنگت، سہیل جھنجھلا گیا۔ ''اس نے تو منع بھی کیا تھا کہ......''

''بس، زیادہ بیوی کی سائیڈ لینے کی ضرورت نہیں۔'' آصفہ نے تڑپ کر ٹوکا۔

''میرا کلیجہ پھٹا جا رہا ہے۔ تجھے ان کے چونچلوں کی پڑی ہے۔ میرا بیٹا مجھے کیا کیا باتیں سنا گیا۔''

پلو منہ پر رکھ کر سسکنا شروع......

پلو کی بڑی موج تھی۔ آنکھوں کا پردہ رہ جاتا ہے۔ آنسو ہوں نہ ہوں، آواز سے کام چل جاتا ہے۔

''دفع کریں دو چار دن نخرے کرے گا، پھر ٹھیک ہو جائے گا۔''

''ناں......!'' انہوں نے سرعت سے پلو ہٹایا اور رابعہ نے بےزاری سے نظریں...... آواز کی

رقت آنکھوں میں ایک آنسو نہ لا سکی تھی۔

''انکار تو اس کی ہوتی سوتی نے کیا...... مجھ سے کس بات کا جھگڑا تھا۔''

''اچھا، آپ کھانا کھائیں...... میں بلا کر لاتا ہوں۔ آمنے سامنے بات ہوگی۔''

سہیل اٹھ گیا۔ گھر کا ماحول خراب ہو رہا تھا۔ اب بات ہونا ضروری تھی۔

فرخ کا کمرہ خالی تھا۔

بے شکن چادر...... جیسے وہ کمرے میں آیا ہی نہ ہو۔ حالانکہ سہیل نے اسے گھر میں واپس آتے دیکھا تھا مگر وہ اتنا غصے میں تھا کہ سہیل نے بات کرنا مناسب نہ سمجھی۔

''پھر چلا گیا......'' بڑبڑاتے ہوئے سہیل واپسی کے لیے مڑا اور اسی تیزی سے واپس پلٹا۔

کچھ تو انہونی تھی۔

اسے بیڈ کی سائیڈ سے فرخ کا پیر نظر آیا تھا۔

وہ فرش پر کیا کر رہا تھا۔

سہیل کا دل زور سے دھڑکا...... اور اتنی ہی تیزی سے وہ بیڈ کے دوسری طرف آیا۔

فرخ اوندھے منہ فرش پر گرا ہوا تھا۔

☆......☆......☆

''ابو!'' ایک باسکٹ خراب ہوگئی تھی۔ اس کو ریڈی کر کے مٹی بھر کے، گل دوپہری لگا کر وہ گیراج کی طرف رکھنے آئی تھی، جب توفیق صاحب کو پانی کا پائپ لگاتے دیکھا۔ وہ گاڑی دھونے کی تیاری کر رہے تھے۔ پہلے تو اکثر یہ کام عبید ہی کرتا تھا۔

''ہٹ جائیں بس میں کر رہی ہوں۔'' ٹوکری رکھ کر ارم نے بازو چڑھا لیے۔

''کیوں بھئی، میں کیا بوڑھا ہو گیا ہوں جو اپنی بیٹی سے یہ کام کرواؤں گا۔''

توفیق نے لیمن شرٹ اور بلیک ٹراؤزر میں ملبوس گڑیا سی بیٹی کو پیار سے دیکھا جس کی پوری کوشش ہوتی کہ انہیں عبید کی کمی محسوس نہ ہو۔

''میں نے کہا بس آپ ہٹ جائیں۔ ابھی آپ کی گاڑی ایسے چمکاؤں گی کہ عبید نے بھی نہ چمکائی ہوگی۔''

باپ بیٹی کی بحث سن کر باہر آتی آسیہ مسکرا دیں۔

''دے دیں توفیق! اب یہ نہیں مانے گی۔''

توفیق بھی نہ مانتے مگر گیٹ پر بجتی گھنٹی سن کر انہیں پائپ چھوڑ کر دروازے کی طرف جانا پڑا۔

ارم نے فوراً ڈیوٹی سنبھال لی۔

''کیوں ہر کام اپنے ذمے لیتی ہو۔'' آسیہ نے ٹوکا۔

''پڑھ پڑھ کر تھک گئی ہوں امی! تھوڑا فریش ہو جاؤں گی۔'' اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔

دروازہ کھول کر توفیق ایک لمحے کو ساکت ہو گئے۔

آج کتنے دنوں کے بعد بیٹے کی شکل دیکھی تھی۔

ایک لمحے کو یاد ہی نہ آیا کہ ان کے درمیان کوئی ناراضی چل رہی تھی......

مگر جب سلام کیا تو جواب دیتے ہوئے بیچ کی ساری تلخیاں یاد آ گئیں۔ تب ہی دروازہ کھلا چھوڑ کر واپس گاڑی کی طرف آ گئے۔

عبید نے اندر قدم رکھا تو ماں کی آنکھیں جیسے پہلے ہی دروازے پر لگی تھیں۔ آسیہ تیزی سے کھڑی ہوئیں۔

ارم کے ہاتھ سے پائپ گر گیا۔

جسے توفیق صاحب نے اٹھا کر کام شروع کر دیا۔

ارم بھاگتی ہوئی آئی۔

عبید کے عین سامنے رک کر بچوں کی سی ناراضی سے گویا ہوئی۔

''ہر روز انتظار کرتی تھی۔ تم نے اتنے دن کیوں لگا دیے؟''

عبید نے ایک اچٹتی سی نظر اس پر ڈالی پھر نظر انداز کر کے ماں کی طرف بڑھ گیا۔

متحیر سی ارم نے بے یقینی سے جاتے دیکھا۔

ماں نے بڑھ کر گلے لگا لیا۔ بے قرار دل میں ٹھنڈک سی اتر آئی۔

''کوئی اتنے دن گھر سے باہر رہتا ہے۔'' انہوں نے دونوں ہاتھوں سے بیٹے کا چہرہ تھام لیا۔

''آپ نے بلایا ہی نہیں، ورنہ آ جاتا۔'' چہرے، لہجے کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں بھی شکوہ رقم تھا۔

توفیق نے مڑ کر بیٹی کو دیکھا۔ جو وہیں کھڑی پلکیں جھپکتی آنسو پینے کی کوشش کر رہی تھی۔

قسط نمبر 7

باپ پر نگاہ پڑتے ہی ارم نے فوراً خود کو سنبھالا۔
توفیق پائپ سمیٹنے لگے۔ گویا گاڑی دھونے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔
''مجھے آپ سب سے ضروری بات کرنا ہے۔'' عبید نے ماں کو دیکھتے با آواز بلند کہا۔
سب کو مایوسی ہوئی۔ کیونکہ سب جانتے تھے یا اس کا لہجہ بتا تا تھا وہ حتمی بات کرنے آیا ہے۔
اور حتمی بات کا یہی نقصان ہوتا ہے...... آر ہوتی ہے یا پار......

☆......☆......☆

محلے میں ایمبولنس کی آواز گونجنے لگی۔ دادی نے دہل کر دل پر ہاتھ رکھا۔
''الٰہی خیر......''
''فکر نہ کریں دادی......! آپ کے لیے نہیں آئی۔'' جلی بھنی ثانیہ نے مزید دادی کا کلیجہ جلایا۔
دکھ کے گہرے بادلوں نے ان کے دل کو ڈھانپ دیا۔
''ہاں، تم لوگوں کی تو یہی حسرت ہے۔ پر کیا کروں؟ بلاوا ہی نہیں آتا......'' خلاف توقع انہیں غصہ نہیں آیا تھا۔
ثانیہ کا موبائل بار بار بجنے لگا۔
نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے رابعہ کی کال لی۔
''مبارک ہو......تمہاری حسرت پوری ہوئی۔''
''کیسی حسرت......؟'' اس نے ناگواری سے پوچھا۔

''کوئی تمہاری محبت میں اپنی جان سے گیا۔''

ثانیہ کا پورا وجود سُن ہو گیا۔

☆......☆......☆

رابعہ کی بند مٹھی میں گولیوں کی شیشی تھی۔ جس کی بڑی مقدار فرخ کے معدے میں پہنچ چکی تھی۔ رابعہ کے کانوں میں ابھی تک ایمبولنس کی آواز اور پھوپھو کا واویلا گڈمڈ ہو رہا تھا۔ جوان بیٹا نظروں کے سامنے دم توڑ رہا تھا۔ وہ سینہ کوبی کرتی ایمبولنس میں سوار ہوئیں۔

رابعہ اپنے کانپتے وجود کو سنبھالتے بے دم سی ہو کر بیٹھی تھی۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ پیٹ کے نچلے حصے میں اینٹھن ہونے لگی تو وہ صوفے پر سیدھی لیٹ گئی۔ ہاتھ سے شیشی چھوٹ کر نیچے گر گئی۔ موبائل خاموش تھا۔ پورے گھر میں سناٹا تھا۔

وہ مزید ثانیہ کی آواز بھی نہیں سننا چاہتی تھی۔

اس سارے قصے میں ثانیہ بے قصور نہیں تھی۔

''یا اللہ! یہ کیا ہو گیا؟'' ثانیہ نے اضطراری انداز میں بند اسکرین کو دیکھا۔ سارے بدلے ایک طرف، وہ یہ تو نہیں چاہتی تھی کہ فرخ مر جائے...... اس نے بے چینی سے سہیل کا نمبر ملایا۔

''کیا تکلیف ہے، کیوں کال کر رہی ہو؟'' وہ دھاڑا۔ ثانیہ سہم گئی۔

''بھائی! وہ فرخ......''

''دعا کرو، میرا بھائی بچ جائے...... ورنہ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔''

ثانیہ نے گھبرا کر کال کاٹ دی۔ رابعہ نے جس ہذیانی کیفیت میں اسے بتایا تھا، ثانیہ کو لگا سب ختم ہو گیا۔ مگر سہیل کی بات نے دل کو ڈھارس سی دی۔ اس نے سچ میں فرخ کی زندگی کے لیے دعائیں کرنا شروع کر دی تھیں۔

☆......☆......☆

''اگر بات اس لڑکی کی ہے تو مت کرنا......'' توفیق کا لہجہ دوٹوک اور واضح تھا۔

آسیہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ بادام کا شربت لے کر آتی ارم بھی جز بز ہو گئی۔ ایسی دوٹوک بات کرنے کی کیا ضرورت تھی ابو کو، پھر سے خفا ہو کر چلا گیا تو...... اس نے ٹرے میز پر رکھی اور خود عین عبید کے سامنے بیٹھ گئی۔

وہ کمزور، سنجیدہ اور اداس دکھائی دیتا تھا۔

یہ ایک بہن اور ماں کی نگاہ تھی۔

وہ بے مروت، بے گانہ اور غصے میں نظر آتا تھا۔

یہ ایک باپ کی نگاہ تھی۔

''مجبوری ہے...... اس کے گھر والے اس کا رشتہ طے کر رہے ہیں۔''

اس نے اضطراری انداز میں پیشانی مسلی۔ وہ ثانیہ کو کھونے سے ڈر رہا تھا۔ ارم نے بھائی کے اندر جھانک لیا۔ اسے بھائی سے پہلی بار ہمدردی محسوس ہوئی۔

''تو......؟'' باپ کے لہجے میں اب بھی کوئی لچک نہ تھی۔

''ابو! اس طرح مت کریں۔'' عبید منت پر اتر آیا۔ ''اس کے گھر رشتہ لے جائیں۔ ورنہ اس کا رشتہ فرخ سے طے ہو جائے گا۔''

''فرخ......'' ارم بری طرح چونکی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی، ثانیہ پھوپھو کے گھر کو کس قدر ناپسند کرتی ہے۔ اور پھوپھو...... ان کا تو وہ نام سننا بھی پسند نہ کرتی تھی۔

اسے بھائی کے ساتھ ساتھ ثانیہ کے لیے بھی برا محسوس ہوا۔

ارم نے پہلی بار اس رشتے کو عبید اور ثانیہ کی نگاہ سے دیکھا۔

''ماں باپ کی ضرورت نہ تمہیں ہے نہ اسے، جاؤ رشتہ بھی لے جاؤ، شادی بھی کر لو، میں نے روکا ہے۔''

وہ باپ کی بیماری کا سن کر آیا تھا، اور ثانیہ سے مل کر چلا گیا۔ توفیق اپنا دل نرم نہ کر پائے۔

''ابو! یہ کیسی ضد ہے؟'' عبید جھنجھلا گیا۔ ''میں اب کے گیا تو واپس نہیں آؤں گا۔''

''میں تمہیں بہت پہلے خدا حافظ کہہ چکا ہوں۔'' انہوں نے سکون سے کہا۔
ماں بیٹی نے تڑپ کر ایک دوسرے کو دیکھا۔
''کیا آتے ہی شروع ہو گئے ہو۔ ارم! بھائی کو شربت دو۔ تسلی سے بات کرتے ہیں۔'' آسیہ نے ماحول ٹھنڈا کرنا چاہا۔ ارم نے جلدی سے گلاسوں میں شربت نکالنا شروع کیا۔
''جو بات ہونی تھی، ہو گئی۔ زیادہ وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔''
توفیق صاحب نے بات لپیٹ دی۔ عبید ایک جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔
''ٹھیک ہے، آپ لوگوں کو صرف اپنی انا عزیز ہے، تو اسے بچا کر رکھیں۔ آج کے بعد اپنی صورت بھی نہیں دکھاؤں گا...... اور ثانیہ سے شادی بھی کروں گا۔ دیکھ لیجیے گا۔''
وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا۔ شربت کا گلاس بھرے کا بھرا رہ گیا۔
''چلا گیا تو دروازہ بند کر دینا۔'' بیٹا سیر تھا تو باپ سوا سیر...... آسیہ تڑپ کر کھڑی ہوئیں۔
''بہت ہو گیا توفیق...... اب اس گھر کے دروازے عبید پر بند نہیں ہوں گے۔'' (وہ جاتا ہے تو روح بھی ساتھ ہی چلی جاتی ہے)
''میں ثانیہ کے گھر رشتہ لے کر جاؤں گی۔''
''میرے بغیر......'' توفیق صاحب نے غضب ناک ہو کر شریک حیات کو دیکھا۔ جو بیٹے کی جدائی برداشت نہیں کر پائی تھیں۔ سارے ہتھیار ڈال کر بس ماں بن کر سامنے کھڑی تھیں۔
''اور مت بھولو...... وہ اب بھی اسی کی خاطر آ رہا ہے۔ میری یا آپ کی خاطر نہیں......'' انہوں نے جتلایا۔
''آ تو گیا نا......'' وہ ہار کر بیٹھ گئیں۔ آنکھیں لبالب بھر آئیں۔ جن سے نظریں چراتے وہ کمرے میں چلے گئے۔ ارم خاموشی سے ماں کے پاس بیٹھ گئی۔
اس کے ذہن میں کھلبلی سی مچی تھی۔ عبید اور ثانیہ کی محبت ایک واضح حقیقت بن کر اس پر آشکار ہوئی تھی۔

"شاید جذباتیت میں ہم سے بھی کچھ غلطی ہوئی ہے۔" اس نے روتی ہوئی ماں کو دیکھ کر دل میں سوچا۔

☆......☆......☆

وہ کب سے صوفے پر آڑا ترچھا پڑا تھا۔ کافی پھینٹنے کی آواز، پھر اشتہا انگیز خوشبو نے بھوک ہی چمکا دی۔ ورنہ غصے میں وہ یونہی بھوکا پیاسا ہی پڑا تھا۔ وہ منتظر ہی رہا کہ فیصل اس کے لیے بھی کافی لے کر آرہا ہوگا۔ مگر وہ ڈھٹائی سے اپنا مگ لے کر سامنے آبیٹھا۔

"میرے لیے بھی بنا لیتے۔" عبید نے کسل مندی سے شکوہ کیا۔

"خود بھی ہاتھ پاؤں ہلا لو۔" وہ رج کے بے مروت تھا۔

"ویسے کیا بنا تمہارا؟" فیصل جانتا تھا، وہ بات کرنے گھر گیا تھا۔

"وہ لوگ مجھے کورٹ میرج پر مجبور کر دیں گے۔" عبید پھٹ پڑا۔

"ثانیہ مان جائے گی؟" کافی کا پہلا گھونٹ اپنے اندر اتارتے فیصل نے سرسری سا پوچھا۔

"جب کوئی آپشن ہی نہیں ہوگا تو ہم کیا کریں گے؟ ابو نے میری بات سننے یا سمجھنے کے بجائے الٹا بے عزت کر کے بھیج دیا کہ جاؤ خود کر لو۔"

"یعنی کورٹ میرج کی اجازت ہی دے دی۔" اس نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

"غصے میں کہا تھا......" عبید نے کشن اٹھا کر گود میں رکھا۔

"پھر تو ہر وقت غصے میں ہی رہا کرو......" فیصل نے برجستہ کہا۔ عبید نے گھورا تو کان کی لو چھو لی۔ تب ہی اس کا موبائل بجنے لگا۔ جسے سنتے سنتے وہ مگ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"فکر نہ کریں، میں ابھی آتا ہوں۔"

"کیا ہوا؟" عبید نے پوچھا۔

"میرے کولیگ ہیں، ان کے چھوٹے بھائی نے خودکشی کی کوشش کی ہے۔ پولیس کیس نہ بنے، اس لیے انہیں میری ضرورت ہے۔" فیصل نے بات ختم کرتے کرتے بائیک کی چابی اٹھائی۔

"تمہاری نہیں، تھانے میں موجود تمہارے چچا کی......" عبید نے حقیقت پسندی سے کہا تو فیصل

نے منہ بنالیا۔

''جو بھی ہے......''پھر کافی کا مگ اس کی طرف کھسکا دیا۔''لو پیو، مرو...... نظر ہی لگا دی ہے۔''

عبید نے بے دلی سے مگ اٹھالیا۔ وہ توفیصل سے مشورہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ ہوا کے گھوڑے پر سوار، یہ جا وہ جا......

☆......☆......☆

عبید پھر سے چلا گیا۔ گھر کی فضا چپ کی بکل مارے گم صم تھی۔ آسیہ بھی ناراضی کی چادر اوڑھے سب سے منہ موڑھے بیٹھی تھیں۔ ارم کے معصوم گلابی چہرے پر زردی کھنڈی تھی۔ جیسے کچھ ہو جانے کا احساس پوری شدت سے ہو رہا تھا۔

''کچھ برا ہونے والا ہے۔''اس کا وجدان کہتا تھا۔

اس سب سے نظریں چراتے گاڑی کے پاس کونے میں رکھی کرسی پر بیٹھ کر توفیق صاحب نے عشق کے چالیس چراغ کھول لی۔ شمس تبریز کے عشق کے چالیس اصول مگر ایک بھی پلے نہ پڑ رہا تھا۔

آہٹ پر نظریں کتاب سے ہٹائیں تو ارم گیراج کی طرف اترنے والی سیڑھی پر بیٹھ رہی تھی۔

''آپ کی یہ ضد عبید کو ہم سے دور کر دے گی۔'' وہ ناراضی سے گویا ہوئی۔

''تمہیں بھی تو ثانیہ پسند نہیں......'' انہوں نے بغیر کچھ پڑھے کتاب کا صفحہ پلٹ دیا۔

''اسے تو پسند ہے نا، جس نے اس کے ساتھ زندگی گزارنی ہے اور میں نے یہ بات تسلیم کر لی ہے ابو......!''

☆......☆......☆

سائیں سائیں کرتے دماغ کے ساتھ ثانیہ سڑک کے کنارے کھڑی، بے دھیانی سے گزرتی ٹریفک کو دیکھ رہی تھی۔ گاڑیاں، موٹر سائیکل، لوگ...... یہ سب نہیں جیسے کولتار کی سڑک بھاگ رہی ہو۔

بچپن میں وہ تینوں عبید، ثانیہ اور ارم سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے بحث کرتے۔

''کاش! سڑک کے پہیے لگے ہوتے۔''

''ہیں......'' وہ دونوں ہونق ہو کر عبید کو دیکھتیں جو ناک پر انگلی جمائے سڑک کو بغور دیکھتا نادیدہ پہیوں کا اندازہ لگا رہا ہوتا۔

''بے وقوفو! سوچو، پھر اتنی گاڑیوں کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ ہر کوئی سڑک پر سوار ہوتا۔ سڑک چلتی رہتی۔ ہم اپنی اپنی منزل پر اترتے جاتے۔'' ارم اپنے ذہین و فطین بھائی پر فدا ہو جاتی۔

مگر ثانیہ کو یہ بات ہضم نہ ہوتی تو وہ کج بحثی پر اتر آتی۔

''سڑک کو چلائے گا کون؟ تیز یا آہستہ، بریک کون لگائے گا۔ تیز چلے گی تو وادی تو گر جائیں گی۔ آہستہ چلے گی تو سب دھوپ میں جل جائیں گے۔''

''افوہ، میں نے تو ایک بات کی ہے۔'' عبید اس کے سوالوں پر جھنجھلا جاتا۔

''عبید! کہاں تھا عبید؟''

اس نے سڑک پر جمی نظریں ہٹا کر رواں ٹریفک کو دیکھا۔

''اور میں کہاں ہوں؟''

اس نے رخ بدل کر عقب میں سول اسپتال کی عمارت کو دیکھا۔ اس کا حلق کڑوا ہو گیا۔

پہلی بار وہ ڈری تھی۔

''اگر فرخ سچ میں مر گیا۔''

پہلی بار اس نے سجدے میں گر کر فرخ کی زندگی کی دعائیں مانگی تھیں، وہ یہ تو نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اس کے لیے جان سے چلا جائے۔ تب ہی تو ہر انا کو بالائے طاق رکھ کر ہسپتال آ گئی تھی۔ مگر جو کچھ ہسپتال میں اس کے ساتھ ہوا، اس کا دل پھر سے سخت ہو گیا۔

غم سے نڈھال پھوپھو اس پر پل پڑیں۔ ان کا بس نہ چلتا تھا اس کی بوٹیاں نوچ لیں۔

ثانیہ کے بال ان کے ہاتھوں میں تھے......اور وہ ہذیانی کیفیت میں چلا رہی تھیں۔

''اگر میرے فرخ کو کچھ ہوا تو میں تم میں سے کسی کو چھوڑوں گی نہیں...... یہ سب تیری وجہ سے ہوا ہے۔ میرا فرخ تیری وجہ سے مر رہا ہے۔ لوگ تماشا دیکھ رہے ہیں۔''

گھر والے ثانیہ کوان سے چھڑا رہے تھے اور پھوپھو پاگل ہو رہی تھیں۔

''پھوپھو! چھوڑیں ثانیہ کو......'' وسیم کو شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اسے ثانیہ کو نہیں لانا چاہیے تھا۔

''کیوں چھوڑوں، پہلے اس کے ساتھ پیار کی پینگیں بڑھاتی رہی۔ پھر وہی پھندا اس کے گلے میں ڈال دیا۔''

بے عزتی، احساس ہزیمت سے ثانیہ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

وسیم بمشکل اسے وہاں سے نکال کر لایا۔ شبیر اور نادرہ نے آصفہ کو سنبھالا۔

''میں تمہیں گھر چھوڑ آتا ہوں۔'' وسیم نے جھنجھلاہٹ آمیز ہمدردی سے بہن کو دیکھا۔ ثانیہ نے اپنے بکھرے بال سمیٹ کر دوپٹہ اوڑھا۔ اس کے بازوؤں پر آصفہ کے ناخنوں کی چبھن تھی۔

ثانیہ فوراً وہاں سے غائب ہو جانا چاہتی تھی۔

تب ہی پولیس آ گئی۔ وسیم کو رکنا پڑا۔

''میں چلی جاؤں گی بھائی! آپ فکر نہ کریں۔'' ثانیہ نے خود کو سنبھالنے کی سعی کی۔ وسیم نے اسے پیسے دیے اور احتیاط سے گھر جانے کی تلقین کی۔ وہ بہن کے لیے فکر مند تھا، مگر یہاں رکنا بھی ضروری تھا۔ اس موقع پر سہیل کو اکیلے نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔

اور اب وہ یہاں کھڑی تھی۔

بھری سڑک پر اکیلی......اس کا دل چاہا یہیں کنارے پر بیٹھ کر اونچا اونچا رونے لگے۔ تب ہی ہاتھ میں پکڑا موبائل تھرتھرایا۔ نجانے کب اس نے سائلنٹ پر لگا دیا تھا۔

اس نے گہری سانس لے کر کال لی۔

''تم سے ملنا ہے۔ ضروری بات کرنی ہے۔'' عبید نے چھوٹتے ہی کہا۔

ثانیہ نے گہری سانس لی۔ خود کو سنبھالا۔ بولی تو لہجہ بکھرا ہوا نہیں تھا۔

''مجھے بھی......''

''تم گھر سے باہر ہو؟'' عبید کو ٹریفک کا شور سنائی دیا۔

''ہاں......''

''آ سکتی ہو؟''

''ہوں، ایڈریس دو۔'' ثانیہ نے پل بھر میں فیصلہ کرتے رکشہ کو ہاتھ کے اشارے سے روکا۔

☆......☆......☆

عبید نے بے یقینی سے تاریک ہوتی موبائل اسکرین کو دیکھا۔

ثانیہ اس سے ملنے آ رہی تھی۔ اس کا دل فخر و انبساط سے جھوم اٹھا۔ ایڈریس سینڈ کر کے اس نے لاؤنج کا پھیلاوا سمیٹا۔ پھر خیال آیا کچھ خاطر مدارت کی سبیل بھی ہونی چاہیے۔ اس کا فیورٹ چیزی پاستا اور پزا آرڈر کیا۔

''جانِ عبید!'' لیمن اور لائٹ گرین کنٹراسٹ کی شرٹ اور سفید ٹراؤزر اور اسکارف اوڑھے وہ سامنے تھی۔

محبت عبید کی آنکھوں سے برسات کی طرح برسی...... مگر وہ خشک مٹی تھی...... جھلسی جھلساتی۔

عبید بری طرح چونکا۔

''ثانیہ! کیا ہوا ہے؟'' وہ اسے ہٹا کر اندر چلی آئی۔ ایک طائرانہ نگاہ لاؤنج پر ڈالی۔ ایک طنزیہ مسکراہٹ لبوں پر ابھری۔ وہ پر سکون تھا۔ کوئی تنگی، کوئی پریشانی نہیں۔

''مجھے بالکل یقین نہیں تھا، تم یہاں آؤ گی۔''

''جب کوئی آپشن نہ بچے تو رسک لینا پڑتا ہے۔'' وہ عبید کی طرف مڑی۔ خفگی بھری طنزیہ نگاہ۔

''سارے گلے شکوے کر لینا۔ بیٹھو، تمہارے لیے کچھ پینے کو لاتا ہوں۔'' عبید نے بے حد نرمی سے اس کے کندھے پر دباؤ ڈالا۔ ثانیہ نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''اتنا وقت نہیں ہے۔''

''کیا ہوا؟'' عبید ٹھٹکا۔ یہ بے اعتنائی، یہ بے زاری بے جواز تو نہیں تھی۔ کچھ تو ہوا ہے۔ ثانیہ کا

یہاں آنا بے معنی نہ تھا۔

''فرخ نے خودکشی کی کوشش کی ہے۔'' وہ پھٹ پڑی۔

''کیا......؟ پاگل تو نہیں ہو گیا؟'' عبید بھونچکا رہ گیا۔ ''اپنی جان لینے کی کوشش؟ کیا اتنا ہی آسان تھا۔''

''یہ تو پتا نہیں، مگر اتنا پتا چل گیا کہ بندہ جی دار ہے۔ میری خاطر کچھ بھی کرسکتا ہے۔'' ثانیہ نے طنز کا وار کیا۔

''کیا کروں؟ میں بھی خودکشی کرلوں؟'' عبید نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''اس سے کیا ہوگا؟'' ثانیہ کا دل دہل گیا۔

''یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ یہ بزدلوں کا کام ہے۔ زندگی اللہ کی امانت ہے اور ہمارا کوئی حق نہیں کہ اس کی امانت میں خیانت کریں۔ اللہ جانتا ہے اس نے ہمیں کہاں اور کس حال میں رکھنا ہے۔''

''مجھے لیکچر دینے کے بجائے بس اتنا بتادو کہ میں کیا کروں؟'' وہ رونے لگی۔ عبید نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما اور صوفے پر بٹھا دیا۔ پھر فریج کھول کر ٹھنڈے جوس کا گلاس نکال کر اسے دیا۔

''مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔''

''پی لو ثانی......'' اس نے اتنی محبت سے کہا کہ ثانیہ کو دو گھونٹ لینے ہی پڑے۔

''پی لیا......اب بتاؤ۔''

''کورٹ میرج کرلیتے ہیں۔''

عبید نے اتنے سکون سے کہا کہ وہ حق دق اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔ پھر اس نے گلاس میز پر پٹخ دیا۔ چند قطرے اچھل کر شفاف میز پر دھبے ڈال گئے۔

''تم مجھے کورٹ میرج کا کہہ رہے ہو؟'' ثانیہ بے یقین سی تھی۔

عبید نے ان دھبوں کو دیکھتے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تم اتنے ہی بزدل ہو جتنا کہ فرخ......'' ثانیہ کا لہجہ سلگ اٹھا۔ ''اس نے ہار مان کر خودکشی کرلی

اور تم مجھے کہہ رہے ہو کہ میں تم سے کورٹ میرج کرلوں......اور ساری زندگی کے لیے گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی کا لیبل خود پر لگالوں۔"

"تو بتاؤ......میں کیا کروں؟" عبید نے سر اٹھا کر بے بسی سے اسے دیکھا۔

"عبید! یہ میں نے تمہیں بتانا ہے کہ تمہیں اپنے گھر والوں کو کیسے منانا ہے۔ کورٹ میرج کرو گے، پھر لے جا کر اپنے گھر والوں کے قدموں میں بٹھا دو گے کہ لو ثانیہ بی بی! اب اپنی خدمت سے میرے گھر والوں کا دل جیت لو۔" وہ پھٹ پڑی۔

"میرا یہ مقصد نہیں ہے۔"

"عبید! میں کب تک تم سے محبت کی سزا بھگتوں گی۔" وہ سچ میں رو پڑی۔ عبید کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

"آئی ایم سوری یار! میرا مقصد تمہیں تکلیف پہنچانا نہیں ہے......اور تمہیں کیوں لگتا ہے مجھے تمہاری تکلیف کا احساس نہیں ہے۔ میں خود بہت اذیت میں ہوں۔ چاہتا ہوں کہ پوری عزت کے ساتھ تمہیں اپنے گھر لے کر جاؤں......میں آج بھی گھر گیا تھا......مگر!"

ثانیہ نے روئی روئی بے یقین نگاہوں سے اسے دیکھا۔

عبید نے دھیرے دھیرے ساری بات اسے بتا دی۔ ثانیہ فوری ردعمل دینا چاہتی تھی۔ تمہارے گھر والے انا پرست ہیں۔ انہیں اپنی ضد کے علاوہ کسی چیز کی پروا نہیں۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ ان کا آرڈر بھی آ گیا مگر ثانیہ سے ایک لقمہ بھی نہ لیا گیا۔ یوں لگتا تھا جدائی ایک اٹل حقیقت بن کر ان کے بیچ آ کھڑی ہوئی ہے۔

"میں مر جاؤں گی۔" وہ اپنے ہی بازوؤں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اپنی ساری چالاکیوں، ہوشیاریوں کے ساتھ وہ ایک نوعمر لڑکی ہی تو تھی۔ ڈر گئی......سہم گئی۔ عبید کو کھونے کا احساس سوہان روح تھا۔ عبید کا ہاتھ اس کے اسکارف سے ڈھکے سر پر آ رکا۔

وہ کورٹ میرج کو تیار نہ تھی۔

عبید اسے عزت سے رخصت کروا کر گھر نہیں لے جا سکتا تھا۔

تو پھر عزت سے جدا ہونا ہی بہتر تھا۔

تب ہی دروازہ کھول کر فیصل اپنی دھن میں اندر آیا کہ ایک چابی اس کے پاس بھی ہوتی تھی۔

جہاں وہ دونوں گڑبڑا کر سیدھے ہوئے۔ وہیں فیصل خجالت سے گردن سہلانے لگا۔

ثانیہ جھکی گردن کے ساتھ چہرہ صاف کرنے لگی۔

عبید کھڑا ہوا۔

''چلو ثانیہ، تمہیں گھر چھوڑ آتا ہوں۔''

''جس طرح آئی ہوں، اس طرح چلی بھی جاؤں گی۔'' ثانیہ ناراضی سے کہہ کر اپنا بیگ اٹھا کر کھڑی ہوئی۔ عبید اپنا موبائل اور بائیک کی چابی اٹھانے لگا۔

فیصل بری طرح چونکا۔

ثانیہ کا رویا رویا چہرہ اس کے سامنے تھا۔

ثانیہ کو وہاں سے گزرنا تھا مگر فیصل نے راستہ نہیں چھوڑا تھا۔

یہ بدتمیزی اور بدتہذیبی تھی۔ ثانیہ نے جھنجھلا کر سر اٹھایا۔

فیصل اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

تب ہی عبید آگے بڑھا تو فیصل نے راستہ چھوڑ دیا۔ ثانیہ عبید کے ساتھ باہر نکل گئی۔ فیصل نے ثانیہ کو کہاں دیکھا تھا۔ وہ سوچنا چاہتا تھا مگر سامنے پڑے پاستا اور پزا نے سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیت کند کر دی۔

''بھوک سب سے بڑی حقیقت ہے......''

اس نے دل میں دہرایا اور تیزی سے بیٹھ کر انصاف کرنے لگا۔

☆......☆......☆

دادی کی دہائیوں نے ارم اور آسیہ کو متوجہ کیا۔ وہ گھر میں اکیلی تھیں اور پاؤں رپٹ گیا۔ تخت پر

ہاتھ پڑ گیا ورنہ نجانے کتنا نقصان ہو جاتا۔ آسیہ اور ارم نے انہیں اٹھا کر تخت پر بٹھایا۔ پاؤں پر دوا لگائی۔ پھر آسیہ، ارم کو دادی کے پاس چھوڑ کر خود گھر آ گئیں۔

''لیکن سب لوگ گئے کہاں......؟''

''میں جب نکی (چھوٹی) سی تھی تو ایک دن شہد کی مکھیوں کو چھیڑ بیٹھی۔ بس مکھیاں پاگلوں کی طرح ادھر ادھر...... بھیں بھیں کرتیں......''

دادی نے نجانے کون سا قصہ چھیڑ دیا تھا۔ ارم گہری سانس لے کر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

''اسی طرح سارے گھر والے ادھر ادھر بھیں بھیں کرتے پھر رہے تھے۔''

ارم کو ہنسی آ گئی۔

''کوئی ادھر کو بھاگ رہا ہے، کوئی ادھر کو...... میری تو کسی بات کا جواب نہیں دیا۔''

دادی سے اصل بات چھپانے کے چکروں میں وہ لوگ انہیں مزید مشکوک کر گئے تھے۔

''بہو بیگم کہنے لگیں گھٹنوں کی دوا لینے جا رہی ہوں۔ بتاؤ اس طرح باجماعت گھٹنوں کی دوا لینے کون جاتا ہے۔'' وہ چڑ کر بولیں۔

''اب میں کیا بتاؤں دادی...... یہ تو ان ہی کو پتا ہوگا۔'' ارم نے ہنسی دبائی۔

''مجھے پتا ہے کہاں گئے ہیں؟'' دادی کا لہجہ پراسرار ہو گیا۔

''کہاں گئے ہیں؟'' ارم نے سرگوشی میں پوچھا۔

''ضرور ثانیہ کا رشتہ دیکھنے گئے ہیں۔''

ارم کا شرارتی چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔

''میرے نواسے میں تو نکل آئے سو سو کیڑے، اب دیکھوں گی کون سا شہزادہ ملتا ہے۔''

''ایسی بات ہوتی تو شبیر چچا آپ کو بتاتے نا......'' ارم نے نظریں چرائیں۔

''ہونہہ...... جورو کا غلام، اولاد کے سامنے اس کی چلتی ہے؟'' دادی نے چمک کر کہا۔

''کھٹے میٹھے فالسے......'' باہر سے آتی آواز سن کر دادی کے منہ میں پانی بھر آیا۔

''اے بھاگنا، ذرا روکنا اس کو..... اوئے فالسے والے.....'' دادی نے شور مچانے کے ساتھ ساتھ خود بھی آوازیں دینا شروع کر دیں۔ ساتھ ہی ہاتھ مار کر تکیے کے نیچے سے بٹوہ نکالا..... اور پچاس کا نوٹ ارم کو تھمایا۔

''بھاگ کر پکڑو.....''

''کس کو.....؟'' ارم نے ہونقوں کی طرح نوٹ دیکھا۔ کبھی اس طرح گلی سے کچھ خریدا نہیں تھا۔ عبید، توفیق خود ہی سارا سامان لاتے..... کچھ کمی رہ جاتی تو آسیہ خود ہی دروازے تک آتی تھیں۔

''پھیری والے کو.....'' دادی کو اس کی سستی پر غصہ آ گیا۔

''میں اسے کیوں پکڑوں گی۔'' مزید پریشانی.....

''جوس نکال کر پیئیں گے۔''

''پھیری والے کا.....؟'' ارم کا دماغ دادی کی افراتفری نے پھیر دیا۔ دادی نے دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ لیا۔

تب ہی دروازہ کھلا..... اور ثانیہ اندر آئی۔ دونوں ہی چونک گئیں۔

دادی کو اچانک ہی لگا کہ وہ غلط سوچ رہی ہیں۔ اگر بات ثانیہ کے رشتے کی ہوتی تو وہ ساتھ کیوں جاتی۔

اور ارم نے دیکھا..... ثانیہ کی متورم آنکھیں، ستا ہوا چہرہ..... قدموں سے تھکن یوں لپٹی تھی گویا لمبی مسافت طے کر کے آئی ہو،

وہ خاموشی سے آ کر ان کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

''تمہارے اماں ابا نہیں آئے.....؟'' دادی نے مایوس ہو کر پیسے بٹوے میں ڈالے۔

''کیا ہوا.....؟'' ارم کا سوال بے ساختہ تھا۔

''سب ختم ہو گیا۔'' بظاہر سپاٹ لہجہ مگر اندر بپھرے سمندر کا شور تھا۔ ارم نے الجھ کر دیکھا۔

''کیا ختم ہو گیا؟'' دادی نے معصومیت آمیز حیرت سے دریافت کیا۔

''جو بھی ختم ہوا ہے، میرے لیے ختم ہوا ہے۔ آپ کا نواسا تو بچ گیا ہے۔'' تلخ لہجہ...... ابھی راستے میں کال آئی تھی وسیم بھائی کی کہ فرخ کی حالت خطرے سے باہر ہے۔

''نواسا......؟'' دادی نے حیرت سے زیر لب دہرایا۔ پھر دل دھک سے رہ گیا۔

''کیا ہوا میرے فرخ کو......؟''

''خودکشی کر لی تھی آپ کے فرخ نے......'' اس نے چبا چبا کر وہ راز افشا کیا جسے چھپانے کی سارے گھر نے کوشش کی تھی۔

دادی کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی...... بس دونوں ہاتھ دل پر رکھ لیے۔

رنگت پیلی پھٹک...... ہاتھ پیر ٹھنڈے......

ارم نے بے اختیار انہیں کندھوں سے تھام کر اپنے ساتھ لگا لیا۔

''دادی! کچھ نہیں ہوا...... سب ٹھیک ہے۔''

''ہاں سب ٹھیک ہے۔ غلط تو بس میرے لیے ہوا ہے۔'' ثانیہ بڑبڑائی۔

''کوئی شبیر کا نمبر ملاؤ...... کوئی آصفہ سے بات کرواؤ۔''

ثانیہ نے اپنا موبائل ارم کی طرف بڑھایا۔

ارم نے موبائل پکڑ لیا۔ اس کے موبائل میں سب کے ہی نمبر تھے۔

ثانیہ خاموشی سے اندر چلی گئی۔

ارم نے جلدی سے شبیر کا نمبر ڈھونڈ کر کال ملائی اور دادی کو تھما دیا۔

ان کا رونا بلکنا......

شبیر کی تسلیاں......

ارم تیزی سے ثانیہ کے پیچھے بھاگی۔

وہ بیڈ پر چت گری، چھت کو گھور رہی تھی۔ بے آواز آنسو اس کی کنپٹیوں سے بہتے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔

''یہ سب کیسے ہوا ثانیہ......؟''

ثانیہ نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''تمہارے بھائی کو چھوڑ آئی ہوں، اب تو میرا پیچھا چھوڑ دو۔''

ارم حق دق......وہ تو فرخ کا پوچھنے آئی تھی۔

''محبت کے اس سفر میں، میں اکیلی تو نہیں تھی۔ وہ بھی میرے ساتھ تھا۔''

ارم انگلیاں چٹخانے لگی۔

''تمہارا بھائی بہت بزدل نکلا ارم......''

''عبید بزدل نہیں ہے۔''

''ہاں......وہ بزدل نہیں ہے۔ اپنے گھر والوں کو منا نہیں سکا اور مجھ سے کہتا ہے کورٹ میرج کرلو۔''

ارم دم بخود رہ گئی۔

''آج محبت ہار کر عزت بچالی ہے......گھر سے بھاگی لڑکی کا لیبل لگوانے سے تو اچھا ہے۔''

پھر گردن گھما کر ارم کو دیکھ کر تصدیق چاہی۔

''ہے نا......؟''

ارم کسی بت کی طرح ساکت وصامت گم صم کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

☆......☆......☆

فرخ کو اپنے سینے سے لگائے وہ کتنی ہی دیر تک روتی کرلاتی رہیں۔

''بس کریں نانی، بچ تو گیا ہوں۔'' وہ گھر آ کر بھی بے زار اور اکتایا ہوا تھا۔ جیسے اپنے بچ جانے پر افسوس ہو رہا ہو۔

''اس سے پوچھیں، اماں! رشتے سے انکار تو ثانیہ نے کیا تھا...... ماں کا کیا قصور جو یہ سزا دینے چلا تھا۔'' آصفہ کا دل و دماغ اب تک ٹھکانے نہیں تھا۔ فرخ نے سلگتی نگاہوں سے ماں کو دیکھا۔

''میں تو بڑے ارمانوں کے ساتھ رشتہ لے کر گئی تھی۔''

''مجھے آپ کے ارمانوں کا اچھی طرح پتا ہے۔ آپ چاہتی ہی نہیں تھیں میرا رشتہ ثانیہ سے ہو...... آپ کی باتیں سن کر وہ اتنا بددل ہوئی کہ انکار کر دیا ہے۔'' فرخ کی نس نس میں زہر بھرا تھا۔

آصفہ بھونچکی رہ گئیں۔

''اور ہسپتال میں ثانیہ کے ساتھ کیا کیا تھا؟ وہ میری محبت میں ہسپتال تک چلی آئی اور آپ نے اسے ہر کسی کے سامنے بے عزت کر دیا۔''

آصفہ وہ لفظ ہی ڈھونڈتی رہیں جس سے بیٹے کا دل صاف کر سکیں۔

''اچھا بس......'' دادی کو مداخلت کرنا پڑی۔ ''ماں کے لیے اتنی بدگمانی نہیں پالتے۔''

''جب میری پرواہی نہیں تو یہاں بیٹھ کر آپ لوگوں نے کیا کرنا ہے...... جائیں یہاں سے۔''

وہ عقب میں گرا اور بازو آنکھوں پر رکھ لیا۔

''ہاں...... اسی لیے پیدا کیا تھا کہ آج ماں کو......''

''بس کر......'' دادی نے بیٹی کے گھٹنے پر ہاتھ مارا...... گھورا...... باز رہنے کا اشارہ کیا۔

''نہیں...... بولنے دیں۔'' فرخ نے ایک جھٹکے سے بازو ہٹایا۔ ''انہیں میری پرواہی نہیں ہے۔ لیکن ایک بات کان کھول کر سن لیں۔ زندہ رہا تو اس گھر میں دلہن ثانیہ ہی بن کر آئے گی۔''

دادی نے کھلے منہ پر انگلیاں رکھ لیں۔

آصفہ نے پھپھک پھپھک کر رونا شروع کر دیا۔

دادی کو احساس ہوا...... معاملہ بہت ہی بگڑ گیا ہے۔

☆......☆......☆

وہ دادی کے تخت پر گھٹنے سمیٹے، خاموش بیٹھی تھی۔ اندر شبیر گرج رہے تھے، برس رہے تھے۔ جوان بھانجا موت کے منہ میں جا رہا تھا۔ وہ بھی ثانیہ کی وجہ سے...... وہ بہن سے آنکھ ملانے کے قابل نہیں رہے تھے۔

ثانیہ نے گردن موڑ کر امرود کے سبز پتوں پر پھدکتی ننھی سیاہ چڑیا کو دیکھا جس کی دم میں رنگ

چمکتے تھے۔ اور پروں کی رعنائی آنکھوں کو بھلی لگتی تھی۔

محبت بھی سیاہ چڑیا کی طرح ہے۔ اور ہم اس کے چمکتے رنگوں سے آنکھیں خیرہ کرتے ہیں۔ ہماری بینائی چھن جاتی ہے اور اس کی اصل سیاہی ہم سے اوجھل ہی رہتی ہے۔

اس نے اندر سے اٹھتی آوازوں سے دھیان بٹانا چاہا۔

''جو کچھ ہوا، اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ وہی بزدل اور جذباتی نکلا۔ اور ایسے جذباتی انسان کو آپ اپنی بیٹی کا رشتہ دینے چلے تھے۔ جو بات بات پر اپنی جان لینے لگے۔'' وسیم کا غصہ اُمڈ آیا۔

''تم سب ملے ہوئے ہو۔ اپنے سوا کسی کی پروا نہیں ہے۔ یہ گھر اس قابل ہی نہیں کہ......''

جب بیٹا مقابل آتا تھا، وہ اسی طرح میدان چھوڑتے تھے۔

ثانیہ نے اسی خاموشی سے انہیں تن فن کرتے، دروازہ زور سے مار کر باہر جاتے دیکھا اور دوبارہ سے شاخوں میں چھپی چڑیا کو ڈھونڈنے لگی۔

چڑیا نے گردن موڑ کر اپنی گول گول آنکھوں سے دیکھا۔

''قصور تو تمہارا ہی ہے۔''

''میں یہ نہیں چاہتی تھی۔'' ثانیہ نے انکار میں گردن ہلائی۔

''اسے اس مقام تک تو لائیں......''

''پھوپھو کو نیچا دکھانے کے لیے......''

''دکھا لیا؟''

اس نے غصے سے دادی کا کنگھا اٹھا کر دے مارا۔ چڑیا کو فرق نہ پڑا...... درخت دور تھا۔ کنگھا صحن میں گرا۔ چڑیا شاخوں پر پھدکتی رہی اور وسیم اندر ماں سے الجھتا رہا۔

تب ہی وہ کھلے دروازے کے درمیان آ کھڑا ہوا۔

خواب تھا یا سراب......

ثانیہ نے بے یقینی سے دیکھا۔ پھر ننگے پاؤں دروازے تک آئی۔

نہ خواب تھا نہ سراب......سیاہ پینٹ پر سفید لکیروں والی آسمانی شرٹ پہنے وہی تھا۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''تمہارے گھر والوں سے بات کرنے آیا ہوں۔'' وہ سنجیدہ اور الجھا ہوا تھا۔

''اکیلے؟'' ثانیہ نے اس کے عقب میں نگاہ دوڑائی۔

''ہاں......''

ثانیہ نے کچھ کہنے کو لب کھولے ہی تھے کہ عقب سے وسیم کی آواز آئی۔

''عبید!''

ثانیہ درمیان سے ہٹ گئی۔

''آپ لوگوں سے کچھ بات کرنا تھی۔'' عبید نے ہاتھ ملایا۔

ثانیہ نے اضطراری انداز میں باری باری دونوں کو دیکھا۔

''ہاں......اندر آجاؤ......'' وسیم کو گمان ہوا اسے فرخ کے بارے میں معلوم ہوا ہے تب ہی اسے ڈرائنگ روم میں لے گیا۔

ثانیہ نے جا کر ماں کا ہاتھ پکڑا تو اس کے اپنے ہاتھ میں لرزش تھی۔

''اماں! عبید آیا ہے۔'' ثانیہ کی مدھم آواز تشویش سے بوجھل تھی۔

''ہیں......کیوں؟'' انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

''بات کرنے......''

اور بات ایسی تھی کہ وسیم ہکا بکا عبید کی شکل دیکھے گیا جس نے بنا کسی تمہید کے، بغیر کسی لگی لپٹی کے صاف کہا تھا۔

''میں ثانیہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں وسیم......''

وسیم فوراً کوئی ردعمل نہ دے سکا۔

سامنے کوئی گلی محلے کا فضول سا لڑکا نہیں بیٹھا تھا، عبید تھا۔

ایک معتبر، باعزت گھرانے کا پڑھا لکھا، برسرِ روزگار...... باکردار انسان۔
عبید نے ایک نظر اس کے خاموش چہرے پر ڈالی۔
''میں اور ثانیہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔''
حواس باختہ نادرہ دروازے میں ہی رک گئیں۔ عقب میں ثانیہ کو بھی بریک لگانا پڑی۔ عبید کا لہجہ نپا تلا اور سنجیدہ تھا۔
وسیم نے اس بات کو بھی ہضم کرنے کی کوشش کی۔
دونوں ساتھ ساتھ بڑے ہوئے ہیں۔ ایک محلّہ...... دیوار سے دیوار ملی ہوئی...... ہر وقت کا آنا جانا......
مگر کچھ تو مسنگ تھا۔
''مگر یہ بات تو تمہارے والدین کو کرنی چاہیے۔''
یہی بات اگر توفیق اور آسیہ آکر کرتے تو وسیم کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہتا۔ مگر اس سب میں عجیب تو یہی تھا کہ عبید یہ بات خود اپنے منہ سے کر رہا تھا۔
''وہ بھی آجائیں گے۔ میرے ان کے ساتھ کچھ ایشوز چل رہے ہیں۔'' عبید نے پیشانی سہلائی۔
عجیب آکورڈ سچویشن تھی۔
''کچھ؟'' وسیم نے ایک نظر ماں اور بہن کو دیکھا۔
''بس...... میں کچھ......'' عبید نے ٹالنا چاہا۔
''اسی رشتے کو لے کر؟'' وسیم بچہ نہیں تھا۔ ساری کہانی سمجھ گیا۔
عبید نے خاموشی سے سر اثبات میں ہلا دیا۔
وسیم کے اندر ناگواری کا احساس ابھرا، پھر بھی سنبھل کر گویا ہوا۔
''تو بہتر ہے، تم اپنے ایشو سولو کر لو، پھر رشتے کی بات کریں گے۔''

عبید نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

ثانیہ نے بے اختیار ماں کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔وہ خاموش ہی رہیں۔

''وسیم! میں جانتا ہوں، تمہیں میری بات عجیب لگی ہوگی۔مگر میں.....'' وہ ذرا سا آگے کو جھکا۔

''بہت مجبوری میں یہ بات کرر ہا ہوں۔تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔''

وسیم نے بے اختیار ثانیہ کو دیکھا۔

اس نے نظریں چراتے، گردن جھکاتے گویا تصدیق کی مہر لگائی۔

''میں ثانیہ کو خوش رکھ سکتا ہوں۔اسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔تم جو گارنٹی چاہو، میں دینے کو تیار ہوں۔''

''وہ تو ٹھیک ہے بیٹا.....مگر اس طرح کیسے.....؟'' نادرہ نے کچھ کہنا چاہا۔

ثانیہ نے کچھ بڑبڑا کر ان کی کمر میں چٹکی کاٹی۔وہ اوئی ماں کہہ کر خاموش ہوگئیں۔وسیم، عبید کے انداز میں ذرا سا آگے جھکا۔قدرے نرمی اور تحمل سے گویا ہوا۔

''ہوسکتا ہے تمہیں میری بات عجیب لگے مگر میں بہت مجبوری میں یہ بات کرر ہا ہوں۔'' ہلکے سے توقف کے بعد اس نے اپنا جملہ پورا کیا۔''میں ارم کو پسند کرتا ہوں، اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

جیسے چلتا کلاک ایک دم رک جائے۔

وقت ان کے لیے تھم گیا۔ایک ہی نقطہ پر جم گیا۔

صرف حیرت اور بے یقینی تھی۔

''یہ کیا بکواس ہے۔'' عبید کو ایک دم غصہ آ گیا۔

''ارم اور وسیم.....'' ماں بیٹی نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔

(''یہ کب ہوا؟'')

''تم ثانیہ سے شادی کی بات کرو تو ٹھیک، میں ارم کا نام لوں تو بکواس؟'' وسیم نے اسی تحمل سے کہا۔

''ارم میری بہن ہے۔'' عبید نے چبا چبا کر یاد دہانی کروائی۔

''اور ثانیہ کون ہے؟'' وسیم کے لہجے میں چبھن تھی۔

عبید ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا۔

''وسیم بھائی......'' ثانیہ بے اختیار آگے ہوئی۔

وسیم نے ہاتھ اٹھا کر اسے وہیں روک دیا۔

''تم جان بوجھ کر ارم کو درمیان میں لائے ہو۔'' عبید نے غصے سے مٹھی بھینچی۔ وسیم نے دونوں ہاتھ عقب میں باندھ کر افسوس سے اسے دیکھا۔

''میں صرف یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ بہنوں بیٹیوں کے رشتے اس طرح نہیں ہوتے۔ کوئی معاشرتی تقاضا...... کچھ خاندانی روایات بھی ہوتی ہیں۔ مجھے تمہارے اور ثانیہ کے رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا مگر اس وقت جب تم اپنے والدین کے ساتھ آؤ گے۔''

عبید نے مڑ کر بے بسی سے ثانیہ کو دیکھا اور تیزی سے مڑ کر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

ثانیہ کی رنگت زرد پڑ گئی۔

''اس طرح صاف انکار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔'' نادرہ کو ہوش آیا۔

''انکار نہیں کیا......'' وسیم نے لب کاٹتی ثانیہ کو دیکھ کر اس کے دل کا حال پڑھ لیا۔ ''اور اسے بھی سمجھا دیں۔ رشتے مان سمان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس طرح اکیلے لڑکے کو کوئی اپنی بیٹی نہیں دیتا۔''

وہ بات مکمل کر کے چلا گیا۔

ثانیہ نے بیٹھ کر رونا شروع کر دیا۔

''وہ آتو گیا تھا۔ بس ساری دنیا مل کر میری محبت کی دشمن بن جاؤ۔''

نادرہ نے بے بسی سے بیٹی کو دیکھا۔ دل و دماغ وسیم کی ہر بات پر آمین کہتے تھے۔ مگر بیٹی کے آنسو بھی نہ دیکھے جاتے تھے۔ بیٹھ کر لگیں تسلیاں دینے......اور کر بھی کیا سکتی تھیں۔

☆......☆......☆

دو رویہ درختوں کی قطاریں سر جوڑے کولتار کی سڑک پر سایہ کیے رہتیں۔ ابھی بلدیہ کی گاڑی چھڑکاؤ کر کے گئی تھی۔ اس لیے مٹی کی باس لیے ٹھنڈک اور سکون کا احساس ہر چیز پر غالب تھا۔ فیصل

سہیل کے کہنے پر فرخ کو سمجھانے پر آمادہ ہوا۔ ہوسکتا ہے وہ تیسرے بندے کی بات سن لے۔ گھر والے تو اسے دشمن ہی لگتے تھے۔

''کیوں گھر والوں کو پریشان کر رہے ہو؟'' فیصل نے ساتھ چلتے فرخ کو دیکھا۔ اس کا چہرہ کمزور اور رنگت سنولائی ہوئی تھی۔

''میں نے کسی کو پریشان نہیں کیا۔ سارا قصور ان کا ہے۔'' اس نے سڑک کو ٹھوکر ماری۔

''انکار ثانیہ نے کیا تھا؟''

''ان کی وجہ سے کیا تھا۔'' اس نے تیزی سے جواب دیا۔ اب اس بات پر بھی چڑ ہو رہی تھی کہ فیصل، سہیل کا کولیگ، ایک غیر انسان اس کی اور ثانیہ کی بات کیوں کر رہا تھا۔

''کیونکہ جو میں جانتا ہوں، وہ کوئی نہیں جانتا۔'' فیصل نے پورے یقین سے کہا۔

اس نے ثانیہ کو عبید کے ساتھ اس کے فلیٹ پر دیکھا تھا اور اس سے ذرا پہلے ہسپتال میں۔ جب فرخ کی ماں ثانیہ پر برس رہی تھی۔ وہ تب ہی وہاں پہنچا تھا۔

''یہ وہ لڑکی ہے جس کی خاطر اس کے کولیگ کے بھائی نے خودکشی کرنا چاہی۔'' اس نے ہمدردی سے لڑکی کو دیکھا۔

''یہ وہ لڑکی ہے جس سے عبید محبت کرتا ہے اور اس کی خاطر گھر چھوڑ کر بیٹھا ہے۔'' چند لمحوں کے بعد ہی اسے یاد آ گیا تھا کہ اس نے ثانیہ کو کہاں دیکھا۔

اور اب ہمدردی کے بخار میں مبتلا...... وہ مڈل مین بنا فرخ سے بات کر رہا تھا۔

''وہ تم سے شادی کرنا نہیں چاہتی۔''

''میرے گھر والوں کی زبان مت بولو۔'' فرخ کو تاؤ آ گیا۔ ''وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔''

''وہ تم سے محبت نہیں کرتی فرخ......'' فیصل نے زور دے کر کہا تو فرخ ٹھٹک کر رک گیا۔ ''اور جس سے محبت کرتی ہے اس سے ملنے میرے فلیٹ تک آ گئی تھی۔''

فرخ کا چہرہ پتھرا گیا۔ نظریں فیصل کے چہرے پر جم گئیں۔

''تب ہی تو کہہ رہا ہوں۔ جو میں جانتا ہوں، وہ تم نہیں جانتے۔ وہ عبید سے ملنے میرے فلیٹ پر آئی تھی ورنہ میں کیا جانوں، ثانیہ کون ہے۔''

فیصل کی نیت بری نہ تھی، مگر اس کا وقت خراب تھا۔

اس نے تو سوچا، دو محبت کرنے والوں کے درمیان سے تیسرے کو نکال کر ثواب کمالے۔ فرخ نے تو ثواب دارین کا ہی اہتمام کر دیا۔ اس کا گھونسا فیصل کے چہرے پر پڑا۔ وہ لڑکھڑا کر عقب میں درخت سے ٹکرایا۔

''ثانیہ پر الزام لگانا بند کرو۔''

کئی لمحے تو سر پر چڑیا، طوطے، کوے ناچتے رہے۔

''آج کے بعد اگر ثانیہ کا نام بھی لیا تو میں جان سے مار دوں گا۔''

فیصل خاموشی کے ساتھ درخت کے پاس ڈھیر ہو گیا۔

اس کا جان سے جانے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

اور جب یقین ہو گیا کہ فرخ وہاں سے جا چکا ہے۔ تب اس نے ٹٹول کر جیب سے موبائل نکال کر وائس نوٹ بھیجا۔

''سہیل بھائی! وہ پاگل ہو چکا ہے۔ مجھے جان سے مارنے والا تھا۔ میری توبہ جو آج کے بعد اسے کچھ سمجھانے کی کوشش کی۔ اور جب حقیقت اس کے سامنے آئے گی تو خود پتا چل جائے گا۔''

وائس نوٹ بھیج کر اس نے اپنا چہرہ ٹٹولا۔

''شکر ہے، ناک بچ گئی۔''

اگرچہ گال پر ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

کمرے کی کون سی چیز تھی جو فرخ نے نہیں توڑ دی تھی۔ دادی کو دو گھنٹے پہلے ہی شبیر احمد لے کر گئے تھے کہ وہ وارد ہوا۔ بیڈ شیٹ تک پھاڑ کر نیچے پھینک دی۔ عجیب وحشی پن تھا۔ سہیل کو طیش آ گیا۔

''تمہارا دماغ ٹھیک نہیں ہے۔ یہی صورت حال رہی تو ایک دن پاگل خانے داخل کروانا پڑے گا۔''

آصفہ اور رابعہ دوڑیں۔ دونوں بھائی آمنے سامنے کھڑے تھے، جیسے کوئی دشمن ہوں۔

''کتنے پیسے دیے تھے اس الو کے پٹھے کو؟''

''کس کی بات کر رہے ہو؟''

''جس کا منہ توڑ کر آیا ہوں۔''

''تمیز سے بات کرو۔''

''اس کی ہمت کیسے ہوئی ثانیہ پر الزام لگانے کی۔'' وہ دھاڑا۔ رابعہ نے ڈر کر سہیل کا بازو تھام لیا۔

''یا اللہ! یہ لڑکی کہیں دفع کیوں نہیں ہو جاتی۔ نجانے اور کتنوں کو لارا لگا رکھا تھا۔'' آصفہ نے اپنا سر پیٹ لیا۔

''خبردار! خبردار جو ثانیہ کے خلاف ایک لفظ بھی کہا ہو......''

''ہاں! ہم سب کے سب جھوٹ بول رہے ہیں...... ہم پر یقین نہیں تو اپنی بھابھی سے پوچھ لو۔''

رابعہ سٹپٹا گئی۔

''سامنے آؤ اور بتاؤ..... بتاؤ وہ کون لڑکا تھا جس کا ثانیہ کے ساتھ چکر چل رہا ہے اور وہ اکیلا ہی رشتہ لے کر گھر تک آ گیا۔''

رابعہ سٹپٹا گئی۔

اسے خبر بھی نہ ہوئی کہ اس کی پھوپھو پلس ساس کو الہام بھی ہوتے ہیں۔

یہ تو کل شام کی بات تھی اور آج صبح اسے پتا چلا تھا۔

''جھوٹ بولنے کی یا مکرنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے خود تمہیں ثانیہ سے بات کرتے سنا تھا۔''

رابعہ بھول گئی تھی، آصفہ کو الہام نہیں ہوتے، بس ان کے کان بہت تیز تھے۔ صبح جب وہ ثانیہ کے واویلے کے جواب میں اسے سمجھا رہی تھی کہ وسیم نے بالکل ٹھیک کہا، اس طرح اکیلے لڑکے کو کون رشتہ دے گا، تب آصفہ نے آدھی ادھوری بات سن کر سارا قصہ سمجھ لیا تھا۔

''بتاؤ...... کیا چکر ہے؟''

''پھوپھو! کوئی چکر نہیں ہے، وہ تو بس رشتہ لایا تھا۔'' رابعہ نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔

''کون؟ کون لایا تھا؟'' فرخ کے کان کھڑے ہوئے۔

''ع......عبید......'' رابعہ کو بتانا ہی پڑا۔

(وہ عبید سے ملنے میرے فلیٹ پر آئی تھی)

آصفہ نے فخریہ انداز میں فرخ کو دیکھا جس کے دماغ میں ہتھوڑے بج رہے تھے۔

☆......☆......☆

شام کو تیز ہوا چلی تھی۔ فضا میں خشک مٹی کی باس تھی۔ اور ہلکی گرد کی تہہ ہر چیز پر محسوس ہوتی تھی۔ نہ ارم کا دل چاہا کہ وہ صفائی کرے، نہ آسیہ اٹھیں۔ آسیہ نے جب سے فرخ کے بارے میں سنا تھا، پریشان رہنے لگی تھیں۔ خوامخواہ توفیق سے الجھتیں...... یہ ان کا مزاج نہ تھا۔ وہ چپ سادھ کر ادھر ادھر ہو جاتے۔ ابھی ارم نے انہیں کورٹ میرج والی بات نہیں بتائی تھی۔ حوصلہ ہی نہ ہوا۔ توفیق نے برآمدے میں کھڑے ہو کر دیکھا۔

ارم کے پودے مرجھا رہے تھے۔

انہوں نے خاموشی سے گیراج میں لگا نل کھولا اور پودوں کو پانی دینے لگے۔ ذہن بھٹک کر فیصل کی طرف چلا گیا۔ کچھ دن پہلے عبید نے اس کے ہاتھ اپنی تنخواہ بھجوائی تھی۔ توفیق نے یہ کہہ کر واپس کر دی کہ اس سے کہنا یہ گھر اس کی خیرات سے نہیں چلتا۔

ارم برآمدے کی پہلی سیڑھی پر آ کھڑی ہوئی۔

لیکن اس نے ایک بار بھی باپ کے ہاتھ سے فوارہ لینے کی کوشش نہیں کی۔

یہاں تک کہ وہ آخری گملے کو پانی دے کر سیدھے ہوئے۔

''ابو! عبید کو مت آزمائیں۔ وہ اس آزمائش پر پورا نہ اترا تو آپ کا بھرم ٹوٹ جائے گا۔'' ارم نے نرمی سے فوارہ ان کے ہاتھ سے لیا۔

''جتنی بھی نافرمانی کر لے، ہمارے بغیر کچھ نہیں کرے گا۔''

''تو پھر اس دن کا انتظار کریں جب وہ ثانیہ کو ہمارے سامنے کھڑا کر کے کہے گا، یہ ثانیہ عبید

ہے، آپ کی بہو۔"

وہ فوارہ ایک طرف رکھ کر فوراً ہی واپس مڑ گئی۔ توفیق ششدر سے اسے جاتا دیکھتے رہے...... ارم نے اتنی بڑی بات کیونکر کہی۔

ان کی اس الجھن کو مسجد کے امام صاحب نے بھی محسوس کر لیا۔ وہ نماز کے بعد بہت دیر تک وہیں قیام کرنے لگے تھے۔

"بہت الجھن میں ہوں امام صاحب......" ان کے استفسار پر توفیق نے کہا۔

"مناسب سمجھیں تو الجھن کو کھولنے کی سعی کریں۔" وہ عین سامنے بیٹھ گئے۔

"بیٹا اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔" کسی سے تو دل کی بات کہنی ہی تھی۔

"مطلب جوان ہو گیا ہے۔" وہ مسکرائے۔

"مجھے لگتا ہے، اس کا انتخاب غلط ہے۔" انہوں نے کچھ بے چینی سے بتایا۔

"آپ نے سمجھایا۔"

"بہت......مگر وہ غصے میں گھر چھوڑ گیا۔"

امام صاحب نے افسوس سے گردن ہلائی۔

"اولاد غلطی کرے تو سمجھانا ماں باپ کا کام ہے...... ہے نا؟"

"بالکل!"

"لیکن نہیں...... ذرا اپنے پیروں پر کھڑے ہوتے نہیں کہ سمجھتے ہیں ماں باپ تو بیوقوف ہیں۔ میرا فرض ہے کہ اسے غلط کام سے سختی کے ساتھ روکوں۔"

"یہی تو بات ہے۔ بچہ ہو تو سختی ہو سکتی ہے مگر اب وہ عاقل بالغ ہے۔ آپ اسے صرف سمجھا سکتے ہیں، اور اللہ پر بھروسہ کریں۔ آپ کا بیٹا اچھا ہوگا تو سب اچھا ہوگا۔ آپ نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب اسے اس کی مرضی کرنے دیں۔ اب وہ اپنی اچھائی برائی کا خود ذمہ دار ہے۔"

مسجد کی مقدم خاموشی میں امام صاحب کی مدہم آواز ان کے دل میں اترتی چلی گئی۔

☆......☆......☆

''تمہیں کیا ہوا؟''

فیصل کی حالت دیکھ کر عبید حیران رہ گیا جو لاؤنج میں بیٹھا اپنے چہرے پر برف کی ٹکور کر رہا تھا۔

''تم اپنی خیر مناؤ......''

''کیوں......؟'' عبید اس کے سامنے بیٹھا۔

''جب رقیب سامنے آئے گا۔ میں نے بس نام لیا تھا تو یہ حال کر دیا۔ سوچو جب اسے یہ پتا چلے گا کہ تم ثانیہ کے عبید ہو تو تمہارا کیا حشر ہوگا۔''

''پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہو۔'' عبید کے پلے کچھ بھی نہ پڑا۔

''سہیل بھائی میرے سینیئر اور کولیگ ہیں اور فرخ ان کا چھوٹا بھائی...... میری قسمت ماڑی تھی جو میں......'' برف کی ٹکور کرتے اس نے ساری بات بتائی۔ عبید جھنجھلا گیا۔

''تمہاری قسمت نہیں، تمہاری مت ماری گئی ہے۔''

''میں تو تمہاری دوستی میں گیا تھا۔ دوست کے راستے کے کانٹے چننے گیا تھا...... یہ منہ لال کر کے آیا ہوں۔'' وہ رونے والا ہو گیا۔

''پیارے دوست...... اسے آ بیل مجھے مار کہتے ہیں۔''

''مجھے تو بیل نے ایک ہی ٹکر ماری ہے۔ تم اپنی خیر مناؤ...... تم اس کے ہاتھ لگے تو تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔'' فیصل نے ڈرایا۔

''میں نے چوڑیاں نہیں پہن رکھیں۔'' عبید کو تاؤ آ گیا۔

''بیٹا! یہ محاورہ پرانا ہو گیا ہے۔'' فیصل کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''اب تو لوگ یوں وار کرتے ہیں کہ پلک جھپکنے کا موقع بھی نہیں ملتا۔'' ساتھ ہی ہائے نکل گئی کہ برف کو گال پر زور سے دبا دیا تھا۔

''اچھا لاؤ...... میں ٹکور کرتا ہوں۔ تم کوئی پین کلر بھی لے لیتے۔''

عبید نے برف والا پیالہ اپنے سامنے کھسکایا۔

''ہاں دے دو...... ساتھ کچھ کھانے کو بھی لا دو۔ شام سے بس مار ہی کھائی ہے۔'' وہ مزید بے

چارہ بن گیا۔

عبید کو اندازہ بھی نہ تھا کہ فیصل کے سارے خدشات درست ثابت ہونے والے ہیں۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ فرخ عبید کا نام سن کر چپ رہتا۔

وہی بوجھل سی شام تھی۔

فضا گرد آلود اور حبس زدہ تھی۔

عبید نے ابھی چابی بائیک میں لگائی ہی تھی کہ کسی نے اسے کالر سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ ناگہانی آفت پر وہ لڑکھڑایا، گھبرایا اور پھر فرخ کو سامنے دیکھ کر سنبھلا۔

''فرخ!''

''سنا ہے شادی کا شوق ہو رہا ہے۔'' ایک محلے میں رہتے تھے۔ وہ نانی کے گھر آتا جاتا تھا۔ کبھی بچپن میں مل کر کھیلے بھی ہوں گے۔ پارٹنر بننے پر لڑائی بھی ہوئی ہوگی۔ مگر اب جو فرخ سامنے کھڑا تھا، آنکھوں میں طیش، ماتھے پر سینکڑوں بل، سرخ شرٹ کے بازو چڑھائے ہوئے...... اور عقب میں کھڑے مسٹنڈے سے دو دوست......

وہ بالکل اجنبی تھا۔ جیسے کبھی دیکھا ہی نہ ہو...... جیسے پہچانتا ہی نہ ہو۔

''فرخ! یہ کیا بدتمیزی ہے؟'' عبید ناگواری آمیز تحمل سے بولا۔

''پوری دنیا میں تمہیں رشتہ بھیجنے کے لیے ثانیہ ہی ملی؟'' وہ بھڑکا۔

''فرخ! میرے رستے سے ہٹ جاؤ......'' عبید بزدل نہیں تھا مگر اس وقت ٹلنا ہی بہتر تھا...... مگر براوقت اتنی آسانی سے کہاں ٹلتا ہے۔ فرخ کے اشارے پر دونوں لڑکوں نے اسے قابو کیا۔

''تمہیں اس قابل نہیں چھوڑوں گا کہ ثانیہ کا پیچھا کر سکو۔'' عبید جہاں تک مزاحمت کر سکتا تھا کی......

مگر کب تک۔ وہ تین تھے اور محبت میں جو زخم واجب تھے وہ تو کھانے ہی تھے۔

دور سے آتی گاڑی دیکھ کر فرخ کا ہاتھ رکا۔

''بس بہت ہو گیا۔ عقل آگئی ہوگی۔ نکلو یہاں سے......''

عبید منہ کے بل گرا۔ فرخ کی ٹھوکر اس کی پسلیوں پر لگی۔

''آج کے بعد ثانیہ کا نام بھی بھول جانا۔''

بریک چرچرائی۔

تینوں بائیک پر بیٹھ کر فرار ہو گئے۔

گاڑی والا تیزی سے باہر آیا۔ نیچے گرے لڑکے کو سیدھا کیا۔ اور زمین و آسمان کی گردشیں رک گئیں۔

کیا ہوتا ہے جب ایک باپ...... اپنے نوجوان بیٹے کا لہولہان چہرہ دیکھتا ہے۔

☆......☆......☆

کبھی کبھی وہ بے وقوفوں والی حرکتیں شروع کر دیتی۔ جیسا کہ اب...... اسے کمرے میں بند منہ پر میک اپ تھوپتے دیکھ کر نادرہ نے سر پیٹ لیا۔

''پھر سے لیپا پوتی شروع کر دی۔''

وہ یہ چہرہ لے کر پورے گھر میں گھومے گی۔ دادی اور باپ کی صلواتیں سنے گی۔

''کسی کو کوئی تکلیف ہے تو نہ دیکھے۔'' اس نے دوبارہ لپ اسٹک کی تہہ جمانا شروع کر دی۔

''وہ ماں باپ کو نہیں لا سکا، اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔''

''میں نے کسی سے کچھ کہا ہے؟ خدا کے لیے اماں! مجھے میرے حال میں جینے دیں۔'' اس نے لپ اسٹک پٹخی۔

''آج تمہارا پرچا تھا۔ ارم گئی ہوئی ہے پرچا دینے۔''

''مجھے نہیں دینا۔'' اس نے آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔

تب ہی اس کا موبائل بجنے لگا۔

ثانیہ نے نام دیکھا اور غصے سے کال لے لی۔

''کیا ہے؟'' لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا۔

''جس کی خاطر جان دینا چاہی، اس جان نے شکل بھی نہیں دکھائی۔''

مخمور...... پرفریب لہجہ......

مگر ثانیہ کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

''اس سے تو اچھا تھا، مر جاتا...... وہ تسبیح پڑھ کر قبر پر پھول تو چڑھانے آتی۔''

''میں تو پورا قرآن پاک پڑھ دیتی بس تم ہی نہ مرے۔'' اس کا جملہ سن کر نادرہ نے ہاتھ سے موبائل لینا چاہا...... مگر ثانیہ ڈریسنگ کے سامنے سے اٹھ کر سائیڈ پر ہو گئی۔

''ویسے بھی جو تماشا پھوپھو نے ہسپتال میں کیا، اس کے بعد تو میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔ سارے خاندان میں بدنام کر کے رکھ دیا ہے۔''

''بدنامی بھی تو میرے نام سے ہوئی ہے۔ جب شادی ہو گی تو سب کی زبانیں بند ہو جائیں گی۔''

''شاید تم نے سنا نہیں...... میں تو تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی...... شادی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' وہ ترنت بولی۔

''اچھا تو پھر کس سے کرو گی؟''

ایک لمحے کو ثانیہ خاموش ہوئی۔

''اس عبید سے؟''

فرخ کے کہنے پر وہ ششدر سی رہ گئی۔ اسے عبید کے بارے میں کس نے بتایا۔

''اسے تو میں نے اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ تمہارا نام بھی لے سکے۔'' سانپ کی طرح پھنکارتا لہجہ......

زور کا کڑاکا ہوا۔

جیسے آسمان سر پر آ گرا تھا۔

ثانیہ بے حس و حرکت کھڑی رہ گئی۔

❁ ❁

قسط نمبر 8

''تم نے عبید کے ساتھ کیا کیا ہے؟''
ثانیہ کا متوحش لہجہ...... نادرہ ٹھٹک گئیں۔
''کچھ زیادہ نہیں...... بس تھوڑا اہلا کر آیا ہوں۔ آج کے بعد تمہارا پیچھا نہیں کرے گا۔ کسی کی جرأت نہیں ہوگی فرخ کی منگیتر کے لیے رشتہ بھجوانے کی۔''
''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔'' ثانیہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ منگیتری کے عہدے کے دعوے دار اس شخص کو کچا چبا جائے۔
''وہ کہاں ہے فرخ...... تم نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے؟'' وہ چلائی۔
''کیوں فکر کرتی ہو؟ مرا نہیں ہے۔ تمہیں یہی فکر ہے نا کہیں مجھے پولیس پکڑ کر نہ لے جائے۔ تو ایسا کچھ نہیں ہونے والا۔''
''اف!'' اس کی خوش فہمیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔
''لعنت ہو تم پر فرخ......'' ثانیہ نے غصے سے کال کاٹی۔
''کیا ہو گیا؟'' نادرہ اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئی تھیں۔
''فرخ نے عبید پر حملہ کیا ہے...... وہ کس حال میں ہوگا۔''
ثانیہ کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے...... پیلی رنگت...... لبالب آنسوؤں سے بھری آنکھیں۔ دل کی تڑپ...... وہ بار بار نمبر ملاتی مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔
''اگر عبید کو کچھ بھی ہوا تو میں اس کمینے کو چھوڑوں گی نہیں...... خودکشی سے تو نہیں مرا...... میرے ہاتھوں مرے گا۔''

نادرہ ہاتھ ملتی تشویش سے بیٹی کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

''فرخ کو عبید کا کس نے بتایا؟'' ذہن کے کسی گوشے میں یہ سوال کلبلا رہا تھا۔

''امی! وہ فون نہیں اٹھا رہا......'' وہ بلک بلک کر رو پڑی۔

''کیا ہوا؟'' نیم جاگی...... نیم سوئی دادی بڑبڑائیں۔ ثانیہ کے رونے کی آواز باہر تک آ رہی تھی۔

''یا اللہ خیر...... نادرہ...... باہر نکلو...... کوئی دیکھو...... ثانیہ کیوں رو رہی ہے؟'' ان کی دہائیاں سننے والا کوئی نہ تھا۔

''امی! مجھے جانا ہو گا۔'' مایوس ہو کر وہ ماں کی طرف پلٹی۔

''کہاں......؟''

''مجھے پتا ہے وہ کہاں رہتا ہے۔ وہ نہ بھی ہوا تو کسی سے پتا کر لوں گی۔'' نادرہ متذبذب سی اسے دیکھنے لگیں۔

''امی......!'' ثانیہ نے ان کے دونوں ہاتھ پکڑے۔ ''اس کا اپنے گھر والوں سے کوئی رابطہ نہیں...... اور یہ بھی پتا نہیں کہ وہ کس حال میں ہے۔''

''تو جا کر اس کے گھر والوں کو بتاؤ...... وہ پتا کر لیں...... تمہارا اس طرح جانا ٹھیک نہیں۔'' نادرہ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں صحیح مشورہ دیا۔ تب ہی دادی دیواروں اور فرنیچر کے آسرے لڑکھڑاتی، کانپتی چلی آئیں۔

''کیا ہوا ثانی کو؟ اتنی اونچی آواز میں کیوں رو رہی ہے؟''

ان کے چہرے پر پریشانی، پوتی کے لیے محبت و تشویش سب موجود تھا...... جو دونوں کو دکھائی نہ دیا...... ثانیہ ماں کے ہاتھ چھوڑ کر تیزی سے باہر نکل گئی...... اور نادرہ نے اپنی پریشانی دادی پر نکال دی۔

''وہ آپ کے نواسے کی جان کو رو رہی ہے۔''

''اب اس نے کیا کر دیا؟'' دادی ٹپٹائیں۔

''عبید پر حملہ کیا ہے...... اللہ کرے ہاتھوں سے ہی کیا ہو...... کہیں چاقو واقو نہ مار دیا ہو۔''

''وہ کیوں کرے گا......اس کی عبید سے کیا دشمنی؟'' دادی کے سر پر سے گزر گئی۔

''عبید نے ثانیہ کے رشتے کی بات کی تھی......بس اسی بات کی تپ نکالی ہے۔''

''ثانیہ کے رشتے کی بات...... ہیں وہ کب ہوئی؟'' دادی ہکا بکا......نادرہ ٹپٹا گئیں۔زبان سے نکلی بات کوٹھوں چڑھنے کو تھی۔مگر اب کے نادرہ نے کسی بات کا پردہ نہ رکھا۔ہر بات کھول کر رکھ دی۔

ثانیہ کی پسندیدگی بھی بتادی......دادی نے پہلے کرسی پکڑی......پھر بیٹھیں اور آخر میں لمبے لمبے سانس لینے لگیں۔

پوتی نے محبت کا کھیل بالا ہی بالا رچالیا تھا۔وہ تو بس کوششیں ہی کرتی رہ گئیں۔

''کیا ہوا چپ کیوں لگ گئی......دمے کا دورہ تو نہیں پڑنے والا'' نادرہ اتنی لمبی چپ اور مسلسل سانسوں کے اتار چڑھاؤ پر گھبرا ہی گئیں......دادی اب بھی چپ رہیں۔

''ساری زندگی آپ لوگوں نے ہماری پروا نہیں کی...... پر ایمان داری سے بتائیں،فرخ اور عبید کو ساتھ کھڑا کر کے دیکھیں،ثانیہ کے لیے کون بہتر ہے۔''

''فرخ اپنا خون ہے......اپنا مارے گا تو چھاؤں میں ڈالے گا۔'' جیسے محاورے ایک طرف رکھ کر انہوں نے دونوں کو تصور کی آنکھ سے ساتھ کھڑا دیکھا۔تعلیم،شخصیت،آمدنی...... ہر چیز میں عبید نے فرخ کو پچھاڑ دیا تھا......سلجھا ہوا باتمیز خاندان اضافی نمبر تھے۔

پھر بھی انہوں نے دل کی تسلی اور خون کی کشش کے زیر اثر منمناتی آواز میں کمزور سا دفاع کیا۔

''اپنا......مار...... چھاؤں......''

''تو پھر سن لیں......'' نادرہ چمک کر بولیں۔''وہ ثانیہ ہے ثانیہ......کوئی مار کر چھاؤں میں ڈالے گا تو اسے وہیں دفن کر کے آئے گی۔''

گھنے دور تک پھیلے سایہ دار درخت تلے انہوں نے فرخ سمیت نہ جانے کس کس کی قبر دیکھ کر بڑے زور سے جھرجھری لی......اور خاموشی سے اپنی ہر خواہش سے دست بردار ہو گئیں۔

☆......☆......☆

عبید نے پہلی بار اپنے باپ کو روتے دیکھا...... جوان بیٹے کو اٹھاتے وہ خود کتنی بار گرے تھے۔ اتنی عمر تو نہ تھی مگر چند لمحوں میں بڑھاپا آ گیا تھا...... پھر لوگ جمع ہوئے، فیصل کو بھنک پڑی...... شکر تھا کہ ہڈی پسلی بچ گئی تھی۔ اگرچہ اندرونی چوٹیں بہت تھیں اور چہرے پر بھی زخم تھے......

''ابو پلیز...... رونا تو بند کریں......'' وہ اب ہوش میں تھا۔ ڈرپ لگی تھی اور باپ کو دیکھ کر اس کی تکلیف مزید بڑھ رہی تھی۔

''انکل پلیز، عبید پریشان ہو رہا ہے......'' فیصل نے کہا تو توفیق خود کو سنبھالنے کی خاطر کمرے سے نکل گئے۔ تب ہی فیصل کو کھل کر بات کرنے کا موقع ملا۔

''تم رپورٹ نہیں کروا رہے، کیوں عبید؟''

''ابو کو پتا نہ چلے وہ کون تھا۔'' اسے بولنے میں دقت ہو رہی تھی۔

''اپنا حال دیکھو......'' فیصل نے دانت پیسے......

''محبت امر ہونے والی ہے...... میرا رقیب پیدا ہو گیا ہے۔'' وہ بدبدایا۔

یعنی اتنی مار کھا کر بھی بد مزانہ ہوا تھا۔

''امر کا تو پتا نہیں، لولی لنگڑی ضرور ہو جاتی......'' فیصل کو تاؤ آ گیا۔

عبید نے لب بھینچ لیے۔ کاش وہ اس کی بات پر کھل کر ہنس سکتا۔

ثانیہ نے گھر میں داخل ہونے تک بھی اس کا نمبر ڈائل کرنا نہیں چھوڑا تھا۔ مسلسل بیل جا رہی تھی مگر اٹھا نہیں رہا تھا۔ پھر کسی نے کال ریسیو کر لی...... ثانیہ کے قدم لاؤنج کے دروازے میں ہی رک گئے۔ وہاں بیٹھ کر پڑھتی ہوئی ارم نے سر اٹھا کر دیکھا اور ثانیہ کو دیکھ کر پریشان سی ہو گئی جو کہہ رہی تھی۔

''عبید، عبید تم ٹھیک تو ہو نا...... جواب دو...... بولو نا...... میری سانس بند ہو جائے گی۔''

ارم تیر کی طرح اٹھ کر پاس آئی......

کال کرنے والی کی آواز میں کیسا درد، کیسی تڑپ تھی۔ توفیق صاحب نے گہری سانس بھری۔ انہیں اندازہ ہوا...... سینکڑوں بار وائبریٹ ہونے والے موبائل پر کال کون کر رہا تھا...... بس فرصت اور

دھیان اب گیا تھا کہ عبید کا موبائل ان کی جیب میں تھا۔

''وہ اب ٹھیک ہے بیٹی......''

ثانیہ ذرا سا ٹپٹائی، پھر تیزی سے پوچھنے لگی۔

''انکل! وہ کہاں ہے؟''

''ہاسپٹل میں......''

''انکل! ایک بار میری بات کروادیں......'' ثانیہ نے ملتجی انداز میں کہا۔

ارم نے اس کا بازو دبوچا۔

''عبید کو کیا ہوا ہے؟''

''میں کرواتا ہوں......'' ثانیہ نے توفیق کی بات سن کر ارم کو دیکھا۔ ارم کی حالت اس سے زیادہ مختلف نہ تھی۔

''بولو ثانیہ......کیا ہوا میرے بھائی کو......؟'' ارم نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

''چھوٹا سا حادثہ ہوا ہے۔ وہ اب ٹھیک ہے۔ انکل اس کے پاس ہیں۔''

''کیسا حادثہ......کہاں ہے وہ؟'' ارم کا جسم خوف سے ٹھنڈا پڑ گیا۔

تب ہی ثانیہ کی سماعت سے عبید کی آواز ٹکرائی......وہ تڑپ ہی اٹھی۔ توفیق عبید کو اس کا موبائل دے کر دوبارہ باہر چلے گئے تھے۔

''عبید......!'' وہ اس کا نام لیتے ہی رو پڑی۔

''کیا ہوا؟''

''تم ٹھیک تو ہونا......مجھے تمہارے پاس آنا ہے۔ تمہیں دیکھنا ہے۔''

''تمہیں کس نے بتایا؟''

''اسی ذلیل انسان کا فون آیا تھا۔ میں اس کی جان لے لوں گی۔''

''ایسی باتیں مت کرو۔ میں ٹھیک ہوں۔'' عبید نے تسلی کروائی۔

''مجھے ہاسپٹل آنا ہے۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے۔ڈاکٹرز ڈسچارج کر رہے ہیں۔''

''میری بھی بات کروادو۔''

ثانیہ نے چونک کرارم کودیکھا......وہ بھول ہی گئی تھی کہ اس وقت ارم کے گھر میں موجود ہے۔

''لو، ارم سے بات کرو......'' ثانیہ نے گہری سانس لے کر موبائل ارم کو دے دیا۔ وہ حال پوچھنے کے بجائے رو ہی پڑی۔

عبید کا دل بھر آیا۔اس کے پیارے اس کی وجہ سے کس قدر تکلیف میں تھے۔ وہ اسے تسلی دینے لگا۔ ارم کی ایک ہی رٹ تھی......گھر واپس آجاؤ......عبید کو وعدہ کرنا ہی پڑا۔ ثانیہ اور ارم ایک ساتھ تھیں۔ دل کو ڈھارس سی ہوئی......ارم نے کال کٹنے کے بعد ڈبڈباتی آنکھوں سے ثانیہ کو دیکھا۔ آنکھیں جو پہلے ہی برس برس کر سرخ ہوگئی تھیں......پھر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''مجھے بتاؤ ثانی......میرے بھائی پر کیا گزری......'' وہی پرانا لہجہ۔

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر آبیٹھی......تو ثانیہ دھیرے دھیرے اسے ساری بات بتانے لگی۔

''اف......ایک ہی پل میں سب پریشان ہوگئے ہیں۔امی کو پتا چلا تو نجانے ان پر کیا گزرے گی۔'' عبید نے موبائل ایک طرف ڈال دیا۔

''فرخ کو کس نے بتایا کہ تمہارا رشتہ ثانیہ کے لیے گیا ہے......'' سوچ میں ڈوبے فیصل نے سوال داغا تھا۔

''مجھے کیا پتا......؟''

''وہ......تمہارے ساتھ مخلص تو ہے نا؟'' فیصل نے متذبذب لہجے میں پوچھا۔

عبید نے چونک کر دیکھا۔

''کون ثانیہ......؟''

''بس ایک بات ذہن میں آئی ہے،تم بھی اس کی خاطر گھر چھوڑے بیٹھے ہو......وہ بھی خودکشی

کرتا پھر رہا ہے۔کہیں......‘‘اس نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی۔
’’تم چاہتے ہو تمہاری حالت بھی میرے جیسی ہو جائے؟‘‘
’’سوری......!‘‘فیصل نے دونوں ہاتھ کھڑے کر دیے۔اس کا دوبارہ مار کھانے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔
توفیق صاحب کے اندر آنے کے بعد بات کا رخ ہی بدل گیا......وہ ڈاکٹر سے مل کر آئے تھے......
جس نے کہا تھا خطرے کی بات نہیں ہے۔وہ شام تک ڈسچارج کر دیں گے۔
’’ابو......! آپ گھر چلے جائیں۔میرے ساتھ فیصل ہے۔‘‘باپ کا تھکا تھکا چہرہ عبید کو تکلیف میں مبتلا کر رہا تھا۔
فیصل تو تڑپ ہی اٹھا۔
’’کنوارہ ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمہارا ہی ہوں۔‘‘
عبید نے گھور کر دیکھا۔
’’ہاں تو اب کیا تمہاری ہی خدمتیں کرتا رہوں؟‘‘فیصل نے آنکھیں ہی ماتھے پر رکھ لیں۔
’’تم اب بھی گھر نہیں جاؤ گے؟‘‘توفیق نے پوچھا۔
’’بعد میں آجاؤں گا......ابھی میری حالت دیکھ کر امی پریشان ہوں گی۔‘‘عبید نے نظریں چرائیں۔
’’وہ اب بھی تڑپ رہی ہے۔‘‘
فیصل ہاتھوں اور آنکھوں سے پریشان اشارے کرنے لگا کہ ہاں کر دے......ہاں......
’’بلکہ تینوں کا بہت برا حال ہے......‘‘
’’تینوں؟‘‘عبید نے سوالیہ انداز میں انہیں دیکھا۔
’’ثانیہ بھی ان کے ساتھ ہی ہے۔‘‘وہ ہلکا سا مسکرائے۔
’’اب تم ٹھیک ہو جاؤ تو اس کا رشتہ مانگنے چلتے ہیں۔‘‘
عبید اور فیصل دونوں نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔
’’ابو! آپ سچ کہہ رہے ہیں؟‘‘

توفیق نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر کی طرف رخ کر لیا...... اندر کہیں کچھ چبھا تھا۔ وہ ماں کی تڑپ کا سن کر نہیں...... ثانیہ کے رشتے کا سن کر گھر آنے کو تیار ہوا تھا۔

''اوہ یار...... یہ تو کمال ہو گیا......'' جوش میں فیصل نے اسے اسی حالت میں جپھی ڈال لی۔ اس کا جوڑ جوڑ چلایا۔ مارے ڈر کر فیصل اسے چھوڑ دروازے میں جا کھڑا ہوا۔

''الو کا پٹھا ہے تو......''

''سوری یار...... وہ بس جوش میں......'' فیصل شرمندہ ہو گیا۔

☆......☆......☆

دونوں بازو پھیلائے وہ گول گول گھوم رہی تھی۔

جیسے محو رقص ہو......

جیسے کسی وجد میں ہو......

محبت کی جیت کا دن تھا......

سیلیبریشن تو بنتی تھی......

نیلا آسمان سبز کپڑوں والی پر جھکا آ رہا تھا۔

جیسے تقدیر مہربان ہو رہی ہو......

جیسے قسمت کی دیوی نے جھک کر ماتھے پر بوسہ دیا ہو۔

ارم اس وجد میں آئے وجود کو دیکھ کر مبہوت سی رہ گئی۔ بھول گئی چھت پر کرنے کیا آئی تھی...... پھر وہ رکی...... لڑکھڑائی اور جہاں کھڑی تھی...... وہیں موم کی گڑیا کی طرح پگھل گئی۔

ارم نے درمیان میں حائل منڈیر پھلانگی...... اور بے دم وجود کو باہنوں میں بھر لیا...... ثانیہ نے سر اٹھایا...... پھر زور سے ہنس دی۔

''تم مجھے تین چار نظر آ رہی ہو...... بتا دو...... اصل والی کون ہو؟''

''بدتمیز...... یہ کیا پاگل پن تھا۔'' ارم نے اس کے چکراتے سر پر چپت لگائی۔ وہی پرانا لب و

لہجہ......وہی بے ریا ہنسی......

جیسے درمیان میں کوئی کدورت، کوئی عداوت آئی ہی نہ ہو۔

وہ عبید کے من کا موتی تھی، انہوں نے قیمتی سمجھ کر سنبھال لیا تھا......آنے والا وقت کس نے دیکھا تھا......آج کو قبول کرنا بہتر تھا۔

''خوش ہو؟'' وہ منڈیر کے ساتھ بچھے سیٹ پر بیٹھی تھیں۔شام کے رنگ گہرے ہو رہے تھے۔ اگرچہ فضا اب بھی گرم تھی۔مگر ایئر کولر کا رخ عین ان کی طرف تھا۔

''خوشی تو بہت چھوٹا لفظ ہے۔تم جانتی ہی نہیں کہ عبید میرے لیے کیا ہے......ویسے تم لوگوں کا رویہ کیسے بدلا؟''

''جب عبید کی تمہارے لیے محبت دیکھی۔'' ارم نے اپنے اڑتے بال سمیٹے۔

''محبت کو تو تم لوگوں نے گھاس بھی نہیں ڈالی۔شاید اس کی ضد کے سامنے ہار مان لی ہو......'' اس کا مقصد طنز کرنا نہیں تھا مگر بدلحاظی کی عادت ہی نہ جاتی تھی۔

''آئی ایم سوری ثانیہ......'' ارم نے اس کا ہاتھ پکڑا......''میں جانتی ہوں......اس رشتے کے ہونے سے پہلے ہی بہت بدمزگی ہوگئی ہے۔مگر ہم پرانی باتیں بھول جائیں گے۔''

''کیا اس میں تم لوگوں کی خوشی بھی شامل ہے؟''

''یقین کرو......ہمارے دل میں اب کچھ بھی نہیں ہے۔ہم پوری خوشی اور مان کے ساتھ تمہیں اپنے گھر لے جائیں گے۔''

ثانیہ مسکرائی۔

''یہ سب پہلے بھی نہ ہوتا......بس تمہارے خیالات......'' ارم نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''ہم پرانی باتیں بھول نہیں سکتے......'' ثانیہ نے بے چارگی سے پوچھا تو ارم نے ہنستے ہوئے ماتھے پر انگلی پھیر کر دور پھینکنے کا اشارہ کیا۔

''ہم تو بھول بھی چکے......''

''تو کب آ رہے ہو؟''

''بہت جلد......بس عبید چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے......''

''شکر ہے کوئی سیریس انجری نہیں ہوئی۔''

دونوں کی باتوں میں گہری ہوتی شام تاریکی کا روپ دھارنے لگی تھی۔

☆......☆......☆

سہیل نے گھر میں ہنگامہ اٹھا دیا تھا......اسے جھگڑے کا پتا چل گیا تھا......اوپر سے رابعہ کی مت ماری گئی جو پوچھ بیٹھی۔

''عبید ٹھیک تو ہے؟''

''تجھے بڑا پتا ہے عبید کا......'' آصفہ کاٹ کھانے کو دوڑیں۔ ''سگے دیور کی خیریت پوچھنے کے بجائے بہن کے یار کی خیریت پوچھ رہی ہے بدمعاش......'' شرم وغیرت سے رابعہ کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

''تم تو اندر جاؤ......'' اس کو منظر سے ہٹانے کے سوا سہیل کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ رابعہ نے بھی کھسکنے میں ہی عافیت سمجھی۔

''یہ لڑکا اس چنڈال کے عشق میں نجانے کس کس کو مارے گا۔''

''اماں! اس کو سمجھائیں......اور شکر کریں کہ پولیس کیس نہیں بنا۔'' سہیل ماں کے پاس بیٹھا۔

''آج کل اس کا اٹھنا بیٹھنا بہت برے لوگوں میں ہے...... مجھے تو ڈر ہے کہیں نشہ وشہ نہ کرنا شروع کر دے۔''

آصفہ کا منہ کھل گیا۔

''وہ ضد میں آ گیا ہے۔ کچھ نہ کچھ کر بیٹھے گا......میری مانیں تو کسی بھی طرح ثانیہ کا رشتہ لے آئیں۔'' سہیل سچ میں گھبرا گیا تھا۔

''ہم گئے تو تھے اس نے خود انکار کیا ہے۔ بڑی تیز لڑکی ہے۔ باپ سے بھی نہیں ڈرتی۔ شبیر کئی بار میرے سامنے رو پڑا ہے۔''

''اب چاہے منت کریں یا جو بھی کریں، لیکن ایک بات یاد رکھیں۔ یہ لڑکا خود مرے گا یا کسی کو مارے گا۔ نقصان دونوں صورتوں میں ہمارے گھر کا ہے۔''

سہیل نے آصفہ کو اچھی طرح دہلا دیا تھا...... فرخ کا تو یہ حال تھا کہ گھر میں کسی کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا تھا...... کوئی نظر بھی آ جاتا تو منہ پھیر کر کمرے میں چلا جاتا تھا۔ دفتر جاتا تھا یا نہیں...... کسی کو کچھ پتا نہیں تھا۔

وہ تاسف سے ہاتھ ملتی رہیں......

''اب کریں بھی تو کیا......''

☆......☆......☆

''فرخ......!'' وہ اس کے پیچھے کمرے تک چلی آئیں۔ فرخ نے دراز کھول کر اس میں کچھ رکھ دیا۔

کیا؟ وہ دیکھ نہیں پائیں۔

''فرخ! مجھ سے مت چھپانا، بتاؤ تم نے کسی کو مارا ہے......؟''

''جان سے نہیں مارا...... جو اتنا پریشان ہو رہی ہیں۔'' روکھا پھیکا لہجہ......

''اپنی بیوہ ماں پر رحم کرو...... ترس کھاؤ......'' وہ روہانسی ہو گئیں۔

''میری بیوہ ماں اتنی کمزور اور بے بس نہیں ہے۔ ثانیہ کو بدنام کرنے کے لیے پورا محلّہ گھوم آتی ہے۔'' اس نے الماری کھول کر ٹی شرٹ کھینچی۔

''میں اسے بدنام کیوں کروں گی۔ تمہیں ماں پر اعتبار ہی نہیں ہے۔''

فرخ عین ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''اعتبار اس دن کروں گا جب اپنی آنکھوں سے کچھ دیکھوں گا۔ ثانیہ میں کھوٹ ہوا تو کبھی نام بھی نہیں لوں گا...... لیکن جب تک میرا دل اس کے حق میں گواہی دیتا ہے...... وہ میری ہے۔''

وہ مکمل کر کے رکا نہیں تھا۔ واش روم میں جا کر دروازہ زور سے بند کیا...... آصفہ بے حد بے بسی سے بند دروازے کو دیکھتی رہیں۔ چند لمحوں میں اندر سے پانی گرنے اور شاور کھلنے کی آواز آنے لگی۔

ملکے سے تجسس سے آگے بڑھ کر آصفہ نے دراز کھولی۔

ان کا دل دھک سے رہ گیا......

دراز میں پستول تھی۔

☆......☆......☆

وہ ایک بار پھر ان سب کے سامنے سراپا سوال بنی بیٹھی تھیں...... لہجے میں وہ بے چارگی اور اداسی تھی کہ دادی کا دل تڑپ ہی گیا...... مگر اب حقیقت سامنے تھی...... اب بیٹی کا ساتھ بھی دیتیں تو کیوں......بس ٹکر ٹکر شبیر کا منہ دیکھتی رہیں...... جو شرمندہ سے سر جھکائے بیٹھے تھے۔

''آپا......! میرے بس میں ہے ہی کیا......؟ میری تو اولاد بھی میرے قابو میں نہیں......''

''وہ لڑکا مجھے جینے نہیں دے گا......اماں......! کچھ بول کیوں نہیں رہیں؟'' آصفہ نے ماں سے مدد چاہی۔

انہوں نے بولنے کو منہ کھولا ہی تھا کہ نادرہ بول اٹھیں۔

''آپا! وہ بات تو ختم ہو گئی۔ ہم ویسے بھی ثانیہ کا رشتہ کہیں اور کرنے والے ہیں۔''

شبیر نے چونک کر نادرہ کو دیکھا...... یہ کس رشتے کی بات تھی جس سے وہ لاعلم تھے۔

(ہاں، اب نئے سلسلے جو شروع ہو گئے ہیں۔)

دادی بڑبڑائیں۔

''اسی رشتے والے کا سر پھاڑ کر آیا ہے......فرخ نہیں ہونے دے گا...... پاگل ہو رہا ہے۔ کچھ کر بیٹھے گا۔'' آصفہ نے دہائی دی......

''یہ کس رشتے کی بات ہو رہی ہے......''شبیر نے نادرہ کو دیکھتے سوال کیا......وہ نظریں چرا گئیں۔

''آصفہ! فرخ کو سمجھاؤ......زبردستی رشتے نہیں ہوتے......اب دور بدل گیا ہے۔ پہلے کی طرح نہیں ہے کہ ماں باپ نے جہاں رشتہ کر دیا لڑکی نے چپ چاپ سر جھکا دیا۔''

نادرہ کو پہلی بار اپنی ساس اچھی لگیں۔

''تو پھر میں کیا کروں؟ مجھے بھی تو کچھ بتاؤ......'' آصفہ نے رونا شروع کر دیا۔پہلی بار سچے اور بے ریا آنسو بنا کسی رکاوٹ ان کے چہرے پر بہتے چلے گئے......اور اگلا لمحہ اس سے زیادہ جذباتی اور تکلیف دہ تھا جب انہوں نے اپنا دوپٹا اتار کر بھائی کے پیروں میں ڈال دیا تھا......

''بس کیا بتاؤں......اچھے خاصے فلمی سین چل رہے ہیں۔'' عبید کے ساتھ بات کرتے کرتے اس نے کان سے موبائل ہٹا دیا۔

شبیر، آصفہ اور نادرہ کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔

(''اف! ایک نیا مرحلہ......'')

ثانیہ نے سیدھے ہو کر دوپٹا ٹھیک کرتے کال کاٹ دی......

''یہ میری بہن ہیں......ماں کی جگہ ہیں......'' شبیر کا لہجہ آنسوؤں سے بوجھل تھا۔آواز میں ہلکی سی لرزش......''ساری زندگی میں نے ان کی عزت ماں کی طرح ہی کی ہے......آج اپنا دوپٹا سر سے پیروں پر ڈال دیا......میں تو جیتے جی مر ہی گیا......میں انہیں مایوس نہیں کر سکتا ثانیہ......میری لاج رکھ لینا۔''

وہ روتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔

ایک لمحے کو تو ثانیہ کا دل پگھل ہی گیا۔

کاش! وہ اچھی بیٹی بن سکتی۔

آصفہ نے اس کے قریب بیٹھ کر جھٹ سے جپھی ڈال لی......ثانیہ کی سانس گھٹ کر رہ گئی۔

''میری پیاری بیٹی......کوئی غیر تو نہیں ہو......میری جان میری بھتیجی ہو......کوئی گلہ شکوہ دل میں ہے تو کہہ دو، میں ساری شکایتیں دور کر دوں گی۔''

نادرہ نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ثانیہ نے خود کو بمشکل چھڑایا اور ذرا پیچھے کھسکی۔

''کیا ہوا پھوپھو......؟ اتنی محبت......؟ اتنی محبت تو کبھی بچپن میں بھی نہیں جتائی تھی۔

''تمہارے لیے جان دیتا پھر رہا ہے۔ساری زندگی پلکوں پر بٹھائے گا۔راج کرو گی راج......اور کیا چاہیے۔میں نے تو یہ بھی سوچ لیا ہے اوپر نئی منزل بنواؤں گی۔تم دونوں وہاں رہنا سکون سے......''

ثانیہ نے بھنویں اچکا کر ماں کو دیکھا...... پھر اطمینان سے بولی۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے پھوپھو...... میں پھر بھی فرخ سے شادی نہیں کروں گی۔''

آصفہ کا رنگ اڑ گیا...... بے بسی کی انتہا تھی کہ انہوں نے ثانیہ کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

''ثانیہ! مجھ پر رحم کرو۔ جو شرط رکھنی ہے رکھ لو...... میں اپنا بیٹا نہیں کھو سکتی۔''

ثانیہ خاموشی سے ان کی سنتی رہی...... پھر آگے جھک کر آہستگی سے ان کے دونوں ہاتھ، اپنے ہاتھوں میں لیے...... بولی تو لہجہ مدہم اور اداس تھا۔

''میری پیاری پھوپھو جان! وقت بھی کیا کیا رنگ دکھاتا ہے۔ آپ نے ساری زندگی ہم سے، ہماری ماں سے معافیاں ہی منگوائی ہیں۔ آج خود ہاتھ جوڑ دیے۔''

آصفہ کو چپ لگ گئی...... بے اختیار نظریں اپنے ہاتھوں پر گئیں۔

جڑے ہوئے ہاتھ......

کس کے سامنے......؟

ثانیہ کے سامنے......

''بہت برا لگتا ہے اس طرح کسی کے سامنے ہاتھ جوڑنا...... آپ بھی مت کریں پھوپھو...... مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔''

آصفہ نے ہاتھ کھینچ لیے...... انہیں لگا پشت پر نادرہ اس پر ہنس رہی ہیں۔ حالانکہ وہ تو ہکا بکا ٹکر ٹکر مکافاتِ عمل دیکھ رہی تھیں۔

''اور اتنا ہی برا مجھے آپ کا بیٹا لگتا ہے۔ اس لیے اس سے شادی نہیں کر سکتی۔ معاف کر دیں مجھے۔'' ثانیہ نے خلافِ مزاج بے حد نرمی، مگر قطعی انداز میں بات کر دی۔

'تو پھر اسے اپنے پیار کے جال میں کیوں پھنسایا؟''

''میں نے کہاں پھنسایا...... منہ پر کروا لیں جو میں نے اس سے کوئی بات بھی کی ہو۔''

''اب ختم بھی کریں آپا، جب نہیں مانتی تو کیا زبردستی کریں گے؟'' نادرہ نے بات لپیٹنی چاہی۔

''ویسے بھی پھوپھو...... آپ کو تو چاہیے رابعہ جیسی معصوم، بے ضرر، گالیاں کھا کر بھی چپ رہنے والی بے زبان گائے...... لیکن میں تو ایسی بالکل نہیں ہوں۔ میں تو جاتے ہی آپ کے بیٹے کو لے کر الگ ہو جاؤں گی۔ پھر کیا کریں گی۔ بیٹے کی شکل دیکھنے سے بھی جائیں گی کیونکہ سب کہتے ہیں کہ میں آپ پر گئی ہوں۔''

ہائے کیا معصوم لہجہ اور کیا حقیقت پسندی تھی۔

''وہ سیانے کیا کہتے ہیں...... ماں بیٹی دو ذات...... پھوپھی بھتیجی ایک ذات......''

دانت پیستے نادرہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

تب ہی آصفہ جھٹکے سے کھڑی ہوئیں۔ نادرہ کے ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گئے۔

آصفہ کی آنکھیں بدل چکی تھیں۔ جن میں کمزوری بے چارگی سب غائب تھی، اب وہ ایک ماں کی آنکھیں نہیں تھیں۔ ان میں بلا کی کاٹ تھی۔ ایسی کاٹ کہ نادرہ کو اپنا وجود دولخت ہوتا محسوس ہوا۔

باہر بیٹھے شبیر اور دادی نے بڑی امید سے باہر نکلتی بیٹی کو دیکھا اور بجھ کر رہ گئے۔ آصفہ شعلہ جوالہ بنی گھر سے نکل گئی تھیں۔

☆......☆......☆

''تمہاری زبان کے آگے خندق ہے۔ آرام سے بھی بات کر سکتی تھیں۔'' نادرہ کو ہول اٹھنے لگے۔

''امی! میں نے بہت آرام سے بات کی ہے۔'' ثانیہ نے احتجاج کیا۔

''آرام...... آرام سے سب کچھ ہی سنا گئیں...... مجھے تو رابعہ کی فکر ہو رہی ہے۔ تمہارا باپ اور دادی بھی یوں سر ڈالے بیٹھے ہیں جیسے کوئی مر گیا ہو۔''

''ان سب کے ارمان مر گئے ہیں۔ ان سب کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ اور رہی رابعہ...... اس سے کہیں اپنے گھر کے مسئلے خود حل کرے۔''

اس نے آرام سے ہاتھ ہلا کر مکھی اڑائی۔ حالانکہ اندر سے فکر اسے بھی تھی۔ مگر فطرت تھی کہ فکر ظاہر نہیں کرنی۔

☆......☆......☆

ایک ایک قدم انگاروں پر رکھتی وہ گھر آئیں۔ احساس توہین سے سینہ سلگ رہا تھا۔ دل میں خیال تھا کہ جاتے ہی سب کچھ فرخ کو بتائیں گی۔ مگر دماغ نے ہاتھ پکڑ لیا۔

''وہ یقین کرے گا؟'' وہ خود کو ٹھنڈا کرنے لگیں۔

رابعہ نے انہیں گھر آتے دیکھ لیا تھا۔ جلدی سے فالسے کا شربت بنا لائی۔ اسے بالکل بھی خبر نہ تھی کہ وہ کہاں سے آئی ہیں۔

''پھوپھو! شربت لے لیں۔ آج گرمی بھی تو بہت ہے۔''

آصفہ نے جس نگاہ سے رابعہ کو دیکھا، وہ سہم ہی گئی مگر آصفہ جب بولیں تو لہجہ نارمل ہی تھا۔

''رکھ دو......''

رابعہ نے جگ گلاس رکھا اور خاموشی سے چلی گئی۔

آصفہ نے اسے جاتے دیکھا پھر اپنے ہاتھوں کو......

(یہ ہاتھ تمہارے سامنے جوڑے تھے بھتیجی......اب ان ہی سے تمہارا گلا دباؤں گی۔ تم نے سچ ہی کہا تھا۔ پھوپھی بھتیجی ایک ذات......)

ان کا دماغ بڑی تیزی سے اکھاڑ پچھاڑ کرنے لگا۔

☆......☆......☆

''تمہاری جرأت کو سلام ہے۔ ورنہ تمہاری پھوپھو کو دیکھ کر ہی گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔''

عبید ابھی ابھی نہا کر نکلا تھا۔ طبیعت بھی بہتر تھی۔ اس لیے لہجہ تر و تازہ اور چہرے پر بشاشت تھی۔

''جو ڈر گیا وہ مر گیا۔ میں تو ویسے بھی عادی ہو گئی ہوں۔'' ثانیہ نے گہری سانس کھینچی۔ وہ اتنی لاپروا تو نہیں تھی کہ گھر کا ماحول اس پر بھی اثر انداز ہوتا تھا۔ ابا گھر نہ آتے، دادی اٹوانٹی کھٹوانٹی لیے پڑی رہتیں۔ رابعہ کی طرف ابھی تک تو راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔ پھوپھو چپ سادھے بیٹھی تھیں۔

''لگتا ہے ان کی سمجھ میں میری بات آ گئی ہے۔'' ثانیہ نے دل میں سوچا تھا۔

''تم کیا کر رہے ہو؟''

''مٹھائی لینے جا رہا ہوں۔''

''مٹھائی کس لیے؟'' ثانیہ نے روانی میں ہی پوچھا۔

''تمہاری پھوپھو کے گھر بھجوانی ہے اپنی اور تمہاری منگنی کی۔'' وہ مائل بہ شرارت ہوا۔ ثانیہ ایک دم سیدھی ہوئی۔

''کیا کہہ رہے ہو؟''

''جانِ من! آج میرے گھر والے تمہارے گھر رشتہ لے کر آ رہے ہیں۔ تاکہ تمہاری پھوپھو کے چکر ہمیشہ کے لیے ختم ہو سکیں۔''

''تم نے مجھے بتایا ہی نہیں۔ بندے نے کوئی تیاری کرنی ہوتی ہے۔'' ثانیہ کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

''کیا تیاری...... نہ تم اجنبی ہو، نہ تمہارا گھر......'' وہاں اطمینان ہی اطمینان تھا۔ سکون ہی سکون......

''ویسے بھی آج اتوار ہے تو وسیم بھی آیا ہوگا۔ وہ جو ہمارے درمیان ایک کھٹ پٹ ہو گئی تھی وہ بھی ختم ہو جائے گی۔''

''وہ تو ٹھیک ہے مگر......''

''میرے پاس اگر مگر کا ٹائم نہیں ہے، بہت کام ہیں۔'' اس نے کال کاٹنا چاہی۔

''اچھا سنو...... بادام والی برفی ضرور لانا۔''

''تمہاری پھوپھو کے لیے......؟''

''ابا کے لیے...... انہیں پسند ہے، کیا پتا اسی طرح ان کا دل موم ہو جائے۔''

''چلو ٹھیک ہے۔''

''سنو! تم آ رہے ہو؟''

''مجھے آنا چاہیے؟''

''ہرج بھی کوئی نہیں۔''

''ہاں ہرج تو کوئی نہیں......'' عبید نے کچھ سوچا۔

''ٹھیک ہے، میں انتظار کروں گی۔'' وہ خوش ہوگئی۔

''اتنی بے تابی......؟'' عبید نے چھیڑا۔

''تمہیں نہیں ہے کیا؟''

''مجھے تو بہت ہے، نجانے کب شام ہوگی، کب مراد برآئے گی، کب......؟''

''اچھا بس...... مجھے تیاری کرنی ہے۔'' ثانیہ نے ہنستے ہنستے کال کاٹ دی۔ اس کے لہجے کی خوشی عبید کے دل کو شاد کر گئی۔

''بہت جلد اس ماحول سے نکال لوں گا۔ پھر دنیا کا کوئی غم تمہارے قریب نہیں آنے دوں گا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے ثانیہ......'' اس نے خود سے عہد کیا تھا۔

باہر آسیہ آوازیں دے رہی تھیں۔ عبید باہر آ گیا۔

''عبید! کب مٹھائی لے کر آؤ گے۔ کب ہم لوگ جائیں گے۔''

عبید نے حیرت سے سامنے پھیلے ساز و سامان کو دیکھا۔ کپڑے، جیولری، جوتے...... اور نجانے کیا کیا؟

سب سلیقے سے پیک تھا۔ دونوں ارم اور آسیہ صبح سے بازار گئی تھیں۔ ناپ کا تو مسئلہ ہی نہ تھا۔ پسند ناپسند کا بھی بخوبی اندازہ، ناپ ارم اور ثانیہ کا ایک ہی تھا۔ سو ہر چیز اعلیٰ اور ثانیہ کی پسند کے عین مطابق......

''امی! اتنا اہتمام...... شادی کے لیے جا رہی ہیں؟''

چوڑیوں کو ترتیب سے رکھتی ارم نے مسکرا کر بھائی کو دیکھا۔

''شادی پر تو اس سے کہیں زیادہ اہتمام ہوگا۔''

''ہاں...... اللہ وہ وقت تو لائے۔'' آسیہ مسکرائیں۔ ''یہ سب تو ثانیہ کے لیے ہے۔ میں نہیں چاہتی اس کے دل میں کوئی ہلکا سا خیال بھی آئے۔''

''ہاں بھئی...... جب اسے بہو مان ہی لیا تو پھر اس رشتے پر ذرا سی خراش، ذرا سی شکن بھی نہیں آنی چاہیے۔'' توفیق صاحب بھی تیار ہو کر آ گئے۔

عبید کے دل میں طمانیت کا احساس مزید گہرا ہو گیا۔

"عبید! دیکھو، کیسی ہے؟" ارم انگوٹھی لے کر پاس آ گئی۔

"تم نے پسند کی ہے تو اچھی ہی ہو گی۔" اس نے ارم کے سر پر چپت لگائی۔ "ویسے رنگ تو میرے پاس تھی۔"

ایسا کہتے ہوئے عبید کے لہجے میں ہلکی سی جھجک در آئی۔

"وہ تم رونمائی پر دے دینا۔ یہ تو میں لائی ہوں نا، اپنی بہو کے لیے۔" آسیہ نے چھیڑا۔

"میں مٹھائی لے آتا ہوں۔" عبید مسکراہٹ دباتا باہر نکل گیا۔ آسیہ نے گہری سانس لی۔

"آپ کے ماتھے کی شکن وہاں نظر نہیں آنی چاہیے۔" توفیق صاحب نے دیکھ لیا تھا۔

"نہیں آئے گی...... لیکن انسان ہوں۔ روبوٹ تو نہیں۔ دل میں خلش تو ہے نا......"

"اپنے دل کی جانے دو آسیہ...... بس بیٹے کے دل کی فکر کرو۔" توفیق صاحب کے لہجے میں بھی تھکن سی اتر گئی۔ ارم نے باری باری دونوں کا چہرہ دیکھا۔

"امی، ابو...... بس کریں نا۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا، اب اداس نہیں ہونا۔

"اداس تو نہیں ہیں بیٹا......" دونوں نے اپنے تاثرات بدلے۔

ارم کو ہنسی آ گئی۔

☆......☆......☆

آصفہ کے پاس کوثر بیٹھی تھی۔ ان کے میکے کی سہیلی، اکثر ہی چلی آتی۔ آج شربت آصفہ نے بنایا تھا۔

"بہو کہاں ہے؟" گھر سونا سونا تھا اور کام آصفہ کر رہی تھیں۔ آصفہ کے جواب دینے سے پہلے ہی انہیں یاد آ گیا۔

"اچھا...... اچھا میکے گئی ہو گی۔ آخر بہن کا رشتہ ہونے جا رہا ہے۔" آصفہ بری طرح چونکیں۔

"تم کیوں نہیں گئیں...... اکلوتی پھوپھو ہو؟"

"کس کا رشتہ......؟"

''ثانیہ کا......وہ ملی تھیں ارم اور آسیہ بازار سے لدی پھندی جا رہی تھیں۔ کہنے لگیں عبید کا رشتہ کرنے جا رہی ہوں۔ آثار تو منگنی کے لگ رہے تھے۔ حیرت ہے تمہیں نہیں پتا......'' بات کرتے کرتے کوثر کو اچانک دھیان آیا کہ میکے گھر کی تقریب اور آصفہ کے بغیر...... یہ ممکن ہی کہاں تھا۔

آصفہ بت بنی بیٹھی تھیں......نہ ہوں نہ ہاں......

''لیکن آصفہ! تم نے کیوں نا فرخ کے لیے بھائی سے رشتہ مانگا...... پہلا حق تو تمہارا ہی تھا نا۔''

کوثر کو اندازہ بھی نہ تھا کہ اس نے نادانستگی میں آصفہ کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ فرخ کی۔

دروازے میں کھڑے فرخ کو دیکھ کر آصفہ کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔ فرخ کا رنگ بے یقینی سے اڑا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے مڑا......آصفہ اتنی ہی تیزی سے کھڑی ہوئیں۔

''کیا ہوا......؟'' اتنا سب بول کر پیاس تو لگنا ہی تھی، کوثر نے شربت کا گلاس اٹھایا۔

''ارے پی لیا شربت تو اب جاؤ بھی...... یا میرے ہی کان کھاتی جاؤ گی۔'' وہ یوں بگڑ کر بولیں کہ کوثر نے گلاس پٹخا اور کھڑی ہو گئی۔

''نہیں تو نہ سہی......صاف کہو کہ بھائی نے رشتہ ہی نہیں دیا۔''

''ہاں نہیں دیا۔ تو کیا اب تمہارے گھر رشتہ لے کر جاؤں۔'' آصفہ بگڑ کر بولیں۔

''ہاں۔ ہم تو جیسے راہ ہی دیکھ رہے ہیں۔ لو بیٹھے بیٹھے دماغ ہی خراب کر دیا۔''

وہ بکتی جھکتی چلی گئیں۔

اور دماغ تو خراب ہوا تھا فرخ تھا۔ جس نے کمرے کی کوئی چیز سلامت نہ چھوڑی تھی۔

''اس طرح مت کرو فرخ......اپنا ہی نقصان کرو گے۔ کسی کا کیا جائے گا۔'' آصفہ منتیں کر کے تھک گئیں۔ سہیل بھی گھر پر نہ تھا۔ وہ رابعہ کو لے کر ڈاکٹر کے پاس گیا تھا۔ جس کی طبیعت کئی دنوں سے گری گری سی تھی۔

''میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ ایک ایک کو دیکھ لوں گا۔ کوئی بھی مجھ سے ثانیہ کو نہیں چھین سکتا۔''

''میں کیا کروں؟ میں دوسری بار اپنے بھائی اور اماں کے سامنے جھولی پھیلا کر آئی ہوں۔ اپنا دوپٹا تک اتار کر پیروں پر رکھ دیا تھا اور کیا کروں؟'' آصفہ رو پڑیں۔ اس سے زیادہ اولاد نے کیا مجبور کرنا تھا۔

''ماموں اور نانی، انہوں نے کچھ نہیں کہا؟''

''ان کی کون سنتا ہے۔ اب تم نے کہنا ہے ماں جھوٹ بول رہی ہے۔ ثانیہ کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے۔''

وہ ساکت ساماں کو دیکھنے لگا۔ ان کے آنسو اور لہجہ آج جھوٹ نہ بولتا تھا۔

''ثانیہ کی مرضی نہیں ہے۔ تب ہی تو عبید کا رشتہ قبول کر لیا۔''

''وہ تو میں ہونے نہیں دوں گا۔ ان کی غلط فہمی ہے۔''

اس نے لپک کر دراز کھولی۔

دراز خالی تھی۔

''یہاں میں نے......'' وہ دوسری درازیں کھولنے لگا۔

''اب نہیں ہے۔''

فرخ تیورا کر پلٹا۔

''امی! میری پستول واپس کریں۔''

''کیا کرو گے! ثانیہ کو مارو گے یا عبید کو۔ تب کیا ہو گا۔ جیل جا کر اپنی ہی زندگی برباد کرو گے۔''

انہوں نے آئینہ دکھایا۔

''آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں۔ مجھے ثانیہ چاہیے۔ اس کی مرضی سے یا مرضی کے بغیر...... میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا کہ وہ بھی مجھے چاہتی ہے یا نہیں۔''

اولاد بے بس کر دیتی ہے۔

اتنا بے بس کہ انسان سے غلط فیصلے کروا لیتی ہے۔ جیسا اس دن آصفہ نے کیا۔

''ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہوگا مگر اس طرح نہیں، جس طرح تم چاہتے ہو۔''

فرخ نے ٹھٹک کر ماں کو دیکھا۔ انہوں نے بازو پکڑ کر بٹھا لیا۔

''لیکن ایک وعدہ کرنا ہوگا۔ قسم کھانی ہوگی۔''

''مجھے سب کچھ قبول ہے۔''

''میں تمہاری شادی ثانیہ سے کردوں گی۔ مگر اس کے بعد تم دوسری شادی بھی کرو گے۔ میری مرضی سے۔''

فرخ نے سٹپٹا کر ماں کو دیکھا۔

اب نہ محبت رہی تھی نہ رشتہ...... رہا تو بس انتقام کا جذبہ، غصہ اور اشتعال......

''مجھے منظور ہے۔''

☆......☆......☆

چھوٹا سا ریسٹورنٹ تھا مگر خوب صورت نیم خوابیدہ ماحول...... ہلکے سروں میں بجتی موسیقی......

سہیل اکثر گھر میں ماں سے چوری باہر سے لا کر کچھ نہ کچھ کھلا ہی دیتا تھا۔ مگر آج پہلی بار یہاں لایا تھا۔

رابعہ کے بوجھل اعصاب خوشی سے پرسکون ہونے لگے۔

اس کے وجود میں دو جانیں سانس لے رہی تھیں۔ وہ دو بیٹوں کی ماں بننے والی تھی۔

ڈاکٹر نے جب خوش خبری سنائی تو سہیل جیسے خوشی سے جھوم ہی اٹھا۔ اور رابعہ کو لگا اس کا سفر کٹ گیا۔ آسان ہوگیا۔ اس نے جتنے کشٹ اٹھانے تھے، اٹھا لیے۔

وہ جس سفید پوش گھرانے سے تعلق رکھتی تھی، وہاں بیٹوں کی ماں ہونا کتنا بڑا اعزاز تھا۔ وہ اپنے سسرال کی ملکہ بننے والی تھی۔

وہ حیثیت پانے والی تھی جسے آصفہ بھی چیلنج نہیں کرسکتی تھیں۔

''لیکن ہمیں پہلے تو کسی نے نہیں بتایا۔'' سہیل اب بھی بے یقین تھا۔

رابعہ مسکرا کر چپ ہو رہی۔ اس سے پہلے تو محلے کی دائیوں سے ہی چیک اپ ہوتا رہا تھا۔ آج پہلی بار کسی ڈھنگ کی ڈاکٹر کے پاس گئے تھے۔

"پھوپھو کو کال کر کے بتا دیں۔ خوش ہو جائیں گی۔"

"گھر جا کر بتائیں گے آمنے سامنے......" وہ آنے والے لمحوں کا سوچ کر ہی مسرور تھا۔

تب ہی ثانیہ کی کال آنے لگی۔

"کیا کھاؤ گی؟"

"جو دل چاہے منگوالیں۔"

"ہرگز نہیں۔ جو تمہارا دل ہے۔"

"ثانیہ کی کال ہے۔" رابعہ نے موبائل ہاتھ میں لیا۔

"اس کو ابھی کچھ مت بتانا، پہلے اماں کو بتائیں گے۔"

سہیل کے ٹوکنے پر رابعہ نے اثبات میں سر ہلا کر کال لے لی۔

"رابعہ! میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا، میں کیا پہنوں۔" ثانیہ کو بغیر سیاق وسباق کے بات کرنے کی عادت تھی۔

"کہیں جانا ہے؟"

"نہیں...... کسی نے آنا ہے۔" ثانیہ کے لہجے کی چہکار......

رابعہ چونکی، تب ہی اس نے جوش میں بتایا۔

"عبید کے گھر والے میرا رشتہ لے کر آرہے ہیں۔"

رابعہ نے سامنے بیٹھے سہیل کو دیکھا جو میڈیو کارڈ دیکھ رہا تھا۔

"رابعہ! تھوڑی دیر کے لیے آجاؤ۔ اماں نے کہا ہے۔"

رابعہ کے دل ودماغ نے جوڑ توڑ شروع کیا۔ پھر اس نے گہری سانس بھری۔

"ثانیہ! میں نہیں آسکتی۔"

''کیا مطلب؟ تمہیں اپنے سسرال والے مجھ سے زیادہ عزیز ہیں۔''

ثانیہ ناراض ہونے لگی۔ ابا اور دادی کا منہ پہلے ہی پھولا ہوا تھا۔ نادرہ اور وسیم ہی تھے جو انتظامات میں لگے تھے۔ اسے بہن کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔

''یہ بات نہیں ہے، لیکن مناسب نہیں لگتا۔''

''رابعہ! تم بھول رہی ہو۔ میں تمہاری بہن ہوں۔ تم اپنے بے ہودہ سسرال کے لیے......''

''میں تمہاری خوشیوں کے لیے دعا گو ہوں۔'' رابعہ نے تحمل سے بات کاٹی۔ ''لیکن پھوپھو کو چھوڑ کر نہیں آسکتی۔'' سہیل نے چونک کر نظریں اٹھائیں۔

''تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ سسرال کی جوتیاں کھا کھا کر فیصلہ کرنا ہی بھول گئی ہو'' ثانیہ بگڑ گئی۔

رابعہ نے خاموشی سے کال کاٹ دی۔

''کیا ہوا؟''

''ثانیہ کا رشتہ طے ہو رہا ہے۔'' رابعہ نے اداسی سے بتایا۔

''تو اس نے اپنی من مانی کر ہی لی۔'' سہیل کے لہجے میں طنز در آیا۔ رابعہ خاموش ہی رہی۔ اس کی خاموشی کو سہیل نے پوری طرح محسوس کیا۔

''تم جانا چاہتی ہو؟''

''آپ نے میرا جواب سن تو لیا ہے۔''

''دل تو کرتا ہوگا۔ میکہ چھوٹ جائے گا۔''

رابعہ کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی در آئی۔

''میکہ کبھی نہیں چھوٹتا۔ آج ناراض ہوں گے، کل پھر گلے لگا لیں گے۔ مگر سسرال، وہ قربانیوں سے اپنا بنتا ہے۔ میں، میری اولاد، آپ اور آپ کے گھر والے اب ایک فیملی ہیں۔ میں آپ لوگوں سے الگ نہیں ہوں، آپ لوگوں کو چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں۔'' اس کا مدھم، دل میں اترتا دکھی سا لہجہ......

سہیل متاثر سا ہوگیا۔ بے اختیار اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''بس اتنا یقین دلا دیں کبھی ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیشہ میرے ساتھ کھڑے رہیں گے۔ کبھی دکھ نہیں دیں گے۔''

''کوئی اتنی پیاری بیوی کو کیسے دکھ دے سکتا ہے۔ میں بہت خوش نصیب ہوں رابعہ......''

ویٹران کے سر پر آ کھڑا ہوا تو سہیل نے اسے آرڈر لکھانا شروع کر دیا۔ رابعہ نے افسردگی سے سامنے بیٹھے شوہر کو دیکھا۔

(میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ آج اگر میں پھوپھو کے بغیر چلی گئی تو پھر ساری زندگی گھر میں جگہ نہیں ملے گی۔ مجھے اپنے گھر اور ہونے والی اولاد کے لیے صبر کی یہ سل اپنے سینے پر دھرنی ہوگی۔ کیونکہ خون کے رشتے کبھی نہیں ٹوٹتے......مگر کاغذ پر لکھا میرا اور تمہارا رشتہ بہت آسانی سے مٹ جائے گا)

☆......☆......☆

دادی کا استری شدہ جوڑا پاس پڑا تھا۔ اور وہ پسینے میں بھیگی اٹوانٹی کھٹوانٹی لیے بیٹھی تھیں۔

''دادی! خدا کا واسطہ ہے۔ کپڑے بدل لیں۔'' ثانیہ نے جھنجھلا کر منت کی۔

''دادی کو اس گھر میں کتنے استری شدہ جوڑے ملتے رہے ہیں، انہیں سب خبر ہے۔'' دادی جل بھن کر بولیں۔

''دادی! کبھی تو ہماری خوشی میں خوش ہو جایا کریں۔'' وہ دبے دبے لہجے میں چلا اٹھی۔

''خوش تھی۔ سوچا تھا فرخ کو بھی سنبھالوں گی اور آصفہ کو بھی۔ پر اس بار جو بے عزتی تم نے میری بیٹی کی کی ہے۔ وہ میں دل سے نہیں نکال سکتی۔'' انہوں نے گلوگیر لہجے میں شکوہ کیا۔

''ہاں تو مت کیا کریں بے عزتی کروانے والے کام۔'' ثانیہ نے دانت پیسے۔ عقب سے وسیم آ گیا۔

''ثانیہ! تم اندر جاؤ۔''

ثانیہ خاموشی سے اندر چلی گئی۔ وہی تو اس وقت سب سے بڑی سپورٹ تھا۔ نادرہ سے کہا، بس گھر کی صفائی ستھرائی پر زور دیں۔ کھانا وانا باہر سے منگوا لوں گا۔ دادی کو بھی بانہوں میں لے کر کپڑے بدلنے پر آمادہ کر لیا۔

''ہاں ٹھیک ہے، بدل لوں گی۔ کنگھی چوٹی بھی کرلوں گی۔ پہلے اپنے باپ کو منا کر تو لے آؤ۔''

وسیم گہری سانس لے کر کھڑا ہو گا۔ سنا تھا، شریکے ناراض ہوتے تھے، رشتے ناتے...... شادی بیاہ پر...... یہاں گھر میں ہی شریکا بن گیا تھا۔

ثانیہ کمرے میں آئی تو موبائل پر آئے فرخ کے میسج نے مزید موڈ خراب کر دیا۔

''تم صرف میری ہو، کسی اور کی ہو جاؤ گی، سوچنا بھی مت......''

''اف! مصیبت ہی گلے پڑ گئی ہے۔'' ثانیہ جھنجلا گئی۔ پھر سوچ سمجھ کر تحمل سے میسج کیا۔

''دیکھو فرخ! یہ رشتہ میرے گھر والوں کی مرضی سے ہو رہا ہے اور رشتے وہی اچھے ہوتے ہیں جن میں گھر والوں کی خوشی اور مرضی شامل ہو۔ تم بھی مجھے بھول جاؤ اور پھوپھو کی پسند کی لڑکی سے شادی کرلو۔ خوش رہو گے۔''

اس نے میسج کر کے موبائل ایک طرف ڈال دیا۔ اب وہ سکون سے تیار ہونا چاہتی تھی۔

☆......☆......☆

''ابا! خدا کے لیے بس کریں۔ جو کچھ ہو رہا ہے، خوشی خوشی ہونے دیں۔ یقین کریں عبید فرخ سے کہیں زیادہ اچھا ہے۔''

وسیم نے گمشدہ ابا کو ڈھونڈ ہی لیا جو ظہیر صاحب کی بیٹھک میں بیٹھے آہیں بھر رہے تھے۔ ان کے وہی شکوے تھے۔ ''میری بہن چھوٹ جائے گی۔''

''ثانیہ نے اگر کسی ایسے ویسے کو پسند کیا ہوتا تو کیا میں ساتھ دیتا۔ اور ثانیہ کی شادی فرخ سے ہو جاتی تو آپ کی بہن ویسے ہی چھوٹ جانی تھی۔ ثانیہ پھوپھو کے ساتھ گزارا کر ہی نہیں سکتی۔''

کیا حقیقت شناسی تھی۔

''رابعہ نہیں کر رہی؟''

''رابعہ بہت صابر ہے...... ورنہ آپ بھی جانتے ہیں، جو کچھ اس گھر میں ہوتا رہا ہے، وہ چھوٹی باتیں نہیں تھیں۔''

ایک لمحے کو شبیر کی بولتی بند ہوئی۔ جسے انہوں نے اپنے غصے میں کور کیا۔ اور وسیم کو نجانے کیا کیا سنا دیا۔
وسیم مایوس سا ہو گیا۔

''ٹھیک ہے ابا! جیسے آپ کی مرضی۔ میں نے پہلا باپ دیکھا ہے جسے اولاد سے زیادہ بہن پیاری ہے۔ وہ لوگ آ رہے ہیں، دل چاہے تو آ کر مل لیجیے گا۔ ورنہ میں تو بھائی ہونے کی حیثیت سے یہ رشتہ پکا کر رہا ہوں۔''

''میری بلا سے نکاح بھی پڑھوا دے۔''

وسیم بے حد مایوس ہو کر واپس آیا تھا۔ شکر ہوا کہ دادی نہا کر تیار ہو گئی تھیں۔

''دادی! اب آپ ہی اس گھر کی بڑی ہیں۔'' وسیم نے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر جس طرح کہا، دادی نے سچ میں دل بڑا کر لیا تھا۔

☆......☆......☆

ثانیہ نے تیار ہو کر آئینے میں خود کو دیکھا تو خود پہ پیار آ گیا۔ اس نے وہی فراک پہنا تھا جو عبید نے اسے دلایا تھا۔ ہلکی پھلکی جیولری کے ساتھ ہلکا پھلکا میک اپ......

''اپسرا لگ رہی ہو۔'' کسی نے گویا کان میں سرگوشی کی۔ وہ شرما گئی۔

''اوہو......اتنی تیاری......'' اچانک ہی ارم وارد ہو گئی۔ ثانیہ ٹپٹا گئی۔

''کوئی نہیں......اس سے زیادہ تو میں کالج فنکشن میں تیار ہو جاتی ہوں۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟''

''میں دیکھنے آئی تھی کہ مستقبل کی بھابھی صاحبہ کیا کر رہی ہیں۔'' ارم نے شرارت سے آنکھ ماری۔

''ہونے والی نند کا انتظار......'' وہ بھی مائل بہ شرارت ہوئی۔

''بدتمیز......سہیلی نہیں کہہ سکتی۔''

''تم نے خود ہی رشتہ بدلا ہے۔'' ثانیہ نے بیڈ پر پڑا دوپٹا اٹھا کر کندھے پر ڈالا۔ ارم اس کا دوپٹا سیٹ کرنے لگی۔

''سنو، عبید بھی آیا ہے؟'' ثانیہ نے اشتیاق سے پوچھا۔

''ہاں...... تمہیں انگوٹھی پہنانے......''

''وہ تو مجھے پہنا بھی چکا......'' ثانیہ مسکائی۔

''اکیلے میں پہنائی جانے والی رنگ کی کوئی اہمیت نہیں...... اہمیت تو آج پہنائی جانے والی رنگ کی ہوگی۔ جو اعلان ہوگا تمہارے اور عبید کے رشتے کا......'' دوپٹے کو پن لگا کر سیٹ کرتی وہ نرمی سے سمجھاتی گئی۔

''اہمیت تو دلوں میں موجود محبت کی ہوتی ہے۔ باقی تو فارملیٹیز ہیں۔'' ثانیہ نے حسب عادت اعتراض کیا۔

''کیا کریں، ان فارملیٹیز کے بغیر محبت حلال بھی نہیں ہوتی۔'' ارم نے اس کے میک اپ کا جائزہ لیا۔

''تم میرے اور عبید کے رشتے کو حرام کہہ رہی ہو؟'' ثانیہ کو دھچکا لگا۔

''یہ میں نہیں...... میرا رب کہتا ہے۔ مگر تمہیں کس بات کی فکر ہے، ہم اسی لیے تو آئے ہیں، تمہارے اور عبید کے رشتے کو ایک معتبر حوالہ دینے تاکہ تم دنیا کے سامنے سر اٹھا کر چل سکو۔''

اندر آتا وسیم مسکرا دیا۔ دروازہ کھلا تھا تو وہ سیدھا چلا آیا۔

''سنا تھا، خوب صورت لوگ باتیں خوب صورت نہیں کرتے، مگر یہاں تو بالکل الٹ ہے۔''

ارم سٹپٹا گئی۔ ثانیہ مسکرا دی۔

''ان ڈائریکٹلی تمہیں خوب صورت کہہ رہے ہیں۔''

''میں تمہیں لینے آئی تھی۔'' ارم نے گھبرا کر بات بدلی۔

''میں بھی اسی لیے آیا ہوں۔'' ارم نے کچھ ناگواری سے دیکھا۔

''مطلب تم لوگوں کی باتیں ختم ہوگئی ہوں تو سب لوگ بلا رہے ہیں تاکہ رسم کی جا سکے۔''

''ہم آرہے ہیں بھائی......'' ثانیہ نے کہا تو وہ مسکراہٹ دباتا وہاں سے چلا گیا۔

''یہ کیا چل رہا ہے؟'' ثانیہ نے شرارت سے پوچھا۔

''کچھ نہیں چل رہا...... چلو......''ارم نے جھنجھلا کر اس کا بازو پکڑا۔

''اس طرح تو مت پکڑو...... جیسے میں دلہن ہوں۔''

''ہونے والی تو ہو۔''ارم نے چھیڑا۔

☆......☆......☆

''ابھی تک نہیں آئے۔'' آصفہ کی نظریں بار بار بیرونی دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ بے چینی حد سے سوا تھی۔

''بہانہ بنا کر میکے گئی ہوگی اور وہ بے وقوف چلا بھی گیا ہوگا۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ اس گھر سے بھائی کے رشتے کا انکار ہوا ہے۔ ماں کی بے عزتی ہوئی ہے۔''

وہ برآمدے میں رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھی کلس رہی تھیں۔ تب ہی دروازے پر آہٹ ہوئی۔ پھر دروازہ کھلا، بیٹے نے بہو کے لیے دروازہ وا کیا۔ پہلے وہ مہارانی اندر داخل ہوئی۔ پھر بیٹا کسی خادم کی طرح ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ پکڑے...... ہنستے مسکراتے......

''اماں! آپ یہاں گرمی میں کیوں بیٹھی ہیں؟''سہیل نے بے حد حیرت سے چھت پر لگے پنکھے کو دیکھا جو کچھ دنوں سے خراب ہی تھا۔

''کہاں سے آرہے ہو؟''

''ڈاکٹر کے پاس گئے تھے۔''سہیل نے مسکرا کر رابعہ کو دیکھا۔

''وہ کیا کراچی میں رہتی تھی، جو پورا دن ہی لگ گیا۔''

''اماں! رش تھا، اچھا چھوڑیں...... پہلے منہ میٹھا کریں۔''سہیل نے جلدی سے ڈبہ کھول کر ماں کے سامنے کیا۔

آصفہ نے سلگتی آنکھوں سے بیٹے کو دیکھا۔ اس کی بے غیرتی پر لعنت بھیجتے ڈبے کو ہاتھ مارا۔ جو الٹا اور سارے برآمدے میں مٹھائی پھیل گئی۔ دونوں اپنی جگہ پتھر ہو گئے۔

''بے غیرت، ثانیہ کی منگنی کی مٹھائی لے کر آئے ہو۔''

''پھوپھو! ہم لوگ تو وہاں گئے بھی نہیں۔''رابعہ رونے والی ہوگئی۔

''مجھے پاگل بناؤ گے۔'' وہ تیورا کر کھڑی ہوئیں۔ رابعہ سے زیادہ سہیل کو رگیدا۔

''اماں! خدا کا واسطہ ہے، کبھی پوری بات نہ سننا فیصلہ سنا دینا۔'' سہیل طعنے سن کر جھنجلا گیا۔

''فیصلہ تو یہی ہے کہ یہ اب اس گھر میں نہیں رہے گی۔'' انہوں نے رابعہ کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے بے حد رعونت سے کہا۔

''یہاں نہیں رہے گی تو کہاں جائے گی۔'' سہیل کو غصہ آ گیا، ہر روز نیا تماشا۔

''ابھی بتاتی ہوں۔'' آصفہ نے رابعہ کا بازو کھینچا اور بیرونی دروازے تک لے گئیں۔

''اماں! کیا ہو گیا، پاگل ہو گئی ہیں۔'' سہیل نے روکنا چاہا۔

''پھوپھو! میرا قصور کیا ہے؟'' رابعہ نے دہائی دی۔

آصفہ نے دروازہ کھول کر رابعہ کو باہر دھکیلا، دروازے کو کنڈی لگا دی۔ سب اتنا غیر متوقع تھا کہ سہیل شاکڈ رہ گیا۔

آصفہ دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئیں۔

''میرا جوان بیٹا خودکشی کرنے والا تھا۔ میں نے اس دو چھٹانک کی لڑکی کے سامنے ہاتھ جوڑے...... اپنی عزت بھائی کے قدموں میں رکھ دی، مگر کسی کو مجھ پر رحم نہ آیا۔''

''اس سب میں رابعہ کا کیا قصور ہے؟''

''کسی کا قصور ہو یا نہ ہو، اب اس گھر میں دونوں آئیں گی، یا ایک بھی نہیں۔'' اتنی بلند آواز ضرور تھی کہ چیختی چلاتی، بند دروازہ ٹاپ کر رابعہ کی سماعت سے ٹکرا گئی۔ وہ جو دونوں ہاتھوں سے دروازہ پیٹنے والی تھی، اس کے دونوں ہاتھ پہلو میں گر گئے۔

''اس بات کا فیصلہ بعد میں ہوتا رہے گا، دروازہ کھولیں وہ باہر دھوپ میں کھڑی ہے۔'' سہیل چلایا۔

''یہ دروازہ میری مرضی کے بغیر کھلا تو میں کچھ کھا کر مر جاؤں گی۔'' آصفہ اس سے بھی اونچا چلائیں۔

''اماں......'' ماں کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ ایک دھکے سے ہٹا دیتا۔

''ماں بری لگ رہی ہے تو آ کر گلا دبا دے۔''

رابعہ نے بے بسی سے بند دروازے کو دیکھا۔ پھر گردن موڑ کر سنسان گلی کو۔ اندر سے آتی

آوازیں بتاتی تھیں وہ اس کے لیے ماں سے لڑ رہا تھا مگر ماں بھی آصفہ تھی۔ جس نے کبھی ہار ماننا نہیں سیکھا تھا۔

تحقیر اور توہین کے احساس سے رابعہ کا چہرہ جلنے لگا۔

اس نے اپنے وجود میں دھڑکتے دو دلوں کی دھڑکن کو ہاتھ رکھ کر محسوس کیا۔

کیا اسے دستک دینی چاہیے۔

اندر ایک ماں تھی۔

تو باہر بھی ایک ماں ہی کھڑی تھی۔

"کیا اتنی بے عزتی کے بعد اسے یہاں کھڑے ہو کر دروازہ کھلنے کا انتظار کرنا چاہیے۔"

رابعہ نے گردن موڑ کر ایک بار پھر سنسان اور طویل گلی کو دیکھا۔

☆......☆......☆

خوش گوار ماحول تھا۔ وسیم نے دادی کو اور نادرہ نے سب سنبھال لیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ اچھی بات وہاں شبیر احمد کی موجودگی تھی۔ کچھ بھی تھا، کیا ذہن میں آیا، کیا سوچا لیکن مہمانوں کی آمد سے پہلے وہ گھر آگئے تھے۔ ان کی محسوس ہوتی غیر معمولی خاموشی کو سب نے بردباری سے نظر انداز کیا۔ البتہ دادی پر ثانیہ کو بے اختیار ہی پیار آیا جو بڑی بزرگ کی طرح سب کچھ خوش دلی سے سنبھال رہی تھیں۔

وسیم نے عبید کو گلے لگا کر گزشتہ رویے پر معذرت کی تھی۔ حالانکہ وہ حق بجانب ہی تھا۔

تب ہی ارم ثانیہ کو لے کر آگئی۔ عبید نے اپنی پرشوق نگاہوں کو سنبھالا جو بار بار اس پری رو کی طرف اٹھ رہی تھیں۔

یہ محبت کے ملنے کا اعجاز تھا کہ وہ حسین نہیں حسین تر لگ رہی تھی۔ آسیہ نے پیار سے گلے لگا کر ماتھا چوما۔ توفیق صاحب نے کھڑے ہو کر سر پر ہاتھ رکھا۔

نادرہ کے دل میں سکون اتر آیا تو آنکھوں میں نمی......

(کاش میری رابعہ......)

ہر انسان اپنی بیٹی کے لیے یہی قدر دانی اور پذیرائی ہی تو چاہتا ہے۔

''اجازت ہو تو عبید انگوٹھی پہنا دے۔'' آسیہ نے دادی کا گھٹنا چھو کر اجازت مانگی جو خوش دلی سے دے دی گئی۔ شبیر نے بس بے دلی سے سر ہلایا تھا۔

''ہاں، نیک کام میں دیر کیوں؟'' نادرہ نے کہا تو آسیہ نے عبید کو اشارہ کیا۔ وہ اٹھ کر ثانیہ کے پہلو میں آ بیٹھا۔

کوئی بہت ہی انمول لمحہ تھا جب ثانیہ نے اپنا ہاتھ عبید کے ہاتھ میں دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ انگوٹھی پہناتا، لڑکھڑاتی ہوئی رابعہ نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا۔

سب کے سب حق دق، متحیر سے اسے دیکھتے رہ گئے۔

وہ لڑکھڑائی تو وسیم نے اسے تھام کر کرسی پر بٹھایا۔

''رابعہ! کیا ہوا؟ اس طرح کیوں آئی ہو؟'' ماں کا دل ہول گیا۔

''رابعہ! کیا ہوا؟'' شبیر حواس باختہ ہوئے۔

ارم نے جلدی سے جوس کا گلاس اٹھا کر رابعہ کے لبوں سے لگایا۔ اس نے دو گھونٹ لے کر ہٹا دیا۔

''ابا! پھوپھو نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔''

''ہائے میں مر گئی۔ کیوں نکالا ہے۔'' دادی نے اپنا کلیجہ تھاما۔ رابعہ کی گھومتی نگاہ سامنے بیٹھے عبید پر رکی۔

ثانیہ کا ہاتھ اور انگوٹھی ابھی تک عبید کے ہاتھ میں تھی۔

''انہوں نے کہا ہے میرے گھر میں دونوں آئیں گی یا ایک بھی نہیں......'' اس کی سرسراتی آواز نے سب کو سن کر دیا تھا۔

قسط نمبر 9

کتنے لمحے بیت گئے، کوئی کچھ بول ہی نہ سکا۔

ثانیہ نے گردن موڑ کر عبید کو دیکھا......

اور عبید نے اسے......

پھر مقید آوازیں آزاد ہوئیں......

سب ہی کچھ نہ کچھ بولنے لگے......

جبکہ شبیر احمد کے لب سل گئے۔ وسیم کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔

''پھوپھو اس طرح کیسے کر سکتی ہیں؟''

''مجھے پتا تھا، وہ کچھ نہ کچھ کرے گی۔ جس طرح پھنکارتی ہوئی یہاں سے گئی تھی، اس نے میری بیٹی کو ڈسنا ہی ڈسنا تھا۔'' نادرہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

آسیہ اور توفیق چور سے بنے بیٹھے تھے۔ کہتے بھی تو کیا......

تب ہی رابعہ نے سر اٹھا کر عین سامنے بیٹھے ثانیہ اور عبید کو دیکھا۔

ثانیہ کا ہاتھ ابھی تک عبید کے ہاتھ میں تھا۔

مگر جس ہاتھ میں انگوٹھی تھی......وہ بے بسی سے گود میں دھرا تھا۔

ثانیہ خاموشی سے رابعہ کو دیکھ رہی تھی۔

رابعہ نے گہری سانس بھر کر اپنے تنے ہوئے اعصاب کو پرسکون کرنے کی سعی کی۔

(کاش وہ دس منٹ دیر سے پہنچتی......تو انمول خوشی کا یہ لمحہ ان دونوں کے لیے اس طرح برباد تو نہ ہوتا

''تم رک کیوں گئے عبید......؟'' رابعہ کی آواز میں ناتوانی کا عنصر نمایاں تھا۔

سب نے چونک کر رابعہ کو دیکھا۔

''انگوٹھی پہنا دو۔''

شبیر احمد نے جھٹکے سے جھکا سر اٹھا کر بیٹی کو دیکھا۔رابعہ ہلکا سا مسکرائی۔

''میری قسمت مجھے اس مقام پر لے ہی آئی ہے۔تب بھی تمہارا نصیب کھوٹا نہیں کروں گی۔ اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔تمہیں تمہاری خوشیاں مبارک ہوں۔'' رابعہ کے لہجے میں طنز نہیں، چھوٹی بہن کے لیے محبت اور پیار تھا۔اپنی بے بسی سے زیادہ بہن کی خوشیوں کا مان تھا۔

دادی نے سسکی بھری۔

عبید نے تذبذب سے ماں باپ کو دیکھا۔انہوں نے شبیر احمد کو......

نادرہ ڈھیری ڈھائے ایک کونے میں سکڑ کر سمٹ گئی تھیں۔

''انگوٹھی پہنا دو۔رسم کرو۔یہ ہمارے گھر کا مسئلہ ہے۔ہم دیکھ لیں گے۔''وسیم کی آواز نے ثانیہ کی رکی ہوئی سانس بحال کی۔

عبید نے اپنے ہاتھ میں ثانیہ کے ہاتھ کو لرزتے محسوس کیا تو ہلکا سا دبا کر انگوٹھی پہنا دی۔سب نے مبارک بادیوں دی جیسے پرسہ دے رہے ہوں۔

شبیر احمد جھٹکے سے اٹھے اور کمرہ چھوڑ گئے۔

ارم نے ثانیہ کو گلے لگا لیا۔

(کیا تھا جو یہ خوشی اس کو خالص ہی ملتی)

☆......☆......☆

''عجیب جاہل لوگ ہیں، کوئی اس طرح بیٹیوں کے رشتے لیتا ہے...... پھر کوئی غیر نہیں سگی پھوپھی ہیں۔'' آسیہ کا غم و غصے سے برا حال تھا۔

اکلوتے بیٹے کی منگنی......ان حالات میں اور ان لوگوں کے ساتھ......تب ہی تو رشتہ جوڑتے

ہوئے صرف لڑکی نہیں خاندان دیکھا جاتا ہے..... مگر اب وہ یہ سب کہہ بھی نہیں سکتی تھیں۔
توفیق صاحب نے خاموشی سے ہنکارا ابھرا۔ وہ آسیہ کی کیفیت سمجھ رہے تھے..... مگر اب کیا کہہ سکتے تھے۔
"اسی لیے تو وہ سسرال والوں سے اتنی بدظن رہتی ہے..... رابعہ کی حالت دیکھی تھی، حد کردی ان لوگوں نے....." عبید کو رہ رہ کر غصہ آرہا تھا۔
"تمہیں کچھ دیر ثانیہ کے پاس رکنا چاہیے تھا، وہ کتنی پریشان ہوگئی تھی۔" عبید نے خاموش بیٹھی ارم سے کہا۔
ارم نے بے چینی سے پہلو بدلا.....
اس کے بولنے سے پہلے ہی آسیہ بول اٹھیں۔
"مناسب نہیں تھا بیٹا..... ان کے گھر کا معاملہ ہے۔"
"امی! وہ اب ہم سے الگ تو نہیں۔" عبید بے چینی سے بولا۔
"بیٹا! ابھی صرف منگنی ہوئی ہے۔" توفیق صاحب نے نرمی سے ٹوکا۔ "اور منگنی کوئی اتنا پائیدار رشتہ نہیں..... اور میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر ان لوگوں نے پریشر میں آکر یہ منگنی ختم کردی..... آخر رابعہ....."
عبید نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔
"یہ ممکن نہیں ہے ابو....." اس کا لہجہ تیز تھا۔ "وہ اب میری منگیتر ہے اور اب کوئی اس رشتے کو ختم نہیں کرسکتا۔"
"میں ایک آپشن بتا رہا ہوں..... یہ بھی ممکن ہے۔ ایک بیٹی کا گھر بچانے کے لیے وہ دوسری بیٹی....."
وہ اسے آنے والے ہر وقت کے لیے تیار کرنا چاہتے تھے..... کہ عبید نے بگڑ کر جملہ اچک لیا۔
"عبید! ابو صرف بات کررہے ہیں۔" ارم نے ٹوکا تو عبید کو اپنے لہجے کا احساس ہوا۔
"ہاں، ٹھیک ہے، میں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن مجھے یقین ہے کچھ بھی ہوجائے، ثانیہ پیچھے نہیں ہٹے گی۔" وہ کھڑا ہوا۔

”ہماری تو یہی دعا ہے کہ سب ٹھیک ہی رہے۔“ آسیہ نے دل گرفتی سے بیٹے کو جاتے دیکھا۔

☆......☆......☆

آصفہ گم صم بیٹھی فرش پر بکھری مٹھائی کو دیکھ رہی تھیں۔ فرخ نے کچھ پشیمانی سے ماں کو دیکھا اور خاموشی سے بیٹھ گیا۔

آصفہ کے تصور میں سر کے بال نوچتا سہیل تھا۔

فرخ نے آصفہ کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا...... انہوں نے ہاتھ جھٹک دیا۔

”اپنے کیوں میرے بال نوچ......“ انہیں سہیل کی حالت دیکھ کر بھی رحم نہ آیا تھا۔ ”پر ایک بات کان کھول کر سن لے...... میری مرضی کے بغیر رابعہ اس گھر میں آئی تو اس کا وہ حشر کروں گی کہ خود گھر چھوڑ جائے گی۔“

سہیل ماں کو جانتا تھا...... بے بسی سے اس کے ہاتھ پہلو میں گر گئے۔

”اور یہ اپنی سالی کی منگنی کی مٹھائی بھی اٹھالو۔“

سہیل نے بکھری مٹھائی دیکھی...... پھر ماں کو......

”منگنی کی مٹھائی نہیں تھی...... آپ کے ہونے والے جڑواں پوتوں کی خوشی میں لائے تھے۔“ اس کا لہجہ دکھی اور جتاتا ہوا تھا۔

آصفہ بے یقین اور گم صم سی رہ گئیں۔

اتنی بڑی خوشی زمین پر بکھری عجیب وہم میں مبتلا کر رہی تھی۔

”یہ کیا بدشگونی ہوئی ان سے......“ اندر کہیں تاسف گہرا ہونے لگا۔

”آپا کو گھر سے نکالنے کی کیا ضرورت تھی؟“ فرخ نے کہا تو آصفہ چونکیں۔

اب کیا ہوسکتا ہے...... تیر کمان سے نکل گیا تھا۔

”ایک لحاظ سے اچھا ہی ہوا۔ اب تو ہاتھ جوڑ کر رشتہ دیں گے۔“ انہوں نے فرخ سے زیادہ خود کو تسلی دی۔

''آپ کی ان ہی باتوں کی وجہ سے ثانیہ کا دل مجھ سے کھٹا ہو گیا ہے......اسی وجہ سے وہ مجھ سے شادی کرنا نہیں چاہتی۔ ورنہ تو مجھ سے محبت کرتی تھی۔'' فرخ کے اپنے دکھڑے تھے۔ آصفہ کا پارہ ہائی ہونے لگا۔

''اب اور خلاف ہو جائے گی۔ ظاہر ہے، اسے برا تو لگے گا کہ اس کی بہن کو گھر سے نکالا ہے۔''

''تمہارے ہوش تو اس وقت ٹھکانے آئیں گے جب ثانیہ ملے گی......تگنی کا ناچ نچائے گی۔ دفع ہو یہاں سے......'' آصفہ نے دانت پیسے......

اس کی خاطر سہیل کو ناراض کیا تھا۔ سہیل، جس کی تنخواہ سے یہ گھر چل رہا تھا۔

''اماں! بھائی سے تو بنا کر رکھو۔ میری تو اتنی تنخواہ بھی نہیں کہ گھر کا خرچا چلا سکوں۔'' وہی فکریں فرخ کو بھی لاحق تھیں۔

''تو اپنی لاڈو کے خرچے کہاں سے پورے کرو گے؟''

''لاڈو تو آجائے، خرچے بھی پورے ہو جائیں گے۔'' وہ مسکرایا۔

''دفع ہو کم بخت......سارے تیرے پھیلائے فساد ہیں۔'' آصفہ نے پرے دھکیلا۔

''جا رہا ہوں، آپ نے تو مار پیٹ ہی شروع کر دی ہے۔'' وہ اٹھ گیا۔

''جس چڑیل کی صورت نہ دیکھنا چاہوں، اسے بہو بنانے کے لیے کیا کیا پاپڑ بیلنا پڑ رہے ہیں۔'' انہوں نے ملال سے کنجی آنکھوں والی بلی کو دیکھا جو کب سے دیوار پر گھات لگائے بیٹھی تھی۔ فرخ کے جاتے ہی اس نے جمپ ماری اور مٹھائی کھانے لگی۔

آصفہ کچھ لمحے بے توجہی سے اسے دیکھتی رہیں......پھر ایک دم جوتی اٹھا کر کھینچ ماری۔

''کم بخت جو ہمارے نصیب میں نہ ہوئی......کیسے چپڑ چپڑ کھا رہی ہے۔''

بلی نے چھلانگ لگائی اور پھر سے دیوار پر چڑھ گئی۔

☆......☆......☆

مینگو کسٹرڈ کا پیالہ، جس پر کٹے ہوئے آم کی سجاوٹ تھی......سامنے رکھے وہ ارم سے اپنا دکھڑا رو رہی تھی......ارم نے اسے خوش کرنے کے لیے اس کا پسندیدہ فلیور بنایا تھا......مگر اس نے ایک چمچ بھی نہ لیا تھا۔

''خوشیاں مجھے راس ہی نہیں آتی...... جب بھی میری زندگی میں کچھ اچھا ہونے لگتا ہے، کوئی نہ کوئی کھڑاک ہو جاتا ہے۔'' اس کی شہابی رنگت میں اداسیاں گھلی تھیں...... وہ زرد رو اداس شام کا حصہ لگتی تھی۔

''اداس کیوں ہوتی ہو...... اللہ بہتر کرے گا۔ رابعہ آپی کیا کہتی ہیں؟''

''وہ کیا کہے گی، ہر نفع و نقصان سے بالاتر ہو کر اس نے میرا ساتھ دیا ہے۔ مگر اندر ہی اندر گھلتی جا رہی ہے۔ تکلیف کیا کم ہے کہ سہیل بھائی نے بھی رابطہ نہیں کیا۔'' اس نے انگلی کی پور سے آنکھ کنارے آیا آنسو صاف کیا۔

''پتا نہیں یار، یہ ہماری ہی لو اسٹوری اتنی تھرلنگ ہے یا دوسروں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔'' ثانیہ ایک دم جھنجھلا گئی۔

''دادی نے پھوپھو سے بات نہیں کی؟'' ارم نے ہاتھ سے پیالے پر منڈلاتی مکھی کو بھگایا۔ پھر پیالہ ڈھک دیا۔

ثانیہ کا کچھ بھی کھانے کا موڈ نہ تھا۔

''میں ڈر گئی ہوں ارم......'' ارم نے تعجب سے ثانیہ کو دیکھا۔ یہ لہجہ اجنبی تھا۔

''ثانیہ کیسے ڈر سکتی ہے۔'' عبید عقب سے سامنے آیا۔ ''ثانیہ سے تو میں ہمت لیتا ہوں۔''

''میں یہ دادی کو دے آتی ہوں۔'' ارم نے پیالہ اٹھایا۔ ثانیہ نے روکا نہ ٹوکا...... ارم خاموشی سے پیالے سمیت سیڑھیاں اتر گئی۔

ثانیہ نے سر اٹھایا۔ وہ دونوں ہاتھ پشت پر باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔

''میں ہمیشہ سوچتی تھی کہ رشتوں کو اپنی کمزوری نہیں بناؤں گی...... میری زندگی ہے...... اپنی مرضی سے جیوں گی...... لیکن قسمت نے مجھ سے بیر باندھ لیا ہے۔ سارے امتحان میرے حصے میں لکھ دیے۔''

عبید نے سامنے بیٹھ کر آہستہ سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

''یہ وقت بھی گزر جائے گا۔ بس تم نے مضبوط رہنا ہے۔''

''رابعہ کی حالت دیکھ کر دل کٹ رہا ہے۔ تمہیں پتا ہے وہ ایکسپیکٹ کر رہی ہے۔ ظالموں نے اسے اس حال میں گھر سے نکال دیا۔'' ثانیہ کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔

''فرخ نے الگ میسج کر کر کے جان عذاب میں ڈالی ہوئی ہے۔''

''یہ میرے ہاتھوں مرے گا۔'' عبید نے دانت کچکچائے۔

''اس کے منہ نہ لگنا۔ پاگل انسان ہے۔ دیکھ تو لیا تھا۔'' وہ گھبرا گئی۔

''اچھا ریلیکس ہو جاؤ۔ تمہاری میری منگنی اس بات کا ثبوت ہے کہ تقدیر ہمیں ایک دوسرے سے ملانا چاہتی ہے...... اب بھی کوئی نہ کوئی رستہ نکل آئے گا۔''

ثانیہ نے گہری سانس لے کر عبید کو دیکھا۔

''جب تمہیں دیکھتی ہوں تو لگتا ہے، کوئی نہ کوئی رستہ نکل ہی آئے گا۔''

☆......☆......☆

وہ کب سے ایک ہی زاویہ میں پلنگ پر لیٹی تھی۔ چہرے پر حزن و ملال کی کیفیت، آنکھوں میں اداسی کے رنگ......

مگر کبھی کبھی وجود میں اٹھتی معصوم آہٹوں کو محسوس کرتی تو لبوں پر مسکان کھل جاتی۔

ایک شادی شدہ عورت کے لیے اس کے شوہر کی بے اعتنائی اور بے توجہی سے زیادہ تکلیف دہ کچھ نہیں۔ رزق کی تنگی، معاشرتی و خاندانی مسائل وہ سب سہہ لیتی ہے اگر شوہر ساتھ دینے والا ہو۔ اور سہیل نے ایک بار بھی نہیں پوچھا تھا کہ وہ کس حال میں ہے۔

ثانیہ کرسی پر بیٹھی کب سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

''کیا تھا اس کا نصیب......؟ بے حال، حال اور بے یقین مستقبل......''

رابعہ نے اپنے ہی خیالوں سے ہاتھ چھڑا کر گردن موڑی تو ثانیہ کو یوں بیٹھے دیکھ کر چونک گئی۔ وہ منگنی کے بعد سے خوش دکھائی نہیں دیتی تھی۔

''کیا ہوا......اس طرح کیوں بیٹھی ہو؟'' رابعہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''سہیل بھائی نے کال کی؟''

رابعہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔

''کیا فرق پڑتا ہے۔''

''فرق پڑتا ہے رابعہ......!'' ثانیہ کا لہجہ تیز ہو گیا۔ ''کم از کم انہیں تو اسٹینڈ لینا چاہیے تھا۔ کم از کم انہیں تو تمہارے لیے کھڑا ہونا چاہیے۔''

''تم خود کو مت کھپاؤ ثانیہ...... اپنی زندگی پر فوکس کرو۔ میں ابو سے کہوں گی جلد سے جلد تمہاری شادی کی تاریخ دیں...... بھلے سادگی سے کر دیں۔''

ثانیہ ہکا بکا رہ گئی۔ اسے رابعہ سے اس مضبوطی کی امید نہ تھی۔

''اور تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا ہے؟''

''میں نے کچھ نہیں سوچا...... جو نصیب میں ہو گا، دیکھا جائے گا۔ کچھ کھانے کو لا دو، بھوک لگ رہی ہے۔''

''ابھی لاتی ہوں۔'' ثانیہ فوراً اٹھ گئی۔

☆......☆......☆

دودھ میں رسک بھگو کر کھاتی دادی نے بے دلی سے لقمہ نگلا...... کھانے کا مزا تو پہلے ہی اٹھ گیا تھا...... اب تو پیٹ بھرنے کو بھی جی نہ چاہتا۔

نادرہ سارا سارا دن برتن پٹختی طعنے مارتی رہتیں۔ جب تھک جاتیں تو رونے بیٹھ جاتیں......

شبیر احمد گھر ہی نہ آتے......

دادی لب سیے لاڈلی پوتی کی اتری صورت اور پیلی رنگت دیکھتیں رہتیں۔

وہ تو اسی وقت آصف کے لتے لینے کو تیار تھیں۔ فرخ کو لمبا لٹا کر چھترول بھی کرا آتیں...... مگر وسیم بدک گیا۔

''کوئی یہاں سے جا کر ان کی منتیں نہیں کرے گا۔ میری بہن مجھ پر بھاری نہیں...... ساری عمر

رابعہ اور اس کی اولاد کو بٹھا کر کھلا سکتا ہوں۔ کوئی نہ سوچے کہ میری بہن مجھ پر بھاری ہے۔'' وہ دادی کی طرف مڑا۔

''اور دادی جان! میں نہ سنوں کہ آپ نے جا کر ان کی منتیں کی ہیں۔ اب اگر بات ہوگی تو ان کی طرف سے ہوگی۔''

وہ جاتے ہوئے رابعہ کے ہاتھ میں چند ہزار بھی رکھ گیا تھا تاکہ اسے چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لیے کسی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔

رابعہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ دل کو تقویت سی ہوئی۔ بھائی ساتھ کھڑا ہو گیا تھا۔ ورنہ باپ سے تو کوئی امید نہ تھی کہ ہاتھ پکڑ کر پھر سے سسرال چھوڑ آتا۔

حالت تو آصفہ کی بھی پتلی تھی۔ گھر کا سارا کام سر پر آ پڑا تھا۔ لڑکوں کو تو وقت پر کھانا چاہیے...... کپڑا لتا دھونا، استری کرنا، صفائی ستھرائی...... کھانا پکانا...... ماں یہ سب کیسے مینج کرتی ہے، ان کی بلا جانے...... سہیل احساس کرتا تھا، اب وہ منہ بھی نہ دکھاتا......

اٹھتے بیٹھتے زبان ہائے ہائے کرتی تو دل رابعہ، رابعہ پکارتا......

ہر گزرتا دن پریشانی بڑھا رہا تھا۔

نہ بھائی نے آ کر منتیں کیں...... نہ ماں نے خبر لی۔

دوسری طرف ایسی چپ تو کبھی نہ دیکھی تھی۔

سہیل کا کمرہ مٹی سے اٹا تھا...... کونوں میں لگے جالے بھی دکھائی دیتے تھے۔ وہ نہانے گیا تھا، آصفہ نے سست روی سے جھاڑ پونچھ شروع کر دی۔ سہیل بہت نفاست پسند تھا اور رابعہ ہمہ وقت کمرے کو چمکا، سجا، سنوار کر رکھتی تھی۔

تب ہی سائیڈ پر پڑا موبائل بجنے لگا۔

آصفہ نے چونک کر دیکھا اور کچھ دیر تک رابعہ کالنگ کے الفاظ کو گھورتی رہیں...... پھر گہری سانس لے کر موبائل اٹھایا اور کال لے لی۔

دوسری طرف رابعہ نے رابطہ ہوتے ہی سپاٹ سے لہجے میں بولنا شروع کر دیا۔

''سہیل! بس اپنی رپورٹس کے لیے کال کی ہے، کل ڈاکٹر کی اپائنٹمنٹ ہے، خود تو آپ نے آنا نہیں ہے، محلے سے کسی بچے کو بھیجوں گی، دے دیجیے گا۔''

ایسی بے نیازی، ایسی بے فکری...... اسے تو اب تک رو رو کر پاگل ہو جانا چاہیے تھا۔ ورطۂ حیرت میں ڈوبی آصفہ کے تن بدن میں آگ ہی لگ گئی۔

''ہاں، اس نے منہ نہیں لگایا تو اب بہانے بہانے سے کالیں ملا رہی ہو۔'' رابعہ کے ہاتھوں کے توتے اڑ گئے۔

اب کیا سہیل کا موبائل بھی پھوپھو کے پاس ہی ہوتا ہے۔

''ایسی بات نہیں ہے پھوپھو...... میں تو بس......''

''جس کام کے لیے بھیجا تھا، اس کا کیا کیا؟'' آصفہ نے تیزی سے بات کاٹی تو رابعہ ایک لمحے کو خاموش ہو گئی۔

''اب بولتی کیوں بند ہو گئی ہے۔''

''پھوپھو! اب یہ ممکن نہیں۔ اس کی منگنی ہو گئی ہے، اور جلد شادی ہونے والی ہے۔'' آصفہ کا سامنا کرنے کے بجائے فون پر یہ کہنا زیادہ آسان لگا۔

''ٹھیک ہے تو......'' آصفہ کے اندر باہر آگ سلگ اٹھی۔ ''شادی پہلے کرواؤ گی یا طلاق پہلے لو گی؟''

رابعہ کے قدموں تلے سے زمین کھسک گئی...... زور کا چکر آیا تو اس نے لڑکھڑا کر بیڈ کا سہارا لیا اور وہیں ڈھے گئی۔

''سہیل مجھے کبھی طلاق نہیں دیں گے۔''

''ہاں، تب ہی اپنا موبائل پکڑا گیا کہ اماں خود ہی بات کر لیں۔ جو تمہاری آواز سننا نہیں چاہتا، وہ طلاق نہیں دے گا۔'' آصفہ کا طنزیہ لہجہ......

رابعہ کا دل ڈوب گیا۔

"بات سنو رابعہ! اگر یہ رشتہ نہ ہوا تو سہیل تمہیں طلاق دے دے گا...... یہ بات لکھ کر رکھ لو۔"

"آصفہ نے بات ختم کر کے کال کاٹ دی۔ مڑی تو سہیل تحیر سے بت بنا انہیں دیکھ رہا تھا۔ گیلے بالوں سے ٹپکتا پانی کندھے پر رکھے تولیے میں جذب ہو رہا تھا۔

ایک لمحے کو آصفہ نے نظریں چرائیں اور موبائل واپس رکھ دیا۔

"آپ رابعہ سے طلاق کی بات کر رہی تھیں۔" وہ دو قدم آگے آیا۔

"بات ہی کی ہے، کون سا دلا رہی ہوں۔" وہ تکیے جھاڑنے لگیں۔

"آپ کو یہ کیوں لگا کہ میں اسے طلاق دے دوں گا۔ اس عورت کو جو میرے دو بچوں کی ماں بننے والی ہے۔"

آصفہ غصے سے سیدھی ہوئیں۔

"آپ کی مجھ سے دشمنی کیا ہے؟ ہر بات مان لیتا ہوں۔ خیال رکھتا ہوں۔ ادب کرتا ہوں۔ اس بات کی سزا دے رہی ہیں؟ میں چپ ہو گیا۔ یہ سوچ کر کہ کچھ دنوں تک آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا مگر اب یہ زیادہ ہو گیا ہے۔ فرخ کا گھر بسانے کے لیے میں اپنا گھر برباد نہیں کروں گا۔"

"نہیں ہوتا تمہارا گھر برباد......" وہ چڑھ دوڑیں۔

بیٹے کی جذباتی تقریر انہیں ایک آنکھ نہ بھائی تھی۔

"اتنا ہی کہا ہے کہ کچھ عرصہ چپ سادھ لو...... ماں کی مجبوریوں کو سمجھ لینا، کچھ عرصہ اس سے رابطہ نہ کرنا۔"

"اماں! مجھ پر اور میرے ہونے والے بچوں پر رحم کرو...... یہ نہ ہو، میں یہ گھر چھوڑ کر چلا جاؤں۔" سہیل نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

آصفہ نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لیے...... دانت پیستے ہوئے بولیں، مگر لہجہ بے بس تھا۔

"بھائی جان سے چلا گیا تو؟ اس عبید کو مار کر جیل چلا گیا تو خوش رہ لو گے۔ ماں ظالم نہیں ہے سہیل...... مجبور ہے۔"

سہیل نے لب بھینچ کر اپنے ہاتھ کھینچ لیے۔

''بس تھوڑا عرصہ صبر کرلو...... رابعہ کو بھی لے آئیں گے۔ میں بھی یہ سب دل پر پتھر رکھ کے کر رہی ہوں، بس ایک بار ثانیہ اس کے نکاح میں آجائے، پھر دونوں جہاں چاہے کھے کھاتے رہیں...... میں خود رابعہ کو گھر لاؤں گی۔''

انہوں نے ملتجی انداز میں سہیل کے بازو پر ہاتھ رکھا جسے جھٹک کر وہ تیزی سے موبائل اٹھا کر باہر نکل گیا۔

دو بیٹوں کے درمیان پستی آصفہ نے خود کو بے بسی کی انتہا پر محسوس کیا۔

☆......☆......☆

''طلاق......!'' رابعہ کے ہاتھ سے موبائل چھوٹا اور اندر آتی نادرہ کے ہاتھ سے پلیٹ...... جس میں وہ رابعہ کے لیے آڑو کاٹ کر لا رہی تھیں۔

''کس کی طلاق......؟ کس کی بات کر رہی ہو؟'' وہ لپک کر قریب آئیں۔ رابعہ نے غائب دماغی سے سر اٹھا کر ماں کو دیکھا۔ لڑکھڑاتے ہوئے چند لفظ لبوں سے ادا ہوئے۔

''اماں......! سہیل...... مجھے طلاق......'' اس سے آگے گلا رندھ گیا۔

اور نادرہ نے سینہ پیٹ لیا۔

''ہائے میں مر گئی...... برباد ہو گئی۔ اللہ تجھے غارت کرے آصفہ...... تیری سات نسلوں میں کیڑے پڑیں۔''

رابعہ نے بوکھلا کر سر اٹھایا۔

آصفہ کی نسل اس کی اولاد ہی تو تھی۔

زندگی بھر ماں کو نہ دعا دینی آئی نہ بد دعا......

شبیر بوکھلائے ہوئے اندر آئے۔

تخت سے آگے ہو کر دادی نے کھلے دروازے سے اندر دیکھنے کی سعی کی اور اتنا آگے ہو گئیں کہ

مانو ابھی لڑھک جائیں گی۔

''کیا ہوا؟ نادرہ کیوں سینہ پیٹ رہی ہو...... میرا بچہ تو خیریت سے ہے۔'' ان کے خیال کی اڑان وسیم تک گئی۔

''سہیل نے رابعہ کو طلاق دے دی۔'' شبیر کی صورت دیکھتے ہی نادرہ نے دہائی دی۔''ہائے میری بیٹی کا گھر اجڑ گیا۔''

رابعہ نے بوکھلا کر ماں کو...... پھر لڑکھڑا کر دروازے کا سہارا لیتے باپ کو دیکھا...... تبھی نگاہ ان دونوں کے درمیان تخت پر ڈھے گئی دادی پر گئی۔

''کچھ نہیں ہوا اماں! خدا کا واسطہ ہے۔'' وہ خود کو سنبھالتی، دادی کی طرف لپکی جن کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے۔

''دادی......! دادی! خود کو سنبھالیں۔ کچھ نہیں ہوا۔ کوئی طلاق نہیں ہوئی۔'' وہ ان کی ٹھنڈی ہتھیلیاں سہلانے لگی۔

''تم خود ہی تو کہہ رہی تھیں۔'' نادرہ لپک کر باہر آئی۔

''اماں! پھوپھو نے دھمکی دی ہے کہ اگر ہم نے ان کی بات نہ مانی تو وہ مجھے طلاق دلوا دیں گی۔'' کہتے ہوئے رابعہ سے ضبط نہ ہوا تو پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

''اگر ایسا ہو گیا تو ابا میرے بچے کیا کریں گے...... میں مر جاؤں گی۔''

باپ کے لبوں پر تالے تھے تو دل بے بسی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب رہا تھا۔

دادی نے روتی ہوئی رابعہ کو اپنے کمزور سینے میں بھینچ لیا۔

☆......☆......☆

''یہ کیسا ہے؟'' ارم نے موبائل اسکرین اس کے سامنے کی...... جس میں لائٹ اورنج کلر کے لہنگے پر نفیس سا کام تھا۔ لہنگا خوب صورت تھا مگر اسے اپنے لیے پسند نہیں آیا۔

''اس پر میک اپ اچھا نہیں ہو گا۔ مجھے کوئی بہت یونیک سا کلر چاہیے۔'' ثانیہ نے دوبارہ

میگزین کھنگالنا شروع کردیا۔

جب سے ایگزامز ختم ہوئے تھے، ارم کو یہی کام تھا۔ عبید کی شادی کی پلاننگ کرتی رہتی اور دانستہ ثانیہ کو بھی شامل کرلیتی۔

اسے خوش دیکھ کر عبید خوش ہوتا تھا۔ اس کے لیے یہی کافی تھا۔

''میں نے فیصلہ کرلیا...... ڈھولکی، مایوں، مہندی سب کمبائن ہوں گے تاکہ میں بھائی اور سہیلی کی شادی ایک ساتھ انجوائے کرسکوں۔'' ارم نے موبائل ایک طرف رکھ دیا۔

''کیا یہ ممکن ہے؟'' ثانیہ نے بے حد حیرت سے ارم کو دیکھا۔ ان کے خاندان میں تو اس کا تصور بھی نہ تھا۔

''عبید چاہے گا تو سب ممکن ہے۔'' ارم نے کہا تو ثانیہ کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

وہ یہی تو چاہتی تھی...... اس کے شوہر میں اتنی صلاحیت تو ہو کہ جب چاہے اور جس سے چاہے سب منوالے۔ اس پر حکومت کرنے کا حق بس ثانیہ کے پاس ہو۔

''کیا ہو رہا ہے؟'' عبید کی آواز پر ثانیہ نے مسکرا کر دیکھا مگر چپ رہی۔

''تمہاری شادی کی پلاننگ ہو رہی ہے۔'' ارم نے چہک کر بتایا۔

''تو بات کہاں تک پہنچی؟'' عبید نے شرارت سے ثانیہ کو دیکھا۔

''ابھی تو بات شروع ہوئی ہے۔'' ارم نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

عبید نے آگے بڑھ کر ثانیہ کے ہاتھ سے میگزین لیا...... جہاں خوب صورت ملبوسات کی بہار تھی۔

''کچھ پسند آیا؟'' عبید نے ثانیہ سے پوچھا۔

''میں تو بس یونہی دیکھ رہی تھی۔'' ثانیہ نے بے نیازی اختیار کی تھی۔

''اوہو...... عبید کے سامنے بھرم......'' ارم نے چھیڑا۔ ''میں بتاؤں کیا کیا پسند آیا ہے۔''

''ارم! خاموش...... وہ میرے اور تمہارے سیکریٹس ہیں۔'' ثانیہ نے فوراً روکا...... ارم مائل بہ شرارت تھی...... اور جان بوجھ کر بات کو طول دے رہی تھی۔

عبید کی چمکتی نگاہیں ثانیہ کے چہرے پر جمی تھیں۔ ثانیہ کے چہرے پر ہلکی سی سرخی تھی۔
تب ہی گھبرائی ہوئی آسیہ آ گئیں۔
"ثانیہ! جا کر دیکھو، تمہارے گھر سے عجیب سا شور آ رہا ہے۔"
"وہ میرا گھر ہے آنٹی، وہاں کوئی نہ کوئی ہنگامہ چلتا ہی رہتا ہے۔" ثانیہ نے بے زاری سے کہا۔
"بیٹا...... جا کر دیکھ لو۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ تمہاری دادی کے رونے کی آواز آ رہی ہے۔"
"جاتی ہوں......!" وہ بے زاری سے اٹھی، چپل پہنی اور سستی سے چلی گئی۔
"امی! آپ ہی جا کر دیکھ لیں۔" عبید کو بے چینی لاحق ہوئی۔
"بیٹا! اس طرح دوسروں کے معاملات میں نہیں گھسا جاتا۔ وہ خود بتا دیں تو اور بات ہے۔"
آسیہ نے نرمی سے سمجھایا۔
"پتا نہیں کیا ہوا ہو گا......" عبید نے پیشانی مسلی۔
"سوچ رہی ہوں شادی کی تاریخ لے آؤں۔"
"اتنی جلدی......؟" ارم نے حیران ہو کر ماں کو دیکھا۔ "مطلب تیاری کیسے ہو گی؟"
"سادگی سے کر لیں گے مگر ان حالات میں دھڑکا ہی لگا رہتا ہے کہیں ثانیہ کے گھر والے کسی پریشر میں آ کر رشتہ نہ ختم کر دیں۔"
انہوں نے گویا عبید کے دل کی بات کہہ دی تھی۔
"پورا گھر پریشر میں آ جائے، ثانیہ نہیں آئے گی، وہ بہت ہمت والی ہے۔"
"بیٹیاں کتنی بھی ہمت والی ہوں، جب بات اپنوں پر آئے تو ہمت ہار ہی دیتی ہیں۔"
"فکر نہ کریں۔ ثانیہ ان میں سے نہیں ہے۔ اس کے نزدیک اپنی ذات سب سے زیادہ اہم ہے۔" ارم نے روانی سے کہا۔ پھر گھبرا کر عبید کو دیکھا۔ اسے برا تو نہیں لگا۔
اسے برا لگا تھا تب ہی خاموشی سے چلا گیا۔ مگر اس کی شاکی نگاہ ارم کے اندر گڑ گئی۔
"سوچ کر بولا کرو، پتا بھی ہے وہ ثانیہ کے بارے میں کتنا حساس ہے۔" آسیہ نے بھی ارم کو ہی

ڈانٹ دیا۔

''ہاں جی......! ثانیہ بھی حساس ہے اور عبید بھی......لگتا ہے باقی کی زندگی ان دونوں کو منانے میں ہی گزر جائے گی۔''ارم نے بے چارگی سے کہا اور کھڑی ہوگئی۔

''اب جاؤ اسے لے آؤ۔ میں کھانا لگا رہی ہوں۔''

وہ صحن میں سفید پھولوں والی بیل کے پاس کھڑا تھا۔ پھولوں پر پیلی تتلی منڈلا رہی تھی۔

''اب یہاں کھڑے ہو کر عورتوں کی طرح کن سوئیاں تو نہ لو۔''

عبید نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔

''اچھا ناراض مت ہو، میں تو بس اتنا کہہ رہی تھی کہ ثانیہ نے تمہیں اتنی مشکلوں سے حاصل کیا ہے۔ اتنی آسانی سے نہیں جانے دے گی۔''

''تم لوگوں کے دل اس کی طرف سے صاف نہیں ہوئے؟''

''ایسا کچھ نہیں ہے۔''ارم سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''ارم! وہ بہت مشکل حالات میں ہے۔ ہر روز ایک نئے امتحان سے گزرتی ہے۔ ہماری محبت میں سب سے زیادہ سفر ثانیہ نے کیا ہے۔ میں اس کی آنکھ میں ایک آنسو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔''

''اچھا بابا! ثانیہ آئے گی تو میں گونگے کا گڑ کھا لوں گی۔ ابھی تو بات کرنے دیا کرو۔''اس نے زور سے عبید کا بازو ہلایا۔

''سوچ سمجھ کر بولا کرو۔''عبید نے اس کے سر کو ٹہوکا دیا۔

''ویسے ملتا کہاں سے ہے؟''

''کیا؟''عبید نے بے خیالی سے پوچھا۔

''گونگے کا گڑ......''

اس نے اتنے مزے سے پوچھا کہ عبید کو ہنسی آ گئی۔

''جہاں سے بھی ملا تمہارے لیے ڈھونڈ لاؤں گا۔''

''میں بھی اس میں سے تھوڑا سا ثانیہ کی چائے میں ملا دوں گی۔''

''وہ کہاں زیادہ بولتی ہے؟''

''ابھی زیادہ نہیں بولتی؟ جب آ کر تمہارے کان کھائے گی، تب پتا چلے گا۔''

ان کی نوک جھونک اور ہنسی کی آواز آسیہ تک گئی تو انہوں نے سکون کا سانس لے کر سالن نکالنا شروع کر دیا تھا۔

☆......☆......☆

سہیل تو کسی کا فون ہی نہیں اٹھا رہا تھا۔

دادی نے آصف کو کال کر کے خوب لتے لیے تھے۔ آخر میں روتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا تھا۔

''اگر میری پوتی کو طلاق ہوئی تو بس سمجھ لینا تمہاری ماں بھی مر گئی۔''

''پوتی کے سامنے تو آپ نے ویسے بھی بیٹی کو مار دیا ہے اماں! لیکن اب میری بھی ضد ہے۔ اگر ثانیہ کا رشتہ نہ ملا تو نہ صرف سہیل رابعہ کو طلاق دے گا بلکہ اپنے بچے بھی لے لے گا۔''

آصف کی اس دھمکی کے بعد گویا رابعہ بالکل ہی ڈھے گئی۔ اور باقی لوگ بھی ہمت ہار گئے۔ سہیل کو اندازہ بھی نہیں تھا کہ حالات کس رخ پر جا رہے ہیں۔ اس نے بس ماں کی بات مان کر کسی کی کال نہیں لی تھی۔

''ایک بار فرخ اور ثانیہ کا قصہ نمٹ جائے۔ رابعہ کو لے کر الگ ہو جاؤں گا۔'' اس نے دل ہی دل میں تہیہ کر لیا تھا۔

چھوٹا بھائی تھا وہ بھی نہیں چاہتا تھا کوئی انتہائی قدم اٹھائے۔

کئی بار سوچا...... خیال آیا کہ رابعہ کو کال کر کے اپنے پلان کے بارے میں بتا دے۔ پھر دل پتھر کر لیا۔ رابعہ نے فوراً سب کو بتا دینا تھا۔

کچھ دن صبر ہی بہتر تھا۔

مگر یہ صبر رابعہ کو کھا گیا۔

اس رات اس کی طبیعت اتنی بگڑی کہ فوراً ہسپتال لے جانا پڑا۔

”میں کہتی ہوں شبیر احمد! کیوں منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر بیٹھے ہو، جا کر بہن سے بات کیوں نہیں کرتے۔کیا سب مل کر میری بیٹی کی جان لو گے۔“

نادرہ نے اپنے سینے کے ساتھ ساتھ شبیر احمد کا کندھا بھی پیٹ ڈالا۔

وہ دانت بھینچے بیٹھے تھے، تیزی سے اٹھ کر باہر نکل گئے۔

جس دن سے یہ معاملہ ہوا تھا، انہوں نے چپ ہی سادھ لی تھی۔

کبھی رابعہ سے سامنا ہوتا تو نظریں چرا لیتے۔

رابعہ کے ڈرپ لگی تھی۔پاس بیٹھی ثانیہ ڈرپ سے گرتے قطرے گنتی تو کبھی رابعہ کے آنسو......

وہ چپ ہی نہیں ہوتی تھی، یہاں تک کہ ڈاکٹر نے ڈانٹ کر رکھ دیا۔

”اپنی جان کی فکر نہیں ہے تو مت کرو، بچوں کے ساتھ دشمنی کیوں کر رہی ہو۔شوہر کہاں ہے ان کا......؟“ ڈاکٹر نے مڑ کر ثانیہ سے پوچھا۔

”پتا نہیں......!“ ثانیہ کا لہجہ چور سا تھا۔

”تو بی بی! ایسے شوہر کی پروا کیا کرنی، جسے تمہارا خیال نہیں......“

(اف! یہ ڈاکٹر کچھ زیادہ ہی کرخت تھی)

”رابعہ......!“ ثانیہ نے آہستہ سے رابعہ کا بازو چھوا۔

رابعہ کی بند آنکھوں میں جنبش ہوئی۔مگر اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔نادرہ گھر سے کھانا لینے گئی تھیں۔

”آئی ایم سوری رابعہ......!“ وہ پہلی بار روئی۔

رابعہ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

”تم نے میرے لیے اتنا کچھ کیا اور میں تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔“

”کر سکتی ہو ثانیہ......!“

”کیا؟“

''فرخ سے شادی......شادی کرلو۔'' رابعہ نے بدقت جملہ مکمل کیا۔

ثانیہ حق دق اسے دیکھتی رہ گئی۔

رابعہ نے ہمت ہار دی تھی۔ اس کا حوصلہ ٹوٹ گیا تھا۔ ثانیہ نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔

مستقبل کے اندیشوں نے رابعہ کو نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔

اگر سہیل نے طلاق دے دی تو دو بچوں کے ساتھ کیا کرے گی۔ ساری زندگی بھائی بھابھی کی دست نگر رہے گی۔ وہ تو اتنی پڑھی لکھی بھی نہیں تھی کہ خود کما کر بچے پال لیتی۔

رابعہ نے مایوسی سے کمرے سے نکلتی ثانیہ کو دیکھا۔

اور پھر سے رو دی۔

☆......☆......☆

گھر کا دروازہ چند قدم کے فاصلے پر تھا۔ گلی سنسان......

ثانیہ کے قدم سست پڑ گئے۔

تذبذب، بے یقینی......رابعہ کی ملتجی نگاہیں۔

''سارا مسئلہ میرا ہی پیدا کیا ہے تو مجھے ہی حل کرنا ہے۔'' وہ دروازے کے سامنے رک گئی۔

شاید مر کر بھی اس گھر میں قدم نہ رکھتی مگر اب مجبوری تھی۔ اسے بات کرنا تھی۔ فرخ کے ساتھ دو ٹوک بات کرنا ہوگی۔

سہیل بھائی مل گئے تو انہیں بھی احساس دلانا تھا۔

''وہ ثانیہ تھی......وہ سب سیٹ کر لے گی۔'' اسی یقین کے ساتھ اس نے درز میں ہاتھ ڈالا اور دروازہ کھول لیا۔ سامنے صحن اور برآمدہ تھا۔ اور گھر کا وہی حشر جو رابعہ کے جانے کے بعد ہو سکتا تھا۔ صحن میں بکھرے خشک پتے......شاپر، دھول، مٹی......آصفہ تو بس اندر کا حصہ ہی صاف کر پاتی تھیں۔

برآمدے کی کرسیوں میں سے ایک پر بلی آرام فرما رہی تھی۔ آہٹ پر اس نے نیم وا آنکھوں سے آنے والی کو دیکھا۔ اور تیزی سے کرسی کے نیچے گھس گئی۔

''ہونہہ......! یہ ہے ان کی اوقات......رابعہ نہ ہوتو اس گھر میں کتے بلیاں لوٹیں۔'' اس کے اندر طیش کی لہر ابھری۔

''اللہ کرے سب گھر پر ہوں۔ سب کو ان کی اوقات یاد دلاؤں گی۔''

غصہ غیر محسوس انداز میں اس کے اعصاب پر سوار ہونے لگا۔

صحن، برآمدہ، راہداری عبور کر کے اس نے لاؤنج میں قدم رکھا تو جہاں تھی، وہیں رک گئی۔

سامنے کا منظر......

آہ!

آصفہ اور شبیر......بہن اور بھائی......لیکن اس وقت ان کے درمیان بس ایک ہی رشتہ تھا۔

بیٹی کی ساس اور بیٹی کا مجبور باپ......

وہ نخوت سے نفی میں سر ہلا رہی تھیں۔

شبیر احمد کبھی گھٹنے چھوتے تو کبھی پاؤں......

وہ آگے بڑھنا چاہتی تھی، باپ کو روکنا چاہتی تھی......مگر وہ پیچھے ہٹی اور اندھوں کی طرح وہاں سے بھاگتی چلی گئی۔

اس نے پورے یقین سے کہا تھا......وہ تقدیر سے کبھی نہیں ہارے گی۔

تقدیر نے کہا، چلو امتحان ہی سہی......

☆......☆......☆

''کوئی ہرج تو نہیں ہے......فرخ اچھا خاصا ہے، تم مان جاؤ تو دونوں بہنیں مل کر پھوپھی کا مقابلہ کرلوگی۔ فرخ تو پہلے ہی تمہاری ہر بات مانتا ہے۔''

ثانیہ نے سر اٹھا کر ماں کو نہیں دیکھا تھا۔ جو مدھم لہجے میں نظریں چرائے کچھ کہہ رہی تھیں۔

رابعہ گھر آگئی تھی۔ دادی نے اپنا بستر اسی کے پاس لگالیا تھا مگر وہ کسی سے بات ہی نہ کرتی۔ بس چپ چاپ لیٹی چھت، دیواروں اور کھڑکیوں کو تکتی رہتی۔

اور آج نادرہ نے بھی کہہ دیا۔

سب دبی دبی زبان میں کچھ نہ کچھ کہہ رہے تھے۔

وہ سن بھی رہی تھی اور سمجھ بھی......

ثانیہ کا دماغ ماؤف سا ہونے لگا۔

''تمہارے ابا بلا رہے ہیں۔'' نادرہ نے آ کر کہا۔ ثانیہ جو دادی کے پلنگ پر نیم دراز تھی، سیدھی ہو بیٹھی۔

اس نے یہ بھی نہیں پوچھا، کیوں؟

وہ پہلے بھی اس گھر میں اجنبیوں کی طرح رہتی تھی۔

اب تو جیسے سب ہی اس سے کٹ گئے تھے۔

ثانیہ نے چپل پہنی اور کھڑی ہو گئی۔

''اب انسان ساری زندگی اپنے بارے میں ہی تو نہیں سوچتا......بہن کے بارے میں بھی سوچ لینا۔'' نادرہ عقب سے بدبدائیں۔

ثانیہ کمرے میں آئی تو شبیر احمد رابعہ کے پاس بیٹھے تھے۔ دونوں کی آنکھیں سرخ تھیں۔

ثانیہ کی اپنی آنکھیں جلنے لگیں۔ شبیر احمد نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''بہن کے سامنے تو ہاتھ جوڑ آیا ہوں۔ سوچا حکم تو مانو گی نہیں، بیٹی کے سامنے بھی ہاتھ ہی جوڑوں۔''

ثانیہ کے دل پر گھونسا سا پڑا۔

''ابا! میری منگنی ہو گئی ہے۔'' پتا نہیں کیوں مگر اس کا لہجہ کمزور تھا۔

''اس منگنی میں کسی کی خوشی نہیں، سب کے آنسو ہیں بیٹی......''

رابعہ کی آنکھیں چھم چھم برسنے لگیں۔

''میری تو ہے نا......اور ابا میرا حق ہے۔''

''باپ کی بے بسی اور بہن کی حالت بھی تمہیں ہلا نہ سکی ثانیہ......!'' شبیر احمد کا لہجہ بجھ گیا۔

"ہائے، زمانے نے یہ رنگ بھی دکھانے تھے کہ باپ بیٹی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر منتیں کر رہا ہے۔" دادی نے دہائی دی۔

نادرہ لپک کر آئیں۔

"بہن کا گھر برباد ہو گیا تو خوش رہ پاؤ گی؟"

"ہر کسی کے حصے میں اپنی خوشیاں اور اپنے دکھ آتے ہیں اماں!"

ثانیہ کہنا چاہتی تھی مگر لفظ گونگے ہو گئے اور رابعہ کے رونے کی آواز تیز......

"تو ٹھیک ہے، اسے ہم میں سے کسی کا خیال نہیں......بس اپنی خوشیاں عزیز ہیں تو بلاؤ اس لڑکے کو......آج ہی یہ قصہ ختم کروں گا۔ آج ہی اس لڑکے سے نکاح پڑھوا کر ہمیشہ کے لیے اس گھر سے دفع کروں گا۔"

اس کی خاموشی نے شبیر احمد کو طیش دلا دیا۔

"کیا کرتے ہو؟ کوئی اس طرح بیٹی کو گھر سے نکالتا ہے۔" دادی نے ٹوکا۔

"نکال کہاں رہا ہوں۔ میں تو اسے اس کا حق دے رہا ہوں۔ پھانسی کا پھندہ گلے میں پڑ ہی گیا ہے تو پھر دیر کیسی؟

ثانیہ نے ماں کو دیکھا۔

"یہ تو آسان ہو گیا......بھاڑ میں جائیں سارے، نکاح پڑھوا کر ان کی زندگیوں سے نکل جاتی ہوں۔"

نادرہ نے ملتجی انداز میں اس کی ٹھوڑی کو چھوا۔

اس نے ماں کا ہاتھ ہٹایا، مڑی اور چلی گئی۔

"ثانیہ! مت کرو اس طرح......" نادرہ نے دہائی دی۔

"جانے دو، کرنے دو......ہمیں ایسی نافرمان اولاد کی ضرورت بھی نہیں......بھول جائیں گے کہ کوئی اور بیٹی بھی تھی۔"

ثانیہ نے دروازے سے نکلنے تک باپ کی آواز کو سنا۔

☆......☆......☆

ثانیہ نے دروازے میں رک کر دیکھا۔

وہ آفس سے آکر کھانا نہیں کھاتا تھا۔ نہا دھو کر، فریش ہونے کے لیے ایک مگ کافی کا لیتا۔ وہ ذرا سا جھک کر بھاپ اڑاتی کافی کا مگ اٹھا رہا تھا۔

''تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ میں تمہارے لیے کیا کچھ سوچتا ہوں۔ جب میری زندگی میں شامل ہو جاؤ گی تو اتنی خوشیاں دوں گا کہ سنبھال نہ پاؤ گی۔ تمہاری ہر محرومی ہر شکایت کا ازالہ کر دوں گا۔''

ایک ایک لمحہ اس کے وعدوں میں ڈھلا اس کے دل کے نہاں خانوں میں مقید تھا۔

اور ثانیہ جانتی تھی، وہ اپنا ہر وعدہ نبھائے گا۔

☆......☆......☆

عبید نے پہلا گھونٹ لیا اور مطمئن ہو کر سر ہلا دیا۔

''عبید......!''

عبید تیزی سے پلٹا، پھر مگ ٹرے میں رکھ دیا۔

''آؤ ثانیہ......! کہاں غائب ہو؟ اب رابعہ کی طبیعت کیسی ہے؟''

ثانیہ ایک ایک قدم اٹھاتی عبید کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''تم نے کہا تھا تم میرا ساتھ دو گے۔ ہر فیصلے، ہر موقع پر میرے ساتھ کھڑے رہو گے...... ہے نا؟'' وہ نجانے اب کس بات کی تصدیق چاہتی تھی۔

''ایسا ہی ہے۔'' وہ الجھا مگر مسکرایا۔

وہ کسی بات پر ہرٹ ہو کر آئی تھی۔ اسے پھر سے عہد تازہ کی ضرورت تھی۔

''ایک رشتہ تمہارے ساتھ میرے دل نے باندھا ہے۔ اس رشتے کو صرف موت ہی توڑ سکتی ہے۔'' اس نے ہاتھ میں پہنی منگنی کی انگوٹھی کو چھوا۔

''موت بھی نہیں توڑ سکتی......'' وہ ذرا سا اس پر جھکا۔ نجانے کیوں ثانیہ ایک قدم پیچھے ہٹی۔

''اور دوسرا رشتہ ہم نے ساری دنیا کے سامنے بنایا تھا۔''

''کیا ہوا ثانی؟''

ہائے اس نے کس پیار سے پوچھا تھا۔ ثانیہ کے اندر باہر سب ہل گیا۔

اس نے تیزی سے انگوٹھی کھینچی اور مگ کے پاس رکھ دی۔

''آج میں وہ رشتہ توڑ رہی ہوں۔''

عبید ہکا بکا رہ گیا۔

ثانیہ کو لگا وہ ایک لمحے کو بھی رکی تو پتھر کی ہو جائے گی۔ کبھی واپس نہ لوٹ پائے گی۔

تب ہی بجلی کی سی تیزی سے واپس پلٹی۔ اتنی ہی تیزی سے عبید نے اس کا بازو دبوچا۔

''تم کہو گی اور میں مان لوں گا۔'' اس کی گرفت بلا کی سخت تھی۔ انگلیاں بازو میں کھب گئیں۔

وہ اس تکلیف سے روئی یا اپنی بے بسی پر مگر آنسو اس کے گالوں پر بہتے چلے گئے۔

''محبت کرتے ہو تو سوال نہ کرنا۔ میں جواب نہیں دے پاؤں گی۔''

محبت کرب بن کر اس کی آنکھوں سے برس برس کر اعلان کرنے لگی کہ وہ ہار گئی ہے۔ بس ایک لمحے کو عبید کی گرفت کمزور ہوئی اور وہ گزرتے لمحوں کی طرح اس کے ہاتھوں سے پھسل گئی۔

☆......☆......☆

نجانے کتنا وقت گزرا جب ارم اس کے کمرے سے برتن اٹھانے آئی۔ وہ بیڈ کے ساتھ نیچے بیٹھا تھا۔

''میں سمجھی تم سو گئے ہو۔'' وہ آگے آئی۔ ''اور یہ کیا؟''

اس کی نظر کافی کے بھرے مگ پر گئی۔

''اگر پینی نہیں تھی تو بنوائی کیوں؟'' وہ چڑ گئی۔

''مفت کی ملازمہ جو ملی ہے، دیکھوں گی ثانیہ بھی تمہارے ایسے نخرے......'' اس کی نگاہ ٹھٹکی۔

مگ کے ساتھ رنگ پڑی تھی۔

ثانیہ کی منگنی کی رنگ......

نیچے بیٹھا عبید......

اسے کچھ غیر معمولی ہونے کا احساس ہوا۔

''عبید یہ کیا ہے؟'' ارم نے رنگ اٹھائی۔

''اس نے کتنی مشکل سے مجھے حاصل کیا تھا، اس نے کتنی آسانی سے مجھے چھوڑ دیا۔'' اس کی سرسراتی مدھم آواز......شکست خوردہ لہجہ......

''مت کرو......''

''سوچ رہا ہوں۔'' عبید نے سر اٹھا کر ارم کے ہاتھ میں پکڑی انگوٹھی کو دیکھا۔ ''اس نے صرف رنگ اتاری ہے یا مجھے بھی دل سے نکال پھینکا ہے۔''

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟''

''یہی تو سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا ہوں، ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔''

ارم خود بے یقین تھی۔

''ثانیہ کیسے مجبور ہوسکتی ہے؟ وہ کسی کے پریشر میں آنے والی نہیں تھی۔''

''اس نے میری خاطر کیا کچھ برداشت نہیں کیا اور اب ایک دم سے آکر منگنی توڑ دی۔ کوئی مذاق ہے۔'' عبید کے لہجے میں دباو با غصہ تھا۔

''وہ رابعہ کی بیماری کی وجہ سے پریشان ہے۔ میں بات کرتی ہوں۔''

''میں نے اسے اتنی آوازیں دیں۔ اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ کب سے کالز کر رہا ہوں۔ فون بند کر کے بیٹھی ہے۔ کوئی مسئلہ تھا تو مجھ سے بات کرتی، ہم کوئی حل ڈھونڈتے......وہ اکیلے مجھے چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔'' وہ بھپر کر کھڑا ہوا۔

''دو خاندانوں میں رشتہ ہوا ہے۔ ایسے نہیں ٹوٹ سکتا۔'' ارم نے ہاتھ میں پکڑی رنگ کو دیکھا۔

''کیا وہ فرخ سے شادی کے لیے تیار ہوگئی ہے؟'' وہ یہ سوال عبید سے کرنے کی ہمت نہ کر پائی۔

☆......☆......☆

وہ کس اطمینان اور سکون سے بیٹھا بھٹا کھا رہا تھا۔ ساتھ موبائل پر کسی کے ساتھ محو گفتگو تھا۔ سہیل

کا دماغ الٹ گیا۔ اس کے گھر میں آگ لگا کر خود مزے کر رہا تھا۔

"کیسے بے حس انسان ہو تم؟"

فرخ نے چونک کر اسے دیکھا، ساتھ ہی کال کاٹ دی۔

"کیا ہوا؟"

"تمہیں نہیں پتا کیا ہوا؟" وہ بھڑک کر چلایا۔

"مجھ پر کیوں بگڑ رہے ہو۔ سب کچھ تمہارے سامنے ہی ہوا ہے بھائی...... اماں نے آپا کو گھر سے نکال دیا۔ تم نے کیا کیا؟ کھڑے منہ دیکھتے رہے۔ جاؤ جا کر بھابھی کو لے کر آؤ۔ مجھ پر الزام رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اف یہ صاف گو انسان...... منٹوں میں آئینہ سامنے رکھ دیتے ہیں۔ لو اپنی شکل بھی دیکھ لو۔ پھر ہم پر الزام رکھنا۔

"ہاں میں لے آؤں گا، پھر جو سلوک اس گھر میں رابعہ کے ساتھ ہوگا، اماں کو جانتے نہیں ہو۔ ان کی مرضی کے بغیر پتا بھی ہل جائے تو پاگل ہو جاتی ہیں۔"

فرخ نے کچھ دانے اتار کر منہ میں رکھے۔ اور انہیں چباتے ہوئے مزے سے بولا۔

"ان کی مرضی کے خلاف پوری کی پوری لڑکی آ رہی ہے۔ بس ہمت ہونی چاہیے۔"

"لا کر کیا کرو گے؟" سہیل کا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

فرخ نے ناسمجھی سے دیکھا۔

"میاں بیوی کے رشتے میں محبت ہو نہ ہو، وفا پہلی شرط ہے۔ میں کہیں بھی چلا جاؤں، اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ میری بیوی اس گھر کا دروازہ کسی اور کے لیے نہیں کھولے گی۔ مگر تم کیا کرو گے؟ دروازے پر بیٹھ کر پہرہ دو گے۔"

"سہیل بھائی......!" غصے سے چلاتا فرخ کھڑا ہوا۔ ہاتھ میں پکڑا بھٹا دیوار پر دے مارا۔

سہیل کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ بکھری۔

''سچ کڑوا ہوتا ہے میرے بھائی۔ اسے تم سے محبت ہوتی تو عبید کے نام کی انگوٹھی نہ پہنتی۔''

فرخ نے طیش سے اسے جاتے دیکھا۔

یہ وہ حقیقت تھی جس پر دماغ آمین کہتا تھا تو دل باغی ہو جاتا تھا۔

اب بھی اس نے دل کی سنی۔

''یہ سب ان کا حسد ہے۔ ثانیہ صرف اماں کی وجہ سے گھبراتی ہے۔''

☆......☆......☆

فرخ کے قدم زمین پر نہ پڑ رہے تھے...... بے یقینی سے اڑا پھر رہا تھا۔

''اماں! آپ سچ کہہ رہی ہیں...... ماموں مان گئے...... ثانیہ بھی مان گئی۔''

''سب نے مان ہی جانا تھا۔ کون بے وقوف ہوگا جو ایک بیٹی کا گھر بسانے کے لیے دوسری کا گھر اجاڑ دے۔''

آصفہ مطمئن، شاداں اور فرحاں بیٹھی تھیں۔ مشکل سہی مگر بڑا مرحلہ طے ہوا تھا۔

''اپنے بھائی کا شکریہ ادا کر، نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے ساتھ دیا۔ ورنہ یہ کبھی نہ ہو پاتا۔''

آصفہ نے غصے میں بھرے سہیل کی طرف اشارہ کیا، جسے فرخ کی خوشی ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

''میرا بھائی......!'' فرخ نے گلے لگنا چاہا۔ سہیل نے دور دھکیل دیا۔

''بڑا کارنامہ کیا ہے؟ کسی سے نظریں ملانے کے قابل نہیں چھوڑا۔''

''ملا لینا سب سے نظریں...... اب سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔'' آصفہ نے ہاتھ ہلایا۔

''ہو گئی آپ لوگوں کی ڈیمانڈ پوری...... میں رابعہ کو لینے جا رہا ہوں۔'' سہیل کھڑا ہو گیا۔

''آ جائے گی تمہاری لاڈو رانی بھی...... شادی والا گھر ہے سو کام ہوتے ہیں۔ ایسے کیسے بلا لوں؟'' آصفہ نے ڈانٹا۔

''شادی والا گھر؟ کیا مطلب، منگنی نہیں ہو رہی؟'' فرخ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''میرا دماغ خراب ہے جو یہ خطرہ مول لوں۔ منگنی کا کیا ہے، کبھی بھی ٹوٹ جائے گی۔ اب تو پکا

کام کروں گی۔ سیدھا سیدھا نکاح کر کے گھر لاؤں گی۔''

سہیل حیران ہو کر ماں کا منہ دیکھنے لگا۔

''اماں دی گریٹ......!''فرخ نے ماں کو جپھی ڈال لی۔

''پیچھے ہٹو......اپنا وعدہ یاد ہے؟''آصفہ نے بمشکل خود کو چھڑایا۔

''سارے وعدے یاد ہیں......کسی سے نہیں مکروں گا۔ بس ایک بار اسے حاصل کرلوں۔ آگے آپ کی مرضی......''وہ خباثت سے ہنسا۔

سہیل جھنجھلا کر وہاں سے چلا گیا۔

☆......☆......☆

ثانیہ نے ڈبڈباتی آنکھوں سے آئینے میں اپنے عکس کو دیکھا۔ اس کے کندھے پر منگنی کا دوپٹا تھا۔ ساری شاپنگ ارم اور آسیہ نے کی تھی مگر منگنی کا جوڑا بطور خاص عبید نے پسند کیا تھا۔

''جانتی ہو، میں نے تمہارے لیے یہ رنگ کیوں چنا؟''

''کیوں؟''

''ایک تو جب بھی تم یہ رنگ پہنتی ہو، مجھے لگتا ہے تمہارے لیے بنا ہے۔''

''اور دوسرا......''

''جس دن پہلی بار تم سے محبت کا احساس ہوا، تم نے یہی رنگ پہنا تھا۔''

ثانیہ نے دوپٹے کی کناری پر ہاتھ پھیرا۔

''ثانیہ دیکھو! اماں نے کتنا اچھا ناشتہ بنایا ہے۔''رابعہ ٹرے اٹھائے اندر آئی۔

بیڈ پر منگنی کا سامان بکھرا ہوا تھا۔

وہ سامان جو آج واپس جانا تھا۔

رابعہ کے دل کو ملال نے گھیر لیا۔

توفیق صاحب اور آسیہ بات کرنے آئے تھے مگر شبیر احمد نے مجبوری دکھا کر معذرت کر لی۔

انہوں نے سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر سمجھنے والا کون تھا۔ وہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔

ثانیہ نے دوپٹا اتار کر تہ کرنا شروع کیا۔

رابعہ ٹرے رکھ کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔

''میں بہت شرمندہ ہوں ثانیہ......! میں نے ہمت کی تھی لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ پھوپھو اس حد تک چلی جائیں گی۔''

ثانیہ نے خاموشی سے باقی چیزیں سمیٹنا شروع کیں۔

''لیکن شاید اسی میں کچھ بہتری ہو۔ فرخ تم سے محبت کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے تم اس کے ساتھ خوش رہو اور......''

''بس کرو رابعہ......!'' ثانیہ کا ضبط جواب دے گیا۔ ''تم اچھی طرح جانتی ہو میں نے یہ فیصلہ کس طرح کیا ہے؟ اور کس خوشی کی بات کر رہی ہو۔ میری خوشی عبید تھا جو تم لوگوں نے چھین لی۔ اب تو زندگی ہی گزارنی ہے جیسے بھی گزرے جس کے ساتھ بھی گزرے۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ثانیہ نے خودکشی کرنا تھی، کرلی۔''

رابعہ نے لبوں پر ہاتھ رکھ کر سسکیاں روکیں۔

ثانیہ کی آنکھیں بنجر تھیں۔

☆......☆......☆

اس کے آنسوؤں سے کئی راتیں نم رہی تھیں۔ مگر اسے کسی کے سامنے نہیں لانا تھا۔ یہ ثانیہ کا فیصلہ تھا۔

آسیہ کے سامنے سارا سامان رکھا تھا۔ ارم غم و غصے سے بلبلا ہی اٹھی۔

''اگر یہی سب کرنا تھا تو کیوں زمین و آسمان ہلا دیے۔ میرا بھائی اس کی خاطر ماں باپ کا نافرمان ہوا۔ گھر تک چھوڑ گیا۔ اب وہ کیسے راستہ بدل سکتی ہے؟''

عبید نے رک کر سامنے پڑے سامان کو دیکھا۔

''عبید! تم اس سے بات کیوں نہیں کرتے؟'' ارم نے اسے دیکھا تو بھاگ کر پاس آئی۔

عبید جواب دیے بغیر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

''ارم بیٹا! کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو۔ شاید اسی میں کوئی مصلحت ہو۔ پھر جو کچھ ہوا، سارے حالات ہمارے سامنے ہیں۔ خدا جانے یہ فیصلہ کن مجبوریوں میں ہوا ہے۔''

''نجانے کس کا نصیب تھا۔''

''میرے بھائی کا دل ٹوٹا ہے امی......!''

''خود کو سنبھال لے گا ارم...... خود کو ہلکان مت کرو۔'' آسیہ نے نرمی سے ٹوکا۔ ''جس چیز پر بس نہ چل رہا ہو، اسے اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔''

☆......☆......☆

''آئے ہائے......! فرخ...... پکڑنا بھاگ کنا۔'' آصفہ کی دہائی پر فرخ بھاگا آیا۔ وہ اسٹول پر چڑھی اوپر کے خانے سے کچھ ڈبے نکال رہی تھیں۔ سب سے بڑا ڈبہ پھسلنے کو تھا جسے فوراً سنبھال لیا۔ ساتھ ہی سہارا دے کر ماں کو اتارا۔

''یہ تو رابعہ آپا کا سامان ہے، کیوں نکال رہی ہیں؟''

''اس کا نہیں ہے، بری کا ہے۔ یہ بھی پکڑو۔'' انہوں نے باقی ڈبے اسے تھمائے جسے فرخ نے لے کر بیڈ پر رکھ دیا۔

''بری کا سامان تو لڑکی کا ہوتا ہے۔''

''لڑکی کا کیا نام لکھا ہوتا ہے۔ ہم نے دیا ہے، جیسے مرضی استعمال کریں۔''

''لیکن اس کا کریں گی کیا؟''

''کیا کروں گی؟ نئے کے نئے رکھے ہیں...... ثانیہ کو دوں گی۔''

''اترن؟'' وہ ہکا بکا رہ گیا۔

''کس نے پہنے ہیں......؟'' آصفہ نے کڑے تیوروں سے گھورا۔ ''اس کی بہن نے...... اور یہ شادی کا جوڑا......'' انہوں نے بڑے ڈبے کی طرف اشارہ کیا۔ ''بس چند گھنٹوں کے لیے پہنا تھا۔ اتنا

مہنگا جوڑا یونہی تو نہیں پھینکوں گی۔"

"اماں! یہ پرانے جوڑے بری میں نہیں جائیں گے۔" فرخ نے قطعی انداز میں کہا۔ "ثانیہ بہت الگ لڑکی ہے۔ پسند نہیں کرے گی۔"

"اچھا......! تو نکال پانچ لاکھ...... نئے جوڑے لے آؤں۔"

"ہیں...... میرے پاس، دے دوں گا۔"

آصفہ حیران پریشان۔

"تمہارے پاس اتنے پیسے کہاں سے آئے؟" انہیں تو لگتا تھا کہ وہ جتنا کماتا ہے اتنا ہی اڑا دیتا ہے۔

"کچھ رکھے ہیں، ایک آدھ لاکھ کسی دوست سے ادھار لے لوں گا۔ آپ بس بری اچھی سی بنا لو۔"

وہ کہہ کر چلا گیا۔

"گھنا...... میسنا......! پیسے جوڑ جوڑ کر رکھے ہیں اور مجھے کبھی خرچ کے لیے نہیں دیے کہ میرے پاس کیا ہے؟"

ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔

☆......☆......☆

کبھی تو آؤ......اور آ کے دیکھو

نظارہ میری آرام گاہ کا

ہجر کا بستر، دکھوں کی چادر

جفا کا تکیہ

نہ نیند آئے، نہ چین آئے

سسکتی آنکھیں، دہکتے آنسو

جو خواب دیکھیں

وہ ٹوٹ جائیں

تھکن بہت ہے...... جلن بہت ہے

جلن بہت ہے

ادھورے پن کی چبھن بہت ہے

ثانیہ نے ڈائری سے سر اٹھایا۔

نجانے کب...... کس کی نظم پڑھی تھی اور نجانے کیا سوچ کر ڈائری میں نوٹ کر لی تھی۔ کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس کی زندگی اس نظم کی عملی تفسیر بن جائے گی۔ وہ کروٹ بدل بدل کر تھک جاتی، مگر نیند روٹھی ہی رہتی۔

ہاں جس دن سے اس نے یہ فیصلہ کیا تھا، باقی سارا گھر سکون سے سو رہا تھا۔

صحن میں دادی کی چارپائی تھی۔ ان کے خراٹے پنکھے کی آواز سے بھی بلند تھے۔

رابعہ کی چارپائی پر موبائل روشن تھا۔

وہ جانتی تھی اس کا سہیل بھائی سے رابطہ ہو گیا تھا۔

وسیم نے آ کر بہت ہنگامہ کیا تھا۔ وہ کسی صورت ماننے کو تیار نہ تھا۔

"کون اس طرح طلاق کی دھمکیاں دے کر بلیک میل کر کے رشتے لیتا ہے۔ اور ہم اتنے مجبور ہو گئے ہیں کہ پھوپھو کا جو دل کرے گا ہمارے ساتھ کریں گی۔"

"ہم نے تو ساری زندگی مجبوری کے ہی سودے کیے ہیں۔" نادرہ نے آہ بھری۔

"اور رابعہ! تب تو تم نے بڑی ہمت کے ساتھ منگنی کروائی تھی۔ تو اب کیا ہو گیا؟" وسیم رابعہ کی طرف مڑا۔ اس نے شرمندگی سے گردن جھکا لی۔

"اچھا اب بس کر بچے...... ! سب ٹھیک ہو گیا ہے۔ نہ خود کو ہلکان کرو۔" دادی نے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ "فرخ اتنا بھی برا لڑکا نہیں ہے۔"

"اور تم بتاتی کیوں نہیں ہو ثانیہ تم نے خود فیصلہ کیا ہے۔" شبیر احمد نے زچ ہو کر خاموش بیٹھی ثانیہ کو دیکھا۔

اس نے اپنے ہاتھوں سے نظر اٹھا کر باپ کو دیکھا۔

"بہت مجبوری میں فیصلہ کیا ہے اور یہ بات سب جانتے ہیں۔"

شبیر احمد نے دانت پیس لیے۔

"بتائیں......!" وسیم طنز کے ساتھ باپ کی طرف بڑھا۔"دل کی رضا نہیں، خوشی نہیں...... گھر کیسے بسائے گی؟"

"بات سنو! تمہاری نہیں، میری اولاد ہے، خوامخواہ ٹانگ نہ اڑاؤ۔"

"میں تو بلاؤں گا۔ خاندان کو، برادری کو بٹھا کر فیصلہ کراؤں گا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک جگہ سے منگنی تڑوا کر زبردستی دوسری طرف بیاہ دیا جائے۔" وہ ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔

ثانیہ کو بھائی پر پیار آ گیا۔

"چھوڑیں وسیم بھائی، یہاں کچھ نہیں ہوگا۔"

"بس ہار مان لی؟" وسیم اس کی طرف پلٹا۔

"یہی سمجھ لیں۔"

"تو ٹھیک ہے۔ میں اس ڈرامے کا حصہ نہیں بنوں گا۔ نہ ان لوگوں کی شکلیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"وسیم! میرے بچے! ادھر آ میرے پاس، میں سمجھاتی ہوں۔" دادی اسے پچکارنے لگیں۔

ثانیہ نے جھرجھری لے کر خود کو اس منظر سے آزاد کروایا۔

دور کہیں رات کی رانی مہک رہی تھی۔

ثانیہ نے سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھائے۔

رابعہ بدک کر اٹھی۔

"ثانیہ! کہاں جا رہی ہو؟"

ثانیہ رکی، گہری سانس لے کر خود کو سنبھالا۔

"سو جاؤ رابعہ! وہ اب چھت پر نہیں آتا۔"

رابعہ شرمندہ سی ہو کر دوبارہ لیٹ گئی۔

"ہوا خوری کے لیے جا رہی ہوں، ابھی آ جاؤں گی۔"

یہ تنبیہ تھی کہ میرے پیچھے آنے کی ضرورت نہیں۔

لیکن یہ ثانیہ کی غلط فہمی تھی کہ وہ چھت پر نہیں آتا۔

چاند تنہا رات کا مسافر نہ تھا۔

وہ وہیں موجود تھا۔

اسے دیکھ کر دیوار پھلانگ آیا۔ جیسے کب سے منتظر تھا۔

"کبھی تو آئے گی۔"

ثانیہ گھبرا کر پلٹی۔

مگر عبید اس لمحے کو جانے نہیں دے سکتا تھا۔

"راستہ چھوڑ دو۔" آواز سرگوشی سے زیادہ نہ تھی۔

وہ اسے بازو سے کھینچ کر چھت کے دوسرے کنارے پر لے آیا اور دیوار کے ساتھ لگا دیا۔

"سوچ سوچ کر تھک گیا ہوں کہ تم بے وفا ہو یا مجبور......"

"بے وفا تو مت کہو، بے وفا ہوتی تو تم سے بہتر آپشن کا انتخاب کرتی۔"

اسے اتنی تکلیف منگنی ٹوٹنے کی نہیں ہوئی تھی، جتنی اس بدگمانی پر۔

"رابعہ والی مجبوری میری سمجھ میں نہیں آتی۔ سہیل اتنا بے وقوف نہیں ہو سکتا کہ ماں کی باتوں میں آ کر بیوی کو طلاق دے۔"

"تم پھوپھو کو جانتے نہیں ہو۔ اور جب باپ کہے کہ جاؤ اسے بلا کر لاؤ، ابھی نکاح پڑھوا کر دفع کرتا ہوں، پھر زندگی بھر شکل نہیں دیکھوں گا تو کیا کرتی۔ میں جاہلوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہوں عبید! یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

"تو بلا لیتیں۔ تمہیں کیوں لگا کہ عبید تمہیں اس سچویشن میں تنہا چھوڑے گا۔" وہ غرایا۔

گرم دیوار کے ساتھ لگی ثانیہ کی پشت دہکنے لگی۔ مگر وہ اتنا پاس تھا کہ ہل نہیں سکتی تھی۔

''یہی سب کرنا ہوتا تو کورٹ میرج نہ کر لیتی۔''

''تو جواب کر رہی ہو؟''

ثانیہ نے آہستگی سے اسے پیچھے دھکیلا۔ خود دیوار سے دور ہوئی۔

''صرف منگنی کر رہی ہوں اور منگنی کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔''

''کہنا کیا چاہتی ہو؟'' عبید کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

''اس سچویشن سے نکلنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ منگنی ہو جائے گی۔ مجھے وقت مل جائے گا اور اس دوران کوئی راستہ بھی......''

عبید کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔

''تم جذباتی ہو عبید! ثانیہ نہیں۔ اگر میری جگہ اس سچویشن میں تم ہوتے تو اپنی محبت کے لیے قربانی نہ دیتے۔ میں صرف اس وقت کو ٹال رہی ہوں عبید......!''

''میں برداشت نہیں کر سکتا۔'' عبید دبی دبی آواز میں چلایا۔

''تو پھر جا کر اس فرخ کی جان لے لو، تب ہی میری جان چھوٹ سکتی ہے۔'' وہ غصہ ہو کر دور چلی گئی۔

''ضروری تو نہیں سب کچھ اسی طرح ہو، جس طرح تم سوچ رہی ہو۔''

''اسی طرح ہوگا جس طرح میں سوچ رہی ہوں۔ بس ایک بار رابعہ گھر چلی جائے اور اس کے بچے ہو جائیں۔''

عبید چپ سا ہو گیا۔ ثانیہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔

''کیا ہوا خاموش کیوں ہو؟''

''تو میرا گمان تمہارے بارے میں ٹھیک ہی تھا۔''

''میں بے وفا ہوں۔'' اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''کہ تم ہارتی نہیں ہو۔'' عبید کے تنے ہوئے اعصاب پرسکون ہو گئے تھے۔

ثانیہ اس کے پاس آئی۔ آہستہ سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"ثانیہ نے تم سے محبت کی عبید، اور شادی بھی تم ہی سے کرے گی۔بس اتنا یقین رکھنا۔"

رات کی رانی کی خوشبو کچھ اور تیز ہو گئی تھی۔

وہ دونوں گرم رات کی ٹھنڈی چاندنی میں بھیگتے رہے۔

☆......☆......☆

"یہ سامان بھیجا ہے پھوپھو نے۔" رابعہ سامان دیکھ کر رونے والی ہو گئی۔

آصفہ نے فرخ سے پیسے تو لے لیے تھے مگر سامان رابعہ والا ہی بھیجا تھا۔

"تمہاری پھوپھی سے یہی امید رکھی جا سکتی ہے۔اور بدنصیبی دیکھو اسی ڈائن کو دوسری بیٹی بھی دے رہی ہوں۔" نادرہ نے ڈبا پٹخا۔

شبیر احمد نے شرمندگی سے نظریں چرائیں۔

"ان میں کیا مسئلہ ہے، سب کچھ اتنا اچھا تو ہے۔" دادی نے حیران ہو کر ناگواری سے کہا۔

"دادی! میری بری کا سامان ہے۔" رابعہ نے بتایا تو حق دق رہ گئیں۔

"اس کا دماغ ٹھیک ہے؟"

"ان عورتوں کو تو بات کا بتنگڑ بنانے کی عادت ہے۔اب سب کچھ اتنی اچانک جو ہو رہا ہے۔" شبیر احمد بگڑے۔

"ابا......! بازار میں سب کچھ بنا بنایا مل جاتا ہے۔ لینے کی نیت تو ہو۔ایک میری خاطر وہ اتنی بڑی قربانی دے رہی ہے اوپر سے یہ اترن دیکھے گی تو اس کے دل پر کیا گزرے گی۔"

"کچھ نہیں گزرے گی، مجھ سے پیسے لو اور اس کے لیے نئے کپڑے لے آؤ۔"

وہ غصے سے کہہ کر اٹھ گئے۔

"یہی کرنا پڑے گا۔" نادرہ بڑبڑائیں۔

"اماں! میرا دل ہول رہا ہے۔ہم ثانیہ کے ساتھ ٹھیک نہیں کر رہے۔"

رابعہ خود کو کتنا بھی سمجھا لیتی، احساسِ شرمندگی تھا کہ جاتا ہی نہ تھا۔

"میں تو خود سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی ہوں۔ کیسے فرخ کیساتھ گزارا کرے گی۔" نادرہ نے آہ بھری۔

''اس کو عبید کے ساتھ رخصت کر کے اس کو گھر بٹھالو۔'' دادی کو تاؤ آیا۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا۔فرخ کی محبت دیکھے گی تو عبید کو بھی بھول جائے گی۔''

☆......☆......☆

فرخ کی بائیک اچانک عبید کی بائیک کے سامنے آ گئی۔ وہ بریک نہ لگاتا تو دونوں ٹکرا کر گرتے۔عبید نے غصے سے دیکھا تو وہ بائیک روک کر اتر آیا۔

''کیا حال ہے سالے صاحب؟''

''بکواس بند کرو۔''

''کیا کروں اب تم سے یہی رشتہ بنتا ہے۔'' وہ خباثت سے ہنسا۔

''زیادہ بکواس کی تو منہ توڑ دوں گا۔'' عبید کی مٹھی بھنچ گئی۔

''اف! اتنا غصہ لیکن آج تمہاری کسی بات پر ری ایکٹ نہیں کروں گا۔دن ہی اتنا مبارک ہے۔''

عبید نے غصے سے بائیک اسٹارٹ کی۔

وہ جانتا تھا آج اس کی ثانیہ سے منگنی ہے۔

''جاؤ بھئی، میں کون سا تمہارا راستہ روک کر کھڑا ہوں۔'' وہ ایک طرف ہوا۔

''میں تو بس اب سامنے آ گئے ہو تو سوچا انوائیٹ کر دیتا ہوں۔آج تین بجے میرا اور ثانیہ کا نکاح ہے،شریک ہونا چاہو تو ہو جانا، مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔''

عبید کو لگا، زمین ہل کر رہ گئی ہے۔''

قسط نمبر 10

بند آنکھوں کی اوٹ میں نیند کم اور بے چینی زیادہ تھی۔کوئی ان چاہا سا خواب پلکوں پر لرز رہا تھا۔
سامان ایک طرف رکھتے رابعہ نے بے حد پریشانی سے ثانیہ کو دیکھا۔شاید ذرا دیر کو اس کی آنکھ لگی تھی۔
وہ ثانیہ کی شاپنگ کر کے واپس آئی تھی تو ہکا بکا رہ گئی۔مہمان، برادری کے کچھ قریبی لوگ......
بھاری تن و توش کے ساتھ دادی کے تخت پر براجمان کہ دادی کونے میں سکڑی بیٹھی کینہ توز نظروں سے فاطمہ خالہ کو گھور رہی تھیں۔دھان پان سے فیروز چچا (رشتے کے) اپنا حقہ گڑگڑاتے ہمہ تن گوش تھے۔
ان کی اہلیہ، آل اولاد......
''اف......اف......!'' وہ سب سے ملتی، جان چھڑاتی ماں کو ڈھونڈتی کچن میں آئی جو لیموں پانی کی بالٹی میں برف ڈال رہی تھیں۔ ہاتھوں کے توتے اور چہرے کی ہوائیاں اڑی تھیں، رابعہ انہیں کھینچ کر کمرے میں لے آئی جہاں شبیر نجانے کون سے حساب کتاب کر رہے تھے۔
''یہ سب کیا ہے؟ یہ رشتے دار یہاں کیا کر رہے ہیں؟''
''اپنے باپ سے پوچھو......'' نادرہ نے دانت پیسے۔
''ابا! منگنی پر ان سب کو بلانے کی کیا ضرورت تھی؟'' رابعہ باپ کی طرف مڑی۔
''منگنی نہیں، ثانیہ کی شادی کر رہا ہے۔'' نادرہ نے بیٹھ کر رونا شروع کر دیا۔
رابعہ کے ہاتھ سے شاپر گر گئے۔
بے یقینی سی بے یقینی......
''ابا! یہ کیا کر رہے ہیں۔وہ تو منگنی پر اتنی مشکل سے مانی تھی، اسے تھوڑا وقت تو دیا ہوتا......''
رابعہ نے دہائی دی۔

"وقت ہی تو نہیں دینا...... وہ کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتی ہے۔" وہ بڑبڑائے۔ باپ تھے۔ رگ رگ سے واقف نہ بھی ہوں، تب بھی بیٹی کو جانتے تھے۔

"میرا دل ہول رہا ہے۔ ہم اپنی بیٹی کے ساتھ ٹھیک نہیں کر رہے۔ دیکھا نہیں کیسا ہلدی سا رنگ ہو گیا ہے۔" نادرہ نے بیٹھ کر رونا شروع کر دیا۔

وہ عبید کو کتنا چاہتی تھی۔

"فرخ کے ساتھ کیسے گزارا کرے گی۔"

یہ احساس انہیں اندر ہی اندر کھا رہا تھا۔

"یہ کون سا کرنا چاہتی تھی......" شبیر نے رابعہ کی طرف اشارہ کیا۔ "اب بس رہی ہے نا...... اسی طرح وہ بھی گزارا کر لے گی۔"

رابعہ نے حیرت سے باپ کو دیکھا۔ یہ سچ ہے کہ رابعہ پھوپھو کی وجہ سے ڈری ہوئی تھی مگر وہ سہیل کو پسند کرتی تھی اور سہیل اسے......

"جاؤ...... اب جا کر ثانیہ کو بتا دو۔ باہر برادری جمع ہے۔ امید ہے شور شرابا نہیں کرے گی۔"

تبھی ثانیہ ہڑبڑا کر جاگی۔ جیسے خواب میں ڈر گئی ہو۔ رابعہ کی سوچوں کی تان ٹوٹی۔

ثانیہ نے حواس باختہ ہو کر ادھر ادھر دیکھا۔ دونوں مٹھیوں میں بیڈ شیٹ دبوچے...... پسینہ پسینہ چہرہ......

"کیا ہوا ثانیہ......؟" رابعہ تیزی سے قریب آئی۔ "کوئی خواب دیکھا ہے؟"

"ہاں......!" ثانیہ نے تھوک نگلا۔ "مجھے لگا عبید مجھ سے دور چلا گیا۔"

رابعہ نے شرمندگی سے نظریں پھیر لیں۔

"اب اسے بھول جاؤ ثانیہ......!"

"مطلب خود کو بھول جاؤں......" اس نے دوپٹے سے چہرہ صاف کیا۔

"ثانیہ! مجھے معاف کرو، یہ سب کچھ میری وجہ سے ہو رہا ہے۔"

''بس اب رہنے دو رابعہ...... پہلے کبھی ایسا ہوا ہے کہ پھوپھو نے فرمائش کی ہو اور وہ پوری نہ ہوئی ہو۔'' اس نے تلخی سے کہہ کر اپنے بکھرے بالوں کو سمیٹا......

رابعہ نے پاس بیٹھ کر گھٹنے پر ہاتھ رکھا۔

''تم میرے ساتھ ہو گی تو ہم مل کر اس گھر کا نقشہ بدل دیں گے ثانیہ......'' رابعہ نے ثانیہ سے زیادہ خود کو تسلی دی۔

''میں وہاں جاؤں گی، تب نا......!''

''کیا مطلب......؟''

''میں صرف منگنی کر رہی ہوں...... وہ بھی تمہاری گھر واپسی تک...... وہاں جا کر سہیل کو قابو کر لینا۔ دو بیٹوں کی ماں بنو گی۔ تمہارا پلڑا ویسے بھی بھاری ہو گا۔ پھر میں مناسب وقت دیکھ کر منگنی توڑ دوں گی۔'' ذرا سا آگے کو جھکتے اس نے رابعہ کے سامنے حقیقت رکھ دی۔

رابعہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

ثانیہ کو اس کی حالت پر ہنسی آ گئی۔

''تو تمہیں کیا لگا...... میں سچ میں اس خبیث فرخ سے شادی کرنے جا رہی ہوں۔''

رابعہ کی زبان تالو سے لگ گئی۔ لفظ گونگے ہو گئے۔

تب ہی ثانیہ کی نظر سامان پر گئی۔

''یہ پھوپھو نے بھجوایا ہے؟'' اس نے اندر سے جوڑا نکالا۔

''اوئے ہوئے اتنا پیارا جوڑا...... پھوپھو نے تو بڑا دل کیا ہے...... پر یہ تو برائیڈل ڈریس ہے۔ اس اسٹوپڈ منگنی پر میں یہ پہنوں گی۔''

اس نے استہزائیہ انداز میں کہتے جوڑا پرے ڈال دیا۔ تب ہی دھیان باہر سے اٹھتی اجنبی سی آوازوں پر گیا۔

''یہ باہر کیسا شور ہے؟''

''مہمان ہیں۔'' رابعہ بدقت دو لفظ بولی۔

''کیا ضرورت تھی، فالتو سی منگنی پر مہمانوں کو بلا لیا۔'' ثانیہ چڑ گئی۔ ''تمہاری دفعہ تو دو پیسے خرچ نہیں کیے تھے۔ اب کس بات کا شور شرابا ہے۔''

''کیونکہ تمہاری منگنی نہیں، ش......شادی ہو رہی ہے۔'' رابعہ کی پھنسی پھنسی آواز نے ثانیہ کے سر پر بم پھوڑ دیا تھا۔

☆......☆......☆

مہمانوں کے آنے سے ذرا پہلے دادی نے اپنی بتیسی کو مانجھ مونجھ کر منہ میں فٹ کیا۔ سفید بالوں میں سرخ مہندی کا رنگ...... چہرے پر تبت سنو کسی اور کریم پر اعتبار ہی نہ تھا۔ چہرے کی جھریاں لشکنے لگیں۔ سب سے نیا جوڑا زیب تن کیے وہ تخت پر براجمان تھیں۔ جس پر سفید پھولوں والا گلابی تخت پوش ڈالا گیا تھا۔ گلابی اور سفید تکیے پشت پر موجود تھے۔ دل بجھا بجھا تھا۔ گھر کی فضا بھی سوگوار اور تلخی لیے تھی۔ مگر شادی تو تھی اور مہمان بھی آنے والے تھے۔ رابعہ بازار گئی تھی۔ نادرہ نجانے کس کونے میں گھسی تھی اور ثانیہ کی تو دو دن سے انہوں نے شکل بھی نہ دیکھی تھی۔

''ہائے کوئی ایسے بھی شادی ہوتی ہے۔'' انہوں نے آہ بھر کے صاف ستھرے صحن کو دیکھا۔ اندر ہی اندر کوئی چیز دل کو کھائے جا رہی تھی۔

تب ہی سیڑھیوں سے کوئی تیزی سے نیچے آیا۔

دل دھڑک سا گیا۔ مگر سامنے ارم کو دیکھ کر تسلی ہوئی۔

(ارم کی جگہ عبید بھی ہو سکتا تھا۔ دل کا دھڑکا)

''دادی! ثانیہ کہاں ہے؟''

عبید کس بری حالت میں ارم کے پاس آیا تھا۔ تب ارم کو پتا چلا کہ ثانیہ تو محض ڈرامہ کر رہی تھی۔

(مگر شبیر احمد نے سارا اسکرپٹ ہی بدل ڈالا)

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے عبید......؟''

''یہی تو میری سمجھ میں نہیں آرہا، اس نے کہا تھا......'' وہ پاگلوں کی طرح ثانیہ کی ایک ایک بات دہراتا گیا۔

''کیا مطلب......؟ اس نے تم سے جھوٹ بولا۔'' ارم ہکا بکا رہ گئی۔

''میں نہیں جانتا، مگر وہ فرخ......نہیں، وہ مذاق نہیں کر رہا تھا۔''

''تو اب......؟'' ارم کا دماغ ماؤف ہو گیا۔

''جاؤ، اس سے بات کرو۔ اس سے پوچھو ارم! یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' عبید نے بہن کو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

''ارم! ورنہ میں خود چلا جاؤں گا۔'' متذبذب سی ارم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''دادی!'' ارم نے دوبارہ پکارا۔

دادی کے دماغ میں خیالات اٹھک بیٹھک کرنے لگے۔ منگنی ٹوٹ گئی تھی تو اب یہ تو ممکن نہ تھا کہ ارم ثانیہ کے نکاح میں شرکت کے لیے آئی ہو۔ ضرور عبید کا پیغام لائی ہو گی۔

''وہ......وہ تو پارلر گئی ہے۔''

''پارلر......؟'' ارم نے بوکھلا کر ثانیہ کے کمرے کی طرف دیکھا۔

(ثانیہ کی قسمت کہ ذرا سی اونگھ آ گئی تھی۔ کئی راتوں کی بے خوابی نیند بن کر پلکوں پر اتر آئی تھی۔)

جب قسمت نے دھوکا دینا ہو تو یوں ہی سلاتی ہے۔ لیکن قسمت دھوکا کہاں دیتی ہے۔ تقدیر کا لکھا تو ہر حال میں پورا ہوتا ہے۔

''ہاں......ہاں! آج اس کی شادی جو ہے۔ اب مہمان بھی پہنچنے والے ہیں۔ افراتفری میں سب کچھ کرنا پڑا۔ حالات تو تمہارے سامنے ہی تھے۔'' وہ نظریں چرائے، گلابی پھولوں پر انگلی پھیرتی بڑبڑاتی ساری تفصیل سنانی گئیں۔

''اور ثانیہ اتنی جلدی شادی پر بھی مان گئی؟'' ارم نے رنجیدگی سے پوچھا۔

''مانی ہے تب ہی تو پارلر گئی۔ کوئی باندھ کر تو لے نہیں گیا۔ اسے کیا اپنی بہن سے پیار نہیں ہے۔''

عبید کا رنگ اڑ گیا۔

"وہ مجھے دھوکا دیتی رہی...... وہ شادی کے لیے تیار تھی اور مجھ سے کہتی رہی......" اس کا گلا رندھ گیا۔

"عبید! اب کیا ہو سکتا ہے۔ ثانیہ کو تمہیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہیے تھا۔ لیکن شاید وہ ڈرتی ہو کہ تم کوئی ہنگامہ نہ کر دو۔"

ارم کی سمجھ میں نہیں آیا کہ بھائی کو کن لفظوں میں تسلی دے۔

"کیا ہوا؟" اندر آتی آسیہ نے کچھ حیرت سے دونوں کو یوں آمنے سامنے کھڑا دیکھا تو بے اختیار پوچھا۔

عبید ایک بھی لفظ کہے بغیر وہاں سے چلا گیا۔

ارم نے بے بسی سے ماں کو دیکھا اور تفصیل بتانے لگی۔

☆......☆......☆

نمبر ملا ملا کر اس کی انگلیاں گھس گئیں۔ مگر اس کا نمبر بند تھا۔ وحشت دل کے ہر کونے میں کنڈلی مار کر بیٹھ گئی تھی۔ رشتے دار عورتیں آتیں۔ نادرہ کے روکنے کے باوجود کمرے میں گھس آتیں۔ زبردستی گلے لگا کر پیار کرتیں اور نادرہ کی قسمت پر رشک بھی...... جسے گھر بیٹھے دونوں بیٹیوں کے لیے رشتے مل گئے۔ کچھ لوگوں کو اس افراتفری اور جلد بازی میں شادی پر شکوک وشبہات بھی کافی تھے۔

دادی سب کو مطمئن کرنے میں لگی تھیں۔ تھک کر ثانیہ نے اندر سے کنڈی لگا لی۔ ورنہ شاید وہ سب کے سامنے چلا اٹھتی۔ غصہ، بے بسی اور اشتعال تو ایسا ہی تھا کہ سب کے سامنے تماشا لگانے کو دل کرتا۔ مگر اندر کچھ تھا جو روکے ہوئے تھا۔

("خاندان کی ہی نہیں، خود تمہاری بھی بدنامی ہے۔") کوئی تھا جو اس کا ہاتھ پکڑ رہا تھا۔

"عبید......عبید......! میری کال لے لو...... پلیز! یا اللہ میری مدد کر...... میں فرخ سے شادی نہیں کر سکتی۔ عبید! کہاں چلے گئے ہو؟"

اس کے ننگے پیروں نے فرش گھسا دیا۔

ہاتھ پیر پھول رہے تھے۔

وقت ریت کی طرح پھسلا جارہا تھا۔

وہ رونے والی ہوگئی۔

باہر سے رابعہ دروازہ بجارہی تھی۔

''ثانیہ! تم تیار ہوگئیں؟''

یہ خاندان کے لیے اعلان تھا تاکہ اس کے بند دروازے کا جواز بن سکے۔

ثانیہ نے ارم کا نمبر ملایا۔ ارم نے بے حد غصے سے کال لی۔

''اب کیا مسئلہ ہے؟'' ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ملا تب ہی وہ اس کا لہجہ نظر انداز کرگئی۔

''ارم! عبید کہاں ہے، اس کا نمبر کیوں بند جارہا ہے؟''

''مجھے کیا پتا، محبت میں دھوکا کھا کر لوگ کہاں جاتے ہیں۔''

ارم نے تلخی سے کہا۔ اسے ثانیہ پر غصہ تھا۔ عبید کو چھوڑنا ہی تھا تو پورا چھوڑ دیتی۔ اسے لارے لگا کر آسرے پر رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

''دھوکا تو میرے ساتھ ہورہا ہے۔ یہ لوگ منگنی کی جگہ میری شادی کررہے ہیں۔'' وہ سچ مچ رو پڑی۔

''میں فرخ سے شادی نہیں کروں گی۔ میں مرجاؤں گی۔''

ارم چپ کی چپ رہ گئی۔ کیا کہتی کہ ہمیشہ اپنی عقل پر بھروسا اسی طرح دھوکا دیتا ہے۔ ہر دفعہ نتیجہ وہ نہیں نکلتا جو ہم نے سوچا ہوتا ہے۔

''ارم!'' وہ کرلائی۔

''وہ گھر پر نہیں ہے۔ تمہاری شادی کا سن کر چلا گیا تھا۔'' ارم نے گہری سانس لے کر ہلکی آواز میں بتایا۔

''پلیز! عبید سے بات کرو۔ پتا کرو وہ کہاں ہے۔'' عقب سے آسیہ نے نرمی سے موبائل ارم کے ہاتھ سے لے کر اسپیکر آن کیا۔

"یہ وقت...... ہاتھ سے نکل گیا تو میں اور عبید تمہیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔"

ارم نے ماں کو دیکھا۔

"اب کیا کریں گے امی......؟"

"ہم کچھ نہیں کریں گے ارم......!" آسیہ نے کہا اور بیڈ کے کنارے بیٹھ گئیں۔ موبائل پاس رکھ لیا۔

"اس قصے کو ہمیشہ کے لیے ختم ہو جانے دو۔"

"مگر امی، عبید...... ثانیہ......"

"بیٹا! صرف محبت ہی تو سب کچھ نہیں ہوتی۔" انہوں نے نرمی سے ارم کو دیکھا۔

"وہ بیٹی ہے، بہن ہے...... میں کیسے اپنے بیٹے سے کہوں کہ اس نازک وقت میں آ ؤ...... اور اس کے خاندان کے سامنے تماشا بنا دو۔"

"اس چکر میں ان دونوں کی زندگی تماشا بن رہی ہے امی......" ارم کی سوچ اس کی عمر کی طرح کچی تھی۔

"مت بھولو، یہ دھوکا ہم نے ثانیہ کو نہیں دیا۔ اس کے اپنے گھر والے دے رہے ہیں۔ گھر بھرا ہے ان کی برادری سے، میں اپنے بیٹے کو اس آگ میں نہیں جھونک سکتی۔ تم بھی خاموش رہو۔"

ان کے لہجے میں ہلکی سی سختی در آئی۔ ایسی سختی جس کے بعد ارم کو کچھ بھی کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔

☆......☆......☆

دروازے پر دستک مسلسل تھی۔

کبھی ہلکی، کبھی زور سے......

کچھ خوف زدہ...... کچھ ڈری ڈری، کچھ جارحانہ......

"لگے رہو...... یہ دروازہ کھلے گا ہی نہیں۔" اس نے تہیہ کر لیا تھا۔

"ثانی...... او ثانی......!" دادی کی مدھم آواز۔

ثانیہ نے لپک کر دروازہ کھولا۔

ایسا نہیں کہ اسے دادی سے بہت محبت تھی۔ بس دادی کو بہت ستانا چاہتی تھی۔

مگر وہ اکیلی نہیں تھیں۔

ابا، اماں، رابعہ اور وسیم بھی تھے۔

وسیم نے اسے دیکھ کر نظریں جھکا لیں۔

بہن کی بارات میں بھائی شامل نہ ہوتا تو سو طرح کے سوال اٹھتے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے نادرہ کی منت پر آنا پڑا۔

ثانیہ جانتی تھی وہ سب کیوں آئے ہیں۔

عزتوں کے واسطے...... بدنامی، بے بسی، خاندان......

آج وہ لوگ اس کے پیر چھونے کو تیار تھے۔

اور ان کے عقب میں خاندان کی خواتین کی متجسس نگاہیں...... ثانیہ کا دل چاہا کہ وہ دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھے اور اتنی زور سے چیخے کہ زمین و آسمان ہل جائیں۔

☆......☆......☆

اور کچھ ہو نہ ہو، بارات بج گج کے آئی تھی۔ آسیہ نے اس معاملے میں چھوٹے بیٹے کی دفعہ خوب ارمان نکالے تھے۔ بینڈ باجا، ڈھول والے الگ...... بری کے بجائے پیسے انہوں نے یہیں تو لگائے تھے۔ شریکوں کے سینے پر مونگ جو دلنے تھے۔

بارات کے آتے ہی ٹھنڈی بوتلیں سرو کردی گئیں۔

آف وائٹ شیروانی اور میرون کلاہ پہنے فرخ بے حد جاذب نظر اور پرکشش لگ رہا تھا۔ اندرونی خوشی سے چہرہ تمتما رہا تھا۔ عبید کے گھر کے سامنے تو خاص تاکید تھی ڈھول والے کو...... بس کان ہی پھاڑ دینے ہیں۔

عبید کے گھر والوں نے بڑے صبر اور حوصلے سے یہ طوفان بدتمیزی برداشت کیا۔

''اب تو خوش ہیں آپا...... میں نے اپنے دونوں جگر کے ٹکڑے آپ کے حوالے کر دیے ہیں۔''
شبیر نے خوشامدی انداز میں دادی کے پاس بیٹھی آصفہ کا گھٹنا چھوا...... جو آف وائٹ، فینسی کڑھائی والے قیمتی سوٹ میں ملبوس بڑے ٹھسے سے بیٹھی تھیں۔ دادی نے باقاعدہ ناراضی کے اظہار کے طور پر رخ موڑ کر ایک مہمان خاتون سے گفتگو شروع کر رکھی تھی۔

کچھ بھی تھا، انہیں بیٹی کے طور طریقے پسند نہ آئے تھے۔

''میرے بھولے بھیا! جگر کے ٹکڑے تو بیٹے ہوتے ہیں۔ بیٹیاں نہیں......'' آصفہ نے تفاخر سے گردن اکڑائی۔

دادی نے ناگواری سے ہنکارا ابھرا۔

''بیٹیاں تو بوجھ ہوتی ہیں۔''

''کبھی کبھی بیاہ کے بھی سر سے بوجھ نہیں اترتا...... سینے پر سل کی طرح دھرا ہی رہتا ہے۔'' دادی بڑبڑائیں۔

آصفہ تلملائیں۔

مگر حاضرین متوجہ تھے۔ آصفہ کو پینترا بدلنا پڑا۔

''چلو اللہ نے مجھے توفیق دی۔ بھائی کا بوجھ بانٹ لیا۔''

شبیر ہکا بکا بہن کا چہرہ دیکھنے لگے۔

آصفہ تھوڑا شرمندہ ہو گئیں۔

''اچھا، اچھا...... جن بھی حالات میں شادی ہوئی، بہوئیں تو میری ہی بنی ہیں۔ اب میرے نصیب، پہلی بہو بھی خالی ہاتھ آئی اور دوسری......''

ناگواری کے گہرے احساس نے شبیر کے دل کو گھیر لیا۔

''اب جو کچھ بھی ہے، جیسا بھی ہے، آپ کے سامنے ہے آپا...... اپنوں میں یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں۔''
نہ چاہتے ہوئے بھی ہلکی سی تلخی ان کے لہجے سے مترشح تھی۔ ایک بیٹی کا گھر بچانے کے لیے

دوسری کے ارمانوں کو آگ لگائی تھی۔

ایسا نہیں کہ انہیں احساس نہ تھا۔

بھائی کے لہجے کو آصفہ نے بھی محسوس کیا۔

کسی بچے کے ہاتھ سے شربت کا گلاس چھوٹ گیا تھا۔ وہ رخ بدل کر اس کو ڈانٹنے لگیں۔

''ابا! مولوی صاحب آ گئے ہیں۔'' وسیم نے آ کر بتایا۔

''لو بھتیجے نے تو پھوپھو کو سلام بھی نہ کیا......'' آصفہ نے شکوہ کیا۔

''اب تو ہم پر سات سلام فرض ہو گئے ہیں پھوپھو......'' وسیم کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔ جسے پا کر آصفہ دل ہی دل میں تلملا گئیں۔

''جاؤ، مولوی صاحب کو بلاؤ، اور نکاح میں کتنی دیر ہے؟''

☆......☆......☆

وہ اتنی چپ تھی کہ رابعہ کو خوف آنے لگا۔ اس نے خاموشی سے کپڑے بدلے۔ پارلر والی نے آ کر تیار کرنا شروع کر دیا۔ اس کے تیکھے، جاذب نقوش کچھ اور دلکش، کچھ اور نکھرنے لگے۔ کیسی سوگواری تھی جس نے اس کے حسن کو کچھ اور نکھار دیا تھا۔

''اب دیکھیں؟'' اس نے دوپٹا سیٹ کر کے آئینے کی طرف اشارہ کیا۔

چابی کی گڑیا نے بے اختیار خود کو آئینے میں دیکھا۔

ہاں، وہ چابی کی گڑیا ہی تو تھی۔

اٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ، کپڑے بدلو، تیار ہو جاؤ، اب نکاح نامے پر سائن کر دو۔

ہلکی سی میسج ٹون نے اس پر چھایا جمود توڑ دیا۔

اس نے لپک کر موبائل اٹھایا۔

دلہا بنے فرخ نے اپنی تصویر بھیجی تھی۔

وہ گم صم سی دیکھتی رہی۔

''یہ ثانیہ کا نصیب تھا؟''

ثانیہ جو کہتی تھی، میں اپنا نصیب خود لکھوں گی۔ کم ہمت لوگ تقدیر کے ہاتھوں ہارتے ہیں، اور وہ کم ہمت نہیں تھی......

''تو پھر ہاری کیوں؟''

فرخ تصویر میں استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔

''خود کو دیکھو۔ دلہن بنی بیٹھی ہو۔ ذرا دیر میں مولوی صاحب آئیں گے اور تم ہمیشہ کے لیے میری ہو جاؤ گی۔ اور وہ میرا رقیب، تمہارا عاشق تمہیں چھوڑ کر نجانے کہاں دنیا کے کونے میں گم ہو گیا ہے۔''

اس کی مکروہ ہنسی ثانیہ کی سماعتوں میں زہر گھولنے لگی۔

''یہ آپ کے دلہا ہیں۔ ماشاء اللہ! چاند سورج کی جوڑی ہے۔'' پارلر والی نے بے حد اشتیاق سے پوچھا۔

ثانیہ نے موبائل بیڈ پر دے مارا۔

وہ ہکا بکا رہ گئی۔

''تمہارا کام ختم ہو گیا تو دفع ہو جاؤ۔''

وہ اپنا سامان سمیٹے بغیر بگٹٹ بھاگ لی۔

''دلہن خوش نہیں ہے۔'' یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیلنے والی تھی۔

☆......☆......☆

فرخ کی سرشار ہنسی، باتیں، قہقہے......

آخر آصفہ کو ہی اٹھ کر آنا پڑا۔

''بڑے دانت نکل رہے ہیں...... کنٹرول کر...... اس لڑکی کا کیا بھروسا عین وقت پر انکار کر دے۔''

''چھوڑو، اماں! اب کیا انکار کرے گی۔'' اس نے مسکرا کر موبائل نکالا۔

مولوی صاحب، شبیر احمد اور وسیم لڑکی کی رضامندی کے لیے کمرے میں جا رہے تھے۔

سہیل جاتے جاتے رابعہ کے قریب رکا۔

”کیسی ہو؟“

رابعہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا ہی نہیں۔

دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ بس دادی کو کھیر کا پیالہ دینے لگی۔ انہوں نے ہی ہاتھ اٹھا کر تسلی کروائی۔

”ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے۔“ پھر یاد آ گیا سہیل نے کیا کیا ہے۔ ”اب جاؤ یہاں سے، تم سے تو میں بعد میں نمٹوں گی۔“

دادی کے غصے سے کہنے پر وہ ان کا گھٹنا پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا۔

”سو جوتے بھی ماریں تو قبول ہے لیکن آپ اچھی طرح جانتی ہیں، آپ کی بیٹی کے سامنے کسی کی چلی ہے۔“

(آپ کی بیٹی)

رابعہ نے چونک کر دیکھا۔ وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔

اس نے ”میری ماں“ نہیں کہا تھا۔

”دیکھو...... دیکھو کیسے نانی کے گھٹنے سے لگا معافیاں مانگ رہا ہے۔“ آصفہ کو تاؤ آ گیا۔ تیزی سے کھڑی ہونے لگیں مگر فرخ نے روک لیا۔

”انہیں اپنے دکھڑے رو لینے دیں۔ آپ میرے ساتھ تصویر کھنچوائیں۔“

اس نے سہیل کو رابعہ کو منانے کا موقعہ دیا۔

اب بھابھی کا اتنا حق تو بنتا تھا۔

تصویر کا سن کر آصفہ نے اپنا دوپٹا درست کرنا شروع کیا۔ فرخ نے موبائل والا ہاتھ بلند کیا۔ تبھی کھٹ کھٹ کئی میسج اس کے موبائل پر آنے لگے۔ کوئی نامعلوم نمبر سے اسے تصویریں بھیج رہا تھا۔ موبائل ڈیٹا آن ہونے کی وجہ سے فوراً ہی تصویریں واضح ہونے لگیں۔

فرخ کا رنگ اڑ گیا۔

☆......☆......☆

''کس قدر جاہل لوگ ہیں۔'' ارم کو رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا۔
بارات ان کے دروازے کے سامنے شور ہنگامے کے بعد گھر میں جا چکی تھی۔ توفیق صاحب اپنے کمرے میں خاموش اور متفکر سے بیٹھے تھے۔ اس کی آواز پر چونکے۔
وہ شاید پناہ کے لیے ہی ان کے کمرے میں آئی تھی کہ یہ گھر کا آخری کمرا تھا۔ ساتھ والے گھر کا شور یہاں تک آتے آتے دم توڑ جاتا تھا۔
''جاہلوں کا مقابلہ خاموشی سے کیا جاتا ہے۔'' انہوں نے بیٹی کو صبر اور سکون کی تلقین کی۔
''عبید کا تو پتا کریں۔ وہ کہاں ہے؟'' ارم بے چینی سے ان کے قریب بیٹھی۔
''فیصل کے گھر ہے۔''
''فیصل بھائی سے بات ہوئی؟''
''ہوں......!'' انہوں نے اثبات میں گردن ہلائی۔
(''وہ بہت ڈپریسڈ تھا انکل......میں نے اسے نیند کی گولی دے کر سلا دیا ہے۔ اسی لیے موبائل بھی آف کر دیا کہ وہ ڈسٹرب نہ ہو۔''
''اگر وہ جاگ بھی گیا تو اسے وہیں روک لینا'' انہوں نے تاکید کی۔)
''یہ دونوں کے ساتھ اچھا نہیں ہوا ابو۔''
''بیٹا کیا کر سکتے ہیں، ہم نے تو اپنی سی کوشش کی تھی۔''
''عبید اسے کبھی نہیں بھول پائے گا۔'' اس نے بے چینی سے باپ کا چہرہ دیکھا۔
''جانتا ہوں۔ لیکن وقت مداوا کر دے گا۔'' انہوں نے آہ بھری۔
بے مہر وقت کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ تھی۔

☆......☆......☆

مولوی صاحب اپنے مخصوص کلمات دہرا رہے تھے۔
کسی نے اس پر دوپٹا ڈال دیا۔ جس میں چھپی وہ کسی بے جان بت کی طرح بے حس و حرکت تھی۔

"کیا وہ سانس بھی لے رہی ہے......" رابعہ کی ہتھیلیوں پر پسینہ اتر آیا۔

"کیا تمہیں قبول ہے؟"

شبیر نے بے چینی سے وسیم کو دیکھا۔ وسیم نے ثانیہ کے کندھے کو چھونا چاہا، مگر ڈر گیا۔ اسے لگا ذراسی جنبش سے وہ کانچ کی گڑیا بکھر جائے گی۔

"مجھے سکون ہوتا ہے کہ میری بیوی یہ دروازہ کسی اور کے لیے نہیں کھولے گی۔ تم کیا کرو گے۔ دروازے پر بیٹھ کر پہرہ دو گے۔" سہیل کی آواز کوڑے کی طرح فرخ کے وجود پر برسنے لگی۔

وہ تصویریں نہیں......اس کی ہونے والی بیوی کا اعمال نامہ تھیں۔

کہیں دل میں گمان تھا کہ اس سب میں ثانیہ انوالو نہیں ہے۔ اگر ہے بھی تو بات محض پسندیدگی کی ہوگی۔

مگر یہ تو محبت کی کہانی تھی۔

گہری قربتوں کی داستان تھی۔

اتنا قریب انسان کسی بہت اپنے کے بیٹھتا تھا۔

یہ نگاہوں کی حکایتیں......

یہ ہاتھوں کا لمس......

اور وہ آخری تصویر جہاں ڈوبتا سورج ان دونوں کی آنکھوں میں ڈوب رہا تھا۔

فرخ کے ایک ایک مسام سے پسینہ بہہ نکلا۔

آصفہ کے لبوں پر بڑبڑاتی گالیاں آواز پانے لگیں۔

یہ زبردستی کی شادی ثانیہ کا دل بدل دے گی۔

وہ اسے اپنا کر بھی اپنا نہیں بنا سکے گا۔

وہ بپھر کر کھڑا ہوا۔

ثانیہ جیسے سب کچھ داؤ پر لگا کر ہار چکی تھی۔ کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ کوئی زمین نہ لرزی......کوئی آسمان

نہ ٹوٹا......

مولوی صاحب نے تیسری بار پوچھا تھا اور اسے ہاں کہنی ہی تھی۔

"میں کسی کو معاف نہیں کروں گی۔ آج سے میرے لیے سارے ہی مر گئے۔ عبید تم بھی......

جس لمحے مجھے سب سے زیادہ تمہاری ضرورت تھی تم اسی لمحے غائب تھے۔"

مولوی صاحب نے تیسری بار اس کا عندیہ لیا۔

رابعہ نے گہری سانس لی۔

اس سے قبل کہ ثانیہ کے لبوں میں مقید سانس آزاد ہوتی اور سب کی رکی سانسیں بحال ہوتیں،

فرخ تیر کی طرح اندر آیا۔

"بس ختم کریں یہ تماشا...... میں اس جیسی بے حیا لڑکی کو کبھی بھی اپنی بیوی بنانا نہیں چاہوں گا۔

جو چھت پر غیر مردوں کے ساتھ......"

"بکواس بند کرو۔" وسیم بپھر کر آگے بڑھا۔

آصفہ نے بروقت انٹری دی۔

"اس کا گریبان کیوں پکڑتے ہو، اپنی بہن کی چوٹی کا تو جو تم لوگوں کی عزت کو چھتوں پر رولتی

رہی ہے۔"

"یہ...... یہ دیکھیں......" فرخ نے موبائل سامنے کیا۔

وہ گھوم گھوم کر ایک ایک کو دکھا رہا تھا۔ باہر بیٹھے لوگ لپک لپک کر اندر آنے لگے۔ مولوی

صاحب توبہ توبہ کرتے رخصت ہو گئے۔ چھوٹا سا کمرا لوگوں سے بھر گیا۔ جو رہ گئے وہ اچک اچک کر

دروازے سے جھانکنے لگے۔

سرخ دوپٹے کی اوٹ سے ثانیہ نے سلگتی نگاہوں سے فرخ کو دیکھا۔

وہ اس کی ذات کو ساری برادری کے سامنے ذلیل کر رہا تھا۔ آصفہ بڑھاوا دے رہی تھیں۔ رابعہ

اور نادرہ نے دھواں دھار رونا شروع کر دیا۔ شبیر ایک کونے میں سکڑ گئے۔ اتنی جگہ ہی نہیں تھی کہ کہیں منہ

چھپا کر نکل جاتے۔ تبھی اس نحیف ونزار وجود میں نجانے کہاں سے اتنی طاقت آئی کہ نہ صرف وہ ان تک پہنچیں، بلکہ ان کے بوڑھے ہاتھ کا تھپڑ سیدھا فرخ کے گال پر پڑا۔ اس کے بعد وہ گر ہی جاتیں، اگر وسیم انہیں تھام نہ لیتا۔

ایک لمحے کو حیرت بھری خاموشی ان کے اعصاب پر اتری۔ دوسرے لمحے آصفہ پھٹ پڑیں۔

وہی ثانیہ کے کرتوت......

''اپنے کرتوت دیکھے ہیں۔ اس کی منگنی ہوگئی تھی۔ سنا تم لوگوں نے میری پوتی کی منگنی اس لڑکے سے ہوئی تھی۔ انہوں نے زبردستی تڑوائی...... کیسے تڑوائی، رابعہ کو گھر سے نکال دیا کہ رشتہ لے کر آؤ۔''

''ہائے!'' یہ دادی تھیں۔

ثانیہ نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دادی کو دیکھا جو اپنی بیٹی کے کرتوت اور بلیک میلنگ کھول کھول کر بیان کر رہی تھیں۔

''ابھی کے ابھی نکلو، نہ ثانیہ دینی ہے نہ رابعہ...... ہم خود ہی سنبھال لیں گے۔''

''ہاں تو سنبھال کر رکھو اماں، اپنی بے حیا پوتیوں کو، ہمیں ضرورت بھی نہیں ہے۔'' آصفہ کے تن بدن میں آگ ہی لگ گئی۔ یہ ماں نے اس کے ساتھ کیا کیا تھا۔

سہیل نے دھواں دھار روتی بیوی کو دیکھا۔

''نہیں اماں! اس سب میں رابعہ کا کوئی قصور نہیں ہے۔'' سہیل نے ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر صاف آواز میں کہا۔

بہت دے لیں بھائی اور ماں کے لیے قربانیاں...... آخر اس کی اپنی بھی کوئی زندگی ہے۔ جس طرح رابعہ رو رہی تھی، سہیل کے دل کو کچھ ہوا۔

آصفہ تو جیسے جل کر بھسم ہی ہوگئیں۔

''تو ٹھیک ہے تو بھی یہیں مر...... اگر میرے گھر میں قدم رکھا تو میں ٹانگیں توڑ دوں گی۔''

عجیب جگ ہنسائی ہوگئی تھی۔

وہ فرخ کا ہاتھ پکڑ کر نکلتی چلی گئیں۔

وسیم نے غیض و غضب اور کمزوری سے تھر تھر کانپتی دادی کو بازوؤں کے گھیرے میں لے کر پلنگ پر بٹھایا۔ ان کی سانس پھول رہی تھی۔

ثانیہ کو لگا اس کے اعصاب جواب دے رہے ہیں۔ یہ ایک اعصاب شکن سچویشن سے نکل آنے کے بعد کی کیفیت تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے پشت سے ٹیک لگائی۔

اس کی زندگی میں آنے والی قیامت ٹل گئی تھی۔

☆......☆......☆

''آسیہ...... آسیہ! سنتی ہو۔'' فاطمہ کی آواز پر آسیہ زچ ہو گئیں۔ وہ ابھی سر درد کی گولی لے کر لیٹی تھیں۔

''اف! یہ لوگ نجانے کس بات کی ٹوہ لینے آتے ہیں۔''

''امی! آپ رہنے دیں، میں دیکھتی ہوں۔'' انہیں اٹھتا دیکھ کر ارم نے روک دیا۔

''کہہ دینا میں سو گئی ہوں۔'' وہ دوبارہ لیٹ گئیں۔ اس وقت کسی سے بھی بات کرنے کا دل نہیں تھا۔

''ارم! تمہیں کچھ پتا چلا......؟'' فاطمہ کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ جیسے بھاگتی آ رہی ہوں۔

''کیا ہوا خالہ، خیر ہو گی ان شاء اللہ......!''

''ثانیہ کی بارات واپس چلی گئی۔'' ان کی پاٹ دار آواز پورے گھر میں گونجی۔

آسیہ سر درد بھول، تیزی سے اٹھ کر آئیں۔ دوسرے کمرے سے توفیق صاحب نمودار ہوئے۔ ان کے تاثرات دیکھ کر فاطمہ مسرور ہو گئیں۔ گویا سب سے پہلے خبر دینے کا اعزاز انہیں ہی حاصل ہوا تھا۔

''لو پڑوس میں اتنا کچھ ہوتا رہا اور تم لوگوں کو پتا ہی نہیں...... عین نکاح کے وقت کسی نے ثانیہ کی کسی لڑکے کے ساتھ تصویریں دلہا کو بھیج دیں۔''

ارم اور آسیہ نے بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا۔

وہ دونوں ہی جانتی تھیں، تصویروں میں لڑکا کون ہوسکتا ہے۔

''سچ میں سارا محلّہ تھوتھو کر رہا ہے۔ شکر کرو تم لوگوں کی ایسی لڑکی سے جان چھوٹ گئی، تم تو اسے بہو بنانے والی تھی نا...... اس کی دادی کی تو حالت خراب ہے۔ شاید اسپتال لے جانا پڑے۔''

پورا آنکھوں دیکھا قصہ مع اپنے نادر خیالات، ان کے گوش گزار کرنے کے بعد جب فاطمہ نے آخری جملے کہے تو ارم تڑپ ہی اٹھی۔ اس کے بھائی کی وجہ سے سہیلی کے کردار پر انگلیاں اٹھ رہی تھیں۔

''خالہ! ثانیہ ایسی نہیں ہے۔ تصویروں والا لڑکا عبید ہی ہوگا۔ ان کی منگنی ہو چکی تھی اور میں خود ان کی تصویریں کھینچتی رہی ہوں۔''

''ہیں......!'' فاطمہ ہکا بکا آسیہ کو دیکھنے لگیں۔

''بیٹھ جاؤ فاطمہ......! ارم، خالہ کے لیے چائے بناؤ۔'' آسیہ نے گہری سانس لے کر رسانیت سے کہا۔

اب لوگوں کو آدھی کہانی کے چسکے لینے کے لیے ادھورا تو نہیں چھوڑ سکتی تھیں۔ لوگوں کو تصویر کا دوسرا رخ دکھانا بھی تو ضروری تھا۔

توفیق صاحب تاسف سے سر ہلاتے اندر جانے کو مڑے۔

ارم لپک کر سامنے آئی۔

''ابو......!''

انہوں نے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

''بیٹیاں تو سب کی سانجھی ہوتی ہیں نا......''

توفیق صاحب ٹھٹکے......

''وہ تو میرے بھائی کی خوشی بھی ہے۔''

انہوں نے بیٹی کی آنکھوں میں اترتا درد اور نمی دیکھی تو اس کا سر تھپتھپا کر اندر چلے گئے۔ ارم کو یقین تھا، وہ اس کی بات سمجھ گئے ہیں۔

☆......☆......☆

وہ سیدھا لیٹا چھت کو گھور رہا تھا۔ ہر واقعہ ہر جملہ فلم کی طرح نگاہوں کے سامنے سے گزرتا چلا گیا۔ کاش وہ جاہل ہوتا۔ عزت وذلت کے فلسفے اس کے لیے مختلف ہوتے۔ خاندان برادری اس کے لیے کوئی معنی نہ رکھتے۔ وہ ثانیہ کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکلتا اور وہ دونوں دور کہیں دور جا بستے۔

''جوس لے لو عبید......!'' فیصل کی آواز پر وہ چونکا۔ اور کسل مندی سے اٹھ بیٹھا۔ سر بھاری ہو رہا تھا۔ اس نے جوس پکڑا اور ایک ہی سانس میں ختم کر دیا۔

''میں کتنی دیر سویا تھا۔''

''رات ہونے والی ہے۔'' فیصل نے اس کے سامنے بیٹھ کر بغور دیکھا۔ سونے کے باوجود اس کی آنکھوں کے نیچے حلقے تھے۔ وہ بے چینی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

''میرا موبائل کہاں ہے؟ گھر والے پریشان ہو رہے ہوں گے۔''

''میں نے آف کر دیا تھا تا کہ تم ڈسٹرب نہ ہو۔ تمہارے گھر میری بات ہو گئی تھی۔'' فیصل نے اٹھ کر اسے موبائل دیا۔

وہ موبائل ہاتھ میں لے کر بے توجہی سے اس کی تاریک اسکرین کو دیکھتا رہا۔ پھر زیر لب بڑبڑایا۔

''شادی تو ہو گئی ہو گی۔''

''ظاہر ہے......'' فیصل کی سمجھ میں نہ آیا اب کیا کہے۔

''اس نے مجھ سے یہ کیوں کہا وہ صرف منگنی کر رہی ہے۔''

''یہ لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ پہلے محبتوں کے دعوے کر کے عین وقت پر مکر جاتی ہیں۔''

عبید نے موبائل آن کیا۔

ایک ساتھ میسجز کی بھرمار ہو گئی۔

امی، ارم، ابو اور ثانیہ......

وہ ایک لمحے کو چونکا......

یوں لگتا ہے اس پورے مرحلے میں ثانیہ نے سوائے اسے کالز اور میسجز کے اور کچھ بھی نہیں کیا۔

"اسے کیا کہنا تھا، معذرت...... یا مجھے بھول جانا؟"

اس نے غیر ارادی طور پر اس کا وائس میسج آن کیا...... روتی، کرلاتی...... مضطرب، منت بھری آواز......

"عبید کہاں ہو، میرے ساتھ دھوکا ہو رہا ہے...... یہ لوگ منگنی کا کہہ کر میری شادی کروا رہے ہیں۔" عبید نے بے اختیار فیصل کو دیکھا۔

فیصل نے کندھے اچکا دیے...... جیسے اب سب کچھ بے فائدہ ہو۔

"پلیز عبید! آ جاؤ...... مجھے بچا لو...... فیصلے کا وقت آ گیا ہے۔ ہمیں اسٹینڈ لینا ہوگا۔" عبید کی کنپٹیاں بجنے لگیں۔ ہر صدا، ہر پکار، ہر آواز چیخ چیخ کر بتاتی تھی کہ ثانیہ نے آخری وقت تک اس کا انتظار کیا تھا۔

"میں نے سب برباد کر دیا۔" عبید نے بے یقینی سے فیصل کو دیکھا۔ اس نے تاسف سے گردن ہلائی۔

"میں نے اپنے ہاتھوں سے سب کچھ کھو دیا۔ وہ آخری وقت تک میرا انتظار کرتی رہی فیصل......" وہ اضطراری انداز میں سر کے بال نوچنے لگا۔

"عبید! سنبھالو خود کو، اب کیا ہو سکتا ہے۔"

"تم نے سنا ہے نا...... اس کے ساتھ دھوکا ہوا تھا...... اور یہ......" ثانیہ کا آخری میسج لکھا ہوا تھا۔

"ایک بات تو طے ہے تم نہیں تو کوئی اور نہیں...... لو زندگی کا آخری جوا کھیلنے جا رہی ہوں۔"

"اس کا کیا مطلب ہے۔" عبید نے فیصل کو دیکھا۔

"عبید...... کہیں...... کہیں...... اس نے خودکشی تو نہیں کر لی۔" فیصل کی سرسراتی آواز نے عبید کے قدموں تلے سے زمین کھینچ لی تھی۔

کاش وہ اڑ کر پہنچ سکتا یا زمین اپنے فاصلے سمیٹ کر اس کے لیے مختصر کر دے۔

ثانیہ کے گھر کا دروازہ نیم وا تھا...... مہمان یک ایک کر کے رخصت ہو چکے تھے...... کسی کو

دروازہ بند کرنے کا خیال ہی نہ آیا تھا..... گھر کی عزت محلے کے ہر گھر میں موضوع گفتگو بن کر ہلکی ہو چکی تھی۔ دروازہ بند کر کے کیا کرتے......

عبید بنا سوچے سمجھے اندر داخل ہو گیا۔

گھر میں مرگ جیسی خاموشی چھائی تھی۔

رو رو کر نادرہ کی بس ہو گئی تھی......

دادی نے اسپتال جانے سے انکار کر دیا تھا۔

''اچھا ہے مر جاؤں...... یہ سب دیکھنے کے بعد زندہ رہ کر کروں گی بھی کیا؟''

وسیم نے ڈاکٹر کو گھر بلا لیا تھا...... بی پی بے حد بڑھا تھا، وہ انجیکشن ڈال کر ڈرپ لگا گیا۔ رابعہ بیٹھی دادی کا سر دبا رہی تھی...... نادرہ سر باندھے سوں سوں کر رہی تھی۔ شرمندہ سا سہیل ماموں کے کندھے دبا رہا تھا۔

''کیوں فکر کر رہے ہیں...... اللہ سب ٹھیک کر دے گا...... ثانیہ کو بھی خیال کرنا چاہیے تھا...... اس طرح غیر لڑکے کے ساتھ تصویریں کھنچوانا...... بے شک منگنی ہی ہو گئی تھی۔''

''اس کی غلطی اپنی جگہ...... لیکن بھری محفل میں ہماری عزت تو میری بہن اور بھانجے سے اچھالی۔ میرا سوچ لیتی، پردہ ہی ڈال دیتی...... رازداری سے بات کر لیتی...... اس نے تو مجھے کسی سے آنکھ ملانے کے قابل ہی نہیں چھوڑا۔''

اسی لمحے دادی کی نظر اندر آتے عبید پر پڑی..... ایک سسکاری لبوں سے آزاد ہوئی اور انہوں نے اونچا اونچا رونا شروع کر دیا۔ جیسے عورتیں میت پر روتی ہیں۔

عبید کا دل بیٹھ گیا۔

وہ آگے آیا......

''ثانیہ کہاں ہے؟''

عبید کو سامنے دیکھ کر ایک لمحے کو سب ماؤف ہو گئے۔

عبید مزید آگے آیا۔

''میں پوچھ رہا ہوں، ثانیہ کہاں ہے؟''

''کس حیثیت سے پوچھ رہے ہو......؟'' سہیل غصے سے کھڑا ہوا۔

اندر بیٹھی ثانیہ بدک کر سیدھی ہوئی۔

عبید کی آواز......؟ خواب تھا یا حقیقت......

وہ اضطراری انداز میں لپک کر دروازے تک آئی۔ دلہن کا بھاری لباس اب بھی اس کے وجود پر تھا......دوپٹا کندھے پر تھا......

''اتنی گھٹیا حرکت کرتے عبید تم نے اتنا بھی نہ سوچا......کہ تم اسے ساری دنیا کے سامنے بدنام کرنے جا رہے ہو۔'' وسیم کے لہجے میں شکوہ اور دکھ تھا......حالانکہ وہ اس پر غصہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر نہ کر سکا۔

''قسم لے لو وسیم......! میں نے نہیں کیا......میں یہ کیسے کر سکتا ہوں۔'' عبید گھبرا کر رہ گیا۔

(کون تھا وہ خیر خواہ جس کی ایک غلط حرکت نے ایک غلط کام روک دیا......نکاح وہ بھی زبردستی کا)

''اگر میں نے یہ سب کرنا ہوتا......تو چھپ کر نہ کرتا، سب کے سامنے آ کر کہتا......لیکن مجھے ثانیہ کی عزت......'' تب ہی نگاہ دروازے میں ایستادہ ثانیہ پر پڑی......جس کی آنکھوں میں شکایت بے حد نمایاں تھی۔

(جب مجھے تمہاری سب سے زیادہ ضرورت تھی، تم کہاں تھے عبید)

وہ اسے ٹھیک ٹھاک دیکھ کر پھر سے زندہ ہو گیا۔

''ہماری بیٹی تو بدنام ہو گئی نا......وہ بھی تمہارے نام سے......''

''بیٹیاں بھی سانجھی ہوتی ہیں اور ان کی عزت بھی......'' توفیق صاحب کی آواز پر عبید نے گھوم کر عقب میں دیکھا۔

ارم بھاگ کر ثانیہ کے گلے جا لگی......

آسیہ دادی کے پاس آ بیٹھیں......

جیسے سوکھے دھانوں میں پانی پڑتا ہے...... دادی ہری بھری ہو کر اٹھنے لگیں۔ یہ بھی بھول گئیں کہ ڈرپ لگی ہے...... رابعہ ہائے ہائے کرتی ڈرپ ہلنے سے بچاتی رہی۔ نادرہ کے سر کا درد بھاگ گیا۔

''جو بھی ہوا، وہ افسوس ناک ہے۔ لیکن کسی شر میں خیر بھی چھپا ہوتا ہے۔ بہت مشکل کے بعد ہی آسانی آتی ہے۔''

''یہ مشکل بھی تو آپ کے بیٹے کی وجہ سے ہی آئی ہے۔'' شبیر نے تلخی سے کہا۔ ''لوگ مہینوں نہیں، سالوں اس قصے کو دہرائیں گے۔''

''سچویشن بہت مشکل ہوگئی ہے، بہت سوچ سمجھ کر اس کا حل نکالنا ہوگا۔'' وسیم نے پیشانی سہلائی۔

''میں اب بھی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ میں نے نہیں کیا۔'' عبید نے احتجاج کیا۔

''یہ بحث اب لاحاصل ہے۔'' توفیق صاحب نے ٹوکا۔ ''اس کا ایک ہی حل میری سمجھ میں آتا ہے۔''

سب نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''ہم ابھی ان دونوں کا نکاح کر دیتے ہیں۔ رخصتی صبح کے اجالے میں سب کے سامنے ہوگی۔'' توفیق صاحب نے حل پیش کیا۔

وہ نکاح بھی صبح ہی کرنا چاہتے تھے مگر ان لوگوں کی تسلی کے لیے ابھی کا کہہ دیا۔

ارم نے خوش ہو کر ثانیہ کو دیکھا۔

اس نے بے یقینی سے عبید کو...... جس کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ ابھر آئی۔

شبیر صاحب نے عجیب سی نظروں سے توفیق صاحب کو دیکھا۔

''گویا سب کچھ ہی طے تھا۔''

''کیا مطلب......؟'' توفیق صاحب نے حیرت سے انہیں دیکھا۔ وہ کھڑے ہوگئے۔

''میری طرف سے ابھی نکاح کر کے لے جائیں۔''

''شبیر......!''

''اب تو شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی......'' انہوں نے توفیق کی بات قطع کی۔ ''کہ سب کچھ اسی لڑکے کا کیا دھرا ہے۔'' شبیر نے عبید کی طرف اشارہ کیا۔

عبید کا دل چاہا وہ اپنا سر پیٹ لے۔

''ابا! جو کچھ بھی ہے اب اس کے سوا اور کوئی حل نہیں۔'' وسیم نے مداخلت کی۔

''ٹھیک کہہ رہا ہے...... وسیم جاؤ بھاگ کے مولوی کو پکڑ کر لاؤ، کہیں سو نہ جائے۔'' دادی نے دہائی دی۔

''ساتھ میں ڈاکٹر کو لانا...... یہ سوئی تو نکال دے۔''

''دادی! کیوں فکر کرتی ہیں...... ڈرپ نکال دی تو طاقت کیسے آئے گی۔'' عبید ان کے پاس بیٹھ گیا۔

''آ گئی ہے طاقت، اب اور کتنی طاقت چاہیے۔''

سب افراتفری میں کچھ نہ کچھ کرنے لگے تھے۔ شبیر کمرے میں چلے گئے...... ساری سچویشن میں سہیل کو اپنا آپ آکورڈ سا لگا تو اٹھ کر ماموں کے پیچھے چلا گیا۔

ارم ثانیہ کو تھام کر اندر لے گئی۔

''لاؤ جلدی سے تمہارا میک اپ ٹھیک کر دوں......'' ارم نے اسے کرسی پر بٹھایا۔

''اب تو یقین ہو گیا کہ تقدیر ہر صورت تم دونوں کو ملانا ہی چاہتی ہے۔''

''تقدیر بھی ہمت والوں کا ساتھ دیتی ہے۔ وہ میرا نصیب تھا، اسے ہر صورت میرا ہی ہونا ہے۔'' ثانیہ نے رخ بدل کر خود کو آئینے میں دیکھا......

''لیکن ایک بات تو ثابت ہو گئی۔ عبید بزدل ہے۔''

''ایسا تو مت کہو......!'' دراز کھول کر میک اپ کا سامان نکالتی ارم برا مان گئی۔

''ہار جاتا ہے، منہ چھپا کر بھاگ جاتا ہے۔''

''تو کیا کرتا؟''

''جو میں نے کیا...... اسے پانے کے لیے بدنامی مول لے لی۔''

ارم کا لپ اسٹک کھولتا ہاتھ رک گیا۔

اس نے گردن گھما کر بے یقینی سے ثانیہ کو دیکھا۔

ثانیہ نے مسکرا کر اس کے ہاتھ سے لپ اسٹک لی اور رخ آئینے کی طرف کرلیا۔ ہلکا سا مسکرائی اور ہونٹوں کے سرخ رنگ کو دو آتشہ کرنے لگی۔

''کیا محبت اتنا طاقت ور جذبہ ہے کہ عزت بھی داؤ پر لگا دی جائے۔'' ارم کے دماغ میں یہ سوچ گھڑی کی سوئیوں کی طرح ٹک ٹک کرنے لگی۔

اسے پورا یقین تھا وہ تصویریں کسی اور نے نہیں، ثانیہ نے ہی فرخ کو بھیجی ہیں۔

☆......☆......☆

سہیل کو سامنے دیکھ کر ہی آصفہ بپھر گئیں۔ ابھی تو دل میں لگی آگ بانجھ بنی ہوئی تھی۔ کبھی ماں کی بے رخی یاد آتی تو کبھی بیٹے کی حکم عدولی...... برادری کی استہزائیہ......طنزیہ نگاہیں...... چسکے لیتی زبانیں...... ابھی تو سارے کے سارے زخم تازہ تھے۔

''تم یہاں کیا کرنے آئے ہو؟ مجھے نہیں تمہاری منحوس شکل دیکھنی، نکلو میرے گھر سے......''

''یہ میرا بھی گھر ہے، میں کہاں جاؤں گا؟''

''کیوں سسرال والوں نے چار دن بھی نہیں رکھا...... بیٹھے رہتے بیوی کے قدموں میں...... ماں کے پیروں میں جنت تھوڑی ہے...... بیوی کے قدموں میں ہے۔''

فرخ تیزی سے کمرے سے نکلا۔

''فرخ......فرخ......! تم کہاں جارہے ہو؟'' آصفہ گھبرا کر اٹھیں۔

''میں ان دونوں کی جان لے لوں گا۔''

''بس کرو، وہ قصہ ختم ہوا...... میں کب سے تمہیں یہی سمجھا رہا تھا۔'' سہیل نے اسے کندھے سے پکڑ کر روکا۔

”اب تو وہ قصہ ختم ہی ہو گیا۔ دونوں کا نکاح ہو گیا ہے۔“

فرخ اور آصفہ دم بخود رہ گئے۔ ابھی تو بارات کو واپس آئے چند گھنٹے ہی گزرے تھے کہ......

انہوں نے ڈر کے فرخ کا چہرہ دیکھا۔

”اس لیے تو سمجھا رہا ہوں...... ہر کوئی اپنی زندگی میں مگن ہے۔ ہم کیوں دوسری کی خاطر اپنا گھر اور زندگی خراب کریں۔ اور اس میں کس چیز کی کمی ہے......“ سہیل نے فرخ کا سینہ تھپتھپایا۔ ”ایک سے ایک خوب صورت لڑکی مل سکتی ہے جو صرف اس سے محبت کرے گی...... ثانیہ کو اس گھر میں لانے سے کیا مل جاتا...... دردسری ہی ہوتی...... سمجھو جان چھوٹ گئی۔ بروقت پتا چل گیا۔“

فرخ نے ایک نظر بھائی کو دیکھا اور واپس اپنے کمرے میں چلا گیا۔

سہیل نے طویل سانس لے کر ماں کو دیکھا۔

آصفہ کو تو خود بھی اس بات کا پتا تھا...... کہ ثانیہ کا اس گھر میں گزارا تھا ہی نہیں۔

”اماں! میں رابعہ کو نہیں چھوڑ سکتا، میری اولاد اس دنیا میں آنے والی ہے۔“

”رابعہ کے نام کی تسبیح بنا کر گلے میں ڈال لے...... سو جورو کے غلام مرے ہوں گے تو ایک تو پیدا ہوا تھا۔“ آصفہ کا سارا غصہ اسی کی طرف منتقل ہو گیا۔

”آپ کا بھی سارا زور مجھ پر ہی چلتا ہے۔“ وہ جھنجلا گیا۔

”ٹھیک ہے......“ آصفہ نے کہا تو سہیل نے سکون کا سانس لیا۔ مگر آصفہ کو عادت تھی۔

”رابعہ کو اس گھر میں آنا ہے تو اپنا میکہ چھوڑنا ہوگا...... منظور ہے تو گھر لے آنا، ورنہ اپنی شکل بھی نہ دکھانا۔“ انہوں نے سفاکی سے بات ختم کی اور چلی گئیں۔

سہیل کا دل چاہا کسی دیوار میں سر دے مارے۔

☆......☆......☆

جب بات دل کی خوشی کی ہو تو زبان ہی نہیں...... پورا وجود ”قبول ہے“ کہتا ہے۔

انسان دوسروں کو تو بتاتا ہے، مگر خود کو یقین دلاتا ہے۔

بنجر صحرا نما مایوس دل میں کلیاں چٹختی ہیں۔

پھول کھلتے ہیں۔

تتلیاں رقص کرتی ہیں۔

وہ بھی ان صدرنگ تتلیوں کے ساتھ محو رقص تھی۔

کھلتے پھول اس پر اپنا تن من وار رہے تھے۔

خوشبوئیں لٹا رہے تھے......

اس نے کانپتے ہاتھوں سے دستخط کیے اور آخری لمحے تک بے یقین رہی کہ ابھی کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔

اس نے بھی ہاتھ اٹھائے......مگر مانگتی کیا؟

سب کچھ تو مل گیا تھا۔

جسے ہر پل دعاؤں میں مانگا تھا، وہ اس کا ہو گیا تھا۔

تو اب اسے کچھ بھی مانگنے کی کیا ضرورت تھی۔

وہ خاموشی سے اپنی گوری ہتھیلیوں کو دیکھتی رہی جس پر مہندی کا رنگ نہ تھا، پھر بھی وہ کسی کے نام سے مہک رہی تھیں۔

نادان لڑکی یہ نہیں جانتی تھی کہ جب نعمت مل جائے تو پھر اس کے قائم رہنے اور دائمی ہونے کی دعا مانگی جاتی ہے......

وہ رب ہے......اسے اپنے بندوں کا مانگنا پسند ہے۔

جو دینے پر قادر ہے۔ وہ چھین بھی سکتا ہے۔

عروج بھی اسی کا ہے، اور زوال بھی......

اسے عاجزی و شکر گزاری پسند ہے۔

غرور و تکبر، جنت بدر بھی کر دیتا ہے۔

''بے شک انسان خسارے میں ہے۔''

☆......☆......☆

''مجھے یقین نہیں آرہا ثانیہ......''

عبید کا بہت دل تھا کہ وہ اس کے روبرو ہو۔ محض چند لمحوں کے لیے ہی سہی مگر صورت حال کے لحاظ سے اسے کہنا مناسب نہ لگا۔ حالانکہ وہ اس کی منکوحہ تھی، وہ بات کرسکتا تھا۔

''ایک رات کا ہی تو فاصلہ ہے۔'' اس نے ثانیہ کے شکوے کے جواب میں کہا اور آسمان کے کناروں میں آنے والے دن کو ڈھونڈنے کی سعی کی۔

''یہاں تو پل بھر میں تقدیریں بدل جاتی ہیں۔''

وہ اپنے بستر میں نیم دراز کھلے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھی...... ہلکا پھلکا لان کا جوڑا پہنے...... مطمئن اور مسرور سی، ابھی ابھی شاور لے کر آئی تھی تو تازگی کا احساس رگ و پے میں سرایت کر گیا۔

وہ اوپر تھا، چھت پر......

ساون کی حبس بھری رات تھی، مگر اسے نجانے کہاں سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آتے محسوس ہو رہے تھے۔

تبھی تو پشت پر پسینے سے بھیگتی شرٹ کا احساس تک نہ تھا۔

''تقدیر کو بدلتے دیکھ تو لیا ہے۔''

''تو میری ہمت کی داد دو۔'' وہ تفاخر سے ہنسی۔

عبید سنجیدہ ہو گیا۔

''تم نے بہت بڑا رسک لیا تھا ثانیہ...... وہ اس کے باوجود تم سے شادی کر کے ساری زندگی ٹارچر کرسکتا تھا۔''

''اف! تم بہن بھائی فوراً بات کی تہہ تک پہنچ جاتے ہو۔ حالانکہ میرے گھر والوں میں سے کسی کا دھیان میری طرف نہیں گیا تھا۔'' وہ ہنسی۔

''یہ بہت بڑا رسک تھا۔''

''میرے پاس یہ آخری آپشن تھا..... تمہاری محبت میں اپنی عزت داؤ پر لگا کر بدنامی مول لے لی ہے۔اب اس سے بڑی قربانی کیا دوں؟'' ثانیہ نے احسان عبید پر دھرا۔

''تم نے کیا کیسے؟''

''پارلر والی اپنا موبائل میرے کمرے میں بھول گئی تھی۔ تو میں نے اس کے ذریعے ساری تصویریں فرخ کو بھیج دیں..... بس ان ہی چند لمحوں نے سب کچھ پلٹ دیا۔''

''ثانیہ.....!'' رابعہ کی بے یقین آواز پر ثانیہ نے گہری سانس لی۔

''ٹھیک ہے عبید، کل بات کریں گے۔''

اس نے بغیر اس کا جواب سنے، کال کاٹ دی۔

''مجھے یقین نہیں آ رہا.....'' رابعہ کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

''پلیز کوئی لیکچر مت دینا..... میرے لیے یہ فرخ کے ساتھ شادی کرنے سے کہیں زیادہ آسان تھا۔'' ثانیہ نے ہاتھ اٹھا کر دو ٹوک لہجے میں کہا اور رابعہ کی بولتی بند کر دی۔

اب وہ کہتی بھی تو کیا......

☆......☆......☆

''اوہ یار..... اوہ یار..... تو دنیا کا خوش قسمت ترین بندہ ہے۔تمہارے سر پر محبت کا ہما بیٹھا ہے۔''

عبید نے لاشعوری طور پر سر پر ہاتھ پھیرا۔

''میرے قریب آ..... سر پر ہاتھ پھیر..... گلے سے لگا لے یار.....'' وہ خوشی و جذبات سے مغلوب دونوں بازو پھیلا کر اس کی طرف بڑھا۔

''اپنے حواسوں میں تو ہے۔'' عبید نے حفظ ماتقدم کے طور پر ہیئر برش ہاتھ میں لیا۔آف وائٹ شلوار قمیص پر آف وائٹ نفیس سی کڑھائی والی واسکٹ پہنے وہ تیاری کے آخری مراحل میں تھا۔ کیونکہ فنکشن کسی ہال میں نہیں، بلکہ گھر میں ہی تھا، تبھی اس نے ہلکے پھلکے لباس کو ترجیح دی۔سوچا تھا کسر

ولیمے پر نکال لے گا۔ اور فیصل کی ڈرامے بازیاں ابھی ختم نہ ہوئی تھیں۔

''تو جتنا بھی منہ موڑے...... محبت مڑ مڑ کر تمہارے گلے لگتی ہے۔''

''خدا کی قسم، میں تو نکاح ہوتے ہی گھر آ گیا تھا۔'' عبید نے بوکھلا کر وضاحت کی۔ فیصل ہنستے ہنستے بیڈ پر دہرا ہو گیا۔

عبید نے شرمندہ ہو کر ہیئر برش کھینچ مارا۔

باہر بھی افراتفری کا سماں تھا۔

عبید کے کمرے کی ڈیکوریشن ہو رہی تھی...... ثانیہ کے گھر سے عبید کے گھر تک ریڈ کارپٹ بچھ گیا تھا۔ ڈھول والا اور بھنگڑے والے لڑکے اپنا کمال دکھا رہے تھے۔ یہ سراسر فیصل کی کارستانی تھی کہ جس طرح کل انہوں نے عبید کے سینے پر مونگ دلی، آج ہماری باری ہے۔ ارم کا ایک قدم ادھر تو ایک قدم ادھر تھا۔ اور کسی کی پرشوق نگاہیں اسی کے تعاقب میں تھیں۔

کوئی جھمکا، کوئی بریسلٹ...... کوئی پائل ہی ٹوٹ جائے تو قریب ہونے کا بہانہ ہو۔

شاید یہ حسرت اور دعاؤں میں شدت اتنی تھی کہ خود ارم ہی پھسل گئی...... باہر لڑکوں کا ہنگامہ تھا۔ اس نے سوچا اوپر سے زیور دے آتی ہوں...... آرٹیفیشل لہنگے کے ساتھ کا میچنگ زیور تھا...... لہنگا جو رخصتی کے لیے کھڑے کھڑے خریدا گیا تھا۔

بس کسی کی بری نظر پاؤں سے لپٹی...... یا دوپٹا ہیل سے چھو گیا تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل نیچے گری...... ایک دم ہاہاکار مچ گئی۔

سب سے پہلے پہنچنے والا بھی وہی تھا، جس کی نظر لگی تھی۔

ارم نے سر اٹھا کر دیکھا۔

خجالت و شرمندگی کا احساس درد پر غالب آ گیا۔

بڑی بڑی آنکھوں میں سجا کاجل نم ہونے لگا۔

''ارم! تم ٹھیک ہو؟''

ارم نے کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ وسیم نے ہاتھ بڑھایا تا کہ سہارا لے سکے۔ تب تک دادی کی دہائیوں پر نادرہ اور محلے کی لڑکیاں بھاگتی ہوئی آ گئیں۔ وسیم گہری سانس لے کر ایک طرف ہو گیا۔ لڑکیاں اسے سہارا دے کر اندر لے گئیں۔

"کیا ہوا؟"

دلہن بنی ثانیہ...... گویا روپ کی رانی

کوئی اپسرا تھی جو زمین پر اتر آئی تھی۔

"ثانیہ! تم کتنی پیاری لگ رہی ہو......" ارم اپنی چوٹ ہی بھول گئی۔

"نظر نہ لگا دینا......" ثانیہ ناز سے اترائی۔

"میں تو نظر اتاروں گی۔" اس نے محبت سے کہا۔

"تم کیسے گر گئیں۔ زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟"

"نہیں ٹھیک ہوں......" اسے یاد آیا کسی کی نگاہ پیروں سے الجھ گئی تھی۔

☆......☆......☆

"ماشاء اللہ! میں قربان، میں صدقے......!" عبید باہر آیا تو آسیہ نے سو سو بلائیں لیں...... توفیق نے صدقے کے پیسے وارے......

"آپ اداس ہیں؟" عبید نے ماں کے ہاتھ تھامے۔

"نہیں تو......بس اکلوتے بیٹے کی شادی اس طرح کروں گی، یہ نہیں سوچا تھا۔" عبید نے ماں کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

"اداسی کی کیا بات ہے......نصیب میں اسی طرح لکھا تھا۔" توفیق صاحب نے تسلی دی۔

"میری گڑیا بہن کہاں ہے؟"

"آپ کی گڑیا بہن ادھر ادھر کے چکروں میں چکرا کر گر گئی ہے۔" عقب سے آ کر ارم نے اس کا بازو تھام لیا۔

''کیا ہوا؟ زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟ ڈاکٹر کے پاس چلیں؟'' عبید پریشان ہو گیا۔

''نہیں...... اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔''

''اب چلیں...... سب لوگ بارات کے استقبال کے لیے تیار کھڑے ہیں۔'' فیصل نے آ کر کہا تو توفیق صاحب نے جلدی مچادی۔

☆......☆......☆

ڈھول کی تھاپ تیز ہوئی۔

بھنگڑا ڈالتے لڑکوں کے قدم ایک لے میں اٹھنے لگے۔

''بارات آ رہی ہے......'' گھر کے اندر بھی اطلاع گئی۔

ثانیہ کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی...... اس کی سماعتیں ڈھول کی تھاپ کے ساتھ رقص کرنے لگیں۔

آخر کار، وہ لمحہ آن ہی پہنچا۔

اب اسے اور عبید کو دنیا کی کوئی طاقت الگ نہیں کر سکتی تھی۔

تبھی گلی کی نکڑ سے فرخ نمودار ہوا...... اس کے چہرے پر پتھریلا پن اور آنکھوں میں سفاکیت تھی۔

اس کا ہاتھ آہستہ سے جینز کی جیب میں رینگ گیا۔

ثانیہ اٹھ کر کمرے کی کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی۔

وہ عبید کو خود گھر میں داخل ہوتا دیکھنا چاہتی تھی۔

اس کی سماعتیں باہر اٹھتے شور پر تھیں۔ جو دھیرے دھیرے ان کے دروازے کے پاس آ رہا تھا۔

اور تبھی فضا میں گولی کی تیز آواز گونجی اور ڈھول کی تھاپ پر غالب آ گئی۔

قسط نمبر 11

ثانیہ کے قدم دروازے کے پاس منجمد ہوئے......

آواز تھی، گولی کی آواز......

اس کا دل کانپا اور اتھاہ گہرائی میں ڈوب گیا۔

دروازے میں کھڑی خواتین میں بھگدڑ مچ گئی......سب کی سب اندر کی طرف لپکیں اور ثانیہ باہر کی طرف......

وہ جانتی تھی......کہ گولی کس نے چلائی ہوگی اور کس پر؟

وہ بھول گئی تھی، خوشیوں کے دائمی ہونے کی دعا بھی مانگی جاتی ہے......

جو مل جائیں تو فخر و غرور نہیں، شکرانہ ادا کرتے ہیں۔

نہ جانے کس نے باہر کی طرف بھاگتی دلہن کا بازو پکڑ کر کھینچا۔

وہ بس اتنا ہی دیکھ سکی......مردوں نے زخمی کو گھیر لیا تھا......اور عورتوں کو اندر جانے کا کہہ رہے تھے......عورتیں ہبڑ دبڑ گھروں میں گھس رہی تھیں۔ کچھ عورتیں دلہن کو واپس کھینچ رہی تھیں، دلہن خود کو چھڑا رہی تھی۔

ابھی تو وصل باقی تھا......شام ہجر کہاں سے آ ٹپکی۔

ابھی تو خوشیوں کا پہلا تارہ طلوع ہوا تھا۔

اماوس کہاں سے مقدر ہو گئی۔

ساری دنیا سے لڑ کر بدنامی کا داغ ماتھے پر لگائے دلہن کی منہ دکھائی باقی تھی......تو کیا منہ دکھائی میں بیوگی ملنے والی تھی۔

سہاگن سے ابھاگن تک کا سفر اتنی اچانک اور اتنی جلدی...... ثانیہ کی نظریں مردوں کے ہجوم پر تھیں اور بازو عورتوں کی گرفت میں...... ہجوم جو اسے کچھ بھی دیکھنے نہ دیتا تھا۔

کوئی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

''گاڑی لے کر آؤ...... خون بہت بہہ رہا ہے۔''

وہ بہت ہمت والی تھی...... مگر اس وقت ہمت ہار کر سب کے ہاتھوں سے پھسلتی چلی گئی۔

☆......☆......☆

قبرستان کی گھنی خاموشی میں کبھی کبھار کوئی سسکی ٹوٹ کر بکھر جاتی۔

وہ کب سے سر جھکائے ایک قبر کے کنارے بیٹھا تھا...... قبر جو تازہ سرخ پھولوں سے ڈھکی تھی...... کتبے پر لکھا نام پوری آب و تاب سے جگمگا رہا تھا...... نام جو اس کے دل پر لکھا تھا۔

''یار! کوئی اس طرح اور اس عمر میں بھی چھوڑ کر جاتا ہے۔ ابھی تو......'' حلق میں جیسے کچھ اٹک سا گیا تھا۔

''ابھی تو تمہارے جینے کے دن تھے یار! ابھی سے منہ موڑ لیا......'' اس نے بہت پیار سے قبر پر رکھے پھولوں کو چھوا۔

''لیکن اچھا ہوا، تم مر گئے...... کسی کی بے وفائی دیکھنے کے لیے زندہ نہیں رہے...... ہاں...... وہ جو کہتی تھی، تمہارے لیے جیتی ہوں...... تمہارے ساتھ مروں گی...... وہ چار دن بھی تمہارے نام پر بیٹھی نہ رہ سکی...... نئی دنیا بسانے کسی اور کے ساتھ چلی گئی...... میں کہتا تھا کہ اتنی جان نہ دو اس پر، لڑکیاں بے وفا ہوتی ہیں۔ تم سنتے ہی نہیں تھے......'' اس نے سر اٹھا کر کتبے کو دیکھا۔

''لیکن میں یہاں ہوں تمہارے پاس...... میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک زندہ ہوں، تمہارے پاس آؤں گا...... مر گیا تو یہیں تمہارے پاس ہی دفن ہو جاؤں گا...... لیکن ایک وعدہ ہے تم سے......''

اس کے چہرے کے تاثرات پتھریلے پن میں بدل گئے۔

’’اسے چین لینے نہیں دوں گا جس نے تم سے بے وفائی کی ......‘‘ قبرستان کی پرسکون خاموشی میں وحشت سی گھل گئی۔

☆......☆......☆

آصفہ سر پر پٹی باندھے اٹوانٹی کھٹوانٹی لیے پڑی تھیں۔ سب کچھ تتر بتر ہو گیا۔ نہ فرخ کے ہاتھ ثانیہ آئی...... الٹا سہیل ہاتھوں سے نکل گیا۔ بھائی، ماں، میکہ الگ چھوٹ گیا...... خدمت گزار بھتیجی پلس بہو بھی یاد آرہی تھی...... کچھ دن نہیں جاتے تھے پوتوں کی کلکاریوں سے آنگن جھوم اٹھتا۔

’’تیرا بیڑا اتر جائے۔ مجھے کسی جوگا نہیں چھوڑا۔ محلے میں بدنامی، رسوائی الگ ہوئی۔‘‘ دل سے حزن و ملال نہ جاتا تھا۔

دروازہ دھاڑ سے کھلا۔ آصفہ کا سارا وجود کانپ گیا۔

’’اب کیا میری جان لے گا۔‘‘

اڑی رنگت، حواس باختہ چہرہ...... وحشت بھری آنکھیں...... پسینہ پسینہ وجود......

’’کیا ہوا؟‘‘

’’میں...... میں ایسا نہیں چاہتا تھا۔‘‘ فرخ نے وحشت زدہ نگاہوں سے اپنے چھپنے کے لیے جگہ تلاشی۔

’’فرخ!‘‘ آصفہ تیزی سے اٹھیں۔

’’میں نے نہیں کیا...... اللہ کی قسم غلطی سے ہو گیا۔‘‘

’’کیا غلطی سے ہو گیا...... کیا کر کے آئے ہو؟‘‘ آصفہ نے اس کا بازو دبوچا۔ فرخ نے بے بسی سے ماں کا چہرہ دیکھا۔

’’گولی ماردی۔ میں نے......‘‘

’’ہائے میں مرگئی......‘‘ آصفہ دہل گئیں۔ ’’کس کو ماردیا۔ ثانیہ یا عبید کو؟‘‘ انہوں نے فرخ کا بازو جھنجھوڑا۔

’’س...... سہیل بھائی کو......‘‘

آصفہ کو دھچکا لگا...... اتنا شدید کہ انہیں لگا، وہ منہ کے بل گر گئیں۔

"میں نے یہ نہیں سوچا تھا...... میں نے تو عبید کو......" وہ بے وقوفوں کی طرح بڑبڑا رہا تھا۔

آصفہ نے دو ہتڑ مار مار اسے پیٹ ڈالا۔ چیختی چلاتی وہ باہر بھاگیں۔

اندازہ بھی نہ ہوا کہ ننگے پیر، ننگے سر ہیں۔

☆......☆......☆

اندھیرے میں ہلکی سی کرن جگمگائی...... جیسے کسی نے تاریک کمرے کا دروازہ کھولا اور روشنی کی ہلکی سی لکیر کمرے میں در آئی ہو۔

اس کی پلکوں میں ہلکی سی جنبش ہوئی۔

پھر ایک دم آنکھیں کھلیں تو وہ لرز کر سیدھی ہوئی۔

"عبید......!"

"ثانیہ......!" کسی نے اسے دونوں کندھوں سے سہارا دیا تھا۔

"عبید......!" اسے اپنے سامنے، اتنا قریب دیکھ کر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔

وہ زندہ تھا...... اس کے سامنے...... اس کے قریب......

"تم...... تم ٹھیک ہو......؟" وہ اسے ٹٹول رہی تھی۔ بازو...... چہرہ...... سینہ...... کہیں کوئی زخم کا نشان نہ تھا۔ وہ کپڑے بدل چکا تھا۔

"ہاں، قسمت نے بچا لیا......" عبید نے اس کے ٹھنڈے یخ ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے......

عین وقت پر نجانے کیسے اور کیوں...... شاید توفیق صاحب سے ہاتھ ملانے کو سہیل سامنے آ گیا تھا۔ اور گولی اس کے بازو میں لگ گئی۔ کہ اسی اثناء میں عبید سہیل کی اوٹ میں آ گیا تھا۔

"سہیل بھائی!"

"وہ ٹھیک ہیں۔"

"رابعہ...... دادی......؟" ثانیہ کو ایک ایک کر کے سب یاد آنے لگے۔

عبید نے ایک گہری سانس بھری۔

رابعہ کی حالت بہت خراب تھی...... پری میچور ڈلیوری تھی......اس لیے آپریشن ضروری تھا......
آسیہ اور نادرہ اس کے پاس تھیں۔
سہیل کی حالت خطرے سے باہر تھی۔ وسیم اور شبیر صاحب پولیس کے معاملات دیکھ رہے تھے......دادی کو نیند کا انجیکشن دے کر سلایا گیا تھا......عبید بھی اسپتال میں تھا......مگر سب نے اصرار کر کے اسے واپس بھیج دیا کہ کہیں فرخ دوبارہ کوئی ایسا اقدام نہ کرے......وہ ثانیہ کو دیکھنے آ گیا تو ارم چینج کرنے گھر چلی گئی......بچے کچھے مہمان دادی کے کمرے میں ڈیرا ڈالے چہ مگوئیوں میں مصروف تھے۔ آصفہ بھی وہیں موجود واویلا کر رہی تھیں۔

''یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔'' ثانیہ کے اندر شرمندگی کا احساس گہرا ہونے لگا۔ فرخ کو اس مقام تک لانے والی وہی تو تھی......اس نے جتنی بھی گھٹیا اور مجرمانہ حرکت کی ہو......وہ خود کو اس پورے معاملے سے الگ نہیں کر پا رہی تھی۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' عبید نے اس کا ہاتھ دبا کر تسلی دی۔ ''تمہاری اس میں کیا غلطی؟''

تب ہی ارم چینج کر کے آ گئی۔

''شکر ہے ثانیہ! تمہیں ہوش آ گیا۔''

''میں چینج کر لوں......عبید! مجھے رابعہ کے پاس لے جاؤ۔'' اسے بہن کی فکر کھانے لگی۔

''تم کہیں نہیں جا رہیں۔'' ارم نے ٹوکا۔ ''امی، ابو نے سختی سے منع کیا ہے بلکہ نادرہ خالہ کہہ کر گئی ہیں کہ ہم تمہیں گھر لے جائیں۔''

''کیا مطلب؟'' ثانیہ ہکا بکا رہ گئی۔

''یہاں تمہاری پھوپھو بھی موجود ہیں اور فرخ......وہ دوبارہ بھی آ سکتا ہے۔'' ثانیہ نے عبید کو دیکھا۔

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''میری رخصتی اس طرح ہونا تھی......'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

ارم اور عبید نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

☆......☆......☆

سورج کی پہلی کرن نے دھرتی کی پیشانی کو چوما تو نوخیز صبح نئی نویلی دلہن کی طرح انگڑائی لے کر جاگ گئی...... مگر اس صبح کی لطافت اور خوب صورتی کو وہی محسوس کر سکتے تھے...... جن کی رات عافیت میں گزری ہو...... یہاں تو جاگ جاگ کر آنکھوں کے پپوٹے سوج گئے تھے...... صبح کے قریب اطلاع آئی کہ رابعہ دو بیٹوں کی ماں بن گئی ہے...... بچے پری میچور تھے اس لیے انہیں ابھی انڈر آبزرویشن رکھا جانا ہے......

''اب سجدے میں گر کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ آصفہ......!'' دادی نے لرزتی، کانپتی، روتی ہوئی آواز میں بیٹی کو لتاڑا......

''اللہ نے بچا لیا ہے...... تمہارے بیٹوں کو بھی اور تمہارے پوتوں کو بھی......''

آصفہ کی ساری توانائیاں ایک رات نے ہی نچوڑ دی تھیں۔

''اماں! میں نے یہ کب چاہا تھا...... پتا ہوتا تو سہیل کو گھر میں روک لیتی...... فرخ کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیتی......'' وہ روتی چلی گئیں۔

غرور مٹی میں مل گیا تھا۔ ایسی منہ کی کھائی تھی کہ دل کرتا تھا، ایک ایک کے پیروں میں گر کر معافی مانگ لیں......

''شکر کرو...... پولیس کیس نہیں بن گیا۔'' دادی نے مزید دل دہلایا۔ ''بھائی تھانا، پردہ رکھ گیا ہے۔ میرا بس چلتا تو خود تھانے دیتی...... کیسا لاڈلا اور پیارا تھا...... کیا پتا تھا ایسا مجرمانہ ذہن ہے۔''

انہوں نے تاسف سے اپنے کانپتے ہاتھ مسلے......

عبید تو رپورٹ کروانے کو تیار تھا...... ثبوت بھی موجود تھا کہ فیصل کا موبائل جو ڈھول والے کو ریکارڈ کر رہا تھا، اس میں عقب میں فرخ گولی چلاتا دکھائی دے رہا تھا۔ اگرچہ اس وقت فیصل کی توجہ ڈھول والوں پر مرکوز تھی۔ مگر سہیل نے منت سماجت کر کے روک دیا...... یہی بیان دیا کہ شادی کی خوشی میں فائرنگ کرتے غلطی سے ہو گیا۔

☆......☆......☆

''لیکن اس طرح تو وہ تمہیں دوبارہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔'' توفیق صاحب کو تشویش لاحق ہوئی۔

وہ لوگ ابھی ابھی ہاسپٹل سے گھر آئے تھے۔ عبید ثانیہ کو گھر چھوڑ کر سب کے منع کرنے کے باوجود ہاسپٹل چلا گیا تھا...... اور اب آسیہ اور توفیق کو لے کر واپس آیا تھا۔

''جو غلطی اس سے ہوگئی ہے، اس کے بعد تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... اللہ نے اسے اچھا سبق دیا ہے۔''

آسیہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''امی!'' عبید نے انہیں اپنے ساتھ لگا لیا...... ''جب تک آپ کی دعائیں میرے ساتھ ہیں، مجھے کچھ نہیں ہوگا۔''

''ان شاء اللہ!'' انہوں نے آنکھوں میں در آئی نمی کو صاف کیا۔

''عبید! جا کر اپنی دلہن کی بھی خبر لو......'' توفیق صاحب نے یاد دہانی کروائی...... حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی...... اس کا دل کمرے کی طرف ہمک رہا تھا...... وہ جاتے جاتے کچن کے دروازے میں رکا...... جہاں ارم ناشتے کی تیاری کر رہی تھی۔

''کیا ہو رہا ہے؟''

''نئی نویلی دلہن کا پہلا ناشتہ ہے، اسی کی تیاری کر رہی ہوں۔'' ارم نے تیزی سے انڈے پھینٹے...... عبید کو بہن پر پیار آ گیا...... وہ بھی تو ساری رات کی جاگی تھی۔

''میں بازار سے لے آتا ہوں۔''

''نہیں...... اب تو ہو گیا...... تم فریش ہو جاؤ۔''

''میری دلہن کیسی ہے؟'' اس نے ابلے ہوئے انڈے کا ایک پیس اٹھا کر منہ میں رکھا۔

''بہت غصے والی ہے۔'' ارم نے شرارت سے کہا۔

''وہ تو ہے......''

''تو جاؤ، جا کر اسے دیکھ لو، ساری رات نہیں سوئی۔''

''نیند تو کسی کو بھی نہیں آئی......''

وہ کھڑکی میں کھڑی باہر دیکھ رہی تھی۔ ان کے کمرے کی کھڑکی پورچ میں کھلتی تھی جہاں سفید، گلابی اور نارنجی پھولوں کی بہار تھی۔ عبید اس کے عقب میں آ کھڑا ہوا۔

وہ اب بھی بے دھیان تھی۔

عبید نے دونوں ہاتھوں سے اس کے کھلے بال سمیٹے اور سرگوشی کی۔

"نہ گھونگھٹ نہ سنگھار...... میری دلہن کہاں ہے؟"

"اب تم بھی مذاق اڑاؤ گے......" بھیگا بھیگا لہجہ...... عبید نے کندھوں سے تھام کر فوراً اپنی طرف گھمایا۔

"تم رو تی رہی ہو......؟" اس کی سرخ متورم آنکھیں......

"یا اللہ!" عبید نے بے حد افسوس سے اسے دیکھا۔ کبھی سوچا نہ تھا کہ اس کے گھر میں ثانیہ کی پہلی صبح ایسی ہوگی۔

"کیوں عبید......؟ مجھے کوئی بھی خوشی مکمل کیوں نہیں ملتی؟"

عبید نے اس کے سوجے ہوئے پپوٹوں پر نرمی سے انگلیاں پھیریں۔

"اہم یہ نہیں کہ ہماری شادی کن حالات میں ہوئی...... اہم یہ ہے کہ اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود ہم ایک دوسرے کے ساتھ ہیں...... تم میری زندگی میں ہمیشہ کے لیے شامل ہو...... میری بیوی ہو...... اب کوئی ہمیں الگ نہیں کر سکتا۔"

دھیما...... مدھم لہجہ......

جیسے دسمبر کی راتوں میں اوس گرتی رہے......

جیسے ہولے سے بادِ صبا چلتی ہو......

ثانیہ کے چٹخے...... تھکن زدہ اعصاب پرسکون ہونے لگے۔

اس کا دل چاہ رہا تھا وہ بولتا رہے اور وہ اس کے کندھے پر سر رکھ کر سنتی چلی جائے، آغاز کیا تھا؟ انجام کیا ہوگا...... سب بے کار تھا...... سچائی بس دو لفظ تھے......

میں...... اور تم......

آسودگی روم روم میں اتر آئی تھی......یہی تو چاہا تھا۔
چاہا اور پالیا......اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہوتی؟
وہ تجدید عہد کر رہا تھا......اب اس کی خوب صورت آنکھوں میں کبھی کوئی آنسو نہیں آئے گا۔وہ اس کی زندگی میں اہم رہے گی......ہمیشہ اور سب سے زیادہ......

☆......☆......☆

''یہ سب ثانیہ کی وجہ سے ہوا ہے......میرے بیٹے کو پاگل ہی بنا دیا ہے۔'' آصفہ کا رونا بند ہوتا تھا تو یہی بات منہ سے نکلتی تھی......ہاسپٹل کے بیڈ پر نیم دراز سہیل بے زاری سے یہ سب سن رہا تھا۔ پھر اس سے رہا نہیں گیا۔

''اماں! بس کریں۔کب تک دوسروں کو الزام دیں گی۔یہ سارا ہمارا کیا سامنے آرہا ہے...... ہمارا اپنا انڈا گندا تھا......تو کسی کو کیا کہیں......؟''

''ہاں......اب سارا الزام مجھ پر رکھ دو۔'' آصفہ کو تکلیف ہوئی۔

''ہمارا باپ تو تھا نہیں......صحیح اور غلط کی تمیز تو آپ نے ہی سکھائی تھی......اور آپ نے کیا کیا...... ''چھوٹا ہے، چھوٹا ہے'' کہہ کر عادتیں ہی بگاڑ دیں۔یہی سکھایا کہ تم جس چیز پر ہاتھ رکھو، وہ تمہاری ہے...... کوئی نہ دے تو چھین لو......خود بھی تو ساری زندگی ماموں کے گھر سے چھین چھین کر لاتی رہی ہیں۔''

وہ بولا تو بولتا چلا گیا......موت اسے چھو کر گزری تھی...... بازو میں لگی گولی کہیں اور بھی لگ سکتی تھی......وہ اپنے بچوں کو دیکھے بنا ہی مر جاتا۔

''ہاں......ٹھیک کہتے ہو۔سارا قصور تو میرا ہی تھا......''

وہ بری طرح رو پڑیں......ماں کو روتا دیکھ کر سہیل بے چین ہو گیا۔مگر یہی تو موقع تھا......انہیں سمجھانے......ان کا دل بدلنے کا......

''الزام نہیں دے رہا......سمجھا رہا ہوں......اب بھی وقت ہے......بدلیں خود کو......خود بھی جئیں اور دوسروں کو بھی جینے دیں۔ورنہ آج یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ایک بیٹا جیل میں ہوتا اور دوسرے کے

آج قتل پڑھ رہی ہوتیں۔"

"ایسی باتیں مت کرو...... میرے پاس تم دونوں کے سوا ہے ہی کیا؟" وہ تڑپ گئیں۔

"یہی تو سمجھا رہا ہوں...... جو کچھ آپ کے پاس ہے۔ اس کی قدر کریں۔ دوسروں کی چیزوں اور رشتوں پر نظر رکھنا بند کر دیں...... اور اب تو......" وہ سنجیدگی سے کہتے کہتے مسکرا دیا۔ "آپ کے پاس آپ کے پوتے بھی ہیں۔"

رابعہ کی حالت اتنی خراب تھی کہ وسیم نے فوراً سہیل کی اس سے ویڈیو کال پر بات کروا دی تھی...... تب اس کے دل کو کچھ سکون ہوا۔

"ہاں...... دیکھ آئی ہوں...... چنے منے سے ہیں...... شیشے کے بکسوں میں رکھے ہیں۔ بس دور سے دیکھنے دیے۔"

"رابعہ نے بہت سٹریس لے لیا تھا۔ ماں اور بچوں دونوں کو خطرہ تھا...... اس لیے وقت سے پہلے آپریشن کرنا پڑا۔"

سچویشن ایسی نہ تھی...... ورنہ وہ ڈاکٹروں کو تو آپریشن کا بہانا چاہیے جیسا بھاشن ضرور دیتیں۔

"فرخ کا کیا ہوگا؟"

"میں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ معاف نہیں کیا۔ وہ گھر میں تب ہی آئے گا جب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگا۔"

سہیل کا لہجہ دوٹوک اور قطعی تھا۔

☆......☆......☆

بوریوں سے بھرا نیم تاریک سا گودام تھا۔ چھت تک بھری بوریاں...... سیلن زدہ ماحول...... وہ بس تھوڑی دیر کے لیے باہر جاتا اور دوبارہ یہیں آ کر چھپ جاتا...... مارے ڈر کے کسی دوست کے گھر بھی نہ گیا۔ بھائی کو گولی مارنے کا پچھتاوا اتنا شدید تھا کہ کسی کو منہ دکھانے کو دل ہی نہ کرتا تھا...... اوپر سے پولیس کا خوف...... سنا تھا کہ عبید نے رپورٹ کروا دی ہے۔ سب جانتے تھے کہ نشانہ کون تھا؟

غصے میں آتا تو ثانیہ کو گالیاں بکنے لگتا۔

''اچھی بھلی مست زندگی گزر رہی تھی...... یہ منحوس پتا نہیں کہاں سے آ گئی۔ عشق کرنے کے لیے یہی رہ گئی تھی...... گلی کی کتنی ہی لڑکیاں میری نگاہ التفات کی منتظر تھیں۔ مت ماری گئی تھی جو اس کے پیچھے پڑ گیا۔ مجھے خوار کر کے مجرم بنا کر خود ہنی مون منانے چلی گئی ہوگی۔''

آہٹ ہوئی تھی۔ وہ بدک کر سمٹا۔

''میں ہوں فیصل......'' آواز پر وہ گڑبڑا کر کھڑا ہوا۔ اس کے عقب میں پولیس بھی ہو سکتی تھی......

''گھبراؤ نہیں...... تنہا آیا ہوں۔'' وہ گودام کے کھلے دروازے میں کسی سائے کی طرح کھڑا تھا۔

''آپ کو یہاں کا کیسے پتا چلا؟'' وہ اب بھی چوکنا تھا۔

''ڈھونڈنے سے خدا بھی مل جاتا ہے۔'' فیصل آگے آیا۔

''بھائی کیسا ہے؟ انہوں نے آپ کو بھیجا ہے۔'' وہ سہیل کا کولیگ تھا مگر عبید کا دوست بھی تو تھا۔

''شکر کرو، بھائی بچ گیا ہے ورنہ تم نے تو کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔'' فیصل نے طنزیہ کہتے بیٹھنے کے لیے ادھر ادھر جگہ تلاشی...... مگر اناج سے بھری بوریوں کے سوا وہاں کچھ بھی نہ تھا۔

''اناج ہے تو چوہے بھی ہوں گے۔'' کھڑ کھڑ کی آواز پر اس کے کان کھڑے ہوئے۔ منہ سے بے اختیار پھسلا۔ بھول ہی گیا تھا کہ وہ یہاں 007 بن کر ایک اہم مشن پر آیا ہے۔

بڑھی ہوئی شیو کھجاتے فرخ نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی۔

''مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ بس میں غصے میں پاگل ہو گیا۔ ثانیہ نے میرے ساتھ دھوکا کیا۔ بے وفائی کی۔ یقین جانو اس نے ہر عمل سے ثابت کیا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے...... عبید سے کہنا اس پر زیادہ اعتبار نہ کرے۔''

''عبید کی فکر چھوڑ دو، تمہارا بھائی مر جاتا تو جیل میں بیٹھے دیواروں سے سر ٹکرا رہے ہوتے، اور تمہاری ماں پاگل ہو کر گلیوں میں پھرتی۔'' فیصل نے اسے تیز لہجے میں ٹوکا۔ ''اس کی بے وفائی پر تھوک آئے تھے تو مٹی ڈال دیتے۔ اپنی زندگی برباد کر لی اور اتنا ہی عشق تھا تو بارات لے کر واپس کیوں بھاگے تھے؟''

''مت ماری گئی تھی۔'' وہ بے چینی سے بڑبڑایا۔

''میں نے ابھی تک عبید کی منت کر کے صرف اور صرف سہیل بھائی کی وجہ سے رپورٹ درج نہیں ہونے دی۔ ان کی بہت عزت کرتا ہے وہ لیکن اب سوچ لو سہیل بھائی معاف کر سکتے ہیں، عبید نہیں کرے گا۔ فیصلہ تم نے کرنا ہے۔ انتقام لے کر اپنی زندگی برباد کرنی ہے یا اس شہر سے دور آزاد زندگی گزارنی ہے۔''

دس منٹ کی تقریر میں فرخ کو دہلا دینے کے بعد اس نے آپشن دیا تو فرخ چونکا۔

''کیا مطلب؟''

''سہیل بھائی نے کہا ہے میں تمہیں شہر سے باہر بھجوا دوں۔ کچھ دنوں میں معاملہ ٹھنڈا ہو گیا تو واپس آ جانا۔ ورنہ جیل جانے کو تیار ہو جاؤ۔''

فیصل نے کندھے اچکائے۔ فرخ کے پاس اور راستہ ہی کیا تھا۔

''ٹھیک ہے۔''

''گڈ......!'' فیصل نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔ ''بس آدھا گھنٹہ دو۔ سارا بندوبست کر دیتا ہوں۔''

وہ دانستہ سچویشن کو گمبھیر بنا رہا تھا۔ ورنہ کچھ رقم دے کر ٹرین میں ہی تو بٹھانا تھا۔

''مبارک ہو، تمہارا کام ہو گیا...... وہ مان گیا ہے۔ مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ تم نے سہیل بھائی کا نام کیوں استعمال کیا۔'' وہ گاڑی میں بیٹھا عبید سے پوچھ رہا تھا۔

''میرے نام پر مان جاتا؟'' عبید ہنسا۔ ''اس وقت وہ ایموشنل ہو رہا ہے اور میں یہی چاہتا ہوں سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔''

''تم نے مجھے سانپ کہا ہے یا لاٹھی؟'' وہ مشکوک ہوا۔

''تمہیں کچھ نہیں کہا۔ سہیل بھائی کو بھی سمجھا دینا...... اور ایسا بندوبست کرنا کہ سال چھ ماہ سے پہلے واپس نہ آئے۔''

''نہیں آئے گا۔ اور کوئی حکم؟'' فیصل نے طنزیہ کہا۔

''حکم کیسا تیرا احسان ہے۔'' عبید شرمندہ ہوا۔ جب بھی ضرورت پڑتی، اسی کی پڑتی تھی۔
''پھر ٹھیک ہے احسان یاد رکھنا۔'' وہ بھی ڈھیٹ ہی تھا۔
''اوکے پھر ولیمے پر ملاقات ہوگی۔''
ولیمہ دس دن لیٹ کر دیا گیا تھا۔ رابعہ اور سہیل کی حالت کی وجہ سے...... آسیہ بری کے سامان کی فہرست بنانے لگیں۔
''کپڑوں کی خریداری تو آج ہی ختم کر لیتے ہیں۔ تاکہ کوئی سلائی وغیرہ کا کام ہو تو ساتھ ساتھ نمٹ جائے۔''
''ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ بہت سے کام نکل آتے ہیں۔ کسی کی سلیوز لگنی ہوتی ہیں تو کسی کے فٹنگ کے مسائل......'' ارم ایکسائیٹڈ ہونے لگی۔
''کیا ہو رہا ہے؟'' سرخ کڑھائی والے سوٹ میں ملبوس فریش فریش سی ثانیہ چلی آئی۔ سفید شلوار قمیص میں ملبوس عبید ساتھ ہی تھا۔ دونوں ایک ساتھ کتنے مکمل اور خوب صورت لگ رہے تھے۔ ماں بیٹی دونوں کے دل سے بے اختیار ماشاءاللہ نکلا۔
''تمہاری بری کی تیاری...... شاپنگ کی لسٹ بن رہی ہے۔'' ارم نے جوش میں بتایا۔
''بری میری ہے تو شاپنگ بھی مجھے ہی کرنی چاہیے۔'' ثانیہ نے دونوں ہاتھ ارم کے کندھوں پر رکھے۔
''ہاں تو تمہارے ساتھ ہی کریں گے۔'' ارم نے پیار سے اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔ ''ہر چیز تمہاری پسند کی ہی ہوگی۔''
عبید نے مسکرا کر ثانیہ کو دیکھا۔ وہ بھی مسکرا دی۔
''تم لوگ کہیں جا رہے ہو؟'' آسیہ نے پوچھا۔
''جی آنٹی...... رابعہ گھر آئی ہے تو اسی سے ملنے جا رہی ہوں۔''
''ماشاءاللہ...... شام کو میں بھی آؤں گی۔ ابھی تم ہو آؤ۔'' انہوں نے خوش دلی سے اجازت دی۔
''اور ہاں جلدی آ جانا پھر شاپنگ کے لیے جانا ہے۔'' ارم نے دوبارہ یاد دہانی کروائی۔

☆......☆......☆

ثانیہ کا بس نہ چلتا تھا کہ پوری زندگی کے کپڑے بری کے نام پر ایک ہی بار میں خرید لے۔ وہ جس چیز پر ہاتھ رکھتی، عبید اسے لے کر دے رہا تھا۔ آسیہ کو تشویش لاحق ہونے لگی۔ یہ اسراف تھا۔ اتنے فینسی ڈریس کہاں پہنے جانے تھے، موسم بدلنے والا تھا۔

ارم اور ثانیہ جیولری دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے دبے لفظوں میں عبید سے کہا۔

''کوئی بات نہیں امی، جن حالات میں ہماری شادی ہوئی ہے، میں کچھ کہوں گا تو اسے اچھا نہیں لگے گا۔'' وہ آج تارے بھی توڑ لانے کو کہتی تو عبید دلا دیتا۔

''شاید مجھے ساتھ آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔'' انہوں نے دل ہی دل میں سوچا۔ ان کے چہرے پر تھکن کے آثار دیکھ کر ارم نے باقی شاپنگ ملتوی کر دی۔

''لیکن مجھے تو ابھی بہت کچھ خریدنا ہے۔'' ثانیہ نے احتجاج کیا۔

''تم عبید کے ساتھ اپنی شاپنگ مکمل کر لو...... میں اور ارم اب گھر چلتے ہیں۔'' آسیہ نے نرمی سے کہا۔ عبید نے ان کے اصرار پر ٹیکسی کروا دی تھی۔

''شکر ہے یار! میں تو جھجک کے مارے ڈھنگ سے کچھ پسند ہی نہیں کر پا رہی تھی۔ اب کھل کر شاپنگ تو ہو سکے گی۔''

''یعنی ابھی کھل کر شاپنگ ہونا باقی ہے۔'' عبید نے بے چارگی سے پوچھا۔ ابھی ٹیکسی بھر کے سامان گھر گیا تھا۔

''میں نے ابھی خریدا کیا ہے؟''

''اللہ رے معصومیت......'' وہ اش اش کر اٹھا۔

''دیکھو عبید! اب میری چھوٹی چھوٹی خوشیوں پر پانی نہ پھیرو۔'' ثانیہ نے ناک چڑھائی۔ جس میں نازک سی نوز پن جگمگا رہی تھی۔

''میری مجال......''

''چلو، پھر مجھے منہ دکھائی کا گفٹ لے کر دو۔'' اس نے مزے سے عبید کا بازو پکڑا۔

”وہ کیا ہوتا ہے؟“

”اللہ رے معصومیت......“ ثانیہ نے نقل اتاری، پھر دونوں ہنستے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ ثانیہ نے اپنے لیے بہت پیارا نیکلس پسند کیا تھا۔

☆......☆......☆

”دادی.....دادی میں بہت خوش ہوں۔“ اس نے دادی کو بانہوں میں کس کر بھینچ ڈالا۔ دادی کو بے اختیار فرخ یاد آ گیا۔ جب ثانیہ کے ساتھ رشتے کی بات چلی تھی، وہ اسی طرح لاڈیاں کرتا تھا۔

”اللہ تجھے اسی طرح ہنستا مسکراتا رکھے۔“ انہوں نے دل سے اٹھتی ہوک کو دبا کر دعا دی۔

نادرہ شاپنگ بیگز کی تعداد دیکھ کر ہی نہال ہو گئی تھیں۔

”یہ تو کچھ بھی نہیں ہے اماں......! باقی تو گھر چلے گئے ہیں۔“ ثانیہ نے فخر سے بتایا۔

”اف! میں نے کتنے دنوں کے بعد......بلکہ زندگی میں پہلی بار اس طرح کھل کر شاپنگ کی ہے۔“

”کیوں بعد میں سارے بازار بند ہو جانے تھے۔“ دادی نے ٹوکا۔

”چھوڑیں بھی دادی......! موج کرنے دیں۔ چنو منو کہاں ہیں؟ میں نے ان کے لیے بھی شاپنگ کی ہے۔“

بچے بہت کمزور تھے اس لیے ڈاکٹر کے مشورے سے ان کے لیے علیحدہ کمرہ سیٹ کیا تھا تاکہ زیادہ لوگ قریب نہ جائیں۔

”عادل اور عدیل نام ہیں۔“ نادرہ نے بتایا۔

”اچھا نام بھی رکھ لیے، میں مل آؤں۔“ وہ تیزی سے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

”یہی تو میں چاہتی تھی۔ میری بیٹیاں قدر کرنے والوں کے گھر جائیں۔ کیسے مالا مال ہوئی ہے۔“ نادرہ نے خوشی و طمانیت کے احساس کے ساتھ ثانیہ کو جاتے دیکھا۔

”اللہ پہننا اوڑھنا نصیب کرے۔ سہاگ سلامت رہے۔“ دادی نے دعا دی۔

خود رابعہ بھی بہت ویک ہو رہی تھی۔ کمزور سا جسم، زرد چہرہ......

''سوری یار...... ولیمہ زیادہ لیٹ نہیں ہوسکتا تھا، تم اس حالت میں کیسے شرکت کروگی۔'' ثانیہ کو واقعی میں افسوس ہوا۔ بچوں کو بس دور سے ہی دیکھا۔ بچوں کو گود لینے کی عادت تھی نہ اجازت......

''میری فکر نہ کرو...... اتنی مشکلوں سے تو تمہارے معاملات ٹھیک ہوئے ہیں۔ اب اپنی زندگی کو انجوائے کرو۔'' رابعہ نے اطمینان سے کہا۔

''ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔ رب کا وعدہ سچا ہے۔''

پھوپھو ہر روز پوتوں کو دیکھنے چلی آتیں۔ سنا تھا فرخ شہر سے چلا گیا ہے۔

''اچھا ہے کچھ دن گھر سے دور دھکے کھائے گا تو عقل ٹھکانے آجائے گی۔''

''اور سنا تو سنا ہے گولی کھا کر سہیل بھائی خاصے سیدھے ہوگئے ہیں۔'' ثانیہ رابعہ کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

''شکر کرو اور احسان مانو...... تمہارے میاں کے حصے کی گولی کھائی ہے۔'' رابعہ نے ترنت جواب دیا۔

''اوہو...... ماں بن کر تو تمہاری زبان بھی چلنے لگی ہے۔ پھوپھو کے سامنے چلے تو مانوں۔'' ثانیہ نے چھیڑا۔

''ضرورت ہی نہیں پڑے گی ان شاء اللہ! غرور ٹوٹ جائے تو انسان ویسے ہی زمین پر آجاتا ہے۔ فرخ چلا گیا ہے اور پھوپھو جانتی ہیں اب سہیل کی زندگی میں میری اہمیت اور حیثیت کیا ہے۔'' رابعہ نے طمانیت سے بچوں کے کاٹ کو دیکھا۔

''خوب بدلے لینا۔'' ثانیہ نے اکسایا۔

''کس سے؟ ایک ٹوٹے ہوئے انسان سے؟''

''اف! تم سے تو کچھ کہنا ہی بے کار ہے۔'' وہ بدمزہ ہوئی۔

''چھوڑو اب اپنی سسرال پر توجہ دو۔'' رابعہ نے بات بدلی۔

''کون سی سسرال؟ میری توجہ کا سارا مرکز تو بس عبید ہوگا۔ باقی میری ذمہ داری نہیں ہے۔''

ثانیہ نے لاپروائی سے بال جھٹکے۔ اس سے پہلے کہ رابعہ کوئی لیکچر دیتی، ثانیہ نے فوراً اسے اپنا نیکلس دکھانا شروع کر دیا تھا۔

☆......☆......☆

''اتنی چپ چپ کیوں ہیں؟'' ارم نے عقب سے ماں کے گلے میں بازو ڈال دیے۔ سامنے کپڑے کھلے تھے۔ وہ ان کو الگ کر رہی تھیں تا کہ جن پر کچھ کام کروانا تھا انہیں درزن کے حوالے کیا جا سکے۔

''کام کا بوجھ ہے۔'' انہوں نے ٹالا۔

''امی! آپ کو پتا تو ہے وہ بچپن سے چھوٹی چھوٹی چیز کے لیے ترسی ہے اس کی خواہشیں اس طرح پوری نہیں ہوئیں، جس طرح میری ہوئی ہیں اب کچھ عرصہ تو اوورری ایکٹ ہی کرے گی، آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائے گی۔ ابھی آپ نے کچھ بھی کہا تو......''

''میں کیا بے وقوف ہوں جو کچھ کہوں گی۔ اللہ کا شکر ہے میرا بیٹا اتنا کماتا ہے کہ اس کی تشنہ خواہشوں کی تکمیل کر سکے۔ میں تو بس یہ سوچ رہی تھی انسان کے ظرف کا اندازہ تنگی میں ہوتا ہے یا فراخی میں......اور خواہش کا پودا تو ایسا ہے کہ جسے جتنا پانی دو، دگنا، تگنا بڑھتا ہے، جھاڑ جھنکار بن جاتا ہے۔ مرد کماتا ہے عورت گھر بناتی ہے۔''

''وہ بھی بنائے گی۔ بس اسے تھوڑا وقت دیں۔ اس خمار سے باہر آنے دیں۔'' ارم نے نرمی سے کہا۔

آسیہ نے فخر سے اپنی معصوم بیٹی کو دیکھا۔ تنگی ہو یا فراخی......ان کے بچوں کے ظرف بہت بڑے تھے۔

''ارم! تم نے پارلر سے اپائمنٹ لے لی؟'' تب ہی ثانیہ چلی آئی۔

''وہ تو میرے ذہن سے ہی نکل گیا۔''

''اتنی امپورٹنٹ بات ذہن سے نکل گئی۔ جلدی کرو، کسی اچھے پارلر میں اپائمنٹ بھی کئی دن پہلے لینا پڑتی ہے۔ اور ہاں اپنی بھی ساتھ ہی کروانا، میری نند کو بہت خوب صورت لگنا چاہیے۔''

''ہاں کروالیتی ہوں، اور کچھ؟'' ارم مسکرا کر اپنا سامان سمیٹنے لگی۔ تبھی ثانیہ کی نظر پیچ کلر کے لانگ ڈریس پر گئی۔

''کتنا خوب صورت ہے یار...... یہ کب لیا؟''

ارم نے کچھ کہنے کو لب کھولے......مگر ثانیہ کو جواب درکار نہیں تھا۔

''یہ تو میں جب کسی کے گھر پہلی دعوت پر جانا ہوا، تب پہنوں گی۔''

اس نے تیزی سے فراک اپنے ساتھ لگا کر دیکھا۔ اس کے لمبے قد پر ایسے ڈریسز خوب صورت بھی بہت لگتے تھے۔ وہ سمجھی کہ شاید بری کا جوڑا ہے اس سے پہلے کہ آسیہ بول پڑتیں۔ ارم نے کہہ دیا۔

''ہاں! ہم نے بھی یہی سوچ کر لیا تھا۔''

''چلو ڈن ہوا...... پارلر سے اپائمنٹ لے لینا......اور وہیں سے لینا جہاں سے میں نے کہا ہے۔'' وہ جاتے جاتے کہہ گئی۔

''اگر وہاں سے نہ ملی تو......؟'' ارم نے پکار کر پوچھا۔

''تو عبید ولیمے میں اکیلا ہی جائے گا۔'' وہ کمرے سے باہر جا چکی تھی۔

''اف نیا مرحلہ......'' ارم گہری سانس لے کر ماں کی طرف متوجہ ہوئی، وہ غصے سے گھور رہی تھیں۔

''کیا ہوا؟'' ارم نے معصوم بن کے پوچھا۔

''انسان اتنا میٹھا بھی نہ بنے کہ لوگ اسے گڑ کی ڈلی سمجھ کر چوس لیں۔''

''امی، ایک ڈریس ہی تو ہے۔''

''تم نے اپنے بھائی کے ولیمے کے لیے لیا تھا۔'' وہ چڑ گئیں۔

''یہ اتنے سارے پڑے ہیں نا، کوئی بھی اٹھالوں گی۔'' ارم نے تسلی دی۔

''اس طرح ہم دوسروں کی عادتیں خراب کرتے ہیں بیٹا......''

''امی! میں بس اتنا چاہتی ہوں کہ وہ خوش رہے۔ وہ خوش رہے گی تو میرا بھائی خوش رہے گا۔''

ارم نے تھوڑا رک کر کہا تو آسیہ کو چپ لگ گئی۔

"کس سوچ میں پڑ گئی ہیں امی...... بہت تھوڑے دن ہیں اور کام بہت زیادہ ہے۔ چل کریں، اچھا بتائیں، میں ان میں سے کون سا سوٹ لوں؟"

ارم نے جلدی جلدی بات بدل دی۔

☆......☆......☆

ارم ابھی تک ملازمہ کے ساتھ کچن میں تھی۔ دور پرے کے مہمان رات کو ہی آ گئے تھے۔ اگرچہ توفیق صاحب نے ناشتے کا انتظام باہر سے ہی کروایا تھا۔ پھر بھی کسی کو کچھ چاہیے تھا تو کسی کو کچھ...... دو تین ملازماؤں کے ہوتے ہوئے بھی بار بار ارم اور آسیہ کو کچن میں گھسنا ہی پڑتا۔

"تم ابھی تک یہاں کیا کر رہی ہو؟" عبید اسی کو ڈھونڈتا کچن میں آیا تھا۔

"مہمانوں کو چائے بھجوا رہی ہوں۔" وہ جھنجھلا گئی۔

"یہ سب کچھ چلتا رہے گا۔ تم نکلو یہاں سے، تم نے ثانیہ کے ساتھ پارلر جانا ہے۔"

"وہ تو جانا ہے۔ ٹائم بھی کافی ہو گیا ہے۔"

"بالکل جا کر چینج کرو، تیار تو وہیں ہونا ہے نا......" عبید نے اسے بازو سے پکڑ کر باہر کی طرف دھکیلا۔

"خود بھی تیار ہو جاؤ، ورنہ لوگ سمجھیں گے دیگیں اٹھانے والا آ گیا ہے۔" آسیہ نے جاتے جاتے لقمہ دیا۔

"اف ولیمے کے دن اتنی بے عزتی......"

"کوئی بات نہیں، زیادہ دل پر نہ لو۔" ارم ہنستے ہوئے تسلی دے کر چلی گئی۔

مگر کمرے میں ایک سرپرائز منتظر تھا۔

وہی ڈریس جو ثانیہ لے کر گئی تھی، اس کے بیڈ پر پڑا تھا۔

"یہ کہاں سے آیا؟" وہ حیران ہوئی۔

"اپنے حصے کی چیز...... اپنے حصے کی خوشی دوسروں کو نہیں دیتے یار......" وہ عبید کی آواز پر پلٹی۔

"ثانیہ کو برا لگے گا۔"

''کیوں لگے گا، اسے جیسے ہی پتا چلا، اس نے فوراً واپس بھجوا دیا۔''

مگر ثانیہ کو برا لگا تھا، تب ہی اس نے فوراً شکوہ کر دیا۔

''تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھا۔ اب مجھے الہام تو ہونے سے رہا کہ بری کے ساتھ ساتھ تم اپنی شاپنگ بھی کر رہی ہو۔''

ارم کہہ نہ سکی کہ میرے اکلوتے بھائی کا ولیمہ ہے تو میں اپنی شاپنگ کیوں نہ کرتی۔

''ایسی بات نہیں ہے۔ تمہیں اچھا لگا تو میں نے تمہیں دے دیا۔''

''عبید کو یہی لگا کہ میں نے تمہارا ڈریس ہتھیا لیا...... میرے اور عبید کے درمیان تو غلط فہمی پیدا ہو گئی نا......''

''اچھا ٹھیک ہے۔ میں عبید کو وضاحت دے دوں گی۔ تم اپنا موڈ تو خراب نہ کرو۔'' ارم نے مہمانوں کی وجہ سے بات سمیٹی۔

☆......☆......☆

کیا ہی خوب صورت آرائش تھی، دھیما میوزک، لائٹس، سرخ اور سفید پھولوں کی آرائش......

بہت سے مہمان اور سب کے مرکز نگاہ، ثانیہ اور عبید......

سرخ کارپٹ پر عبید کا ہاتھ تھامے فخر وانبساط کا احساس اس کے قدموں سے لپٹا جا رہا تھا۔ ہر قدم یوں اٹھتا جیسے ہواؤں میں اڑ رہی ہو۔ شاید من پسند شخص کی رفاقت کا احساس اتنا ہی خوش کن ہوتا ہے۔

وسیم کی بے چین نگاہوں نے اس سارے منظر سے ہٹ کر اسے تلاشا...... جسے ایک نظر دیکھنے کی چاہ ہر جذبے پر غالب تھی۔ وہ کہیں عقب میں سارے کیمروں کی فلیش لائٹ سے دور کچھ تھیلے پکڑے مدد کے لیے کسی کو ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

تب ہی نگاہ اپنے کزن تابش پر گئی، اسی کو پکارنے وہ تیزی سے آگے ہوئی کہ باہر جاتے کسی شخص سے بری طرح ٹکرائی۔

''اف!'' سارے تھیلے ہاتھ سے نکلے اور سامان بکھر گیا۔ گھر پہننے والی چپل سیدھی اس کے چمکتے

سیاہ جوتوں سے ٹکرائی۔ مارے شرمندگی کے ارم کا برا حال ہو گیا۔

کچھ بھی بولے بغیر وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔

ارم کو لگا وہ اس کی مدد کرے گا مگر وہ کچھ کہے بغیر راستہ بدل کر چلا گیا تھا۔

''بدتمیز......ال مینرڈ......'' وہ غصے میں بیٹھ کر سامان سمیٹنے لگی۔ تب ہی وسیم اس کی مدد کو آ گیا۔

''یہ کیا اٹھا رکھا ہے۔''

''پارلر سے لے کر آ رہی ہوں۔ گاڑی کسی اور کی تھی تو سامان نکال لیا۔'' وہ جھنجھلا کر بولی۔

''ہٹ جاؤ......میں کرتا ہوں۔'' اس نے ایک بچے کو سامان اور گاڑی کی چابی دے کر بھیجا......
تا کہ سامان گاڑی میں رکھ سکے۔

ارم نے سیدھا ہو کر سکون کا سانس لیا۔

''شکریہ وسیم بھائی! ورنہ وہ تو کوئی اتنا بدتمیز انسان تھا۔ ٹکرانے کے بعد ایک لفظ معذرت کا بھی
نہیں کہا۔''

''کوئی بات نہیں......میں ہوں نا!'' اس نے اتنے جذب سے کہا کہ ارم ٹھٹک گئی۔ پھر ہنس دی۔

''ٹھیک کہا، اب تو آپ کے ساتھ دو دو رشتے ہیں۔ بھابھی کے بھائی بھی ہیں اور......'' ارم
کے ذرا سے توقف پر دل نے ایک دھڑکن مس کر دی۔

''اور پڑوسی بھی......'' وہ سر جھٹک کر ہنسی تو کان کے جھمکے ہلکورے کھانے لگے۔

''تم لڑکیاں اتنی بے وقوف کیوں ہوتی ہو؟'' وہ برہم ہوا۔

''آپ مجھے بے وقوف کہہ رہے ہیں۔ ارم نے صدمے سے اسے دیکھا۔

بندہ دل رکھنے کو معصوم ہی کہہ دے۔

''اشارے تو سمجھ میں ہی نہیں آتے......اس لیے صاف بتا رہا ہوں، تمہیں پسند کرنے لگا ہوں،
تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

ارم کے ہاتھوں کے توتے، چڑیاں سب اڑ کر سر کے اوپر چکر کھانے لگے۔

''کیا ہوا، کچھ سنائی نہیں دیا۔'' اس کی حالت دیکھ کر وسیم نے مسکراہٹ دبائی۔ ارم نے جواب نہیں دیا تھا۔ بس دوڑ لگا دی تھی۔

''قدرت ہمیں ملانے کے سارے رستے کھول چکی ہے۔ اب کہاں تک بھاگو گی؟'' وسیم آسودگی سے مسکرایا۔

''جس گھر سے ایک رشتہ جڑ گیا تھا، وہاں دوسرا ہونے میں کیا رکاوٹ ہو سکتی تھی۔''

وہ سیدھی اسٹیج پر ثانیہ کے پاس جا کر بیٹھی تھی۔

''کیا ہوا، اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہو؟''

''نہیں تو...... لائٹنگ کا اثر ہے۔'' ارم نے دونوں ہاتھ گالوں پر رکھے۔ چہرہ تمتما رہا تھا۔

''اچھا...... میں تو کسی کی نظروں کا سمجھی۔'' ثانیہ کی نگاہ بلا کی تیز تھی۔

''کیا کہہ رہی ہو؟'' ارم نے سٹپٹا کر اسے دیکھا۔

''وسیم بھائی کیا کہہ رہے تھے؟''

''ک...... کچھ بھی نہیں۔'' ارم سٹپٹا گئی۔

''پانچ منٹ کی بات میں انہوں نے کچھ بھی نہیں کہا۔'' معنی خیز مسکراہٹ نے ثانیہ کے لبوں کا احاطہ کیا۔ شکر تھا کہ عبید کسی مہمان کے ساتھ بات کر رہا تھا۔ تب ہی اسٹیج پر نتاشا کی انٹری ہو گئی تو ثانیہ کی توجہ اس کی طرف ہو گئی۔

''دیکھ لو...... تم نے بھائی کے ولیمے پر انوائٹ نہیں کیا، مگر ثانیہ نہیں بھولی۔'' نتاشا نے ارم سے ملتے ہوئے شکوہ کیا تو وہ شرمندہ ہو گئی۔

''کالج چھوٹا ہے، دوستی تو ختم نہیں ہوئی۔'' ثانیہ نے لقمہ دیا۔

''بھئی...... دوستی تو ارم نے نبھائی ہے ورنہ کالج میں تمہارے سسرالیوں کے بارے میں جو خیالات تھے، بڑی بات ہے جو ارم نے پھر بھی تمہیں بھابھی بنا لیا۔'' نتاشا نے ہنستے ہوئے کہا تو ثانیہ کو برا لگا۔

''ارم کی کیا مجال...... عبید مجھ سے محبت کرتا ہے۔''

''اوہ......تب ہی......'' نتاشا نے ہونٹ سکوڑے۔

''اور سسرال والوں کے بارے میں میرے اب بھی وہی خیالات ہیں۔اب یہ تو ان پر ڈپینڈ کرتا ہے کہ یہ لوگ میرے خیالات کو کس طرح بدلتے ہیں۔''

''بہت چالاک ہو یار......'' نتاشا ہنسی۔ان کی گفتگو کس رخ پر جا رہی تھی، ارم کو خبر نہ ہوئی۔اس کا دھیان بھٹک گیا تھا۔تب ہی آسیہ کے بلانے پر وہ معذرت کرتی اسٹیج سے اتر گئی۔

''ماشاءاللہ! کتنا پیسہ لگا ہوگا۔'' دادی ناک پر انگلی جمائے ہال کا جائزہ لے رہی تھیں۔

''دادی! جلدی سے سیدھی ہوں، آپ کے ساتھ تصویر بنوانی ہے۔'' ارم نے دادی کے ساتھ والی کرسی سنبھالتے فوٹوگرافر کو اشارہ کیا۔

''میں نہیں کھنچواتی اب کون سا تصویر اچھی آنی ہے۔'' انہوں نے رخ پھیرا۔

''بہت اچھی آئے گی۔آپ سیدھی تو ہوں۔'' ارم نے ان کا دوپٹا ٹھیک کیا۔

''اچھا میری بات سن......ڈھنگ سے کھینچنا......چہرے کی جھریاں زیادہ نہ آئیں۔'' فوٹوگرافر ہکا بکا رہ گیا۔

ارم نے مسکراہٹ دبائی۔

''دادی! فکر نہ کریں۔فلٹر لگا کر ساری جھریاں غائب کر دیں گے۔ایک دم جوان نظر آئیں گی۔'' ارم نے تسلی دی۔وسیم کا دل چاہا وہ دادی کے دوسری طرف جا کر بیٹھ جائے۔پھر اسے لگا یہ چھچھورپن ہوگا۔اس لیے خاموشی سے رخ بدل گیا۔

''ہائے! میں نتاشا ہوں۔''

وسیم کچھ پزل سا ہوا۔ان کے خاندان کی لڑکیاں اتنے بولڈ انداز میں تعارف نہیں کرواتی تھیں۔

''ثانیہ کی فرینڈ......''

''اچھا، کیسی ہیں؟'' وہ فوراً سنبھلا۔

''میں تو بہت اچھی ہوں۔'' نتاشا نے گردن گھما کر ثانیہ کو دیکھا۔وہ دونوں کو دیکھ کر مسکرا رہی

تھی۔ارم کے جانے کے بعد نتاشا نے ثانیہ کو چھیڑا تھا۔

''آخر تم نے اس کے بھائی کو پٹا ہی لیا۔''

''اس کا بھائی خود ہی مجھ پر مرمٹا تھا۔''

''آہ!ہم پر تو کوئی نہ مرا۔''

''میرا بھائی ابھی سنگل ہی ہے۔شریف اتنا ہے کہ کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔''

''مجھ جیسی لڑکی سامنے ہو،تب بھی نہیں؟''

''آزمالو......مل لو۔وعدہ کرتی ہوں۔دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کر لیا تو شادی کروادوں گی۔''

''دلہن ہو،زبان تو قابو کرو۔'' عقب سے نادرہ نے ٹھوکا دے کر ثانیہ کو ٹوکا۔دادی نے کہلوایا تھا......اس کو کہو منہ بند کر کے بیٹھے......کیسی بے شرم لگ رہی ہے۔لوگ تو پہلے ہی باتیں کر رہے ہیں۔''

ثانیہ کو خاموش ہونا پڑا۔

ارم نے کچھ حیران ہو کر وسیم اور نتاشا کو باتیں کرتے دیکھا تو عجیب سا احساس ہوا۔

دو منٹ پہلے جولڑکا اسے پرپوز کرر ہا تھا،اب وہ کھڑا اس کی سہیلی سے باتیں کرر ہا تھا۔

☆......☆......☆

آئینے کے سامنے تیار ہوتا عبید خوش،مطمئن اور آسودہ لگ رہا تھا۔نیا رشتہ اسے راس آ گیا تھا۔

وہ آئینے میں ثانیہ کا عکس دیکھ کر مسکرادیا۔وہ ایک ہاتھ گال کے نیچے رکھ کر کروٹ کے بل سو رہی تھی۔

شگفتہ کھلا کھلا چہرا،طمانیت کا احساس......وہ مڑ کر اس کے پاس آیا۔

یہی تاثرات تو وہ اس کے چہرے پر دیکھنا چاہتا تھا۔سرخ لبوں کے گوشوں میں اب بھی کوئی شریر لمحہ مسکا رہا تھا۔عبید نے وہ لمحہ چرانا چاہا تو وہ کسمسا کر جاگ گی۔''گڈ مارننگ......صبح بخیر......''

''تم اتنی جلدی کیوں جاگ گئے۔'' ثانیہ نے بمشکل آنکھیں کھول کر عبید کی تیاری کو دیکھا۔

''کیونکہ آج مجھے آفس جانا ہے۔''

''اتنی جلدی؟'' اس نے پوری آنکھیں کھولیں۔

"تو کیا ساری عمر کے لیے گھر بٹھاؤ گی۔"

"ہاں...... میں کہوں گی تو تم بیٹھ جاؤ گے۔" اس نے کروٹ بدلنا چاہی۔ عبید نے روک دیا۔

"کہہ کر تو دیکھو۔"

"تو پھر آج آفس مت جاؤ......" ثانیہ نے اطمینان سے کہہ کر آنکھیں موندلیں۔

پھر ہنس دی۔ اچھی طرح جانتی تھی، اب وہ اسے گھور رہا ہوگا۔

"اب شرافت سے اٹھ جاؤ...... آفس کا پہلا دن ہے۔"

"تو جاؤ، اللہ حافظ!" وہ دوبارہ سے سونا چاہتی تھی۔

"ایسے ہی چلا جاؤں؟" عبید نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ تمہاری ننھی منی سی خواہشیں کیا ہوئیں؟ عبید جب تم آفس جاؤ گے تو میں تمہیں ناشتہ بنا کر دوں گی، پرفیوم لگاؤں گی اور ہاں وہ ٹائی کی ناٹ بھی اسی لیے باندھنا سیکھی تھی۔"

میسنا انسان...... کسی جذباتی لمحے کی گئی باتوں کا ایک ایک لفظ یاد رکھے ہوئے تھا۔

"سب کچھ کیا کروں گی...... کچھ دن تو سکون سے رہنے دو یار......" اس نے کروٹ بدل لی۔

"ٹھیک ہے، رہو سکون سے...... ہمیں تو ڈیوٹی پر جانا ہے۔" وہ ٹھنڈی سانس بھر کے اٹھ گیا۔

"ناشتہ بھی ارم بنادے گی۔"

"تو کیا ہوا؟ ساری عمر سے وہی ناشتے بنا رہی ہے۔ یہ کیا کہ بیوی کے آتے ہی ساری ذمہ داری اس کے کندھوں پر ڈال دی جائے۔ بیوی ہوں، ملازمہ تو نہیں۔" وہ نیند میں نجانے کیا کیا بڑبڑا رہی تھی۔

"محترمہ! آپ کو اس لیے جگا رہا تھا کہ اپنی خوب صورت مسکراہٹ کے ساتھ دروازے تک خدا حافظ کہہ آئیں تاکہ سارا دن خوب صورت گزرے۔ یہ ماں بھی عجیب ہوتی ہے، ساری زندگی خود دروازے تک رخصت کرتی ہیں...... مگر بیوی کے آتے ہی یہ ذمہ داری بھی اس کے نازک کندھوں پر ڈال دیتی ہے۔"

یہ یقیناً طنز تھا...... مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

''اوکے...... سوچا تھا، ناشتہ تمہارے ساتھ کروں گا، مگر خیر...... نیند پوری کرو۔'' وہ ٹھنڈی سانس بھر کے چلا گیا۔

ثانیہ نے تکیہ اٹھا کر منہ پر رکھ لیا تھا۔

☆......☆......☆

گھر کی صفائی ہو چکی تھی۔ دوپہر کے کھانے کی تیاری تھی۔ مہمان جا چکے تھے۔ بہت دنوں کے بعد گھر اپنی روٹین میں واپس آگیا تھا۔ پرسکون اور خاموش......

''سوچ رہی ہوں، دوپہر میں کچھ ہلکا پھلکا بنالوں۔'' آسیہ نے بیٹی سے مشورہ کیا۔

''دوپہر میں نہ بھائی گھر پہ ہے نہ ابو...... فریج بھی بھرا ہوا ہے۔ میں تو کہتی ہوں، کچھ بھی نہ بنائیں۔ کباب بھی پڑے ہیں۔ بریانی بھی بچی ہوئی ہے۔ شام کو کچھ بنالیں گے۔''

ارم آکر تسلی سے پاس بیٹھ گئی۔ تب ہی ثانیہ چلی آئی۔ اسے بننے سنورنے کا شوق تھا۔ کمرے سے باہر آتی تو نک سک درست، تیار شیار، ہلکا پھلکا زیور پہنے آسیہ کو اس کی یہ عادت اچھی لگتی تھی۔ کوئی اچانک بھی گھر میں آجائے تو پتا چلتا تھا کہ یہ اس گھر کی بہو اور نئی نویلی دلہن ہے۔

''السلام علیکم!''

''ماشاءاللہ یہ رنگ تو تم پر بہت ہی کھل رہا ہے۔'' انہوں نے جواب دے کر تعریف بھی کر دی۔ سی گرین کرتا پائجامے میں کام والا دوپٹا کندھے پر ڈالے وہ کھل رہی تھی۔

''شکریہ آنٹی......'' وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

''میری سہیلی ہے ہی اتنی خوب صورت جو بھی پہنتی ہے، سج جاتا ہے۔'' ارم نے خلوصِ دل سے تعریف کی۔ ثانیہ تفاخر سے مسکراتی کھلے بالوں میں انگلیاں چلاتی رہی۔

''ارم بیٹا! بہن کے لیے ناشتہ لاؤ۔''

''آجاؤ، ناشتہ کچن میں کرتے ہیں۔ میں نے کچھ خاص نہیں کھایا۔''

''نہیں لے آؤ یار! سستی ہو رہی ہے اور ہاں مجھے آملیٹ بنا دینا اور کباب تل لینا۔ تمہیں پتا تو ہے، مجھے فرائی انڈے نہیں پسند، کل بھی وہی بنا دیے تھے۔''

ثانیہ نے سستی سے کہتے کہتے فرمائش بھی کر دی۔

''کل تو ساتھ حلوہ پوری تھی، اس لیے بنا دیے تھے۔'' ارم کھڑی ہوئی۔

''کوئی بات نہیں...... کچھ دنوں میں کھیر پکوائی کی رسم ہو جائے گی تو جو دل چاہے بنا لیا کرنا۔''

انہوں نے بر سبیل تذکرہ بات کی تھی، مگر ثانیہ کو برا لگا۔

''ایسی کیا بات ہے، ارم کو پرابلم ہوتی ہے تو میں بنا لیتی ہوں۔'' وہ سرعت سے کھڑی ہوئی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بیٹھ جاؤ، میں لا رہی ہوں۔'' ارم نے پیار سے ڈانٹا۔

''دیکھ رہی ہوں، بھابھی بن کر تمہارے نخرے زیادہ ہو گئے ہیں۔''

''اللہ نخرے اٹھانے والوں کو سلامت رکھے۔ چلو کچن میں ہی چلتے ہیں۔'' دونوں ہنستے ہوئے کچن میں چلی گئیں۔

''پتا نہیں میری ہر بات کو اتنا فیکو کیوں لیتی ہے۔ میں نے تو عام سی بات کی تھی۔''

آسیہ نے کچھ حیران ہو کر سوچا۔

☆......☆......☆

''کیا ہو رہا ہے؟'' اس نے کوئی تیسری بار عبید کو کال کی تھی، وہ ہر لمحہ عبید کو اپنی موجودگی کا احساس دلانا چاہتی تھی۔

''آفس میں تو کام ہی ہوتا ہے۔''

''میں تو سمجھی، مجھے یاد کر رہے ہو۔''

''یہاں سر کھجانے کی فرصت نہیں ہے۔'' وہ لوگوں کی وجہ سے احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ وہ بدمزہ سی ہو گئی۔

''واپسی کب ہے؟''

''کوئی پانچ بجے......''

''اچھا، ڈنر آج باہر ہی کریں گے۔ دوپہر میں تو آج کچھ بھی نہیں کھایا گیا۔ آنٹی نے تو بچے کھچے پرانے سالن سامنے رکھ دیے تھے۔''

''چلو دیکھتے ہیں۔'' عبید نے ٹالا۔

''ابھی میں امی کی طرف جا رہی ہوں۔ وہیں سے پک کر لینا۔'' ثانیہ نے کہہ کر کال کاٹ دی۔ آسیہ کو بتا کر گھر آ گئی۔

''تمہارا گھر میں دل نہیں لگتا، سارا سارا دن تو یہیں ہوتی ہو۔'' دادی نے دیکھتے ہی ٹوکا۔

''آپ کو میرا آنا برا لگتا ہے۔'' وہ پاس ہی بیٹھ گئی۔

''ہاں تو اپنے گھر پر توجہ دو۔''

''جن کا گھر ہے، دیں توجہ...... ہم تو جا رہے ہیں ہنی مون پر......''

''ہیں سچ؟ کہاں جا رہی ہو؟'' نادرہ لپک کر پاس آئیں۔

''بھوربن......''

''ماشاءاللہ! میری رابعہ کو تو دوسرے دن ہی باورچی خانے میں کھڑا کر دیا تھا۔''

دادی نے منہ پھیر لیا۔

''اس کی اپنی غلطی تھی...... نہ ہوتی......'' ثانیہ نے کندھے اچکائے۔

''میری غلطیاں گننا چھوڑ دو...... اپنے سسرال کی فکر کرو۔'' رابعہ بھی باہر آ گئی۔ ''اب قدر کرنا ان لوگوں کی......''

''قدر تو وہ لوگ میری کرتے ہیں۔ آخر عبید کی محبت ہوں۔''

رابعہ کو پتا تھا اس نے ایسی ہی باتیں کرنی ہیں، اس لیے نادرہ کو چائے کا کہہ کر کمرے میں ہی لے آئی۔

''محبت کے سہارے زندگی نہیں گزرتی۔ واپس آؤ تو گھر داری پر توجہ دینا۔ ارم کی شادی ہو جائے گی، گھر تو تم نے ہی سنبھالنا ہے۔'' اس نے بڑی بہن کی حیثیت سے سمجھانا چاہا۔ وہ جو عدیل اور عادل کے کاٹ پر جھکی انہیں گدگدا رہی تھی، سر اٹھا کر مسکرائی۔

''مجھے بیوی نہیں، محبوبہ بن کر رہنا ہے۔''

''مرد کو صرف محبوبہ چاہیے ہو تو کبھی شادی ہی نہ کرے۔ اسے تو گھر والی چاہیے ہوتی ہے، جو پیار اور توجہ سے اس کے گھر کو سنبھالے۔ اس کی نسل کو پروان چڑھائے۔''

''یعنی عورت کا کام بس یہی ہے، بچے پیدا کرے گھر سنبھالے.....'' ثانیہ نے ناک چڑھائی۔

''جس عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے قدرت نے عورت کو چنا، تمہارے نزدیک معمولی ہے، ایک پوری نسل کو پروان چڑھانا کوئی گھٹیا کام ہے۔'' رابعہ کو برا لگا۔

''بات سنو، اگر تمہیں محبوبہ بننا نہیں آیا تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔'' رابعہ نے کچھ کہنا چاہا مگر نادرہ اندر آ گئیں۔

''دونوں کس بات کی بحث کرتی ہو۔ اپنا اپنا گھر دیکھو۔ اللہ کا شکر ہے رابعہ کے بھی دن بدلے۔ باقی رہی یہ.....'' نادرہ نے پیار سے ثانیہ کی تھوڑی چھوئی۔ ''یہ تو اپنے گھر کی رانی ہے۔ تو کرنے دو عیش.....بس عبید کو مٹھی میں رکھنا، وہ تمہاری ہر بات پر اعتبار کرتا رہا تو سب ٹھیک ہے۔''

ثانیہ نے بھنویں اچکا کر رابعہ کو شرارت سے دیکھا۔

''اماں! اس کو الٹی پٹیاں مت پڑھائیں۔'' رابعہ نے چڑ کر کہا۔ ''غیر مرد اداؤں سے قابو میں آتے ہیں، شوہر کو تو خدمت اور وفاداری چاہیے۔''

''میرے پاس وہ سب کچھ ہے جو ایک شوہر کو چاہیے۔ اس لیے تم میری فکر چھوڑ دو۔'' اس نے مزے سے ماں کے کندھے پر بازو پھیلا دیا۔

رابعہ چڑ کر کسمساتے ہوئے بچوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

☆......☆......☆

''عبید! تم نے بلایا تھا۔'' ارم دستک دے کر اندر آئی۔

نیل پالش لگاتی ثانیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اسے نہیں پتا تھا، عبید نے ارم کو بلایا تھا۔

''ہاں......اب تو بلانا ہی پڑتا ہے، ورنہ بھائی کے لیے تو تمہارے پاس وقت ہی نہیں۔'' وہ بیڈ پر نیم دراز تھا۔ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

”یہ تو نہ کہو......تم ہی مصروف ہو گئے ہو۔“

ارم نے ثانیہ کو دیکھتے ہوئے چھیڑا۔

”تمہاری امانت میرے پاس تھی۔“

عبید نے اپنا آفس بیگ قریب کر کے کھولا۔ ثانیہ تجسس میں اٹھ کر قریب آئی۔ عبید نے اندر سے ایک سرخ جیولری باکس نکال کر ارم کی طرف بڑھایا۔

”یہ کیا ہے؟“ ارم نے بس پوچھا تھا جبکہ ثانیہ نے ڈبا اچک ہی لیا اور تیزی سے کھولا۔ پھر تحیر سے عبید کو دیکھا۔

اس میں بہت خوب صورت نیکلس تھا۔

”یہ کس کا ہے؟“ ثانیہ نے بے ساختہ پوچھا۔

”ارم کا......“ عبید نے مسکرا کر ثانیہ کو دیکھا۔

قسط نمبر 12

’’میرا......‘‘ ارم نے خوش گوار حیرت سے عبید کو دیکھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اس نے کبھی ارم کو تحفہ نہیں دیا۔ بس اتنا مہنگا نہیں دیا...... ثانیہ عجیب سی کیفیت میں کبھی نیکلس کو تو کبھی عبید کو دیکھ رہی تھی جو پورے کا پورا ارم کی طرف متوجہ تھا۔

’’ہاں...... وہ رسم ہوتی ہے نا...... اپنی شادی پر بھائی بہنوں کو گفٹ دیتے ہیں...... وہی کوئی باگ پکڑائی وغیرہ...... تب تو ذہن میں نہیں رہا...... سوچا اب دے دیتا ہوں۔‘‘

ثانیہ نے آہستہ سے نیکلس پر انگلی پھیری۔

’’اس کی ضرورت نہیں تھی...... یہ بہت زیادہ قیمتی ہے۔‘‘ ارم خوش بھی تھی اور متذبذب بھی۔

’’میری بہن سے زیادہ تو نہیں......‘‘ عبید نے ثانیہ کے ہاتھ سے کیس لیا اور ارم کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اب کے اس نے اشتیاق سے نیکلس دیکھا۔

’’ثانیہ......! اچھا ہے نا......؟‘‘

’’ہاں......!‘‘ ارم کے پوچھنے پر وہ بدقت مسکرائی اور بے اختیار اپنے گلے میں پہنے نیکلس کو چھوا...... ارم کا نیکلس اس سے کہیں زیادہ خوب صورت اور قیمتی تھا۔

’’میں امی کو دکھا کر آتی ہوں......‘‘ ارم خوشی خوشی لے کر چلی گئی۔

عبید نے پیار بھری مسکراہٹ سے بہن کو دیکھا۔ پھر ثانیہ کی طرف رخ پھیرا۔ اپنے نیکلس پر انگلی پھیرتے وہ نجانے کس سوچ میں گم تھی۔

عبید نے اس کا وہی ہاتھ پکڑ کر رخ اپنی طرف کیا۔

''محبت مجسم سامنے ہو تو سوچوں کے پر کاٹ دیتے ہیں۔ اتنی دور نہیں جاتے۔'' وہ خیالوں میں بھی اس سے دور ہو، عبید کو گوارا نہ تھا۔

''بہت پیار کرتے ہو ارم سے......؟''

''بہت......'' وہ اس کے سوال پر متعجب ہوا۔

''مجھ سے بھی زیادہ......؟'' ثانیہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''بہن اور بیوی کی محبت کو ایک ترازو میں نہیں تولا جا سکتا۔ وہ مہمان ہے اس گھر میں نجانے اس کا نصیب کس گھر کس شہر میں لکھا ہے۔''

(کاش وہ یہاں سے اتنی دور چلی جائے کہ جلدی واپسی ہی ممکن نہ ہو)

عبید کے کندھے پر سر ٹکاتے اس نے دل سے دعا کی۔ وہ عبید کی رقم تھی جو ارم والے نیکلس پر خرچ ہوئی، اسے صرف ثانیہ پر خرچ ہونا چاہیے تھا۔ یہ ملال دل میں گہرا ہو گیا تھا۔

''پہلے یہ بتایئے ہم ہنی مون پر کب جا رہے ہیں؟''

''پرسوں......''

''اچھی بات ہے...... ورنہ جس حساب سے تم پیسے خرچ کر رہے ہو، تم نے آرام سے کہہ دینا ہے کہ جیب خالی ہو گئی۔''

عبید نے غور ہی نہیں کیا وہ کن پیسوں کی بات کر رہی ہے۔

''اتنا کنگلا نہیں ہے تمہارا عبید، نہ دل سے نہ پیسوں سے۔''

عبید نے نرمی و محبت سے بات ہی ختم کر دی۔

☆......☆......☆

''امی! دیکھیں، عبید بھائی نے مجھے کتنا پیارا گفٹ دیا ہے۔'' وہ جوش میں ڈبہ اٹھائے ماں کی طرف بھاگی۔

''کیا گفٹ کر دیا......'' آسیہ نے اس کے ہاتھ سے ڈبہ لے کر کھولا۔

"عبید کہہ رہا تھا یہ میری باگ پکڑائی ہے۔تب وہ دینا بھول گیا تھا۔"

توفیق نے پہلے بغور زیور کو، پھر آسیہ کو دیکھا۔

"بہت خوب صورت ہے، اللہ برتنا نصیب کرے۔" آسیہ نے پیار سے بیٹی کو دیکھا۔اس کا چہرہ جگر جگر کر رہا تھا۔یہ خوشی سونے کے زیور کی نہیں، بلکہ اس بات کی تھی کہ بھائی نے اسے یاد رکھا۔

"ابو! خوب صورت ہے نا......" ارم نے باپ سے بھی تائید چاہی۔

"بہت......" وہ مسکرائے۔

"امی! اپنے پاس سنبھال لیں۔میں کہاں رکھوں گی۔"

"ہاں میں رکھ لیتی ہوں......" انہوں نے ڈبہ بند کیا۔

"یہ زیور تو آپ نے خود ارم کے لیے بنوایا تھا......" توفیق صاحب نے ارم کے جانے کے بعد پوچھا۔

"ہاں......وہی ہے......تب افراتفری میں تو یاد ہی نہیں رہا کہ بہن کی بھی کچھ رسمیں ہوتی ہیں۔اس لیے عبید کو دے دیا تھا کہ ارم کو اپنی طرف سے دے دے۔"

"لڑکوں کو کہاں پتا ہوتا ہے ان رسموں کا......وہ تو کہہ رہا تھا امی میں پیسے دے دوں گا۔لیکن میں نے منع کر دیا۔اب ہمارے اور اس کے پیسے الگ تھوڑی ہیں۔"

"وہ تو ہے......" توفیق صاحب نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اب دیکھیں ارم کتنی خوش ہے۔اب جب جب یہ زیور پہنے گی، اسے بھائی کی محبت یاد آئے گی۔"

انہیں نہیں پتا تھا کہ بھائی کی اس محبت نے بھابھی کے دل کو کس طرح ڈسا تھا۔

ثانیہ کے دل میں بار بار یہی خیال آ رہا تھا کہ اس کے شوہر کے پیسے کس بے دردی سے خرچ ہو رہے ہیں۔اگر انہیں دو دن کے بعد ہنی مون پر نہ جانا ہوتا تو وہ یقیناً کوئی ردعمل دیتی۔مگر اب اس نے اپنا یہ خوب صورت رومینٹک ٹور خراب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

حساب کا کیا تھا......وہ تو بعد میں بھی بے باق کیا جا سکتا تھا۔

☆......☆......☆

عبید اور ثانیہ کے جانے سے گھر بالکل سونا ہو گیا تھا۔ آسیہ اور توفیق اٹھتے بیٹھتے انہیں یاد کرتے ...... ارم کو بھی لگتا گھر پر سارے کام ہی ختم ہو گئے ہیں ...... اس نے آن لائن کورسز شروع کر دیے ...... جو اس کی طبیعت کے موافق تھے۔

''ارم! تمہاری بھائی سے بات ہوئی......؟'' وہ اپنی الماری ٹھیک کر رہی تھی، جب آسیہ اندر آئیں۔

''امی! کل ہی ہوئی تھی، آج تو نہیں ہوئی۔'' وہ الماری سے لان کے کپڑے نکال رہی تھی تاکہ الماری میں نئے موسم کے لحاظ سے کپڑوں کی جگہ بن سکے۔

''عبید کا نمبر بند جا رہا ہے۔ ثانیہ کو ملاتی ہوں۔''

آسیہ کی بڑبڑاہٹ پر ارم نے مڑ کر دیکھا، ساتھ ہی ثانیہ کی بات یاد آئی جو وہ جاتے ہوئے ارم سے کہہ کر گئی تھی۔

''اب پلیز ہمیں بار بار کال کر کے پریشان نہ کرنا۔''

دوستانہ سے انداز میں اس نے بات ہی ایسی کی تھی کہ ارم پریشان سی ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

''کیا مطلب؟''

''یار! تم تو میری دوست ہو...... سمجھ سکتی ہو۔ ماں باپ کی عادت ہوتی ہے...... ہر وقت کی خبر رکھنا، بار بار کال کر کے پریشان کرنا......''

''ثانیہ! کیا ہو گیا ہے۔ اتنی دور پہاڑوں میں جا رہے ہو...... خیریت پتا چلتی رہے گی تب ہی تو ماں باپ کے دل کو تسلی رہے گی۔'' ارم کو برا لگا۔

''سمجھا کرو نا...... ہمیں پرائیویسی بھی تو چاہیے ہوگی۔ عبید ہر وقت تم لوگوں کی کال لیتا رہے گا تو ہم انجوائے کیا خاک کریں گے...... آئی پرامس! میں صبح شام کال کرواتی رہوں گی۔''

''کس سوچ میں گم ہو گئی ہو ارم......'' آسیہ نے اسے ٹوکا تو ارم چونک گئی۔

''چھوڑیں امی، کیا ہر وقت تنگ کرتے رہنا...... صبح بات ہو تو گئی تھی۔'' ارم نے ٹالنا چاہا تو آسیہ جھنجھلا گئیں۔

''میں نے کون سا اسے داستان امیر حمزہ سنانی ہے، خیریت ہی پوچھوں گی، سنا ہے رات کو زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوئے تھے......'' وہ کچھ ناراض ہوتی چلی گئیں۔ ارم کو ان کی بے چینی سمجھ میں آ گئی اور ساتھ ہی ثانیہ پر غصہ بھی......

''پرائیویسی کے نام پر گھر والوں کو ایک ڈبے میں بند کر کے دریا برد کر دینا چاہیے، تاکہ ان کی پرائیویسی متاثر نہ ہو۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے نمبر ملانے لگی۔

☆......☆......☆

دھندلی سی صبح تھی۔ بادل ان کی کھڑکی پر دستک دیتے اندر تک گھس آئے۔ ان کا ہوٹل تھا بھی کافی اونچائی پر...... جہاں سے پوری وادی کا منظر دیکھ سکتے تھے۔

آج طبیعت کچھ سست تھی سو دونوں ابھی تک بستر میں موجود تھے۔ آتش دان میں لکڑیاں چیخ رہی تھیں۔ ناشتہ کب کا ہو چکا...... اب تو ثانیہ کی باتیں تھیں جو ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتیں۔ وہ بولتی تو بولتی چلی جاتی۔ عبید کو اچھا لگتا تھا...... اسے دیکھنا، اسے سننا...... بالوں کی لٹ اسے خاموش کروانے کو ثانیہ کے لبوں کو چھوتی تو وہ انگلی سے ہٹا دیتی۔

''اف! کتنی ٹھنڈ ہے۔'' وہ ہر پانچ منٹ بعد کہہ کر اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں میں دے دیتی۔ کل کچھ زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوئے تھے۔ عبید نے چاہا واپسی کی راہ لی جائے مگر ثانیہ نہیں مانی۔

''تمہیں مرنے سے ڈر نہیں لگتا؟''

''وہ موت بھی قبول ہے جو تمہارے ساتھ ہو۔''

''راستے بند ہو گئے تو پھنس جائیں گے۔''

''یہ تو اور بھی اچھا ہو جائے گا۔'' وہ چہکی۔

عبید کے موبائل پر بیل آنے لگی...... ثانیہ نے گردن گھما کر دیکھا۔ دونوں کے موبائل ثانیہ والی سائیڈ پر تھے۔ ثانیہ کا موبائل پاورڈ آف تھا اور عبید کے موبائل پر ارم کی کال آ رہی تھی۔

''گھر سے کال ہو گی۔'' عبید نے اس کی طرف کروٹ لی تاکہ موبائل اٹھا سکے...... ثانیہ نے

موبائل پر اپنا ہاتھ رکھ دیا......اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرائی۔

''میں چاہتی ہوں جب میں بولوں تو تم صرف مجھے سنو......صرف مجھے دیکھو۔''

وہ اس کی جھیل سی آنکھوں میں ڈوبنے سے خود کو بچا نہ سکا۔

ثانیہ نے موبائل پاورڈ آف کر دیا۔

☆......☆......☆

''ساری رات پنکھا گول گول گھومتا رہا ہے۔'' دادی نے غالباً شکایت کی تھی۔

''دادی! پنکھا گول ہی گھومتا ہے۔'' وسیم نے تحمل سے یاد دہانی کروائی۔ مگر دادی نے اس کی بات پر غور نہیں کیا۔

''مجھے تو لگا، میرے نیچے سے پلنگ نکل گیا۔'' چائے لے کر آتی نادرہ چڑ گئیں۔

''ہاں......ہاں باہر بھاگا جا رہا تھا۔ میں نے برآمدے میں جا کر پکڑا۔''

وسیم نے بمشکل ہنسی روکی۔

دادی غصہ ہو گئیں۔ ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ رات کو زلزلے کا جھٹکا محسوس ہوا تھا۔ زیادہ شدید نہیں تھا، بعد میں بھی خیریت ہی رہی۔ مگر اپنی کمزوری اور خوف میں انہیں ساری رات ہی کچھ نہ کچھ محسوس ہوتا رہا تھا۔

''دادی! یہاں زلزلہ نہیں آتا، پہاڑوں میں آتا ہے۔'' وسیم نے تسلی کروائی۔

''یہاں صرف جھٹکے محسوس ہوتے ہیں۔''

''ہائے میں مر گئی......میری پوتی......'' انہوں نے کلیجہ پکڑ لیا۔

''کیا ہو گیا آپ کی پوتی کو؟'' رابعہ کل ہی تو گھر واپس گئی تھی۔ نادرہ کا دل دہل گیا۔

''ارے ثانیہ کو تو واپس بلاؤ......لور لور پہاڑوں میں پھر رہی ہے۔ کوئی ہل گیا تو کیا بنے گا......؟''

''کون ہل گیا......؟'' پتا نہیں نادرہ کچن سے آئی تھیں یا دادی کی باتیں مبہم تھیں......نادرہ کے

پلے کچھ نہ پڑ رہا تھا۔

”پہاڑ ہل گیا...... ایک کے بعد ایک پتھر...... ہائے وہاں دبے ہوئے کو تو کوئی جلدی نکالتا بھی نہیں ہے۔“

دادی نے صرف خود ہی نہیں ہولنا بلکہ سب کو دہلانا ہوتا تھا۔

”اللہ کا واسطہ ہے اماں......“ نادرہ بلبلا اٹھیں۔ ”ہر وقت منحوس بات کرنی ہوتی ہے۔ کوئی خیر کا کلمہ بھی منہ سے نکال لیا کرو۔“

”اماں! دادی فکر میں کہہ رہی ہیں۔“ وسیم نے ٹوکا۔

”رہنے دے ان کی فکروں کو...... سینے پر سانپ لوٹ رہے ہیں۔ ہمارے خاندان کا کون سا مرد ہے جو اپنی بیوی کو پہاڑوں کی سیر کو لے کر گیا ہو۔ اب ثانیہ گئی ہے تو سب کو آگ لگی ہے۔“ نادرہ بولتے بولتے باہر نکل گئیں۔ وسیم نے خجل سا ہو کر دادی کو دیکھا۔ وہ اپنا پوپلا منہ کھولے محو حیرت تھیں۔

”اپنی پوتی سے کون جلتا ہے؟ میں تو بس...... ان کی فکر ہو رہی تھی۔“ وہ رونے والی ہو گئیں۔

”اف! یہ عورتیں......“ وسیم کا دل چاہا سر پیٹ لے۔ ایک سے بڑھ کر ایک ملکۂ جذبات تھیں۔

☆......☆......☆

”کیوں فکر کر رہی ہیں...... ہم بالکل ٹھیک ہیں۔ کوئی زلزلہ نہیں...... سب خیریت ہے۔ بس آپ کی دعائیں چاہئیں۔“

وہ ٹیرس پر کھڑا کال کر رہا تھا۔

ثانیہ چینج کر کے آئی تو سن کر ہی بدمزہ ہو گئی۔

پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہلکا سنہرا رنگ بکھر رہا تھا۔ مگر نیچے وادی میں دھند تھی۔ وہ لکڑی کے جنگلے کے پاس آئی، دونوں ہاتھ جنگلے پر رکھ کر نیچے جھانکنے لگی۔ عبید نے بے اختیار آگے بڑھ کر اسے ایک بازو کے گھیرے میں لے کر پیچھے ہٹایا...... جبکہ موبائل ابھی تک کان سے ہی لگا تھا۔

”بس ایک دو دن میں واپسی ہے۔“

ثانیہ نے بے اختیار سر اٹھا کر عبید کو دیکھا۔

''میں واپس جانا نہیں چاہتی۔''

''آپ بے فکر رہیں، ہمارا آگے جانے کا کوئی ارادہ نہیں۔'' وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا اور جواب دوسری طرف دے رہا تھا۔

''ان کا بس چلے تو ویڈیو کیمرہ لگوا دیں۔ ہر وقت نظر رکھنے کے لیے......'' وہ اس کا بازو جھٹک کر دور جا کھڑی ہوئی۔ عبید نے تسلی سے خدا حافظ کہا پھر پاس چلا آیا۔

''گھر ہی جانا ہے...... کیوں بار بار کال کر رہی ہیں؟'' وہ تنک کر پوچھنے لگی۔

''زلزلے کا سنا تو گھبرا گئیں۔''

''گھبرا تو اسی دن گئی تھیں...... جس دن سے یہاں آئے ہیں۔'' ثانیہ نے ناک چڑھائی۔

''بزرگ ہیں...... بچوں جیسی حرکتیں ہو جاتی ہیں...... جو بات ذہن میں سما جائے، نکلتی نہیں......''

''کس کی کال تھی؟''

عبید نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور سادگی سے جواب دیا۔

''دادی کی......''

ثانیہ سٹپٹا گئی...... شکر ہے کچھ زیادہ منہ سے نہیں نکلا۔

''میں بھی انہی کی بات کر رہی تھی۔'' ثانیہ نے نظریں چرائیں۔

عبید مبہم سا مسکرایا۔

خجالت مٹانے کو ثانیہ نے اس کا بازو تھام کر کندھے پر سر رکھ دیا۔ ان کی نظروں کے عین سامنے سورج کی کرنیں دھند کی لہروں کا تعاقب کر رہی تھیں۔

''کتنا سکون ہے یہاں......''

''ہوں......''

''کچھ دن اور نہیں رک سکتے۔'' ثانیہ نے سر اٹھا کر تھوڑی کندھے پر ٹکائی۔ ''میرا گھر جانے کو

دل نہیں چاہتا۔‘‘

’’چھٹی ختم ہو رہی ہے ثانیہ! ویسے بھی ہم کتنا بھی گھوم پھر لیں، اصل سکون تو اپنے گھر میں ہی آتا ہے۔ کتنے دنوں سے میں نے امی کی شکل نہیں دیکھی، ارم کا لیکچر نہیں سنا...... ابو کے ساتھ واک پر نہیں گیا۔‘‘

اس کا ایک ایک لفظ اپنے گھر والوں کی محبت میں بھیگا ثانیہ کو کھلسانے لگا۔

’’مطلب میں تو ہوں ہی نہیں...... تم تو ان ہی کو مس کرتے رہے۔‘‘

قربت دوری میں بدل گئی۔

’’تم تو میرے ساتھ...... میرے پاس تھیں ثانی......‘‘

’’تم نہیں تھے...... بس آدھے ادھورے......‘‘

’’انسان مکمل کسی ایک کا کیسے ہو سکتا ہے۔‘‘ عبید کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ انسان تو ازل سے رشتوں میں بٹا ہے۔ کسی ایک کا ہماری زندگی میں ہونا کسی دوسرے کو کیسے مائنس کر سکتا ہے۔ عبید کو یہ بات سمجھ میں آتی تھی...... وہ ثانیہ کو بتا نہیں سکتا تھا۔ اس لیے بات ہی بدل دی۔ اس نے ثانیہ کی ہر خواہش پوری کی تھی۔ گھومنا، پھرنا، محبت، پیار، تو اب خواہش سے آگے کیا تھا؟

شاید حرص و ہوس کی اندھی کھائی!

وہ ثانیہ کو اس کھائی میں گرنے نہیں دے گا۔

اس کی محبت ایک حصار بن کر ہمیشہ ثانیہ کی حفاظت کرے گی کیونکہ اس نے ثانیہ کو اس کی خامیوں اور خوبیوں سمیت قبول کیا تھا۔

’’شاپنگ پر چلیں؟‘‘

’’جو حکم میری ملکہ......‘‘ اس نے سر تسلیم خم کر دیا۔

اور وہیں مال پر دونوں کا پہلا جھگڑا ہو گیا۔ وہ میرون لیڈیز کوٹ بہت ہی مہنگا تھا۔ عبید کچھ تذبذب کا شکار ہوا۔ کچھ بھی تھا، وہ ایک تنخواہ دار ملازم تھا۔ اس کے عیش و آسائش کی ایک حد تھی۔ وہ حد اب کراس ہونے لگی تھی۔

''ارم کے لیے اتنا مہنگا نیکلس لینے سے پہلے تو تمہیں اپنی حد یاد آئی نہ خالی ہوتا بینک اکاؤنٹ......''

عبید ہکا بکا رہ گیا۔

وہ شاپ میں کھڑے تھے۔ پچھلے دس دنوں میں کوئی ایک بات، کوئی ایک فرمائش بھی ایسی نہ تھی جو عبید نے ٹالی ہو۔ اور شاید یہی اس کی غلطی تھی۔ مگر یوں شاپ پر کھڑے ہو کر اسے ارم کے نیکلس کا طعنہ دینا۔

عبید نے خاموشی سے اپنا کارڈ نکال کر پے منٹ کر دی۔

ثانیہ مسکرا دی۔

اس کے پاس عبید سے اپنی بات منوانے کے ایک سو ایک طریقے تھے۔

☆......☆......☆

''سکون آ گیا۔'' ماں کی گود میں سر رکھتے ہی وہ شانت ہو گیا۔

''شکر ہے، خیریت کے ساتھ واپس آ گئے۔'' آسیہ نے پیار سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلائیں۔

''ثانیہ کو تو روک لیتے......ابھی تو وہاں کی باتیں سننی تھیں اور وہ آتے ہی میکے چلی گئی۔'' ارم نے ناراضی سے کہا۔

وہ لوگ رات گئے پہنچے تھے۔ دن چڑھے تک سوتے رہے۔ اٹھتے ہی ثانیہ نے ناشتہ کیا......تیار ہوئی اور میکے چلی گئی......اب اسی بات پر ارم خفا ہو رہی تھی۔

''بھئی جس طرح ہم ان دونوں کے لیے اداس تھے تو اس کے گھر والے بھی تو ہوں گے۔'' آسیہ مسکرائیں۔

''خاص طور پر دادی......'' عبید کو ہنسی آ گئی۔ دادی نجانے کتنی بار فون کھڑکاتی تھیں۔ جو بندہ بھی ہاتھ آتا......اسی کو کہتیں ذرا ثانیہ کا نمبر ملانا......اور ثانیہ کا موبائل ہوتا تھا......اکثر آف......پھر ایک دن عبید کا نمبر ہاتھ لگ گیا اور زبانی یاد بھی کر لیا۔

پھر تو گھر والوں کے علاوہ محلے کا کون سا بندہ تھا جس سے کال نہ کروائی ہو...... خاص طور پر زلزلے کے جھٹکوں کے بعد...... ان کا بس نہ چلتا تھا کہ دونوں کو موبائل میں سے ہی گھسیٹ لیں۔

''اور ایک یہ ہے......'' آسیہ نے ارم کو دیکھا۔ ''مجھے کال ہی نہیں کرنے دیتی تھی کہ بار بار تنگ نہ کریں......''

ارم نے نظریں چرالیں۔

''اس نے تو شکر کا کلمہ پڑھا ہوگا...... ہماری خدمتیں کر کر کے تنگ جو آگئی تھی۔''

''کبھی یاد ہی کرو گے...... میرے جیسی بہن چراغ لے کر ڈھونڈو گے...... تو بھی نہیں ملے گی۔''

''امی! ڈھونڈیں اس کے لیے کوئی دولہا...... تاکہ ہم اسے یاد کرسکیں۔'' عبید نے بے ساختہ کہا تو ارم نے تکیہ کھینچ کر اسے دے مارا۔

''شرم کرو...... شادی شدہ ہو گیا ہوں۔'' عبید نے تکیہ سر کے نیچے رکھا اور مزید ایزی ہو کر لیٹ گیا۔

''یہ نخرے اپنی بیوی کو دکھاؤ......'' ارم نے منہ بنایا۔

''تم بھی اپنی سسرال جا کر دکھانا...... ویسے بھی میری بیوی تو بس نخرے اٹھواتی ہے۔''

''شرم کرو...... کیسی باتیں کر رہے ہو...... بھائی بہن میں کچھ لحاظ کا رشتہ بھی ہونا چاہیے۔''

اس سے قبل کہ یہ سسرال کی گردان مزید آگے بڑھتی، آسیہ نے ٹوک دیا۔

''مذاق کر رہا ہوں...... اب اس سے نہیں کروں گا تو کس سے کروں گا......'' عبید نے ارم کی ناک کھینچی تو وہ چلا اٹھی۔

''دیکھیں سسرال کے نام پر کیسے خوش ہو رہی ہے۔'' عبید نے بھی پچھلے تمام دنوں کی کسر نکالنی تھی۔

''میں کیوں ہونے لگی...... جیسے سب کی شادی ہوتی ہے، میری بھی ہو جائے گی۔'' ارم سرخ چہرے کے ساتھ اٹھ کر جانے لگی تو عبید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا اور خود بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''امی! اس کے لیے تو گھر جوائی ڈھونڈ لیں۔''

''کیوں......؟'' آسیہ اس کی عجیب سی بات پر حیران ہو گئیں۔

''میں اپنی بہن کو دور نہیں بھیج سکتا۔''

''ایسے نہیں کہتے...... بس جہاں رہے خوش رہے...... ہمیں اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے۔''

آسیہ نے پیار سے بیٹی کو دیکھا۔

''میری بھی ایک شرط ہے۔'' ارم کے کہنے پر دونوں نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

''مجھے شہر سے باہر نہیں جانا...... اسی شہر میں رہنا ہے۔ امی ابو کا خیال رکھنا ہے۔''

''ان کا خیال رکھنے کے لیے میں موجود ہوں......'' عبید نے چھیڑا۔

''بیٹے بدل جاتے ہیں۔'' ارم نے چڑایا۔

''بدل جاؤں تو مر جاؤں۔'' عبید نے بے ساختہ کہا ساتھ ہی آسیہ کا ہاتھ اس کے کندھے پر پڑا۔

''خبردار جو فالتو بات منہ سے نکالی۔ اللہ تم دونوں کو سلامت رکھے...... تم دونوں میری دو آنکھیں ہو۔ ایک بھی نظروں سے اوجھل ہوا تو اندھی ہو جاؤں گی۔'' آسیہ جذباتی ہو کر آب دیدہ ہو گئیں۔

''امی! کیا ہو گیا ہے۔ ہم دونوں یہیں تو ہیں آپ کے پاس......'' عبید نے ماں کے گرد اپنا بازو پھیلایا، دوسری طرف ارم بھی ان کے پاس بیٹھ گئی۔

آسیہ کو اپنا آپ بڑا معتبر اور بھرا بھرا لگا...... واقعی نیک اولاد کتنی بڑی نعمت ہے۔

ثانیہ کا سنا تو رابعہ کو بھی وسیم لے آیا...... ثانیہ سب کے لیے کچھ نہ کچھ لے کر آئی تھی۔ دادی نے بڑے شوق سے پشمینہ کی شال اوڑھ لی، جو عبید نے خاص طور پر ان کے لیے خریدی تھی۔

''آنے جانے کے لیے رکھ لیں۔'' نادرہ نے مشورہ دیا۔

''میں نے کہاں آنا جانا ہے۔'' انہوں نے بے نیازی سے کہہ کر شال پر ہاتھ پھیرا۔

شبیر نے سب کو اکٹھا دیکھا تو سموسے اور جلیبیاں لے آئے۔ وہ ثانیہ سے بات تو کم ہی کرتے تھے مگر بیٹیوں کو خوش دیکھ کر دل کو سکون بھی ہوتا تھا۔

''تمہارا شاپنگ سے دل نہیں بھرتا...... عبید تمہیں منع نہیں کرتا۔'' رابعہ خود قناعت پسند اور کفایت شعار سی لڑکی تھی...... ثانیہ کی فضول خرچیاں بھی ہضم نہ ہوئیں۔

''عبید، سہیل بھائی کی طرح کنجوس نہیں ہے۔'' ثانیہ نے ناک چڑھائی۔

''اچھا ہر بات میں دونوں کا مقابلہ نہ کیا کرو...... جیسے بھی ہیں، میرے لیے اچھے ہیں۔'' رابعہ برا مان گئی۔

''تمہاری ساس نے تمہیں کھلی چھوٹ نہیں دے دی......'' اس نے نادرہ کے لیے لایا سوٹ نکالا۔

''تم سے ملنے آئی ہوں...... سہیل نے کہا، بچوں کو وہ اور پھوپھو دیکھ لیں گے۔''

آصفہ نے دبے دبے لفظوں میں اعتراض تو کیا...... مگر سہیل کے سامنے مدھم ہی رہتی تھیں۔

''اللہ کا شکر ہے...... بیٹیوں کے بوجھ سے نجات ملی......'' دادی نے کہا تو ثانیہ برا مان گئی۔

''ہم بوجھ تھیں۔''

''ہاں تو کیا بیٹیوں کی شادی آسان ہوتی ہے...... بارات...... کھانا، جہیز اور نجانے کیا کیا......؟'' دادی کی وہی روایتی پرانی سوچ۔

''پھر تو شکر کریں دادی...... ہینگ لگی نہ پھٹکری...... رنگ بھی چوکھا آ گیا۔ ایک روپیہ بھی نہیں خرچ کرنا پڑا اور میں رخصت بھی ہوگئی۔'' ثانیہ نے طنزیہ کہا...... اندر آتے وسیم نے اس کا جملہ سن لیا تھا...... تب ہی بات کو پلٹ دیا۔

''دادی! ساری فکر پوتیوں کی ہی کرنی ہے، کچھ پوتے کا بھی خیال کرلیں۔''

اس نے دادی کے پاس بیٹھ کر پلیٹ سے جلیبی اٹھائی۔ دادی چھوٹا سا ٹکڑا منہ میں رکھے چوس رہی تھیں۔

''ٹھیک تو ہے...... اب اس گھر میں بہو آنی چاہیے...... کیوں امی......؟''

رابعہ نے نادرہ کو مخاطب کیا...... وہ چٹنی میں سموسہ ڈبوئے نجانے کون سے حساب کتاب میں مصروف ہوگئیں۔

''ہاں...... ہاں...... ڈھونڈو اپنے لیے بھابھی......'' دادی نے خوش ہو کر کہا۔

''ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے میں تو اپنی سہیلی کو ہی اپنی بھابھی بناؤں گی۔'' ثانیہ نے خوش ہو

کر قطعی انداز میں کہا تو وسیم نے خوش گوار انداز میں بہن کو دیکھا۔ باقی ورطۂ حیرت میں ڈوبے تھے۔

''کیا مطلب......؟''

''میں نے تو ولیمے پر ہی جان لیا تھا...... آپ کی تو نظریں اس سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں...... کتنی دیر تو اس سے بات کرتے رہے تھے۔''

وسیم کو لگا سارا مسئلہ ہی حل ہو گیا...... اسے کچھ کہنا ہی نہیں پڑا۔

''تو پھر بات شروع کریں بھائی......'' ثانیہ نے شوخی سے پوچھا۔

''نیکی اور پوچھ پوچھ......'' وہ ہنستے ہوئے کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔

''لڑکی تو بہت ہی اچھی ہے...... پہلی بار تو زندگی میں کوئی ڈھنگ کی بات سوچی ہے ثانیہ نے......'' دادی نہال ہو گئیں۔

''دادی! اب ایسا تو نہ کہیں......'' ثانیہ برا مان گئی۔

''تم واقعی ارم کو اپنی بھابھی بناؤ گی......'' رابعہ نے بے حد تحیر سے پوچھا۔ خود نادرہ کا سموسہ ابھی تک چٹنی میں ڈبکیاں کھا رہا تھا۔

''ارم کی بات کون کر رہا ہے...... میرا دماغ خراب ہے جو نند کو بھابھی بنا کر ساری زندگی کے لیے اپنے سر پر سوار کر لوں۔'' ثانیہ نے ناگواری سے کہا۔

''تو پھر کس کی بات کر رہی ہو......؟''

''نتاشا کی......''

☆......☆......☆

ارم اپنے کمرے میں آئی تو اس کا موبائل بج رہا تھا۔ وسیم کا نمبر دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔ یاد آیا اس نے ولیمے میں کیا کہا تھا۔

''کیا ہے......؟ یہ تو پیچھے ہی پڑ گئے ہیں۔'' ہلکی سی جھنجھلاہٹ میں تجسس کی آمیزش تھی۔ ''اب کیا کہیں گے۔''

''ہیلو......!'' دوسری بار بیل آئی تو اس نے کال لے لی۔ اس کے محتاط سے انداز پر وسیم کو ہنسی آ گئی۔ ارم کو سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہنسا کیوں؟

''آپ کی ہنسی اتنی بھی خوب صورت نہیں ہے۔'' وہ چڑ گئی۔

''آئی ایم سوری......'' وسیم سنبھلا...... ''میں نے بس یہ بتانے کے لیے کال کی تھی کہ میں نے گھر میں بات کر لی ہے۔''

''کون سی بات......؟'' ارم کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

''شادی کی بات......'' وسیم جھنجھلا گیا۔ جو بات اس کے لیے اتنی اہم تھی، ارم کے لیے عام کیوں تھی۔

ارم کے ہاتھ پیر سن ہو گئے۔

''ہو سکے تو تم بھی گھر میں ذکر کر دو۔ سب ذہنی طور پر تیار ہو جائیں گے۔''

''میں کیوں کرنے لگی...... آپ محبت کرتے ہیں، میں تو نہیں......''

اللہ رے، ایسی صاف گوئی...... وسیم کا دل چاہا، اپنا سر پیٹ لے۔

''ٹھیک ہے، یہ جرم ہم سے ہی سرزد ہوا ہے، تو اتنی عنایت کیجیے اپنی سوچوں میں تھوڑی جگہ دے دیجیے۔'' اس نے بے حد بے چارگی سے استدعا کی۔

''مجھے کسی کے بارے میں نہیں سوچنا...... یہ فیصلہ امی ابو کا ہے۔ جو میرا نصیب بنے گا، وہی میری سوچوں کا محور ہو گا۔''

ماں نے ایک بات گھٹی میں گھول کر پلا رکھی تھی۔ کبھی بھی غیر مردوں کے خیالوں سے اپنی سوچوں کو آلودہ نہ کرنا، یہ مسلمان لڑکیوں کا شیوہ نہیں ہوتا۔

''بہت خوش نصیب ہو گا۔'' وسیم نے زیرِ لب کہا۔

''بس اتنا بتا دو...... مجھے ناپسند تو نہیں کرتی ہو؟''

''اب ایسا بھی نہیں ہے۔'' ارم نے جلدی سے کال ہی کاٹ دی اور دھپ سے بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی۔

چہرہ تمتمار ہا تھا۔ دھڑکنیں الگ بے ترتیب تھیں...... تبھی میسج آ گیا۔

''تو پھر میں ہاں سمجھوں......''

ارم کو ہنسی آ گئی۔ بہت ہی ڈھیٹ انسان تھا۔ ارم نے جواب نہیں دیا۔

☆......☆......☆

''نتاشا کون؟'' نادرہ نے حیرت سے پوچھا۔

''آپ کو وہ یاد نہیں ہے......'' ثانیہ نے جلدی سے تصویریں نکال کر دکھائیں۔

''بہت اچھی فیملی ہے۔ اکلوتی ہے اور اسے وسیم بھائی پسند بھی بہت آئے تھے۔'' ثانیہ جوش میں بتانے لگی۔

''ذرا مجھے بھی دکھانا۔'' دادی نے موبائل ہاتھ میں لیا۔ کلوزاپ کروا کر کے نتاشا کا ایکسرے کیا اور آخر میں کمال تبصرہ داغا۔

''میک اپ کی دکان ہے...... ناک موٹی ہے، ماتھے پر تین لکیریں ہیں، مطلب ہر وقت تیوری چڑھائے رکھتی ہے۔'' پھر موبائل ثانیہ کو تھما دیا۔ ''اس سے تو کہیں اچھی ارم ہے۔''

ثانیہ نے تاؤ کھا کر دادی کو دیکھا۔

''وسیم بھائی سے پوچھ لو، وہ کیا چاہتے ہیں۔'' رابعہ نے مدھم لہجے میں کہا۔

''تمہارے سامنے تو بات ہوئی ہے۔ وہ بھی نتاشا کو پسند کرنے لگے ہیں۔''

''ایک ہی ملاقات میں......'' رابعہ نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں بھئی، محبت پہلی نظر میں بھی ہو جاتی ہے۔'' ثانیہ نے گویا بات ہی ختم کر دی۔

''امی! پھر چلیں لڑکی دیکھنے۔''

''اتنی جلدی......'' نادرہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

''میں بھی جاؤں گی، آخر میرے اکلوتے پوتے کی بات ہے۔'' دادی نے رنگ میں بھنگ ڈالی۔

''افوہ دادی......! آپ کو کہاں گھسیٹتے پھریں گے۔ ابھی تو بس امی کو ان کی فیملی سے ملوانا ہے۔''

''میرا پوتا یتیم نہیں ہے...... ایک عدد باپ بھی رکھتا ہے۔'' دادی تنک کر بولیں۔ ''اس سے تو مشورہ کرلو۔''

نادرہ نے کچھ کہنا چاہا۔ ثانیہ نے اشارے سے خاموش کروا دیا۔ نادرہ کو لگا، ثانیہ کے ذہن میں کچھ پک رہا ہے۔ تب ہی خاموش ہوگئیں۔ رابعہ کو بچوں کی وجہ سے گھر جانا پڑا۔ وسیم کو بھی واپس جانا تھا، وہ چلا گیا۔

☆......☆......☆

کچن میں رات کے کھانے کی تیاری ہورہی تھی۔ بیٹا اور بہو اتنے دنوں کے بعد واپس آئے تھے، آسیہ کو لگا انہیں کچھ اہتمام کرنا چاہیے۔ عبید تسلی سے لاؤنج میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

''عبید! ثانیہ کو کال کرو، اب آ بھی جائے۔'' ارم کو اپنی بے چینی تھی۔ سہیلی نے کچھ بھی نہیں بتایا تھا کیا کیا کھایا، کہاں کہاں سیر کی، تصویریں کیسی بنوائیں۔

''اچھا......'' عبید نے کچھ سوچا۔ ''میں خود ہی لے آتا ہوں، ساتھ میں سب سے مل بھی لوں گا۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے۔ تم نے کچھ خاص کھانا ہے تو بتادو۔'' ارم نے واپس مڑتے ہوئے پوچھا۔

''میرا خیال ہے، پہلے ہی خاصا اہتمام ہوگیا۔'' عبید نے خوشبوؤں سے اندازہ لگایا۔

ثانیہ نادرہ کو تصویریں دکھا رہی تھی۔

''ثانیہ! یہ تو ہے؟'' جینز پر لمبا کوٹ پہنے، کھلے بالوں میں ہنستے سرخ چہرے کے ساتھ وہ ماں کو کسی ڈرامے کی خوب صورت ہیروئن لگ رہی تھی۔

''عبید تجھے ایسے کپڑے پہننے دیتا ہے۔''

''ہاں، اس کی کیا مجال، مجھے روکے...... میں نے کہا مجھے شوق ہے۔'' ثانیہ نے فخر سے بتایا۔

''ثانیہ! تم کتنی خوش نصیب ہو۔'' انہوں نے رشک سے بیٹی کو دیکھا۔

''یہ خوش نصیبی میری کوششوں سے مقدر ہوئی ہے۔ آپ لوگوں کی طرح تقدیر پر شاکر ہوکر نہیں بیٹھ گئی تھی۔'' ثانیہ نے جتایا۔

''اسی لیے کہہ رہی ہوں وسیم بھائی کی شادی نتاشا سے ہوگئی تو ان کی بھی قسمت بدل جائے گی۔ اکلوتی اولاد ہے۔ صاحب جائیداد ہے۔ جہیز میں ہی نجانے کیا کچھ لائے گی۔ یہ جو وسیم بھائی کی آدھی تنخواہ پلاٹ کی قسط میں نکل جاتی ہے، کیا پتا جہیز میں پلاٹ یا گھر ہی دے دیں۔''

''ہیں...... اتنے امیر ہیں۔''

''اور نہیں تو کیا جھوٹ بول رہی ہوں۔'' اس نے موبائل ایک طرف رکھ دیا۔

''تو پھر وہ ہم غریبوں میں رشتہ کیوں کریں گے؟''

''کیونکہ ان کی بیٹی وسیم بھائی پر مرمٹی ہے۔''

اور یہ سچ بھی تھا۔ نتاشا کی جب سے وسیم سے بات ہوئی تھی، وہ نہال ہی ہوگئی تھی۔ وسیم کا نرم لہجہ، رکھ رکھاؤ والا انداز نتاشا کے دل میں کھب گیا تھا۔ ان کے خاندان کے مرد تو غصے کے ہی بہت تیز تھے۔ جتنا پیسا تھا اتنا ہی تیکھا مزاج تھا۔

''اچھا......'' ان کو نجانے کیوں تعجب ہوا۔

''دادی کو یہ سب مت بتانا...... انہوں نے کہنا ہے لڑکی بہت تیز ہے۔'' ثانیہ نے منہ بنایا۔

نادرہ نے کہنا چاہا...... بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔ مگر خاموش ہی رہیں۔

''کل نتاشا کے گھر چلیں گے۔ کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں...... چپکے سے جا کر اس کا گھر بار دیکھ آئیں، خاندان سے مل لیں۔''

''اچھا...... تمہارے ابا سے بات کرتی ہوں۔''

''اماں......!'' ثانیہ جھنجھلا گئی۔ ابا نے کہہ دینا ہے دادی کو بھی لے کر جائیں۔ ابھی کسی کو نہیں لے جانا...... ابھی تو صرف ملنے جانا ہے۔ بعد میں سب کو لے جائیں گے۔''

''تمہاری دادی سے کیا کہیں گے۔''

''آپ کا بی پی ہائی ہوگیا ہے۔''

''ہیں، نہیں تو......'' نادرہ نے گھبرا کر نبض پر ہاتھ رکھا۔

''اماں......!'' ثانیہ کو ہنسی آگئی۔

''اچھا......اچھا سمجھ گئی۔''

''بس اپنی بادامی گرگابی (جوتا) نہ پہنیے گا، ورنہ دادی کو شک ہو جانا ہے کہ کسی خاص جگہ جا رہے ہیں۔''

''بیٹے کی ہونے والی سسرال جاؤں گی تو اچھی طرح تیار ہو کر ہی جاؤں گی۔'' وہ برا مان گئیں۔

''چلیں پھر دادی کو پہلے ہی کمرے میں شفٹ کر دیں گے۔''

باہر سے عبید کی آواز آئی۔ وہ دادی کو سلام کر رہا تھا۔

''لگتا ہے، عبید تمہیں لینے آگیا ہے۔'' نادرہ جلدی سے کھڑی ہوئیں۔

''میں نے کہا بھی تھا کہ رات یہاں رکوں گی۔'' ثانیہ نے منہ بنایا۔

''اچھا زیادہ نخرے دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے چلنے کو کہا تو چلی جانا......صبح دوبارہ آجانا۔''

نادرہ کے کہنے پر ثانیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆......☆......☆

ثانیہ نے جلدی سے میک اپ کیا، جیولری پہنی......دادی کو دیکھا وہ شوربے میں پکا جو کا دلیہ کھا کر خراٹے لے رہی تھیں۔ ثانیہ پہلے ہی انہیں بتا چکی تھی کہ اماں کا بی پی گڑبڑ کر رہا ہے۔ انہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے۔ شبیر کو بھی کال کر کے کہہ دیا تھا گھر آجائیں......دادی اکیلی ہیں۔

تب ہی ثانیہ کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے اس ڈر سے فوراً کال ہی کاٹ دی تاکہ دادی کی آنکھ نہ کھل جائے۔ دوسری طرف وسیم تھا۔ اسے جلدی میں بس اتنا ہی بتایا......''آپ کے رشتے کی بات کرنے جا رہے ہیں۔''

اس پر گویا شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔

''تمہارے ابا کو بتا دیتے۔'' نادرہ اب بھی متذبذب تھیں۔

''ساری زندگی ابا نے آپ کو کچھ بتا کر کیا ہے۔ ابھی پھوپھو کی طرف جا کر اعلان کر دیں گے اور میں ابھی کسی کو بھی بتانا نہیں چاہتی۔''

نادرہ تو یوں بھی ثانیہ کی ہر بات پر آمین کہتی تھیں، ان کے نزدیک ثانیہ اس گھر میں سب سے عقل مند تھی۔

☆......☆......☆

اضطراب وخوشی میں شاید مت ماری جاتی ہے۔ تب ہی وسیم نے ایک کے بعد ایک میسج ارم کو کر دیے۔

''تم میری محبت کا خوب صورت چہرہ ہو۔ پہلا احساس ہو۔''

پہلی بار ارم کا دل غیر محسوس انداز میں دھڑکا۔

''تمہاری ایک جھلک دیکھنے کو چھت کے کتنے چکر لگاتا تھا۔ گھر آتے ہوئے سارا رستہ دعا کرتا کہ پہلا دیدار تمہارا ہو۔ اور جب کبھی ایسا ہوتا تو لگتا، عید ہو گئی ہے۔''

''یا اللہ! اتنے چھچھورے لگتے تو نہیں......'' ارم بوکھلا سی گئی۔

''جانتا ہوں، تم جواب نہیں دو گی۔ پھر بھی اس لمحے سب کہہ دینا چاہتا ہوں۔ تاکہ جب گھر والے تم سے تمہاری رائے پوچھیں تو تمہارے پاس ہاں میں جواب ہو۔''

''یہ تو پکے ہی ہو گئے ہیں۔'' ارم نے پہلی بار سنجیدگی سے سوچا۔ کیا اس کے گھر والے ارم کے لیے وسیم کے رشتے کو مان جائیں گے۔

اندر کہیں احساس تھا کہ نہیں...... اس کے گھر والے ثانیہ کے گھر والوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ تو پھر عبید کی دفعہ کیوں مانے، وہاں گنجائش کیوں نکلی۔

جواب سیدھا سا تھا۔ ثانیہ نے بیاہ کر اس گھر میں آنا تھا اور ارم...... اسے وسیم کے گھر جانا تھا۔ ساری زندگی ان کے ساتھ گزارنی تھی۔

ارم کچھ بے چین سی ہو گئی۔

وسیم اچھا تھا۔ اس سے محبت بھی کرتا تھا۔ مگر کچھ تھا جو ارم کے جذبات کو اس کی طرف مڑنے سے روک دیتا تھا۔

کچھ تھا جو ہاتھ پکڑ لیتا تھا۔

''پیاری لڑکی ......! انجان رستوں پر قدم نہیں رکھتے۔''
ارم نے قدموں میں گرے سفید پھولوں کو دیکھا۔ وہ کب سے اس بیل کے ساتھ چھیڑ خانی کرتی گہری سوچ میں گم تھی تب ہی ہلکی سی میسج ٹون ابھری۔ ارم نے گہری سانس لے کر میسج کھولا۔
''تیار ہو جاؤ، پہلے رب سے تمہیں مانگا تھا، اب تمہارے گھر والوں سے مانگنے آ رہے ہیں۔''
موبائل ارم کے ساتھ سے گرتے بچا۔
''ایسے کیسے......'' اس نے بوکھلا کر دونوں گھروں کی مشترک دیوار کو دیکھا۔
''کم از کم ثانیہ کو پہلے گھر میں بات تو کرنی چاہیے تھی۔''
☆......☆......☆
عبید کی کال اس وقت آئی جب ٹیکسی نتاشا کے گھر کے پاس رکنے والی تھی۔
''کیا ہی اچھا ہو کہ جب میں گھر آؤں تو تمہارا خوب صورت چہرہ میرے سامنے ہو۔''
وہ کل عبید کے ساتھ نادرہ کے کہنے کے باوجود نہیں گئی تھی۔ حالانکہ اس کا ارادہ نہیں تھا مگر جب عبید سامنے آیا تو کہہ دیا، آج تو یہیں رکوں گی۔ اتنی قربت کے بعد دوری بھی تو ضروری تھی۔ عبید تھوڑے پس و پیش کے بعد مان گیا تھا۔ چھٹی ختم ہونے کے بعد وہ پہلے دن آفس گیا تھا۔
''آج تو ممکن نہیں......'' ثانیہ نے بے نیازی سے جواب دیا۔
''اب تم مجھے غصہ دلا رہی ہو۔'' عبید برا مان گیا۔
''مجھ پر غصہ کرو گے۔'' ثانیہ نے ناز سے پوچھا اور یہی مان عبید کو توڑ دیتا تھا۔
''تم جانتی ہو نہیں کر سکتا۔ اسی لیے تمہیں میرا کوئی احساس نہیں۔'' بے بس لہجہ......
''کیا ہو گیا ہے عبید! اپنے گھر والوں کو اتنا یاد کر رہے تھے۔ اب چار دن ان کے ساتھ رہ لو۔''
''ثانی! اپنے بیمار شوہر پر رحم کرو۔'' وہ بلبلایا۔
''بیمار......؟ کیا ہوا......؟'' ثانیہ بے چین ہو گئی۔ نادرہ نے چونک کر ثانیہ کو دیکھا۔
''بیمارِ محبت......'' عبید نے برجستہ کہا تو ثانیہ بے ساختہ ہنسی۔ نادرہ نے چٹکی کاٹی۔

ٹیکسی رک گئی تھی اور ڈرائیور ان کے اترنے کا منتظر تھا۔

''تمہارا علاج گھر آ کر کروں گی۔ کیونکہ ابھی جلدی میں ہیں۔ وسیم بھائی کے لیے لڑکی دیکھنے آئے ہیں۔'' ثانیہ نے اپنی طرف کا دروازہ کھولا۔

''اوہ! تو اس کے بھی وارنٹ جاری ہونے والے ہیں۔''

''بس یہی سمجھ لو۔''

ٹیکسی کو فارغ کر کے مڑی تو نادرہ ہکا بکا بڑے سے گولڈن براؤن گیٹ کو دیکھ رہی تھیں۔

''یہ تو بہت بڑا گھر ہے۔''

''ابھی اندر تو چلیں۔''

ان کی آمد کی اطلاع تھی۔ ملازم پروٹوکول کے ساتھ اندر لے گیا۔ وسیع وعریض لان کے بعد شاندار فرنیچر سے سجا ڈرائنگ روم......

نادرہ بے چین سی ہو گئیں۔ جبکہ ثانیہ یوں بیٹھی تھی جیسے یہاں آتی جاتی رہی ہو۔

''ہمارا تو چھوٹا سا گھر ہے، یہ لوگ مان جائیں گے؟''

''جب بیٹی مان گئی تو کسی کی کیا مجال اعتراض کرے۔'' ثانیہ نے بے نیازی سے جواب دیا۔

''عجیب ہی زمانہ آ گیا ہے لڑکیوں خود ہی بر ڈھونڈ لیتی ہیں۔'' نادرہ بڑبڑائیں۔

ثانیہ نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔

''اماں! لڑکیوں کو بھی اپنی پسند کے اظہار کا اتنا ہی حق ہے جتنا لڑکوں کو۔''

تب اماں کو یاد آیا...... اپنی بیٹی نے بھی یہی کیا تھا۔ تو چپکی ہو رہیں......

تب ہی نتاشا اپنے ماں باپ کے ساتھ آ گئی۔

☆......☆......☆

ارم کو ایک معصومانہ سی بے چینی لاحق ہونے لگی۔ خود کو کتنا بھی روکتی، سمجھاتی...... ایک شخص اتنی چاہت سے اسے مانگنے آ رہا تھا، یہ کیسے ممکن تھا کہ اس پر اس چیز کا اثر نہ ہوتا۔ کبھی سوچتی، ماں کو بتا

دے...... آسیہ جو معمول کے انداز میں اپنے کاموں میں مصروف تھیں، پھر خیال آتا...... ثانیہ کو بتانا چاہیے...... یا کم از کم اسے ہی کال کر لے۔ اب خود سے بات کرتے حیا آڑے آ رہی تھی۔

''کپڑے بدل لوں......'' الماری کھول کر کتنی ہی دیر سوچا۔

''نہیں، کون سا پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔'' پھر بھی لاشعوری طور پر حلیہ درست کر لیا اور شام کی چائے پر اہتمام کرنے لگی۔ دل کچھ اتھل پتھل سا تھا۔

''ارم، آج چائے نہیں ملے گی۔'' آسیہ نے کچن میں جھانکا۔ ارم کباب فرائی کر رہی تھی۔

''بس امی! ابھی بناتی ہوں۔''

وہ کہہ نہ سکی، مہمانوں کا انتظار کر لیں۔ اسے کون سا حتمی وقت کا پتا تھا۔ کیا پتا رات کا ارادہ ہو۔

''واہ بھئی، بڑی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔'' عبید نے کچن میں جھانکا۔

''بس یہ تمہاری بہن کچھ اہتمام میں لگی ہے۔'' آسیہ مسکرائیں۔

''میں تو سمجھی، تم ثانیہ کو لے کر آؤ گے۔'' ارم نے نظریں چرائیں۔

''کیوں بھئی، ثانیہ کو اس گھر کا رستہ بھول گیا ہے۔'' عبید نے چھیڑا۔

''بھئی، وہ اب اس گھر کی بہو ہے، ارم کی سہیلی نہیں، جو چھت پھلانگ کر آ جائے گی۔'' آسیہ نے کہا تو عبید نے سر ہلایا۔

ارم نے بھائی کا چہرہ دیکھا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ثانیہ نے عبید سے مشورہ نہ کیا ہو۔

''اسے آنا تو تھا......'' ارم کا دل دھڑکا۔ ''پھر وہ لوگ وسیم کے لیے لڑکی دیکھنے چلے گئے۔''

بس ایک لمحے کو دھیان بھٹکا۔ کباب گھی میں گرا اور چھینٹیں اس کے ہاتھ پر...... سسکاری سی منہ سے نکلی۔

آسیہ نے تڑپ کر ہاتھ پکڑا۔ ساتھ ہی چولہا بند کر دیا۔

''اف! یہ کیا کر لیا، دھیان کہاں ہے تمہارا؟''

''دھیان ہی تو بھٹکا تھا امی!'' نجانے کیوں اسے رونا آ گیا۔

''کچھ نہیں ہوا، معمولی سا ہے، یہاں بیٹھو، میں کریم لگا دیتا ہوں۔'' عبید نے جلدی سے اسے بٹھا کر کیبنٹ کھول کر کریم نکالی۔ نجانے کیوں ارم کو رونا آئے جا رہا تھا۔

''کیا ہوا میری جان! اتنا سا تو تم اکثر ہی جلا بیٹھتی ہو، اور اف تک نہیں کرتیں۔ اب کیوں اتنا رو رہی ہو؟''

آسیہ پریشان سی ہو کر اس کا چہرہ صاف کرنے لگیں۔

''دھیان سے کام کیا کرو نا......'' نجانے کہاں چھینٹا گرا تھا۔ عبید نے سارے ہاتھ پر ہی لیپ کر دیا۔

''بہت دھیان سے کرتی رہی ہوں، بس ذرا سی بے دھیانی ہوئی کہ چوٹ لگوا بیٹھی۔'' وہ ہاتھ چھڑا کر وہاں سے بھاگ گئی۔

عبید نے پریشانی سے اسے جاتے دیکھا۔

''صرف ہاتھ نہیں جلا...... بات کچھ اور بھی ہے۔ کہیں آپ نے اسے کسی بات پر ڈانٹا تو نہیں......''

''میں کیوں ڈانٹوں گی، وہ تو ایسا کوئی موقع ہی نہیں دیتی۔'' آسیہ نے بے چینی سے کہا تھا۔

☆......☆......☆

ابھی واپسی کا سفر شروع ہوا تھا کہ وسیم کی کال آ گئی۔

''بے چینی دیکھیں......'' ثانیہ نے ماں کو دیکھا۔ وہ ابھی تک نتاشا کے گھر...... گھر والوں کے رویے بلکہ بااخلاق رویے، انہیں دیے گئے پروٹوکول اور ان کے ساتھ بھجوائے گئے تحفوں میں اٹکی تھیں۔

انہوں نے ابھی رشتے کی بات بھی نہیں کی تھی کہ نتاشا کے والد نے چھوٹتے ہی کہہ دیا۔

''ہمیں امیری غریبی سے کچھ لینا دینا نہیں، اللہ کا شکر ہے ہمارے پاس اپنی بیٹی کو دینے کے لیے بہت ہے۔ بس اہم ہے تو یہ کہ ہماری بیٹی کو کیسا لڑکا پسند ہے۔''

نتاشا کی والدہ ان سونے کے زیورات کا ذکر کرتی رہیں، جو انہوں نے نتاشا کی ساس اور

نندوں کو دینے کے لیے بنوا کر رکھے تھے۔

''مبارک ہو وسیم بھائی!''

''بات پکی ہوگئی؟'' وسیم نے بے چینی و بے قراری سے پوچھا۔

''اتنی جلدی...... لڑکی والے ہیں...... کچھ سوچنے کے لیے وقت تو لیں گے۔'' ثانیہ ہنسی۔

''سوچنے کی کیا ضرورت تھی؟'' وہ جھنجھلایا۔

''فکر نہ کریں، جواب مثبت ہی ہوگا۔ اور ہم نے کون سا باقاعدہ رشتہ ڈالا ہے۔ ابھی تو بس کان میں بات ڈالی ہے۔''

''تو پھر مبارک باد کس بات کی دے رہی ہو؟'' وسیم نے بگڑ کر کال کاٹ دی۔

ثانیہ متحیر رہ گئی۔ پھر جھنجھلا کر ماں کی طرف مڑی۔

''یہ تو ابھی سے مجنوں بن گیا ہے اماں! منگنی کر دینا بس، شادی دو سال نہ کرنا۔''

''مجھے تو لگتا ہے جہیز میں گاڑی بھی دیں گے۔ ٹیکسی رکشے سے جان چھوٹ جائے گی۔'' نادرہ الگ ہواؤں میں تھیں۔

ثانیہ نے زچ ہو کر سیٹ سے ٹیک لگالی۔

☆......☆......☆

''بس بہت ہوگیا سبحان!'' سعدیہ کی بگڑی ہوئی غصہ بھری آواز پر وہ ٹھٹک کر رکا۔ شاید وہ اپنے بیٹے کے لیے نگٹس فرائی کر رہی تھیں۔ کچن سے آتی خوشبو بتا رہی تھی۔ وہ لاشعوری طور پر رکا۔

''آخر میں کب تک یہاں بیٹھ کر تمہاری بیمار ماں اور بھتیجے کو سنبھالوں۔'' اس کی کنپٹی کی رگ ابھر کر معدوم ہوئی۔

''دس دن......'' وہ زیر لب بڑبڑایا۔ سعدیہ دو ماہ سے پاکستان میں تھیں۔ سارا وقت میکے میں گزارا۔ وہ محض شوہر کو راضی کرنے کو چند دن کے لیے بچوں کے ساتھ سسرال آئی تھیں کہ بی بی جان کی طبیعت خراب ہوگئی۔ تین دن رکنے کا ارادہ تھا۔ دس دن رکنا پڑ گیا۔

''تمہاری بیمار ماں میری ذمہ داری نہیں ہے۔ بچے بھی بے چین ہیں۔''

''مما! ابھی مجھے واپس نہیں جانا۔'' پاس موجود بچے نے انگریزی میں احتجاج کیا۔ جواب میں شاید آنکھیں نکالی گئی تھیں۔ تب ہی بچے نے چپ سادھ لی۔

''تمہیں شوق ہے تو واپس آ کر خود سنبھال لو۔ میری ٹکٹ کٹوا دو۔'' غالباً غصے میں کال کاٹ دی گئی تھی۔

''فیضان! تمہارے چھوٹے بہن بھائی میری ذمہ داری نہیں ہیں۔ اگر تمہیں باہر جانا ہے تو میں اور میرے بچے ساتھ جائیں گے۔''

برسوں پہلے یہی بات بڑی بھابھی نے بھی کہی تھی۔

اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی اور خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔

ماں کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے آہستہ سے کھولا۔ لگژری بیڈ پر وہ نحیف ونزار وجود آنکھیں موندے پڑا تھا۔ بے حد کمزور، جھریوں زدہ چہرہ......

سات اوپر تلے کے بچوں کی ماں...... ساٹھ سالہ وجود جس نے اپنی عمر کے چالیس سال ان سات بچوں کو پروان چڑھانے اور انہیں اپنے قدموں پر کھڑا کرنے میں لگا دیے۔ پہلے بیس سال تو شوہر کی رفاقت نصیب ہوئی۔ بیوگی کے بعد وہ تنہا ان کے لیے کھڑی رہیں۔ اب ان ساتوں کے پاس ماں کے لیے وقت نہیں تھا، وہ جو اپنے بیوی بچوں کا مستقبل سنوارنے کو ایک ایک کر کے دیارِ غیر کو سدھار گئے۔ بیٹیاں اپنے اپنے گھروں کی ہو گئیں۔ ان کے اپنے اپنے سسرال کے جھمیلے تھے اور بہوؤں کی وہ ذمہ داری نہ تھیں۔

کمرے میں شبنم نہ تھی، شاید وہ انہیں سوتا دیکھ کر کسی کام سے چلی گئی تھی۔ وہ خاموشی سے دروازہ بند کر کے واپس مڑ گیا۔

''سعدیہ کی ٹکٹ تم نے کروائی ہے؟'' رات کو سبحان نے پوچھا۔

''ہوں...... بھابھی اور بچے بے چین ہو رہے تھے تو میں نے کروا دی۔'' کافی جھینپتے ہوئے اس

نے سادگی سے جواب دیا۔

"کچھ دن رہنے دیتے۔ بی بی جان کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی۔" تجانے کیوں سبحان شرمندہ ہو گئے۔

"کوئی بات نہیں بھائی! یہاں یہ سب چلتا رہتا ہے۔ میں دیکھ لوں گا۔"

اسے زیادہ بات کرنے کی عادت نہ تھی۔ اس لیے کال کاٹ دی۔

☆......☆......☆

کھانے کی میز پر وہ دونوں بیٹھے تھے۔ چپ، گم صم، ایک دوسرے سے الگ اپنی اپنی سوچیں...... اپنے اپنے مسائل۔ کچن سے گرم پھلکا لاتی شبنم نے تاسف سے سر ہلایا۔ اور پھلکا عفان کی پلیٹ میں رکھ دیا۔ تب ہی وہ چونکا۔ اسی لمحے بی بی جان نے نظر اٹھا کر بیٹے کو دیکھا، ان کی نگاہوں میں بلا کی خفگی تھی۔

"اب مجھ پر کس بات کا غصہ ہے۔" عفان کی براؤن آنکھوں میں بے زاری در آئی۔ اچھی طرح جانتا تھا اب سارا نزلہ اسی پر گرے گا۔ شبنم بھی تماشا دیکھنے کو کھڑی ہو گئی۔ وہ پچیس چھبیس سالہ صاف ستھری، مناسب خدوخال والی، سانولی سی لڑکی تھی۔ پچھلے تین سال سے اس گھر سے وابستہ تھی۔ پہلے ماں کے ساتھ آتی۔ ماں کی وفات کے بعد اکیلے آنے لگی تھی۔

"تمہیں سعدیہ کا ٹکٹ کروانے کی کیا ضرورت تھی؟"

ریشم کی کڑھائی والا سفید دوپٹہ اوڑھے ہاجرہ بیگم کی آواز ان کے وجود کی طرح کمزور اور لاغر نہیں تھی۔ دبنگ لہجہ...... بلند آواز!

نوالہ توڑتے عفان نے گردن موڑ کر شبنم کو دیکھا اور بھنویں اچکائیں۔ جیسے پوچھ رہا ہو، تم یہاں کیا کر رہی ہو؟

شبنم فوراً وہاں سے کھسک لی۔

"وہ بے چاری میرے گلے لگ کر روتی ہوئی گئی ہے۔"

"اوہ!" عفان نے بنا آواز کے ہونٹ سکوڑے۔

”کہہ رہی تھی، بی بی جان! میں تو جانا نہیں چاہتی تھی، مگر عفان ہمیں یہاں زیادہ دن برداشت نہیں کر سکتا۔“

عفان نے ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ انہیں دیکھا۔

”جب بھی یہاں کوئی رہنے آتا ہے، تم ان کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہو۔ سبحان کے بچے مانی کے ساتھ کتنا خوش تھے۔ مانی کا بھی دل لگا ہوا تھا۔“

”آنے والوں کو ایک دن جانا ہی ہوتا ہے۔ آپ خوامخواہ خود کو بے وقوف بنانا چھوڑ دیں۔“

بی بی جان کی رنگت متغیر ہوگئی۔

”اسی بات پر خوش رہیں کہ وہ جاتے ہوئے آپ کے گلے لگ کر رو رہی تھیں۔“

عفان کے لہجے میں تلخی تھی۔ وہ مزید کچھ بول نہ سکیں۔

”کچھ باتیں ان کہی رہ جائیں تو اچھا ہے۔“

ان کا بیٹا سچا بھی تھا اور کڑوا بھی۔

”کچھ پردے ضروری ہوتے ہیں۔“ بی بی جان نے چپ سادھ لی۔

”میں مانی کو دیکھ لوں۔“ وہ بھی محض ماں کے احترام میں کھانا ادھورا چھوڑ گیا۔

وہ سچا بھی تھا اور کڑوا بھی اور ماں کا بڑھاپا اتنی کڑواہٹ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

☆......☆......☆

یہ کیسا دھوکا تھا، کس بات کا بدلہ تھا۔

ہاتھ سے کہیں زیادہ جلن دل اور دماغ میں تھی۔

”میں تو آگے نہیں بڑھی تھی۔ سب اس نے خود کیا تھا۔ پھر......“ اس کا دماغ پھٹنے والا ہو گیا۔

موبائل پر کال آنے لگی۔ ارم نے گردن گھما کر سائیڈ پر پڑے موبائل کو دیکھا۔

”وہ اب بھی مجھے کال کر رہا ہے۔“ احساس توہین سے ارم کا چہرہ سلگنے لگا۔

”نہیں ارم، کمزور نہیں پڑنا۔ اس نے تمہاری عزت نفس کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ اور اب یہی دیکھنے

کو کال کر رہا ہے۔"

اس نے غصے سے یس کے آپشن کو ٹچ کیا۔

"فرمائیے!"

"ارم! یہ کیا بات ہوئی، سوچنے کا وقت کیوں لیا، میں کوئی اجنبی تھا۔" وسیم نے چھوٹتے ہی پوچھا۔ ارم کا دماغ غصے سے ماؤف سا ہو گیا۔

"آپ خود کو سمجھتے کیا ہیں۔ کوئی لڑکی آپ کے سستے جذبوں کی پذیرائی نہ کرے تو آپ اس طرح بدلہ لیتے ہیں، انا پر ضرب پڑتی ہے۔" وہ پھٹ پڑی۔

"کیا ہوا؟"

"اگر ایک بار آپ کی اس حرکت کے بارے میں عبید کو بتا دوں تو سوچیں، انجام کیا ہو گا؟ جان چھڑکتا ہے وہ مجھ پر۔ میری توہین کا بدلہ نہیں لے گا؟ لیکن ارم آپ کی طرح کم ظرف نہیں ہے۔"

"ارم! میں نے تمہیں بتا کر رشتہ بھیجا تھا۔ اس میں کوئی قباحت تھی تو تم مجھے روک دیتیں اور اگر کوئی اعتراض تھا تو تمہارے گھر والوں نے سوچنے کا وقت کیوں مانگا؟"

وسیم حیران پریشان کچھ سمجھ نہ پایا۔ آخر ارم کا ردعمل ایسا کیوں ہے؟

"رشتہ آتا تب ہی سوچنے کا وقت مانگتے نا...... وسیم صاحب! کون سا کھیل کھیل رہے ہیں۔ ایک بار بھی نہیں سوچا، میں آپ کی بہن کی نند ہوں۔"

وسیم کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"کوشش کریں میرا آپ سے آئندہ کوئی سامنا نہ ہو۔ ورنہ بہت برا ہو گا۔"

ارم نے کال ہی نہیں کاٹی تھی، پاور ڈ آف بھی کر دیا تھا۔

وسیم ششدر سا بند موبائل کو دیکھتا رہا، پھر تیزی سے ثانیہ کا نمبر ملایا۔

"ہیلو وسیم بھائی! اب بس بھی کریں، کوئی بات ہو گی تو بتا دوں گی۔"

''تم لوگ رشتہ لے کر کہاں گئے تھے؟''

''کیا مطلب؟'' وہ ٹھٹکی۔

وسیم نے اپنا سوال بلند آواز میں دہرایا۔

''ن......نتاشا کے گھر......'' ثانیہ تھوڑا گھبرا گئی۔

''کون نتاشا؟''

''نتاشا میری دوست......''

''ارم کے علاوہ بھی تمہاری کوئی دوست ہے؟'' وسیم کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

''اس بات کا کیا مطلب ہے؟''

''تم لوگ رشتہ لے کر ارم کے گھر نہیں گئے؟'' وہ بلند آواز میں دھاڑا۔

''ارم کے گھر......ارم کے گھر کیوں جانا تھا؟'' وہ حق دق رہ گئی۔ وسیم کا دل چاہا، وہ اپنا سر پیٹ لے۔ اتنی بڑی غلط فہمی تھی۔ ایسا دھوکا......

''کہیں جانے سے پہلے مجھ سے تو پوچھ لیتیں۔''

''پوچھا تو تھا۔''

''نام لیا تھا......؟''

''نام تو آپ نے بھی نہیں لیا تھا......اب میری کون سا ایک ہی سہیلی ہے۔ ویٹ آ منٹ......آپ ارم کو پسند کرتے ہیں؟''

''پسند......میں اس سے محبت کرتا ہوں ثانیہ......!''
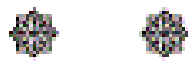
قسط نمبر 13

"کہیں جانے سے پہلے مجھ سے پوچھ تو لیتیں۔"

"پوچھا تو تھا۔"

"نام لیا تھا؟"

"نام تو آپ نے بھی نہیں لیا تھا۔ اب میری کون سا ایک ہی سہیلی ہے۔ ویٹ آمنٹ...... آپ ارم کو پسند کرتے ہیں؟"

"پسند...... میں اس سے محبت کرتا ہوں ثانیہ!" وسیم کراہا۔

ثانیہ کا دماغ ماؤف سا ہو گیا۔ وسیم غصے میں چلا رہا تھا۔

ثانیہ نے گھبرا کر کال کاٹ دی۔

کان سائیں سائیں کرنے لگے۔

"ارم میں ایسی خاص کیا بات ہے کہ اس سے محبت کی جائے۔" ایک لمحے کو اس نے تعجب اور تحیر سے سوچا۔

ارم جیسی لڑکیوں کو دادی پسند کر سکتی ہیں...... مائیں پسند کر سکتی ہیں...... مگر لڑکے......؟ لڑکے ایسی لڑکی کو کیسے پسند کر سکتے ہیں...... جو نہ ماورائی حسن کی مالک ہو...... جس میں نہ ادا ہو نہ اسٹائل......

اس نے تو ان ہی چیزوں سے عبید کو اپنی طرف مائل کیا تھا۔ یہی سب تماشا کی ذات میں تھا تو پھر ارم؟

اس نے اپنی بجتی ہوئی کنپٹیوں کو انگلیوں سے دبایا۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ نیکی ...... سادگی ...... خلوص اور اچھی نیت ...... انسان کے چہرے سے چھلکتی ہے۔ سپید پاکیزہ سا ہالہ انسان کی شخصیت کا احاطہ کر لیتا ہے جو نظر والوں کو نظر بھی آتا ہے۔

وسیم کو چین نہ آیا تو رابعہ کو بھی فون کھڑکا دیا...... وہ جھٹ سے یہاں موجود......

(کاش ...... کاش پھوپھو اس کی لگامیں کھینچ کر ہی رکھتیں)

ثانیہ دل ہی دل میں کرلائی۔

ہانڈی چوک میں پھوٹی تھی۔

ابا اور دادی ...... رابعہ اور وسیم ......

"وسیم کی شادی ...... ہم سے چوری ...... اس کی مرضی کے خلاف ......"

"اف ...... اف ......!"

ثانیہ کا دل چاہا، اپنا سر پیٹ لے۔

"مجھے کیا پتا تھا؟"

"پتا نہیں تھا تو منہ اٹھا کر چل کیوں پڑیں ...... اور دادی اور باپ کو پتا ہی نہیں اور یہ چل دیں رشتہ ڈالنے......"

دادی کے تخت میں گویا اسپرنگ فٹ ہو گئے تھے۔ اچھل اچھل جاتیں۔

"مجھے تو وہ میک اپ کی دکان، فیشنی ...... پرکٹی ویسے ہی اچھی نہیں لگی تھی۔"

دادی کے القاب نتاشا سن لیتی تو ویسے ہی بے ہوش ہو جاتی۔

"کیا چن کر ہیرا پسند کیا ہے میرے پوتے نے ...... کوئی ہے اس کا ارم کے ساتھ مقابلہ......" دادی نے نہال ہو کر کہا...... ارم کا نام لبوں پر آتے ہی لہجے میں بشاشت اور چہرے کی رونق واپس لوٹ آئی۔

ثانیہ جل بھن گئی۔

"ارم درمیان میں کہاں سے آ گئی۔"

"درمیان میں تو تم نتاشا کو لائی ہو...... جانے سے پہلے وسیم سے ڈھنگ سے پوچھ تو لیتیں۔ اب

اس نے صاف کہہ دیا ہے، شادی کروں گا تو ارم سے...... ورنہ نہیں کروں گا۔'' رابعہ نے بتایا۔

وسیم کے دل سے پچھتاوا نہ جاتا تھا۔ اتنا بڑا بلنڈر ہو کیسے گیا۔ کاش کھل کر بات کر لیتا...... صاف نام لے لیتا...... پتا نہیں کیوں اتنا یقین تھا کہ ثانیہ ارم کے سوا کسی اور کا نام لے ہی نہیں سکتی۔

''اف! ارم کس قدر ہرٹ ہوئی ہوگی۔'' اسے یہ خیال ہی مار رہا تھا۔

شبیر الگ تن فن کرتے پھر رہے تھے۔

''یہ ہے اس گھر میں میری حیثیت...... آپا ٹھیک کہتی ہیں۔ مجھے تو گھر کا کتا بنا کر رکھوالی کے لیے رکھا ہوا ہے۔''

''ابا! اس طرح تو نہ کہیں۔'' رابعہ نے ٹوکا۔

تب ہی وسیم کی دوبارہ کال آ گئی تو رابعہ نے اسپیکر پر ہی لے لی۔

''کیا ہو رہا ہے؟''

''کیا ہونا ہے۔ اس شتونگڑی نے تو سب الٹ پلٹ کر رکھ دیا ہے۔'' دادی چمک کر بولیں۔

ثانیہ نے دانت پیسے۔

''مجھے نہیں پتا...... اماں...... ابا! آپ لوگ ابھی کے ابھی عبید کے گھر جائیں۔'' وسیم نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔

''ایسے کیسے......؟'' اب تک چپ سادھ کر بیٹھی نادرہ منمنائیں۔ ''ہم تو دوسری کے گھر رشتہ ڈال آئے ہیں۔''

شبیر نے کھا جانے والی نظروں سے بیوی کو دیکھا۔

''وہ آپ کا مسئلہ ہے۔ آپ ابھی ارم کے گھر میرا رشتہ لے کر جائیں۔''

''ایسے کیسے اچانک چلے جائیں؟ وسیم بھائی آپ کو ذرا بھی احساس ہے، وہ میری سسرال ہے۔'' ثانیہ بدکی۔

دماغ ایسا ماؤف ہو گیا تھا کہ کوئی حل نہ سوجھتا کہ کیسے اس لمحے کو ٹالے۔

"تمہارے لیے مسئلہ نہ ہو، اسی لیے کہہ رہا ہوں۔" وسیم بگڑ کر بولا۔

"مسئلہ کیا ہونا ہے۔ کچھ سوچنے تو دیں۔" ثانیہ نے مدد طلب نگاہوں سے ماں کو دیکھا۔ وہ خود بولائی سی بیٹھی تھیں۔

"میں ارم کو بتا چکا ہوں۔"

سب کے سب بری طرح چونکے۔

"کیا مطلب، آپ اور ارم....." ثانیہ کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا۔

کچھ چھوٹے چھوٹے بے معنی سے لمحے نظروں سے گزرے تو تھے۔

مگر اتنی انڈر اسٹینڈنگ......

یعنی اس کی شادی کی آڑ میں یہ سب چلتا رہا۔

"اب سمجھ میں آیا، تمہاری اور عبید کی شادی اس طرح کھڑے پیر کیسے ہوگئی۔" نادرہ کو پیر جمائے کھڑے ہونے کے لیے نقطہ مل گیا...... جس پر اعتراض کیا، اٹھایا اور معاملے کو بگاڑا جا سکتا تھا۔

"ہاں پہلے تو ماں بیٹی اس رشتے پر راضی نہ تھیں۔ کہاں ایک ہی دن میں شادی کے لیے بھی مان گئیں۔ وہ تو ارم کا راستہ صاف کر رہی تھیں۔" ثانیہ نے دہائی دی۔

دادی اور رابعہ نے تاسف سے انہیں دیکھا......

"ہائے میری ناک کے نیچے میرا بیٹا لے گئیں۔"

"جب بیٹی یہ سب کر رہی تھی...... تب تو اتنی تکلیف نہ ہوئی۔" دادی نے تعجب سے ناک پر انگلی جمائی۔ "اب بیٹا پسند کی شادی کر رہا ہے تو اتنی آگ کیوں لگ رہی ہے؟"

"کاش...... کاش......! دادی کا بڑھاپا دانت نہ لے کر جاتا...... زبان لے جاتا۔" ثانیہ نے تڑپ کر سوچا۔

شبیر اور رابعہ نے فوراً اثبات میں گردنیں ہلائیں۔

"نتاشا کا کیا ہوگا؟ وسیم بھائی...... وہ آپ سے محبت کرتی ہے۔ پھر اتنا امیر گھرانا ہے۔ آپ کی

زندگی بدل جائے گی۔" ثانیہ نے اپنی سی کوشش کی۔

"میں اپنی زندگی خود بدل سکتا ہوں۔تم اپنے گھر جاؤ۔وہاں میرے رشتے کا ذکر کردو......تاکہ اماں، ابا باقاعدہ جاکر پروپوزل دے سکیں۔باقی رہی نتاشا تو وہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔" وسیم نے حتمی انداز میں کہہ کر کال کاٹ دی۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے...... یہی طریقہ ہے...... یہی دستور ہے...... مجھے تو ارم بہت پسند ہے......وسیم کی زندگی ہی نہیں، اس گھر کی حالت بھی بدل جائے گی...... کیوں شبیر؟"

دادی کی آواز پر انہوں نے فوراً اثبات میں سر ہلا دیا۔

رابعہ دانستہ خاموش ہوئی۔

ثانیہ کے دانت پیسنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

☆......☆......☆

"تھوڑی مس انڈراسٹینڈنگ ہوگئی تھی...... آئی ایم سوری...... میں تمہیں دھوکا دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"ان معاملات میں بھی مس انڈراسٹینڈنگ ہوتی ہے......" وسیم کے میسج کے جواب میں ارم نے تلخی سے سوچا۔جواب دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔اسے اس سلسلے کو یہیں ختم کرنا تھا......ارم نے موبائل رکھ دیا۔

تب ہی ہلکی دستک کے بعد عبید بھی آگیا۔

"کیسی طبیعت ہے؟"

"ٹھیک ہوں میں...... اب تو درد بھی نہیں ہو رہا......" اس نے شرمندگی سے اپنے ہاتھ کو دیکھا......اسے سب کے سامنے ایسا ردعمل نہیں دینا چاہیے تھا۔

"تو بس پھر آجاؤ......سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"آپ لوگ چائے پی لیتے......"

''وہ تو پی لیتے...... لیکن اس کے ساتھ جو اتنے سارے لوازمات ہیں، وہ تمہارے بغیر کیسے کھاتے؟'' عبید نے بے چارگی سے کہا۔

بھائی کی محبت پر اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں...... اس سے قبل کہ وہ کچھ بولتی اس کے موبائل پر بیل آنے لگی۔

ارم کی سادگی ہی تھی اور دل میں کھوٹ بھی کوئی نہ تھا۔ تب ہی تو وسیم کا نمبر، وسیم بھائی کے نام سے ہی محفوظ کر رکھا تھا۔

''وسیم کی کال کیوں آرہی ہے؟'' عبید نے پوچھا۔

ایک لمحے کو ارم سن سی ہوگئی...... کوئی جواب ہی نہ سوجھا، پھر فوراً سنبھلی۔

''ثانیہ کے پاس بیلنس نہ ہو تو وسیم بھائی کے نمبر سے کال کر لیتی ہے۔''

''لیکن وسیم تو یہاں نہیں ہے اور ثانیہ امی ابو کے پاس بیٹھی ہے۔'' وہ الجھا۔

''پھر غلطی سے لگ گئی ہوگی۔''

ارم نے کال کاٹ کر موبائل دوسری طرف رکھ دیا۔

''اور تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا، ثانیہ آگئی ہے۔'' وہ جلدی سے اٹھی۔

''ارم! کسی بات سے ڈسٹرب ہو تو بتاؤ......'' نجانے کیوں عبید کو ارم کا رویہ عجیب سا لگ رہا تھا۔

''ظاہر ہے، کوئی بات ہوئی تو تم سے ہی کہوں گی۔'' وہ مضمحل سا مسکرائی۔ ''لیکن ایسی کوئی بات ہے ہی نہیں...... اب آجاؤ، ثانیہ سے مل لوں۔ ورنہ برا مان جائے گی۔ بھابھی بن کر اس کا مزاج کچھ زیادہ ہی نازک ہوگیا ہے۔''

''دیکھو! اب تم میری بیوی کی برائیاں کر رہی ہو۔''

''جی نہیں...... اپنی سہیلی کی شکایت لگا رہی ہوں۔''

☆......☆......☆

''کوئی رونق نہیں تھی تم لوگوں کے بغیر، یہ تمہاری ساس بھی بولائی بولائی سی پھرتی تھیں۔''

دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو توفیق صاحب کہہ رہے تھے۔ میز پر لوازمات رکھے تھے۔ ثانیہ اطمینان اور سکون سے ان لوازمات سے لطف اندوز ہو رہی تھی...... حالانکہ جب گھر سے نکلی تھی تو اندر بھانبھڑ جل رہا تھا۔ مگر اب وہ پرسکون تھی۔ اس کا کام رشتہ ڈالنا تھا...... ضروری تو نہیں یہ لوگ وٹے سٹے پر راضی ہو جائیں۔

نادرہ نے بھی دبے لفظوں میں کہا تھا۔

''ہرج تو کوئی نہیں...... وہاں بے ضرر سی ساس ہوگی تو یہاں بھابھی کے روپ میں ارم......''

''بہت بے مروت ہو......'' ارم نے اپنے پژمردہ لہجے کو بشاشت کی اوڑھنی اوڑھائی۔ ''آرام سے جا کر میکے بیٹھ گئیں۔ میرا تو کوئی خیال ہی نہیں۔'' وہ ثانیہ کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''تمہارا ہی خیال کر کے جلدی واپس آئی ہوں۔'' ثانیہ نے غور سے ارم کو دیکھا۔ چہرہ بجھا بجھا...... آنکھیں روئی روئی سی......

''تمہیں کیا ہوا؟''

''ہاتھ جل گیا۔'' ارم نے نظریں چرا کر ہاتھ سامنے کیا۔

''دھیان کہاں تھا؟'' ذومعنی لہجہ......

''تمہارے لیے اہتمام کر رہی تھی......'' عبید باپ کے پاس جا بیٹھا۔

''میں نے بتایا تو تھا کہ ہم وسیم بھائی کے رشتے کے لیے جا رہے ہیں۔'' ثانیہ نے دوبارہ ایک دم ارم کو دیکھا۔ وہ خاموشی سے اپنے ہاتھ کے زخم کو دیکھتی رہی۔

''کیا بنا رشتے کا؟'' آسیہ نے چائے کپوں میں نکالتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھا۔

''رشتہ تو طے ہی تھا مگر ہمیں انکار کرنا پڑا۔''

''کیوں......؟'' عبید نے پوچھا۔

ثانیہ نے ہلکا سا توقف کیا، پھر جواب دیا۔

''ارم کی وجہ سے......''

ارم نے جھٹکے سے مڑ کر ثانیہ کو دیکھا...... بلکہ سب ہی متحیر سے اسے دیکھنے لگے تھے مگر وجہ صرف عبید نے پوچھی......

''ارم کا کیا ذکر......؟''

''اسی کا تو ذکر ہے۔'' ثانیہ نے مسکرا کر ارم کو دیکھا، جس کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔

''بلکہ میں تو اس سے بہت ناراض ہوں۔ اس نے مجھے بھابھی ہی سمجھا...... سہیلی نہیں...... یہ بتا دیتی تو کیا میں وسیم بھائی کا پروپوزل کہیں اور لے کر جاتی۔''

ارم کے جسم میں گویا جان نہ رہی تھی۔

''ثانیہ!'' عبید نے بے حد ناگواری سے ٹوکا۔

''ارم کیا بتا دیتی؟'' توفیق صاحب کو یوں بھی ادھوری باتیں پسند نہ تھیں۔

''ادھوری باتیں ابہام اور غلط فہمیاں پیدا کرتی ہیں۔''

''یہی کہ وسیم بھائی اور ارم کا افیئر چل رہا ہے۔''

اس نے کس قدر نامناسب جملے کا انتخاب کیا تھا...... ایک لمحے کو تو کوئی کچھ بول ہی نہ سکا۔

پھر عبید کو ایک دم غصہ آ گیا۔

''کیا فضول بات کر رہی ہو۔''

''اس میں فضول بات کیا ہے؟'' ثانیہ نے بے حد حیرت سے سب کے چہرے دیکھے۔ ''اگر ارم اور وسیم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں تو اس میں برا کیا ہے؟''

''ثانیہ! ایسی کوئی بات نہیں......'' ارم بدقت بولی۔

وہ تو نظر نہ اٹھا سکی تھی......

کسی کو پسند کرنا، بری بات نہ تھی مگر اس طرح سب کے سامنے ثانیہ کا لہجہ و انداز...... وہ کٹ کر رہ گئی۔

''اب چھپانے کا کیا فائدہ یار..... سب کچھ سامنے آ تو گیا ہے۔ بلکہ تمہیں پہلے ہی مجھے بتا دینا چاہیے تھا۔ ہمارے گھر تو مصیبت بنی ہوئی ہے۔ ہم تو لاعلمی میں رشتہ ڈال آئے تھے، اب وسیم بھائی نے شور مچا رکھا ہے کہ شادی کروں گا تو ارم سے..... تھوڑا سا ہی اشارہ دے دیتیں تو میں سچویشن کو سنبھال لیتی..... اتنی خفت تو نہ ہوتی.....''

آسیہ اور توفیق نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

ارم نے نظر اٹھا کر ماں باپ کو..... پھر غصے اور جھنجھلاہٹ میں بول اٹھی۔

''بات کو غلط رخ مت دو۔ اگر تمہارا بھائی مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اس میں میرا کیا قصور، تمہارے گھر کا مسئلہ ہے، وہاں حل کرو۔''

''اف! کتنی معصوم ہو ڈیئر.....'' ثانیہ نے پیار سے ارم کا ہاتھ تھام لیا۔ ''وقت بدل گیا ہے۔ اب ایسی باتوں پر شرمانے، گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''بس کرو ثانیہ.....!'' آسیہ نے ناگواری سے ٹوکا۔ ''اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو ارم مجھ سے بات ضرور کرتی۔''

''آپ لوگوں کو میری بات پر یقین نہیں.....'' ثانیہ نے باری باری سب کو دیکھا..... سب کے چہروں پر ناگواری اور تناؤ تھا..... شاید ثانیہ کے بات کرنے کا انداز ہی ایسا تھا کہ سب ہی کو برا لگا..... عبید کی پیشانی پر کئی سلوٹیں تھیں۔

''تو پھر ارم کا وسیم بھائی سے رابطہ کیوں تھا، اس کے موبائل میں اس کے میسجز کیوں محفوظ ہیں؟''

ثانیہ نے محض اندازہ ہی لگایا تھا۔

ارم کا رنگ اڑ گیا۔ یہ سچ تھا اس نے وسیم کے میسج ڈیلیٹ نہیں کیے تھے۔ وسیم کے بے تحاشا پیغامات اور جواب میں ارم کی طرف سے شاید ایک آدھ کا ہی جواب دیا گیا ہو۔

عبید کے دماغ میں کلک ہوا۔

ارم کے موبائل پر وسیم کی کال.....

ارم نے بے اختیار عبید کو دیکھا تھا اور عبید نے ارم کو......

''تم تو نہیں دکھاؤ گی...... میں تمہارا سیل لے کر آتی ہوں۔'' ثانیہ کھڑی ہوئی۔

''اس کی ضرورت نہیں......'' عبید کا انداز بے ساختہ اور لہجہ دوٹوک تھا۔ ''ہمارے اور ارم کے درمیان ایسی کوئی جھجک نہیں کہ وہ ہم سے اپنی باتیں چھپائے۔''

''تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں...... حد ہوگئی...... ہمارے گھر میں جھگڑے بلاوجہ ہو رہے ہیں...... ارم! مجھے تمہارا معاملہ سمجھ میں نہیں آیا...... اگر وسیم کو پسند کرتی ہو تو......''

''ثانیہ! اپنے کمرے میں جاؤ...... ارم کا مسئلہ ہم دیکھ لیں گے۔'' عبید نے اسے ٹوک دیا۔

ثانیہ نے تحیر سے عبید کو دیکھا...... ایک پل میں عبید نے اسے اپنی فیملی سے نکال باہر کیا...... وہ غصے سے اٹھ کر چلی گئی۔ آسیہ نے بے چینی سے ارم کو دیکھ کر کچھ کہنا چاہا مگر توفیق صاحب نے خاموش کروا دیا...... پھر اپنے پاس نشست پر ہاتھ رکھا...... ارم نچلا لب چباتی ان کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

''اب بتاؤ...... پوری بات کیا ہے؟''

ارم نے خود کو سنبھال کر دھیرے دھیرے بولنا شروع کر دیا۔

☆......☆......☆

''کس قدر گھٹیا پن کا مظاہرہ کیا ہے ثانیہ......'' ارم کو وہ کچن میں ملی...... اپنے لیے کافی بناتی اپنے اندر کی کھولن پر قابو پاتی......

''میری پوزیشن میرے گھر والوں کی نظروں میں خراب کرنا چاہ رہی ہو۔''

ثانیہ مگ سلیب پر پٹخ کر واپس مڑی۔

''میری سمجھ میں نہیں آرہا ارم...... محبت کرتی ہو تو چھپاتی کیوں ہو۔ اس کے ساتھ رابطے میں ہو تو شرمندگی کیسی؟ میں اور عبید محبت کرتے تھے تو خبر زمانے کو ہوئی تھی اور تم نے مجھے تک بتانا گوارا نہیں کیا؟''

ارم ایک لمحے کو خاموشی سے اسے دیکھتی رہی...... نوک زباں پر بہت جملے، بہت سے طعنے مچل رہے تھے مگر بولی تو لہجہ سنبھلا ہوا، اور لفظ نپے تلے تھے۔

''میرے اور وسیم کے درمیان ویسا کچھ نہیں جیسا تم سمجھ رہی ہو...... اور اگر ہوتا تب بھی اس طرح نہ بتاتی...... کیونکہ مجھے اپنے جذبوں اور اپنی عزت کا تماشا بنانا منظور نہیں ہے۔''

''تو میں تماشا بنا رہی ہوں؟'' ثانیہ تڑخی۔

ارم بغیر جواب دیے جانے کو پلٹی...... ثانیہ نے اسے بازو سے پکڑ کر روکا۔

''کوئی ایسے ہی کسی کے پیچھے پاگل نہیں ہوتا...... کچھ تو ہوا ہوگا۔''

''تمہارا بھائی میری زندگی میں ہو یا نہ ہو، مجھے فرق نہیں پڑتا ثانیہ...... جو کچھ تھا، میں امی، ابو اور عبید کو بتا چکی ہوں۔ اور تمہیں بتانے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ تمہاری سمجھ میں تو کچھ آئے گا نہیں......'' ارم جھنجھلا کر کہتی بازو چھڑا کر چلی گئی......

پیچھے رہ گئی ثانیہ...... جلنے کلسنے کے لیے......

ارم نے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ مگر ثانیہ کے اندر بیٹھا چور کہہ رہا تھا۔ وہ سارے طعنے مار گئی ہے۔

یعنی وہ خود کو اتنا مضبوط سمجھتی تھی کہ جسے پسند کرتی تھی، وہ اس کی زندگی میں ہو نہ ہو، اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اسے تو بس اپنی عزت نفس عزیز تھی۔

یعنی اتنا غرور......

خود پر اتنا بھروسا......

☆......☆......☆

وہ کھڑکی کے پاس کافی مگ تھامے خاموش بیٹھی...... اپنی ہی سوچوں میں الجھ رہی تھی۔ عبید کمرے میں آیا...... اچٹتی سی نظر ثانیہ پر ڈال کر بیڈ کے کنارے بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا...... ثانیہ کو پتا تھا، وہ آگیا ہے۔ مگر وہ اس کی طرف بالکل بھی متوجہ نہیں ہوئی۔ عبید نے جوتے اتار کر ریک میں رکھے...... پھر الماری تک گیا۔ وہ شاید کپڑے بدلنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

''ارم کہتی ہے، وسیم اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اسی لیے اس نے اسے کال اور میسجز کیے......'' مختلف شرٹس کو الٹ پلٹ کرتے عبید نے سرسری سا ثانیہ کو جتایا۔

''تمہیں برا لگ رہا ہے؟'' ثانیہ نے کافی کا مگ ساتھ پڑے اسٹول پر رکھتے اسے دیکھا۔

''اگر اس کا ارادہ تھا تو اسے تم سے یا مجھ سے بات کرنی چاہیے تھی۔'' اس نے شرٹ نکالے بغیر الماری بند کر دی۔

''یہی ...... یہی مسئلہ ہے جو ارم کھل کر اپنی فیلنگز بتا نہیں پا رہی ......'' ثانیہ کے لبوں پر استہزائیہ مسکان تھی۔

''ثانیہ! ارم مجھ سے بہت کلوز ہے ...... بہن ہے میری اور ......''

''اور تم اس کے بھائی ہو ......'' ثانیہ نے اس کی بات کاٹی۔ ''اور بھائیوں سے ہر بات شیئر نہیں کی جاتی۔ اور خاص طور پر ایسی باتیں۔''

''ثانیہ ......!'' وہ دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھوں پر رکھ کر اس پر جھکا۔ ''ارم کے ہر معاملے سے دور رہو، ہم دیکھ لیں گے۔''

''کیسے ......؟ دوسری طرف میرا بھائی ہے۔'' ثانیہ نے اطمینان سے یاددہانی کروائی۔

''ثانیہ!'' عبید نے جھنجھلا کر کہنا چاہا۔ ثانیہ نے بات کاٹ دی۔

''تم اسے خوامخواہ انا کا مسئلہ کیوں بنا رہے ہو؟''

عبید جھنجھلا کر پیچھے ہٹا۔

''میں ارم سے بات کر چکی ہوں ...... اور مجھے تو یہی لگا کہ وہ وسیم کو پسند کرتی ہے۔ شادی کرنا چاہتی ہے۔ مگر نہیں چاہتی کہ گھر میں کسی کو بھی ان دونوں کے افیئر ......'' عبید کے تیور دیکھ کر اس نے فوراً ہی لفظ بدل دیا۔

''مطلب پسندیدگی کے بارے میں پتا چلے۔ اور مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس میں حرج کیا ہے۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے سے محبت کی اور ڈنکے کی چوٹ پر کی۔ اگر وسیم بھائی اور ارم ......''

''حرج اس میں نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں ...... مجھے اعتراض تمہارے لہجے اور انداز پر ہے۔ بات کرنے کا انداز بات کا مفہوم بدل دیتا ہے ثانیہ ...... تمہارے لہجے میں الزام تھا۔

تہمت تھی۔ جیسے تمہیں صرف اس میں دلچسپی ہے کہ وہ دونوں محبت کرتے ہیں یہ نہیں کہ ان کی شادی ہونی چاہیے۔"

ثانیہ ایک لمحے کو چپ سی ہوگئی۔

"تم پہلے مجھ سے بات کرتیں...... اس طرح سب کے درمیان بیٹھ کر یہ کہنا کہ ان کا افیئر چل رہا ہے، کیا مناسب تھا؟"

"شاید نہیں......!"

عبید نے بے حد حیرت اور بے حد قریب سے ثانیہ کا چہرہ دیکھا۔

وہ اپنی غلطی مان رہی تھی۔ حیرت......

"ہر کوئی اس معاملے میں اتنا بولڈ نہیں ہوتا...... اور ارم تو بالکل بھی نہیں ہے۔"

پتا نہیں کیوں......؟ لیکن یہ جملہ اسے طعنہ بن کر ہی لگ رہا تھا۔ عبید کا نرم لہجہ بھی اسے سلگا گیا۔

مگر وہ خاموش تھی...... بالکل خاموش......

عبید نے نرمی سے اس کے گالوں کو چھوا۔

"تم پریشان مت ہو...... اگر ارم واقعی وسیم کو پسند کرتی ہے تو پھر اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں آئے گی۔"

عبید سمجھا، وہ شاید وسیم کے لیے پریشان ہو رہی ہے...... اور ثانیہ...... وہ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی کہ اس کی کیفیت عجیب سی تھی۔ وہ کیا تھا جو اسے اندر ہی اندر تنگ کر رہا تھا۔

☆......☆......☆

بی بی جان کے چہرے پر پریشانی اور تشویش ہویدا تھی۔ مانی کے ننھے منے ہاتھ کی پشت میں کھبی سوئی ان کا دل ڈبو رہی تھی۔ پاس کھڑی مسرت انگلیاں چٹخاتی بار بار ان کا منہ دیکھتی...... مانی نیم غنودگی میں سسکیاں لے رہا تھا۔ نجانے کون سی چیز کھالی۔ یا دودھ میں مسئلہ ہوا بس اچانک الٹیاں شروع ہو گئیں۔ عفان کو فون ملایا تو وہ میٹنگ میں مصروف تھا۔ اس کے لیے پیغام چھوڑ کر وہ کس مشکل سے

چوکیدار کی مدد سے مانی کو لے کر اسپتال پہنچی تھیں۔

''بیگم صاحب! میرا کوئی قصور نہیں ہے...... میں تو مانی کا بہت خیال رکھتی ہوں۔ عفان صاحب نے میری جان نکال دینی ہے۔''

''تمہاری زبان بند نہ ہوئی تو میں تمہاری جان نکال دوں گی۔'' وہ غرائیں۔ مسرت نے دم سادھ لیا۔

''ابھی وہ آجائے گا کانوں سے دھواں نکالتا۔ جیسے بیماری ہم نے دعوت دے کر بلائی ہے۔'' وہ خود اندر ہی اندر پریشان تھیں۔

اور وہی ہوا...... عفان جس طرح اسپتال پہنچا، مسرت سہم گئی۔

عفان نے کسی سے بات نہیں کی...... مانی پر جھک گیا...... اسے پیار کیا...... اور سیدھا ڈاکٹر کے پاس چلا گیا۔

''عفان صاحب نے مجھے نوکری سے نکال دینا ہے۔'' مسرت بدبدائی۔

''تو نکل جانا......'' انہوں نے بے مروتی کی انتہا کر دی۔ ''اس نے کون سا میری سننی ہے۔'' آخری جملہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھیں۔

اور وہی ہوا...... اس نے آتے ہی مسرت کو اشارہ کیا۔

''نکلو یہاں سے......''

''صاحب جی! میں تو مانی کا بہت خیال رکھتی ہوں...... میں نے......'' مسرت نے دہائی دینا چاہی، اس نے انگلی اٹھا کر درشتی سے ایک ہی لفظ کہا۔

''آؤٹ......!''

اس نے بے بسی سے بی بی جان کو دیکھا...... انہوں نے منہ پھیر لیا۔ مسرت اس بے مروتی پر آنسو چھپاتی وہاں سے چلی گئی۔

وہ جا کر مانی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ جھک کر پیشانی چومی۔ پھر ڈرپ لگے ہاتھ کو دیکھا۔

''بچے بیمار ہو جاتے ہیں۔''

وہ غصے سے سیدھا ہوا۔

''اسے ڈرپ لگی ہے بی بی جان......! کیا یہ نارمل سی بات ہے؟ اگر آپ خیال رکھتیں تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔'' یہ کہتے ہوئے وہ بھول گیا کہ کچھ دن پہلے ماں بہت سیریس بیمار رہی ہے۔

''ایسا کرو، یہ فیکٹری چھوڑ کر گھر بیٹھو اور رکھو اس کا خیال...... کیونکہ میری تو یہ عمر ہے نہ حالت اور ویسے بھی میرے تو سارے بچے محلے والوں نے پالے تھے۔''

عفان کی سمجھ میں نہ آیا کہ ماں ہمیشہ ایسے موقع پر اتنی پرائی، اکھڑ اور بدمزاج کیوں ہو جاتی ہیں جیسے اس کی حالت سے لطف لے رہی ہوں۔

''مجھے بھی یہی لگتا ہے۔'' وہ بڑبڑایا۔

بی بی جان نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا مگر اس کے بعد دونوں نے ہی ایک دوسرے سے بات نہ کی، یہاں تک کہ مانی کی ڈرپ ختم ہوئی اور اسے ڈسچارج کر دیا گیا۔

☆......☆......☆

صبح معمول کے مطابق رہی تھی۔ وہ فجر کے وقت اٹھیں۔ نماز، تلاوت قرآن پاک، تسبیحات و اذکار تک وہ تھک گئیں۔ گرم گرم چائے کی طلب نے (اس وقت مسرت ان کے لیے چائے لاتی تھی) انہیں کچن میں آنے پر مجبور کر دیا۔ ابھی چائے کا پانی رکھا ہی تھا کہ عفان فیڈر ہاتھ میں لیے آ گیا۔ بی بی جان کے لبوں کو ہلکی سی مسکراہٹ نے چھوا اور معدوم ہو گئی۔

''مانی کیسا ہے؟'' انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''ٹھیک ہے، نہ ہوتا تو آپ کو اب تک اس کے رونے کی آواز آ جاتی۔'' وہ رکھائی سے بولا۔ رت جگا آنکھوں سے ظاہر تھا۔

''فیکٹری نہیں جانا؟'' انہوں نے تحمل کا مظاہرہ کیا۔

''نہیں......!''

''کیوں؟''

''آپ ہی نے تو کہا تھا...... گھر بیٹھ کر مانی کا خیال رکھوں۔''

انہوں نے تعجب سے بیٹے کو دیکھا...... جو فریج کھول کر جائزہ لے رہا تھا۔

''اچھی بات ہے...... اب گھر میں ہو تو میرے لیے ناشتہ بنا دینا۔ اب خالی چائے کیا لوں۔''
انہوں نے تحمل اور سکون سے بر بند کیا۔

عفان نے بھنویں اچکائیں۔

''مانی کو چینج کروا کے میرے پاس چھوڑ دینا۔ اس کے کپڑے بھگو کے رکھ دینا۔ اور دوپہر کے کھانے میں میں تو کچھ ہلکا ہی لوں گی۔ اپنے لیے جو بنانا ہوا، بنا لینا...... ہاں چوکیدار کو کھانا دینا نہ بھولنا...... گھر کی صفائی تو......''

''ویٹ آمنٹ......'' اس نے جھنجھلا کر فریج کا دروازہ زور سے بند کیا۔ ''یہ سب کچھ میں کیوں کروں گا؟'' اس کی آنکھوں میں بلا کی خفگی اور ناراضی تھی۔

''کیونکہ یہی سب کچھ مسرت کرتی تھی۔ اب اسے تم نے گھر سے نکال دیا ہے اور ان دردزدہ گھٹنوں کے ساتھ میں تو یہ سب کرنے سے رہی۔''

''آپ مجھ سے بدلہ لے رہی ہیں؟'' اسے صدمہ ہوا۔

''تمہارے پاس کوئی اور حل ہے تو بتا دو۔''

''نئی ملازمہ آجائے گی۔''

''اور تب تک کیا کرو گے؟''

عفان نے ذرا غور کیا کہ تب تک اسے کیا کیا کرنا پڑے گا تو جھرجھری لے کر رہ گیا۔

''نئی ملازمہ آئے گی، چند دنوں میں بھاگ جائے گی...... کوئی پہلی بار کا تماشا تو ہے نہیں...... ملازمہ تم نہیں ٹکنے دو گے، بھائی تمہارے بیوی سمیت ملک سے باہر ہیں۔ شادی تمہیں نہیں کرنی...... اب دیکھ لو، کرنا کیا ہے؟''

''ناشتہ بناتا ہوں۔آپ مانی کے پاس بیٹھیں۔'' ان کی طویل تقریر کے جواب میں اس نے ٹھنڈی سانس بھری۔اور فیڈر تیار کر کے انہیں دے دیا۔

وہ خاموشی سے فیڈر لے کر مانی کے پاس آ گئیں۔

ہلکے نیلے رنگوں سے آراستہ کمرہ......جس میں بچے کی ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔مانی بیڈ پر اوندھے منہ سو رہا تھا۔انہوں نے فیڈر ایک طرف رکھا اور خاموشی سے اس کے پاس بیٹھ کر دل گرفتی سے اسے دیکھنے لگیں۔پہلے مانی کا چہرہ دھندلایا پھر آنسوؤں میں ڈھل گیا۔وہ اس کے ساتھ لیٹ گئیں۔اور بے آواز رونے لگیں۔

''وہ سمجھتا ہے تم سے محبت کرتا ہے، مگر وہ تم پر ظلم کر رہا ہے میرے بچے!''

☆......☆......☆

''بہت ہی بے کار انڈا فرائی کرتے ہو۔'' بی بی جان نے بےزاری سے پلیٹ کو دھکیل کر چائے کا کپ اٹھایا۔

ناشتا کرتا عفان خاموش ہی رہا۔بولنا......مطلب بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنا۔

''شکر ہے، کچھ تو بنانا آتا ہے۔'' چائے پسند آ گئی تھی۔

عفان نے کان کی لو کھجاتے ہوئے لہجے کو سرسری سا ہی رکھا۔

''تھوڑی دیر مانی کو دیکھ لیں، میں آفس سے ہو کر آتا ہوں۔''

انہوں نے کس بری طرح سے گھورا تھا تب ہی عفان کا لہجہ پست ہوا۔

''جلدی آ جاؤں گا۔''

''تمہیں لگتا ہے، میں مانی کو سنبھال سکتی ہوں۔'' وہ ٹھیک کہہ رہی تھیں۔اپنے کمرے سے اٹھ کر مانی کے روم تک جانے میں ہی انہیں کئی بار رکنا پڑتا تھا۔وہ سہارے کے لیے اکثر ہی اسٹک کا استعمال کرتیں۔وہیل چیئر ان کے کمرے میں موجود تھی۔جب گھٹنوں کا درد زیادہ بڑھ جاتا تو اسی پر پورے گھر کا چکر لگاتیں۔

گھر ان کے شوہر نے بنوایا تھا۔ پرانے وقتوں کا کھلے کھلے کمروں...... برآمدوں اور بڑے سے لان والا بنگلہ، جس میں بعد میں ضرورت اور وقت کے مطابق کچھ تبدیلیاں بھی کی گئی تھیں۔ اب بھی اتنا ہی خوب صورت تھا مگر قدیم لکڑی کا فرنیچر اور آرائشی اشیاء میں جمی گرد کی تہ انہیں بے چین کر دیتی۔ اس گھر کو وہ بہت پیار سے سجاتی سنوارتی رہی تھیں۔

لان میں مرجھائے پودوں کو دیکھ کر دل مسوس کر رہ جاتیں۔

انہوں نے تو زیادہ ملازم رکھنے بھی چھوڑ دیے تھے کون ان کے پیچھے پیچھے بھاگے۔ گیٹ پر چوکیدار، گھر میں ایک کل وقتی ملازمہ...... بس کافی تھا۔

عفان سارا دن اپنی فیکٹری میں ہوتا، اور وہ خود کمرے تک محدود......

''آپ مجھ سے کس بات کا بدلہ لے رہی ہیں؟''

وہ عفان کی آواز پر چونک گئیں۔ پھر گہری سانس لے کر رہ گئیں۔

''میں بدلہ نہیں لے رہی...... یہ زندگی تم نے خود اپنے لیے چنی ہے۔ تم نے مانی کو اس سے چھین کر اچھا نہیں کیا۔''

وہ بی بی جان کی بات پر تڑپ کر رہ گیا۔

''میں نے نہیں چھینا۔ اسے جانے کی جلدی تھی۔ اور مت بھولیں۔'' اس نے غصے سے میز پر انگلی بجائی۔ ''یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ آپ چاہتیں تو اسے روک سکتی تھیں۔''

''زبردستی روکتی......؟'' انہوں نے غصے سے چائے کا کپ پٹخا۔ دونوں ماں بیٹا ایک سے تھے۔ منٹوں میں مزاج برہم ہو جاتے۔ ''وہ جانا چاہتی تھی، میں کیسے روکتی۔''

''مانی کے لیے......''

''تم مانی کو اسے دے دو، ماں ہے سنبھال لے گی۔'' ان کے پاس ایک ہی حل تھا۔

''کیسی دادی ہیں؟ آپ کو مانی سے ذرا بھی پیار نہیں۔''

''پیار ہے، خیال ہے اسی لیے کہہ رہی ہوں۔ بہت چھوٹا ہے، اسے صرف ماں ہی سنبھال سکتی ہے۔''

”جس ماں پر آپ کو پیار آ رہا ہے، وہ سوات میں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ ہنی مون منا رہی ہے۔“ وہ غصے میں کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

بی بی جان دل مسوس کر اسے جاتے دیکھتی رہیں۔

☆......☆......☆

وہ سفید پھولوں کی بیل کے پاس لیپ ٹاپ کھولے بیٹھی تھی مگر دھیان کہیں بھی نہیں لگ رہا تھا۔ آخر اس نے کرسی کے ساتھ ٹیک لگا لی۔ ہلکی ہوا کے جھونکے نے میز پر سفید پتیاں بکھیر دی تھیں جیسے بہت سی تتلیاں سانس لینے کو ٹھہر گئی ہوں۔

یہ منظر دل ونگاہ کو بھا گیا۔

وہ خاموشی سے ہوا اور تتلیوں کا کھیل دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ دھوپ کی تپش ان کے پروں کی تازگی چھونے لگی۔ ان کے زرد مرجھائے بدنوں کو دیکھ کر وہ پھر سے اداس ہو گئی۔

”میری بہن اتنی اداس کیوں ہے؟“

وہ عبید کی آواز پر چونکی۔

”نہیں تو......بس یونہی دھوپ اچھی لگ رہی ہے۔“

عبید سامنے آ کر بیٹھ گیا۔

”تمہارے کورسز کیسے چل رہے ہیں؟“

”بس ٹھیک ہیں۔“

”چاہو تو یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لو......“

”نہیں......اب دل نہیں چاہتا۔“ اس نے سامنے کھلا لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

”نکمی ہو گئی ہو؟“ عبید نے چڑایا تو وہ ہلکا سا مسکرا دی۔ پھر فوراً ہی سنجیدہ ہو کر پوچھنے لگی۔

”عبید! تمہیں میری بات پر یقین تو آ گیا تھا نا؟“

”کون سی بات؟“ عبید نے بے دھیانی سے پوچھا۔

''وسیم بھائی والی بات......'' ارم نے نظریں چرائیں۔

''کیوں نہیں آئے گا، تم بہن ہو میری۔ جھوٹ تو نہیں بولو گی۔''

وہ دل سے مسکرائی۔ تو عبید کو دھیان سا آیا۔

''کیا امی ابو نے تم سے کچھ کہا ہے؟''

''نہیں، انہوں نے بعد میں کوئی بات نہیں کی۔''

''تو پھر خوامخواہ ٹینشن کیوں لے رہی ہو؟ بلکہ ٹینشن فری ہو کر مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ اگر وسیم کا رشتہ آئے تو ہمیں کیا جواب دینا چاہیے۔ تمہاری رائے بھی تو اہم ہے نا۔''

ارم نے تذبذب سے اسے دیکھا۔ عبید نے حوصلہ افزا انداز میں سر ہلایا۔

''عبید! شاید تمہیں میری بات اچھی نہ لگے، لیکن تم نے اپنے معاملے میں امی ابو کو بہت ستایا ہے۔''

عبید نے خاموشی سے اثبات میں گردن ہلا دی۔ گویا اعتراف کر لیا ہو۔

ارم کو مزید حوصلہ ہوا۔

''اس لیے میں نہیں چاہتی کہ وہ میرے بارے میں ہلکی سی بدگمانی کا شکار ہوں۔''

عبید نے چونک کر اسے دیکھا۔ ساتھ ہی ثانیہ کی باتیں یاد آئیں۔

(یہی مسئلہ ہے جو ارم کھل کر اپنی فیلنگز بتا نہیں پا رہی)

''وسیم اچھا ہے۔ لیکن یہ بھی تو دیکھو، وہ میرے سامنے آنے والا پہلا شخص ہے۔ پھر اس کا گھر، گھرانہ، میں شاید درست فیصلہ نہ کر پاؤں۔ اسی لیے میں نے تم لوگوں پر فیصلہ چھوڑ دیا ہے۔ جو امی ابو کو بہتر لگے، وہی میرا فیصلہ ہو گا۔''

عبید مسکرا دیا۔

''اور یقیناً بہت اچھا فیصلہ ہو گا جو تمہارے حق میں بہتر ہی ہو گا۔'' ثانیہ نے آتے ہوئے آخری جملہ سنا تھا۔

ارم ہاتھ سے میز پر بکھرے پھول جھاڑنے لگی۔

''ان شاءاللہ!'' عبید، ارم کا سر تھپتھپا کر چلا گیا۔ وہ چاہتا تھا ثانیہ اور ارم آپس میں ہر غلط فہمی دور کرلیں۔ جب ایک ہی گھر میں ایک ساتھ ہی رہنا ہے تو لمبی ناراضیاں پالنے کا کیا فائدہ۔

''اب تک خفا ہو؟''

ارم ثانیہ کی بات پر خاموشی سے اپنے مشغلے میں مصروف رہی۔

ثانیہ نے پھولوں کا گچھا جھنجھوڑ کر میز پر مزید پھول بکھیر دیے۔

ارم نے چڑ کر گردن اٹھائی۔

''غلطی ہوگئی۔ غصہ میں کچھ زیادہ بول گئی۔ میں سمجھی، تم دونوں نے مجھ سے چھپایا ہے۔'' اس نے بے چارگی سے اعتراف کیا۔

''میں نے تمہیں بتایا ہے، ایسی کوئی بات نہیں۔'' وہ نروٹھے پن سے بولی۔

''مان لیا، لیکن وسیم بھائی کا کیا کروں جو جاب چھوڑ کر گھر بیٹھے ہیں کہ ارم نہ ملی تو مر جاؤں گا۔''

ارم نے بے اختیار سر اٹھا کر اسے دیکھا، پھر ثانیہ کے لبوں پر شرارتی سی مسکراہٹ دیکھ کر گڑبڑا گئی۔

''ان سے میں نے نہیں کہا۔''

''یار! میرا بھائی اب اتنا بھی برا نہیں ہے۔''

''میں نے کب کہا، وہ برا ہے۔'' ارم نے اٹھ کر سامان سمیٹنا شروع کر دیا۔

''تو پھر لے آئیں رشتہ......؟''

''مجھے نہیں پتا۔'' ارم تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔

ثانیہ ہنس دی۔

''بے وقوف۔''

الجھن کا شکار صرف ارم ہی نہیں، تمام گھر والے ہی تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وسیم بہت اچھا لڑکا تھا۔ جاب بھی اچھی تھی۔ مگر گھرانہ، خاندان، طور طریقے...... یہاں آکر آسیہ اٹک جاتیں۔ وہاں سے لڑکی لے آنا الگ بات تھی۔

مگر بیٹی دینا...... بیٹی کو ان لوگوں میں ساری زندگی گزارنی تھی۔
انکار کا سوچتیں تو بھی اٹک جاتیں۔ کہیں نہ کہیں ثانیہ کی بات یاد آ جاتی کہ ارم جیسی لڑکیاں ساری زندگی اپنی محبت کا اظہار نہیں کر سکتیں۔ ان کے بار بار پوچھنے پر ارم نے یہی کہا تھا کہ ''جیسے آپ کی مرضی......''
اگر ان کی مرضی ارم کی مرضی کے خلاف ہوئی تو......

☆......☆......☆

''یہ تم کیا کر رہی ہو؟''
ثانیہ کے ہاتھ میں ڈسٹر دیکھ کر عبید بے ہوش ہونے والا ہو گیا۔
''صفائی کر رہی ہوں...... دیکھو گھر کیسے چمکا دیا۔'' کاہی رنگ کے کھلے سے کرتے ٹراوزر میں ملبوس...... سارے بالوں کو سمیٹ کر اونچی سی پونی بنائے۔ میک اپ کے مٹتے رنگ، کہیں صبح ہی کیا ہو گا۔ وہ اسے اول دن والی ثانیہ لگی جسے دیکھ کر پہلی بار دل دھڑکا تھا۔
''تم نے یہ سب اکیلے کیا ہے؟''
''نہیں...... ارم کے ساتھ مل کر۔'' وہ جھوٹ بولتے بولتے سچ بول گئی۔
''مطلب، گھر داری شروع ہو گئی ہے۔''
''ہاں......!'' اس نے اعتراف کیا۔ ''کیوں کیا یہ میرا گھر نہیں ہے؟''
''تمہارا ہی ہے جاناں......!'' اس نے پیار سے اس کا چہرہ چھونا چاہا۔ ثانیہ نے ہاتھ جھٹک دیا۔
''ہوش میں رہو۔''
''ہوش میں تو تم نے نہیں رہنے دیا۔'' وہ مدہوش ہو کر جھکا۔ ثانیہ نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر پیچھے دھکیلا۔
''ڈائیلاگ بند کرو۔ میں دیکھوں، کچن میں آنٹی کیا کر رہی ہیں؟''
عبید نے خوش گوار حیرت سے اسے جاتے دیکھا۔ وہ کچھ دنوں سے گھر اور گھر داری میں دلچسپی

لینے لگی تھی۔ کچن میں بھی ہاتھ بٹاتی۔ ارم کے ساتھ لگ کر گھر کی صفائی بھی کروا دیتی اور یہ مثبت تبدیلی گھر کے ماحول پر بہت مثبت اثرات ڈال رہی تھی۔

''اور یہ تبدیلی کیوں؟''

گہری رات کے خواش گوار ماحول کے خوش گوار لمحوں میں عبید نے سرگوشی میں پوچھا۔ وہ جو اس کے اتنا قریب تھی جیسے چاند کے پاس چاندنی......

''میں چاہتی ہوں......'' چاندنی گنگنائی۔ ''سب مجھ پر اتنا ہی اعتماد کریں جتنا ارم پر کرتے ہیں، مجھ سے محبت ہی نہیں، میری عزت بھی کریں۔''

یہ کیسی محرومی تھی۔

یہ کون سی کمی تھی جو اسے بے چین کیے ہوئے تھی۔

چاند نے بے چین ہو کر چاندنی کو خود میں سمیٹ لیا۔

''تم میری سب کچھ ہو ثانیہ۔''

اور وہ واقعی اس کی سب کچھ ہو جانا چاہتی تھی۔

☆......☆......☆

ہارن کی آواز پر چوکیدار نے بھاگ کر گیٹ کھولا۔ عفان کی گاڑی اندر آئی۔ چوکیدار گیٹ بند کر کے اندر آیا تاکہ صاحب کا بریف کیس پکڑ سکے۔

عفان نے اچٹتی سی نگاہ کاریڈور اور پورچ پر ڈالی۔ دھلا دھلایا صاف ستھرا۔ اور یہ منظر پورے ایک ہفتے کے بعد دیکھنے کو ملا تھا۔ ابھی تک کسی ڈھنگ کی ملازمہ کا بندوبست نہ ہو سکا تھا۔ چوکیدار کی بیوی آ کر تھوڑا بہت کام کر جاتی۔ کبھی اسے چھٹی کرنا پڑتی۔

کام تو ہو جاتا مگر مسئلہ مانی کا تھا۔ وہ مسرت سے بے حد اٹیچڈ تھا۔ اکثر نام لے کر پوچھتا کبھی ضد کرنے لگتا کہ اس کے پاس لے کر جاؤ۔

''نصیر! مسرت آئی تھی؟''

صاحب کے سوال پر چوکیدار گڑبڑا گیا۔ جھوٹ کیا بولتا کہ صاحب کی نگاہ کمال تھی۔ اس نے خاموشی سے گردن جھکائی۔

غیر محسوس طور پر عفان کے اندر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔

اندر صاف ستھرا مانی ہاجرہ بیگم کے پاس بیٹھا کھیل رہا تھا۔ اس کے سلام کے جواب میں انہوں نے اپنا کندھا دبانا شروع کر دیا۔ مانی اس سے لپٹ گیا۔

''آپ کو بھوک لگی ہوگی، میں ابھی کھانا آرڈر کرتا ہوں۔''

''بنا چکی ہوں۔ تمہارے آسرے پر رہی تو یا بھوکی رہوں گی یا بیمار۔'' انہوں نے رکھائی سے کہا۔

''تو پھر میں مانی کے کپڑے دھو دیتا ہوں۔''

''دھو لیے تھے۔ پہلے تو جیسے یہ کام تم کرتے رہے ہو۔'' انہوں نے گھورا تو عفان نے ستائشی انداز میں صاف ستھرے کمرے کو دیکھا۔

''آپ نے تو لگتا ہے صفائی بھی کر لی ہے۔''

''میرے نصیب، جو اس عمر اور بڑھاپے میں سارے کام سر پر آ پڑے ہیں۔'' انہوں نے آہ بھری۔ مانی کا منہ چومتے عفان نے ماں کو دیکھا۔

''آپ نے تو واقعی کمال کر دیا۔ لائیں، آپ کے پاؤں دبا دیتا ہوں۔''

وہ مانی کو لے کر ان کے پیروں کی طرف بیٹھا۔ انہوں نے پیر کھینچ لیے۔

''ضرورت نہیں۔''

''پھر آپ ہی کہتی ہیں اولاد خدمت نہیں کرتی۔'' وہ مذاق کر رہا تھا۔ ہاجرہ بیگم سنجیدہ ہو گئیں۔

''میری خدمت چھوڑو...... بس احسان کر دو۔ شادی کے لیے ہاں کر دو تاکہ میں سکون سے مر سکوں۔''

''بیٹا چلیں، یہاں تو ایموشنل بلیک میلنگ شروع ہو گئی۔'' اس نے ہمیشہ کی طرح اس موضوع سے کنی کترائی۔

''کتنی اچھی اچھی لڑکیاں تمہاری اسی ضد کے ہاتھوں نکل گئیں۔'' ہاجرہ نے دکھ، تاسف سے کہا۔

''کیونکہ وہ میرے لیے نہیں بنی تھیں۔'' عفان عقب میں لیٹ گیا۔ مانی اس کے سینے پر چڑھ کر شرٹ کے بٹن گننے لگا۔

''تمہارے لیے اللہ نے کوئی خاص بنا کر بھیجنی ہے۔'' وہ چڑ گئیں۔

''عورتیں نا قابل اعتبار اور بے وفا ہوتی ہیں۔''

ہاجرہ بیگم تڑپ ہی تو اٹھیں۔

''ہاں..... سب سے بڑی بے وفا تو میں ہوں جس نے مرے ہوئے شوہر سے بھی وفا نبھائی۔ اس کے بچوں کو پروان چڑھانے میں جوانی گھلا دی۔ آج سب اپنے اپنے گھروں میں بیوی بچوں کے ساتھ خوش ہیں۔ کبھی کبھی یاد آجائے تو کال کر لیتے ہیں۔''

ان کے گلوگیر لہجے پر عفان شرمندہ سا ہو گیا۔

مانی نے اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔

''آپ جانتی ہیں، میں آپ کی بات نہیں کر رہا۔''

''کسی کی بھی بات مت کرو۔ صرف اپنی بات کرو۔ ہر انسان کو پارٹنر کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ اکیلے تو آدم جنت میں بھی نہ رہ سکا۔''

''میں رہ لوں گا۔'' اس نے مانی کا سر تھپتھپاتے آنکھیں موند لیں۔

''عفان! اب اگر تم نے اس لڑکی کے لیے ہاں نہ کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔''

انہوں نے دھمکی دی تو وہ مسکرا دیا۔

''مطلب کوئی لڑکی پسند آگئی ہے؟''

''ہاں، دیکھو گے تو تمہیں بھی پسند آئے گی۔'' انہوں نے فوراً دراز کھول کر تصویر نکالی اور اس کے سامنے کر دی۔ ساتھ ہی ڈپٹ کر کہا۔

''آنکھیں کھول کر دیکھو۔''

عفان نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ ایک مبہم سا لمحہ، ابھی کچھ ماہ پہلے ہی گزرا تھا۔ وہ کسی سے ٹکرایا تھا۔ یا کوئی اس سے..... کوئی تاثر تھا جو اب بھی لاشعور میں بستا تھا۔

ہاجرہ تفصیل بتانے لگیں۔
اس نے دوبارہ آنکھیں موندلیں۔
ہاجرہ کے لب بھنچ گئے۔انہوں نے غصے سے تصویر دراز میں رکھی اور دراز زور سے بند کردی۔

☆......☆......☆

ڈریسنگ ٹیبل کے عین اوپر وہ گفٹ اتنا نمایاں تھا کہ فوراً ارم کی نگاہوں کی گرفت میں آ گیا۔وہ حیران ہوکر پاس آئی۔باکس اٹھا کر دیکھا۔پھر کھولا۔اس میں پرفیوم تھا۔ساتھ میں ایک منا سا کارڈ بھی۔ارم نے متجسس ہوکر کارڈ کھولا۔

کچھ اور مانگنا میرے مسلک میں کفر ہے
لا اپنا ہاتھ دے، میرے دست سوال میں

وسیم جیسے اس کے کان میں گنگنایا تھا۔
ارم نے گھبرا کر آنکھیں بند کرلیں۔
''اب پتا چلا، محبت کیسے مدہوش کرتی ہے۔'' ثانیہ نے اس کے ہاتھ سے پرفیوم اچک لیا۔بلکہ اس پر اسپرے بھی کردیا۔ارم گھبرا کر پیچھے ہٹی۔
''پیاری خوشبو ہے نا...... بالکل میرے بھائی کی محبت جیسی۔'' ثانیہ کچھ اور شوخ ہوئی۔
''ان سے کہو، مجھے گفٹ نہ بھیجا کریں۔''
''تو کسے بھیجا کریں؟''
''اپنی منگیتر کو......'' وہ ناراض ہوکر بیڈ پر بیٹھی۔
''ارے وہ تو بس بات ہوئی تھی، کوئی منگنی تھوڑی ہوئی تھی۔منگیتر تو تم بنوگی۔ان شاء اللہ!'' اس نے ہلکا سا پرفیوم اپنی کلائی پر چھڑکتے مزے سے کہا۔
''ثانیہ......!'' ارم نے بے ساختہ کہا۔
''میری جان! اس دور میں محبتیں بہت مشکل سے ملتی ہیں، اور میں نے تو سوچ لیا، کچھ بھی کر کے تم دونوں کو ایک کر کے رہوں گی۔''

''کیوں کر رہی ہو یار......؟'' ارم بے بس سی ہو گئی۔
وہ کتنا بھی غصہ کرتی ثانیہ اسے آتے جاتے وسیم کے حوالے سے ذو معنی فقرے کہتی ہی رہتی۔
''اس میں میرا فائدہ ہے پیاری، سمجھا کرو۔'' وہ دھپ سے اس کے سامنے بیٹھی۔
''تمہارا فائدہ......؟'' ارم نے الجھ کر پوچھا۔
''ساری زندگی عبید دب کر رہے گا۔'' ثانیہ نے ایک آنکھ دبائی۔
''بہت ہی کمینی ہو۔'' ارم نے کشن اٹھا کر اسے دے مارا۔
''سو تو ہوں۔'' اس نے فخر سے کہا۔ پھر دونوں ہی ہنس دیں۔ باہر تک آواز گئی۔
لاؤنج میں بیٹھے توفیق صاحب مسکرا دیے۔ ثانیہ نے اپنے حوالے سے ہر خدشے کو ختم کر دیا تھا۔
گھر اسی طرح ہنستے بستے اچھے لگتے ہیں۔

☆......☆......☆

پورا لاؤنج بھر گیا تھا۔ ثانیہ کا پورا گھر دادی اور رابعہ سمیت...... دادی تو آصفہ کو بھی بلانے کو تیار تھیں۔
بمشکل روکا کہ ابھی صرف بات کرنے جا رہے ہیں۔
''تو پھر تم لوگوں کی بھی کیا ضرورت ہے۔ میں اور شبیر جا کر بات کر آتے ہیں۔'' انہوں نے
ناراضی دکھائی۔
اونٹ کسی کروٹ بیٹھ ہی نہیں رہا تھا۔ وسیم کو دوبارہ آنا پڑا۔ نادرہ کو تپ چڑھ گئی۔
''اتنی چھٹیاں کرو گے تو اگلے نوکری سے فارغ کر دیں گے۔''
''میرا رشتہ لے جائیں، میں واپس چلا جاتا ہوں۔'' اس نے تہیہ کر لیا تھا، اب کے یہ کام کروا
کے ہی جانا ہے۔
''یہ نہیں جائے گی۔ اس کو صرف اپنی بیٹیوں کی پروا ہے۔'' شبیر نے طعنہ مارا۔
''وٹہ سٹہ اچھا نہیں ہوتا۔'' نادرہ نے اگلا اعتراض نکالا۔
''اماں! ہم کوئی جاہل لوگ تو نہیں ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے اپنا گھر برباد کر دیں گے۔''
وسیم جھنجھلایا تب ہی ثانیہ چلی آئی۔

نادرہ نے اسے یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہوں اب خود ہی سنبھالو۔
''ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے میرا بھائی...... آپ لوگ رشتہ لے آئیں۔ میں نے ماحول بنا دیا ہے۔''
''کیا کہہ رہی ہو؟'' نادرہ حق دق رہ گئیں۔
''جی ہاں اتنے دنوں سے اچھی بہو بن کر رہ رہی ہوں۔ ایک بھی چکر میکے کا لگایا؟'' اس نے داد طلب نگاہوں سے سب کو دیکھا۔
''برتن دھودھو کر ہاتھ گھس گئے ہیں۔ صفائیاں کر کر کے ایڑیاں پھٹ گئی ہیں۔''
''دادی صدقے......'' دادی نہال ہوئیں تو رابعہ پریشان۔
''تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔''
''بالکل ٹھیک ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ مجھے اپنے بھائی سے بڑھ کر کچھ بھی عزیز نہیں۔''
(ارم کی محبت کا اثر)
وسیم کے دماغ نے کلک کیا۔
وہ موتیے کی خوشبو تھی، جسے چھو جائے اسی کو معطر کر دے۔
وسیم کا اندر باہر مہکنے لگا۔
''وسیم بھائی کے لیے مجھے اپنا گھر بھی چھوڑنا پڑا تو چھوڑ دوں گی اور تب تک نہیں جاؤں گی جب تک وہ لوگ اس رشتے کے لیے ہاں نہیں کر دیتے۔''
''اب ایسا بھی نہیں کہ تم میری خاطر اپنا گھر خراب کر لو۔'' وسیم شرمندہ ہو گیا۔
''تو پھر سوچتے کیا ہو، جب سب ہی راضی ہیں تو چلو نا......''
دادی نے شور مچایا اور اب سب ہی گھر میں موجود تھے۔
ارم بوکھلا کر کمرے میں گھس گئی۔
ثانیہ نے چائے بنائی۔ ٹرالی سجائی۔ ماحول بے حد خوش گوار تھا۔
''ارم!'' ثانیہ کمرے میں آئی۔ وہ اتنی پزل تھی کہ اس نے کپڑے بھی نہیں بدلے تھے۔
''کب تک چھپی رہو گی؟ اب چائے تو لے جاؤ۔''

”پلیز ثانیہ! تم ہی لے جاؤ، میں نہیں جارہی۔ وہاں سب موجود ہیں۔ مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔“
”ایک تو تمہیں کبھی بھی اپنی کیفیت سمجھ میں نہیں آئی۔ اسے خوشی کہتے ہیں میری جان۔“ ثانیہ ہنسی۔
”مجھے نہیں پتا۔“
”سب پتا چل جائے گا۔“ ثانیہ نے شرارت سے آنکھ دبائی۔ پھر فوراً ہی لہجہ بدل لیا۔ ”اچھا اب میرا ایک کام تو کردو۔ اس سوٹ کے ساتھ کا دوپٹا چھت پر رہ گیا۔ وہ تو لادو۔“
”ابھی لاتی ہوں۔“ ارم کو تو وہاں سے کھسکنا ہی تھا۔ اس لیے فوراً اڑن چھو ہوگئی۔ مگر چھت پر کوئی دوپٹا نہیں تھا۔ مگر وہ تھا۔ بے چینی سے انتظار کرتا۔
ارم کے قدم جم گئے۔ گھبرا کر سیڑھیوں کی طرف دیکھا۔
”آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟“
”تمہارا انتظار......!“
”میں جارہی ہوں......“
”اب کہاں جاؤ گی؟ گھر والے شادی کی تاریخ لے کر ہی آئیں گے۔“
”وسیم بھائی! اب آپ مجھے اس طرح تنگ کریں گے۔“ ارم روہانسی ہوگئی۔
”اب تو بھائی کہنا چھوڑ دو۔“
”ابھی ہمارے رشتے کا آفیشلی اعلان نہیں ہوا۔ کون جانے امی ابو کیا فیصلہ کرتے ہیں۔“ وہ جانے لگی۔
”تم تو انکار نہیں کروگی؟“ اس نے آس سے پوچھا۔
ارم ذرا سا رکی۔ پھر بے اختیار نفی میں گردن ہلائی۔
”تو کیا میں یہ دینے کا اختیار رکھتا ہوں؟“
لمبی ڈنڈی والا سرخ گلاب اس کے ہاتھ میں تھا۔
ارم ذرا سا جھکی۔ کچھ قدم آگے بڑھی۔ پھر گلاب کھینچ کر تیزی سے جانے لگی کہ منہ سے سسکاری نکل آئی۔ قدم منجمد ہوگئے۔

اس نے ہاتھ سامنے کیا تو انگلی پر ننھے یاقوت کی طرح خون کی بوند نمودار ہوئی۔ کانٹا چبھ گیا تھا۔
اس نے گردن موڑ کر وسیم کو دیکھا۔
وہ مسکرایا۔
ارم عجیب سے وہم کا شکار ہوگئی۔

☆......☆......☆

سب کے درمیان بیٹھی ارم کو اپنا آپ عجیب سا لگ رہا تھا۔
اس کے ہاتھ میں گلاب کی مہک بھی تھی اور کانٹے کی چبھن بھی۔
''بس ہم تو ہاں کروا کر ہی اٹھیں گے۔'' دادی کا تو بس نہ چلتا تھا کہ ہاں کیا کروانی ہے نکاح ہی کروا دیں۔
''بیٹی کے معاملے میں اتنی جلدی فیصلے کہاں ہوتے ہیں۔'' توفیق صاحب نے متانت سے ٹالنا چاہا۔
''برسوں کا ساتھ ہے نہ آپ سے کچھ چھپا ہے نہ ہم سے...... پھر سوچ بچار کیسی؟ آپ ہمارے گھر کی رونق لے آئے ہیں۔ اپنے گھر کی رونق ہمارے حوالے کردیں۔''
شبیر صاحب کے لہجے میں حلاوت وشائستگی......
نادرہ نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ انہیں تو لگتا تھا کہ ان کے شوہر کو چار بندوں میں بیٹھ کر بات کرنے کی تمیز ہی نہیں ہے۔
''یہ میرے ہی ابا ہیں؟'' ثانیہ نے عبید کے کان میں سرگوشی کی۔
''دشش......!''
''میرا تو ارم کے ساتھ پیار ہی بہت ہے۔ یہ میرا کتنا خیال رکھتی ہے۔ ایک آواز پر سیڑھیاں پھلانگتی آجاتی ہے۔'' دادی نے نہال ہوکر کہا۔
باہر بیل ہوئی۔ عبید دیکھنے چلا گیا۔
(کون سا تمہارے لیے پھلانگتی تھی) نادرہ نے جل کر سوچا۔

آسیہ نے ارم کو دیکھا۔ اگر وہ ہاں کر دیں تو ارم کے کیا تاثرات ہوں گے۔ اس کے چہرے پر پھیلے شرم وحیا کے رنگوں نے فیصلہ کرنے میں آسانی کر دی۔

''سوچ بچار کیا کرنی ہے۔ ہمیں دیکھیں...... عبید کے لیے ایک بار بھی نہیں سوچا۔''

نادرہ نے کوشش کر کے ایک جملہ بول ہی دیا۔ ورنہ تو بات کرنے کو دل ہی نہ چاہتا تھا۔

''تو پھر توفیق صاحب! ہم ہاں ہی سمجھیں؟'' شبیر نے پوچھا۔

توفیق نے آسیہ کی طرف دیکھا۔ انہوں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

''آپ لوگ اتنی محبت اور مان سے بیٹی کا ہاتھ مانگ رہے ہیں تو میں انکار کر کے کفران نعمت کیوں کروں۔''

''انکل! ہاتھ نہیں چاہیے۔ پوری کی پوری لڑکی چاہیے۔'' ثانیہ نے شرارت سے کہا تو سب ہنس دیے۔

دادی نے خوشی سے کپکپاتے ہاتھوں سے بٹوہ کھول کر پانچ ہزار کا نوٹ، جو وہ بطور خاص وسیم سے لے کر آئی تھیں، نکالا...... اور ارم کی مٹھی میں دبا دیا۔

''بہت بہت مبارک ہو سب کو۔''

''اصل میں تو میرے رشتے بڑھ رہے ہیں۔ پہلے سہیلی تھی۔ پھر بھابھی بنی، اور اب نند بن گئی ہوں۔'' ثانیہ نے ارم کا گال چوم لیا۔ وہ شرم سے گلابی ہو رہی تھی۔

''کس بات کا جشن ہو رہا ہے؟''

سب نو وارد کی طرف متوجہ ہو گئے۔

قسط نمبر 14

''کس بات کا جشن ہو رہا ہے؟''

سب نے چونک کر نووارد کو دیکھا۔

ثانیہ بے اختیار کھڑی ہوئی۔ سامنے کھڑی نتاشا کو دیکھ کر اس کا رنگ اڑ گیا تھا۔

''میں تو ملنے آئی تھی ارم سے، مجھے نہیں پتا تھا...... یہاں کوئی رسم ہو رہی ہے۔'' وہ مسکرائی۔

''آ جاؤ بیٹی! خیر سے تمہاری سہیلی کی منگنی ہو رہی ہے۔'' دادی نے نتاشا کو پہچانا نہیں تھا، وہ سمجھیں ارم کی کوئی سہیلی ہے۔

''پھر تو میں بہت اچھے موقع پر آئی۔'' نتاشا چہکی۔

ارم نے پزل ہو کر ثانیہ کو دیکھا۔

''ہاں ہاں بہت اچھے موقع پر پہنچی ہو۔ بیٹھ جاؤ۔ ابھی منہ میٹھا کرواتے ہیں...... ایں...... تم کیوں رک گئیں۔ رسم کرو۔'' دادی نے نادرہ کو ٹوکا۔ پھر خوش ہو کر سب کو بتایا۔

''ہم تو انگوٹھی بھی ساتھ ہی لائے تھے۔''

نتاشا بیٹھتے بیٹھتے رک گئی۔ اس نے بے حد حیرت سے پورے ماحول کو دیکھا۔ گویا اب غور کیا۔

''انگوٹھی نادرہ آنٹی کیوں پہنائیں گی؟''

پتا نہیں سوال کس سے تھا...... جواب ترنت دادی کی طرف سے آیا۔

''اب لڑکا نہیں آیا تو لڑکے کی ماں ہی پہنائے گی۔''

نتاشا کا منہ کھل گیا۔ اس نے بے یقینی سے ثانیہ کو دیکھا۔ ثانیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''میرے ساتھ چلو نتاشا! میں تمہیں پوری بات بتاتی ہوں......'' نتاشا ہاتھ چھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

''کیوں جاؤں......؟'' پھر مڑ کر سب کو دیکھا۔ ''رشتہ میرے گھر بھیجا......اور انگوٹھی ارم کو پہنائی جارہی ہے۔''

جنہیں نہیں بھی پتا تھا......وہ بھی حق دق ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔

''انکل، آنٹی! یہ کیا تماشا ہے؟''

ارم نے خفت سے سر جھکایا۔ قصور وار نہیں تھی، مگر شرمندگی ہونے لگی۔

''مجھے کیا پتا......میں تو نہیں آیا تھا۔ ان سے پوچھو......'' شبیر صاحب نے کنی کترائی۔

عبید کی سنجیدہ اور ناراض نگاہ ثانیہ پر جم گئی۔ ثانیہ اس نگاہ کی تپش کو پوری طرح محسوس کر رہی تھی۔ اسے کسی بھی طرح اس سچویشن کو سنبھالنا تھا۔

''نتاشا......؟ آئی ایم سوری میں تم سے بہت شرمندہ ہوں......ہمیں نہیں پتا تھا کہ ارم اور وسیم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔''

''پتا نہیں تھا تو میرے گھر کیا لینے آئی تھیں؟'' نتاشا چلائی۔

''اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ تم نے ارم کو یہ بات نہ بتائی ہو۔ تم اس سے ہر بات کرتی ہو۔''

توفیق اور آسیہ پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ عبید کا ضبط جواب دے گیا۔ اس کی بہن کا خاص دن خراب ہو رہا تھا۔

''دیکھیں آپ کا جو بھی مسئلہ ہے آپ گھر جا کر حل کریں۔ یہ موقع نہیں ہے ایسی باتوں کا۔''

''مسئلہ یہاں ہے تو حل بھی یہیں کروں گی۔'' اس نے بھڑک کر ارم کو دیکھا۔

''تمہیں شرم آنی چاہیے تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وسیم کے ساتھ میرا رشتہ طے ہو رہا ہے اس پر ڈورے ڈالتے......اس پر اپنی اداؤں کا جال پھینکتے تمہیں ذرا حیا نہیں آئی۔''

''بس بہت ہو گیا بیٹا......! یہ کیا بے ہودگی ہے۔'' توفیق صاحب کو غصہ آ گیا۔ ''آپ جائیں یہاں سے......''

''بی بی! ہمیں رشتہ کرنا ہے اپنے جیسوں میں......تمہارے جیسی زبان دراز لڑکی کے ساتھ ہمارا

گزارا ہی نہیں۔ اب جاؤ...... دفع ہو یہاں سے، جوتوں سمیت ہماری آنکھوں میں گھسی آ رہی ہو۔"

دادی نے مزید لتاڑا۔

"نتاشا! چلو یہاں سے...... مت تماشا کرو۔" ثانیہ نے اس کا بازو پکڑا۔ "یہ میرا سسرال ہے تم ہرٹ ہوئی ہو، میں تم سے معافی مانگتی ہوں۔ خدا کے لیے چلو میرے ساتھ۔" وہ غصے میں آگ بگولہ ہوتی نتاشا کو گھسیٹ کر وہاں سے لے جانے لگی۔ نتاشا کی زبان گویا زہر اگل رہی تھی۔ اس کا ہر لفظ ارم کے وجود کو نیلو نیل کرتا گیا۔

"میرے گھر والے اس رشتے کے لیے ہاں کر بیٹھے تھے۔ اور تم نے مجھ سے میرا منگیتر چھین لیا۔ کبھی خوش نہیں رہوگی۔ میری بد دعا ہے۔"

وہ غاصب نہیں تھی، مگر غاصب کہلائی۔

وہ حیادار تھی مگر بے حیا کہلائی......

اس نے کسی غیر مرد کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا تھا مگر ڈورے ڈالنے والی سمجھی گئی۔ ارم کا جسم پسینہ پسینہ ہونے لگا۔

ہر کوئی بول رہا تھا۔ اور نجانے کیا بول رہا تھا۔

نتاشا کو ثانیہ گھر سے باہر نکال لائی تھی مگر اس کی آواز اب بھی گھر کی فضاؤں میں چلا رہی تھی۔

توفیق گلہ کر رہے تھے۔ انہیں پہلے نتاشا کے گھر والوں کو بتانا چاہیے تھا۔

"اس گھر کی عورتیں......" شبیر صاحب پھدک رہے تھے۔

دادی نتاشا کو کوس رہی تھیں۔

آسیہ کو قلق ہونے لگا کیا انہوں نے غلط فیصلہ کر لیا......؟ یہ گھرانہ ان کی نفیس طبیعت بیٹی کے قابل کہاں تھا۔

"بیٹیوں کے معاملات بہت نازک ہوتے ہیں۔ اتنی لاپروائی نہیں دکھائی جا سکتی۔"

ثانیہ تیر کی طرح ارم کے پاس آئی۔

”میں بہت معذرت چاہتی ہوں...... آئی ایم سوری یار! اس کا منہ توڑ کر آئی ہوں۔ خوامخواہ تمہیں اتنی باتیں سنا گئی۔ اس سب میں تمہارا قصور تو نہیں تھا۔“ اس نے جلدی سے ٹشو کھینچا اور ارم کے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرنے لگی۔

”دفع مارو ایسی منہ پھاڑ دیدہ ہوائی لڑکی ہماری ارم کے قدموں کی دھول کے برابر بھی نہیں۔“ دادی نے ہاتھ جھاڑے۔

”اب ختم کرو بہت تماشا ہو گیا...... جلدی سے رسم کرو۔“ اور مٹھائی اس کے منہ میں ٹھونسی۔

رابعہ چپ اور گم صم تھی۔ رہ رہ کر گھر والوں پر غصہ آ رہا تھا۔ سب ان کی بے وقوفیاں جو آج گلے پڑ رہی تھیں۔

نادرہ نے شرمندگی سے پرس سے انگوٹھی نکالی اور ارم کا ہاتھ پکڑا۔ مگر اس نے ہاتھ چھڑا لیا۔

”اس کی ضرورت نہیں۔“

”کیا مطلب......؟“ ثانیہ ہڑبڑائی۔

ارم کھڑی ہو گئی۔ اس نے ایک نظر اپنے ماں باپ اور عبید کو دیکھا۔ ثانیہ نے نتاشا کو بھیج کر جو الفاظ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہے تھے، وہ اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔

(”کمینی کیا کچھ بولتی چلی گئی۔ گلی کے آخر تک مجھے باتیں سناتے...... ارم پر الزام لگاتے ہوئے گئی ہے۔ نجانے کس کس نے سنا ہو گا......“)

”جس رشتے نے بننے سے پہلے ہی میری ذات پر سوالیہ نشان لگا دیا ہو...... میرے کردار کو مشکوک کر دیا ہو...... میں وہ رشتہ کیسے نباہ سکتی ہوں۔“

جہاں سب ہکا بکا رہ گئے...... وہیں نجانے کیوں مگر آسیہ اور توفیق نے اپنے اندر سکون سا اترتا محسوس کیا۔

ارم نے آگے ہو کر دادی کا گھٹنا ہولے سے چھوا۔

”مجھے معاف کر دیں دادی! لیکن مجھے یہ رشتہ قبول نہیں ہے۔“ وہ کہہ کر رکی نہیں۔ تیزی سے

وہاں سے چلی گئی۔

پیچھے اتنی گہری خاموشی تھی جیسے کائنات سے سارے لفظ اٹھ گئے ہوں۔

☆......☆......☆

پورے گھر کی خاموشی کو اس کے قدموں کی چاپ روندرہی تھی۔ بے چینی، جوش، ہیجان آمیز خوشی اسے بیٹھنے نہیں دے رہی تھی۔

ابھی گھر والے خوش خبری لے کر آتے ہوں گے۔

جس کی ہم راہی کے خواب دیکھے، وہ اس کے نام کردی گئی ہے۔

وسیم کی نگاہیں بھٹک کر دروازے سے لپٹ رہی تھیں۔ مگر وہ واپس ہوئے تو چپ گم صم نظریں چراتے کوئی اس کمرے میں گھسا تو کوئی اس میں، دادی مٹی کی ڈھیری کی طرح تخت پر ڈھے گئیں۔

''کیا ہوا......؟''

''انکار ہوگیا......'' ثانیہ نے تھکے تھکے انداز میں بتایا وہ بھی ساتھ ہی چلی آئی تھی۔

''انکار کیسے ہوسکتا ہے؟'' وسیم کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

''بتاتی ہوں......'' نادرہ کے دل میں نجانے کیا آئی، وسیم کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں لے گئیں۔

ثانیہ دادی کے پاس بیٹھ گئی جو سرد آہیں بھر بھر کے ماحول کو مزید ٹھنڈا کررہی تھیں۔ انہیں دکھ ہی بہت ہوا تھا۔ آسیہ کی بیٹی گھر میں آجاتی تو ان کا بڑھاپا ہی سنور جاتا۔

''اچھا کوئی بات نہیں، زیادہ دل پر نہ لیں۔'' ثانیہ نے تسلی دی۔

''تمہیں وہیں رہنا چاہیے تھا......'' دادی نے ٹوکا۔

''مجھے غصہ آرہا تھا۔ میرا بھائی اس قابل نہیں تھا کہ اسے یوں ٹھکرایا جائے۔'' دادی کو حیرت کے ساتھ ہلکی سی خوشی ہوئی۔ ثانیہ نے غصے کو ٹالنا سیکھ لیا تھا۔

''بڑی غیرت والی ہے ارم، عزت پر بات آئی تو کس دلیری سے خود کو علیحدہ کرلیا۔ اتنی سی عمر میں ایسی سوچ......ہاں بھئی بیٹی کس کی ہے، ماں کی تربیت نظر آرہی ہے۔''

دادی اپنے دھیان میں بول رہی تھیں۔

ثانیہ کو تکلیف سی ہوئی، اندر کچھ ٹوٹ پھوٹ شروع ہوگئی۔ ارم کے لیے سب کچھ اتنا آسان کیوں تھا۔

(''ہاں وہ وسیم سے محبت جو نہیں کرتی۔ ورنہ کھونا اتنا آسان نہ ہوتا۔'')

وہ اٹھ کر اندر آ گئی۔

''ارم نے خود انکار کیا ہے......؟'' نادرہ نے بے حد مختصر لفظوں میں قصہ سمیٹ دیا تھا۔ نتاشا کا ذکر گول کر گئیں۔ اب جان چھوٹ ہی گئی تھی تو اچھی بات تھی۔ وہ ارم کو بہو بنانا ہی نہیں چاہتی تھیں۔

وسیم متحیر رہ گیا۔ اس کی انگلیوں کی پوروں میں اب بھی گلاب کی خوشبو مہکتی تھی۔

☆......☆......☆

اس کی انگلی کی پور میں اب بھی کانٹے کی چبھن تھی۔

عبید اس سے الجھ رہا تھا۔

''تم نے جلد بازی کیوں کی۔ ہم اپنی قسمت کا فیصلہ دوسروں کی خواہشوں پر نہیں کر سکتے۔ کوئی کچھ بھی کہہ دے، ہم اسی رخ پر چل پڑیں گے۔ یہ ہماری زندگی ہے، اسے ہم دوسروں کی خواہشوں پر نہیں جی سکتے۔''

(''پسندیدگی ہو یا محبت...... میرے لیے سب سے آخری نمبر پر ہے...... میرے لیے میرا وقار میرا کردار اور میری عزت نفس سب سے پہلے ہے۔'')

وہ یہ الفاظ کہنا چاہتی تھی، مگر نہیں کہا۔ ثانیہ اور عبید ایسی باتیں اپنی ذات پر لے جاتے تھے۔ بس اتنا ہی کہا اور چپ سادھ لی۔

''کیا کروں گی، ایسے رشتے کا...... جس کے ہونے سے پہلے ہی میرے کردار پر انگلیاں اٹھنے لگیں۔''

عبید تاسف سے بہن کو دیکھنے لگا۔

''اتنا اچھا نہیں بنتے ارم! زندگی گزارنے کے لیے تھوڑی خود غرضی بھی ضروری ہے۔''

”تھوڑی ہو یا زیادہ، جہاں خود غرضی آجائے، وہاں بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔“

وہ اپنی ذات میں درویش تھی۔

عبید مزید کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ مگر نادرہ نے بہت کچھ کہا۔

”تمہیں سمجھ میں نہیں آتا، اس لڑکی نے تمہیں بے وقوف بنایا ہے۔ وہ تو تم سے شادی کرنا ہی نہیں چاہتی تھی، بس ہمارے گھر میں فساد ڈالنا چاہتی تھی۔ جس طرح ان کے گھر میں ثانیہ کی وجہ سے ہوا۔“

”امی! کیا بات کر رہی ہیں...... ایسا کچھ نہیں تھا۔ ارم ایسی لڑکی نہیں ہے۔“ ثانیہ ہکا بکا رہ گئی۔

رابعہ ٹکر ٹکر ماں کا منہ دیکھنے لگی۔

”کیوں ہمارے گھر فساد نہیں ہوا، یہ ہمارے آگے کھڑا نہیں ہوا، اور اب منہ پھاڑ کر انکار کر دیا۔ میری بات مان لو۔ وہ صرف ثانیہ سے بدلہ لے رہی تھی۔ بڑی معصوم بنتی ہے، معصوم ہے نہیں۔ پہلے میرے بیٹے کو محبت کے جال میں پھنسایا، اب نہ کر دی...... کیا چاہتی ہے میرا بیٹا جا کر اس کی منتیں کرے۔“

”امی! ایسا نہیں ہے۔ اس نے یہ سب نتاشا......“ نتاشا کا نام ابھی منہ سے نکلا بھی نہ تھا کہ نادرہ نے رابعہ کو لتاڑ کر رکھ دیا۔

”چپ کر، اسے بہانا چاہیے تھا بہانا......“

وسیم کو چپ لگ گئی۔

وہ رات اس پر بہت بھاری تھی۔

پہلی محبت...... پہلا پیار...... پہلا احساس۔

وہ ارم سے پوچھنا چاہتا تھا مگر پوچھ نہ سکا، چپ چاپ واپس لوٹ آیا۔

”وہ اسے اپنے پیچھے بھگانا چاہتی تھی...... تاکہ وہ اسی طرح گھر والوں سے بغاوت کرے جس طرح عبید نے کی، وہ پھر بھی اس کی نہ ہوتی۔ معصوم چہرے والی مکار لڑکی...... میں نہ تمہاری منت کروں گا، نہ تمہارے پیچھے بھاگوں گا۔“ اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔

☆......☆......☆

آسیہ اور توفیق مطمئن تھے۔ انہیں لگتا تھا ارم نے ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔ وہ خاموشی سے بیٹھ کر اس کے بھیجے پیغام ڈیلیٹ کرنے لگی۔

یہ سارے پہلے کے پیغام تھے، بعد میں تو وہ گم ہی ہو گیا۔ کوئی پیغام، کوئی کال..... کچھ بھی نہیں۔

''شاید ناراض ہو گیا ہے۔''

اس نے تاسف سے سوچا اور ڈیلیٹ کا آپشن دبا دیا۔

''محبت کی نشانیاں مٹاتے دکھ تو ہوتا ہے ارم!'' اس کے عقب سے ثانیہ کی آواز ابھری۔

ارم نے موبائل آف کر کے گود میں رکھا اور کیاری کو دیکھنے لگی جس میں گیندے کے پھول کھلے تھے۔

ثانیہ اس کے پاس بیٹھ گئی۔

''تم کچھ بھی کہو، مگر دکھ تمہاری آنکھوں سے عیاں ہے۔''

ارم نے نظریں چرائیں۔ دکھ تو ہوا تھا جھوٹ کیسے بولتی۔

''میں بھی اسی تکلیف سے گزری تھی..... جب تم لوگوں نے عبید کو مجھ سے دور کرنے کی کوشش کی۔ میں اس لیے تمہارا درد سمجھ سکتی ہوں۔''

اس نے بے حد خلوص اور دل داری سے ارم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا۔

ارم اسے روکنا چاہتی تھی کہ وہ اس موضوع پر بات ہی نہیں کرنا چاہتی۔ مگر چپ رہی۔

''امی کہتی ہیں تم نے ہم سے بدلہ لیا ہے۔''

ارم نے تحیر سے ثانیہ کو دیکھا۔

''لیکن مجھے ان کی بات پر یقین نہیں آیا تم ایسی لڑکی نہیں ہو۔''

''سب کچھ تمہارے سامنے ہے ثانیہ.....!''

''ارم یہ مت کہنا میں تمہیں اکسا رہی ہوں.....'' ثانیہ کے لہجے میں تذبذب تھا۔ ''تم نتاشا کی باتوں سے ڈر گئی ہو۔ لیکن وقت تو اب بھی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تھوڑی سی بدنامی مول لے کر محبت مل جائے تو.....''

ارم نے ہاتھ چھڑا لیا اور نرمی سے گویا ہوئی۔

''میں ایسی محبت کو دیکھنا بھی گوارا نہ کروں، جس کی قیمت میری نیک نامی ہو۔''

ثانیہ ایک لمحے کو گنگ سی ہو گئی۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے کتنی مختلف تھیں۔ ایک ثانیہ تھی جس نے عبید کو پانے کے لیے خود کو ساری دنیا کے سامنے تماشا بنا لیا۔ اور ایک یہ تھی ارم جو اپنے کردار پر ذرا سی چھینٹ برداشت نہ کر سکی۔ اور اپنی ہر خواہش سے دستبردار ہو گئی۔

دونوں میں سے ٹھیک کون تھا؟

اس کے ذہن میں سوالیہ نشان ناچنے لگے اور رات کو عبید کے بازو پر سر رکھتے اس نے وہ سوال عبید سے بھی کر لیا۔ وہ نظریں چرا گیا۔

''وسیم بھائی کی اتنی بری حالت تھی، ویسے ارم نے بہت زیادتی کی ہے۔ کسی کی باتوں میں آ کر کیسے میرے بھائی کا دل توڑ دیا اور ایک میں تھی......'' اس نے ذرا سا توقف کیا۔ بس یہی خواہش تھی کوئی کہہ دے اس نے بالکل ٹھیک کیا۔ سب کچھ بھاڑ میں جائے، بس محبت زندہ باد۔

''ایک میں تھی جو تمہیں پانے کے لیے ساری دنیا سے لڑ گئی۔'' اس کے لہجے میں فخر در آیا......

ہے کسی میں اتنی جرأت......

''ارم مختلف مزاج کی لڑکی ہے۔ اس کی سوچ بھی الگ ہے۔'' عبید نے بہت احتیاط سے الفاظ کا چناؤ کیا۔ ورنہ ارم کے رویے نے اسے بھی سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان کی محبت غلط نہیں تھی مگر اس محبت کو پانے کے لیے جو طریقہ ثانیہ نے اختیار کیا تھا وہ اسے تھوڑا سا پریشان کر دیتا تھا۔

''میں بہت شرمندہ ہوں۔ تماشا نے بہت غلط کیا......'' ثانیہ نے اس کے لہجے کا گریز پا لیا، تب ہی دل کی چبھن کو دبا کر بات ہی بدل دی۔

''اس میں تمہارا کیا قصور، وہ تمہیں بھی کتنی باتیں سنا کر گئی ہے۔''

جب وہ کوئی بات مان کر سوری کرتی تھی تو بہت پیاری لگتی۔ وہ ہٹ دھرم سی ثانیہ غائب ہوتی جا

رہی تھی۔ گویا عبید کی محبت نے اسے دھیرے دھیرے بدلنا شروع کر دیا تھا۔

اور تبدیلی کا یہ عمل بہت مثبت اور خوش گوار تھا۔

☆......☆......☆

''کتنی پیاری ہیں، میں تو کہتی ہوں بی بی جان فوراً رشتہ ڈال دیں۔'' مسرت نے خوب دور نزدیک سے تصویر کا جائزہ لے کر بڑے ہی جوش میں کہا۔

''خاندان بھی اچھا ہے۔ دور پار سے ہماری برادری ہی ہے اپنے بیٹے کے ولیمے پر بھی بلایا تھا میں نے بہانے سے عفان کو بھیجا بھی...... کہ شاید کوئی لڑکی نظر کو بھا جائے۔ مگر وہ تو کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا، پھر بہانے سے شادی کی تصویریں بھی منگوالیں، ایک نظر دیکھا اور صاف انکار......''

انہوں نے افسردگی سے کہہ کر تصویر مسرت کے ہاتھ سے لے لی۔ وہ چوتھے دن ہی واپس آ گئی تھی کہ اب اس گھر کا مسرت کے بغیر گزارا ہی نہیں تھا۔ کچھ دن عفان کی غیر موجودگی میں آتی رہی...... لیکن ایک دن گیٹ پر ٹکراؤ ہو ہی گیا۔

عفان کو بھی چپ ہونا ہی پڑا۔

''لگتا ہے آپ کو کچھ زیادہ ہی پسند آ گئی ہے۔''

''اپنے کام سے کام رکھا کرو۔'' عفان کو بھی بے وقت آنا تھا۔

وہ کان دبا کر بھاگی۔ اسے آج دیر سے آفس جانا تھا۔ اس کے لیے تیار ہو کر نکلا تھا...... سیاہ پینٹ شرٹ، بال جیل لگا کر سیٹ کیے تھے۔ شاید کوئی آفیشل میٹنگ تھی۔ ورنہ وہ اتنا تیار آفس کے لیے بھی نہیں ہوتا تھا۔

''ماشاءاللہ! بہت پیارے لگ رہے ہو...... دولہا بن کر تو بہت ہی پیارے لگو گے۔''

عفان کو ہنسی آ گئی۔

''دن میں خواب دیکھنا بند کریں۔''

''کچھ خواب سورج کی روشنی میں دیکھے جاتے ہیں اور ان کی تعبیر دن کی روشنی میں ہی ملتی ہے۔

کاش! تمہیں کسی سے محبت ہی ہو جائے۔'' انہوں نے ہاتھ میں پکڑی تصویر کو دیکھتے حسرت سے کہا۔

''محبت بے کار جذبہ ہے۔ وقتی اور ناپائیدار......'' طنزیہ مسکراہٹ......

''خدا کرے میری دعا پوری ہو جائے پھر تمہیں اس جذبے کی صداقت پر یقین آئے گا۔''

اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔

قبرستان کی خاموشی...... موت کی خوشبو اوڑھے سرخ گلاب...... اس پر لکھا کتبہ محبت کا نوحہ تھا۔

''میں نے اس جذبے کی صداقت کو زبیر کے ساتھ ہی دفنا دیا تھا۔''

بی بی جان کا رنگ پھیکا پڑ گیا...... مگر وہ یہ دیکھنے کے لیے رکا نہیں تھا۔ چلا گیا تھا۔

☆......☆......☆

آج کے دن کا آغاز اچھا نہیں تھا تو کچھ نہ کچھ گڑبڑ آفس میں بھی چلتی رہی۔ مزدوروں کا معمولی بات پر جھگڑا بڑھا تو وقتی طور پر کام بھی رک گیا۔ اسے خود جا کر مداخلت کرنا پڑی جس کی وجہ سے میٹنگ لیٹ ہو گئی۔ ابھی آفس پہنچا ہی تھا کہ گھر سے کالز پر کالز آنے لگیں۔ دوسری طرف مسرت تھی۔

''چھوٹے صاحب......! وہ بیگم صاحبہ......''

''دیکھو بی بی! اگر بیگم صاحبہ نے تمہیں اپنے ساتھ کسی نئے ڈرامے میں شامل کیا ہے تو میرے پاس اس وقت بالکل فرصت نہیں ہے۔''

صبح والی بات ابھی تک اس کے ذہن سے محو نہیں ہوئی تھی۔

''وہ صبح سے کمرے میں بند ہیں۔ دروازہ نہیں کھول رہیں۔ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔''

وہ آفس کا دروازہ کھولتے کھولتے رک گیا۔ اندر اس کے کلائنٹ اس کا انتظار کر رہے تھے۔

''یہ گھبراہٹوں کے دورے تمہیں دوسرے تیسرے دن پڑتے ہی رہتے ہیں۔ میری میٹنگ اسٹارٹ ہونے والی ہے۔ اب بار بار کال کر کے تنگ نہ کرنا۔'' اس نے غصے سے موبائل آف کیا۔

یہ پہلی بار نہیں تھا۔ وہ جب بھی زیادہ ناراض ہوتیں، اسی طرح کمرہ بند کر لیتی تھیں۔ وہ شروع شروع میں گھبرا جاتا۔ پھر سمجھ میں آ گئی۔ وہ دروازہ اپنی مرضی سے ہی کھولتی تھیں۔

''کیا ہوا......؟'' چوکیدار نے پوچھا۔

اسے مسرت نے گھبرا کر بلا لیا تھا۔ اس کے کہنے پر عفان کو کال کی تھی۔

''انہوں نے تو میری بات ہی نہیں سنی۔ لیکن میں سچ کہہ رہی ہوں۔ کچھ گڑبڑ ہے۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ پہلے میرے دروازہ بجانے پر وہ اندر سے ڈانٹ دیتی تھیں۔ اب تو کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ مانی دادو دادو پکارتا رہا کبھی ایسا ہوا ہے کہ انہوں نے مانی کی بات کا جواب نہ دیا ہو۔'' مسرت سچ میں گھبرائی ہوئی تھی۔ آج واقعی کچھ غیر معمولی تھا۔

''گھر کی چابیاں تو ہوں گی تمہارے پاس کھول کر دیکھ لو، کہیں کچھ برا نہ ہو جائے۔''

''چھوٹے صاحب کے کمرے میں ہیں، میں لاتی ہوں۔'' وہ عفان کے کمرے تک بھاگی۔

اس کے واپس آنے تک چوکیدار نے بھی کئی بار آوازیں اور دستک دی مگر جواب ندارد تھا۔

اور جب مسرت دروازہ کھول کر اندر گھسی تو وہ بیڈ سے نیچے اوندھے منہ گری تھیں۔

مسرت کی چیخیں نکل گئیں۔

☆......☆......☆

''ارم!'' ثانیہ اندر آئی۔ موبائل پر مصروف ارم نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ''تمہارے لیے کھانا یہیں لے آؤں؟''

''کیوں باقی لوگ کھانا نہیں کھائیں گے؟'' ارم نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں، میں تو تمہاری وجہ سے کہہ رہی تھی۔'' ثانیہ نے دھیمے سے کہا۔

''ثانیہ! میں بالکل نارمل ہوں۔ تمہیں یقین کیوں نہیں آرہا؟'' ارم موبائل رکھ کر کھڑی ہو گئی۔

''جانتی ہوں تم بہت مضبوط ہو۔'' ثانیہ نے ستائشی انداز میں کہا۔

''اور تم بہت اچھی تب ہی تو میرا اتنا خیال رکھتی ہو۔ ورنہ اس انکار پر مجھ سے ناراض بھی ہو سکتی تھیں۔''

''میں نے اچھا ہونا تم سے سیکھا ہے۔'' ثانیہ نے آرام سے اعتراف کیا۔

''واقعی......؟'' ارم کو خوش گوار حیرت ہوئی۔

''ہوں......اب آ جاؤ، کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔''

''ہاں چلو۔'' ارم نے جلدی سے چپل پہنے۔ تب ہی نگاہ ڈریسنگ پر گئی۔ وہاں وسیم کا دیا پرفیوم رکھا تھا۔

''ثانیہ......!''

ثانیہ رک گئی۔

ارم نے پرفیوم اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔

''پلیز اسے تم رکھ لو۔ میرے پاس اب اس کو رکھنے کا کوئی جواز نہیں۔''

ثانیہ نے بوتل ہاتھ میں لے لی۔ پھر گہری سانس لے کر ارم کو دیکھا۔

''یہ وسیم نے نہیں دیا تھا۔''

ارم نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

''میں چاہتی تھی کہ تم دونوں کے درمیان بہت اسٹرونگ فیلنگز ہوں۔ جیسی میرے اور عبید کے درمیان ہیں۔ بس اسی لیے یہ وسیم کے نام سے تمہیں دے دیا۔ کیونکہ تم دونوں کے درمیان بہت جھجک تھی۔ میں وہ دوری اور جھجک مٹانا چاہتی تھی۔'' وہ دھیمے لہجے میں اعتراف کرتی چلی گئی۔

ارم نے ایک لفظ نہیں کہا، بس اسے گلے سے لگا لیا۔

''مطلب یہ پرفیوم میں رکھ سکتی ہوں۔ اپنی سہیلی کا تحفہ سمجھ کر......''

دونوں بے اختیار ہنس دیں۔

''اب جلدی سے کھانا کھا لیں۔ پھر ہمیں شاپنگ پر جانا ہے۔''

''شاپنگ؟'' ارم نے حیران ہو کر پوچھا۔

''ہاں باہر نکلیں گے، گھومیں پھریں گے اور بہت سا انجوائے کریں گے۔''

''میرا موڈ نہیں ہے۔''

''بن جائے گا جب ساتھ نکلیں گے۔'' ثانیہ نے بات ہی ختم کر دی۔

مگر عین وقت پر ثانیہ کو رابعہ کی کال آ گئی۔ اسے بچوں کو لے کر ڈاکٹر کے پاس جانا تھا اور وہ چاہتی تھی کہ ثانیہ اس کے ساتھ جائے ورنہ دونوں بچوں کو سنبھالنا اس کے لیے مشکل ہو جاتا۔

☆......☆......☆

''ہاں تو رابعہ کا زیادہ ضروری ہے۔ ارم کا کیا ہے، دونوں پھر کسی دن چلی جانا۔'' آسیہ نے خوش دلی سے اجازت دے دی۔

''ہاں تم جاؤ، میرا تو ویسے بھی موڈ نہیں تھا۔'' ارم نے خوش دلی سے کہا تو ثانیہ معذرت کرتی چلی گئی۔

آسیہ کی مسکراتی نظروں نے بہت دور تک اس کا پیچھا کیا۔

''کیا ہوا اماں! آج تو بہو کو بڑی پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی ہیں۔'' ارم نے شرارت سے کہا۔

''میں تو ہمیشہ ایسی ہی نظروں سے دیکھتی ہوں۔'' وہ جھینپ گئیں۔

''کچھ بھول رہی ہیں آپ...... یہ وہی ثانیہ ہے جو......'' ارم نے انہیں کچھ یاد کروانا چاہا مگر آسیہ نے درمیان میں ہی ٹوک دیا۔

''پرانی باتیں یاد کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب اس نے ہمیں اپنا مان لیا تو ہم نے بھی اسے سر آنکھوں پر بٹھا لیا ہے۔ وہ کتنے خلوص سے اس گھر اور مکینوں کے ساتھ رشتہ نبھا رہی ہے تو مجھے بھی پیاری لگتی ہے۔''

''یعنی وہ سارے خدشے ختم کہ کہیں وہ بیٹے کو لے کر الگ نہ ہو جائے۔''

''ہاں!'' انہوں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ ''اب تو مجھے اپنے پوتا پوتی کا انتظار ہے۔''

''ابھی سے......؟'' ارم نے آنکھیں پھیلائیں۔

''ہاں ابھی سے......'' آسیہ نے زور دے کر کہا۔ ماں بیٹی دونوں ہنس دیں۔

☆......☆......☆

دوپہر کو عبید گھر آ گیا۔ آتے ہی شور مچا دیا۔

''جلدی سے ریڈی ہو جاؤ، تم لوگوں کے پاس بس دو گھنٹے ہیں، شاپنگ کے لیے......''

''شاپنگ کے لیے......؟'' ارم نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ''لیکن ثانیہ تو رابعہ کے ساتھ گئی ہے۔''

''حد ہے یار! مجھے پھر کیوں کال کی؟'' وہ بے زار ہوا۔

''اسے اچانک جانا پڑ گیا۔'' آسیہ نے مداخلت کی۔

''چلو پھر تم تیار ہو جاؤ۔'' عبید کو اچانک خیال آیا وہ بھی بہت دنوں سے گھر سے نہیں نکلی۔

''لیکن مجھے تو کچھ بھی نہیں لینا۔''

''کبھی کبھی بغیر وجہ کے بھی شاپنگ کر لیتے ہیں۔ کچھ ثانیہ سے ہی سیکھ لو۔'' وہ اسے کھینچ کر لے گیا۔ اور کاش وہ اس دن عبید کے ساتھ مال نہ جاتی۔ وہ نہ کچھ دیکھتی۔

کبھی کبھی حقیقت چھپی رہے تو سکون رہتا ہے۔

عیاں ہو جائے تو سب برباد ہو جاتا ہے۔

جیسے اس کا ثانیہ پر کیا اعتبار برباد ہوا۔

جب اس نے مال میں ثانیہ اور نتاشا کو ایک ساتھ کھڑے دیکھا۔

وہ اوپر تھی اور وہ دونوں نیچے تھیں، ایک ساتھ کھڑی ایک دوسرے سے بات کرتیں۔

جتنا سب کچھ نتاشا ان کے گھر کر کے گئی تھی۔ کیا اس کے بعد ان دونوں کو ایک ساتھ ہونا چاہیے تھا؟

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ عبید کچھ دور ایک جینٹس کلاتھنگ شاپ پر تھا۔ وہ جیولری دیکھنے باہر نکلی تھی۔ وہ تیزی سے بھاگی اور ٹکرائی۔

''کیا ٹکرانا آپ کی ہابی ہے؟'' وہ بھنا کر بولا۔

''جی ہاں......!'' چکراتے سر کو سنبھالتی وہ اس سے زیادہ تیور دکھا گئی۔

''اور یہ شوق پورا کرنے کے لیے آپ کو میں ہی ملتا ہوں۔''

''ارے آپ ہیں کون؟ خوامخواہ فری ہونے کی ضرورت نہیں۔'' وہ غصے سے لتاڑ کر بنا اس کی طرف دیکھے بھاگی۔

مگر اس نے دیکھ لیا تھا اور پہچان بھی۔ وہ عبید کو کھینچتی ہوئی وہاں تک لائی۔ وہ پوچھتا رہ گیا، مگر اب وہ دونوں وہاں نہیں تھیں۔

''میں نے ابھی دیکھا۔ ثانیہ اور نتاشا ایک ساتھ تھیں۔''

''یار! کیسے ممکن ہے۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی۔''

پھر بھی ارم کی تسلی کے لیے وہ اس کے ساتھ نیچے تک گیا۔

ثانیہ کو کال بھی کی مگر اس نے کال نہیں اٹھائی۔ ارم کو چپ سی لگ گئی۔ اس کا موڈ بہت خراب تھا۔

''بس گھر چلو عبید......'' وہ بے زار ہوگئی۔

ان کے گھر پہنچنے سے پہلے ہی ثانیہ واپس آ گئی تھی۔ انہیں دیکھتے ہی لڑنے لگی۔

''یہ کیا اکیلے اکیلے شاپنگ کے لیے نکل گئے۔ میں نے کہا بھی تھا کہ مجھے بھی شاپنگ کرنی ہے۔''

''ہاں مگر تمہیں تو شاپنگ نتاشا کے ساتھ کرنا تھی۔ تب ہی تو رابعہ کا بہانا بنا کر چلی گئیں۔'' ارم پھٹ پڑی۔

یہ اس کا انداز تھانہ طریقہ......

''کیا کہہ رہی ہو؟'' ثانیہ بوکھلا گئی۔

''اب تم جھوٹ نہیں بول سکتی۔ میں نے تمہیں خود اپنی آنکھوں سے نتاشا کے ساتھ دیکھا ہے۔''

وہ اتنے زور سے چلائی کہ توفیق اور آسیہ گھبرا کر وہاں آ گئے۔

''یہ مجھ سے کس لہجے میں بات کر رہی ہو؟''

''جو تم ڈیزرو کرتی ہو۔''

''ارم! آرام سے......'' عبید کو ٹوکنا پڑا۔

''کیا آرام سے...... جو لڑکی میرے گھر آ کر اتنا تماشا کر گئی۔ میرے کردار پر اتنے الزام لگا گئی۔ تم اس کے ساتھ شاپنگ کرتی پھر رہی ہو۔''

''مگر ثانیہ تو رابعہ کے ساتھ گئی تھی۔'' آسیہ حیران پریشان ثانیہ کو دیکھنے لگیں۔ جس کا چہرہ ضبط سے سرخ ہو رہا تھا۔

''جھوٹ بول کر گئی تھی۔ اور جو کچھ میں دیکھ آئی ہوں۔ وہ یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ

اس دن نتاشا کو ثانیہ نے بلایا تھا۔ ورنہ جو لڑکی پہلے کبھی میرے گھر نہیں آئی، وہ عین میری منگنی کے دن وہاں کیوں پہنچی۔ وسیم کے نام پر تم نے مجھے پرفیوم گفٹ کیا۔ اس سے ملاقات کے لیے چھت پر بھیجا۔ تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہ رہی تھیں ثانیہ!" وہ مٹھیاں بھینچ کر چلا رہی تھی۔

توفیق نے بے اختیار ارم کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ انہوں نے کبھی ارم کا ایسا غصہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ تو بہت متحمل مزاج اور برداشت والی تھی۔ آج تحمل کا دامن ہاتھ سے چھوٹا تھا تو کچھ تو ہوا ہوگا۔

"میں کیا کرنا چاہ رہی تھی؟" ثانیہ نے پوچھا۔ اس کا چہرہ ہی نہیں، آنکھیں بھی سرخ ہو رہی تھیں۔

"تم صرف مجھے بدنام کرنا چاہتی تھیں۔ اور جب کچھ نہ ہوا تو نتاشا کو بلا لیا۔"

"بس کرو ارم......! تم ہر چیز خود سے ہی فرض کرتی جا رہی ہو۔" اب عبید سے رہا نہ گیا تو اسے ٹوکنا پڑا۔

"تو پوچھیں یہ ہم سے رابعہ کا نام لے کر جھوٹ بول کر نتاشا کے ساتھ مال میں کیا کر رہی تھی۔"

سب کی استفہامیہ نگاہیں ثانیہ پر جم گئیں۔

ثانیہ کو اپنا آپ عدالت میں کھڑے مجرم کا سا محسوس ہوا۔

"بتاؤ ثانیہ! جو بھی بات ہے، کلیئر کرو تاکہ یہ تماشا ختم ہو۔"

وہ چپ کر کے وہاں سے چلی جانا چاہتی تھی مگر عبید کے کہنے پر رک گئی۔ اسے وضاحت دینے کی عادت نہیں تھی مگر اسے عبید کی خاطر وضاحت دینا تھی۔ جن سے محبت ہو، ان کی آنکھوں میں بدگمانی نہیں دیکھی جاتی۔

"میں پہلے سے جانتی ہوں ارم تم میرے اور عبید کے رشتے کے خلاف ہو۔ کچھ بھی کر کے مجھے عبید کی نظروں سے گرانا چاہتی ہو۔ اور اللہ نے تمہیں وہ موقع دے دیا۔ انکل آنٹی! میں ارم کی کسی بات کے لیے جواب دہ نہیں ہوں، لیکن صرف عبید کی خاطر وضاحت دے رہی ہوں۔"

وہ ایک لمحے کو چپ ہوئی۔ ارم اسی طرح اسے گھورتی رہی۔

"مجھے اس طرح دیکھنا بند کرو۔" ثانیہ کو غصہ آ گیا۔

''ڈاکٹر کی اپائمنٹ کینسل ہوئی تو میں رابعہ کے ساتھ مال چلی گئی۔ اسے اپنے بچوں کے لیے کچھ چیزیں خریدنا تھیں۔ مجھے وہاں نتاشا مل گئی۔ میں اس سے بس یہ پوچھنے کھڑی ہوگئی کہ اس نے ایسا کیوں کیا اور اسی بات پر ہمارا جھگڑا ہوگیا تو مجھے سب چھوڑ کر گھر واپس آنا تھا۔ صرف اس لیے کہ تم مجھے اس گھر میں برداشت ہی نہیں کرسکتی۔ میں کتنی بھی کوشش کرلوں، تم لوگوں کے لیے پرائی ہی رہوں گی۔ تو ٹھیک ہے، میں ہی چلی جاتی ہوں۔''

اس نے بات تو تحمل سے شروع کی تھی۔ مگر کرتے کرتے تحمل جواب دے گیا۔ وہ روتی ہوئی وہاں سے بھاگ گئی۔

''اس کے ڈرامے دیکھیں۔ وہاں رابعہ نہیں تھی۔ اور نہ اس کا نتاشا کے ساتھ کوئی جھگڑا ہو رہا تھا۔''

''بس کرو ارم......'' عبید نے غصے سے ٹوکا۔

''وہ جھوٹ بول رہی ہے بھائی، میں نے خود......''

''آنکھوں دیکھی ہر بات ٹھیک نہیں ہوتی۔ تمہیں غلط فہمی بھی ہوسکتی ہے۔ ثانیہ نے جو کہا،، وہ ٹھیک بھی ہوسکتا ہے۔''

''یعنی میں جھوٹ بول رہی ہوں؟'' وہ اپنے موقف سے ہٹنے کو تیار نہ تھی۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ ختم کرو اس بات کو۔ اتنی بڑی بات نہیں ہے، سرراہ کوئی بھی مل سکتا ہے۔ ارم اپنے کمرے میں جاؤ۔'' توفیق صاحب نے بات کو رفع دفع کرنے کی کوشش کی۔

''ثانیہ نے جو کچھ کیا، وہ ہمارے سامنے ہے۔ وسیم کی منگنی تقریباً طے تھی۔ یہ جان کر کہ تم وسیم کو پسند کرتی ہو، اس نے تمہاری خاطر اسٹینڈ لیا۔ اپنے گھر والوں کو لے آئی۔ اس لڑکی نے ہمارے سامنے ثانیہ کی کتنی بے عزتی کی اور......''

ارم نے تحیر و بے یقینی سے عبید کو دیکھا۔

اس کا بھائی ثانیہ کی خاطر اس کو جھوٹا ثابت کر رہا تھا۔ اس سے لڑ رہا تھا۔ یعنی عبید کو اس کی کسی بات پر یقین نہیں آیا تھا۔

"اچھا بس ختم کرو اس بات کو......" توفیق صاحب نے بے اختیار ٹوکا۔

"ارم! خدا کے لیے...... ثانیہ نے بہت خلوص سے تم سب کو اپنا لیا ہے۔ تم بھی دل بڑا کرو۔ اسے اس گھر کا حصہ مان لو۔" عبید کہہ کر چلا گیا۔

ارم کی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئیں۔ آنسو آنکھوں میں بے یقینی سے جم گئے۔ آسیہ نے اس کا بازو پکڑا تو وہ چھلک گئی۔

"آپ نے دیکھا عبید نے مجھ سے کس طرح بات کی، میری ہر بات کو جھوٹ سمجھ کر ثانیہ کو سچا ثابت کیا ہے۔"

آسیہ نے اسے پیار سے اپنے ساتھ لگا لیا۔ توفیق صاحب نے ارم کے سر پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔ مگر دونوں نے کسی کی حمایت میں ایک لفظ نہ کہا۔ واقعہ ان کی آنکھوں کے سامنے نہیں ہوا تھا۔ ہوسکتا ہے ارم کو غلط فہمی ہوئی ہو۔ کون جانے ثانیہ جھوٹ ہی بول رہی ہو۔ اس لیے انہوں نے اس واقعے پر خاموشی اختیار کر کے ارم کو بس تسلیاں ہی دی تھیں۔

مگر کوئی بھی تسلی ثانیہ کے دل پر پھاہا نہ رکھ سکی۔ اس نے سامان باندھ لیا تھا۔

عبید نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا جو بیگ کی زپ بند کر رہے تھے۔

"یار! اس طرح تو مت کرو۔"

ثانیہ نے سر اٹھا کر عبید کو دیکھا۔ وہ بیگ کے دوسری طرف کھڑا اسے روک رہا تھا۔

"دیکھو! تمہاری خاطر ان سے لڑ کر آ رہا ہوں۔"

"تم بے شک مت لڑو۔ تم بے شک ارم کی ہر بات پر اعتبار کرو۔ لیکن اگر میں اس وقت یہاں رکی تو طوفان اٹھا دوں گی۔ کیونکہ میں بے وجہ کی الزام تراشیاں برداشت نہیں کر سکتی۔" اس نے عبید کا ہاتھ جھٹک کر زپ بند کی اور بیگ اٹھا لیا۔

عبید چپ کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ مگر پکارا نہیں۔

اس نے اپنی طبیعت اور خواہش کے برخلاف اس کے گھر والوں کے ساتھ رہنے اور بنا کر رکھنے

کی کوشش کی تھی۔ ثانیہ کا غصہ بجا تھا۔ عبید کو یہی لگا وہ آج رات اپنے میکے میں گزارے گی تو صبح تک غصہ اتر جائے گا۔

☆......☆......☆

عفان اتنا شرمندہ تھا کہ بی بی جان سے نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔ وہ بھی جب سے گھر آئی تھیں، اس سے ایک بار بھی ہم کلام نہ ہوئی۔ جب بھی کسی کا فون آتا، رونا شروع ہو جاتیں۔

''میری کسی کو پرواہی نہیں۔ اسے نظر نہیں آتا۔ میری کیا حالت ہے۔ اکیلے نہیں رہ سکتی ہوں۔ اس سے کہو، بچے کو ماں کے حوالے کرے اور مجھے کسی اولڈ ہوم میں داخل کروا کے آزاد گھومے۔''

پھر وہ سب باری باری کال کر کے شروع ہو جاتے۔

''نہیں سنبھال سکتے تو ہمارے پاس بھیج دو۔''

(''جیسے ان کی بیویاں دیدہ و دل فرش راہ کیے بیٹھے ہیں۔'')

وہ زچ ہونے لگا۔

''آپ کیا سب سے میری شکایتیں کرتی رہتی ہیں۔'' مسرت ان کے پیروں کی مالش کر رہی تھی۔ وہ مانی کو اٹھائے ان کے کمرے میں آ گیا۔

''اپنی اولاد سے باتیں کرنے کے لیے مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ رکھائی سے بولیں۔

''اور میں کون ہوں؟'' وہ کھڑکی کے پاس والے کاؤچ پر بیٹھ گیا۔

''میری کسی اولاد نے مجھے اتنا نہیں ستایا عفان......'' ان کی آواز بھر آئی۔

''آپ کو اس بات پر اتنا یقین ہے کہ آنے والی ہم سب کو جوڑ کر رکھے گی۔''

''نہ رکھے......تمہاری تنہائی تو ختم ہو گی۔ مجھے مرنے سے پہلے یہ سکون تو ہو گا کہ تمہارے گھر کو آباد دیکھ لیا ہے۔''

عفان خاموشی سے مانی کے بال سنوارتا رہا۔ مانی کی توجہ ہاتھ میں پکڑے کھلونے پر تھی۔

''کیا نام ہے اس کا......؟'' عفان نے کچھ لمحوں کے بعد پوچھا۔

''کس کا......؟'' ان کا دھیان نہیں، لیکن مسرت کے چہرے پر ایک دم جوش کے تاثرات ابھرے۔

''وہی ہے جس کی خاطر بار بار امریکا سے کال کروا کر، میری بے عزتی کرواتی رہیں...... بار بار اسپتال پہنچ جاتی ہیں۔'' وہ بہت سنجیدہ تھا۔

''ارم......!'' مسرت نے ترنت بتایا۔

ایک لمحے کو بی بی جان کا دل بلیوں اچھلا۔ دوسرے لمحے وہ بے نیازی کی چادر اوڑھ گئیں۔

''وہ لڑکی اتنی فالتو نہیں ہے کہ اب تک تمہارے انتظار میں بیٹھی رہے۔''

''آپ کی قسمت......'' عفان کندھے اچکا کر کھڑا ہو گیا۔ ''ورنہ میں تو مان ہی گیا تھا۔ چلو بیٹا......'' اس نے مانی کی انگلی پکڑی۔

''ٹک کر بیٹھو...... کیا پتا تمہاری قسمت ساتھ دے ہی دے۔ میرا موبائل دو مسرت......''

''لیکن میری ایک شرط ہے۔''

''کیسی شرط......؟''

اور شرط سن کر وہ دونوں ہکا بکا رہ گئیں۔

''کوئی فلم چل رہی ہے؟''

''یہی سمجھ لیں۔'' وہ اطمینان سے کہہ کر چلا گیا۔

مطلب گیند اب ان کے کورٹ میں تھی۔

وہ حیران پریشان مسرت کا منہ دیکھنے لگیں۔

☆......☆......☆

''دیکھ یہ شوربہ ہے یا کچا پانی......'' دادی پیالہ سامنے رکھے شبیر کے سامنے دہائیاں دے رہی تھیں۔ سردی کتنی بڑھ گئی تھی اور سینہ بھی جکڑا ہوا تھا۔ ان کا دل گرم گرم شوربے میں روٹی ڈبو کر کھانے کو کر رہا تھا۔

''مرغی کو اندر سے ڈبکی دے کر نکال لیا تھا۔ یہ شوربہ ہے یا اس کے غسل کا پانی......''

''میں کیا کروں اماں، یہ بدبخت عورت میری سنتی کہاں ہے۔'' شبیر نے بے چارگی سے کہا۔ زیادہ شور مچانے سے گریز کیا ورنہ نادرہ کا کیا بھروسا اس پانی میں مزید پانی ملا کر انہیں روٹی دے دیتی۔

''وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ عورتیں زیادہ ہی ڈھیٹ اور نافرمان ہو جاتی ہیں۔'' انہوں نے بے حد تاسف سے سوچا۔

کچن میں بھنی ہوئی مسالے دار بوٹیاں کھاتی نادرہ دل میں خوب ہنسیں۔

''ساری زندگی مجھے یہی پانی روٹی کے ساتھ ملا تھا۔ اب تم لوگوں کی باری ہے۔'' وہ منہ صاف کر کے باہر نکلیں۔

تب ہی ثانیہ دھپ دھپ کرتی آگئی۔ اس کا اس تیور میں گھر آنا انہونی نہیں تھا۔ اس کے ساتھ بھرا ہوا بیگ تھا۔

''کیا ہوا......؟'' وہ لپک کر پاس آئیں۔ ''کیا ہو گیا ہے؟ کوئی جھگڑا ہو گیا؟ کپڑے کیوں لے آئی؟ ہائے میں مرگئی۔ کہیں انہوں نے تمہیں گھر سے تو نہیں نکال دیا۔''

اس دوران اس نے بیگ دادی کے تخت پر پھینکا، اور مڑ کر ماں کو دیکھا۔

''میں رابعہ نہیں ہوں جسے کوئی گھر سے نکال سکے۔ خود چھوڑ آئی ہوں۔''

''مگر کیوں؟''

''کیوں کیا پوچھ رہی ہو؟'' شبیر باہر نکلے۔ ''شروع ہو گئی ہوں گی اس کی زبان درازیاں...... رابعہ کو دیکھا ہے کبھی ناراض ہو کر گھر چھوڑا ہو۔''

''اس کی نوبت ہی کہاں آتی ہے۔ چھ مہینے تو پھوپھو ویسے ہی اسے گھر سے نکال دیتی تھیں۔'' وہ پہلے ہی تپی ہوئی تھی۔

شبیر دم بخود ہو گئے۔

''اب اس کے طعنے دینا بند بھی کر دو۔ اچھی بیٹیاں اس طرح گھر نہیں چھوڑتیں۔ جس گھر میں

ڈولی جائے، وہاں سے ان کا جنازہ ہی اٹھتا ہے۔''

غصے کے باوجود ثانیہ کو ہنسی آ گئی۔

''ڈولی، جنازہ..... کس زمانے کی بات کر رہے ہیں ابا! نہ میں یہاں سے ڈولی میں گئی اور نہ وہاں سے ابھی میرا جنازہ اٹھا ہے۔ اپنی مرضی سے آئی ہوں، اپنی مرضی سے ہی جاؤں گی۔''

وہ بیگ اٹھا کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ شبیر نے تاسف سے بیٹی کو دیکھا۔

''اس کو سمجھانا...... اچھی سسرال ملی ہے تو قدر کرے۔ بیٹیاں شوہر کے ساتھ میکے آتی ہی اچھی لگتی ہیں۔''

''جواب تو اپنی بیٹی کا سن ہی لیا ہے۔ جو باپ کی نہیں سنتی، وہ میری کیا سنے گی۔'' نادرہ ثانیہ کے پیچھے لپکیں۔ انہیں سارا معاملہ جاننے کی جلدی تھی۔

☆......☆......☆

بظاہر تو سب کچھ معمول کے مطابق ہی تھا مگر گھر کی فضا میں عجیب سی اداسی اور خاموشی رچی بسی تھی۔ پھولوں کی کیاریاں مرجھائی اور پودے سر جھکائے تھے۔ خزاں کی پیلاہٹ ان کا پیراہن تھی۔

اس گھر میں خزاں کبھی بھی اتنی اداس نہ تھی۔

ارم کو مایوسی ہوئی، کسی نے اس کی بات کا یقین نہیں کیا۔

عبید کسی سے کہتا تو کچھ نہ تھا، بس خاموشی سے دفتر سے آتا اور کمرے میں گھس جاتا۔

توفیق اور آسیہ تھوڑا وقت گزرنے کے انتظار میں تھے کہ فریقین کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔

''جاؤ بہو کو لے آؤ۔'' توفیق صاحب نے مشورہ دیا۔ ''بچی ہے، جذباتی ہو گئی۔''

''ہم میں سے تو کسی نے اسے ایک لفظ نہیں کہا، اور وہ گھر ہی چھوڑ گئی۔'' آسیہ نے شاکی انداز میں کہا۔ ''گھر کی بات گھر میں ہی رہنی چاہیے تھی۔ اب اس کے گھر والے بھی پریشان ہو رہے ہوں گے۔''

''آپ لوگ کیوں فکر کر رہے ہیں۔'' ارم چائے لائی تھی۔ ''عبید اسے زیادہ دن ناراض نہیں رہنے دے گا۔'' اس کا لہجہ پھیکا اور بجھا ہوا تھا۔ اس گھر میں پہلا جھگڑا اسی کی وجہ سے ہو گیا، لیکن وہ جب

جب سوچتی اسے اپنی بات ٹھیک ہی لگتی۔

''عبید تو اپنی بہن کو بھی زیادہ دن ناراض نہیں دیکھ سکتا۔'' وہ اندر داخل ہوا۔ ارم خاموشی سے چائے نکالنے لگی۔

''مجھے بھی دے دینا۔'' وہ توفیق صاحب کے پاس بیٹھ گیا۔

ارم نے ہاتھ میں پکڑا کپ اس کی طرف بڑھا دیا۔

''جاؤ، ثانیہ کو بھی لے آؤ۔'' آسیہ نے کہا۔

''آ جائے گی۔ کیوں فکر کرتے ہیں۔''

''آئے گی لیکن پہلے خوب نخرے دکھائے گی۔'' ارم نے تاسف سے سوچا۔ مگر کہنے سے گریز ہی کیا۔ امی ابو کو بھی اسی بات کی فکر ہے کہ بہو گھر آ جائے۔ کسی نے نہیں پوچھا کہ اس نے نتاشا کے ساتھ مل کر میرا تماشا کیوں بنایا۔

گھر والوں کے رویّے پر وہ دل برداشتہ تھی۔ جسے لوگ اس کا وہم قرار دے رہے تھے، اسے وہ اب بھی حقیقت ہی لگتی۔

☆......☆......☆

ٹھنڈ کی وجہ سے دادی کو کمرے میں شفٹ کرنا پڑا۔ گویا قید تنہائی ہی نصیب ہو گئی۔ گھر کا کوئی بھی فرد جلدی کمرے میں جھانکتا ہی نہیں تھا۔ ٹھنڈ کی وجہ سے ٹانگوں میں درد مستقل رہنے لگا تو نقل و حرکت مزید محدود ہو گئی۔

انہیں ایک ایک چیز کے لیے کئی کئی بار آوازیں دینا پڑتیں۔ تب جا کر سنوائی ہوتی۔ اس لیے انہیں اس بات کی بھی خبر نہ تھی کہ ثانیہ ناراض ہو کر آئی ہے۔ پھر بھی کئی بار ٹوک چکی تھیں۔

''ہر وقت یہاں نہ گھسی رہا کر، اپنے گھر پر توجہ دے۔''

''میرا گھر میری توجہ کے بغیر بھی اچھا چل رہا ہے۔''

وہ لاپروائی سے کینو کھاتی ڈائجسٹ پڑھتی رہتی۔

اس کے موبائل پر عبید کی کئی کالز تھیں۔ مگر وہ اٹھاتی ہی نہیں تھی۔ آفس جانے سے پہلے آیا تو نادرہ نے باہر سے ہی ٹال دیا۔

''وہ تو ابھی سوئی ہوئی ہے، نہیں اٹھی۔''

واپسی پر وہ پھر آ گیا۔

ثانیہ نے کمرے میں جا کر لاک لگا لیا۔

نادرہ شرمندہ ہو گئیں۔ اب وہ اوور ہو رہی تھی۔

''اسے سمجھائیں خالہ! اتنی چھوٹی سی بات پر ناراض ہو کر بیٹھ گئی۔''

''چھوٹی بات تو نہیں تھی۔'' وہ دبے دبے لفظوں میں بولیں۔

عبید نے ان کی بات کو نظر انداز کر کے دستک دی۔

''ثانیہ! یہ کیا بے وقوفی ہے یار!''

ثانیہ نے چپ سادھ لی۔

''ابھی غصے میں ہے......''

''اور کتنے دن غصہ رہے گا۔ اس طرح تو مسئلے حل نہیں ہوتے خالہ!'' عبید تھوڑا چڑ کر بولا۔ پھر دوبارہ دستک دی۔

''ثانیہ! دروازہ کھولو، ہمیں بات کرنی ہے۔''

ثانیہ نے بے حد غصے سے دروازہ کھولا۔

''مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔ ساری باتیں تمہاری بہن نے کر لی تھیں۔''

عبید نے آگے ہو کر اس کا ہاتھ ہٹایا اور کمرے میں چلا گیا۔

نادرہ کھسیانی سی ہو کر کچن میں چلی گئیں۔

''تم اس طرح زبردستی میرے کمرے میں داخل نہیں ہو سکتے۔''

''میں ہی تو ہو سکتا ہوں۔'' وہ جا کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھ عقب میں رکھ کر اسے اطمینان

سے دیکھنے لگا۔

''مجھے اس طرح مت دیکھو۔''

''تو کس طرح دیکھوں؟''

''میری بات سنو!'' وہ انگلی اٹھا کر پاس آئی۔ عبید نے ہاتھ پکڑ لیا اور جھٹکے سے پاس بٹھا لیا۔

''مجھے اس طرح چھوڑ کر آتے تمہیں ترس نہ آیا۔''

وہ ایک لمحے کو گڑبڑائی، پھر اکڑ گئی۔

''کسی کو مجھ پر الزام لگاتے ترس آیا؟''

''اب تم غلط بات کر رہی ہو۔ کسی نے تم پر الزام نہیں لگایا۔''

''ارم نے......'' اس نے تیزی سے کچھ کہنا چاہا۔ مگر عبید نے اس کی بات کاٹ دی۔

''کسی نے اس کی بات پر اعتبار نہیں کیا نا...... اسے بس غلط فہمی ہو گئی تھی۔''

''اعتبار نہیں کیا تو اسے کچھ کہا بھی تو نہیں۔''

''تم کون سا وہاں رکیں۔ بس بیگ پیک کیا اور آگئیں۔'' اس نے شکوہ کیا۔

''تو کیا کرتی وہاں بیٹھ کر وضاحتیں دیتی رہتی۔'' وہ جل بھن گئی۔

''کیا ہے یار!'' عبید نے اس کے کاندھے پر بکھرے بال سمیٹے۔ ''ابھی تو انجوائے کرنے کے دن ہیں۔ ان جھگڑوں کے لیے تو عمر پڑی ہے۔''

''اور میرا کوئی ارادہ نہیں، ساری عمر ان جھگڑوں کو نمٹانے کا۔'' وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

''اب تم اوور ہو رہی ہو۔ بات ختم کرو۔''

''ٹھیک ہے میں بات ختم کر دیتی ہوں۔ ارم سے کہو مجھ سے معافی مانگے۔''

عبید سنجیدہ ہو گیا۔

''اب تم بات کو بڑھا رہی ہو۔''

''میں صرف بات کو ختم کر رہی ہوں۔ دیکھو عبید!'' اس نے قریب آ کر دونوں ہاتھ عبید کے

کندھوں پر رکھے۔ اس کی صراحی دار گردن میں پڑا لاکٹ عبید کی نگاہوں کے سامنے جھولنے لگا۔ اس نے لاکٹ سے نظریں ہٹا کر ثانیہ کے چہرے کو دیکھا۔

''لڑکے اپنے گھر والوں کے بارے میں بڑے خوش گمان ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ میری تمام تر کوششوں کے باوجود انہوں نے مجھے اب تک تسلیم نہیں کیا۔ وہ سب بظاہر بہت اچھے ہیں۔ مگر کچھ نہ کچھ ایسا کرتے ہی رہیں گے جو میرے اور تمہارے درمیان اختلاف کا باعث بنے۔ میں نے آج انہیں نہ روکا تو یہ سلسلہ کبھی نہیں رکے گا۔''

عبید اس کے ہاتھ ہٹا کر کھڑا ہو گیا۔

سنجیدہ اور بدگمان......

ثانیہ نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

''سمجھنے کی کوشش کرو۔ ارم مجھ سے بدلہ لے رہی ہے۔ وہ اب بھی وسیم بھائی کو پسند کرتی ہے۔ اس نے جذباتی ہو کر اور خود کو باکردار ثابت کرنے کے لیے انکار تو کر دیا لیکن اب اس سے برداشت نہیں ہو رہا۔ وہ پچھتا رہی ہے اور اس کا بدلہ مجھ سے لے رہی ہے۔''

''فالتو کی باتیں مت کرو۔'' عبید کی آواز بلند ہو گئی۔

باہر دروازے میں بتول کا راستہ روک کر کھڑی نادرہ کے کان کھڑے ہوئے تو بتول بھی چونکی ہوئی۔

کوئی تو بات تھی جو نادرہ اسے اندر بلانے کے بجائے دروازے سے ٹرخا رہی تھیں۔

''میں نے کہا نا بعد میں آ جانا۔ سالن بنا رہی ہوں۔''

''میں کون سا سالن مانگنے آئی ہوں۔'' اس نے کمال بے تکلفی سے راستہ لیا اور اندر......

''میں فالتو کی باتیں نہیں کر رہی۔ وہ حقیقت بتا رہی ہوں، جو تمہیں نظر نہیں آ رہی۔''

''تمہارا جتنے دن دل چاہتا ہے یہاں رہ لو، جب دماغ ٹھیک ہو جائے تو آ جانا۔''

عبید کو غصہ آ گیا تو اسے ہٹا کر باہر نکلا۔

ثانیہ ششدر سی رہ گئی۔ پھر پیچھے لپکی۔

’’ٹھیک ہے تو پھر ان ہی کے پاس جا کر بیٹھو، جن کا دماغ ٹھیک ہے۔‘‘ عبید کو غصے میں جاتا دیکھ کر نادرہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

’’عبید بیٹا! میری بات تو سنو۔‘‘

مگر وہ نہیں رکا۔ خاموشی اور تیزی سے بیرونی دروازہ عبور کر گیا۔

’’ہائے اللہ! تو چار دن میں جھگڑے بھی شروع ہو گئے۔‘‘ بتول نے تعجب سے ثانیہ کو دیکھا۔

’’تو آپ کو کیا تکلیف ہے؟‘‘ وہ بدلحاظی سے بولی تو نادرہ نے بے اختیار ٹوکا۔ وہ ماں پر ہی الٹ پڑی۔

’’کیا ضرورت تھی اسے پیچھے سے آوازیں دینے کی۔‘‘

’’اے لو...... اتنی بدتمیزی سے اپنی سسرال میں بھی بات کرتی ہو گی، تب ہی تو چار دنوں میں جھگڑے شروع ہو گئے۔‘‘

’’خالہ! آپ تو یہاں سے جائیں۔ خوامخواہ پرائے پھڈے میں ٹانگ نہ اڑایا کریں۔‘‘ اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

خالہ کی آنکھیں ابل آئیں۔

’’اس کو سمجھاؤ نادرہ! ایسی منہ زور لڑکیوں کے گھر نہیں بستے۔‘‘

’’اجڑ گئی تو آپ کے گھر نہیں آؤں گی۔‘‘ ثانیہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا تو نادرہ نے اپنا ہی سر پیٹ لیا۔

’’تمہارے جیسی میری بیٹی ہوتی تو سو جوتے بھی مارتی اور سسرال بھی چھوڑ کر آتی۔‘‘ بتول اونچی آواز میں باتیں سنائے گئی۔ اندر سے دادی کی پکاریں آنے لگیں۔

’’کوئی مجھے بھی تو بتاؤ کس بات کا شور ہے۔‘‘

نجانے کون سا لائیو شو تھا جسے دیکھنے سے وہ محروم رہ گئی تھیں۔

’’بارہ گز کی تمہاری زبان ہے۔ ہر کسی سے لڑنے لڑانے کھڑی ہو جاتی ہو۔ ابھی جا کر پورے

محلے میں بتائے گی۔"

"کرتی پھرے......" ثانیہ نے غصے سے ہاتھ جھٹکا۔

"لینے آیا تھا تو چلی جاتیں نا۔"

"چلی ہی جاؤں گی۔ ساری زندگی یہیں بیٹھنے کا ارادہ تو نہیں ہے۔" وہ واپس کمرے میں چلی گئی۔ دادی کی دہائیاں شروع ہو گئیں۔

"اف! اس بڑھیا کا گلا کون دبائے۔" نادرہ نے دانت پیسے۔ ذہن تو بتول میں پھنسا تھا۔ اور ٹھیک ہی پھنسا تھا۔ وہ سیدھی آصفہ کے گھر گئی تھی جس کے اپنے ہی دکھڑے تھے۔ موسمیاں چھیل کاٹ کر کھاتی اپنے غم سنانے لگی۔

"برے حالوں میں ہوں۔ ایک بیٹا در بدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ اور دوسرا بیوی کو پیارا ہو گیا ہے۔ ایک بھائی تھا وہ بھی حال پوچھنے نہیں آتا۔"

"لو وہ تو خود برے حالوں میں ہے۔ چار دن کی بیاہی لڑکی جب لڑ جھگڑ کر گھر بیٹھ جائے تو ماں باپ کی کیا حالت ہو گی۔"

"ایں....." آصفہ کا منہ کھل گیا۔ آنکھوں میں اشتیاق امڈ آنا۔ جس نے بتول کے جوش کو مہمیز کر دیا۔ کچھ دیکھا، کچھ ان دیکھا۔ چار باتیں خود سے ملا کر رائی کا پہاڑ بن گیا۔ آصفہ نے رابعہ کو بھی بلا لیا۔

"آ جاؤ، تم بھی سن لو...... اپنی بہن کے کرتوت......"

رابعہ کی رنگت پھیکی پڑ گئی۔

☆......☆......☆

"رابعہ نے کہا اور تم نے فون کھڑکا دیا۔ اندازہ بھی ہے اس ارم نے کیسے ثانیہ کا جینا حرام کیا ہوا ہے؟"

ثانیہ اپنے لیے ناشتہ بنا رہی تھی۔ جب نادرہ کی آواز کانوں میں پڑی۔ اسے اندازہ ہو گیا۔ رابعہ کس کو کال کر سکتی ہے۔ وسیم کی کال اور صبح صبح، ثانیہ نے چولہا بند کیا اور دروازے میں آ کر کھڑی ہو گئی۔ نادرہ دادی کے تخت پر بیٹھی کہہ رہی تھیں۔

"اس کا منصوبہ جو تھا کام ہو گیا۔ اس نے تو سوچا تھا انکار کے بعد تم اس کے پیچھے پاگل ہو رہے

ہو گئے۔ جب ایسا نہیں ہوا تو سارا غصہ ثانیہ پر نکالنے لگی۔"

ثانیہ نے آنکھیں پھیلا کر ماں کو دیکھا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، میں عبید سے بات کروں گا۔"

ثانیہ نے دونوں ہاتھ ہلا کر منع کیا۔

"اس کی ضرورت نہیں۔ خوامخواہ بات بگڑے گی۔ عبید کو سب پتا ہے اور اس نے وعدہ کیا ہے وہ سب ٹھیک کر لے گا۔" انہوں نے جلدی سے تسلی کروائی۔

"اچھی بات ہے۔ ورنہ مجھے بتایئے گا۔ میں خود بات کرلوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" نادرہ نے جلدی سے کال کاٹ کر کوفت سے ثانیہ کو دیکھا۔

"سارے زمانے میں ڈھول بج گیا ہے۔ اب تو چلی جاؤ۔"

"رابعہ کو کیا ضرورت تھی وسیم کو بتانے کی...... اور یہ آپ ارم کے بارے میں کیا کہہ رہی تھیں۔"

"اچھا ہے نا، اس کے دل میں کوئی تھوڑا سا بھی ارم کا خیال ہو گا تو نکل جائے گا۔"

"ہوں...... یہ صبح سے دادی کی آواز نہیں آئی۔"

ثانیہ کو اچانک خیال آیا تو بند دروازے کو دیکھا۔

"اوئی ماں! میں تو بھول گئی۔ اس کو تو صبح کی چائے نہیں دی۔" نادرہ نے سر پر ہاتھ مارا۔

"جا دیکھ! باتھ روم لے کر جا، میں چائے بناتی ہوں۔"

ثانیہ نے جا کر دروازہ کھولا۔ بند کمرے میں نیم تاریکی۔ سیلن اور ناگوارسی بو تھی۔ ثانیہ کو خیال آیا۔ اس نے تو کل سے دادی کو نہیں دیکھا۔ وہ لحاف اوڑھے لیٹی تھیں۔ پاس ہی میز پر ان کی دوائیاں، رات کی بچی چائے، بچا ہوا دلیہ، دورس، سرسوں کے تیل کی شیشی، کنگھا اور نجانے کیا کیا الم غلم بھرا تھا۔

"دادی!" اس نے پکارنے کے ساتھ ساتھ رضائی ہلائی۔

کوئی جواب نہ پا کر اس کا دل دھڑکا۔ پتا نہیں دھڑکا تھا یا خواہش......

"کہیں گزر تو نہیں گئیں۔"

اس نے رضائی ہٹائی۔

چہرے کی جھریوں میں آنسوؤں کی ندیاں رواں تھیں۔ گندمی رنگت سیاہی مائل تھی۔ آنکھوں میں بے بسی اور بے وقعتی کا عنصر، مگر اتنا کچھ دیکھنے کے لیے وہاں رکی کہاں تھی۔ ناگوار بو محسوس ہوتے ہی سانس بند کر کے پیچھے ہٹی۔

''کیا ہے دادی..... آپ نے بستر گندا کر دیا۔''

دادی کے پپڑی زدہ لب پھڑپھڑائے، مگر بولا نہیں گیا۔ وہ خود ہی دیوار کا سہارا لے کر واش روم چلی جاتی تھیں۔ مگر سردی میں ٹانگوں کا اکڑاؤ اور درد اتنا بڑھ جاتا کہ اٹھنا دشوار تھا۔ باتھ روم بھی اٹیچڈ نہیں تھا۔ اور یہاں تو صبح سے گیارہ بجے تک کسی نے جھانکا بھی نہ تھا۔ ورنہ سہارے کے لیے کہہ دیتیں۔ بہت آوازیں دیں مگر اتنی صبح اور سردی کی وجہ سے بستر اور کمرے کو کون چھوڑتا۔

ثانیہ نادرہ کو پکارتی باہر نکل گئی۔

نادرہ کی بڑبڑاہٹیں کچن سے ہی شروع ہو گئی تھیں۔

''یا اللہ! اب اس زندگی کا فائدہ ہی کیا ہے۔'' انہوں نے آہ بھری۔

کس ناگواری غصے اور بڑبڑاہٹوں کے ساتھ ان دونوں نے دادی کو صاف ستھرا کر کے باہر تخت پر بٹھایا۔ کمرے میں بکھراؤ ویسے ہی تھا۔ جب رابعہ اور شبیر چلے آئے۔

انہیں دیکھ کر دادی کو رونا آ گیا۔ کسی اپنے کو دیکھ کر رونا آ ہی جاتا ہے۔ وہ بیٹا تھا۔ اسے گھر سے نکلنے سے پہلے ماں کے کمرے میں جھانکنا چاہیے تھا۔ وہ نادرہ پر برسنے لگے۔

''دو دو عورتیں ہیں اس گھر میں، دیکھ نہیں سکتیں۔ وہ صبح سے بھوکی، پیاسی کمرے میں پڑی ہیں۔''

''مجھے تو کسی یتیم خانے میں جمع کروا دو۔ میرا اب اس گھر میں کوئی والی وارث نہیں ہے۔'' دادی رونے لگیں۔

''جتنا ہوتا ہے کرتی ہوں نا۔'' نادرہ دل میں شرمندہ تھیں مگر ڈھٹائی اختیار کر گئیں۔ شبیر مزید بولنے لگے تو ثانیہ کو غصہ آ گیا۔

''بس کریں ابا! آپ کی ماں میری ماں کی ذمہ داری نہیں ہیں۔ دادی کے لیے کوئی نوکرانی رکھوا دیں۔''

''تمہاری تو دادی ہیں۔ تم دیکھ لیا کرو، یہیں ہوتی ہو۔'' رابعہ تڑپ کر بولی۔ ''مگر تمہارے کا غذوں

میں تو کوئی بھی کسی کی ذمہ داری نہیں ہے۔ایک بوڑھا انسان بے بسی کی حالت میں پڑا ہے اور تم یہاں بیٹھ کر اس بات کا تعین کر رہی ہو کہ کون کس کی ذمہ داری ہے۔کیا اللہ اس بات کا حساب نہیں لے گا؟“

”ہمارے مذہب میں ساس بہو کی ذمہ داری نہیں ہے۔“ ثانیہ نے دانت پیسے۔

”ہاں وہ مذہب جو ہمسائے کے حقوق بھی بتاتا ہے۔اس نے ساس کے حقوق نہیں بتائے۔گھر میں موجود ایک بوڑھی معذور ہوتی عورت کے حقوق نہیں بتائے۔شاید کچھ چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی فہم و فراست پر چھوڑ دی تھیں۔اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ بے شک انسان خسارے میں ہے۔چلیں دادی، بھینس کے آگے بین کیا بجانی۔ان پر تو جیسے بڑھاپا آنا ہی نہیں ہے۔“ رابعہ کے لہجے کا طنز اور غصہ حد سے سوا تھا۔

وہ ابھی ابھی دادی کا کمرہ سمیٹ کر آئی تھی۔سہارا دے کر کمرے میں لے آئی۔شبیر بھی ساتھ تھے۔انہوں نے کچھ کہنا چاہا۔

”بس ان کا دماغ......“

”تیرا دماغ ہے؟“ دادی نے نڈھال انداز میں شبیر کو دیکھا۔پھر رابعہ کو دیکھ کر شکایت لگائی۔

”اس کا فرض نہیں ہے کہ اٹھ کر پہلے ماں کے کمرے میں جھانک لے کہ اسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔پر جس کو ماں کی ہی ضرورت نہیں ہے وہ کیوں دیکھے گا۔“

شبیر نے شرمندگی سے گردن جھکا دی۔

”ابا! دادی ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں۔آپ کی جنت ہیں۔آپ لاپروائی برتیں گے تو کوئی اور کیوں دیکھے گا۔“

دادی نے پیار سے رابعہ کو دیکھا۔

”ایک ہی ہیرا ہے اس گھر میں۔“

پھر کچھ یاد آگیا تو سرد سی آہ بھری۔

”یا پھر وہ آجاتی......ارم میرے وسیم کی زندگی میں......تو اس کی زندگی سنور جاتی۔“

رابعہ نے بھی تاسف سے سر جھٹکا۔اس رشتے کے نہ ہونے کا اسے بھی قلق تھا۔

☆......☆......☆

ارم نے بے حد حیرت سے موبائل پر آتی وسیم کی کال کو دیکھا۔اس نے منگنی والے دن کے بعد سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔تو اب کیوں؟

(''کیا وسیم بھائی نتاشا اور ثانیہ کی ملی بھگت کے بارے میں جانتے ہیں؟'')

بیل دوبارہ آنے لگی۔

''اب کال کر ہی رہے ہیں تو تم بھی سب بتا دو ارم......'' اس نے کال لے کر مدھم آواز میں سلام کیا۔

''میں تو تمہیں بہت معصوم سمجھتا تھا ارم......'' وسیم نے چھوٹتے ہی کہا۔

❁ ❁

قسط نمبر 15

وسیم کے لہجے سے ارم کو دھچکا سا لگا۔

”آپ کو مجھ سے وجہ تو پوچھنا چاہیے تھی کہ میں نے یہ سب کس لیے کیا؟“

”وجہ میری سمجھ میں بہت اچھی طرح آ چکی ہے۔ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بے وقوف بنانے کے لیے میں ہی ملا تھا۔ پہلے رشتہ بھجوانے کو کہا، پھر سارے گھر کے سامنے انکار کر دیا۔ کیا چاہتی ہو، تمہارے آگے پیچھے پھروں، منتیں کروں یا یہ کہوں کہ تمہارے بغیر مر جاؤں گا۔“

اتنا غصہ، اتنی بدگمانی......وہ سادہ سی لڑکی دہل کر رہ گئی تھی۔

مقابل کے لہجے میں غصہ تھا، طیش و غضب تھا اور اس کے گھر کے مرد عورتوں سے بلند آواز میں بات نہیں کرتے تھے۔ اس کے لفظ حلق میں اٹک کر رہ گئے۔

”اور اب جو کچھ تم نے ثانیہ کے ساتھ کیا ہے......“

”میں نے ثانیہ کے ساتھ کچھ نہیں کیا، بلکہ اس نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اس کی اور نتاشا کی آپس میں......“

”مجھے میرے گھر والوں کے خلاف بغاوت کے لیے اکسا رہی ہو۔ بہن کے خلاف کرنا چاہتی ہو۔ بس کرو ارم! میری نظروں سے کتنا گرو گی؟“ اس نے اتنی تیزی اور درشتی سے اس کی بات کاٹی کہ ارم کو لگا اس کا موبائل پکڑا ہاتھ کانپا ہے۔

”ہر انسان عبید نہیں ہوتا اور یاد رکھو......اب اگر تم نے ثانیہ پر الزام لگانے یا اسے تنگ کرنے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔“

”کوئی ہو بھی نہیں سکتا، نہ آپ سے برا، نہ آپ کی بہن سے......“ وہ پھٹ پڑی۔ اس سے قبل کہ کچھ اور بھی کہتی وسیم نے گویا فل اسٹاپ ہی لگا دیا۔

”منگنی کر رہا ہوں نتاشا سے......“

ارم سن سی ہوگئی۔

”کیونکہ میرے دل میں تو اب تمہارے لیے کچھ بھی نہیں رہا۔ اس لیے اس بات کو لے کر ثانیہ کو پریشان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

ارم نے کچھ بولنا چاہا مگر لفظ ہونٹوں پر منجمد ہوگئے۔

”افسوس ہے کہ تم سے محبت کی......“

رابطہ کاٹ دیا گیا۔

بہت بے دردی، بہت بے رحمی سے......

ارم کا ہاتھ موبائل سمیت بے جان ہو کر پہلو میں گرا...... ایسا تو نہیں کہ وسیم کی محبت موسلا دھار بارش کی طرح برسی ہو مگر شبنمی اوس کی طرح اس کے احساسات کو ڈھانپا تو تھا...... محبت کی حدت نے اس کے منجمد احساسات کو پگھلایا تو تھا۔ وہ ہلکا سا یقین کہ وہ اس کی بات سنے گا، آنسو بن کر بہہ نکلا۔

کچھ نہیں بچا تھا...... کچھ بھی نہیں۔

☆......☆......☆

گھر کی فضا میں ایسی اداسی رچی تھی کہ اپنی ناراضی کو پس پشت ڈال کر اسے منانے چلی آئیں۔ شادی کے کچھ عرصے بعد ہی بہو ناراض ہو کر میکے چلی جائے، وضع دار گھرانوں میں بے عزتی محسوس ہوتی تھی۔

نادرہ نے کوشش کی کہ آسیہ کو دوسرے کمرے میں لے جائیں مگر آسیہ کو عادت تھی دادی کے پاس گھس کر بیٹھنے کی۔ نادرہ نے بدمزگی سے سوچا۔ شکر تھا کہ کمرہ صاف تھا کہ رابعہ کر کے گئی تھی۔ دادی ہکا بکا رہ گئیں، انہیں اندازہ ہی نہ تھا کہ گھر میں کیا چل رہا ہے۔

''اس کا کیا دماغ چل گیا ہے۔ ایک تو بے چاری ارم کے ساتھ اتنا برا ہوا۔ اوپر سے یہ لڑ کر آ گئی۔'' دادی بدک گئیں۔

''بلاؤ ذرا میں پوچھتی ہوں۔''

جب بھی گھر میں کوئی معاملہ ہوتا، دادی فٹ سے بڑی بن جاتیں اور یہ بھی بھول جاتیں کہ انہیں گھر میں پوچھتا کون ہے۔

''نہیں ہے گھر پر، رابعہ کی طرف گئی ہے۔'' نادرہ نے ٹالا۔

''ہاں تو رابعہ کا گھر کیا چاند پر ہے۔ بلا لاؤ یا فون کر کے کہہ دو ساس لینے آئی ہیں۔''

نادرہ نے کھا جانے والی نظروں سے دادی کو گھورا۔

''ہماری تو بچی ہے۔ ناسمجھ ہے۔ ناراض ہے تو کیا ہوا؟ میں نے سوچا میں ہی منا لاتی ہوں۔''

آسیہ نے ماحول کو ہلکا پھلکا رکھنے کی سعی کی۔ ''گھروں میں چھوٹی موٹی باتیں تو ہو ہی جاتی ہیں۔''

''اس میں چھوٹی بات کیا ہے؟ بے عزتی تو ہماری ہوئی۔ گھر بلا کر انکار بھی کیا، پھر ہماری بیٹی پر الزام بھی لگا دیا۔ اسے جھوٹا اور سازشی بنا دیا۔ پیچھے کیا رہ گیا۔'' نادرہ تنک کر بولیں۔ ''گھر سے نکال دیا۔''

''غلط بات ہے۔'' آسیہ نے رسانیت سے ٹوکا۔ ''نہ کسی نے اس سے جھگڑا کیا، نہ گھر سے نکلنے کو کہا۔ عبید کتنی بار منانے آیا۔''

پھر انہوں نے روئے سخن دادی کی طرف کیا۔

''ثانیہ کو سمجھائیں، اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے، جو بھی بات تھی، گھر میں مل بیٹھ کر حل ہو جاتی۔ ثانیہ کا گھر ہے۔ رہی ارم تو آج یہاں ہے تو کل سسرال۔''

''تو بھیجیں سسرال۔ برا نہ مانیں جس گھر میں اتنی لاڈلی بیٹیاں رہتی ہوں، وہاں بہوؤں کا گزارا مشکل ہوتا ہے۔''

آسیہ کو برا لگا تو نادرہ نے لہجہ دھیما کیا۔

''برا نہ ماننا آسیہ! ہم تو بیٹی والے ہیں۔ بات کرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں۔ انسان کو صرف

بیٹی کی نہیں بیٹے کے گھر کی بھی فکر کرنی چاہیے۔ ہمیں تو پہلے ہی رابعہ کے سسرال والوں نے ٹانگ رکھا ہے۔ اب دوسری بیٹی کے سیاپے شروع ہو گئے۔"

دادی نے کھا جانے والے انداز میں بہو کو دیکھا۔

ان کی نظروں کی تاب نہ لا کر نادرہ نے فوراً دوپٹا منہ پر رکھ کر سسکنا شروع کر دیا۔

"ارم کے لاڈ اٹھانے کے لیے اس کے ماں باپ موجود ہیں۔ بہتر ہے اپنی بیٹی کو سمجھائیں۔ اتنے جذباتی اور اکھڑ پن سے گھر ہی خراب ہوتے ہیں۔" آسیہ کھڑی ہو گئیں۔ مزید بیٹھتیں تو بات کا رخ کسی اور طرف ہو جاتا۔

"ان کی تو مت ماری ہوئی ہے۔ تم جاؤ بیٹی! میں بھیجتی ہوں ثانیہ کو۔ کوئی اتنی معمولی باتوں پر گھر چھوڑ کر آتا ہے۔" دادی نے تسلی دی۔

آسیہ کچھ دل گرفتہ سی دروازے تک آئیں۔ نادرہ انہیں دروازے تک چھوڑ کر آنے کے بجائے ساس سے الجھنے لگیں کہ وہ اپنے کام سے کام رکھیں۔

آسیہ نے دروازے پر ہاتھ رکھا تب ہی دروازہ کھلا اور رابعہ تیزی سے اندر آئی۔ شکر ہے ان کی طرف والے پٹ کی کنڈی لگی تھی۔ ورنہ ان کو دروازہ لگ بھی سکتا تھا۔ رابعہ دوسرا پٹ کھول کر اندر آئی۔ آسیہ کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔

"ثانیہ نہیں آئی؟" آسیہ نے اس کے عقب میں دیکھا۔

"ثانیہ کہاں گئی ہے؟"

آسیہ کو اپنے سوال کا جواب مل گیا۔ اور اندر ثانیہ سر پکڑ کر رہ گئی۔

رابعہ کو بھی اسی وقت ٹپکنا تھا۔

"آئیں نا آنٹی!" رابعہ اصرار کرنے لگی۔

"نہیں، میں تو ثانیہ کو لینے آئی تھی مگر لگتا ہے ابھی اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا تب ہی ملنا بھی گوارا نہیں کیا۔" انہوں نے شکوہ کناں نگاہوں سے ثانیہ کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا اور دہلیز پار کر گئیں۔

رابعہ کا شرمندگی سے برا حال ہو گیا۔ جھری سے جھانکتی ثانیہ لپک کر باہر آئی۔

"تمہیں بھی اسی وقت آنا تھا۔" اس نے لپک کر بیرونی دروازے کو کنڈی لگائی۔

"کوئی شرم کرلو......شرم۔"

"تمہیں کیا تکلیف ہے، یہ میری زندگی ہے۔" ثانیہ چلائی۔ رابعہ اسے بازو سے کھینچ کر دادی کے کمرے میں لے آئی۔

"تمہاری زندگی ہے مگر تمہاری وجہ سے باتیں تو مجھے سننی پڑتی ہیں۔"

"کیوں میں میکے رہنے نہیں آسکتی۔" ثانیہ زچ ہوگئی۔

"ساری دنیا کو پتا ہے، بنو ناراض ہو کر آئی ہیں۔" رابعہ نے طنزیہ کہا۔

"اور امی! یہ آسیہ آنٹی سے ملی کیوں نہیں۔ اب عبید کو پتا چلے گا تو اسے کتنا برا لگے گا۔"

"تم عبید کی فکر نہ کرو۔"

"دادی! آپ ہی اس کو سمجھائیں۔ وہ اب شوہر ہے، محبوب نہیں۔"

"محبوب تھا، محبوب ہی رہے گا۔" ثانیہ نے فخر سے بال جھٹکے۔

"بی بی! ان چھوئی اور برتی ہوئی چیز میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ وجود کی کشش سے محبوب کو باندھ سکتے ہیں۔ شوہر کو خدمت، محبت اور وفا چاہیے۔" رابعہ کا طنزیہ لیکچر شروع ہو گیا تھا۔

ثانیہ نے سر پکڑ لیا۔

"نہ......نہ اس کو عقل والی کوئی بات نہ بتانا۔" دادی نے مزید ٹانکا لگایا۔

"ہر کوئی اپنے کام سے کام رکھے، میرے معاملے میں ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں۔ میں جب تک ان کو اچھی طرح سبق نہیں سکھا لوں گی۔ واپس نہیں جاؤں گی۔" رابعہ نے زچ ہو کر ماں کو دیکھا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلا کر بیٹی کی بات کی تائید کی۔

"کیونکہ میرا بار بار ناراض ہو کر آنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"اس زعم میں خود نہ رگڑی جانا۔" رابعہ نے غصے سے کہا۔

''بات سن میری بچی۔ ادھر بیٹھ۔'' دادی نے پچکارا۔

''میرا آپ کی نصیحتیں سننے کا کوئی موڈ نہیں ہے۔'' وہ مزید خفا ہوئی۔

''ہم سب کو جتنا مرضی بے وقوف سمجھ لو۔ مگر یاد رکھو، عبید کو اتنا تنگ نہ کرو کہ وہ سچ مچ غصے میں آجائے۔ مرد کا غصہ بہت برا ہوتا ہے۔ اسے جتنے نخرے دکھانے ہیں دکھا، مگر وہ نخرے بھی ایک حد تک ہی دیکھے گا۔''

ثانیہ دادی کی بات پر ایک لمحے کو چپ سی ہوگئی۔ شاید کہیں دل کو بات لگی تھی۔

☆......☆......☆

''ثانیہ گھر آئے تو اس کے ساتھ اپنا رویہ نارمل ہی رکھنا۔'' چائے کا کپ میز پر رکھتے ارم نے گردن گھما کر بے حد حیرت سے باپ کو دیکھا۔ وہ کتاب میں گم تھے۔ ارم کے دیکھنے پر مسکرائے۔ کتاب بند کر کے کپ کے پاس رکھی۔

''کیا ہوا؟''

''مجھے لگتا ہے، سارے قصور میرے ہی ہیں۔'' اس نے کس جتن سے خود کو سنبھالا تھا۔

''کسی کا قصور نہیں ہوتا۔ ہر انسان اپنا الگ مزاج رکھتا ہے۔ جب ایک نیا انسان گھر میں آتا ہے تو سب کو اپنے انداز و اطوار بدلنے پڑتے ہیں۔ عبید کے سامنے ثانیہ کی برائی مت کیا کرو۔ اس کا دل تمہاری طرف سے خراب ہوتا ہے۔ اب دیکھو ثانیہ نے خود کو کتنا بدلا ہے۔''

''ابو! میں اس کی برائی نہیں کرتی ہوں۔ وہ تو......'' ماں کو آتا دیکھ کر اس نے بات ادھوری ہی چھوڑ دی۔ وہ اکیلی واپس آئی تھیں اور مزاج برہم تھا۔

''کیا ہوا؟ بہو نے آنے سے انکار کر دیا۔'' توفیق صاحب نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا جیسے یہ کوئی بڑی بات ہی نہ ہو۔

''مجھ سے ملی ہوتی تو انکار کرتی۔ وہ تو میرے سامنے بھی نہیں آئی۔'' وہ برہمی سے کہتی بیٹھ گئیں۔

''میں نے تو منع کیا تھا، مت جائیں۔ مگر امی کو لگتا تھا، وہ جائیں گی اور ثانیہ آتے ہی گلے لگ جائے گی۔'' ارم سے رہا نہ گیا۔ آسیہ نے بے حد غصے سے بیٹی کو دیکھا۔

''اپنی زبان بند رکھو۔''

ارم سٹپٹا گئی۔

''خبردار جو آج کے بعد تمہارے منہ سے کوئی فضول بات نکلی۔''

ارم دو قدم پیچھے ہٹی۔ آنکھوں میں بے یقینی سی تھی۔ یہ ماں نے آج کس لہجے میں بات کی تھی۔ پھر وہ تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔

''بہو کا غصہ بیٹی پر کیوں نکال رہی ہو؟'' توفیق کو برا لگا۔

''چھوٹی سی بات کا اس نے بتنگڑ بنا دیا۔ دونوں کو دیکھ بھی لیا تھا تو گھر آ کر اتنا واویلا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ رشتے سے انکار تو اس نے خود کیا تھا۔''

''اچھا بس......'' انہوں نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔ ''وہ پہلے ہی بہت پریشان ہے، اسے مزید پریشان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور رہی ثانیہ، تو اسے کچھ دن رہنے دو، چند دن بعد اسے بھی احساس ہو جائے گا۔''

''اسے احساس ہوتا یا اس کے گھر والوں کو......تو آج میرا جانا ہی کافی ہوتا۔''

☆......☆......☆

چاندنی میں بھیگی رات بہت ٹھنڈی تھی۔ وہ شال اوڑھے ایک ایک قدم سوچ سوچ کر ایک ایک سیڑھی پر دھرتی اوپر آئی تھی کہ اندر کی کھولن پر قابو پا سکے۔ مگر آخری سیڑھی پر اس کے قدم منجمد ہو گئے۔

چاندنی میں ڈھلے دو مجسمے......

ثانیہ کا سر عبید کے کندھے پر تھا اور عبید کی گرم چادر ثانیہ کے وجود سے لپٹی تھی۔

''تمہارے بغیر ایک پل نہیں گزرتا عبید! مگر کیا کروں؟ میری سیلف ریسپکٹ کا معاملہ ہے۔ میں بار بار اپنی بے عزتی نہیں کروا سکتی۔ ارم سے کہو، مجھ سے معافی مانگ لے۔ میں گھر واپس آ جاؤں گی۔''

پوہ کی برفیلی سرد رات میں وہ ٹھٹھر کر رہ گئی۔

''کیا اہم ہے؟ میری سیلف ریسپکٹ یا بھائی کی خوشی؟''

ساری رات نیند بس پلکوں پر جمی رہی، آنکھ میں نہ اتر سکی۔

باپ کا سمجھانا

ماں کا لہجہ......

بھائی کی بے اعتنائی۔

ارم اتنی مضبوط کہاں تھی؟

"مجھ سے غلطی ہو گئی، معاف کر دو۔ اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔"

(میرے دل میں اب تمہارے لیے کچھ بھی نہیں رہا)

اپنے لیے چائے نکالتی ثانیہ نے مڑ کر نادرہ کو دیکھا۔ انہوں نے خوشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ارم خود چل کر آئی تھی، اور کیا چاہیے تھا۔

"آئندہ تمہارے کسی معاملے میں نہیں بولوں گی۔" ارم نے تھوک نگلا۔

(افسوس ہے کہ تم سے محبت کی)

"کوئی بات نہیں، غلط فہمی ہو جاتی ہے۔" ثانیہ مسکرائی۔ "لیکن آئندہ غلط فہمی ہو تو مجھ سے بات کر لینا۔"

"میں ناشتا بنا رہی ہوں، بہتر ہے عبید کے آفس جانے سے پہلے ہی گھر واپس آ جاؤ۔ اس کا دن اچھا گزر جائے گا۔"

ثانیہ کو بہت زور سے چھینک آئی۔

"لگتا ہے عبید یاد کر رہا ہے۔" نادرہ ہنستے ہوئے اپنا کپ اٹھا کر دادی کو خبر سنانے چلی گئیں۔

"لگتا ہے، سردی لگ گئی۔"

"دادی کہتی ہیں پوہ کی راتیں بہت ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اور میں نہیں چاہتی تم اس ٹھنڈ میں بیمار پڑو۔"

ارم نے اپنی جیکٹ سے ٹشو نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو ثانیہ چونک گئی۔

"آ جانا، ناشتا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" ارم واپس پلٹ گئی۔

نجانے کیوں ثانیہ نے چائے کے مگ تو دیکھتے فخریہ انداز میں مسکرانا چاہا مگر وہ کھل کر مسکرا بھی نہ سکی۔
''تم کہاں چلی گئی تھیں؟ میں کب سے آوازیں دے رہی ہوں۔'' آسیہ نے گرم گرم آملیٹ پلیٹ میں نکالا۔ کچن کی فضا میں گرمائش اور ناشتے کی خوشبو تھی۔ سردی کی وجہ سے وہ سب کچن میں ہی ناشتا کرتے اور رات کا کھانا کھاتے۔
''ایک اور بنالیں۔'' ارم نے چیز کے سلائس کھول کر ان کے سامنے رکھے۔ عبید اور توفیق آفس کے لیے تیار وہاں آگئے۔
''چیز آملیٹ کس کے لیے؟'' آسیہ نے حیرت سے پوچھا۔
''ثانیہ کے لیے......''
کرسی کھینچ کر بیٹھتا عبید بری طرح چونکا...... چونکے تو سب ہی تھے۔ ارم نے باقیوں کے سامنے پلیٹیں رکھتے ایک پلیٹ خالی جگہ پر ہی رکھ دی۔ عبید نے ارم کو غور سے دیکھا اور ارم نے اسے......
''اگر میرے معافی مانگنے سے میرے بھائی کی مسکراہٹ واپس آجائے تو مجھے اور کیا چاہیے۔''
توفیق اور آسیہ نے بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا۔ عبید نے مسکرانا چاہا مگر نجانے کیوں مسکرا نہ سکا۔
''میں یہ تو نہیں چاہتا تھا کہ تم......''
''تم یہ تو چاہتے تھے نا کہ ثانیہ گھر واپس آجائے۔'' ارم نے آہستہ سے بات کاٹی۔ عبید نے ہلکے سے اثبات میں سر ہلایا۔
''چلو ماشاءاللہ...... یہ مسئلہ تو حل ہوا۔ میں جانتا ہوں، میری بیٹی بہت بہادر اور سمجھ دار ہے۔ کبھی کبھی ذرا سا جھک جانے سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ ویل ڈن میری جان۔'' توفیق صاحب نے پیار سے بیٹی کا ہاتھ تھپتھپایا۔
''تو پھر مانگو اس خوشی میں کیا مانگتی ہو۔'' وہ لمحوں میں پہلے والا عبید بن گیا۔
آسیہ خاموشی سے انڈے پھینٹتی رہیں۔ بیٹی کے دل پر کیا گزری ہے، بس وہی سمجھ سکتی تھیں۔
ارم کی آنکھوں کی سطح گیلی ہونے لگی۔

''میرا اعتبار لوٹا دو۔'' اس نے ہاتھ بھائی کے سامنے پھیلایا۔'' جو ایک بہن کو اپنے بھائی پر تھا کہ میں جھوٹ بھی کہوں گی تو وہ نبھا لے گا، تم نے تو میرے سچ کو ہی جھوٹ بنا دیا۔ لیکن خیر جانے دو اب..... چھوڑو ان باتوں کو.....'' وہ خوامخواہ ہنسی۔

''ابو! آپ پراٹھا لیں گے یا بریڈ......؟'' وہ فوراً ہی بات بدل کر باپ کی طرف متوجہ ہوگئی۔ تب ہی باہر بیل ہوئی۔

''جاؤ دروازہ کھولو۔ آ گئی ہے تمہاری ثانیہ۔'' اس نے مسکرا کر بھائی کو ٹھوکا دیا تو وہ خاموشی سے اٹھ گیا۔

اس کی خاموشی میں اطمینان اور سکون تھا۔ ارم مضمحل سا مسکرا کر کرسی سنبھالنے لگی۔

☆......☆......☆

''اتنی پتھر کیوں ہو جاتی ہو؟'' وہ آئینے میں منعکس موم کے مجسمے کو دیکھ رہا تھا۔ سرخ آرام دہ ڈھیلے ڈھالے لباس میں ملبوس اپنے بال سلجھا رہی تھی۔ ثانیہ نے نظر اٹھا کر عقب میں کھڑے عبید کو دیکھا۔ اس کے دونوں ہاتھ ثانیہ کے نازک کندھوں پر دھرے تھے۔

وہ مسکرائی۔ وہی مسکراہٹ جس پر عبید فدا تھا۔

''بس ایسی ہی ہوں۔ غلط بات برداشت نہیں ہوتی۔''

''ارم نے تمہارے گھر جا کر سب کے سامنے معافی مانگی، مجھے اچھا نہیں لگا۔''

''اس نے الزام بھی تو سب کے سامنے لگایا تھا، تب اچھا لگا تھا۔'' اس نے برش رکھ کر بالوں کو جھٹکا دیا۔ وہ کندھوں پر بکھر گئے۔

''کاش تم تھوڑا سا دل بڑا کر لیتیں تو سچویشن اتنی خراب نہ ہوتی۔'' عبید کے لہجے میں شرمندگی تھی۔

ثانیہ کھڑی ہوگئی۔

''جس دن میری غلطی ہوئی اللہ کی قسم سب کے سامنے معافی مانگوں گی۔ بات کو اتنا بڑھنے نہیں دوں گی۔'' وہ اس کی طرف پلٹی۔

''لیکن اب کیا سامنے بٹھا کر یہی باتیں کرتے رہو گے۔ یہ نہیں بتاؤ گے کہ اس کمرے میں، اپنی زندگی میں مجھے کتنا مس کیا۔''

ثانیہ کے ہاتھ اس کے سینے پر تھے۔ لہجے میں لگاوٹ اور والہانہ پن تھا۔

''تم کون سا دور تھیں۔ جب چاہتا تھا، دیکھ لیتا تھا۔'' عبید کے لہجے میں نہ لگاوٹ تھی، نہ والہانہ پن......

وہ دریافت کر چکا تھا۔

نارسائی سے رسائی کا سفر طے ہو چکا تھا۔ اب زندگی معمول پر آجانی چاہیے۔ وہ ہر روز ایک ہی جیسی باتیں کیسے کرے۔ عبید پلٹ کر بیڈ کے کنارے جا بیٹھا۔

''مطلب جو عام ہو جائے، وہ خاص نہیں رہتا۔'' ثانیہ کو اس کی بے اعتنائی محسوس ہوئی۔

''زندگی، وقت اور جذبات کبھی ایک سے نہیں رہتے۔''

''محبت ایک سی نہیں رہتی۔'' وہ پاس آئی۔

''اظہار ایک سا نہیں رہتا۔'' عبید نے ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھالیا۔ وہ روٹھ گئی۔ دوسری طرف جا کر تکیہ درست کرنے لگی۔ وہ اس کے حواسوں پر چھا جانا چاہتی تھی مگر عبید کے حواس سلامت تھے۔ وہ اس کیفیت سے باہر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ دکھ سکھ کی سانجھ کا رشتہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ اب صرف اس کی سننا نہیں، اپنی بھی سنانا چاہتا تھا، زندگی تو اب شروع ہوئی تھی۔

اس نے چت لیٹی ثانیہ کو دیکھا۔ واکمن کی مدھر خوب صورت دھن...... مگر ایک ہی دھن...... ہر روز متواتر......

یکسانیت...... بے زاری......

''بیوی! میں ہر روز ایک ہی ڈائیلاگ نہیں بول سکتا۔ تمہیں میری محبت پر اعتبار ہونا چاہیے۔''

عبید نے اس کے چہرے سے تکیہ کھینچا۔

''تو پھر تمہیں کوئی اچھی رومینٹک مووی دیکھ لینی چاہیے۔'' ثانیہ نے کروٹ بدل لی۔

رومانس زندگی کا محض ایک حصہ تھا، اور وہ اسے پوری زندگی بنانا چاہتی تھی۔ کیسی نادان تھی۔

رواں ہونے کی بجائے ٹھہرے رہنا چاہتی تھی۔ ٹھہراؤ، سکوت...... یہ کائنات کی سچائی تھا نہ مزاج......
اور ٹھہرے پانیوں میں ہمیشہ بساند اٹھتی ہے۔ خوشبو باقی نہیں رہتی۔
وہ رات اس کی شادی شدہ زندگی میں عجیب انداز میں اتری تھی۔

☆......☆......☆

بظاہر تو سب نارمل تھا مگر غیر محسوس سا کھنچاؤ ثانیہ اور ارم کے رویے میں تھا۔ ارم خاموشی سے ماں کے ساتھ گھر کے کام نمٹاتی رہتی۔ اور ثانیہ کا پورا زور اپنی نیندیں پوری کرنے پر تھا۔ پہلے جو کوئی گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتی تھی، اب اس سے بھی گئی۔ سونا یا ماں کے گھر کے چکر لگانا، کھانا پسند آتا تو ٹھیک، ورنہ آرڈر کر کے کمرے میں گھس جاتی۔ اس کے اس انداز سے ارم چڑنے لگی۔

''سارے کام ہم لوگ ہی کریں۔ اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔'' آسیہ نے توفیق صاحب کے کہنے پر ملازمہ رکھ لی۔

''پہلے تو کبھی اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔'' ارم کو عجیب لگا۔

''لیکن مجھے ہونے لگی ہے۔ میں اب پہلے کی طرح ایکٹو نہیں رہی اور اس طرح تم پر بوجھ زیادہ آ جاتا ہے۔'' آسیہ نے بات ٹالی۔

''بہو پر کوئی ذمہ داری نہ ڈالیں۔'' ارم ناراض ہو گئی۔

''کرے گی...... تمہیں پتا ہے من موجی ہے۔''

مگر ارم کو غصہ آ گیا تھا، تب ہی وہ اگلی صبح ناشتا بنانے کے لیے اٹھی ہی نہیں۔ نماز پڑھ کر دوبارہ سو گئی۔ اسے لگا ماں کو دیکھ کر عبید ثانیہ کو جگا دے گا مگر آسیہ نے خاموشی سے سب کا ناشتہ بنا کر رکھ دیا۔ عبید اور توفیق صاحب آفس چلے گئے تو آسیہ کچن سمیٹ کر برتن دھونے لگیں۔ تب ہی ارم آ گئی۔

''اٹھ گئی میری بیٹی، تمہارا ناشتا رکھا ہے۔ گرم کر دوں؟''

''آپ نے کیوں بنایا، ثانیہ کو جگا دیتیں۔'' ارم ٹپٹا گئی۔

''کوئی بات نہیں، دو بندوں کے ناشتے میں ٹائم کتنا لگتا ہے۔ مجھے تو اٹھنا ہی تھا۔''

''امی! اللہ کا واسطہ ہے۔اتنی اچھی بھی نہ بنیں۔ جب عبید پورے کا پورا اس کا ہے تو ثانیہ کو اس کی ذمہ داریاں بھی اٹھانے دیں۔''

آسیہ نے مڑ کر بیٹی کو دیکھا اور مسکرا دیں۔

''عبید تمہاری ذمہ داری نہیں رہا۔ہم ثانیہ کی ذمہ داری نہیں ہیں۔تو کوئی بات نہیں۔ میں تو ہوں نا۔ میں سب کی ماں ہوں، سب کی ذمہ داری اٹھا سکتی ہوں۔اب ایک ایک دو دو کاموں کی لڑائی گھر کا ماحول ہی خراب کرے گی۔''

ارم شرمندہ ہوگئی۔

''اچھا سوری آئندہ ایسا نہیں کروں گی۔''

''بیٹا! ثانیہ کب تک لاپروائی برتے گی۔ایک نہ ایک دن اسے بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو جائے گا۔گھر کے کاموں کا کیا ہے، کسی نے کم کرلیے تو کسی نے زیادہ۔''

''اچھا سوری نا...... ناراض مت ہوں مجھ سے۔'' انہوں نے اتنے پیار سے سمجھایا کہ وہ مزید شرمندہ ہوگئی۔

''کوئی اتنی پیاری بیٹی سے ناراض ہوسکتا ہے۔چلو تم ناشتا کرلو۔'' وہ سر ہلا کر ہاٹ پاٹ کھولنے لگی۔

اور اگلے دن جب وہ کچن میں آئیں تو ثانیہ ناشتا بنا رہی تھی۔ انہیں خوش گوار سی حیرت ہوئی۔انہیں لگا عبید نے اٹھایا ہے۔

''ارے واہ بھئی، آج تو ثانیہ بیٹی ناشتا بنا رہی ہے۔'' توفیق صاحب بھی خوش ہوگئے۔

''جی کل عبید کے ناشتے کو لے کر یہاں کچن میں کافی جھگڑا ہو رہا تھا، تو میں نے سوچا خوامخواہ بوجھ کیوں بنیں۔میں خود بنا لیتی ہوں۔'' اس نے ٹرے میں چیزیں ترتیب سے رکھنی شروع کردیں۔

آسیہ نے شرمندگی سے توفیق صاحب کو دیکھا۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں۔ بیٹا! میں تو بہت خوشی سے......''

''میں آپ لوگوں کے لیے بھی بنا دیتی لیکن عبید لیٹ ہو رہا ہے۔'' اس نے ٹرے اٹھاتے آسیہ

کی بات کاٹی اور ٹرے اٹھا کر کچن سے نکل گئی۔

آسیہ اور توفیق ہکا بکا رہ گئے۔ پھر توفیق صاحب سنبھل کر مسکرائے۔

''بیگم صاحبہ! وہ تو اپنے شوہر کا ناشتا لے گئی ہے۔ آپ اپنے شوہر کو کروا دیں۔''

آسیہ سست روی سے فریج سے انڈے نکالنے لگیں۔

☆......☆......☆

کھٹ پٹ کی آواز پر ثانیہ کی آنکھ کھل گئی۔ عبید کو آفس بھیج کر وہ سو گئی تھی۔ ارم کو کمرے میں دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی۔

''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟''

''دھونے والے کپڑے جمع کر رہی ہوں۔ امی نے مشین لگائی ہے۔'' ارم نے بتایا۔

''حد ہے یار۔'' ثانیہ نے دوبارہ تکیے پر سر گرایا۔ ''کوئی پرائیویسی بھی ہوتی ہے۔ جب دل چاہتا ہے آ جاتی ہو۔ اب یہ میرا روم ہے یار۔''

''تو کپڑے باہر رکھ دیا کرو، امی نے کہا تو میں آ گئی۔'' ارم نے شرمندہ ہو کر وضاحت دی۔

''جب دھلوانے ہوں گے، دھلوا لوں گی۔ کل کو کمرے سے کوئی چیز ادھر ادھر ہو گئی، میں نے کسی سے پوچھ لیا تو طوفان آ جانا ہے۔''

''مجھے تم سے اس سے بھی گھٹیا بات کی امید کرنی چاہیے۔'' ارم کو غصہ آ گیا۔

''اور یہاں کوئی دھوبی گھاٹ نہیں کھلا کہ جب دل چاہا دھلوا لوں گی۔ اب خود ہی دھو لینا۔''

اس نے ہاتھ میں پکڑی لانڈری باسکٹ وہیں پٹخی اور چلی گئی۔

''کس قدر بدزبان ہو گئی ہے۔'' ثانیہ نے غصے سے دوبارہ کمبل تان لیا۔ مگر زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ کمبل اس کے چہرے سے کھینچ لیا گیا۔

''اب کیا تکلیف ہے؟'' وہ چلائی، پھر ٹھٹکی۔

رابعہ اسے خشمگیں نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

''خیریت......؟'' وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔ ''صبح صبح۔''

''یہ صبح ہے؟''

ثانیہ نے کلاک پر نگاہ دوڑائی۔ پھر کھسیانی ہو کر بال سمیٹنے لگی۔

''کچھ شرم کرو۔ نند کپڑے دھو رہی ہے۔ ساس کچن میں مصروف ہے اور مہارانی کی نیندیں ہی پوری نہیں ہو رہیں۔''

''یہی تو موج ہے۔ اپنی نیند سوتی ہوں، اپنی نیند جاگتی ہوں۔ کسی کی جرأت نہیں ہوتی مجھے ٹوکنے کی۔''

''عبید بھی کچھ نہیں کہتا۔'' رابعہ نے کمبل ہٹا کر اپنے لیے جگہ بنائی۔

''صبح کا گیا پانچ بجے واپس آتا ہے۔'' اس نے ہاتھ رکھ کر جمائی روکی۔

''اور تم نے کیا آتے ہی مجھے ٹوکنا شروع کر دیا ہے۔ میری خوشی میں خوش نہیں ہوتی ہو۔'' وہ ناراض ہوئی۔

رابعہ نے پیار سے اسے دیکھا۔ دبلا پتلا چہرہ بھرا بھرا سا تھا۔ چہرے کی رنگت مزید نکھر کر گلابیاں چھلکا رہی تھی۔

خوشی، آسودگی، بے فکری، حسن اور خوب صورتی کو مزید جلا بخشتی ہے۔

''تمہاری خوشیاں دائمی رہیں، اس لیے سمجھاتی رہتی ہوں۔ یہ اچھے لوگ ہیں۔ ان کی قدر کرو۔''

''قدر تو یہ کریں اور شکر بھی...... ابھی تک ان کے بیٹے کو لے کر الگ نہیں ہوئی۔'' رابعہ ششدر سی رہ گئی۔

آسیہ نے چائے بنائی۔ ٹرے تیار کی اور ارم سے کہا، رابعہ کے لیے چائے لے جائے۔

''امی! میں نہیں لے جا رہی۔ ابھی کپڑے لینے گئی تو اس نے مجھے اتنی باتیں سنائی ہیں۔''

''رابعہ تو آتی ہی نہیں ہے۔ مہمان ہے اور وضع دار گھرانوں میں مہمانوں کی عزت کی جاتی ہے۔''

''ہماری ان ہی کمزوریوں کی وجہ سے ثانیہ کا میرے ساتھ ایسا رویہ ہے۔'' ارم چڑ گئی۔

''اچھا چھوڑو...... میں لے جاتی ہوں۔'' آسیہ کا لہجہ بجھ سا گیا۔

''ایک تو ہر کام آپ خود کرنے کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اچھی بلیک میلنگ ہے۔ پتا ہے نا، مجھے آپ کو تکلیف دینا اچھا نہیں لگتا۔''

وہ غصے سے ٹرے اٹھا کر چلی گئی۔ آسیہ نے تشویش کے ساتھ اسے جاتے دیکھا۔ نجانے کیوں وہ ہر بات پر چڑنے لگی تھی۔

''تم ابھی تک...... مطلب یہ خناس تمہارے دماغ سے نکلا نہیں۔''

ارم رابعہ کی آواز پر رک گئی۔ آج کل وہ عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگی تھی جس میں رک کر بات سننا بھی شامل تھا۔

''اچھی بھلی سچویشن بن گئی تھی۔ میں نے سوچا تھا، موقعہ دیکھ کر عبید سے کہہ دوں گی کہ میرا گزارا نہیں ہے مجھے الگ گھر لے دو۔ مگر ارم نے معافی مانگ کر سب برباد کر دیا۔''

ارم ششدر سی رہ گئی...... پھر گہری سانس لے کر اندر داخل ہوئی۔ رابعہ تھوڑا گھبرا گئی۔

ارم نے ٹرے قریب کی میز پر رکھی اور سیدھی ہو کر رابعہ کو دیکھا۔ پھر ثانیہ سے مخاطب ہوئی۔

''تھوڑا بھرم تو رہنے دو ثانیہ......! ایسے پلانز بنانے ہوں تو دروازہ بند کر لیا کرو۔''

''نہیں...... ارم! ثانیہ کا یہ مطلب نہیں تھا۔'' رابعہ نے گھبرا کر وضاحت کرنا چاہی۔

''میرا یہی مطلب تھا۔'' ثانیہ نے اطمینان سے بات کاٹی۔ ''اور تم کیوں گھبرا رہی ہو۔ پہلے بھی غلطی کر کے معافی مانگ چکی ہے۔ ایک بار پھر مانگنی پڑے گی۔ اس کی بات پر یقین ہی کون کرتا ہے۔''

ارم کو احساس ہوا، کم ظرفوں کے سامنے جھکنا، مصلحت سے کام لینا سب سے بڑی بے عزتی ہے۔

''وہ غلطی تھی نہ غلط فہمی...... اور میں نے معافی صرف اور صرف اپنے بھائی کی خوشی کے لیے مانگی تھی۔'' ارم کا لہجہ صاف تھا۔

ثانیہ تلملا گئی۔ تب ہی طنزیہ انداز میں بولی۔

''چلو تم نے یہ تو مانا......تمہارے بھائی کی خوشی میں ہوں۔''

''میری تو یہی دعا تھی کہ تم میرے بھائی کی خوشی ہی بن کر رہو، مگر تمہاری حرکتیں ایسی نہیں لگتیں۔'' ارم نے تلخی سے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔

ثانیہ کے سر پر لگی، تلوے پر بجھی۔

''دیکھی تم نے اس کی زبان......تم کہتی ہو، یہ بہت معصوم ہے۔''

''اس نے سن لیا تھا ثانیہ......''

''تو سنتی رہے۔ عادت ہی پڑ گئی ہے دروازوں سے لگ لگ کر سننے کی......اب بندہ اپنے کمرے میں بات بھی نہیں کر سکتا۔''

رابعہ بس تشویش سے اس کا چہرہ ہی دیکھتی رہی۔ اس تشویش کا اظہار ماں باپ کے سامنے بھی کر گئی۔

''تم اس کی فکر مت کرو۔ وہ تو عیش کر رہی ہے عیش......عبید پوری طرح اس کی مٹھی میں ہے۔''

نادرہ نے نمکو کا پھکا مارا۔ جورات وسیم باقی چیزوں کے ساتھ لایا تھا۔

''خدا کے لیے اماں! وہ گھر سجانے کے لیے شوپیس لے کر نہیں گئے......گھر بسانے کے لیے لے کر گئے ہیں۔ مگر آپ کی بیٹی اور اس کی لاپروائیاں......'' رابعہ اپنا ہی سر پیٹ کر رہ گئی۔

''ابا! آپ ہی کچھ سمجھائیں۔''

ابا سکون سے چائے میں بیکری کے بسکٹ ڈبو کر کھا رہے تھے۔

''ان ماں بیٹی کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ انہوں نے کسی کی نہیں سننی۔''

''نہیں رہنے دو۔ یہ سسرالیے ہوتے ہی اس قابل ہیں کہ انہیں ان کے ٹھکانے پر رکھا جائے۔ مجھے کون سا صلے مل گئے خدمتوں کے۔'' نادرہ نے تنک کر کہا۔

رابعہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔

''ٹھیک ہے۔ کسی کی فکر نہیں کرتی۔ مگر اب وسیم کی شادی کی فکر کر لیں۔ وہ بار بار کہہ رہا ہے۔''

''کیا کہہ رہا ہے؟'' نادرہ چونکیں تو رابعہ نے تفصیل بتادی۔ نتاشا اور وسیم کا آپس میں رابطہ ہو گیا

تھا اور وہ چاہتا تھا یہ لوگ دوبارہ رشتہ لے کر جائیں۔
نمکو نادرہ کے حلق میں پھنس گئی۔ وہ تو نتاشا اور ارم دونوں پر مٹی ڈال کر دو چار سال بیٹے کی کمائی کھانے کا پکا ارادہ کر چکی تھیں۔
''اس بڑھیا سے اب کام نہیں ہوتا مگر بہولا کر گھر اس کے حوالے کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی۔''
شبیر کو ان کی حالت دیکھ کر لطف آیا۔
''بہو تو وسیم بھائی کے ساتھ چلی جائے گی، آپ کو کیا فائدہ ابا......''
''کاہے کو چلی جائے گی۔ ہمیں کون سنبھالے گا۔ بہو کا کام یہی تو ہوتا ہے سسرال کو سنبھالے۔'' نادرہ بھڑک کر بولیں۔
شبیر اور رابعہ کا منہ کھل گیا۔
''اگر ثانیہ جیسی ہوئی تو......تو کیا کریں گی؟''
''ہائے ہائے...... ہر وقت اسی کے پیچھے پڑی رہتی ہو۔ بہن ہو یا دشمن......'' کھسیانی بلی کھمبا نوچنے لگی۔

☆......☆......☆

وہ ٹرے اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی۔ جوتے پہنتے عبید نے اسے دیکھا تو چپ نہ رہ سکا۔
''یار! ٹیبل پر ہی رکھ دیتیں۔ میں آ رہا تھا۔ پہلے بھی سب مل کر ہی ناشتا کرتے ہیں۔''
''مجھے تو آنٹی نے ہی کہا تھا کہ عبید کا ناشتا بنا کر لے جاؤ۔ روز ہی ان کی ناشتے کو لے کر بحث ہوتی تھی۔ میں نے اپنا بھی بنا لیا۔ تمہیں برا لگا۔'' ثانیہ نے ٹرے ٹیبل پر رکھی۔
''اچھا۔'' وہ چپ سا ہو گیا۔ برسوں کی عادت تھی۔ ناشتا اور رات کا کھانا سب اکٹھے ہی کھاتے۔
''اور ہاں......'' ثانیہ نے ٹیبل قریب کی اور کرسی کھینچ کر سامنے بیٹھ گئی۔ ''آج کپڑے بھی لانڈری میں دے آنا۔''
''کپڑوں کو کیا ہوا؟ وہ تو ہمیشہ گھر میں ہی دھلتے ہیں۔'' عبید ٹھٹکا۔

''ارم نے کہا ہے عبید کے اور اپنے کپڑے خود دھویا کرو۔'' وہ ابلا ہوا انڈا چھیلنے لگی۔ ''اور مجھ سے تو اپنے کپڑے نہیں دھوئے جاتے۔ ہمیشہ امی ہی دھوتی تھیں...... پھر سردی کتنی ہے۔''

''اتنی بڑی لڑکی کے ہوتے اماں کام کرتی تھیں۔ سچ ہے انہوں نے تمہیں بہت بگاڑا ہے اور لگتا ہے باقی کی کسر میں پوری کروں گا۔'' وہ بے چارگی سے گویا ہوا۔

''ہاں بہت لاڈ اٹھاتے ہو نا میرے......'' ثانیہ نے تیکھی نگاہ سے گھورا۔

''کسر بھی نہیں چھوڑی۔''

''تو پھر کپڑے لے کر جانا۔''

''اور کوئی حکم؟''

''شام کو جلدی آجانا۔'' اگلا حکم صادر ہوا۔

''میرے ابا کا آفس نہیں ہے۔ اور جتنی بار تم کال کرتی ہو۔ باس ویسے ہی خوں خوار نظروں سے گھورتے ہیں۔''

''جیلس ہوتے ہوں گے کہ عبید کی بیوی اس سے اتنا پیار کرتی ہے۔''

''صدقے اس پیار پر۔'' وہ نہال ہوا تو کھلکھلا کر ہنستی ثانیہ نے انڈا اس کی پلیٹ میں رکھا، خود جیم اٹھایا۔

''رہنے دو۔ تمہاری میٹھی باتوں سے ویسے ہی میرا شوگر لیول ہائی ہو رہا ہے۔'' وہ بے چارگی سے گویا ہوا۔

☆......☆......☆

دونوں تیار ہو کر باہر آئے۔ چاند سورج کی جوڑی تھی۔ آسیہ نے دل میں نہیں، لفظوں میں بلائیں لیں۔ توفیق نے بھی پیار سے دیکھا۔ ارم خاموشی سے میگزین کی ورق گردانی کرتی رہی۔

''ماشاءاللہ! بہت پیاری لگ رہی ہو۔''

''آپ بھی حد کرتی ہیں آنٹی......'' ثانیہ کے موتیوں جیسے دانت چمکے۔ ''کبھی ساس کو بھی اپنی بہو

اچھی لگتی ہے۔"

عبید سٹپٹا گیا۔ ارم نے طنزیہ نگاہوں سے ماں کو دیکھا۔ جو اطمینان سے مسکرائیں۔

"کیوں نہیں لگتی۔ میرے بیٹے کی زندگی کا حصہ ہو۔ اس کے دکھ سکھ کی ساتھی ہو۔ ہماری آنے والی نسل کی امین ہو۔ پیاری تو لگو گی۔"

توفیق صاحب نے اطمینان کے اظہار میں گردن ہلائی۔

"سن لیا۔" عبید نے جتایا۔

"سن لیا...... بہت ہی میٹھی باتیں کرتی ہیں آنٹی۔" ثانیہ اپنی حیرت سے باہر آئی۔

"تھوڑی مٹھاس تم بھی لے لو۔" عبید ماں کی بات پر نہال ہو گیا تھا۔ ثانیہ نے بدقت اس بات کو ہضم کیا پھر آسیہ کے لہجے سے تھوڑی سی مٹھاس مستعار لیتے ہوئے ارم سے پوچھا۔

"ارم! ہم ڈنر کرنے جا رہے ہیں۔ چلو گی ساتھ۔"

اسے یکسر نظر انداز کر کے میگزین میں گم ارم چونکی۔ پھر رکھائی سے ناں کر دی۔ عبید نے اصرار کیا۔

"نہیں بھئی۔ میں کباب میں ہڈی نہیں بننا چاہتی۔"

"وہ اصرار کر رہے تھے تو چلی جاتیں بیٹا۔" آسیہ نے ان کے جانے کے بعد ٹوکا۔ ارم چپ رہی۔ اس دن جو کچھ سنا تھا، ماں باپ کو بتا کر دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا ان دونوں کی زندگیوں میں بالکل دخل نہیں دے گی۔ تاکہ ثانیہ کو کوئی بہانا نہ مل سکے۔

"میں چاہتا ہوں ہمارا رشتہ ہمیشہ اسی طرح تازہ اور مہکتا رہے۔" اس کی گوری کلائیوں میں سرخ گلاب مہک رہے تھے۔ اس کے دونوں ہاتھ عبید کے مضبوط ہاتھوں میں تھے۔ ثانیہ نے اپنا گال پھولوں پر رکھ دیا۔

"تم اسی طرح پیار کرتے رہو۔ ہمارا رشتہ اسی طرح مہکتا رہے گا۔"

گاڑی کے شیشوں پر دھند کا پردہ تھا۔ اندر زندگی مسکرا رہی تھی۔ جذبات کی حدت، خواہشوں کی گرمائش تھی۔

''میں نے تمہارے ساتھ زندگی کی خوب صورتی کو محسوس کیا ہے۔ اپنی چھوٹی سے چھوٹی خواہش کو پورا کیا ہے۔ میں صرف تمہارے ساتھ مرنا، تمہارے ساتھ جینا چاہتی ہوں۔''

''ارے میری جان، تم کہو تو تمہارے لیے آسمان سے تارے توڑ لاؤں۔'' عبید نے اس کی ناک کھینچی۔ وہ سیدھی ہو گئی۔

''ہاں توڑ لاؤ۔''

وہ ٹپٹا گیا۔ ''کوئی ایسے بھی کہتا ہے۔''

''میں کہتی ہوں۔''

عبید نے باہر دیکھا۔

''آج سردی بہت ہے، کسی اور دن کا پروگرام نہ رکھ لیں۔''

وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

''جو کر نہیں سکتے، وہ کہتے کیوں ہو؟''

''غلطی ہو گئی بیگم صاحبہ...... اب گھر چلیں؟''

''میرا دل چاہتا ہے ساری رات سڑکوں پر آوارہ گردی کروں۔'' اس کا ابھی بھی ارادہ نہیں تھا مگر عبید کو صبح آفس بھی جانا تھا۔

''پولیس پکڑ کر لے جائے گی۔ نکاح نامہ بھی نہیں ہے۔'' عبید نے ڈرایا۔

''بزدل۔''

ارم ان کے لیے جاگ رہی تھی۔ دروازہ اسی نے کھولا۔

''امی، ابو سو گئے؟''

''ظاہر ہے، ایک بج رہا ہے۔'' ارم کی اپنی نگاہوں میں نیند بھری تھی۔ ثانیہ تو ''میں تھک گئی'' کہہ کر کمرے کی طرف چل دی۔

''سوری یار! تمہیں ہمارے لیے جاگنا پڑا۔'' عبید کو شرمندگی ہوئی۔

وہ ”کوئی بات نہیں“ کہہ کر اندر کی طرف چل دی۔ تب عبید کو احساس ہوا اس سے غلطی ہوئی ہے۔
وہ ارم کے لیے کچھ بھی نہیں لے کر آیا۔ اور ایسا پہلی بار ہوا تھا۔ اس کا دل تاسف سے بھر گیا۔

☆......☆......☆

دروازہ تب بھی ارم نے ہی کھولا تھا۔ مگر جگہ دینے کے بجائے دونوں ہاتھ دروازے پر رکھ لیے۔
”کیا ہے؟“ وہ دوستوں کے ساتھ دعوت اڑا کر آیا تھا۔
”نکالو......!“ ارم نے ہاتھ سامنے کیا۔
”سوری۔ آج جمعرات نہیں ہے۔“ وہ بے نیازی سے گویا ہوا۔
”نکالتے ہو یا ابو کو بلاؤں۔“
”ندیدی...... بھوکی......!“ اس نے جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور بڑی سی چاکلیٹ نکال کر ہتھیلی پر رکھ دی۔ ارم کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔
”یہ کیا...... تم آدھی رات تک دوستوں کے ساتھ تکے اڑاؤ، اور میرے لیے صرف ایک چاکلیٹ...... کوئی برگر...... کوئی پزا...... کچھ بھی نہیں۔ یعنی آدھی رات تک جاگنے کا صلہ، محض ایک چاکلیٹ......“
”اب کیا پوری دکان اٹھا لاتا۔“
”یہ بھی تم ہی کھا لو۔“ وہ ناراض ہو گئی اور عبید کے ہاتھ پاؤں چھوٹ گئے۔
”اچھا سوری یار! کل تمہیں پزا کھلانے لے جاؤں گا۔“
وہ ہمیشہ جلدی مان جاتی تھی۔ فوراً ہی بہل گئی۔
”ثانیہ کو بھی لے جائیں گے۔“
”بالکل نہیں...... اتنا کھاتی ہے۔ بل بڑھ جائے گا۔“
اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی ارم نے آنکھ سے ٹپکے آنسو کو ہتھیلی میں جذب کر لیا اور لیٹ گئی۔
وقت کے ساتھ سب کچھ ہی بدل جاتا ہے۔
اس بات کا احساس ثانیہ کو بھی ہوا تھا۔

جب چہرے سے میک اپ صاف کرنے سے پہلے اس نے عادتاً اپنے موبائل پر آئے میسجز چیک کیے۔

"مبارک ہو، میری اور وسیم کی منگنی کی ڈیٹ فکس ہوگئی ہے۔"

نتاشا کا میسج...... ثانیہ کی آنکھیں تحیر و رنج سے پوری کھل گئیں۔

منگنی...... وسیم اور نتاشا کی...... اس کے مشورے کے بغیر......

کیا وقت نے الٹا چلنا شروع کر دیا ہے۔

وہ شاکڈ تھی۔

☆......☆......☆

ایسا دماغ ہوا تھا رات سے کہ جلدی میں دو انڈے فرائی کیے۔ سلائس رکھے اور ٹرے اٹھالی۔ ساتھ والے چولہے پر آسیہ آلو کے پراٹھے بنا رہی تھیں۔ ایسا روکھا سوکھا ناشتا دیکھ کر ممتا تڑپ گئی۔

"بیٹا! دو منٹ رک جاؤ۔ یہ پراٹھا بن رہا ہے، وہ لے جاؤ۔"

ثانیہ کے جواب دینے سے پہلے ہی عبید اور توفیق صاحب ایک ساتھ کچن میں داخل ہوگئے۔

"ناشتا......" ثانیہ نے جلدی سے قدم بڑھائے۔ مطلب یہ تھا کہ ناشتا لے کر جا رہی ہوں۔ تم بھی آجاؤ۔

"یہیں رکھ دو۔" وہ توفیق صاحب کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا۔ ثانیہ نے بدمزہ ہوکر ٹرے میز پر رکھی۔ عبید نے ایک نظر ٹرے پر ڈالی اور مسکرا دیا۔

"تمہارے فرائی انڈے تو کھالوں گا مگر امی کے پراٹھے کے ساتھ...... اب آلو کا پراٹھا کون کافر چھوڑے۔"

اس نے باپ کے لیے کرسی کھینچی پھر خود بھی بیٹھ گیا۔

"یاد ہے امی کے پراٹھوں کے لیے کیسے ناشتا چھوڑ کر بھاگتی تھیں۔ خوشبو دیوار کے اس طرف اور یہ دیوار کے اس طرف۔"

سب ہنس دیے..... ثانیہ کو برا لگا تو ٹرے اٹھا لی۔

''کیا ہوا؟'' عبید نے حیرت سے دیکھا۔

''مجھے کچھ ہلکا پھلکا کھانا ہے۔''

''کھا لو یار! کچھ نہیں ہوتا۔'' عبید نے اصرار کیا۔

''مجھے ہوتا ہے۔'' وہ کہہ کر ٹرے اٹھا کر چلی گئی۔ عبید ہلکا سا شرمندہ ہوا۔ مگر خاموشی سے اس پراٹھے کی طرف متوجہ ہوا جو ماں نے سامنے رکھا تھا۔

''آہستہ آہستہ عادت ہو جائے گی..... ابھی سختی نہیں کرنا چاہتا۔'' عبید کی آواز مدھم تھی۔

''کوئی بات نہیں..... وقت کے ساتھ ساتھ سب معاملات ترتیب پا جاتے ہیں۔'' توفیق صاحب نے تسلی دی۔

''خود بھی تھوڑا وقت فیملی کو دو۔ بیوی کو بھی ساتھ لایا کرو۔ اسی طرح گھر کا ماحول بنتا ہے۔'' انہوں نے ہلکے پھلکے لہجے میں احساس دلایا کہ وہ کچھ دنوں سے کیسے سب سے کٹ کر رہ رہا ہے۔ عبید نے شرمندگی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆......☆......☆

''کسی کو میرا احساس بھی ہے۔ وسیم کی نتاشا کے ساتھ منگنی کی خبر جب میرے گھر جائے گی تو میرے سسرال والے کیا کہیں گے۔'' ثانیہ نے گھر جاتے ہی ہنگامہ اٹھا دیا۔

اس طرح اس پر لگایا ارم کا الزام سچ ہی ثابت ہوگا۔

''میری منگنی اب کیا ان کی مرضی سے ہوگی۔'' وسیم نے بھنویں اچکا کر بہن کو دیکھا۔ دادی الگ منہ پھلائے بیٹھی تھیں۔ انہیں نتاشا ویسے ہی پسند نہ تھی۔ نادرہ کو اس بات کا قلق تھا کہ وسیم نے سارے معاملات بالا ہی بالا طے کر لیے تھے۔ کب اس کی نتاشا کے ساتھ اتنی انڈر اسٹینڈنگ ہوئی، کسی کو خبر نہ ہوئی۔ خود ثانیہ بھی بے خبر تھی۔

''آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں وسیم بھائی! وہ لوگ تو شاید اب بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم لوگ

دوبارہ رشتہ لے کر جائیں۔"

وسیم کی تیوری چڑھ گئی۔

"یہ تو اب ممکن ہی نہیں اور میں یہ بات ارم کو کھل کر بتا چکا ہوں۔"

ثانیہ ٹپٹا گئی۔

"آپ کی ارم سے بات ہوئی؟"

"میری نتاشا سے ساری بات ہوگئی ہے۔ منگنی کا فنکشن اس کے گھر میں ہوگا۔ تم کوئی بھی بہانا بنا کر آ جانا۔ اور یہ بھی صرف تمہاری خاطر...... تاکہ تمہیں کوئی مسئلہ نہ ہو۔ لیکن ظاہر ہے، میں نتاشا سے شادی کروں گا تو یہ بات چھپ تو نہیں سکتی۔ تمہارے پاس کچھ دن ہوں گے۔ اپنے گھر کے معاملات خود سیٹ کرو۔ کیونکہ میں تمہاری وجہ سے بلیک میل نہیں ہوں گا۔ یہ میری زندگی ہے اور اس کے فیصلے میں خود کروں گا۔"

وہ ارم کے ذکر کو گول کر کے دوٹوک لہجے میں بولا۔

سب ہکابکا رہ گئے۔

دادی نے جتاتی نظروں سے سب کو دیکھا۔

"جب سب کچھ طے ہی کر لیا ہے تو جاؤ بیاہ کر بھی لے آؤ" نادرہ بھڑک اٹھیں۔ "ایسی بے باک لڑکی کہ شادی بیاہ کے معاملات خود ہی طے کرتی جا رہی ہے۔"

"تو کیا ہوا؟ ثانیہ نے بھی تو یہی سب کیا تھا" دادی نے بھگو کر ماری۔ اور سب کو بڑے زور سے لگی۔ نادرہ اور ثانیہ نے ایک ساتھ بولنا شروع کر دیا۔

شبیر غصے سے دھاڑے۔

"بس چپ کرو۔ جب تم لوگ فکر نہ کرو گے تو وہ خود ہی فکر کرے گا۔ یہ لوگ آتے ہیں یا نہیں آتے، میں چلوں گا تمہارے ساتھ...... ان ماں بیٹی کے دل میں تو تمہیں دلہا بنتے دیکھنے کا ارمان ہی نہیں ہے، تمہیں کنوارا ہی بوڑھا کر دیں گے۔"

''اس سارے واویلے کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہونے والا۔ آپ لوگ تیاریاں کریں۔ اب یہ ثانیہ کو پتا ہوگا اس نے اپنے سسرال والوں کو کیسے سنبھالنا ہے۔'' وہ بات ختم کر کے اٹھ گیا۔

''دیکھا کم بخت نے کیسے قابو میں کیا ہے۔'' نادرہ رونے بیٹھ گئیں۔

''جیسے تمہاری بیٹی نے۔'' دادی نے یہ جملہ دل میں ہی کہا تھا۔

ثانیہ کے اندر غصے سے آگ بھڑکنے لگی۔

''نتاشا......'' اس نے بہت زور سے مٹھی بند کی۔ جیسے نتاشا کی گردن مروڑی ہو۔

☆......☆......☆

''کیا مطلب؟ ارم نے ابھی تک تمہاری جان نہیں چھوڑی؟'' نتاشا نے بھاپ اڑاتے سوپ کے پیالے سے نظریں ہٹا کر سامنے بیٹھے وسیم کو دیکھا۔ ریسٹورنٹ کے گرم آسودہ ماحول میں خوراک کی خوشبو۔ دھیمی آوازیں اور برتنوں کی کھنک گھل مل گئی تھی۔

''اتنا بے وقوف تو نہیں ہوں کہ مجھے کھلونا سمجھ کر کھیلتی رہے گی۔ بھول ہے اس کی۔''

نتاشا نے اسے غور سے دیکھا اور مسکرا دی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر وہ دونوں اس مقام تک آئے تھے تو اس میں نتاشا کا ہی ہاتھ تھا۔ جس نے خود وسیم سے رابطہ کیا۔ ورنہ وہ خود تو کبھی بھی یہ جرأت نہ کرتا۔

''تمہاری بہن کی سسرال کا معاملہ ہے۔'' نتاشا نے ہمدردی سے کہا۔

''میری بہن میں اتنے گٹس ہیں کہ اس سچویشن کو سنبھال لے۔ ارم انکار کر چکی ہے۔ اب انہیں کوئی حق نہیں کہ ہمارے معاملات میں دخل اندازی کریں۔ عبید سمجھدار انسان ہے اور ثانیہ سے محبت بھی بہت کرتا ہے۔ پتا نہیں ثانیہ گھبرا کیوں رہی ہے۔'' وسیم نے کندھے اچکائے۔

''محبت تو تم بھی ارم سے کرتے تھے۔''

نتاشا کی بات پر وسیم نے ہاتھ روک کر نتاشا کو دیکھا۔

''مگر وہ ویسی نہیں نکلی جیسا میں نے اسے سمجھا تھا۔''

''اگر میں بھی ویسی نہ نکلی جیسا تم نے مجھے سمجھا ہے۔'' نتاشا کی بڑی بڑی آنکھوں میں سوال اور تبسم گڈمڈ ہو گیا۔

''قسمت مجھے دوسری بار بھی دھوکا دے گی؟'' وسیم سنجیدہ تھا۔

''ہرگز نہیں......'' نتاشا نے بے ساختہ کہا۔

''مجھے بھی یہی لگتا ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''فکر نہ کرو۔ مجھ سے شادی گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔''

''میں سودا نہیں کر رہا۔ رشتہ بنا رہا ہوں۔ مجھے تم سے صرف محبت اور اعتبار چاہیے نتاشا۔''

''وسیم! تم کبھی کسی بھی معاملے میں مجھے خود سے الگ نہیں پاؤ گے۔''

نتاشا نے ہاتھ بڑھایا تو وسیم نے تھام لیا۔

☆......☆......☆

عبید نے تصویر کو چٹکی میں پکڑ کر اپنی آنکھوں کے سامنے بلند کیا...... وہ یوں جائزہ لے رہا تھا گویا ایکسرے کر رہا ہو۔ ارم نے جز بز ہو کر چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ آسیہ کو بیٹے کے انداز پر ہنسی آ گئی۔

''امی! لڑکا تو......'' وہ متذبذب تھا۔

''کیا ہوا......؟ اچھا نہیں لگا؟'' آسیہ کو قدرے حیرت ہوئی جبکہ تصویر اور تمام معلومات کی روشنی میں عبید کو فوراً پسند آ جانا چاہیے تھا۔

''بہت زیادہ اچھا ہے۔'' اس نے بے یقینی سے ارم کو دیکھا۔

آسیہ نے عبید کے کندھے پر چپت لگائی۔

''تمہارے ولیمے میں بھی آیا تھا۔ ماں تو بزرگ اور بیمار خاتون ہیں، وہ نہیں آ سکتی تھیں۔''

''ہاں کچھ یاد تو ہے۔'' پھر آنکھ سے ارم کو اشارہ کیا۔ ''اس کو دکھایا؟''

انہوں نے نفی میں گردن ہلائی۔

''دیکھو گی...... دکھاؤں؟'' وہ مائل بہ شرارت ہوا...... ''چپ کیوں ہو؟ بولو نا...... ارے یہ تو شرما

رہی ہے۔"

ارم کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔

"کیوں تنگ کر رہے ہو؟"

"اچھا یہ لو، دیکھ لو۔" اس نے تصویر عین ارم کے سامنے کی۔

ارم نے بنا دیکھے تصویر کو جھپٹ کر دو ٹکڑے کیا اور میز پر پھینک دیا۔ "مجھے شادی نہیں کرنی۔"

وہ دونوں متحیر رہ گئے۔

"نہ مجھے شادی کرنی ہے اور نہ کوئی میرے لیے رشتہ لے کر آئے۔"

وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"ارم......!" عبید نے حیرت سے پکارا۔ مگر وہ بنا کچھ سنے وہاں سے بھاگ گئی۔

"یہ اتنی بدتمیز تو کبھی نہیں تھی۔" آسیہ کو غصہ آ گیا۔

"ہو سکتا ہے، اسے لڑکا پسند نہ آیا ہو۔"

"اس نے تصویر دیکھی کب ہے اور انکار کا یہ کون سا طریقہ ہے۔" انہوں نے میز پر پڑے تصویر کے ٹکڑوں کو دیکھا۔

"امی! پریشان کیوں ہو رہی ہیں۔ میں بات کرتا ہوں۔" وہ انہیں تسلی دے کر اٹھ گیا۔ "آخر اس ردعمل کی کوئی تو وجہ ہو گی۔"

("کہیں وہ وسیم ......")

آسیہ نے اپنی سوچ کو وہیں لگام دے دی۔ انہیں خود بھی اپنی سوچ پر یقین نہ تھا۔

"پلیز! اب وجہ پوچھنے مت لگ جانا۔ کوئی وجہ نہیں ہے۔" عبید کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر ہی ارم نے چڑ کر کہا۔ وہ بیڈ کے کنارے بیٹھی ایک پیر اضطراری انداز میں فرش پر مار رہی تھی۔ "اور تمہیں میرے انکار پر حیرت کیوں ہے؟"

عبید خاموشی سے آ کر پاس بیٹھ گیا۔

"انکار پر نہیں، ردعمل پر حیرت ہے۔ آرام سے بات ہو سکتی تھی مگر اس طرح تصویر پھاڑنا......"

"عبید! یہ میری زندگی ہے تو فیصلے کا اختیار بھی میرا ہونا چاہیے۔ مجھ سے میری رائے پوچھی میں نے رائے دے دی۔"

"تمہیں کس بات پر غصہ ہے؟" عبید نے اسے غور سے دیکھا۔

"نہیں ہے غصہ......" وہ جھنجھلا گئی۔ "بس اتنا چاہتی ہوں کہ جس طرح تم نے اپنی زندگی کا فیصلہ خود کیا ہے، میں بھی خود کروں۔ یا پھر کہہ دو کہ مجھے صرف حکم سنایا گیا ہے۔ میں چپ چاپ سر جھکا دوں گی۔"

عبید کھڑا ہو گیا۔

"ٹھیک ہے۔ شاید تم ابھی کھل کر بات کرنا نہیں چاہتیں۔ ہم بعد میں بات کر لیں گے لیکن یاد رکھنا، ہم لوگ تمہاری مرضی کے بغیر کچھ بھی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"شکریہ......!" لیکن اس کے شکریہ میں بھی طنز تھا۔

عبید گہری سانس لے کر چلا گیا۔

ارم نے سلگتی نگاہوں سے اسے جاتے دیکھا۔ اس کے ذہن میں عجیب ابال سا اٹھ رہا تھا۔

☆......☆......☆

"یہ وسیم پر کیا جادو کیا ہے جو تمہاری ہر بات مانتا جا رہا ہے؟" اس کے لہجے میں حسد تھا۔ جلن تھی۔ اس کے عین سامنے بیٹھی نتاشا نے مسکراہٹ ضبط کرتے بظاہر سادگی سے جواب دیا۔

"وہی جو تم نے عبید پر کیا ہے۔"

"وہ میرا شوہر ہے۔" ثانیہ کو برا لگا۔

نتاشا تیز لڑکی تھی۔ اس کا دل نہیں تھا کہ اسے بھابھی بنائے۔ مگر اب جو کچھ اور جس طرح ہو رہا تھا، اسے نتاشا سے ملنا پڑا...... تب ہی اس کے گھر چلی آئی۔

"وسیم بھی ہو جائے گا...... شوہر" وہ کہہ کر ہنس دی۔

ثانیہ نے خود کو بے آرام سا محسوس کیا۔

''اگر وسیم کو پتا چل گیا کہ اس دن تمہاری وجہ سے ارم نے انکار کیا ہے کیونکہ تم نے وہاں آ کر ہنگامہ......''

''نہیں میری جان! تم اس بات سے گھبرا رہی ہو کہ اگر وسیم کو یہ پتا چل گیا کہ میں نے وہ ہنگامہ تمہارے کہنے پر کیا ہے۔''

ثانیہ کی رنگت متغیر ہوئی۔

''لیکن اسے بتائے گا کون؟'' نتاشا نے جملہ مکمل کیا۔ ثانیہ نے اسے دل ہی دل میں نجانے کتنی گالیاں دیں۔

''تم سناؤ۔ سسرال کے معاملات کیسے چل رہے ہیں؟'' نتاشا نے موضوع بدل دیا اور سسرال پر بولنے کے لیے ثانیہ کے پاس بہت کچھ تھا۔

''شادی کے بعد سارے مرد ایک جیسے ہی ہو جاتے ہیں۔''

''جوائنٹ فیملی میں یہی مسئلہ ہے۔ ماں کو بھی وقت دو۔ بہن کا بھی خیال رکھو۔ تم علیحدہ رہ رہی ہوتیں تو یہ مسائل نہ ہوتے۔'' نتاشا نے ہمدردی سے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔''

''اچھا موڈ ٹھیک کرو۔ شاپنگ پر چلتے ہیں۔'' نتاشا فوراً کھڑی ہو گئی۔

''نہیں بھئی، پھر کسی نے دیکھ لیا تو......''

''کوئی نہیں دیکھے گا۔ ہم جہاں جائیں گے، وہاں تمہاری ارم نے کبھی قدم بھی نہیں رکھا ہوگا۔''

☆......☆......☆

''اتنی ساری چیزیں......'' نادرہ کی آنکھیں کھل گئیں۔

''نتاشا نے لے کر دی ہیں۔ میں نے تھوڑی کہا تھا۔'' ثانیہ نے بال جھٹکے۔ نتاشا نے اس کی کٹنگ کروادی تھی جس سے وہ مزید ینگ اور اسٹائلش لگنے لگی تھی۔

''اور امی...... جو سامان اس نے ساس نندوں کو دینے کے لیے لیا ہے۔'' وہ ایک دم پرجوش ہوئی۔ ''برانڈڈ سوٹ...... بیگز......''

''ساتھ نہیں لائی......'' نادرہ نے اشتیاق سے شاپنگ بیگز میں جھانکا۔

''وہ تو منگنی پر دیں گے۔''

''اچھا......اب جا کر گھر میں ذکر نہ کر دینا بے دھیانی میں۔''

''پاگل نہیں ہوں۔'' وہ سامان سمیٹنے لگی۔ تب ہی شبیر چلے آئے۔ ثانیہ کو دیکھ کر حیرت سے پوچھنے لگے۔

''تم آج پھر یہیں ہو۔''

''ابا! آپ میرے ہر بار آنے پر اعتراض کرتے ہیں۔ میں نے آنا ہی چھوڑ دینا ہے۔''

''احسان ہوگا ہم پر۔'' انہوں نے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ نادرہ کو تاؤ آگیا۔

''ساری عمر مجھے تو میکے جانے نہ دیا۔ اب کیا بیٹی پر بھی پابندی لگاؤ گے۔ میرا باپ بیمار تھا تو دس دن نہ رکنے دیا۔ ماں مری تو قل خوانی کے بعد کہنے لگے کہ گھر چلو......''

''نہ تو اس کا باپ بیمار ہے، نہ اس کی ماں مر رہی ہے۔ اس لیے اپنے گھر جاؤ۔''

شبیر ابھی ابھی دادی کے پاس بیٹھ کر آئے تھے۔ انہوں نے ہی سمجھایا تھا۔

''یہی حال رہا تو لڑکی نہیں بسنے والی...... وہ لوگ کب تک برداشت کریں گے۔''

''جا رہی ہوں......اب نہیں آؤں گی۔'' وہ غصے سے شاپر سمیٹ کر چلی گئی۔

''ہمیشہ بیٹیوں کو ناراض کر کے گھر سے بھیجا ہے۔ رابعہ کو بھی ہاتھ پکڑ کر چھوڑ کر آتے تھے۔'' نادرہ کی آواز بھرا گئی۔

رابعہ کے نام پر ایک لمحے کو شبیر کو چپ لگ گئی۔

''رابعہ کی دفعہ میں غلط تھا۔'' انہوں نے شاید پہلی بار اپنی کوئی غلطی تسلیم کی تھی۔ نادرہ اپنا رونا بھول گئیں۔

''اب تم غلط ہو۔ اسے اپنے گھر میں دل لگانے دو نادرہ! کل کو اس گھر میں بہو نے بھی آنا ہے۔ یہ ہر وقت یہاں رہے گی تو خوامخواہ بدمزگی ہوگی۔''

''ہائے ہائے..... وہ کون ہوتی ہے۔ میری بیٹیوں کے یہاں آنے پر برا ماننے والی۔'' وہ تو بھڑک ہی گئیں۔

☆......☆......☆

''اگر یہ جواب ہے تو میں سوچ سکتا ہوں وہ کس قدر پریشان ہے۔'' توفیق نے پھٹی ہوئی تصویر دیکھ کر کہا۔

''وہ ہمیں پریشان کر رہی ہے۔ عبید! تم نے اس سے بات کی؟'' آسیہ نے تشویش سے پوچھا۔

''وہ ابھی بات کرنا نہیں چاہتی۔'' عبید نے کندھے اچکائے۔

''ابھی ضرورت بھی نہیں ہے، اسے وقت دو۔ میں خود بات کرلوں گا۔'' توفیق صاحب نے کہا تو دونوں خاموش ہو گئے۔

ثانیہ نے ان سب کو وہاں دیکھا اور خاموشی سے کمرے میں آ گئی۔ اسے اپنی شاپنگ ٹھکانے لگانا تھی۔ عبید نے نہانا تھا۔ ماں سے فرمائش کر دی کہ سر میں تیل لگا دیں۔ وہ خوشی خوشی مالش کرنے لگیں۔

''تمہارے اور ثانیہ کے درمیان کوئی بات ہوئی ہے؟'' آسیہ نے اچانک ہی پوچھ لیا۔ توفیق صاحب چونکے۔ عبید چپ سا ہو گیا۔

''کیوں؟''

''پہلے تم کبھی اتنی دیر تک ہمارے درمیان نہیں بیٹھے۔ اب وہ سارا دن میکے میں گزارتی ہے، تم ہمارے پاس بیٹھے رہتے ہو۔''

''میں تو بیلنس کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ پہلے چوبیس گھنٹے اس کے ساتھ لگا رہتا تھا۔''

''تو بیٹا جی، یہ بیلنس تو نہ ہوا۔ ہمارے ساتھ رہ کر اسے نظر انداز کرو، اس کے ساتھ رہ کر ہمیں...... تو یہ توازن تو نہیں۔'' توفیق صاحب نے نرمی سے ٹوکا۔ ''وقت کو تقسیم کرنا سیکھو۔ جب

ہمارے ساتھ بیٹھنے آتے ہو تو اسے بھی ساتھ لے آیا کرو، اسی طرح اجنبیت ختم ہو گی۔"

"اجنبیت ہونی تو نہیں چاہیے۔ اچھا بھلا گھر پر توجہ دینے لگی تھی۔ اب پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔" آسیہ الجھ کر بولیں۔

بات تو کچھ خاص نہ تھی۔

یہ اس سے دوسرے دن کی بات تھی جب عبید نے ماں کے ہاتھ کے پراٹھے کھائے تھے۔ اور ثانیہ ٹرے کمرے میں لے گئی تھی۔ عبید نے اگلے دن جگانا چاہا تو اس نے ہاتھ ہی جھٹک دیا۔

"کیا ہوا؟ ناشتہ بنا دو۔"

"جا کر ماں کے ہاتھ کے پراٹھے کھاؤ۔ میرے سوکھے سلائس کھا کھا کر تو بور ہو گئے ہو۔"

"ہاں تو تم بھی ساتھ شامل ہو جاؤ۔ اچھا بھلا ماحول ہوتا ہے۔ بہترین روٹین بنی ہے، سب ہنستے بولتے ناشتا کرتے ہیں۔" عبید نے سرسری سے لہجے میں کہا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ سوئی جاگی آنکھوں میں بلا کا غصہ تھا۔

"میں نے تمہارے ساتھ شادی روٹین لائف گزارنے کے لیے نہیں کی۔ میرے کچھ خواب، میری کچھ خواہشیں تھیں۔"

ٹائی باندھتا عبید زچ ہو کر مڑا۔

"تو یار! میں نے تمہاری کون سی خواہش پوری نہیں کی۔ ہنی مون منا آئے۔ سارے خاندان کی دعوتیں کھا لیں۔ سارا شہر گھوم لیا...... میں آفس سے کتنا بھی تھکا ہارا آیا۔ تم نے کہا، باہر چلنا ہے۔ میں لے کر گیا۔ آدھی رات تک سڑکوں پر آوارہ گردی بھی کر لی۔ حالانکہ مجھے اگلے دن آفس بھی جانا ہوتا تھا۔ صرف اس لیے کہ تمہاری کوئی خواہش ادھوری نہ رہے۔"

"ہاں تو کیا احسان کیا ہے؟ بیوی ہوں تمہاری...... میرا حق ہے۔"

"تو ثانیہ بیگم! میرے بھی کچھ حقوق ہیں۔ میری بھی کچھ خواہشیں ہیں۔ اگر فرصت ہو تو کسی دن وہ بھی سن لینا۔" وہ تلخی سے کہہ کر کمرے سے نکل گیا تھا۔

بس اسی دن سے وہ منہ پھلائے پھر رہی تھی۔ عبید نے بھی پروا نہیں کی۔

ماں کی نرم انگلیوں کی تاثیر روح میں اتر رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

''سکون آ رہا ہے۔''

''بہت...... بس کریں۔'' عبید نے ماں کا ہاتھ پکڑا۔ تب ہی ارم آئی۔ ماں کو دیکھا کہ کام ختم ہو گیا ہے تو تیل وغیرہ اٹھانے لگی۔ مگر ششدر سی رہ گئی۔

ماں نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔

وہ اس سے ناراض تھیں۔

قسط نمبر 16

''امی! آپ سب مجھ سے کیوں ناراض ہیں؟''

''ہاں ہمیں تو ناراض ہونے کا بھی حق نہیں ہے۔''

آسیہ کے لہجے نے تصدیق کی مہر لگائی۔ وہ واقعی میں بہت ناراض تھیں۔

''آپ نے رائے مانگی، میں نے رائے دے دی۔ اس میں اتنا خفا ہونے والی کون سی بات ہے۔ مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔'' ارم کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔

''کیوں؟'' آسیہ نے فوراً پوچھا۔

عبید اٹھ کر صوفے پر جا بیٹھا، ارم کے پاس جواب نہیں تھا۔

''مجھے معقول وجہ بتا دو۔ تمہیں پڑھانے لکھانے کے بعد اب ہمارا یہی فرض ہے کہ وقت پر کوئی اچھا انسان دیکھ کر تمہاری شادی کر دیں۔ تمہیں شادی نہیں کرنی تو وجہ بتا دو۔ تا کہ مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ تم یہ وسیم کی وجہ سے نہیں کر رہیں۔''

ارم نے بے یقینی سے ماں کو دیکھا۔ وہ اتنی بڑی بات کیسے کہہ سکتی ہیں۔ خود عبید کو بھی برا لگا۔

ارم کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ اس سے قبل کہ چھلک بھی جاتا وہ تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔

''امی! کیا ضرورت تھی اس سے یہ کہنے کی۔'' عبید نے جھنجلا کر کہا۔ آسیہ خاموشی سے کٹوری کے کنارے پر لگا تیل انگلی سے صاف کرتی رہیں۔ عبید اٹھ گیا۔

''تم ارم سے کوئی بات نہیں کرو گے۔'' آسیہ نے بے اختیار ٹوکا۔

''اور کیوں؟''

''کبھی کبھی کچھ چیزوں اور معاملات کو سامنے لانے کے لیے سختی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ وہ ذہن پہ سوار ہی رہتی ہیں۔ زندگی ماں کی گود ہے یا بچپن کا پالنا، جسے وہ جھولتی چلی جائے گی۔ زندگی ذمہ داریاں اٹھانے کا نام ہے۔'' آسیہ کا لہجہ سنجیدہ اور مدہم تھا۔

''وہ خود کو ابھی اس قابل نہیں سمجھ رہی۔''

''اسے اسی قابل تو بنا رہی ہوں۔'' انہوں نے خود کلامی کی۔

عبید کی کچھ سمجھ میں آیا یا نہیں، مگر جھنجھلا کر وہاں سے چلا گیا۔

آسیہ نے گہری سانس بھری اور سامان سمیٹنے لگیں۔

☆......☆......☆

وہ کمرے میں داخل ہوئیں تو ارم بیڈ پر خاموش بیٹھی تھی۔ ماں کو دیکھا تو کتاب اٹھالی۔

''آج میرے منہ سے یہ بات سن کر بہت برا لگا نا تو کل کو کسی اور کے منہ سے سن کر کیسا محسوس ہوگا؟''

''کون کہے گا؟'' ارم نے ناراضی سے ماں کو دیکھا۔

آسیہ پاس آکر بیٹھ گئیں۔ ارم کے ہاتھ سے کتاب لے کر سائیڈ پر رکھ دی۔

''کتابوں میں لکھی ساری باتیں سچ نہیں ہوتیں، کبھی کبھی ہم اپنی خواہش کے مطابق انجام بدل دیتے ہیں۔ آج جو بات میں نے تم سے کہی ہے، کل کو بار بار ثانیہ کہے گی۔''

''ثانیہ کے ڈر سے میں کوئی بھی رشتہ قبول کر لوں۔'' ارم کو غصہ آ گیا۔

''ہم کیا تمہیں اندھے کنوئیں میں دھکا دیں گے؟ ٹھیک ہے تمہیں یہ رشتہ پسند نہیں ہم کوئی اور دیکھ لیتے ہیں۔''

''مجھے شادی نہیں کرنی۔''

''کیوں؟''

''آپ لوگوں کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی۔'' ہلکے سے تذبذب کے بعد ارم نے بولنا شروع کیا۔

''ساتھ رہنا چاہتی ہوں، آپ کا خیال رکھنا چاہتی ہوں۔''

''ہمارے پاس ہمارا بیٹا ہے۔''

''میں آپ کے معاملے میں ثانیہ اور عبید پر اعتبار نہیں کر سکتی۔'' وہ دبے دبے لہجے میں چلائی۔

''اچھا، تو اس لیے ساری زندگی ہمارے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔''

آسیہ نے حیرت سے اسے دیکھا تو اس نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ آسیہ کو ہنسی آگئی۔

''جانتی تھی ایسی ہی کوئی بچکانہ وجہ ہوگی۔''

''آپ ہنس کیوں رہی ہیں؟''

''تمہاری بے وقوفی پر۔ ثانیہ اور عبید پر بھروسا نہیں، نہ سہی...... اللہ پر تو یقین رکھو۔ اور ہم کوئی اتنے بوڑھے تو ہیں نہیں کہ اپنا خیال خود نہ رکھیں۔ اللہ ہمارے ہاتھ پاؤں سلامت رکھے، تم ہماری زندگی میں اپنے گھر کی ہو جاؤ، ہمارے لیے اس سے زیادہ سکون اور خوشی کی بات ہو ہی نہیں سکتی۔'' وہ ذرا سا رکیں۔ ''کیونکہ خود اس بات پر غور کرو۔ جو بھائی اور بھابھی آج تمہارے نہیں ہیں، وہ کل کو تمہارے کیا ہوں گے۔''

وہ بہت دیر تک بیٹھی اسے زمانے کی اونچ نیچ سمجھاتی رہیں۔

ارم قائل ہوئی یا نہیں، لیکن خاموشی سے سنتی ضرور رہی۔

☆......☆......☆

''اب بیڈ پر مت بیٹھنا، تیل کی اسمیل ہی نہیں جائے گی۔ اور بیڈ کراؤن بھی خراب ہوگا۔''

وہ بیڈ پر بیٹھنے ہی لگا تھا کہ ثانیہ نے ٹوک دیا۔ وہ رک سا گیا۔ گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ نکھری نکھری سی دل میں اتر گئی۔ وہ تسلی سے بیٹھ گیا۔

''کوئی بات نہیں، کون سا تمہارے جہیز کا بیڈ ہے۔'' عبید نے اپنے تئیں مذاق کیا تھا۔ ثانیہ کو سراسر طنز لگا۔

''بہت خوب...... آدھا دن اپنے گھر والوں کے ساتھ گزار کر جہیز کا طعنہ بھی دینے لگے۔''

''کیا ہو گیا۔ مذاق کر رہا تھا۔'' عبید کو ہلکی سی شرمندگی ہونے لگی۔ ''اب تو تمہیں میری ہر بات ہی بری لگنے لگی ہے۔''

''تم باتیں ہی ایسی کرتے ہو۔'' عبید نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''کیوں دور دور رہتی ہو؟''

''میں دور رہتی ہوں یا تمہیں اپنے گھر والوں کا خیال زیادہ آنے لگا ہے۔ سارا سارا دن ان کے ساتھ لگے رہتے ہو۔''

''تم بھی تو پورا دن اپنے گھر میں ہوتی ہو۔''

''میں تو تمہیں اسپیس دے رہی تھی مجھ سے بور جو ہو گئے ہو۔''

''کوئی اتنی پیاری بیوی سے بور ہو سکتا ہے۔'' عبید نے قریب ہونا چاہا۔ ثانیہ نے ناک چڑھا لی۔ اسے تیل کی بو اچھی نہیں لگتی تھی۔

''چلو باہر چلتے ہیں۔ تمہارا موڈ بہتر ہو جائے گا۔''

''اس حلیے میں......؟''

''شاور تو لینا ہی ہے۔''

''کھانا بھی باہر کھائیں گے۔'' اس نے فوراً فرمائش جڑ دی۔ ثانیہ کا بس چلتا تو مہینے کے تیس دن کھانا باہر کھاتی۔

''کھانا......'' عبید تذبذب کا شکار ہوا۔ ''یار باہر کا کھانا کھا کر تو میرا پیٹ خراب ہو گیا ہے۔''

''میرا تو نہیں ہوتا۔ صاف کہہ دو کہ گھر میں فرمائش کی ہے۔''

''بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔'' عبید نے بے چارگی سے کان کھجایا۔

''تو پھر جانے کی بھی کیا ضرورت ہے۔'' وہ چڑ کر اٹھ گئی۔ عبید نے بے بسی سے اسے جاتے دیکھا۔

''کب سدھرے گی یہ لڑکی......''

مگر وہ سدھرنے والی کہاں تھی۔ وہی روش، وہی روٹین......

آسیہ کو سب سے برا تب لگتا جب وہ کچھ بھی بتائے بغیر گھر سے نکل جاتی۔ بس اس کی تیاری سے اندازہ ہوتا کہ وہ میکے جا رہی ہے یا کہیں اور...... تب ہی تو وہ ٹوکے بغیر رہ ہی نہ سکیں۔

''گھر کی بڑی ہونے کے ناتے مجھے اتنا تو پتا ہونا چاہیے کہ میری بہو کہاں جا رہی ہے۔''
سرخ اسٹائلش لباس میں ملبوس کہیں جانے کے لیے بالکل تیار ثانیہ کو تاؤ ہی آ گیا۔
''میرے شوہر کو پتا ہے۔ اب کیا سارے محلے کو پکڑ کر بتاؤں؟''
آسیہ کو چپ ہی لگ گئی۔ اس درجہ بدتمیزی پر ششدر...... وہ تو کچھ بول ہی نہ سکیں۔ ارم سے برداشت ہی نہ ہوا۔
''امی سے کس لہجے میں بات کر رہی ہو؟''
''ایک تو یہاں ایک سے بڑھ کر ایک ناصح موجود ہے۔ اب تمہیں کیا تکلیف ہے۔''
آسیہ کو احساس ہوا اس کا چپ رہنا زیادہ بہتر ہے۔ اس کی بدزبانی برداشت کرنا بہت مشکل......
''بدتمیز تو پہلے ہی تھیں۔ یہ اندازہ نہیں تھا کہ بڑوں سے بات کرنے کی بالکل ہی تمیز نہیں ہے۔''
برداشت تو ارم میں بھی نہیں رہی تھی۔
''تم سکھاؤ گی تمیز......''
''بس کرو...... کیا جاہلوں کی طرح لڑنے لگی ہو۔'' آسیہ نے گھبرا کر دونوں کو ٹوکا۔
''آپ کی تربیت بول رہی ہے۔'' ثانیہ نے دانت پیستے کہا۔
''منہ بند رکھو۔'' ارم غصے سے چلائی۔ اس کا ماں سے اس لہجے میں بات کرنا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔
''تم میری خوشیوں سے جلتی ہو۔ خود تو تمہیں کوئی پوچھتا نہیں، تو اب میں اور میری خوشیاں برداشت نہیں ہو رہیں۔'' یہ بہت دنوں کا لاوا تھا۔ عبید کا اپنے گھر والوں کی طرف جھکاؤ۔ وہ اندر ہی اندر کڑھتی رہی تھی۔
''تمہاری ان گھٹیا باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ اور تمہاری خوشیوں کو جلانے کے لیے تمہاری حرکتیں ہی کافی ہیں۔'' ارم کی زبان کی دھار بھی کافی تیز تھی۔
''اپنی حد میں رہو۔'' ثانیہ چلائی۔
آسیہ ہکا بکا رہ گئیں۔ دونوں کو نجانے ایک دوسرے پر کس بات کا غصہ تھا۔

''بس کرو۔ ثانیہ! جاؤ تم جہاں بھی جا رہی ہو۔'' آسیہ نے جان چھڑانا چاہی۔

''ہاں مجھے بھیج دیں۔ اپنی لاڈو سے کچھ مت کہیں۔ عمر نکلی جا رہی ہے۔ کوئی رشتہ ملتا ہے تو بیاہ دیں۔ وسیم کے آسرے پر نہ رہیں۔''

اس کی سینڈل کی کھٹ کھٹ، تلخ الفاظ ہتھوڑے کی طرح بہت دیر تک دونوں کی سماعتوں پر بجتے رہے۔

شکایت انہوں نے لگائی تھی۔ مگر رو رو کر حال سے بے حال ثانیہ ہو گئی۔

عبید تو ویسے بھی اس کے آنسوؤں پر پگھل جاتا تھا۔

اب اسے یہ تو نہیں پتا تھا کہ بیوی سہیلی کے ساتھ سارا دن خوش گوار وقت گزارنے کے بعد اب رونے بیٹھی ہے اور نہ اس بات کی خبر تھی کہ ماں بہن نے سارا دن جلتے کڑھتے گزارا تھا۔ آسیہ نے توفیق صاحب سے کہا تو انہوں نے مسکرا کر ارم کا پھولا ہوا منہ دیکھا۔ وہ غصے میں تھی اور چاہتی تھی کہ باپ ثانیہ کو ڈانٹے۔

''ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں دل پر لوگی تو سسرال میں کیسے گزارا کرو گی۔''

''یہ چھوٹی باتیں ہیں؟'' ارم کے لہجے میں احتجاج تھا۔ ''اس نے میرے ساتھ جو کیا، اور اب جو کچھ سنا کر گئی وہ......''

''بیٹا......!'' انہوں نے نرمی سے بات کاٹی۔ ''کوئی بھی انسان آپ کے ساتھ اس وقت تک برا نہیں کر سکتا جب تک رب نہ چاہے۔ ثانیہ کے اپنے تحفظات ہیں۔ آپ اس کی طرف سے دل صاف کر لیں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں کر لیتی ہوں۔ مگر ثانیہ کا دل کون صاف کرے گا جو کدورت سے بھرا ہوا ہے۔'' ارم نے طنزیہ کہا۔

آسیہ دل گرفتہ سی خاموش تھیں۔

''آپ جانتے ہیں اس نے امی سے کتنی بدتمیزی کی ہے۔''

''اس کے لیے دعا کیا کرو کہ اللہ اس کے دل میں ہماری محبت ڈال دے کیونکہ کوئی بھی انسان نہ فرشتہ ہوتا ہے نہ شیطان۔ ہم ہمیشہ اچھائی اور برائی کے درمیان ڈگمگاتے رہتے ہیں اور یاد رکھو جیت

ہمیشہ اچھائی کی ہوتی ہے۔''

ارم باپ سے کہنا چاہتی تھی مگر احترام مانع تھا۔ با دل نا خواستہ چپ ہو رہی۔

''باقی رہی آپ کی امی سے بدتمیزی تو ظاہر ہے اس بات کی اجازت تو میں ہرگز نہیں دوں گا تم فکر نہ کرو، میں عبید سے بات کروں گا۔''

انہوں نے بیوی اور بیٹی کو تسلی دی۔

مگر عبید کی کوئی بھی تسلی ثانیہ کے دل کا مرہم نہ بن سکی۔

''تم تو یہی سوچتے ہو کہ میں سارا دن امی کی طرف گزار دیتی ہوں۔ تو یہی وجہ ہے۔ اس گھر میں کوئی مجھے کچھ سمجھتا ہی نہیں۔ میں اپنی مرضی سے ایک کرسی تک ہلا نہیں سکتی۔ اپنی مرضی سے کچھ پکا نہیں سکتی۔ ہر بات کے لیے مجھے گھر والوں کی اجازت چاہیے۔ جب دل چاہتا ہے بے عزتی کر دیتی ہیں۔''

''ثانیہ...... ثانیہ! چپ کر جاؤ یار۔'' عبید نے اپنے ہاتھوں سے اس کا چہرہ صاف کیا۔

''اور پتا نہیں کب یہ لوگ مجھے اپنا سمجھیں گے۔ کب یہ گھر میرا بنے گا۔''

''یہ تمہارا بھی گھر ہے ثانیہ...... تمہارا جو دل چاہتا ہے کرو، کوئی تمہیں نہیں روکے گا۔ تم فکر مت کرو۔ میں ابو سے بات کروں گا۔''

''ہاں تم نے بات کی اور انہوں نے سمجھ لی۔'' وہ روٹھ کر دور ہوئی۔

''جب تم اس طرح روتی ہو تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔'' عبید نے اسے بازو کے گھیرے میں لے لیا۔ ''تمہیں رلانے کے لیے نہیں لایا۔ تم خود کو گھر کے معاملات میں شامل کرنے کی کوشش کرو۔ باقی سب میں سنبھال لوں گا۔''

''سچ میں......؟'' اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے عبید کو دیکھا۔

''پاگل...... ابھی بھی یقین نہیں ہے۔'' وہ اس کی سمندر آنکھوں میں ڈوب گیا۔

اس نے باپ کی بات کو بے حد تحمل سے سنا۔

''ٹھیک ہے میں ثانیہ کو سمجھا دوں گا۔ وہ آئندہ امی سے بدتمیزی نہیں کرے گی۔''

توفیق صاحب کو خوشی ہوئی بیٹے نے بات کو سمجھا ہے۔

''لیکن آپ بھی امی اور ارم کو سمجھا دیں۔ اسے گھر کے کاموں میں حصہ ڈالنے دیں۔ کچھ اپنی مرضی سے کرے گی تو اسے بھی خوشی اور آزادی کا احساس ہوگا۔''

آسیہ کا تو سن کر ہی بی پی ہائی ہوگیا۔

''میں نے کس دن اسے گھر کے کاموں میں شامل ہونے سے روکا ہے۔''

''اس نے یہ نہیں کہا۔'' توفیق نے سمجھانا چاہا۔

''مطلب تو یہی ہے۔'' وہ ناراض ہوئیں۔

''امی بس کریں۔ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بی پی ہائی کریں گی...... یہ تو روز کا تماشا ہے۔'' ارم نے ماں کو تسلی دی مگر طنزیہ انداز......

توفیق پہلو بدل کر رہ گئے۔

اس گھر کے ہر فرد کا لہجہ بدل رہا تھا۔

☆......☆......☆

میٹھے شربتوں جیسے لہجے کڑواہٹ میں ڈھلنے لگے تھے۔

آسیہ نے بھی سوچ لیا اب دخل اندازی نہیں کریں گی۔ ارم کو بھی سمجھا دیا۔ وہ کان لپیٹ کر لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گئی۔ زندگی میں کرنے کے لیے اور بھی بہت کچھ تھا۔

مگر چنے کی دال دیکھ کر آسیہ پھر ٹوکے بغیر نہ رہ سکیں۔

''گھر میں چنے کی دال کون کھاتا ہے؟''

''میں......'' مسالاجات کا جائزہ لیتی ثانیہ نے ترنت جواب دیا۔

''اچھا ساتھ میں ایک سبزی بنالو، میں کاٹ دیتی ہوں۔'' وہ سبزی کی ٹوکری کی طرف متوجہ ہوئیں۔ ظاہر ہے گھر میں صرف ثانیہ نے تو کھانا نہیں کھانا تھا۔ گوشت ڈال کر کوئی سی بھی سبزی سب ہی شوق سے کھالیتے۔

''میں دو دو ہانڈیاں نہیں بنا سکتی۔ سب یہی کھالیں گے۔'' ثانیہ نے جواب دیا۔ یہ سراسر انہیں تاؤ دلانے والی بات تھی مگر انہیں تحمل سے کام لینا تھا۔

''اچھا پھر رائتہ اور سلاد بنا لینا اور ساتھ میں......''

''آنٹی! پلیز آپ اپنے کمرے میں چلی جائیں۔ آپ اس طرح دخل دیتی رہیں گی تو مجھ سے کچھ نہیں بنے گا۔''

اف! وہ کس قدر بدتمیز لڑکی تھی۔

آسیہ اپنا غصہ پیتی، بے عزتی کا احساس لیے کچن سے چلی گئیں۔

''اف! جان چھوٹی۔''

عبید کے آنے تک اس نے کھانا بنا لیا۔ آسیہ اور ارم نے کچن میں جھانکا تک نہیں مگر ثانیہ کے کچن سے نکلنے کے بعد انہوں نے تھوڑی سی سبزی بنا لی۔ پتا تھا توفیق اور ارم دال نہیں کھائیں گے۔ کھاتا تو عبید بھی نہیں تھا مگر آج کھالے گا۔ انہیں کامل یقین تھا۔

''آج کھانا میں نے بنایا ہے۔'' ثانیہ نے آتے ہی عبید سے بھی کہہ دیا۔

''جلدی فریش ہو کر آجاؤ، آج کھانا میں نے بنایا ہے۔''

''ارے واہ!''

وہ اسی کی خاطر خوش ہوا۔ ورنہ سارا دن آفس میں سر کھپانے کے بعد اتنی بھوک لگی تھی صرف کھانے سے مطلب تھا، کس نے بنایا سے نہیں۔

''مگر آنٹی کو اچھا نہیں لگا۔ انہوں نے اپنے لیے علیحدہ سے ہانڈی بنا لی۔'' اس کی موہنی صورت پر افسردگی کے بادل چھائے۔

''کوئی بات نہیں...... تم نے تو اپنا شوق پورا کر لیا۔'' عبید نے محبت بھری تسلی دی۔

''اب سب کے سامنے نقص مت نکالنے بیٹھ جانا۔'' ثانیہ نے کوٹ اتارنے میں مدد کی۔

''میری مجال...... جو کچا پکا پکاؤ گی، کھالیں گے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں۔ پکاتی کم ہوں، مگر اچھا پکا لیتی ہوں۔''

وہ مسکرا کر کوٹ الماری میں رکھ کر اسے جلدی آنے کی تاکید کرتی چلی گئی۔

دال دیکھ کر توفیق صاحب نے سوالیہ نظروں سے آسیہ کو دیکھا تو انہوں نے سبزی گوشت کا سالن سامنے کر دیا۔

''آپ یہ لے لیں۔''

تب ہی ثانیہ کبابوں سے بھری ڈش، رائتہ، سلاد لے کر آ گئی۔

''انکل! مجھے پتا تھا آپ لوگ دال نہیں کھاتے...... اس لیے میں نے کباب فرائی کر لیے تھے۔''

کباب دیکھ کر عبید کو بھی حوصلہ ہو گیا۔ ارم نے خاموشی سے سبزی ڈال کر کھانا شروع کر دیا۔

''تم نے بتایا ہی نہیں کہ کباب تلنے ہیں۔ میں نے خوامخواہ دوسرا سالن بنایا۔'' آسیہ نے کہا۔

''میں نے بتایا تو تھا کہ کھانا میں بناؤں گی۔ تو ظاہر ہے سب کی پسند کا خیال رکھوں گی۔ مگر آپ کو تو مجھ پر اعتبار ہی نہیں۔'' ثانیہ نے دال پلیٹ میں نکال کر عبید کے سامنے رکھی۔

''امی! اب تو آپ ریسٹ کریں۔ کچن آپ کی بہو سنبھال لے گی۔'' عبید نے بات پلٹی۔

ارم کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ ابھری۔

''کباب اچھے بنے ہیں۔'' آسیہ کے کچھ بھی بولنے سے پہلے توفیق صاحب نے تعریف کر دی۔

''کباب میں نے بنائے تھے ابو! ثانیہ نے صرف تلے ہیں۔'' ارم نے کسی کی طرف دیکھے بنا کہا۔

''اچھی بات ہے۔ مل جل کر کام کرنے میں برکت ہے۔''

''دال بھی اچھی بنی ہے۔'' عبید نے ثانیہ کا دل رکھنے کو تعریف کی۔ ورنہ روٹی تو کباب کے ساتھ ہی کھائی تھی۔

''آج کھانے کی میز کا رنگ، ماحول اور سب کا برتاؤ بہت عجیب ہے۔''

توفیق صاحب نے بمشکل نوالہ حلق سے اتارا۔

☆......☆......☆

"اماں! ہم جا رہے ہیں۔"

آصفہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ رابعہ اور سہیل تیار کھڑے تھے۔ وہ کچھ لمحے رابعہ سے نظریں نہ ہٹا سکیں۔ بچوں کی پیدائش نے بھی اس کے وجود کو ڈھلکایا نہیں تھا۔ کہ گھر کے سارے کام تو اب بھی اسی کے ذمے تھے۔ بس آصفہ اتنا ضرور کرتیں کہ وہ مصروف ہوتی تو بچوں کو دیکھ لیتیں۔ مگر اصل چیز تو اس کے چہرے کی شگفتگی اور اعتماد کے رنگ تھے۔ اس کی آنکھوں کی تابناکی، لبوں کی مسکان......

انہیں خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ ان کی بھتیجی پلس بہو اتنی خوب صورت ہے۔ سی گرین اسٹائلش سے کام والے سوٹ میں اس نے آج بالوں کی چوٹی نہیں بنائی تھی۔ بال کھلے چھوڑ کر تھوڑے سے بالوں میں کیچر لگایا تھا۔

ان کی آنکھیں بھر آئیں۔

"کیا ہوا، رو کیوں رہی ہیں؟" سہیل بے چین ہوا۔

"اپنے نصیبوں کو رو رہی ہوں۔ اکلوتے بھتیجے کی منگنی اور پھوپھی کو کسی نے جھوٹے منہ بھی نہیں پوچھا۔"

رابعہ خاموش رہی۔ سہیل نے ماں کے پاس بیٹھ کر بازو آصفہ کے کندھے پر پھیلایا۔

"کیا کریں اماں؟ حالات ہی ایسے ہیں۔"

"تو رابعہ کو بھیجو، تم کیوں جا رہے ہو، جب تمہاری ماں نہیں جا رہی۔" انہوں نے سہیل کا ہاتھ پکڑا۔

رابعہ نے بے چینی سے سہیل کو دیکھا۔

زندگی میں کتنے کم موقعے تھے جب اسے اس طرح تیار ہو کر سہیل کے ساتھ جانے کا موقعہ ملا ہوگا۔

سہیل نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔

"اچھا ٹھیک ہے جاؤ۔ جورو کا غلام....." آصفہ کو لگا، روک بھی لیا تو وہ اسی طرح منہ پھلائے بیٹھا رہے گا۔ ایک بیٹا پہلے ہی دور تھا، دوسرے کو کیسے کرتیں۔

"ہم جلدی آ جائیں گے۔" سہیل نے ان کی رسمی اجازت کو ہی بہت جانا۔ اور بیوی بچوں کے ساتھ کھسکنے کی کی۔

آصفہ نے سارا غصہ فرخ کو کال ملا کر نکالا۔ سب اسی کی وجہ سے تو ہوا تھا۔ وہ گولی نہ چلاتا تو ابھی تک بازی ان کے ہاتھ میں ہوتی۔

وہ اپنے دکھڑے رونے لگا۔

انجان شہر، پیسے کی کمی......ڈھنگ کی ملازمت بھی نہیں......

''مجھے واپس بلا لیں اماں......!''

''کیسے؟'' وہ بھی بے بسی سے رونے لگیں۔

''عبید اور ثانیہ سے کہیں، مجھے معاف کر دیں۔''

وہ فرخ کی بات سن کے ہی سن ہو گئیں۔ اب زندگی نے یہ رنگ بھی دکھانا تھا۔

☆......☆......☆

ارم نے ''محبت گمشدہ میری'' ڈرامہ سیریل کی قسط ختم کی۔ اور چائے بنانے کے ارادے سے کچن کی طرف آئی تو لاؤنج میں بیٹھی آسیہ کو دیکھ کر چائے کا پوچھنے لگی۔ جو کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھیں۔

''ہاں بنا لو۔ ثانیہ اور عبید سے بھی پوچھ لو۔'' انہوں نے کمرے سے نکلتے عبید کو دیکھا۔ پھر عقب میں آتی ثانیہ کو......ولیمے والے ڈریس میں ملبوس وہ ولیمے ہی کی دلہن لگ رہی تھی۔

''تم کسی شادی میں جا رہی ہو؟'' ارم ٹھٹھک کر رکی۔ ایک ہی گھر میں حالات جیسے بھی ہوں، بول چال بند تو نہیں کی جا سکتی تھی۔

''میں نے بتایا تو تھا کہ ایک سہیلی کی منگنی ہے۔'' اس نے بے نیازی سے بال جھٹکے۔ اب یہ تو بات ہی فضول تھی کہ کب بتایا تھا۔ وہ عبید کے سامنے آرام سے مکر جاتی تھی۔

''کون سی سہیلی؟'' ارم نے اچنبھے سے پوچھا تو عبید چونکا۔

''ہاں بھئی تم دونوں کی تو ساری فرینڈز کامن تھیں۔ اس نے تمہیں نہیں بلایا۔''

''تمہاری کہاں کسی سے بات چیت ہوتی تھی۔ میری ہی فرینڈ ہے۔'' وہ رکھائی سے کہتی عبید کو

خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔

ارم الجھی الجھی اسے جاتے دیکھتی رہی جبکہ آسیہ عبید سے پوچھ رہی تھیں۔

''تم ساتھ نہیں جا رہے؟''

''میں وہاں کون سا کسی کو جانتا ہوں۔ ثانیہ نے تو کہا تھا میں نے ہی ٹال دیا۔'' عبید ماں کے پاس بیٹھا۔ پھر ارم کو دیکھ کر کہنے لگا۔

''اب چائے بنا بھی لو۔''

''کم از کم چھوڑنے ہی چلے جاتے۔ اس طرح اکیلی جائے گی۔'' آسیہ نے پھر ٹوکا۔

''وسیم آیا ہوا ہے۔ اس نے کہا، میں چھوڑ دوں گا۔''

آسیہ خاموش ہو گئیں۔

''آپ نے دوبارہ ارم سے بات کی؟'' ارم کو کچن میں جاتے دیکھ کر اس نے مدھم لہجے میں ماں سے پوچھا۔

''نہیں...... تمہارے ابو نے منع کر دیا تھا۔'' آسیہ نے بے زاری سے کہا۔ ان کا بس نہ چلتا کہ کب ارم ہاں کرے اور وہ جلد از جلد اسے رخصت کریں۔

☆......☆......☆

وہ ڈھلتی شام کے رنگ دیکھنے صحن میں آئی تھی مگر بیل سے نیچے گرے چڑیا کے بوٹ کو دیکھ کر جان نکل گئی۔ اس نے تیزی سے سر اٹھا کر بیل کے پتوں میں کھوجا۔ گھونسلہ اپنی جگہ موجود تھا۔ نجانے بچہ کیسے گر گیا۔ ماں چڑیا بھی غائب تھی۔

''یا اللہ! مر تو نہیں گیا۔'' ارم نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے انگلی سے ہلایا تو بچے نے تیزی سے گردن کو حرکت دی۔ ارم کو تسلی ہوئی۔ اس نے ننھی سی جان کو اٹھا کر ہتھیلی پر رکھا۔ اس کے جسم پر ننھے ننھے بال نکل رہے تھے۔

''گندے بچے......! تمہیں اتنی جلدی تھی اڑان بھرنے کی۔''

گھونسلہ دسترس سے دور تھا۔ اس نے برآمدے میں سے کرسی کھینچ کر ستون کے پاس رکھی۔ ستون کا سہارا لے کر کرسی پر چڑھی۔ مگر ایڑیاں اٹھا کر بھی گھونسلہ ہاتھ بھر کے فاصلے پر تھا۔ شامت یہ ہوئی کہ اسی وقت ماں چڑیا بھی وارد ہوگئی۔ اس کے ننھے سے شور نے آسمان سر پر اٹھالیا۔

''کچھ نہیں کر رہی تمہاری اولاد ہی واپس رکھ رہی ہوں۔'' ارم جھنجھلا گئی۔ مگر اس کا بس نہ چلتا تھا کہ ارم کے سر پر ٹھونگے ہی مار دے۔ ادھر سے ادھر اڑتی چلاتی اپنی جان ہلکان کرتی رہی۔

تب ہی باہر بیل ہوئی۔

''اللہ کرے، ابو یا عبید ہی آ گئے ہوں۔'' ارم نے جلدی سے نیچے چھلانگ لگائی۔ بچے کو احتیاط سے کرسی کی گدی پر رکھا اور بھاگ کر دروازہ کھولا، پھر ٹھٹک گئی۔

دروازے کے عین سامنے سیاہ بڑی سی گاڑی کھڑی تھی۔ دہلیز پر ایک بڑا سا بیگ نما بند شاپر......

دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے بیل سے ہاتھ ہٹایا اور سامنے آیا۔

مانوس سا اجنبی تھا۔ پہچان میں نہیں آیا۔ وہ الجھ کر پہچان کا مرحلہ طے کرتی رہی۔

سامنے والا بھی نجانے کیوں خاموش سا کھڑا رہا۔

''اس لڑکی کی باطنی خوب صورتی اس کے چہرے سے چھلکتی ہے۔ اس کو دیکھو گے تو نگاہ نہ ہٹا پاؤ گے۔'' ماں نے کہا تھا۔

انہوں نے کبھی ارم کے خدوخال کی تعریف نہیں کی تھی۔ ہمیشہ اس کے اندر کی خوب صورتی اور خوب سیرتی کی تعریف کرتیں۔

''آپ تو یوں کہتی ہیں جیسے اس سے بہت ملی ہوں۔''

وہ چڑ جاتا۔

''جو بھی اس سے ملتا ہے یہی کہتا ہے۔'' وہ مبہم سا مسکراتیں ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ جسے بہو بنا کر اپنے گھر میں لانے والی تھیں، اس کے بارے میں پوری معلومات نہ رکھتی ہوں۔

''یہ کچھ سامان ہے۔ ہوسکے تو پہنچا دو۔'' وہ گھر سے نکلنے ہی والا تھا جب انہوں نے حکم صادر کیا۔

''ڈرائیور کے ہاتھ بھیج دیں۔'' عفان کو اپنے کسی کام سے جانا تھا۔
''ٹھیک ہے ماں کا جنازہ پڑھنے کے لیے بھی ڈرائیور کو بھیج دینا۔ دفن بھی نوکر ہی کر دیں گے۔''
''اف!'' ایک تو وہ جذباتی بہت جلد ہو جاتی تھیں۔ اب اتنے کاری وار کے بعد وہ مزید انکار کیسے کرتا۔
''ٹھیک ہے، کہاں بھجوانا ہے؟''
''بھجوانا نہیں، خود دینے جانا ہے۔''
''مادام! میں وہی پوچھ رہا ہوں۔'' سر تسلیم خم کرنے کے سوا چارہ ہی کوئی نہ تھا۔ پتا سنتے ہی وہ چونک گیا۔ مشکوک نظروں سے ماں کو دیکھا۔ ''کرنا کیا چاہتی ہیں؟''
''فکر نہ کرو۔ وہیں پکڑ کر تمہارا نکاح نہیں پڑھوائیں گے۔ ان کی بیٹی ان پر اتنی بھاری نہیں ہے۔''
آج تو ان کی زبان دو دھاری تلوار بنی ہوئی تھی۔
ایک ہلکی سی سوچ نے عفان کے اندر انگڑائی لی۔ اس کی آنکھوں سے چھلکتی سوچ نے ہاجرہ بیگم کو فوراً ہی الرٹ کر دیا۔
''خبردار جو تم نے وہاں جا کر کوئی بھی بات کی۔ جو بھی بات ہو گی، میں کروں گی۔''
''آپ تو بہت ہی جینئیس ہیں خاتون.....'' وہ ان کے اندازے کی درستی پر مسکرایا۔
''فرمایئے؟'' ارم کی ہلکی عجلت بھری آواز پر وہ چونکا۔ سفید اور لیمن کنٹراسٹ کے سوٹ میں ملبوس کھلتی ہوئی رنگت والی لڑکی کچھ عجلت میں دکھائی دی۔
''والدہ نے یہ سامان بھیجا ہے۔''
''والدہ؟'' ارم نے استفہامیہ انداز میں دریافت کیا۔
''میری والدہ۔'' کیا جواب تھا۔
''آپ کون؟'' اب وہ یہی پوچھ سکتی تھی۔ ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ پوچھے آپ کی والدہ اس ملک کی پرائم منسٹر ہیں جو بنا نام جانے بوجھ لے گی۔

''عفان......'' عفان کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ''میری والدہ ہاجرہ بیگم نے یہ کچھ سامان بھجوایا ہے۔''

''ارم! مہمان کو اندر لے آؤ۔'' آسیہ نے برآمدے سے ہی آواز لگائی۔ انہیں ابھی ہاجرہ بیگم کی کال آئی تھی۔

''ملتان سے کچھ کڑھائی والے کرتے اور کھسے منگوائے تھے۔ امید ہے آپ کو اور ارم بیٹی کو پسند آئیں گے۔''

ارم کے دماغ نے ان ناموں کو کھنگالا تو فوراً ہی رستہ چھوڑ دیا۔ وہ اندر آ گیا۔ آسیہ کے ساتھ سلام دعا ہوئی۔ سامان حوالے کیا۔ ارم نے دروازہ بند کیا، اور سر پر چیختی چلاتی چڑیا کو بے بسی سے دیکھا۔

عفان کا ارادہ یہیں سے واپسی کا تھا مگر آسیہ اصرار کرنے لگیں۔ عفان کا ایک ہاتھ کرسی پر ٹکا تھا۔

اگر اس نے بے دردی سے کرسی کھینچ دی۔ اگر بچہ نیچے گر گیا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھی۔

تب ہی عفان کی نگاہ بچے پر گئی اور توجہ چڑیا کے شور پر۔

ارم نے جلدی سے بچے کو اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اس سے قبل عفان نے بچے کو چٹکی سے پکڑ کر اٹھا لیا۔

''یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟'' وہ تقریباً چلا اٹھی۔

عفان نے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ جس کے چہرے پر سراسیمگی چھائی تھی جیسے وہ بچے کو پھینکنے والا ہو۔

دوسرے لمحے وہ ایک پاؤں کرسی پر رکھ کر بلند ہوا۔ (اور ارم کی گردن اس کے ساتھ) اور سہولت سے بچے کو گھونسلے میں رکھ دیا۔

ارم کی جان میں جان آئی۔

وہ پاس اترا تو نگاہ ارم کی حیران نگاہ سے الجھ گئی۔

''کیا میں نے کچھ غلط کر دیا؟''

''ن......نہیں......شکریہ آپ کا۔'' وہ ٹپٹائی۔

آسیہ مسکرا کر عفان کو اندر لے گئیں۔ وہ جو باہر سے پلٹ جانے کا ارادہ لے کر آیا تھا۔ ارم کے ہاتھ کی چائے پی کر ہی گیا۔

☆......☆......☆

روشنیوں اور رنگوں کا خوب صورت امتزاج تھا۔ نتاشا کے گھر کا لان تقریب کی مناسبت سے بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ دادی کی تو آنکھیں خیرہ ہو کر تھکنے لگیں۔ وسیم نے ان کے لیے وہیل چیئر کا بندوبست کیا تھا۔ وہ تو پہلے بیٹھنے سے ہی انکاری ہو گئیں۔

''میں کیا معذور ہوں؟''

''تو اب کیا دو بندے کندھوں پر سوار کرا کے لے جائیں گے۔'' نادرہ چڑ گئیں۔ ''دو قدم چلنا محال ہے۔ ابھی معذوری میں کوئی کسر ہے۔''

''تمہارا بس چلے تو چار کندھوں پر سوار کرا کے قبرستان ہی بھیج دو۔''

''اے کاش!'' نادرہ نے یہ الفاظ منہ میں دبا لیے۔

یہ مرحلہ طے ہوا تو وہ پھر اینٹھ گئیں۔

''میری بیٹی کے بغیر یہ منگنی کیسے ہو سکتی ہے۔ اکلوتی پھوپھی ہے۔''

''تو آپ بھی بیٹی کے ساتھ ہی رہ لیں۔ اکلوتی پھوپھی نے جو چن چڑھائے تھے، وہ ساری دنیا کو نظر آتے ہیں۔''

دادی کا پورا ارادہ شادی میں ناراض رشتے دار کا کردار نبھانے کا تھا۔ مگر اب نادرہ شیرنی بنی تھیں۔ دادی کو پسپا ہونا ہی پڑا۔ اب وہ ایک کونے میں بیٹھی رابعہ کے کان کھا رہی تھیں۔ کہ کون لڑکی کا کیا لگتا ہے۔ پتا تو کسی کو بھی نہ تھا۔ ان سب کو ایک طرف بٹھا کر فل پروٹوکول دیا گیا تھا مگر یہ پروٹوکول محض اسی ٹیبل تک محدود تھا۔

اسٹیج پر وسیم اور نتاشا موجود تھے۔ ان ہی کے گرد سب گھوم رہے تھے۔ یا پھر ثانیہ تھی جو پورے لان میں پورے طمطراق سے گھومتی سب سے مل رہی تھی۔ جب دل چاہتا اسٹیج پر چڑھ جاتی۔ نادرہ تو

ویسے ہی اتنے لوگ، ان کا ٹھاٹھ باٹھ اور پہناوے دیکھ کر دبک گئیں۔

''اوئی ماں...... دیکھنا اس عورت کے تو بازو ہی نہیں ہیں۔''

دادی کی بات پر مارے ہمدردی سب کی نظریں اس خاتون کی طرف اٹھیں۔

''دادی! قمیص کے بازو نہیں ہیں۔'' رابعہ بڑبڑائی۔

''توبہ...... توبہ...... چٹا چاٹا اور حرکتیں دیکھو۔''

''اے لو۔ اس کے تو گٹے (ٹخنے) بلکہ آدھی ٹانگ ہی ننگی ہے۔ اللہ اللہ! قیامت قریب ہے۔ اللہ اس کو ہدایت دے۔ ایسی بے حیائی۔''

رابعہ کو لگا ثانیہ نے ٹھیک انہیں اس کونے میں بٹھایا ہے۔ دادی کے تبصرے سن سن کر نادرہ کا بی پی ہائی ہونے لگا۔

''تیرے پرس میں کوئی ٹیپ ہے؟''

''نہیں......'' رابعہ نے حیران ہو کر ماں کو دیکھا۔

''گونگے کا گڑ ہی رکھ لیتی۔'' نادرہ نے دانت پیسے۔

رابعہ نے بمشکل ہنسی دبائی۔

''تم یہاں کیوں بیٹھی ہو، جاؤ ثانیہ کے پاس۔'' اسٹیج پر براجمان ثانیہ کو دیکھ کر نادرہ نے رابعہ کو ٹہوکا دیا۔

''میں ٹھیک ہوں امی!'' وہ کیمرہ، مووی کا سامنا کرنے سے گھبرا گئی۔

وسیم کی سرگوشیاں...... نتاشا کی ہنسی۔

''تم دونوں کو ملانے کے لیے میں نے کیا کچھ کیا ہے، کتنی قربانی دی ہے بھول مت جانا۔ سمجھو اپنا گھر داؤ پر لگا دیا تھا۔'' ثانیہ نتاشا کے کان پر جھکی۔

''فکر نہ کرو۔ مجھے یہ بات ہمیشہ یاد رہے گی۔'' نتاشا مسکرائی۔ ''اور تمہیں اس کا صلہ بھی خوب ملے گا۔''

''بالکل ایسی نند نصیب والوں کو ملتی ہے۔'' ثانیہ فخر سے مسکرائی۔ اور اس کی بات پر نتاشا کو ہنسی آ گئی۔ ایک بھید بھری ہنسی...... جس کا مطلب صرف نتاشا سمجھتی تھی۔ اور یہ بھید بہت خاموشی سے کھلا تھا۔ ارم پر......

☆......☆......☆

وہ سونے کی تیاری میں تھی۔

دھیان تو آج کی شام کے کسی کونے میں اٹک گیا تھا۔

''جو چڑیا کے بچے کے لیے درد رکھتا ہے، سوچو تمہیں کتنا سنبھال کر رکھے گا۔''

موبائل کی بار بار میسج ٹون نے آسیہ کی بات کو دبا دیا۔

موبائل کو اٹھاتے اس کا دھیان پھر بھٹکا۔

(''کیا میں نے کچھ غلط کر دیا؟'')

''یا اللہ! ہم لڑکیوں کا دھیان اتنی جلدی کیوں بھٹک جاتا ہے؟'' خود کو سرزنش کرتی ارم نے موبائل اٹھایا۔

واٹس ایپ پر ایک کے بعد ایک تصویریں کھلنے لگیں۔

وہ مانند بت ٹکر ٹکر ان تصویروں کو دیکھتی رہی۔ آنکھ حیران تھی کہ پلک جھپکنا بھول گئی۔

عبید کو نہ جانے اس سے کون سا کام آن پڑا تھا جو پکارتے ہوئے اندر آ گیا۔ ارم نے بہت ہی بے توجہی سے اس کی بات سنی۔

وہ ٹھٹکا۔ پھر قریب آیا۔

''تم ٹھیک ہو؟''

ارم نے خاموشی سے موبائل کا رخ عبید کی طرف کیا۔

وہ ششدر سا رہ گیا۔

ارم ایک کے بعد ایک تصویر سوائپ کرتی گئی۔

''تمہاری آنکھیں اس دن کھلیں گی، جس دن نتاشا اور وسیم کی منگنی ہو گی۔ اس نے نتاشا کے ساتھ مل کر میرا تماشا بنا دیا، مگر تمہیں کوئی فرق نہیں پڑا۔''

ہر تصویر میں ثانیہ نمایاں تھی۔ عبید کی آنکھوں میں نمی اتری۔

''میرا اعتبار لوٹا دو۔ جو ایک بھائی کو اپنی بہن پر تھا کہ میں جھوٹ بھی کہوں گی تو وہ نبھا لے گا۔ تم نے تو میرے سچ کو بھی جھوٹ بنا ڈالا۔'' اس سے قبل کہ بہن کا شکوہ آنکھ سے ٹپک جاتا، عبید پلٹا۔

''لیکن......''

وہ ارم کی آواز پر رکا۔

''اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ مجھے وسیم کی منگنی کا دکھ ہے۔'' اس نے موبائل بند کیا۔ ''میں صرف اپنی سچائی ثابت کرنا چاہتی تھی۔''

عبید نے قریب آ کر دونوں ہاتھ اس کے سر پر رکھے۔ اس کے ہاتھ کا ہلکا سا دباؤ......

وہ جیسے پھر سے بھائی کے حصار میں آ گئی تھی۔ جیسے تپتی زمین پر کسی نے چھایا کر دی ہو۔

ارم نے سکون سے ٹیک لگائی۔ باپ نے کہا تھا۔

''کبھی کبھی اللہ دوسروں کے شر میں ہمارے لیے خیر رکھ دیتا ہے۔ اس لیے ان کے حق میں ہمیشہ دعا کرنی چاہیے۔''

وہ مسکرائی اور آنکھیں موند لیں۔

''شکریہ ثانیہ! تمہاری اس حرکت نے مجھے میرا بھائی واپس کر دیا۔''

☆......☆......☆

خالی گھر کے در و دیوار پر خاموشی کا راج تھا اور اندر سوچوں کا اژدھام اودھم مچا رہا تھا۔

اپنی کوتاہیوں کا احساس تھا۔

یا ماضی کی غلطیوں کا پچھتاوا......

رشتوں کے بغیر رہنا اتنا مشکل، وہ رشتے جنہیں خود انہوں نے اپنے لیے آزار بنا لیا تھا۔

وہی رشتے طاقت تھے، زندگی کی روانی...... احساسات وجذبات کی گرمائش لیے۔

انہیں ماں یاد آئی اور بھائی......

اعصاب جھنجھنا سے گئے۔ خون کی روانی میں توازن نہ رہا۔ دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔ انہیں تو لگا وہ آج خالی گھر میں تنہا بے یارو مددگار ہی مر جائیں گی اور صبح لوگ ان کی اکڑی ہوئی لاش برآمد کریں گے۔

مگر کسی مہربان ہاتھ نے انہیں تھام کر سہارا دے دیا۔ رشتے اسی لیے بنائے گئے ہیں...... نہ کہ کدورتیں پالنے کے لیے!

انہیں ہوش ہسپتال میں آیا۔

ایک طرف بھتیجی کھڑی تھی تو دوسری طرف بھائی۔ بیٹا ڈاکٹروں کے پاس بھاگ دوڑ کر رہا تھا۔

وہ رو ہی پڑیں۔

''آپا! مت روئیں۔'' شبیر نے ان کے آنسو صاف کیے۔

''تمہیں کیا پتا میرے دل میں کیا کیا خیال آ رہے تھے۔ میں مر جاتی تو اکیلا سہیل کیا کیا کرتا۔ فرخ بھی یہاں نہیں اور تمہارا کیا پتا میرے جنازے کو کندھا دینے بھی نہ آتے۔''

''پھوپھو! ایسی باتیں مت کریں۔'' رابعہ نے نرمی سے ٹوکا۔

شبیر بھی سر جھکا کر آنکھیں صاف کرنے لگے۔

''شکر ہے اللہ کا تمہاری صورت دیکھ لی۔ اماں کو بتایا؟''

''نہیں آپا...... وہ پریشان ہو جاتیں۔''

''ہر کسی سے غلطی ہوتی ہے۔ ہم سے بھی ہوگئی۔ معاف کر دو۔'' انہوں نے ہاتھ اٹھانا چاہا۔ شبیر نے روک دیا۔ ڈرپ لگی تھی۔

''سب کچھ بھول کر آیا ہوں آپا......! بڑی بہن نہیں، ہمیشہ ماں سمجھا ہے۔''

''اب آ گئے تو ہو ایک اور مان رکھ لو۔''

''آپا! حکم کریں۔''

''عبید اور ثانیہ سے بھی کہو کہ میرے فرخ کو معاف کر دیں۔ پرائے شہر میں ٹھوکریں کھا رہا ہے، نوکری بھی نہیں مل رہی۔''

''سہیل تو بھائی ہے۔ کئی بار پیسے بھی بھجوا چکا ہے۔''

شبیر نے رابعہ کو دیکھا۔ رابعہ کو سمجھ میں نہ آیا کیا کہے۔

''ٹھیک ہے آپا، اس سے کہیں واپس آجائے۔ بس ثانیہ اور عبید کے راستے میں نہ آئے۔'' شبیر نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''ان کے ساتھ کوئی واسطہ نہ رکھے۔''

''بالکل نہیں رکھے گا۔'' وہ روتے روتے ہنس پڑیں۔

دل و دماغ سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا۔

☆......☆......☆

دادی تو بہت ہی بدمزہ ہو کر گھر لوٹیں۔ انہیں کچھ بھی متاثر نہ کر پایا۔

''سب دکھاوا لگتا تھا، نئی نئی دولت ہاتھ لگی ہے۔''

انہیں اسی بات کا قلق تھا۔ کسی نے لفٹ نہیں کروائی۔

''لڑکے والوں کو ایک کونے میں کھڈے لین لگا دیا۔ انگوٹھی لڑکے لڑکی نے خود ہی ایک دوسرے کو پہنا دی۔ کسی نے اسٹیج پر بلایا تک نہیں۔''

دادی کی بات پر کسی نے کان نہ دھرے۔ سب دوسری طرف سے ملے تحائف دیکھ رہے تھے۔

پھر وسیم اپنا موبائل لے کر چھت پر کھسک گیا۔ شبیر نجانے کہاں غائب تھے۔ ثانیہ اور نادرہ تنہا رہ گئیں۔

''تم تو کہہ رہی تھیں بہت امیر کبیر لوگ ہیں۔ مگر گھر اور کاروبار میں نتاشا کے چچا اور تایا کا بھی حصہ ہے۔''

کچھ نہ کچھ سن گن تو مل ہی گئی تھی۔

''اماں! اب یہ باتیں وسیم بھائی کے سامنے نہ کر دینا۔ اتنے ارب پتی ہوتے تو کیا وسیم کو پسند کرتے۔ پھر بھی ہم سے لاکھ درجے بہتر ہیں۔ جہیز سے گھر بھر جائے گا۔ وسیم بھائی کو گاڑی مل جائے گی۔ ساری عمر وسیم بھائی کو سپورٹ رہے گی۔ آپ کی طرح بیٹی کو خالی ہاتھ رخصت نہیں کریں گے۔''

ثانیہ نے چڑ کر تقریر جھاڑی۔

"ہاں اب یہی طعنے دیتی رہنا۔ تمہارے باپ کے پاس کیا تھا۔"

"اچھا چھوڑیں گفٹ کتنے قیمتی ملے ہیں۔" ثانیہ نے دھیان ہٹایا۔

"سارا پیسہ کپڑے جوتے پر ہی لگا دیا۔ اس کی جگہ سونے کی بالیاں بن جاتیں۔" انہوں نے بے زاری سے بکھرے سامان کو دیکھا۔

"گولڈ بھی ملے گا مگر شادی پر کہہ دوں گی۔ ہمارے ہاں ساس کو سونے کا سیٹ ڈالتے ہیں۔ پھر وہ مجھے دے دینا۔" اس نے مشورہ دے کر سامان سمیٹنا شروع کیا۔ ماں کو برینڈز کی کیا سمجھ...... سب کچھ اسی کے پاس جانا تھا۔

"اب عبید کو کب بتاؤ گی؟"

"بس ارم کی کہیں بات طے ہو جائے تو بتا دوں گی۔" اس نے لاپروائی سے کہا۔

تب ہی شبیر چلے آئے۔

"ابا! آپ کہاں چلے گئے تھے؟"

"تمہاری پھوپھی کو مٹھائی دینے گئے ہوں گے۔" نادرہ نے ٹھٹھا اڑایا۔

"ہاں وہیں تھا۔" وہ کہہ کر ڈھیلے ڈھالے انداز میں بیٹھ گئے۔

نادرہ نے بولنا شروع کر دیا۔ اگلے پچھلے سارے گناہ گنوا دیے۔ وہ منہ لٹکائے بیٹھے رہے۔ آخر ثانیہ کو ہی ٹوکنا پڑا۔

"بس کریں اماں!"

"میں نے کہا اب پٹاری کا منہ کھول بھی دو۔ جو سانپ چھپا کر لائے ہو۔ اب کس کو ڈسے گا۔ اب گئے تھے تو صلح نامہ تو لکھ کر ہی آئے ہو گے۔"

"وہ بہت بیمار ہے۔"

"ڈاکٹر نے جواب دے دیا؟"

"اس عورت کی زبان......" شبیر نے غصے سے بیوی کو دیکھا۔

''نہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں آپ اور آپ کی بیٹی جتنی چاہیں خدمتیں کریں۔ بس مجھے جانے کو نہ کہنا۔'' نادرہ نے لہجہ بدلا۔ پھر منہ میں بڑبڑائیں۔ ''مری کو بخشوں تو بڑی بات ہے۔''

''مریں آپا کے دشمن......''

''کیوں؟ میرا کیا قصور ہے؟'' وہ تنک کر گویا ہوئیں۔

''اماں......!'' ثانیہ کو ہنسی آگئی۔

''سمجھاؤ اپنی ماں کو...... اپنوں کے درمیان بہت باتیں ہو جاتی ہیں اور معاف بھی کر دی جاتی ہیں۔ اور اب تو وہ کچھ مانگ بھی نہیں رہی۔''

''مطلب کچھ مانگ لیا......'' نادرہ نے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

''معافی...... معافی مانگ رہی ہے۔'' شبیر نے دانت پیسے۔

''میں نہ کرنے لگی معاف...... بھری برادری میں تماشا بنا دیا۔ میری بیٹی کو جان سے مارنے کی کوشش کی۔''

''تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔'' وہ غصے سے اٹھ گئے۔

''اب مروڑ اٹھ رہے ہیں۔ اس گھر کی خبریں وہاں جو نہیں پہنچتیں۔'' نادرہ تلملائیں۔ ''اب نہ اس کی دال گلنے دوں گی۔''

''بالکل......'' ثانیہ کھڑی ہوئی۔ ''میں سونے جا رہی ہوں۔ بہت تھکن ہو رہی ہے۔''

''عبید کو بتا دیا یہاں رک رہی ہو؟''

''بتا دوں گی۔''

☆......☆......☆

''عبید نے سلگتی آنکھوں سے میسج کو دیکھا اور موبائل رکھ دیا۔

بے یقینی اتنی تھی کہ وہ کچھ سوچ بھی نہیں پا رہا تھا۔

جن سے محبت کی جاتی ہے ان کی ہر غلطی ادا لگتی ہے۔ نظر انداز ہو جاتی ہے۔ معاف کی جا سکتی ہے۔ مگر اپنی ذات تک...... جب محبوب کی غلطیاں آپ کے پیاروں کی خوشیاں نگلنے لگیں تو......

وہ اپنی ہر خوشی ثانیہ کی ہر غلطی پر وار سکتا تھا۔

مگر وہ ثانیہ کی یہ غلطی معاف نہیں کر سکتا تھا۔ جس نے اس کی بہن کی خوشیاں کھا لی تھیں۔

دل کسی نے مٹھی میں بھینچ رکھا تھا۔

عبید نے بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھا۔

جہاں پہلے محبت دھڑکتی تھی۔ وہاں اب درد تھا۔

☆......☆......☆

دکھ سے آسیہ کا دل پھٹ رہا تھا۔ ارم کہتی رہی سب نے اسے ہی جھٹلا دیا۔ مگر وہ سچی تھی۔ اس دن گھر میں جو تماشا ہوا، سب ثانیہ کی ملی بھگت سے ہوا۔ کاش وہ جاہل سی عورت ہوتیں تو اسی وقت ثانیہ کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکال دیتیں۔

"حوصلے سے کام لیں۔" توفیق نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"اس لڑکی کو سب کچھ بھول کر پورے خلوص سے بیاہ کر لائی تھی۔ اس لیے کہ وہ میری بیٹی کے خلاف سازشیں کرے۔" وہ جذباتی ہو رہی تھیں۔

عبید نے شرمندگی کے ساتھ سر جھکا لیا۔

"اچھا بس اس نے اپنی سوچ کے مطابق جو کرنا تھا، کر لیا۔ عبید جانتا ہے اسے کیسے ہینڈل کرنا ہے۔"

عبید نے سر اٹھا کر باپ کو دیکھا جنہوں نے آہستگی سے گیند اس کے کورٹ میں ڈال دی تھی۔

"لیکن ہماری ارم کے لیے بہت اچھا ہو گیا۔ مجھے وہ گھرانہ ارم کے لیے ویسے بھی پسند نہیں تھا۔ اللہ نے ہماری بیٹی کا نصیب بہت اچھی جگہ کھولا ہے۔"

"اب اس بات کو یہیں ختم کرو۔ ارم کو بھی بلا لو۔ مجھے سب سے ضروری بات کرنا ہے۔"

☆......☆......☆

پورے بنگلے میں گویا ایمرجنسی نافذ تھی۔ چوکیدار مالی بنا ہوا تھا۔ اس کی بیوی صفائی ستھرائی میں لگی تھی۔

مسرت کچن میں مصروف تھی۔ اگر چہ کھانا آرڈر کر دیا گیا تھا۔ بی بی جان کی اسٹک آج پورے گھر میں کھلی کھیل رہی تھی۔ نہ تھکاوٹ تھی نہ بیماری کا احساس...... بلکہ آج میں اوپر آسمان نیچے والی سچوئشن تھی۔

''کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔ ہر چیز پرفیکٹ ہو۔''

وہ سانس لینے کو کچن میں آٹھہریں۔

''بی بی جان! ایک بار جا کر لڑکی سے مل تو لیتیں۔ تصویر دیکھ کر کیا اندازہ ہوتا ہے۔ بولتی کیسا ہے۔ چلتی کیسے ہے۔ یونہی رشتہ ڈال دیا۔'' مسرت کو سو اعتراض تھے۔

''سب پتا ہے مجھے، تم فکر نہ کرو۔'' وہ مطمئن تھیں۔

''انہوں نے بھی صاحب سے ملے بغیر ہاں کر دی۔'' اس نے اگلا اعتراض داغا۔

''لڑکی والے ہتھیلی پر سرسوں نہیں جماتے...... جب سے رشتہ گیا ہے، خوب چھان پھٹک کروائی ہوگی تب ہاں کی ہوگی۔ میں تو شکر کر رہی ہوں انہوں نے اس گدھے کو پسند کر لیا اور اسے بھی لڑکی پسند آ گئی۔''

انہیں اچھی طرح یاد تھا جب چند دن پہلے عفان ارم کے گھر سے ہو کر آیا تھا۔

''کیسی تھی؟''

''اچھی تھیں، گریس فل سادہ رکھ رکھاؤ والی خاتون تھیں۔''

عفان کی بات پر ان کا منہ کھل گیا۔

''میں نے تمہارے لیے کوئی خاتون تو پسند نہیں کی۔''

''اچھا تو آپ لڑکی کا پوچھ رہی ہیں؟'' اس کا لہجہ سنجیدہ مگر اندر کہیں ہلکی سی شرارت چھلکتی تھی۔ وہ جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھی۔ وہ جواب گم ہو گئی تھی۔

''نہیں اس کی ماں کا پوچھ رہی ہوں۔'' وہ کلس کر گویا ہوئیں۔

''میں بھی تو ان ہی کا بتا رہا ہوں۔'' اس نے حیرت سے بھنویں اچکائیں۔

پھر دونوں کو ہنسی آ گئی۔

انہیں یاد بھی نہ تھا کہ آخری بار وہ ماں بیٹا کب ایک ساتھ ہنسے تھے۔ وہ لڑکی اس گھر کی خوش نصیبی بن کر آ رہی ہے۔ انہیں یقین ہونے لگا۔

''وہ اچھی ہے بی بی جان...... اس میں بناوٹ نہیں ہے۔'' چند ثانیے کے بعد عفان نے ایمان داری سے بتایا۔

''مجھے لگا یہی وہ لڑکی ہے جس کے ساتھ دکھ سکھ کی سانجھ کا رشتہ قائم ہو سکتا ہے۔''

تب سے وہ محو دعا تھیں۔

''یا اللہ! اس لڑکی کو عفان کا نصیب بنا دے۔''

اور جب توفیق صاحب نے کال کر کے ہاں کی، انہوں نے فوراً سب کو ڈنر پر انوائٹ کر لیا۔ وہ بات کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتی تھیں۔

''ہمارے چھوٹے صاحب ہیں ہی اتنے پیارے کوئی بھی دیکھے گا پسند ہی کرے۔'' مسرت کہہ رہی تھی۔

''صرف صورت کو کیا کرنا ہے، زبان تو انگارے چباتی ہے۔'' انہوں نے منہ بنایا۔

''فکر نہ کریں بھابھی آئیں گی تو زبان بھی میٹھی ہو جائے گی۔''

''ان شاء اللہ!''

''بی بی جان!'' مسرت نے گلاس خشک کر کے ٹرے میں رکھے۔ اور مڑی...... لہجے میں تشویش در آئی تھی۔

''اگر انہیں پتا چلا کہ مانی......''

''السلام علیکم!'' عفان کی اچانک آمد پر اس نے گھبرا کر رخ ہی پھیر لیا۔

''شکر ہے وقت پر آ گئے ہو۔'' اسے کال کرنے کے باوجود انہیں ڈر تھا وہ کہیں مصروف نہ ہو جائے۔ عین وقت پر کہیں ارادہ نہ بدل جائے۔

''آپ کا حکم جو تھا۔'' اس نے احسان دھرا۔

''ہاں اتنے تم باادب......'' بی بی جان کی آنکھوں میں سکون اور لہجے میں خود ساختہ طنز تھا۔

''آپ کی تو شکایتیں ہی ختم نہیں ہوتیں۔'' پھر مسرت کی طرف متوجہ ہوا جو ہنوز منہ موڑے کھڑی تھی۔

''تمہیں کیا ہوا؟'' اس نے فرض کر لیا کہ وہ کسی اور سے مخاطب ہے۔

''بی بی! تم سے پوچھ رہا ہوں۔ کوئی کام نہیں ہے جو اس طرح ہاتھ لٹکائے کھڑی ہو۔''

عفان کی بلند آواز پر وہ آہستہ سے مڑی۔

''صبح سے کام ہی کر رہی ہوں۔''

''لگتا ہے کچھ زیادہ ہی کر لیا ہے۔'' وہ طنزیہ کہہ کر مڑا۔ ''مانی کو دیکھ لوں۔''

بی بی جان اور مسرت نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر اس کے متوقع ردعمل کے پیش نظر ہاجرہ نے مضبوط لہجے لیکن دبی آواز میں بتایا کہ وہ گھر پر نہیں ہے۔

''گھر پر نہیں ہے، کیا مطلب؟'' سوال متوقع تھا۔ مسرت نے جلدی سے مڑ کر دھلے ہوئے گلاسوں کو پھر سے دھونا شروع کر دیا تھا۔

''زارا کے ساتھ گیا ہے۔''

''کیا؟'' اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔

''اس کی ماں آئی تھی۔ ساتھ لے گئی اور مانی کچھ دن اپنی ماں کے ساتھ ہی رہے گا۔'' یہ وضاحت نہیں، بم تھا جو اس کے سر پر پھوڑا گیا تھا۔ اور ردعمل میں میز پر پڑے کانچ کے برتن زمین بوس ہو گئے۔ فرش پر کانچ ہی کانچ بکھر گیا۔ وہ کانچ جو زارا ان کی زندگیوں میں بچھا کر گئی تھی۔ اور یہ خیال صرف عفان کا تھا، ہاجرہ کی نگاہ میں تو زارا معصوم ہی تھی۔

''تمہارا دماغ ٹھیک ہے، انسان ہو یا جانور......''

مسرت تو ڈر کر کونے میں دبک گئی۔ دروازے میں عفان حائل نہ ہوتا تو شاید بھاگ ہی جاتی۔

''آپ کیسے مانی کو اس گھٹیا عورت کے حوالے کر سکتی ہیں؟''

''گالی مت دو......'' وہ غرائیں۔

''تو کیا پھولوں کا ہار پہناؤں؟ میں جا رہا ہوں۔ اور اسی وقت مانی کو واپس لاؤں گا۔'' عفان نے میز پر ہاتھ مارا۔

''تم ایسا ہرگز نہیں کرو گے۔'' انہوں نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کی۔ ''یہ میرا گھر ہے اور یہاں وہی ہوگا جو میں چاہوں گی۔''

عفان کے لب بھینچ گئے۔

''آپ کی اسی حاکمیت پسندی کی وجہ سے کسی اولاد نے آپ کے ساتھ رہنا گوارا نہیں کیا۔''

آہ! بیٹے کے الفاظ......

''اور تمہاری اسی شدت پسندی کی وجہ سے خاندان میں کوئی تمہارے قریب نہیں آتا۔'' بی بی جان نے ہارنا نہیں سیکھا تھا۔ وہ حاکمیت پسند نہیں تھیں، مگر جو بات انہیں حق لگتی اس پر ڈٹ جاتی تھیں۔

عفان نے غصے سے کچن چھوڑ دیا۔

مسرت کی رکی سانس بحال ہوئی۔

ہاجرہ بیگم نے چہرہ جھکا لیا۔ دکھ، تکلیف، مایوسی...... ان کے چہرے پر ہر رنگ نمایاں تھا۔

مسرت نے خاموشی سے آ کر ان کے کندھے دبانا شروع کر دیے۔

☆......☆......☆

وہ مانی کے کاٹ کے پاس کھڑا تھا۔ ایک ہاتھ اس پر رکھے......

ہلکے میوزک کے ساتھ اس پر لگے کھلونے سست روی مگر دلکش انداز میں محوِ حرکت تھے۔ مانی اب اس میں بہت کم سوتا تھا وہ زیادہ تر اس کے ساتھ بیڈ پر ہوتا۔

اس کی آنکھوں کی رنگت کھلونوں سے پھوٹتی ہلکی نیلی روشنی میں ڈھل رہی تھی۔ مگر اس کا تاثر ایک ہی تھا۔

غصہ...... دکھ...... مایوسی۔

وہ شام آج بھی اس کے اندر گڑ کر رہ گئی تھی۔

جب وہ آفس سے آیا تو بی جان اسی کاٹ کے پاس کھڑی سوئے ہوئے مانی کو دیکھ رہی تھیں اور آنسو چہرے کی جھریوں میں ڈھل رہے تھے۔

"کیا ہوا؟"

انہوں نے جواب نہیں دیا۔خاموشی سے آنسو صاف کرنے لگیں۔

عفان کو گھر میں چھائی بے تحاشا خاموشی کا احساس ہوا۔

"زارا......زارا چلی گئی؟"

اس کے لہجے سے بے یقینی مترشح تھی۔آج دوپہر کو وہ زارا کو سارے آپشنز اور فیصلے کا اختیار دے کر گیا تھا۔

ہاجرہ نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

عفان کی جیسے جان مٹھی میں آ گئی۔مطلب اس نے سارے آپشنز ٹھکرا دیے تھے۔یعنی کہ مانی کو بھی......مقام حیرت!

عفان نے بے اختیار مانی کو اٹھا کر سینے میں بھینچ لیا۔

"وہ مر گئی ہمارے لیے بھی اور مانی کے لیے بھی۔"

ہاجرہ نے تڑپ کر عفان کو دیکھا۔

"وہ اس کی ماں ہے عفان......وہ بچے کو میرے پاس امانتاً چھوڑ کر گئی ہے۔"

عفان نے آتشیں نگاہوں سے ہاجرہ بیگم کو دیکھا۔

"میں اپنے الفاظ دوبارہ نہیں دہراؤں گا۔"

آج وہ اپنی امانت لینے آئی تھی اور بی جان نے اس کی امانت واپس کر دی۔

مگر عفان کے دل میں وہ شام نیزے کی انی کی طرح گڑی ہوئی تھی۔

☆......☆......☆

''اٹھ جا میں نے کہا گھوڑے گدھے سب بیچ کر سوتی ہو۔'' نادرہ کے جھنجھوڑنے پر ثانیہ نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔تھکاوٹ ہی اتنی ہو رہی تھی۔

''گھر نہیں جانا......؟''

''چلی جاؤں گی۔عبید تو آفس چلا گیا ہوگا۔'' اس نے مندی مندی آنکھوں سے وال کلاک پر نگاہ دوڑائی۔

''اچھا یہ تو بتاؤ جو نتاشا کے گھر سے مٹھائی کی ٹوکریاں ساتھ آئی ہیں ان کا کیا کروں؟ ہائے نصیب......!بیٹے کی منگنی کی مٹھائی بھی نہیں بانٹ سکتی۔''

نادرہ کو نئی فکریں لاحق تھیں۔شکر یہ ہوا کہ رات کو دیر سے واپسی ہوئی۔ورنہ اب تک تو محلے میں ڈنکا بج جاتا۔

''گھر کے لیے رکھ کر وسیم بھائی سے کہیں باقی کسی یتیم خانے میں دے آئیں۔'' اس نے کروٹ بدلنا چاہی۔

''اچھا رابعہ کو دے آؤ......''

''اماں!میں اچھی لگوں گی یوں گلی میں مٹھائی لے کر جاتے......'' وہ جھنجھلا گئی۔

''تو کیا دوسری گلی میں جانے کے لیے ہیلی کاپٹر منگوا کر دوں؟'' وہ چڑ کر بولیں۔

''ہاں اتنی ہماری اوقات......'' نیند تو اچاٹ ہو ہی گئی تھی۔اب اٹھے بنا چارہ بھی نہ تھا۔

''ساتھ وہاں کی سن گن بھی لے لینا......اور کیا پتا تمہیں دیکھ کر تمہاری پھوپھی پیر ہی پکڑ لے۔'' یہ تصور اتنا کیف آگیں اور مسرور کر دینے والا تھا کہ وہ فوراً تیار ہو گئی۔

☆......☆......☆

دروازہ کھلا تو وہ متحیر سی دروازے میں ہی ساکت رہ گئی۔

وہ جس کے لیے معافی مانگی جا رہی تھی،وہ دروازے پر ہاتھ رکھے خاموشی سے اسے گھور رہا تھا۔

''تم......'' فرخ کی آنکھوں کا تاثر عجیب سا تھا جو سمجھ میں تو نہ آیا مگر ثانیہ کو ڈر لگا۔

"اس طرح کیوں گھور رہے ہو؟" اس نے گھبرا کر گھنٹی پر ہاتھ رکھا۔ تاکہ اندر سے کوئی اور باہر آجائے۔

"تم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔"

"تمہارا اپنا کیا سامنے آیا...... میں نے کچھ نہیں کیا۔" ثانیہ نے خود کو سنبھالا۔ "تم تو شکر کرو واپس آگئے ہو، میں نے معاف کر دیا، ورنہ ڈر کے مارے وہیں چھپے رہتے۔"

"میں کسی سے نہیں ڈرتا......" وہ غرایا۔

"تو پھر فیس کرتے...... بھاگ کیوں گئے؟" ثانیہ کا ڈر زائل ہونے لگا۔

"تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔" فرخ نے دانت پیسے۔

"کبھی اس شکل پر مرتے تھے۔"

"عقل ٹھکانے آگئی ہے۔"

"وہ تو آنی ہی تھی۔"

"لگتا ہے عبید کے ساتھ کچھ زیادہ ہی خوش ہو۔" فرخ نے اسے سرتاپا دیکھا۔

"دشمنوں کی نظر نہ لگے۔ اب راستہ دو۔"

فرخ ایک طرف ہو گیا۔

ثانیہ اندر داخل ہوئی۔ ابھی چند قدم ہی اٹھے تھے کہ عقب سے فرخ کی آواز نے قدم جکڑ دیے۔

"گھر میں کوئی نہیں ہے۔"

ثانیہ کے وجود میں سرد سی لہر اٹھی۔ گھر میں کوئی نہ تھا اور وہ گھر کے اندر داخل ہو چکی تھی۔

☆......☆......☆

دستک دے کر اجازت ملنے کے بعد وہ ڈرتے ڈرتے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ بیڈ پر نیم دراز پیشانی مسل رہا تھا۔ یہ اس کے تذبذب اور الجھاؤ کی نشانی تھی۔ جیسے وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ پا رہا ہو۔

اس نے ہاتھ روک کر مسرت کو دیکھا اور خالی ہاتھ دیکھ کر اس کا پارہ مزید ہائی ہو گیا۔

"وہ......" مسرت کا حلق خشک ہو گیا۔

''میں نے چائے کا کہا تھا۔''

''بیگم صاحبہ نے کہا ہے چائے مہمانوں کے ساتھ آ کر پی لیں۔''

''کون سے مہمان؟''

''آپ کی سسرال والے آئے ہیں۔مطلب ہونے والی۔''

''آؤٹ......!'' وہ دھاڑا اور مسرت نے دوڑ لگا دی۔

ڈرائنگ روم میں خوش گوار ماحول میں بات چیت جاری تھی۔کھانا پینا چل رہا تھا۔توفیق صاحب تو ماضی میں ان سے ملے تھے مگر آسیہ اور عبید کی پہلی ملاقات تھی۔

بی بی جان کا رکھ رکھاؤ، گفتگو، گھر بار، حاصل شدہ معلومات......سب متاثر کن تھیں۔عبید صرف اب عفان کا منتظر تھا۔

''اکیلی رہتی ہوں۔اس لیے چاہتی ہوں جلد از جلد بیٹے کی شادی کر دوں تاکہ میرے گھر میں رونق ہو جائے۔''

''ماشاءاللہ! آپ کا گھر بہت خوب صورت بنا ہے۔'' آسیہ نے توصیفی انداز میں کہا۔

''عفان کے ابو نے بہت چاؤ سے یہ بڑا سا گھر بنایا تھا کہ سارے بچے مل کر رہیں گے۔مگر روزگار جس کو جہاں لے جائے۔''

''بے شک......!'' توفیق صاحب نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

''آپ لوگوں کے گھرانے کا بہت سنا ہے۔خاص طور پر آسیہ کے بارے میں......کہتے ہیں بہو لانی ہو تو اس کی ماں کو دیکھو......اور دنیا گواہی دیتی ہے کہ آسیہ گھر بنانے والی اور رشتے نبھانے والی خاتون ہیں۔اور ظاہر ہے بیٹی بھی ایسی ہی ہو گی۔اس لیے میں نے سوچنے میں زیادہ وقت نہیں لگایا۔'' ہاجرہ مسرت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

''روایتی باتوں میں نہیں پڑوں گا۔جب رشتہ آیا تب ہی استخارہ کر لیا تھا۔اللہ کی رضا شامل حال ہے۔'' توفیق نے کہا تو وہ خوش ہو گئیں۔

''بہو کو بھی ساتھ لے آتے۔''

عبید کے چہرے پر ہلکی سی سنجیدگی وتاسف کی لہر ابھری۔

''اس کے بھی بھائی کی منگنی کا سلسلہ چل رہا تھا تو وہاں مصروف تھی۔ ان شاء اللہ پھر کبھی چکر لگا لے گی۔'' آسیہ نے بروقت بات کو سنبھالا۔

تب ہی مسرت کسی سائے کی طرح دروازے میں آ کھڑی ہوئی اور لگی اشارے کرنے۔ انہیں اٹھ کر دروازے تک آنا پڑا۔

آنکھ کے اشارے سے پوچھا کیا ہوا؟

اس نے بھی اشارے سے بتایا نہیں آ رہے۔

ہاجرہ بیگم کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اندر تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ وہ جانتی تھیں یہ لڑکا انہیں اسی طرح ستائے گا۔ مگر وہ جو کرنا چاہتا تھا، وہ بھی ان کے لیے ممکن نہ تھا۔

''کچھ دنوں کی بات ہے۔ وہ واپس آ جائے گا۔''

آنکھوں پر بازو رکھے عفان نے ان کی اسٹک کی ٹھک ٹھک سن لی تھی۔ تب بھی بازو نہ ہٹایا تو ہاجرہ بیگم کو کہنا پڑا۔

''میں بات نہیں کرنا چاہتا۔'' بیٹے کے لہجے میں سختی تھی۔ باوجود غصے کے ماں نے کوشش کی لہجہ نرم ہی رہے۔

''وہ اپنے شوہر کے ساتھ شارجہ چلی جائے گی۔ اس لیے بس کچھ دن اپنے بیٹے کے ساتھ گزارنا چاہتی ہے۔ اور میں اتنی سنگ دل نہیں بن سکی کہ ایک ماں کو......''

عفان نے بازو ہٹا کر ناراض نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔

''آپ نے یہ سب جس وجہ سے کیا ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ مگر یاد رکھیں، آپ کو اس سب کا کوئی فائدہ نہیں ہونے والا۔''

''میں نے یہ سب کچھ تمہارے لیے کیا ہے......'' ان کی آواز میں اداسی اور مایوسی تھی۔

''بہت شکریہ......لیکن کیا ہی اچھا ہو کہ آپ میرے لیے کچھ نہ کریں۔'' بے مروتی کی انتہا تھی۔

"غلطی ہوگئی۔ آئندہ نہیں کروں گی لیکن اب تو......" انہوں نے غصہ ضبط کیا۔

"مجھے آپ کے مہمانوں میں کوئی انٹرسٹ نہیں، کا سنڈلی جائیں یہاں سے۔"

"ٹھیک ہے جو دل میں آئے کرو، آج کے بعد میرا تمہارے کسی بھی معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ اس سے تو اچھا تھا باقیوں کی طرح تم بھی مجھے چھوڑ کر امریکہ ہی چلے جاتے۔"

وہ بہت غصے میں اور تیزی سے کمرے سے باہر نکلیں۔ مگر اس عمر میں اتنی تیزی حق میں کہاں تھی۔ دھڑام کی آواز اور ہاجرہ بیگم کی تیز چیخ......

وہ تیر کی طرح اٹھ کر باہر بھاگا۔

قسط نمبر 17

ثانیہ بوکھلا کر پلٹی۔
وہ بند دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے محظوظ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
ایک پھریری سی ثانیہ کے وجود میں دوڑ گئی۔
(''جو گولی چلا سکتا ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔'')
''کیا ہوا، تمہارے چہرے پر ہوائیاں کیوں اڑنے لگیں؟'' دروازہ چھوڑا اور دو قدم آگے ہوا۔
ثانیہ نے بے اختیار قدم پیچھے ہٹانا چاہے، مگر انا نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ اسے فرخ کے سامنے خود کو کمزور ثابت نہیں کرنا تھا۔
''تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھا کہ گھر میں کوئی نہیں ہے، میں یہاں تمہاری منحوس شکل تو دیکھنے نہیں آئی تھی۔'' وہ تڑخ کر بولی۔
''اچھا میں سمجھا میرے آنے کی اطلاع سن کر بھاگی آئی ہو۔'' وہ ہنسا۔ ''پرانی محبتیں اتنی آسانی سے تو پیچھا نہیں چھوڑتیں۔''
''مجھے تم سے کبھی بھی محبت نہیں تھی۔'' ثانیہ نے بے چینی سے ادھر ادھر دیکھا۔ اگر فرخ نے بدتمیزی کرنے کی کوشش کی تو ضرور وہ اس کے سر میں کچھ دے مارے گی۔
''تب تک نہیں تھی جب تک عبید تمہاری زندگی میں نہیں آیا تھا۔'' وہ کچھ اور پاس آیا۔
''فرخ!'' ثانیہ نے تنبیہی انداز میں انگلی اٹھائی۔ فرخ نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر نیچے کر دیا۔
''بس کرو، دھوکا بھی دیتی ہو، بے عزتی بھی کرتی ہو۔ مگر میں اتنا بے غیرت نہیں کہ اپنی ماموں

زاد کے ساتھ کچھ بدتمیزی کروں۔'' اس کے لہجے میں تلخی اور آنکھوں میں اداسی تھی۔

''دھوکا تم نے دیا تھا۔ میں نے تو محبت ہی کی تھی۔ مٹھائی رکھ کر چلی جاؤ۔ گھر میں واقعی کوئی نہیں ہے۔'' وہ کہہ کر رکا نہیں، اندر چلا گیا تھا۔

ثانیہ کی سانس بحال ہوئی۔ اس نے وہاں سے نکلنے میں ایک لمحہ نہیں لگایا تھا۔

''وہ واپس کب آیا؟ تمہیں بتانا تو چاہیے تھا۔'' وہ واپس آ کر رابعہ پر برسی، وہ اور پھوپھو پڑوس میں گئی تھیں۔

''رات ہی کو آیا تھا۔'' رابعہ کی آواز مدھم تھی۔ شاید وہ کچھ لوگوں میں بیٹھی تھی۔

دادی کا دل باغ باغ ہونے لگا۔ ان کا لاڈلا نواسا واپس آیا تھا۔ سامنے آتا تو گالیاں دیتیں۔ پیٹ ڈالتیں اچھی خاصی بے عزتی کر کے روتے ہوئے گلے لگا لیتیں۔ مگر دل مار گئیں۔ فرخ کے معاملے میں چپ سادھ کر ثانیہ کو لتاڑنے لگیں۔

''لور......لور پھرنے کے بجائے گھر جاؤ، سسرال کو دیکھو۔ میاں کی خبر لو۔ آج کل کی لڑکیاں بھی عجیب ہیں۔ نہ کوئی ذمہ داری کا احساس، نہ......''

''اف! اف!'' ثانیہ کا دل چاہا، کانوں میں انگلیاں ٹھونس لے۔

☆......☆......☆

ہاجرہ مسرور سی اپنے بیڈ پر نیم دراز تھیں۔ ان کا ایک پاؤں کشن پر رکھا تھا۔ دوسری ٹانگ مسرت دبا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ خوامخواہ مسکرا رہی تھی۔

''اللہ کا شکر ہے۔ اب مسئلہ آسانی سے حل ہو گیا۔'' ہاجرہ نے سکون کا سانس لیا۔

''آپ نے تو گرنے کی ایکٹنگ ہی ایسی خوب کی...... کہ عفان بھیا کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔'' مسرت ہنسی۔ ''ایسی افراتفری پھیلی کہ عفان اپنی ناراضی بھول گیا۔ مہمانوں کو تیور دکھانا بھی۔''

''مجھے پتا ہے اس جن کو کیسے قابو کرنا ہے۔ شور نہ مچاتی تو یہ اڑیل گھوڑا مہمانوں سے ملنے آتا۔ اب دیکھو کیسے سب ٹھیک ہو گیا۔'' ان کے لہجے میں سکون ہی سکون تھا۔

مہمان بھی مطمئن ہو کر گئے تھے۔

''آپ سے پیار کرتے ہیں، تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے۔''

''تکلیف تو بہت دیتا ہے۔کوئی بات نہیں مانتا۔پہلے کتنا ہنس مکھ ہوا کرتا تھا۔اب تو انگارے چباتا ہے۔''ان کا لہجہ افسردہ ہوا۔

''جلدی سے منگنی کر دیں۔اور شادی کی تاریخ رکھ دیں۔منہ سے پھول ہی پھول جھڑیں گے۔''وہ چہکی۔

''تمہارا نکاح نہ پڑھوادوں۔گل وگلزار ہو جاؤ گی۔''عفان نے غلط وقت پر انٹری دی تھی۔وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی۔

''ملازموں کو اتنا سر پر کیوں چڑھاتی ہیں؟''وہ ناراض سا کہتا پاؤں پر جھکا۔''خوامخواہ ہمارے فیملی میٹرز ڈسکس کرتے ہیں۔''

''تم پاس بیٹھ جایا کرو،تم سے کرلیا کروں گی۔''

''لا تو رہی ہیں اپنی پسند کی بہو۔یہ گلہ بھی دور ہو جائے گا۔''وہ مطمئن ہو کر پیچھے ہوا۔پاؤں پر زیادہ سوجن نہیں تھی۔پھر ماں کو دیکھ کر کہنے لگا۔

''منگنی کا کھڑاک رہنے دیں۔شادی کی تاریخ طے کر دیں۔''

''اتنی جلدی؟''انہوں نے بے اختیار کہا حالانکہ جلدی انہیں خود بھی تھی۔

''اب دیر کس لیے......روز روز کا قصہ ایک بار ختم ہو۔''اس نے بھنویں اچکائیں۔

''تمہارے بہن بھائیوں کا دیکھنا ہوگا کب آسکتے ہیں۔''

''ان میں سے کوئی بھی اگلے سال تک فارغ نہیں۔''اس نے اطمینان سے دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے۔''آپ یہ کام چند دنوں میں نمٹا لیں۔میں مائی کو زیادہ دن اس گھر سے دور نہیں رکھ سکتا۔اور ظاہر ہے آپ بھی بار بار گرنے کا ڈرامہ نہیں کرسکیں گی۔''

بیٹا تو انہی کا تھا، کہہ کر چلا گیا۔

انہیں غصہ کے بجائے ہنسی آ گئی۔

کچھ بھی تھا، وہ ذہنی طور پر شادی کے لیے تیار تھا۔

''ٹھیک ہی تو کہتا ہے، مجھے جلدی کرنی چاہیے۔ پھر کسی بات پر بگڑ گیا تو......؟''

☆......☆......☆

سب ہی خوش باش واپس آئے تھے۔ خاص طور پر اس نے عبید کو غور سے دیکھا۔ وہ بالکل مطمئن اور مسرور تھا۔ ورنہ جب سے ثانیہ کی حرکت سامنے آئی تھی، وہ ایک لمحے کو بھی مسکرا نہ سکا تھا۔ وہ پانی رکھ کر مڑنے لگی۔

''تم کہاں جا رہی ہو؟'' عبید نے روکا۔ ''یہیں بیٹھ کر ساری تفصیل سن لو۔ دروازے سے کان لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''میں کب......'' ارم نے بوکھلا کر ماں کو دیکھا۔

''خوامخواہ چھیڑ رہا ہے۔ میری بیٹی کی ایسی عادتیں نہیں ہیں۔'' آسیہ نے پیار سے کہتے ہوئے ارم کو پاس بٹھا لیا۔

''میں ہمیشہ سے ارم کے لیے ایسے ہی گھر کی چاہ رکھتا تھا۔'' توفیق صاحب نے پیار سے ارم کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ''مجھے یقین ہے ارم وہاں خوش رہے گی۔''

''مجھے بھی عفان بہت اچھا لگا۔ ماں کے لیے کتنا پریشان ہو رہا تھا۔'' عبید نے کہا۔ ایسے ہی چھوٹی چھوٹی باتوں میں ارم کو ساری تفصیل ملتی رہی۔

گھر کیسا ہے؟

معاملات کیا ہیں؟

عفان نے کیا کیا باتیں کیں۔

(کیئرنگ تو ہے) ارم کو چڑیا والا واقعہ یاد آ گیا۔

''ارے بھئی مٹھائی کھولو۔ منہ تو میٹھا کرواؤ۔''

جب ثانیہ نے گھر میں قدم رکھا تو وہاں محفل جمی تھی۔ چائے کے ساتھ مٹھائی کا دور چل رہا تھا۔ عبید ارم کو چھیڑ رہا تھا۔ وہ بھی ترکی بہ ترکی جواب دے رہی تھی۔

''السلام علیکم!''

وہ جو زندگی میں مٹھاس بن کر آئی تھی۔ اس کی آواز پر عبید کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ مٹھائی زہر بن گئی۔ آسیہ نے منہ پھیر لیا۔ جواب صرف توفیق صاحب نے سنجیدگی اور دھیمے لہجے میں دیا۔

''کیا ہو گیا؟ سب لوگ چپ کیوں ہو گئے۔ پہلے تو خوب محفل جمی تھی۔''

جواب اب بھی کہیں سے نہ آیا۔

''میرا آنا اتنا برا لگا ہے تو واپس چلی جاتی ہوں۔'' ان کا یوں چپ سادھ لینا اسے ازحد برا لگا۔

''نہیں آؤ اس خوشی میں تمہیں بھی شامل ہونا چاہیے۔'' عبید نے کہا۔

''کس خوشی میں؟''

''ارم کی بات طے ہو گئی ہے۔''

''ارم کی بات؟'' ثانیہ ہکا بکا رہ گئی۔ ''دو دنوں میں رشتہ بھی مل گیا۔ بات بھی طے ہو گئی۔ کمال ہے کیا آسمان سے رشتہ ٹپکا تھا۔ اور دیکھیں یہاں اکلوتی بہو کو خبر بھی نہیں۔ یہ اوقات ہے میری عبید تم بھی......'' اس نے شاکی نظروں سے عبید کو دیکھا۔

''اور تم کیوں خالی ہاتھ چلی آئی؟ ہمیں لگا مٹھائی لے کر آؤ گی۔'' آسیہ نے ٹھنڈے لہجے میں طنز کیا۔

''کس بات کی مٹھائی؟'' ثانیہ ٹپٹائی۔

''وسیم کی منگنی کی۔'' جواب عبید نے دیا تھا۔

ثانیہ نے بوکھلا کر ارم کو دیکھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں......''

''نتاشا بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔'' ارم نے اپنا موبائل اس کے سامنے کیا۔

ثانیہ کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔

☆......☆......☆

''عبید...... عبید! میری بات سنو۔'' وہ بھاگتی ہوئی عبید کے پیچھے آئی۔ اس وقت اگر اسے فکر تھی تو عبید کی۔

''میں تمہاری شکل دیکھنا نہیں چاہتا ثانیہ! میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔'' وہ حلق کے بل چلایا۔ ثانیہ ڈر کر دروازے میں ہی رک گئی۔

''اتنی گھٹیا اور نیچ حرکت...... میری بہن چلاتی رہی کہ یہ تمہاری سازش ہے۔ تم نے نتاشا کو یہاں بلایا۔ تم نے ایسی سچویشن کری ایٹ کی۔'' وہ پاگل ہو رہا تھا۔

''عبید! میری بات سنو۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔''

''میں تمہارے مزید جھوٹ نہیں سنوں گا ثانیہ!''

''عبید میں جانا نہیں چاہتی تھی مگر......'' وہ تیزی سے قریب آئی۔ وہ سرعت سے پیچھے ہٹا۔

''تمہیں جہاں جانا ہے جاؤ، جو کرنا ہے کرو۔ خدا کے لیے میری نظروں سے دور ہو جاؤ ورنہ میں کچھ کر بیٹھوں گا۔''

''مجھے وضاحت کا موقعہ تو دو۔ میں......''

عبید نے اس کا بازو پکڑا اور باہر کی طرف دھکیل دیا۔ وہ تیزی سے پلٹی مگر وہ دروازہ بند کر چکا تھا۔

☆......☆......☆

حواس باختہ سی ثانیہ کی سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں جیسے مفلوج ہو کر رہ گئی تھیں۔ آن واحد میں سب کچھ بدل گیا۔

اس نے سر اٹھا کر اپنے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔ عبید کے الفاظ یاد آئے تو تکلیف و اذیت سے نچلا لب چبا ڈالا۔ پورے گھر پر خاموشی کا راج تھا۔

سب اپنے اپنے کمروں میں بند اور وہ یہاں لاؤنج میں بیٹھی بے وقوفوں کی طرح بند دروازے تک رہی تھی۔

ایک لمحے کو دل چاہا، یہاں لاؤنج میں رات گزارنے کے بجائے میکے چلی جائے۔ مگر غیر محسوس

سا احساس تھا، جو روک رہا تھا۔

(''ابھی تو صرف کمرہ بدری ہے، کہیں زندگی سے بے دخل کر دیا تو......؟'') دل ڈوب سا گیا۔

اس نے بے چینی سے نتاشا کا نمبر ملایا۔

''مگر انہیں اتنی جلدی خبر کیسے مل گئی۔ تمہارے پیچھے جاسوس چھوڑ رکھے تھے کیا؟'' اس کے لہجے میں بے زاری اور ناگواری تھی۔

''تم سوچ بھی نہیں سکتیں، میری کیا پچویشن ہوگئی ہے۔ عبید نے مجھے کمرے سے نکال دیا۔''

''یہ تو بہت برا ہوا۔'' نتاشا کے الفاظ اور لہجے کا آپس میں کوئی تال میل نہ تھا۔

''لیکن یہ ممکن کیسے ہے۔ موبائل تو سارا وقت تمہارے پاس تھا۔''

یہی سوچ سوچ کر ثانیہ کا دماغ پھٹ رہا تھا۔

''کہیں وسیم نے تو ارم کو جیلس کرنے کے لیے......'' نتاشا نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا تو ثانیہ بری طرح چونکی۔

یہ ممکن تھا...... بلکہ یہی ممکن تھا۔ اپنے انتقام میں وسیم نے یہ بھی پروا نہ کی کہ اس کی بہن کا گھر خراب ہوگا۔

''مجھے وسیم سے یہ امید نہیں تھی۔'' ثانیہ نے غم و غصے سے مٹھی بھینچ لی۔

نتاشا نے اسے تسلی دلاسا دے کر کال کاٹ دی۔ پھر اسے ہنسی آ گئی۔

''اچھا ہے اب دونوں بہن بھائی آپس میں ہی لڑتے رہیں گے۔'' بھلا چند منٹ کے لیے ثانیہ کا موبائل غائب کرنا کیا مشکل تھا۔

''مجھے یہی سب کرنا ہوتا تو اس طرح چھپ چھپا کر منگنی کرتا۔'' وسیم تو سنتے ہی بگڑ گیا۔ پورا ایک گھنٹہ نتاشا کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں کر کے وہ سہانے خواب لیے سونے کی تیاری میں تھا جب ثانیہ کی کال آ گئی۔ اس کا الزام......

وسیم کا تو دماغ ہی الٹ گیا۔

''جذبات میں انسان کچھ بھی کر لیتا ہے۔ ارم کو جیلس کرنے کے لیے، بدلہ لینے کے لیے......''

''اور اس سب کے لیے میں تمہارا گھر خراب کروں گا۔ تمہارا دماغ ٹھیک ہے۔''

''آپ کو اندازہ بھی ہے مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔'' ثانیہ کوئی بات سمجھنے کو تیار ہی نہ تھی۔ سارا غصہ وسیم پر نکل گیا۔

''اب تمہارے پاگل دماغ کے ساتھ کون متھا لگائے۔''

''ہاں، اب ہم پاگل ہو گئے ہیں۔ وہ جو مل گئی ہے نتاشا......''

''تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔ پہلے جذباتی ہو کر خود تصویریں ارم کو بھجوا دیں، اب الزام ہم پر لگا رہی ہو۔ بے وقوف لڑکی!'' وسیم نے غصے سے کال ہی کاٹ دی۔

''ابھی تو منگنی ہی ہوئی ہے کہ آنکھیں ماتھے پر رکھ لی ہیں۔ سارا قصور ہی میرا ہے۔ ایک چڑیل سے جان چھڑا کر دوسری کو گلے لگا لیا۔ پھرتے رہتے اسی طرح چار پانچ سال تو اچھا تھا۔''

اس نے غصے سے موبائل بند کیا اور صوفے پر لیٹ گئی۔ اس نے سوچنا تھا۔

کچھ ایسا کرنا تھا کہ سچویشن پلٹ جائے۔ اسے جلد از جلد سب ٹھیک کرنا تھا۔

☆......☆......☆

رات اپنے جوبن پر تھی۔ ہوا رات کی رانی کی خوشبو چرائے بوجھل سی تھی۔ ایک وہ تھا۔ منڈیر پر سر جھکائے بیٹھا۔

اس کے کندھے سے ذرا دائیں طرف ادھورا چاند۔ دونوں میں بلا کی مماثلت تھی۔

ارم نے مگ اس کے پاس رکھا اور اپنا مگ ہاتھ میں لے کر منڈیر سے ٹیک لگائی۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ نہیں پا رہے تھے۔

وہ شرمندہ تھا اور ارم کو بھائی کی شرمندگی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

''جانتی تھی۔ میرے بھائی کو نیند نہیں آ رہی ہو گی۔'' ارم نے مگ اٹھا کر عبید کے نتھنوں سے ٹکرایا۔

''جانتی ہو محبت میں ہار کیا ہوتی ہے؟''

ارم خاموش رہی۔ محبت کی ہوتی تب ہی کچھ بتا پاتی۔ فصیل جاں پر محبت کے موسم اترے ہی کہاں تھے۔ وسیم کا آنا اور جانا بس ہوا کا جھونکا تھا۔ آیا اور ذرا سا چھو کر گزر بھی گیا۔

''جب ہمیں لگتا ہے، جس کے لیے ہم ساری دنیا چھوڑنے کو تیار ہو گئے تھے۔ وہ تو اس قابل ہی نہیں تھا۔'' عبید نے خود ہی جواب دیا۔

''لیکن اس میں قصور ہمارا ہی تو ہے۔ ہم اسے اپنی ذات کے آئینے میں ویسا ہی دیکھتے ہیں، جیسا ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔'' ارم نے نرمی سے جواب دیا۔

یہی تو بتاتی تھی کہ ثانیہ ویسی نہیں ہے، جیسی وہ سمجھتا ہے۔

''سراب کے پیچھے بھاگنے والوں کے ہاتھ ایسی ہی مایوسی آتی ہے۔''

''تو سزا کیا ہو؟'' عبید کے لہجے میں تلخی در آئی۔ بہت گہری چوٹ تھی۔ اسے تو رونا چاہیے تھا۔

''چھوڑو...... دونوں انسان ہی تو ہیں۔ غلطیاں تو کریں گے۔'' ارم نے کافی کے تلخ گھونٹ کے ساتھ بہت سی تلخ باتیں اپنے اندر انڈیل لیں۔

''تمہیں دکھ نہیں ہوا؟'' عبید محو حیرت تھا۔

بہن کا دل بڑا تھا تو ظرف سمندر نکلا۔

''نہیں، میں تو پہلے سے جانتی تھی۔'' ارم نے سادگی سے کہا۔

عبید نے ندامت سے چاندنی سے اجلے من والی بہن کو دیکھا۔

''آئی ایم سوری۔''

''کوئی بات نہیں، تمہیں حقیقت پتا چل گئی۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ اب مزید دھوکا مت کھانا۔'' وہ ہنسی۔

اس رات دونوں بہن بھائی نے مل کر ڈھیروں باتیں کیں۔ نجانے کتنے دنوں کے بعد انہوں نے ایک دوسرے کے سامنے اندر کا حال رکھا تھا۔

''وہ مجھے بہت اچھا لگا ہے۔'' عبید نے اچانک ہی موضوع بدل دیا۔

''کون؟'' ارم نے بے خیالی سے پوچھا۔

''عفان...... مجھے یقین ہے وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔''

''مجھے تمہارے یقین پر یقین رکھنا چاہیے؟'' ارم نے سنجیدگی سے پوچھا مگر عبید کو ہنسی آ گئی۔

''ماضی کے تجربے کو دیکھ کر تو نہیں۔''

''لیکن مجھے تمہارے یقین پر یقین ہے عبید!'' ارم نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

''کیونکہ تم نے اسے ایک بھائی کی نظر سے دیکھا ہے۔'' عبید نے بے اختیار اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر تھپتھپایا۔

☆......☆......☆

انتظار کرتے کرتے رات بوڑھی ہونے لگی اور کروٹ کروٹ تھکن زدہ وجود بے زار ہو گیا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

دروازے کے دوسری طرف کوئی آہٹ کوئی آواز نہ تھی۔ عبید آج کمرے میں نہ تھا۔

ثانیہ بے چین ہو کر باہر نکل آئی، پھر ٹھٹک کر رکی۔

وہ لاؤنج میں صوفے پر سو رہا تھا۔

یعنی وہ اتنا ناراض تھا کہ کمرے میں آنا بھی گوارا نہیں کیا۔ صدمے سے ثانیہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ زندگی میں ہر بات برداشت ہو سکتی ہے مگر عبید سے دوری نہیں، اس کے ہاتھ نے عبید کے بالوں کو چھونا چاہا۔

اسی لمحے داہنی طرف کا دروازہ کھول کر ارم باہر آئی۔ اس کے ہاتھ میں پانی کی خالی بوتل تھی۔

ثانیہ کا ہاتھ رکا اور ارم کے قدم......

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر ارم تیزی سے کچن میں چلی گئی۔ ثانیہ شرمندگی سے وہیں کھڑی لب کچلتی رہی۔ یہاں تک کہ ارم پانی کی بھری بوتل لے کر بغیر اس کی طرف دیکھے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

اسے ان میاں بیوی کے کسی معاملے میں دخل نہیں دینا تھا۔

جیسے ہی دروازہ بند ہوا، ثانیہ نے عبید کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ ہڑ بڑا کر جاگا۔ ثانیہ کو دیکھ کر اس کا مزاج برہم ہوا۔

''کیا تکلیف ہے؟''

''تم یہاں سو رہے تھے۔'' اس نے اپنی تکلیف بتائی۔

''اس کا یہی مطلب تھا کہ میں تمہاری شکل دیکھنا نہیں چاہتا۔'' عبید کا لہجہ سفاک اور جتاتا ہوا تھا۔

''پلیز میری بات سن لو۔ وضاحت کا کوئی موقعہ......''

''مجھے کوئی وضاحت......'' عبید کی آواز بلند ہوئی۔ ثانیہ نے گھبرا کر اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ سب کے سامنے بے عزتی سہی نہ جاتی۔ آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر بہنے کو تیار تھے۔

''پلیز......!'' اس نے لب کاٹے۔

عبید نے شرر بار نگاہوں سے اسے دیکھا، ہاتھ جھٹکا اور کمرے میں چلا گیا۔

ثانیہ نے گہری سانس کھینچی۔

یہی بہت تھا کہ وہ اس کی بات سننے پر آمادہ تھا۔ وہ دل کڑا کر کے لفظوں کو ترتیب دیتی اس کے پیچھے چلی آئی۔ وہ کمرے کے درمیان میں کھڑا تھا۔

''ہم بیٹھ کر بات......'' ثانیہ نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ وہ تیورا کر پلٹا۔

''کیا بات کرو گی؟ جو کچھ تم نے کیا ہے، گھر والوں کے سامنے نظریں اٹھا کر بات کرنے کے قابل نہیں چھوڑا۔ تم نہیں جانتی تھیں جس لڑکی کے ساتھ تم گیم کھیل رہی تھی وہ میری بہن ہے۔''

''اور وسیم میرا بھائی ہے۔ میں مجبور ہو گئی تھی۔'' وہ رو پڑی۔

''مجبور ہوتی تو یوں چھپ چھپا کر منگنی میں نہ جاتیں، مجھ سے شیئر کرتیں۔'' عبید نے دانت پیسے۔

''کیا سوچتے ہوں گے سب لوگ یہ......'' اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ ہے وہ لڑکی جس کی خاطر میں نے ان کی نافرمانی کی۔''

''خدا کی قسم میں یہ سب نہیں چاہتی تھی۔'' ثانیہ نے بے اختیار اس کے ہاتھ تھام لیے۔ ''لیکن میں مجبور ہوگئی تھی۔ وسیم میرا اکلوتا بھائی ہے عبید! یاد کرو...... ارم...... ارم بھی تو تمہاری دفعہ ایسے ہی مجبور ہوئی تھی۔ حالانکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ہمارا رشتہ ہو۔ میں بھی نہیں چاہتی تھی لیکن کب وسیم اور نتاشا کا آپس میں رابطہ ہوا، کب دونوں ایک دوسرے کے قریب آئے، پتا ہی نہیں چلا۔''

''مان لیا تم مجبور ہوگئی تھیں۔'' عبید نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''لیکن ارم کو تصویریں بھیجنے کی کیا مجبوری تھی۔ صرف اسے تکلیف پہنچانے کے لیے......''

''خدا کی قسم وہ میں نے نہیں کیا۔''

''اوہ پلیز!'' وہ اپنے ہاتھ چھڑا کر پیچھے ہوا۔

''اور کتنے جھوٹ بولو گی ثانیہ! ہمیں وسیم کی منگنی پر کوئی اعتراض نہیں۔ وہ کسی سے بھی کرے۔ میری بہن اسے اپنی زندگی سے نکال چکی ہے۔ دکھ اور تکلیف، شرمندگی اور اذیت تمہاری حرکتوں نے پہنچائی ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ میرے سامنے نہ آؤ، ورنہ مجھ سے کوئی غلط حرکت ہو جائے گی۔''

عبید نے اسے بے دردی سے سامنے سے ہٹایا۔ وہ جانا چاہتا تھا، ثانیہ پھر سامنے آ گئی۔

''نہیں، تمہیں جانے نہیں دوں گی۔''

وہ باہر جا کر لاؤنج میں سوئے، سب گھر والے تماشا دیکھیں۔ اتنی بے عزتی سے پہلے وہ مر نہ جائے۔ مگر مرنا اختیار میں کہاں ہے۔ اسے اندازہ عبید کے الفاظ سن کر ہوا۔ وہ برف سی ہوگئی۔ سارے احساسات کرب واذیت میں ڈھل گئے۔

''تمہاری موجودگی مجھے تکلیف دیتی ہے ثانیہ! کیونکہ مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ میں نے جس لڑکی سے محبت کی وہ تم ہو۔''

اس نے سامنے کھڑے ہو کر ثانیہ کو سرتاپا دیکھا اور تاسف سے سر ہلایا۔

''یہ جو میرے سامنے کھڑی ہے۔ یہ تو کوئی مکار اور سازشی عورت ہے۔ میری ثانیہ نہیں۔'' وہ گویا اسے سنگسار کر کے جا چکا تھا۔

مرد جتنا بھی محبت کرنے والا ہو، جب دھوکا کھاتا ہے تو اتنا ہی سفاک ہو جاتا ہے۔ وہ اچھی

طرح جانتا ہے، عورت کو کہاں اور کس مقام پر مارنا ہے۔

وہ اسے دو تھپڑ لگا دیتا، تب بھی اتنی اذیت نہ ہوتی، جتنی اس کے الفاظ نے پہنچائی تھی۔

برف کا مجسمہ کرب واذیت کی آنچ پر قطرہ قطرہ پگھلنے لگا۔

اسے اپنے کیے کا بھگتان بھگتنا ہی تھا۔

آگ لگائی تھی تو پگھلنا بھی خود ہی تھا۔

☆......☆......☆

''ماڑی قسمت، ساری مصیبتیں ہم پر ہی نازل ہوئی ہیں۔'' نادرہ نے سر لپیٹ لیا۔ ثانیہ آئی تھی اور جس حال میں آئی تھی، ویسا نادرہ نے اسے کبھی نہ دیکھا تھا۔

مضطرب اور حد درجہ پریشان......

''کرتوت ہی ایسے ہیں۔'' دادی بڑبڑائیں۔ گھونٹ بھرنے کو پانی کا گلاس اٹھایا تو خالی پڑا تھا۔ ثانیہ سے کہا تو ان سنی کر گئی۔ اسے اپنا ہوش نہ تھا۔ دادی کی کیا سنتی۔ عبید کے رویے نے پریشان کر دیا تھا۔ ثانیہ کی کوئی بھی وضاحت اس کے لیے قابل قبول نہ تھی۔

''ماں بیٹی خود کو بڑا ہی عقل مند سمجھتی ہیں۔ بھلا ایسی باتیں چھپائے چھپتی ہیں، اوپر سے ایسی بے وقوف غلطی کر کے معافی مانگنے کے بجائے یہاں ماں کے پاس بھاگ آئی جیسے ماں بڑے عقل والے مشورے دیتی ہے۔''

نادرہ نے کھا جانے والی نظروں سے ان کو دیکھا۔

''کوئی ضرورت نہیں معافیاں مانگنے کی، ان کی بیٹی نے خود انکار کیا۔ ہماری مرضی جہاں اس کی شادی کریں۔''

''مسئلہ عبید کا ہے امی!'' وہ روہانسی ہو کر بولی۔ رابعہ کی کہی بہت سے باتیں دل ودماغ پر دستک دے رہی تھیں، جنہیں وہ اب بھی جھٹک رہی تھی۔

''مرد تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔'' دادی نے بے نیازی سے گلاس اپنے گھٹنے پر بجایا۔ ''ایک منٹ میں آنکھیں ماتھے پر رکھ لیتے ہیں۔''

''یہ بات مجھ سے زیادہ کون جانتا ہے۔'' نادرہ نے ساری عمر ماتھے پر آنکھوں والا شوہر ہی بھگتا تھا۔

''اب میں کیا کروں امی......؟''

''اپنی دادی سے پوچھ لے۔ آج کل ان کی بیٹری چارج ہے۔'' نادرہ غصے سے کہہ کر اٹھ گئیں۔

دادی کی موجودگی میں کوئی بات کرنا ہی فضول تھا۔ اور دادی نے اس کی اچھی طرح برین واشنگ کر دی تھی۔

فرخ واپس آ گیا تھا۔ وہ یہاں رکتی تو عبید کی ماں بہن کو موقع مل جاتا مزید اس کے خلاف کرنے کا۔

''ظاہر ہے وہ بھی تو غصے سے بھری ہوں گی۔ جب غلطی اپنی ہو تو مصلحت سے کام لینا چاہیے۔ تم یہاں روٹھ کر بیٹھو گی، وہ مہینوں منانے نہ آیا تو لوگ تم پر ہنسیں گے۔''

''یہ سب وسیم کی وجہ سے ہوا ہے۔'' وہ پھٹ پڑی۔

''مان ہی نہیں سکتی۔'' دادی نے ہاتھ ہلایا۔

''اور کون میرے ساتھ دشمنی کر سکتا ہے۔''

''اب مجھے کیا پتا کہ تم ماں بیٹی نے کس کس کو چونا لگا رکھا ہے۔ اب زیادہ باتیں نہ بنا، یہ پانی کا گلاس بھر کے واپس چلی جا۔ کچھ دن گزریں گے، سب ٹھیک ہو جائے گا، اللہ کرے ارم کی کسی اچھی جگہ بات طے ہو جائے تو ان کا دھیان بھی ہٹ جائے گا۔''

''اس کی بات طے ہو گئی ہے۔'' ثانیہ نے افسوس سے بتایا۔

''ہیں...... کس کے ساتھ؟ کون ہے وہ نصیب والا؟'' دادی ایک دم پرجوش ہوئیں۔

''مجھے کیا پتا، مجھے کون سا ساتھ لے کر گئے تھے۔ سب کچھ چھپ چھپا کر بالا بالا ہی کر لیا۔ جیسے میں کوئی اڑنگا ڈال دوں گی۔'' اس کے زخم پھر سے تازہ ہو گئے۔

''تمہارا کیا پتا......؟'' دادی نے ترنت جواب دیا۔

ثانیہ غصے سے اٹھ کر چلی گئی۔

''پانی تو دے جاتی۔'' دادی نے بے بسی سے خالی گلاس کو دیکھا۔

☆......☆......☆

وہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ اپنی چیزیں اٹھاتے رکھتے اس نے ایک بار بھی ثانیہ کو آواز نہیں دی تھی۔ وہ بے وقوفوں کی طرح منہ اٹھائے اسے ادھر سے ادھر آتا جاتا دیکھ رہی تھی۔ وہ آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ برش اٹھا کر بال بنانے لگا۔ ثانیہ کا عکس آئینے میں منعکس ہو رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ گود میں رکھے اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"تم اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟" عبید نے ناگواری سے دریافت کیا۔

"میں تو ہمیشہ اس وقت یہیں ہوتی ہوں۔"

"ہنی مون پیریڈ ختم ہو گیا ہے ثانیہ بیگم! مہمان نہیں، اس گھر کا حصہ ہو، کچن میں جا کر امی کا ہاتھ بٹاؤ...... یہاں رہنا ہے تو ذمہ داریاں بھی اٹھانا ہوں گی۔ ویسے بھی......" عبید نے برش رکھ کر اپنا جائزہ لیا اور اس کی طرف پلٹا۔ "خالی دماغ شیطان کا گھر ہوتا ہے۔"

ہائے...... یہ لہجہ، یہ انداز اجنبی تھا...... بہت اجنبی......

ثانیہ کی سماعتیں اس اجنبی انسان کے اجنبی لہجے سے آشنا نہ تھیں۔

"اب میکے مت بھاگ جانا، گھر میں رہ کر سب کا ہاتھ بٹاؤ۔" وہ جانے لگا تو ثانیہ نے بدقت کہا۔

"آئی ایم سوری......"

عبید نے تعجب سے بھنویں اچکائیں۔ ثانیہ کا سر جھکا تھا اور وہ معافی مانگ رہی تھی۔ عبید چند قدم اٹھا کر قریب آیا۔ اس کے مخصوص کلون کی مہک نے ثانیہ کو اپنے حصار میں لے لیا۔ ثانیہ اس کی پیش قدمی کی منتظر تھی۔

"دل سے معافی چاہتی ہو تو خود کو ثابت کرنا ہوگا۔" تلخ سی سرگوشی...... "عبید تم سے محبت کرتا ہے مگر عبید کی محبت اندھی نہیں ہے۔"

وہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

کمرے میں محض عبید کے کلون کی مہک تھی اور اس کی تلخ سرگوشی......

منزل دور تھی...... معافی کے لیے شرائط رکھ دی گئی تھیں۔

☆......☆......☆

"ثانیہ!" وہ اپنا ناشتہ لے کر کمرے میں جانے والی تھی جب آسیہ نے اسے پکارا۔ وہ لاؤنج میں اپنا موبائل لے کر بیٹھی تھی۔ آج کتنے دنوں کے بعد آسیہ نے اسے آواز دی تھی۔ ورنہ وہ اسے دیکھ کر ہی منہ پھیر لیتی تھیں۔

"جی......!"

"ناشتے کے بعد کمرے میں بند نہ ہو جانا، آج کام والی چھٹی پر ہے۔ کپڑے بھی دھلنے ہیں۔ دوپہر کے کھانے پر عبید کی پھوپھو بھی آ رہی ہیں۔" وہ بات مکمل کرتے ہوئے کھڑی ہوئیں۔ ثانیہ ہونقوں کی طرح ان کا منہ دیکھ رہی تھی۔ انہیں اپنی بات کی وضاحت کرنا پڑی۔

"کہنے کا مطلب ہے کہ ناشتے کے بعد گھر کے کاموں میں ارم کی مدد کروا دینا۔" وہ کہہ کر چلی گئیں۔ ثانیہ جھنجھلا کر مڑی تو ارم لاؤنج کے پردے ٹھیک کر رہی تھی۔

"یہ سارے کام میں کروں گی؟"

"نہیں، مل جل کر کریں گے۔ امی نے ہیلپ کروانے کا کہا ہے۔" اس نے لاپروائی سے کہا۔

"ویسے بھی سب جانتے ہیں یہ سارے کام تمہارے بس کا روگ نہیں۔" ارم ہنسی تو ثانیہ کو تاؤ آ گیا۔

"بہت خوش ہو مجھے اور عبید کو اس طرح دیکھ کر، لیکن یہ زیادہ دن نہیں چلے گا۔ وقتی غصہ ہے۔ مجھ سے زیادہ دن دور نہیں رہ سکے گا۔ اس لیے اس کے کان بھرنا بند کر دو۔ تم نے اس سچویشن سے بہت فائدہ اٹھا لیا۔"

ارم پردے ٹھیک کر کے اس کی طرف مڑی۔

"تمہیں اندازہ ہی نہیں میں اس سچویشن میں کیا کیا کر سکتی تھی۔" اس نے ایک ایک لفظ الگ الگ ادا کیا۔ "لیکن میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ میں ارم ہوں، ثانیہ نہیں۔"

"اگر وسیم اور نتاشا کی آپس میں انڈراسٹینڈنگ ہو گئی تھی تو میں کیا کر سکتی تھی ارم......؟"

"بس وہ نہ کرتیں، جو تم نے کیا۔" ارم نے تاسف سے سر ہلایا۔ "خیر اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ ناشتہ کر کے آ جاؤ، تاکہ کام سمیٹ سکیں۔"

اب بحث در بحث کا فائدہ کیا تھا، اس لیے بات سمیٹ دی۔

”ایک بات تو بتاؤ......“ ثانیہ نے بے اختیار کہا تو وہ رک گئی۔

”اگر تمہیں یقین تھا کہ نتاشا کو میں نے یہاں بلایا ہے۔“ ساتھ ہی فوراً وضاحت بھی کی......

”جو کہ میں نے نہیں بلایا تھا۔“

ارم کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ وہ اب بھی انکاری تھی۔ جبکہ اس کا جھوٹ ثابت ہو چکا تھا۔

”پھر تم نے معافی کیوں مانگی؟“

”امی کہتی ہیں۔“ جب بھی کوئی بات سمجھانا ہوتی وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر مدھم و نرم لہجے میں بولتی تھی۔ ثانیہ کو یاد آیا یہی انداز عبید کا بھی کبھی کبھار ہو جاتا تھا۔ ”رشتے بچانے کے لیے اگر اپنا حق چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دو۔“

”یہ تو کمزوری ہوئی......لوگ تو اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔“ ثانیہ نے بے اختیار کہا۔

”کبھی کبھار لوگوں کو فائدہ دے دینا چاہیے سویٹی......لیکن تم نے دیکھا اللہ نے میری سچائی کو ثابت کر دیا۔ کیونکہ نیت نیک ہو تو اللہ ساتھ دیتا ہے۔ انسان کی بری نیت اس کے اپنے ہی گلے پڑ جاتی ہے۔“

”انہی میٹھی میٹھی باتوں سے عبید کو قابو کیا ہوا ہے۔“ ثانیہ نے تلخی سے پوچھا تو ارم مسکرا دی۔

”اسے زندگی گزارنے کا سلیقہ کہتے ہیں۔ کہو تو تمہیں بھی سکھا دوں۔“

ثانیہ چڑ کر مڑ گئی۔

”برتن کمرے میں مت چھوڑ آنا۔“ عقب سے ارم نے آواز لگائی۔

ثانیہ تاؤ کھاتی کمرے میں آئی اور ٹرے بیڈ پر پٹخی۔ ناشتہ ٹھنڈا ہو گیا تھا اور بدمزہ بھی لگ رہا تھا۔

”بہت ہواؤں میں اڑ رہی ہے۔ رشتہ جو ہو گیا ہے۔ ہونہہ......بیٹھے بیٹھائے کون سا شہزادہ مل گیا ہو گا۔ پکڑ دھکڑ جو بھی ہاتھ لگا رشتہ کر دیا۔ صرف ہمیں نیچا دکھانے کے لیے......ہونہہ......عجیب شب و روز کا سلسلہ تھا۔“

ثانیہ کو لگتا گھر میں اس کی حیثیت زیرو ہو گئی ہے۔ وہ شہزادی سے نوکرانی بن کے رہ گئی ہے۔

حالانکہ سب مل جل کر ہی کام کرتے۔ مگر وہ عیش و آرام خواب ہوگیا۔ وہ سارا غصہ ملازمہ پر ہی نکالتی۔ ملازمہ آسیہ سے شکایتیں لگاتے لگاتے ایک دن کام ہی چھوڑ گئی۔ اب نئی ملازمہ کے آنے تک صفائی کا کام بھی سر پر آپڑا۔

عبید کا انداز لیے دیے تھا۔ آفس سے آکر ماں باپ کے پاس بیٹھا رہتا۔ پھر کھانا کھا کر تسلی سے سو جاتا۔

''بس کرو گھر کا ماحول خراب ہو رہا ہے۔ اب اسے معاف کر دو۔'' توفیق صاحب نے عبید کو سمجھایا۔

''آپ نے معاف کر دیا؟'' عبید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''ہاں، کیونکہ کوئی کچھ بھی کر لے۔ ہماری ارم کے نصیب پر تالا نہیں لگا سکتا۔ اس کا نصیب بہت روشن ہے۔'' ان کا لہجہ اطمینان و سکون کا غماز تھا۔

''ان شاء اللہ! لیکن اسے تھوڑا احساس تو ہونے دیں کہ اس نے غلط کیا ہے۔'' عبید کو بھی اندازہ تھا کہ وہ کس قدر بے چین ہے۔ بستر پر کروٹیں بدلتی ثانیہ اسے بھی نظر آتی تھی۔

''احساس دلاتے دلاتے زیادتی نہ کر جانا۔'' انہوں نے تاکید کی تو وہ سر ہلا کر اٹھ گیا۔

بیرونی برآمدے میں بید کی کرسی پر وہ بیٹھی تھی۔ نہ بال بنائے تھے نہ لباس بدلا تھا۔ ہوا کی شرارت سے برآمدے میں سرخ و گلابی پھول بکھرے مرجھا رہے تھے۔ وہ بھی انہی کا حصہ لگ رہی تھی۔ پژمردہ، مرجھائی ہوئی......

محبت اعزاز بن سکتی تھی تو ناقدری کی مستحق ٹھہری۔

محبت نے خود کو روک لیا۔ دو قدم پیچھے ہٹی تو اپنی قدر پتا چلی۔ وہ جیسے اعزاز بن کر گلے لگتی تھی، اسے منور کر دیتی تھی۔ رخ پھیر لیتی تو سامنے والا اماوس ہو کر جاتا تھا۔ عبید اس کے قریب رکا۔

ثانیہ نے چونک کر گردن اٹھائی۔

''اس طرح کیوں بیٹھی ہو، جس طرح تم پر بہت ظلم ہو رہا ہے۔'' اس کا لہجہ زہر میں بجھا نہیں تو اتنا سادہ بھی نہ تھا۔

''جو کہتا تھا ثانیہ تمہیں دیکھے بغیر میری صبح نہیں ہوتی، وہ اب مجھے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا، اس

سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا۔" وہ کرلائی۔

"یہ ظلم تم نے خود اپنی ذات پر کیا ہے ثانیہ! ہم میں سے کسی کا کوئی قصور نہیں۔ دعا کرو...... دعا کرو کہ میرا دل تمہاری طرف سے صاف ہو جائے۔"

وہ خاموشی سے اس کی پشت دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ بیرونی دروازہ عبور کر گیا۔

"دعا کروں......" وہ زیر لب بڑبڑائی۔ پھر کھڑی ہو کر پلٹی۔ عقب میں ایک آرائشی آئینہ تھا۔ اور آئینے میں ایک مرجھائی ہوئی بے کشش سی لڑکی تھی۔

"وہ مجھے دیکھے گا بھی کیوں......؟" ثانیہ کو خود اپنے ہی اوپر غصہ آیا۔ "ابھی مجھ میں اتنی کشش ہے کہ تمہیں پاگل بنا سکوں عبید......"

اس نے ایک بار پھر دعا سے زیادہ کوشش پر اعتبار کر لیا تھا۔

☆......☆......☆

پور پور خود کو سجائے سرتاپا شعلہ جوالا بنی وہ اسے جھلسانے، زیر کرنے کو تیار تھی۔

روشنی اور تاریکی کا حسین امتزاج......

نیم خوابیدہ ماحول......

محبت نثار ہونے کو تیار تھی۔

عبید ٹھٹک کر رکا...... تو ثانیہ مسکرائی۔

سرخ یاقوت میں سفید موتی جھلک دکھانے لگے۔

"آج دیکھتی ہوں مجھ سے کیسے نظریں چراتے ہو۔" وہ گویا پانی پر چلتی اس کے قریب آئی۔

"کہیں جانا ہے؟"

"صرف تم تک آنا ہے۔" اس نے پاس آ کر دونوں ہاتھ اس کے سینے پر رکھے اور خود سپردگی کے عالم میں ان پر سر ٹکا دیا۔ اس کے بالوں سے خوشبو آ رہی تھی۔ اس کی حالت پر حدت تھی مگر عبید کے دل کی دھڑکن معمول پر تھی۔

''اگر دل خوب صورت اور سوچیں پاکیزہ نہ ہوں تو حسن بے معنی ہے۔'' عبید نے دل میں اعتراف کیا۔

وجود کا جادو بار بار نہیں چلتا......

اس سے آگے میاں بیوی کا رشتہ اعتبار، ایثار اور وفا پر استوار ہوتا ہے۔

''قربت کے ان لمحوں میں سب منوالوں گی۔'' ثانیہ کا ذہن ایک ہی نقطہ پر اٹکا تھا۔

قربت کے لمحے، وجود کی کشش، لمس کا جادو......

''پلیز!'' عبید نے آہستہ سے اس کی کلائیاں تھام کر نرمی سے خود سے دور کیا۔ ثانیہ جیسے پتھر کی ہوگئی۔

اندر کچھ کرچی کرچی ہو گیا۔

وہ کیسے اسے نظر انداز کر سکتا تھا۔

اس نے بے حد حیرت سے تکیہ درست کرتے عبید کو دیکھا۔

وہ نثار ہونے کو تیار تھی۔ اب کیا قدموں میں بیٹھ جائے۔ اس نے بے حد بپھر کر اس کا بازو کھینچا۔

''نہیں برداشت تو ایک ہی بار گولی مار دو...... یا زندگی سے بے دخل کر دو۔'' عبید بے تاثر سا اسے دیکھے گیا۔

''مجھے اتنا بے وقعت مت کرو عبید......'' اس نے دانت پیسے۔

''تمہیں مجھ سے وابستہ رشتوں کا احترام کرنا چاہیے تھا ثانیہ...... تمہیں اتنی سنگ دلی نہیں دکھانی چاہیے تھی۔''

''وہ تصویریں میں نے نہیں بھیجیں......'' وہ دبی دبی آواز میں چلائی۔

''اگر تم اپنی شادی رکوانے کے لیے اپنی اور میری تصویریں بھیج سکتی ہو، اس بات کی پروا کیے بغیر کہ سارا خاندان جمع ہے۔ تو تم یہ بھی کر سکتی ہو۔''

وہ گنگ سی اسے دیکھے گئی۔ پھر بمشکل بول پائی۔

''میں نے وہ سب تمہاری محبت میں کیا تھا۔''

''اور یہ سب تم نے ارم کی نفرت میں کیا ہے۔'' وہ آہستہ سے کہہ کر نیم دراز ہو گیا۔

حسن کا مجسمہ پتھرا کر رہ گیا۔

عبید نے جیسے اسے دو کوڑی کا کر دیا تھا۔

☆......☆......☆

وہ بے چین تھی۔ اس کے سارے دعوے، ہر ہتھیار دھرا کا دھرا رہ گیا۔

محبت تو اندھی ہوتی ہے، پھر عبید کو اتنا صاف دکھائی کیوں دینے لگا؟

''اب اس کا اتنا غصہ تو بنتا ہی ہے۔'' رابعہ غالباً اس کے زخموں پر نمک چھڑکنے ہی آئی تھی۔

''کوئی وسیم سے کیوں نہیں پوچھتا۔'' ثانیہ نے بے چینی سے اپنے گھٹنے پر ہاتھ مارا۔

''دماغ چل گیا ہے اس لڑکی کا، سارا وقت یہ موا موبائل جونک بنا تم سے چمٹا رہا۔ تم نے کس لمحے وسیم کو دیا تھا۔'' دادی چمک کر بولیں۔

''کسی نے تو یہ حرکت کی ہے۔ تم نے کسی کو اپنا موبائل دیا تھا؟'' رابعہ کے کہنے پر اس نے پہلی بار اپنے دماغ کو ریوائنڈ کیا۔

فنکشن میں کیا کیا ہوا؟ وہ کہاں کہاں بیٹھی؟ کس سے بات کی؟

''ثانیہ! اپنا موبائل دینا۔ میرا کریڈٹ ختم ہے۔ مجھے ایک فرینڈ کا پتا کرنا ہے جو......''

''نتاشا......!'' وہ بیٹھے سے کھڑی ہو گئی۔

''نتاشا نے لیا تھا میرا موبائل......''

''اس کا تو دماغ چل گیا ہے۔ اب اس کے پیچھے نہ پڑ جانا۔'' نادرہ نے فوراً ٹوکا۔

''وہی ہے۔'' ثانیہ نے تیزی سے موبائل اٹھا کر نمبر ملایا۔ سب کے روکنے، ہاہاناں ہاں کرنے کے باوجود جو منہ میں آیا، نتاشا کو سنا دیا۔

نتاشا نے بے حد سکون سے ساری بات سنی۔

ذرا سی انگلی حرکت میں آئی اور کال ریکارڈنگ پر چلی گئی۔

''تم پاگل ہوگئی ہو۔'' رابعہ نے موبائل اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

''ہاں ہوگئی ہوں۔ اور گھر بھی چھوڑ آئی ہوں۔ کوئی مجھے واپس جانے کا نہ کہے۔'' وہ غصے میں کلستی کمرے میں جا گھسی۔

''اسے ہوا کیا ہے؟'' دادی انگشت بدنداں تھی۔

''میں تو پہلے ہی کہتی تھی۔ اس طرح مت کریں۔ تصویروں کا تو بہانہ بن گیا ہے۔ عبید کو جب بھی پتا چلتا یہی سب ہونا تھا۔ ہماری رشتے داری ہے۔ نتاشا کے ساتھ منگنی کرنی بھی تھی تو پہلے عبید کے گھر والوں کو اعتماد میں لے لیا جاتا، مگر یہاں میری سنتا کون ہے؟'' رابعہ کو غصہ آ گیا۔

''اب گھر چھوڑ آئی ہے۔'' دادی نے تاسف سے سر ہلایا۔

''اچھا کیا، اب کیا وہاں بیٹھی بے عزتی کرواتی رہتی۔'' نادرہ نے بے زاری سے ہاتھ ہلایا۔

''بس آپ شہ دیتی رہیں امی...... ابھی جتنا کچھ نتاشا کو سنا دیا ہے۔ اس نے سب وسیم کو بتا دینا ہے۔''

نتاشا کو بتانے کی کیا ضرورت تھی، اس نے بس ریکارڈنگ وسیم کو بھیجی تھی۔

☆......☆......☆

رات کانٹوں کا بستر تھی۔

کروٹ کروٹ لیر و لیر کر دیتی......

سوچوں کا اژدھام تھا جو اسے رگید رہا تھا۔

اس کے سارے فلسفے، سارے یقین، دعوے، گمان......سب دھرے کے دھرے رہ گئے۔

وہ عام سا مرد نکلا۔

عام سا شوہر......

''محبوب تو وہ ہوتا ہے جس کا غلط بھی ٹھیک لگے۔''

کبھی پڑھا تھا اور یقین بھی کر لیا تھا۔ تو کیا اب وہ محبوب نہ رہی تھی۔ بس بیوی ہو کر رہ گئی۔

کچی عمر میں دیکھے اور ڈائریوں میں لکھے خوابوں کی تعبیر یہ تھی۔

لوگ سچے تھے۔
کتابیں جھوٹی تھیں......
محبت رات کے پہلے پہر دیکھا کچی نیند کا خواب تھی......
آنکھ کھل گئی، تعبیر سامنے آئی۔
''پاگل! رشتے میں محبت پہلی سیڑھی ہے......''
اور وہ بے وقوفوں کی طرح اس پر اٹک گئی تھی۔
دل و دماغ میں بھونچال برپا تھا۔
''رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے باقی سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔ تب رشتہ اپنی معراج کو پہنچتا ہے۔''
وہ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے محو مناجات تھی۔
چاندنی اس کے وجود کو جھلسانے لگی۔
اس سے پہلے کہ وہ موم بن کر پگھل جاتی۔ کسی نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔
''کیا ہوا؟'' وہ ہڑبڑا کر جاگی۔
''باہر آ کر دیکھو'' نادرہ نے دانت کچکچائے۔ ''وہ آیا بیٹھا ہے۔''
''عبید......!'' وہ ایک دم اٹھ بیٹھی۔
''وسیم آیا ہے۔'' نادرہ نے اس کے ماتھے کو ٹھوکا دیا تاکہ وہ ہوش میں آ جائے۔ ''جلدی آؤ۔''
نادرہ تیر کی طرح باہر نکل گئیں۔ ثانیہ نے بس بال سمیٹے، چپل پہنی اور باہر آ گئی۔
دادی کے پاس بیٹھا وسیم آگ بگولہ ہو رہا تھا۔ شبیر احمد اپنی بڑھی ہوئی شیو میں انگلیاں چلا رہے تھے۔
''ابا! اس کو سمجھا دیں۔ اس نے آج کے بعد نتاشا سے الٹی سیدھی باتیں کیں تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔'' وہ اس کو دیکھتے ہی بپھر کر بولا۔
''اس نے کان بھر بھی دیئے۔'' دوپٹے کو اپنے گرد لپیٹتے ثانیہ نے طنزیہ کہا۔
''تبھی تو صبح صبح بھاگا آیا ہے۔'' نادرہ نے لقمہ دیا۔

"کیوں نہ بھاگوں...... وہ بچاری......" لفظ بچاری پر ثانیہ نے بھنویں اچکا کر ماں کو دیکھا۔
"ابھی تک ہماری خاطر پوری فیملی کی باتیں سن رہی ہے کہ لڑکے والوں نے منگنی اپنے گھر کیوں نہ کی، اس بہانے اس کے رشتے دار ہمارا گھر بار دیکھنا چاہتے تھے۔ کیا کیا بہانے کر کے اس نے روکا...... اور اب یہ اس پر الزام لگا رہی ہے۔"

کس قدر بے گانہ لہجہ تھا۔ جیسے وہ وسیم کی کچھ لگتی ہی نہ ہو۔ سب کچھ نتاشا ہی نتاشا تھی۔

"کوئی بے چاری نہیں ہے۔" ثانیہ غم و غصے سے چلائی۔ "بہت چالاک ہے۔ اس سب میں وہ بھی شامل تھی۔ میں بتا رہی ہوں ابھی اس منگنی کو ختم کر دیں۔ بہت پچھتائیں گے۔ وہ لڑکی......"

"شٹ اپ......!" وہ تو اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "اپنا گھر تو بستا نہیں ہے، ہر دوسرے دن ناراض ہو کر یہاں بیٹھی ہوتی ہو اور چاہتی ہو کہ میرا بسنے سے پہلے ہی اجڑ جائے۔"

ہائے ساری دنیا اکٹھی دشمنی پر اتر آئی تھی۔ وہ بہن تھی۔ بتا رہی تھی کہ نتاشا نے یہ سب کیا ہے۔ وہ بھائی تھا، اسے یقین کرنا چاہیے تھا۔ وہ نہیں کر رہا تھا۔ الٹا اسے الزام دے رہا تھا۔

"ابا! دیکھ رہے ہیں۔" اس نے مدد کے لیے باپ کو پکارا۔ دادی کو دیکھا۔ وہ سچ بول رہی تھی مگر کوئی اس کا یقین نہیں کر رہا تھا۔

"خوب سن رہا ہوں۔ تم عورتوں کا تو دماغ ہی الٹا ہے۔ جو منہ میں آتا ہے بولے جاتی ہو۔" شبیر نے تیوری چڑھائی۔

"اور تمہاری کسی بات پر مجھے کبھی اعتبار ہوا ہی نہیں۔"

لو جی قصہ ختم...... باپ نے بھی آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔

دادی انجان بنی اپنے دوپٹے کے دھاگے نوچتی رہی اور ماں......

ثانیہ نے امید سے دیکھا۔

نادرہ بیٹے کے مقابلے میں اس کا ساتھ کیوں دیتیں۔ ایک دو جملے کے بعد ہی چپ سادھ لی۔

وقت کا دھارا الٹا چل رہا تھا۔

اس مشکل وقت بھی اسے نجانے کیوں ارم یاد آ گئی۔

(کمبخت کی بد دعا لگ گئی ہے)

کردار بدلے تھے، سچویشن تو وہی تھی۔

''میں کوئی کانوں کا کچا یا بے وقوف نہیں ہوں جو تمہاری باتوں میں آ جاؤں گا۔ یہ ڈرامے اپنی سسرال میں جا کر کرنا۔'' وسیم کھڑا ہوا۔

''جو ابھی اس گھر میں آئی نہیں، اس کے خلاف محاذ کھول رکھا ہے۔ تمہیں اس کو گالیاں دینے کا کیا حق تھا؟''

''میں نے اسے کوئی گالی نہیں دی۔ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔'' ثانیہ نے دہائی دی تو وسیم نے موبائل نکال کر ریکارڈنگ چلا دی۔ غصے میں کیا پتا چلتا ہے کہ کیا کچھ بول گئے۔

اب سوچ رہی تھی یہ کچھ زیادہ ہو گیا تھا۔

ثبوت خود بول رہا تھا۔ اب وہ کیا بولتی؟

شبیر غصے سے کھڑے ہوئے۔

''ابھی اور اسی وقت نکلو......''

''کیا کر رہے ہیں؟ بیٹی کو گھر سے کون نکالتا ہے؟'' نادرہ ہڑبڑا کر بولیں۔

''میں، میں نکال رہا ہوں۔ اس فسادن لڑکی کا میرے گھر میں کوئی ٹھکانہ نہیں۔''

''اور اس سے کہیں اپنے گھر رہا کرے، ہمارے گھر آ کر فساد کرنے کی ضرورت نہیں، ہمت ہے عبید کی جو اس کو برداشت کر رہا ہے۔''

باپ بیٹے گھر سے نکل گئے۔

''میری بیٹیوں کے نصیب ہی ایسے ہیں۔ سسرال سے ناراض ہو کر آئی تو باپ بھائی گھر میں برداشت کرنے کو تیار نہیں۔'' نادرہ رونے بیٹھ گئیں۔

ثانیہ کے سائیں سائیں کرتے دماغ پر ان کی آواز ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھی۔ یہ اس کے

لیے دوسرا جھٹکا تھا۔

''ہاں تو جائے وہاں، جہاں سب برداشت کر رہے ہیں۔ کسی نے گھر سے تو نہیں نکالا۔ خود ہی آئی ہے۔'' دادی نے گردن گھما کر ثانیہ کو دیکھا۔

''میری بچی! گرے ہیروں کا کیا جاتا ہے۔ پھر سے چن لو، جھولی بھر لو...... جا! جا کر میاں کو منا لے۔ اب یہاں کوئی تمہیں گوارا نہیں کرے گا۔ معافی مانگ لو۔''

''معافی......!'' اس کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔

اس نے سوچا تھا اسے روایتی زندگی نہیں جینی...... زندگی اسے ساری روایتیں سکھانے پر تل گئی تھی۔

☆......☆......☆

ثانیہ خاموشی سے گھر واپس آ گئی۔ اور گھر کے معمول میں یوں شامل ہوئی گویا ہمیشہ سے اس کا حصہ ہو۔ آسیہ اس سے بہت کم باتیں کرتیں۔ ارم بھی لیے دیے رہتی۔ توفیق صاحب آتے جاتے حال احوال دریافت کر لیتے۔ عبید کا وہی معمول تھا۔ صبح آفس، شام میں ماں باپ کے ساتھ اور رات کو کمرے میں آ کر سو جاتا۔ بس اتنا ہوا کہ اب وہ ثانیہ کو آواز دے کر کام کہہ دیتا تھا۔

''چائے بنا دو۔''

''کھانا لگا دو۔''

''میری شرٹ کہاں ہے؟''

ثانیہ نے بھی عبید کا ہر کام اپنے ذمے لے لیا تھا۔ آفس کی تیاری، ناشتہ، کھانا، پھر ملازمہ کے ساتھ مل کر صفائی ستھرائی۔ ارم اسے مصروف دیکھتی تو دخل دینے کے بجائے کسی اور کام میں لگ جاتی۔ سجنا، سنورنا...... نئے نئے کپڑے پہننا...... وہ سب بھول گئی تھی۔ الماری میں اس کے سارے کپڑے استری شدہ موجود تھے۔

عبید نے مڑ کر دیکھا۔ ثانیہ بیڈ شیٹ بدل رہی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل پر عبید کی ساری چیزیں موجود تھیں۔ ثانیہ دوسری بیڈ شیٹ نکالنے کے لیے الماری کی طرف آئی۔ عبید نے اپنے کپڑے نکال لیے، مگر

جگہ نہیں چھوڑی۔

"مجھے بیڈ شیٹ نکالنی ہے۔" ثانیہ کو ٹوکنا پڑا۔

"خیریت تو ہے۔ کچھ دنوں سے تمہارے معمولات بدلے بدلے سے ہیں۔" عبید نے اسے غور سے دیکھا۔

دھلا دھلایا چہرہ...... بالوں کی سادہ سی چوٹی...... ہلکی پھلکی جیولری تک غائب تھی۔

ثانیہ نے سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"میرے شوہر پر نہ روپ اثر کرتا ہے۔ نہ معافی، نہ آنسو...... سوچا خدمت کر کے دیکھ لوں۔"

"اچھی بات ہے۔ حلیہ بھی درست کرلو۔"

وہ کہہ کر جگہ چھوڑ گیا۔

"کس لیے......؟" ثانیہ پلٹی۔ "میرا شوہر مجھے اس گھر میں مہارانی نہیں، نوکرانی کی طرح دیکھنا چاہتا ہے تو ایسے ہی سہی......"

"میں نے تو مہارانی ہی بنا کر رکھا تھا ثانیہ......!" عبید کا لہجہ اداس تھا۔

"اب کیا ساری زندگی مجھے میری غلطیوں کی سزا ہی دیتے رہو گے؟" وہ رو پڑی، عبید کو تکلیف ہوئی۔

اس نے کپڑے بیڈ پر ڈال دیے۔ پاس آ کر ثانیہ کے ہاتھ ہٹائے۔ نرمی سے آنسو صاف کیے۔ پھر بازو سے تھام کر بیڈ کے کنارے بٹھا دیا۔

"وقت آگیا ہے۔ ہم بیٹھ کر اپنی ترجیحات تیار کرلیں۔"

"ضرورت نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ تمہاری پہلی ترجیح تمہارے گھر والے ہیں۔" ثانیہ نے ہاتھ کی پشت سے گال صاف کیا۔

وہ اس کے بے حد قریب بیٹھا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"کوئی پہلی اور دوسری ترجیح نہیں ہوتا...... میرے لیے تم بھی اہم ہو اور وہ بھی...... لیکن تمہیں سمجھنا ہوگا۔ میں صرف تمہارا شوہر نہیں ہوں، بھائی ہوں اور بیٹا بھی...... یہ لوگ مجھے اتنے ہی پیارے

ہیں جتنے تمہارے گھر والے تمہیں ہیں۔"

"میں نے وہ تصویریں نہیں بھیجی تھیں، نتاشا نے بھیجی تھیں۔"

عبید ایک لمحے کو خاموش ہوا۔

"تمہیں مجھے اعتماد میں لینا چاہیے تھا۔"

"یہی غلطی ہوئی۔" ثانیہ کے لہجے میں ندامت تھی۔ "مجھے لگا ارم کو دکھ ہوگا بس اسی لیے......"

"ایک بات کلیئر کرلو۔ ارم وسیم سے محبت نہیں کرتی تھی۔ اور ویسے بھی اس کا رشتہ اتنے اچھے گھر اور اتنے اچھے انسان کے ساتھ ہوا ہے کہ اسے مڑ کر دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔"

"مجھے کیا پتا مجھے تو کسی نے اس قابل سمجھا ہی نہیں۔"

وہ سوں سوں کر رہی تھی۔ عبید نے سائیڈ ٹیبل پر پڑے ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر اسے دیا۔

"اس قابل بننا پڑتا ہے ثانیہ...... کچھ بھی پلیٹ میں رکھ کر نہیں ملتا۔"

"میں کوشش کروں گی۔"

"پہلے رونا تو بند کرو۔ بہت بری شکل ہو رہی ہے۔"

"وہ تو تمہیں میں ویسے ہی بری لگتی ہوں، تبھی تو دور دور رہتے ہو۔"

"بس، دور نہ ہوتا تو تمہیں اپنی غلطیوں کا احساس کیسے ہوتا؟" عبید نے بازو پھیلا کر اسے قریب کیا۔

"مار ڈالتی ہو، میری کمزوری ہاتھ لگ گئی ہے نا......" ثانیہ نے شاکی نظروں سے عبید کو دیکھا۔ یہ شکایت تو اسے اپنے آپ سے بھی تھی۔

ثانیہ کو عبید کی کمزوری بننا تھا۔ عبید نجانے کب حاوی ہوتا چلا گیا۔

"میں کچھ بھی کرلوں، اس گھر میں کبھی میری اہمیت نہیں ہوسکتی۔" ثانیہ کی شکایتوں کا دفتر کھل گیا۔

"تم کچھ کرو تو سہی......" عبید کا لہجہ بدلا۔

"کیا کروں؟" وہ کچھ خوب صورت بات سننا چاہتی تھی۔

"ابھی تو ناشتہ بنادو، آفس سے لیٹ ہوگیا ہوں۔ اور جلدی آنا ہے۔"

''بنا دیتی ہوں۔'' وہ اٹھنا نہیں چاہتی تھی مگر اٹھنا پڑا۔ کتنے دنوں کے بعد تو عبید نے اس سے بات کی تھی۔ عبید بھی کپڑے اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ اسے شاور لینا تھا۔

''شام کو ارم کے سسرال والے شادی کی تاریخ لینے آ رہے ہیں۔ امی سے پوچھ لینا کیا انتظام کرنا ہے۔''

عبید کا لہجہ سرسری تھا مگر اگلا مرحلہ یہی تھا کہ ساس بہو کے تعلقات نارمل ہو جائیں۔

(''ابھی بھی نہیں بتانا تھا......'')

وہ دل میں کلستی کچن میں آ گئی۔ جہاں آسیہ توفیق صاحب کا ناشتہ بنا رہی تھیں۔ ثانیہ کا دل نہیں چاہ رہا تھا ان سے بات کرے۔ مگر پوچھنا پڑا۔

''مہمانوں نے کتنے بجے آنا ہے آنٹی؟''

آسیہ کا دل چاہا صاف صاف کہہ دیں، میری بیٹی کے سسرال والوں اور اس کی خوشیوں سے دور رہو۔ مگر وضع داری آڑے آ گئی۔ تبھی تفصیل سے بتانے لگیں۔ لیکن اس کے بعد ثانیہ نے انہیں مایوس نہیں کیا تھا۔ وہ مسلسل ان کے ساتھ کچن میں لگی رہی تھی۔ ارم نے ملازمہ کے ساتھ مل کر گھر سیٹ کر لیا۔

''کیا پہن رہی ہو؟'' ارم وارڈ روب کھولے کپڑوں کا جائزہ لے رہی تھی۔ مہمانوں کے آنے میں کچھ ہی دیر تھی۔ آسیہ نے کہا وہ تیار ہو جائے کہ ثانیہ چلی آئی۔

''کچھ بھی پہن لوں گی۔ انہوں نے کون سا......؟''

''لاؤ میں مدد کرواؤں......'' وہ پاس آ کر بولی تو ارم ایک طرف ہو گئی۔

''تم نے اسے دیکھا ہے؟''

''تصویر دیکھی ہے۔''

''بات نہیں ہوئی؟'' ثانیہ مسکرائی۔

''نہیں......!'' ارم ایک سوٹ نکال کر دیکھنے لگی۔ اس کا انداز محتاط سا تھا۔

''دل تو چاہتا ہو گا؟''

''ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔'' ارم نے خود ہی ایک سوٹ نکال لیا۔

''ویسے یہ سب کچھ جلدی نہیں ہو رہا۔ آناً فاناً رشتہ آنا، بات طے ہونا اور اب تاریخ..... کچھ دیکھ بھال تو کرنی چاہیے تھی، اجنبی لوگ ہیں۔''

''ابو نے بات طے کی ہے تو کچھ سوچ کر ہی کی ہوگی۔ میں تیار ہو جاؤں۔''

''ہاں میں انتظام دیکھ لوں۔'' ثانیہ چلی گئی تو ارم نے گہری سانس لی۔ وہ اب ثانیہ کی موجودگی میں کمفرٹیبل محسوس نہیں کرتی تھی۔

مہمانوں کو دیکھ کر ایک لمحے کو تو ثانیہ کی آنکھیں ہی کھل گئیں۔

ہاجرہ بیگم پورے طمطراق اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ آئی تھیں۔ ساتھ میں چند قریبی عزیز تھے۔

پھل، مٹھائی، میوہ جات کے ساتھ ارم کے لیے خوب صورت اور قیمتی تحائف بھی تھے۔

ثانیہ کو مایوسی ہوئی۔ اسے تو لگا تھا بس جلد بازی میں کوئی مناسب سا رشتہ دیکھ لیا ہوگا۔ مگر یہاں ہر چیز منہ سے بول رہی تھی۔

''کیا پتا لڑکا کیسا ہو؟'' اسے پورا یقین تھا یقیناً لڑکے میں کوئی کمی ہوگی۔ اس کے خیالوں کے درمیان ہی دو ماہ بعد کی تاریخ دے دی گئی۔

☆......☆......☆

فرخ تو وہاں آ نہ سکتا تھا۔ دادی خود ہی ملنے چلی آئیں۔ کمزور ہاتھوں سے پیٹ ڈالا۔ وہ بھی ہنستے ہنستے مار کھاتا رہا۔ پھر کان پکڑ کر معافی مانگنے لگا۔ رابعہ نے دادی کو واپس نہ جانے دیا۔ اصرار کر کے روک لیا۔

سر میں تیل کی مالش کی، نہلایا دھلایا۔ گڑیا سی بنا کر پلنگ پر بٹھا لیا۔ فرخ کو نوکری مل گئی تھی۔ واپس آ کر دادی کے پاس لیٹا چہلیں کرتا رہتا۔ گھر سے دور رہ کر گھر والوں کی قدر ہو گئی تھی۔ آصفہ پوتوں میں مگن...... کبھی کبھار دورہ پڑتا تو رابعہ کے لتے لے لیتیں۔ رابعہ کو ہنس کر ٹالنا آتا تھا۔ سہیل اب بھی فرخ سے کھنچا رہتا تھا۔ فرخ نے نانی سے شکایت کی۔

''بھائی نے ابھی تک مجھے معاف نہیں کیا۔''

''تو کیا تمہارا منہ ماتھا چومے؟'' دادی نے تنگ کر کہا۔ ''گھر آنے کی اجازت دے دی اور کیا

چاہیے؟ وہ تم نے جو کیا تھا، کوئی اور بھائی ہوتا تو......"

"میں کیا کرتا، ثانیہ نے دماغ خراب کر دیا تھا۔" فرخ شرمندہ ہو کر کان کھجانے لگا۔

"دماغ تو اس کا اب بھی خراب ہے۔ ڈرامے ہی ختم نہیں ہوتے۔ جب دیکھو ناراض ہو کر آئی ہوتی ہے۔" دادی نے بے زاری سے بتایا۔

"اچھا......" فرخ کے کان کھڑے ہوئے۔ اور دادی کی چھٹی حس نے الارم بجایا تو خشمگیں نگاہوں سے گھورنے لگیں۔

"تمہیں کیا......؟ اپنی نوکری پر توجہ دے، پھر تیرے لیے بھی کوئی دلہن ڈھونڈیں......"

"مجھے شادی نہیں کرنی۔ لڑکیوں پر اعتبار نہیں رہا۔" شادی کے نام پر زخم ہرے ہونے لگتے تھے۔

"ساری ایک جیسی تھوڑی ہوتی ہیں۔" انہوں نے پچکارا۔ "اپنی رابعہ جیسی ہیرا لڑکی ڈھونڈوں گی۔"

تبھی رابعہ سبزیوں کا سوپ بنا کر لے آئی۔ عقب میں آصفہ دونوں بچوں کو دائیں بائیں لٹکائے آگئیں۔ فرخ نے لپک کر دونوں کو ان سے لے لیا۔ اس کی جان تھی بھتیجوں میں......

"اماں ذرا دیکھنا ان کے ماتھے کیسے گول سے ہو رہے ہیں اور سر کتنا لمبا ہے۔" آصفہ کے اپنے بکھیڑے تھے۔ ان کا بس نہ چلتا دونوں بچوں کو پھر سے گھڑ لیں وہ......

"اس کی تو ناک بھی پھینی ہے۔" دادی نے بغور جائزہ لے کر نیا انکشاف کیا۔ "لگتا ہے کروٹ کے بل سلاتی ہو۔"

رابعہ کا منہ بے چارہ سا ہو گیا۔ آج اسے سارا دن یہی لیکچر سننا تھا۔ فرخ قہقہہ دباتا پھینی ناک والے کو چومنے لگا۔

"اماں، میں نے سنا ہے، وسیم کی تنخواہ بڑھ گئی ہے۔" رابعہ کے کمرے سے نکلتے ہی آصفہ نے پوچھا۔

"ہاں تو تمہیں کیا، اللہ اس کے نصیب میں کرے، تمہارے تو اپنے دونوں کما رہے ہیں۔" دادی نے آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔ یہاں تو دو دن رہنا تھا، واپس تو وہیں جانا تھا۔

"میں نے تو ویسے ہی پوچھ لیا۔" آصفہ کھسیانی سی ہو گئی۔

☆......☆......☆

شادی کی تیاریاں زور و شور سے شروع ہو گئی تھیں۔ ہر روز بازار کے چکر لگتے۔ جہیز کے لیے تو ہاجرہ نے صاف منع کر دیا تھا۔

"جو کچھ گھر میں ہے، سب ارم نے ہی برتنا ہے۔ اور گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ ہی ہے۔"

پھر بھی کپڑا، لتا، زیور......

دونوں ارم اور آسیہ بازار نکل جاتیں اور پیچھے وہ رہ جاتی۔ جلتی، کلستی......

ہٹ کی ایسی پکی تھی کہ اس دن کے بعد میکے میں جھانکا تک نہیں، نادرہ ہی ایک دوبار چکر لگا گئی تھیں۔

عبید اچانک ہی چلا آیا۔

وہ برآمدے میں بیٹھی پھولوں پر منڈلاتی شہد کی مکھیوں کو دیکھ رہی تھی۔ بے زاری چہرے سے نمایاں تھی۔

"تم اس وقت...... خیریت؟ طبیعت تو ٹھیک ہے؟" وہ اسے اچانک اور بے وقت گھر میں دیکھ کر حیران ہوئی۔

"بس یونہی مجھے لگا کہ جیسے کوئی بہت فارغ بیٹھا مجھے یاد کر رہا ہے۔"

"میں اب تمہیں یاد نہیں کرتی۔" ثانیہ نے ناک چڑھائی۔

"ہاں تم مجھے حفظ کر چکی ہو۔" عبید نے چند پھول توڑ کر اس کی طرف اچھالے۔ ایک پھول بالوں میں اٹک گیا۔ دوسرے گود میں آگرے۔

"رہنے دو۔ اب ایسی حرکتیں اچھی نہیں لگتیں۔" ثانیہ نے ہاتھ مار کر پھول نیچے گرا دیے۔

"مانا کہ گرمی شروع ہو گئی ہے۔ اتنے انگارے کیوں چبا رہی ہو۔" عبید نے اس کے بالوں میں اٹکا پھول نکالا۔

"چھوڑو...... کھانا کھاؤ گے؟"

"ہوں...... لیکن باہر......"

ثانیہ نے کچھ حیران ہو کر عبید کو دیکھا۔ پھر سر جھٹک کر بولی۔

''گھر میں بنا ہے۔''

''وہ رات کو کھا لیں گے۔ اب جلدی سے ریڈی ہو جاؤ، تمہیں شاپنگ بھی کروانی ہے۔'' عبید نے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔

''رہنے دو عبید...... پتا نہیں گھر والوں نے مجھے شادی میں شامل بھی کرنا ہے یا نہیں...... میں تو ویسے بھی کسی بات میں نہیں ہوں۔ نہ بات طے ہونے میں، نہ شاپنگ...... مجھ سے تو ہر چیز یوں چھپائی جارہی ہے جیسے نظر لگا دوں گی۔'' وہ یاسیت سے گویا ہوئی۔

''مسز......! میں اس وقت کوئی فالتو بات سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ بس ریڈی ہو جاؤ۔ تمہارے پاس پانچ منٹ ہیں۔''

ثانیہ نے بھی عقل کو ہاتھ مارا اور تیزی سے اندر بھاگی۔ عبید بھی مسکرا کر فریش ہونے چلا گیا۔

☆......☆......☆

''امی! اب بس کریں۔ میرے پیر سوج گئے ہیں۔'' ارم کا بس چلتا تو بیچ مارکیٹ میں بیٹھ جاتی۔ پتا نہیں مائیں اس موقعہ پر تھکتی کیوں نہیں ہیں۔ ایک سے ایک بہترین چیز کی تلاش میں انہوں نے پوری مارکیٹ اور مال کھنگال لیا تھا۔ بہت سا سامان انہوں نے توفیق صاحب کے ساتھ گاڑی میں گھر بھجوا دیا تھا۔

''ہاں! تھک تو میں بھی گئی ہوں۔ چلو باقی کل پر رکھتے ہیں۔''

صد شکر کہ آسیہ مان گئیں۔

''لیکن گھر جانے سے پہلے مجھے کسی اچھی جگہ سے کھانا کھلائیں۔'' ارم نے جھٹ سے فرمائش جڑ دی۔

تبھی آسیہ کا موبائل بجنے لگا۔

❁ ❁

قسط نمبر18

''تمہاری ساس کی کال ہے۔ یہ پکڑو۔''انہوں نے باقی کے بیگز بھی ارم کو تھما دیے۔

''جی آپا!'' سمدھنوں میں بلا کی یگانگت تھی۔ دن میں تبادلہ خیال کے لیے کتنے ہی فون کھڑکا لیے جاتے۔ ہاجرہ تو ویسے بھی اکیلی تھیں۔ انہیں بار بار مشورے کے لیے آسیہ کی ضرورت پڑتی۔ انہوں نے تو کہا تھا بری کی تیاری بھی آسیہ ارم کی مرضی سے خود ہی کرلیں، لیکن آسیہ کو مناسب نہ لگا۔

''چلو......'' کچھ دیر بات کرنے کے بعد انہوں نے عجلت میں کہا۔

''کہاں؟''

''تمہاری ساس یہاں قریب ہی ایک بوتیک پر ہیں۔ انہوں نے کہا ہے ارم ساتھ ہے۔ ویسے کا ڈریس اس کی پسند سے ہی لے لیتے ہیں۔''

''امی!'' ارم نے احتجاجاً انہیں دیکھا۔ صبح سے شاپنگ کے لیے خوار، وہ اس حلیے میں ساس کے سامنے جاتی اچھی لگے گی۔ مگر آسیہ نے اس کی ایک نہ سنی۔ اصل بھاگ جانے کا دل اس وقت چاہا جب اس نے صوفے پہ بیٹھے عفان کو دیکھا۔ جو تسلی سے بیٹھا موبائل میں مصروف تھا۔ ارم نے ہاتھوں میں پکڑے سارے بیگز ایک طرف ڈھیر کردیے۔ کاش وہ ان کے ساتھ خود بھی ڈھیر ہوسکتی۔

تب ہی عفان نے سر اٹھا کر دونوں کو دیکھا اور احتراماً کھڑا ہوگیا۔ آسیہ اس سے سلام دعا کرنے لگیں۔

ارم کیا کرتی۔ بے وقوفوں کی طرح ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

آسیہ آگے بڑھ گئیں۔

ارم نے تیزی سے آگے بڑھنا چاہا مگر وہ دراز قامت راستے میں حائل ہوگیا۔

''کیسی ہیں آپ؟''

''بھٹکنے لگ رہی ہوں۔'' اس نے دل میں جواب دیا۔

''اچھی ہوں۔''

''یہ تو بعد میں پتا چلے گا۔'' بھوری آنکھوں میں مسکراہٹ کا تاثر ابھرا۔

''اچھے لوگ ہمیشہ اچھے ہی ہوتے ہیں۔'' ارم کو اپنی گھبراہٹ پر غصہ آنے لگا۔

''آپ کے بچے کیسے ہیں؟''

''ہیں......؟'' ارم کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''چڑیا کے بچے......'' عفان نے حیرت سے دوبارہ دہرایا۔ اس نے شاید پہلے بھی یہی کہا تھا۔ اس کے کان بند ہو رہے تھے۔

''وہ تو اڑ گئے۔'' وہ خود بھی اڑنے کے لیے رستہ تلاشنے لگی۔ تب ہی آسیہ نے اسے پکار لیا تو عفان ایک طرف ہو گیا۔ ارم تیزی سے گزر کر ہاجرہ سے ملنے لگی۔

☆......☆......☆

ارم کے کمرے میں سامان ہی سامان بکھرا تھا۔ بری کی شاپنگ ایک طرف، ہاجرہ نے اسے ویسے بھی بہت سے تحائف لے دیے تھے۔

سامان اٹھاتے رکھتے ارم کے لبوں پر مسکان بکھر گئی۔

سب سے مشکل مرحلہ ولیمے کے ڈریس کا تھا۔ یا برائیڈل ڈریس کا۔

آسیہ اور ہاجرہ برائیڈل میں سرخ رنگ چاہ رہی تھیں۔ نجانے کب وہ عقب میں آ کھڑا ہوا۔

''مجھے سرخ رنگ پسند نہیں۔''

تینوں ہی چونک گئیں۔

''یہ والا کیسا ہے؟' ہاجرہ نے ایک اور ڈریس کی طرف اشارہ کیا۔

''بے کار ہے۔'' وہ سنجیدہ تھا۔

''تم نے پہننا ہے؟'' ہاجرہ چڑ گئیں۔

ارم نے بمشکل مسکراہٹ ضبط کی۔

''مجھے دیکھنا تو ہے نا، یا اس پر بھی پابندی ہے؟''

''اف......!'' ارم کی گردن ہی جھک گئی۔

''جا کر بیٹھو...... جس نے پہننا ہے خود ہی پسند کرے گی۔'' ہاجرہ نے ڈانٹ دیا تو وہ کندھے اچکا کر واپس مڑ گیا۔

پھر ارم کو ایک ڈریس پسند آ ہی گیا۔ لیکن وہ اس میں کچھ تبدیلیاں کروانا چاہتی تھی۔ ڈیزائنر نے یقین دہانی کروائی کہ وہ مقررہ وقت تک سب کچھ کروا دے گی۔

ارم کی نظر بے اختیار آئینے کی طرف اٹھی۔ وہ کہنی پر وزن ڈالے ایک طرف کو جھک کر بیٹھا اسی کو دیکھ رہا تھا۔ ماتھے پر ہلکی سی شکن بتاتی تھی کہ یہ دیکھنا، دیکھنا نہیں۔ اس کا ذہن کہیں اور ہے۔ جیسے ہی ارم سے نگاہ ملی۔ اس نے سیدھا ہو کر اثبات میں گردن ہلا دی۔

گویا اس کی پسند کو اپروول دے دیا تھا۔

''ارم!'' ثانیہ کی آواز پر ارم چونک گئی۔ ثانیہ نے بکھرے سامان کو دیکھا۔ اسی تجسس میں وہ آئی تھی۔ سنا تھا ارم کی ساس نے بہت شاپنگ کروائی تھی۔

''کچھ مدد کرواؤں؟''

''ہاں اتنا سامان ہے سمجھ میں نہیں آ رہا کہاں رکھوں۔ اس پر تھکاوٹ اتنی ہے کہ......'' پھر اچانک یاد آیا۔ ''تمہاری شاپنگ ہو گئی؟''

''ہاں تم نے تو کبھی کہا نہیں، عبید لے گیا تھا۔''

''ہاں وہ کہہ رہا تھا، میں خود ہی شاپنگ کروا دوں گا۔'' ارم جوتوں کے ڈبے الماری میں رکھنے لگی۔ ثانیہ نے ایک بیگ کھولا۔ میک اپ کا سامان تھا۔

''تمہاری ساس کچھ زیادہ ہی شو آف نہیں کرتیں۔''

''وہ کہتی ہیں مجھے تمہارے لیے شاپنگ کرنا اچھا لگتا ہے۔'' ارم نے سادگی سے بتایا۔

''کمال ہے۔'' ثانیہ نے تعجب سے بھنویں اچکائیں۔

''عفان بھی ساتھ تھا؟''

''ہاں!'' ارم نے رخ بدل لیا مگر لبوں کے کونوں میں مچلتی مسکان ثانیہ کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہی۔

''کیا کیا باتیں ہوئیں؟'' ثانیہ بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی۔

''کچھ خاص نہیں۔'' ارم نے کنی کترائی۔

''تم بتانا نہیں چاہتیں۔''

''بس اس نے مجھ سے میرا سیل نمبر مانگا تھا۔'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی بتا گئی۔

''پھر؟''

''مجھے اپنا نمبر بھول گیا۔'' ارم نے معصومیت سے بتایا۔

''تمہیں اپنا نمبر یاد نہیں؟'' عفان نے تحیر سے پوچھا۔ آسیہ اور ہاجرہ جیولر سے الجھ رہی تھیں۔

''یاد تھا، ذہن سے نکل گیا۔'' ارم نے شرمندگی سے نچلا لب دانتوں تلے دبایا تو عفان نے اس کے ہاتھ سے اس کا سیل لے لیا۔ اپنا نمبر ڈائل کیا۔ تو اس کے موبائل پر بیل جانے لگی۔

''میرا نمبر سیو کر لینا، مجھے عفان کہتے ہیں۔'' آخری جملے میں شرارت ہی شرارت تھی۔

''مطلب آدم بیزار نہیں ہے، رومینٹک مزاج ہے۔'' ثانیہ نے تبصرہ کیا۔ ارم نہ چاہتے ہوئے بھی اسے بتا گئی تھی۔ اور اس میں چھپانے والی کوئی بات بھی نہیں تھی۔

''پتا نہیں......''

''چلو آج رات پتا چل جائے گا۔''

''آج رات......؟'' ارم نے تعجب سے اسے دیکھا۔

''نمبر لیا ہے، کال نہیں کرے گا۔''

''آ...... مجھے نہیں پتا، میں ابو سے چائے کا پوچھ لوں۔'' ارم جلدی سے باہر نکل گئی۔ ثانیہ نے

اردگرد پھیلے سامان کو دیکھا۔

ارم کو جب بھی ملا، بنا کوشش کے چھپڑ پھاڑ کر ہی ملا۔ وہ واقعی خوش نصیب تھی۔

ثانیہ کے اندر تاسف سا ابھرا۔

''میری زندگی میں تو کوششیں ہی لکھی ہیں۔''

☆......☆......☆

ایسے گھر میں رہنے اور بسنے کے خواب تو اس نے دیکھے تھے۔

گیٹ کھلا اور گاڑی پورچ میں داخل ہوئی۔ نگاہوں میں وسیع لان کا منظر ابھرا۔

وہ، عبید اور ان کے بچے...... اس نے اپنی فیملی کو ایسے ہی لان میں بیٹھ کر چائے پیتے دیکھا تھا۔

وسیع وعریض ڈرائنگ روم کے بیش قیمت فرنیچر، آرائشی فانوس، بڑا سا گھڑیال، ڈیکوریشن پیسز......

وہ گھر امارت اور روایت کا خوب صورت امتزاج تھا۔

''ایلس ان آونڈر لینڈ۔'' عبید نے سرگوشی کی۔ وہ جو ننھی بچی کی طرح گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ شرمندہ سی ہو کر ہاجرہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ جنہوں نے ان کی خاطر مدارت میں کوئی کمی نہ چھوڑی تھی۔

آخر ہونے والی بہو کی بھاوج پہلی بار ان کے گھر آئی تھی۔

حالانکہ آسیہ اسے اس طرح بھیجنے کو تیار نہ تھیں۔ مگر کارڈ چھپ کر آ گئے تھے اور عبید کو کارڈ دینے آنا تھا تو ثانیہ بھی تیار ہو گئی۔ وہ عبید کی وجہ سے مجبوراً راضی ہو گئیں۔ ورنہ وہ اس وقت ایک روایتی ماں کی طرح اپنی بیٹی کی خوشیوں کو ہر حاسد کی نظر سے دور رکھنا چاہتی تھیں۔

''آنٹی! اس گھر اور کاروبار میں تو باقی لوگوں کا بھی حصہ ہو گا۔'' بہت سی ضروری باتوں کے درمیان ثانیہ نے اچانک ہی غیر ضروری بات کر دی۔

عبید نے پہلو بدلا۔

''نہیں یہ سب کچھ عفان کا ہے۔'' بیگم ہاجرہ نے مسکرا کر تسلی کروائی۔

''میں نے تو ابھی تک عفان کو دیکھا ہی نہیں۔'' ثانیہ نے اپنی مایوسی چھپائی۔ کچھ تو ایسا مل جائے کہ دل کو تسلی ہو۔ یہاں تو سب کچھ پرفیکٹ نظر آ رہا ہے۔

(ہو سکتا ہے عفان میں ہی کوئی کمی ہو)

اسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ کچھ دیر میں اس کے ہاتھ کیا لگنے والا تھا۔

''بیٹا! آپ ہمارے گھر آئی ہی پہلی بار ہو، ورنہ عفان سے ملاقات ہو جاتی۔'' ہاجرہ نے رسانیت سے کہا۔

''ابھی تو وہ آفس......'' ہاجرہ کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ جب وہ دراز قامت اندر داخل ہوا۔

''السلام علیکم!''

ہاجرہ مسکرا دیں۔ عبید نے آنے سے پہلے عفان کو کال کر دی تھی۔ تب ہی وہ آفس سے جلدی اٹھ گیا۔ کتنا بھی مغرور ہو، مگر اسے رشتے نبھانے تو آتے تھے۔ آخر ہاجرہ کا بیٹا تھا۔

عبید اٹھ کر اس سے ملنے لگا۔ اور ثانیہ سلام کا جواب بھی نہ دے پائی۔

''یہ عفان تھا۔''

گہری مایوسی اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔

کوئی کمی، کوئی خامی......

وہ ایک دراز قامت پرکشش اور جاذب نظر نوجوان تھا۔ بات کرنے کے انداز میں رکھ رکھاؤ اور وقار تھا۔ عفان اس سے حال احوال پوچھ رہا تھا۔ وہ حال دل کیا بتاتی، بس بناوٹی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلا کر رہ گئی۔

عفان عبید کے ساتھ محو گفتگو تھا۔

ثانیہ کو چپ سی لگی۔ وہ بس ہاجرہ کی ہر بات کے جواب میں ہوں ہاں ہی کرتی رہی۔ عبید نے ایک دو بار اس کی خاموشی کو محسوس کر کے اس کی طرف دیکھا تو وہ ذرا سنبھلی۔

عبید ہاجرہ بیگم سے بارات اور دیگر معاملات کے بارے میں بات کر رہا تھا۔

عفان معذرت کر کے کھڑا ہو گیا۔ اسے کپڑے تبدیل کرنے تھے۔ فریش ہونا تھا۔

"بی بی جان۔" ثانیہ نے لگاوٹ سے پکارا۔ "میں آپ کا گھر دیکھ سکتی ہوں؟"

"کیوں نہیں بیٹا! آپ کا اپنا گھر ہے۔" انہوں نے خوش دلی سے کہتے عفان کو دیکھا۔ "بھابھی کو گھر دکھا دو۔"

یہ کام تو مسرت بھی کر سکتی ہے۔ عفان نے دل میں سوچا مگر مروت میں چپ رہا۔ اسے ثانیہ عجیب سی لگی۔ ایک ایک چیز کو دیکھتی...... ہر کونے کے بارے میں دریافت کرتی جیسے اس نے وہاں رہنا ہو۔ عفان کو کوفت ہونے لگی۔

"آپ کا گھر بہت خوب صورت ہے۔" ثانیہ کے لہجے میں حد درجہ ستائش تھی۔ "لوگ تو ایسے گھر میں رہنے کے خواب دیکھتے ہیں۔"

"شکریہ!" وہ مسرت کو بلا کر خود اپنے کمرے میں جانے کے بارے میں سوچ رہا تھا کیونکہ ثانیہ کا ارادہ تو شاید سرونٹ کوارٹرز بھی دیکھنے کا تھا۔

"ارم آپ کی کال کا انتظار کرتی رہی۔" وہ فش ایکوریم کے پاس رک گئی۔

"میری کال؟" عفان نے تعجب سے پوچھا۔

"آپ نے اس کا نمبر جو لیا تھا۔" ثانیہ کی نگاہ چھوٹی نیلی چمکیلی مچھلی پر تھی۔ دل چاہا مٹھی میں لے لے۔ (وہی، ہر چیز دسترس میں ہو)

"نمبر تو......" عفان کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لڑکیوں کی خواہش ہوتی ہے اپنے منگیتر سے بات کرنے کی۔ میں اور عبید تو پوری پوری رات بات کیا کرتے تھے۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"ایسی کون سی باتیں تھیں؟" وہ نادان تھا، معصوم یا حد درجہ چالاک۔ شاید اس سے کچھ اگلوانا چاہتا تھا۔

ثانیہ سنبھلی۔

''لگتا ہے آپ بالکل بھی رومینٹک نہیں ہیں۔''

''شاید۔'' عفان نے ہلکے سے سر کو جھٹکا۔

''کوئی بات نہیں، ارم بہت قناعت پسند لڑکی ہے۔ گزارا کر لے گی۔'' وہ ہنسی۔

(شاید جو میری زندگی میں آئے اسے گزارا ہی کرنا پڑے)

''پتا نہیں وہ اتنا بڑا گھر کیسے سنبھالے گی۔'' وہ شاید خود کلامی تھی۔ عفان بور ہونے لگا۔

''اس گھر کے معاملات بہت اچھی طرح سے چل رہے ہیں۔ اسے زیادہ محنت نہیں کرنا پڑے گی۔''

''وہ محنت کی عادی ہے۔ گھر سنوارنے سجانے کا تو جنون ہے۔ بہت اچھی لڑکی ہے۔ اتنی اچھی کہ میں اسے اپنی بھابھی بنانا چاہتی تھی۔''

عفان چونک گیا۔

''تو یہ......''

''تو یہ کہ آپ کا رشتہ آ گیا اور انکل نے نہ کسی سے پوچھا اور نہ کسی کو بتایا۔ بس فٹ سے ہاں کر دی۔'' ثانیہ نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔

''ارم سے بھی نہیں پوچھا؟'' اس سے قبل کہ ثانیہ عفان کے سوال کا جواب دیتی، افتاں و خیزاں مسرت دوڑتی ہوئی آئی۔

''کیا ہوا؟''

وہ ثانیہ کو دیکھ کر ٹھٹکی، پھر عفان کو دیکھا۔

''وہ......وہ آئی ہیں۔''

''وہ کا کوئی نام بھی ہوگا۔''

''زارا بی بی......'' مسرت کی آواز مدھم ہوئی۔ عفان کے چہرے پر ایک غیر معمولی سا تاثر ابھرا۔ پتھریلا سرد......

وہ ثانیہ سے معذرت کرتا تیزی سے چلا گیا۔ مسرت بھی اس کے پیچھے لپک کر گئی۔

لابی میں اکیلی کھڑی ثانیہ کو بے عزتی کا احساس ہوا۔

☆......☆......☆

وہ مانی کے کاٹ کے پاس کھڑی تھی۔ سیاہ برانڈڈ کرتا پائجامے میں ملبوس بنا دوپٹے کے......اس کے اسٹیپس میں کٹے بال چہرے کے اطراف میں بکھرے تھے۔ سنہری زنجیر والا بیگ کندھے پر جھول رہا تھا۔ چہرے پر میک اپ کی تہ جس نے اس کے دلکش نقوش کو مزید نکھار بخشا تھا۔ عفان کو یاد نہ تھا کہ کبھی اس نے زارا کو سیاہ لباس یا اتنے میک اپ میں دیکھا ہو۔ وہ تو مست ملنگ ٹائپ لڑکی تھی۔

''کیسے ہو عفان؟''

وہ اسے یکسر نظر انداز کر کے کاٹ پر جھکا اور مانی کو بازوؤں میں بھینچ کر سینے سے لگا لیا۔ وہ بھی جو کچی نیند میں تھا، ہڑبڑا کر جاگا۔ عفان کو دیکھا تو ایک بے ساختہ مسکراہٹ پھول جیسے لبوں پر کھلی پھر اس نے کندھے پر سر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔

ہائے! وہ اس مسکراہٹ پر اپنی ساری دولت لٹا سکتا تھا۔

عفان نے اس کا سر چوم لیا۔ زارا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

کچھ یاد آیا تھا اور بہت ہی شدت سے یاد آیا تھا۔

''بس ہو گئی ممتا ٹھنڈی۔'' گہرا طنزیہ تمسخرانہ لہجہ......

زارا کے آنسو پلکوں پر ہی منجمد ہو گئے۔

''محسن نے اچانک ہی دبئی کی فلائٹ بک کروالی۔ یہ میں ہی جانتی ہوں کس دل سے مانی کو چھوڑنے......''

''تم اسے ایک ہی بار چھوڑ جاؤ۔ ہم پر احسان ہوگا۔'' وہ غرایا۔

زارا ایک لمحے کو چپ سی ہو گئی۔

''اتنا کڑوا مت بولو عفان! کبھی ہمارے درمیان بہت خوب صورت اور باعزت رشتہ رہا تھا۔''

زارا کے لہجے میں کسک جاگی۔

کبھی یہ گھر اس کا تھا۔ یہ لوگ اس کے تھے۔ وہ انہیں چھوڑنے اور دور ہونے کا سوچتی بھی تو سانس بند ہو جاتی مگر پھر وہ کڑی ہی ٹوٹ گئی جو زارا کو اس گھر سے جوڑے ہوئے تھی۔

''اب اس رشتے کا نام بھی تمہاری زبان پر نہیں آنا چاہیے۔'' عفان کی نگاہوں سے شرارے برسنے لگے۔

''جیسے ہی سسرال میں حالات اسٹیبل ہوئے، میں مانی کو لے جاؤں گی۔'' اس نے حسرت سے اس کے کندھے سے لپٹے بیٹے کو دیکھا۔

''میں مانی کو تمہیں دوں گا۔ ایسی کسی بھول میں مت رہنا۔'' عفان نے دانت پیسے۔ ''اب تم جاؤ یہاں سے۔''

''عفان میں......''

''مسرت......''

وہ عفان کی آواز پر بھاگی آئی اور منت بھری آواز میں بولی۔

''زارا بی بی آجائیں۔''

زارا نے ایک گہری سانس لی۔

''میں بی بی جان......''

''گھر میں مہمان ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ تم ان سے ملو۔'' عفان نے درشتی سے اس کی بات کاٹی۔

زارا کے اندر اشتعال کی لہر اٹھی۔ وہ اس کی مسلسل بے عزتی کر رہا تھا اور وہ برداشت کر رہی تھی۔ وہ تیزی سے اس کے سامنے آئی۔

''تم کچھ بھی کر لو عفان...... مانی سے میرا رشتہ کبھی نہیں بدل سکتا۔ میں اس کی ماں ہوں اور ماں ہی رہوں گی۔''

مانی کے بالوں پر ہاتھ پھیرتی وہ تیزی سے وہاں سے نکلی۔

''اس کو باہر تک چھوڑ کے آنا۔'' عقب سے عفان نے مسرت سے کہا تھا۔

ثانیہ اس خوب صورت لڑکی کو دیکھ کر ٹھٹک کر رکی۔ جس کی آنکھوں میں آنسو اور چہرے پر غصہ تھا۔
زارا کے قدم بھی تھم گئے۔
''وہ میں ڈرائنگ روم میں جانا چاہ رہی تھی۔'' ثانیہ نے بوکھلا کر کہا۔
زارا نے اسے سرتاپا دیکھا۔
''یہاں سے رائٹ سائیڈ پر ہے۔''
عقب میں آتی مسرت کو سمجھ نہ آئی کہ وہ زارا کو باہر تک چھوڑے یا ثانیہ کو ڈرائنگ روم تک......
پھر ثانیہ کو مڑتے دیکھ کر وہ زارا کے پیچھے بھاگی کہ زارا جاتے ہوئے ہمیشہ اس کے ہاتھ پر کچھ رقم رکھ جاتی تھی۔
راہداری کے آخر میں ثانیہ رکی اور پلٹی۔
اسے کمرے سے عفان کی آواز آرہی تھی۔
وہ تجسس میں کمرے کے دروازے تک آئی۔
سامنے کے منظر نے اس کے قدموں تلے سے زمین کھینچ لی تھی۔

☆......☆......☆

وہ کب سے نوٹ کر رہی تھی۔ ماں بے چین ہے۔ کوئی کام ان کی توجہ نہیں کھینچ رہا۔ بار بار موبائل اٹھا کر ٹائم دیکھتیں پھر عبید کا نمبر نکال کر کال کا ارادہ کرتیں اور کیے بغیر واپس رکھ دیتیں۔
''اماں!'' ارم نے عقب سے ماں کے گلے میں بازو ڈال کر ٹھوڑی ان کے سر پر ٹکائی۔
''کس بات کی بے چینی ہے؟''
''کتنی دیر ہوگئی۔ یہ لوگ ابھی تک واپس نہیں آئے۔'' آسیہ کے انداز میں جھنجھلاہٹ تھی۔
''ابھی اتنی دیر نہیں ہوئی۔ آنے جانے میں، چائے پانی پینے میں اتنا وقت تو لگ ہی جاتا ہے۔''
''تمہیں نہیں پتا، عبید کو ثانیہ کو ساتھ نہیں لے جانا چاہیے تھا۔ میں اس لڑکی پر اعتبار نہیں کر سکتی۔ اس نے کوئی ایسی ویسی بات کر دی یا کچھ......''

''کیسی بات؟'' ارم پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''تم سمجھ ہی نہیں رہیں۔ تمہارا رشتہ پہلے وسیم کے ساتھ ہونے جا رہا تھا۔''

''تو......؟'' ارم نے حیرت سے ماں کا چہرہ دیکھا۔ ''یہ کوئی اتنی بڑی بات تو نہیں۔''

''کوئی بھی بات اتنی بڑی نہیں ہوتی۔ چند لفظوں کا ہیر پھیر مفہوم بدل دیتا ہے اور ثانیہ تو اس بات میں ماہر ہے۔'' وہ چڑ گئیں۔

''چند لفظوں کا ہیر پھیر میری قسمت بدل سکتا ہے تو پھر آپ کو یہ بات ہاجرہ آنٹی سے پہلے ہی کر لینی چاہیے تھی۔''

ارم ان سے بھی زیادہ چڑ گئی، کوفت الگ ہوئی۔ یعنی اتنی معمولی بات اس کے سر پر تلوار بن کر لٹکی رہے گی۔

''ارم! میری جان! تم بہت معصوم ہو۔''

بیٹی کی شادی ماں کو اس کے مستقبل کے حوالے سے ہزاروں خدشات میں مبتلا کر رہی تھی۔ گویا دل نوچ کر غیروں کی ہتھیلی پر رکھنا تھا۔

''امی میں معصوم ہوں لیکن بے وقوف نہیں۔ آپ ہی تو کہتی ہیں ہر کسی کو اپنے حصے کے دکھ اور سکھ دیکھنے ہیں۔ مجھے اپنے رب پر پورا بھروسا ہے وہ مجھے اکیلا نہیں چھوڑے گا اور......''

عبید اور ثانیہ کو اندر آتے دیکھ کر ارم نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔

آسیہ نے بغور بہو کے تاثرات جانچے۔ دونوں خوش باش گھر میں داخل ہوئے۔ سلام کیا اور وہیں بیٹھ گئے۔

''کیسی تھیں ہاجرہ؟'' آسیہ نے محتاط انداز میں دریافت کیا۔

''بالکل ٹھیک تھیں۔'' عبید نے جواب دیا۔

''بیٹے کی شادی کی خوشی میں اور بھی ٹھیک تھیں۔'' ثانیہ ہنسی۔ ''بار بار کہہ رہی تھیں، سب سے چھوٹے بیٹے کی پہلی شادی ہے۔ میں تو پھر سے جوان ہو گئی ہوں۔''

''سب کی پہلی شادی ہی ہوتی ہے۔'' عبید نے ٹوکا۔

''کسی کسی کی دو بھی ہو جاتی ہیں۔''

''وہی تو......'' ثانیہ سنبھلی، ساتھ ہی ارم کی طرف متوجہ ہوئی۔

''ارم! تم بہت خوش قسمت ہو۔ اتنا اچھا گھر اور عفان، اس کی فیملی...... میں خوامخواہ پریشان تھی کہ پتا نہیں جلدی میں کیسا رشتہ ہوگا مگر اب ان سے مل کر دیکھ کر مطمئن ہوگئی ہوں۔''

ارم نے مسکرا کر ماں کو دیکھا۔

''بیٹیوں کے رشتے جلدی میں تو نہیں ہوتے۔ دیکھ بھال کر ہی کیے جاتے ہیں۔'' آسیہ نے رسانیت سے کہا۔

''یہ تو سارا رستہ عفان اور اس کی فیملی کی تعریفیں ہی کرتی آئی ہے۔'' عبید نے کہا۔

''کیوں نہ کروں۔ میں کوئی ارم کی دشمن تھوڑی ہوں۔ جب اتنا اچھا سسرال ملا ہے تو خوش ہی ہوں گی۔ آپ لوگ ہی مجھ سے بدگمان ہو جاتے ہیں۔'' ثانیہ نے سنجیدگی سے کہا۔

سب خاموش ہی رہے۔ دلوں سے کدورت دور نہیں ہوئی تھی۔ مگر رشتہ نبھانے کے لیے ضروری تھا کہ خاموشی اختیار کر لی جائے۔

''میں چائے بناتی ہوں۔ کون کون پیے گا؟'' ارم کھڑی ہوگئی۔

''اب تم کچن کے کاموں سے چھٹی لو۔ بلکہ اپائنٹمنٹ لو۔ اب تمہارے ایک دو فیشل ہو جانے چاہئیں۔'' ثانیہ اس کے ساتھ ہی اٹھ گئی۔ آسیہ نے بہانے سے ہاجرہ کو بھی کال کر لی۔

مگر سب ٹھیک چل رہا تھا۔ انہوں نے سکون کا سانس لیا۔

☆......☆......☆

گھر میں شادی کی رونقیں عروج پر تھیں۔ سامان خریدا جا رہا ہے، پیک ہو رہا ہے۔ مہمانوں کی لسٹ بن رہی ہے۔ بس آوت جاوت لگی تھی۔

ارم کبھی کبھی رک کر حیران ہو کر سارے گھر کو دیکھتی۔

وہ یہاں بس چند دن کی مہمان تھی۔

یہ گھر پرایا ہونے والا تھا۔

''پرایا.....'' اس نے بے حد تحیر سے اس لفظ کو زیر لب دہرایا۔ اور ستون سے لپٹی بیل کو دیکھا۔ اس نے یہ بیل خود اپنے ہاتھوں سے لگائی تھی۔ اس کے ایک ایک پتے کو گنا تھا۔ پہلی کلی سے پھولوں کے جوبن تک وہ اس کی سہیلی رہی تھی۔

وہ ایک ایک سیڑھی چڑھتی اوپر آئی۔

آغاز موسم گرما تھا۔ اور بہار اپنے عروج پر تھی۔

یہ پھولوں بھری چھت اسے بنی بنائی نہیں ملی تھی۔

اس نے گملے خود پینٹ کیے تھے۔

خزاں کی دھوپ میں سکھا کر بہار کے بیج بوئے تھے۔ اس نے کتنی جاں فشانی، عرق ریزی اور مشقت سے اس بہار کو اپنا مقدر کیا تھا۔

''کوئی اس کے بعد پودوں کو پانی دینے آئے گا؟'' اس نے خالی آب خوروں کو دیکھا۔

''یا چڑیاں خالی آب خوروں کو دیکھ کر اسی طرح لوٹ جائیں گی۔''

اسے فرصت نہ ملی تھی اور کسی نے دانہ پانی نہ رکھا تھا۔

''میری طرح تمہارا بھی دانہ پانی اٹھ گیا ہے۔''

وہ ایک دم سے کرسی پر بیٹھی، گرد آلود میز پر سر رکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ یہاں تک کہ کسی نے اسے بازو کے گھیرے میں لے کر کندھے سے لگا لیا۔ بھائی کا لمس پا کر وہ مزید بکھر گئی۔

عبید اپنی گیلی آنکھیں آستین سے پونچھتا رہا۔

یہ کہانی آج کی تو نہیں تھی۔

جب اسے پہلی بار گود میں لیا۔

جب وہ پاؤں پاؤں چلنا سیکھی۔

جب اس کی موٹر سائیکل کی آواز پر دروازہ کھولنے بھاگتی تھی۔
جب وہ اس کا بیگ اپنے کندھے پر ڈال کر اسکول چھوڑنے سے لے کر جب وہ بہن سے
رازدار سہیلی بنی، ساتھ ہنسنے اور رونے والا رشتہ بنی۔
یہ کہانی آج کی تو نہ تھی۔
"یہ ہمیشہ تمہارا گھر رہے گا۔"
"لیکن میں اس آنگن کی تتلی نہیں رہوں گی میرے بھائی! جو اپنی موج آتی، اپنی موج جاتی ہے۔ میں تو منڈیر پر بیٹھی چڑیا ہو جاؤں گی۔ جو آ کر منتظر نگاہوں سے سب کو دیکھتی ہے کیا میرے حصے کا دانہ پانی موجود ہے یا نہیں۔"
"تم ہمیشہ اس آنگن کی تتلی رہو گی ارم...... یہ بھائی کا وعدہ ہے۔"
ایسے وعدے اور دعوے کبھی پورے نہیں ہوتے......
کیونکہ دریا ہمیشہ آگے کو بہتا ہے، واپس نہیں پلٹتا۔

☆......☆......☆

"کچھ الیکٹرونکس میں سے لے لیں۔" آسیہ نے پوچھا۔ انہیں ہر چیز میں کمی لگ رہی تھی۔ جہیز جو نہیں جا رہا تھا۔
توفیق صاحب نے مسکرا کر آسیہ کو دیکھا، ان کے ارمان ادھورے رہ گئے تھے۔
پاس بیٹھی ثانیہ کی زبان میں کھجلی ہوئی مگر چپ سادھ گئی۔ اس کے خیال میں تو پہلے ہی زیور، کپڑوں اور باقی لوازمات پر کافی رقم خرچ ہو گئی تھی۔
"ہاجرہ بی بی نے سختی سے منع کیا ہے کہ گھر میں جو کچھ ہے سب ارم نے ہی استعمال کرنا ہے۔ انہیں برا لگے گا۔"
"اللہ کا شکر ہے اتنے اچھے لوگ مل گئے۔" آسیہ نے کہا تو ثانیہ نے بغور انہیں دیکھا۔ تبھی عبید آ گیا۔ ہاتھ میں چیک تھا۔
"ابو! یہ ہماری طرف سے ارم کے لیے ہے۔" اس نے ثانیہ کے قریب بیٹھ کر چیک باپ کی

طرف بڑھایا۔ثانیہ نے چونک کر عبید کو، پھر چیک کو دیکھا تو دل ڈوب گیا۔
دو لاکھ کا تھا۔
"بیٹا! اس کی ضرورت نہیں۔ سب انتظام ہو گیا ہے۔"
توفیق صاحب کو خوشی ہوئی کہ بیٹے نے ذمہ داری کا احساس کیا ہے مگر چیک نہیں لیا۔
"بھائی ہونے کے ناتے میرا بھی فرض بنتا ہے۔" اس نے بصد اصرار چیک انہیں تھما دیا۔
ثانیہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔
"میں سوچ رہی تھی کہ ہمیں بھی ارم کو کوئی گفٹ دینا چاہیے۔ اچھا ہے اپنی مرضی سے لے لے گی۔"
"ماشاء اللہ! تم لوگوں نے حق ادا کر دیا۔ ثانیہ نے بھی بہت اچھے طریقے سے سارا انتظام سنبھال رکھا ہے۔" توفیق نے بہو کی حوصلہ افزائی کی اور کسی حد تک یہ درست بھی تھا۔
"اب چلیں، آج زیور اٹھانا ہے۔" آسیہ نے یاد دہانی کرائی تو توفیق صاحب اٹھ گئے۔
"مجھ سے مشورہ ہی کر لیتے۔" ثانیہ نے ان کے جانے کے بعد شکوہ کناں نگاہوں سے شوہر کو دیکھا۔
"دھیان نہیں رہا۔" عبید نے ٹالا۔
"جب سارا انتظام ہو گیا تھا تو اتنے پیسے دینے کی کیا ضرورت تھی۔" ثانیہ سے رہا ہی نہ گیا۔
عبید نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔
"مطلب ہم اسے کوئی اور گفٹ کر دیتے۔ آنے والے وقت میں ہمارے کام آ سکتے تھے۔"
ثانیہ کے لہجے میں مایوسی سی تھی۔
عبید اس کی ذات کے بہت سے رنگوں سے اب واقف ہوا تھا۔ اس لیے غصہ کرنے کے بجائے اس کا ہاتھ دبا کر بولا۔
"فکر نہ کرو زندگی رہی تو ان شاء اللہ تمہارے لیے اور جوڑ لوں گا۔"
"ہاں مگر یہ تو چلے گئے۔"
وہ چپ ہو گئی۔ مزید بولنا اپنا ہی پردہ کھولنا تھا۔

☆......☆......☆

شب کا آغاز ڈھولک کی تھاپ سے ہوا۔
چنچل ہنسی، الہڑ سرگوشیاں، مہندی رچے ہاتھوں سے چوڑیوں کی کھنک...... رات کی چنری پر ستاروں کی طرح دمکنے لگی۔
دادی نے موتیا رنگ پر چھوٹی چھوٹی سبز بوٹیوں والا سوٹ زیب تن کیا۔ تیل لگا کر چوٹی گوندھی، بازو تھک جاتے تھے ہر بل دینے کے بعد سانس لینے کو رکتیں۔ پھر اپنی پٹاری کھولی۔ کمرے میں تبت سنو کی خوشبو پھیل گئی۔ اس کے ساتھ ہی ان کی سرمے دانی بھی رکھی تھی۔
”کہا بھی ہے تھک جائیں گی۔ بخار ہو جائے گا، پر نہیں...... ان کا مہندی میں جانا ضروری ہے۔ پیروں پر بار نہیں آتا کرسی گھماتے پھریں گے۔“ نادرہ کو ان کی وہیل چیئر سے چڑ تھی۔
”کون سا پورا گھر لیول پر تھا۔ کہیں سیڑھیاں چڑھانی پڑتی تو کہیں اٹھانی......“ وہ بولتے بولتے ٹھٹک کر رکیں۔
صحن میں بچھی چارپائی پر وہ بازو آنکھوں پر رکھے لیٹا تھا۔
اور ڈھولک کی تھاپ دیوار تاپ کر گویا صحن میں کِکلی ڈال رہی تھی۔
”وسیم!“ پتا نہیں کیوں انہوں نے بے چین ہو کر پکارا۔
”ہوں......“ اس نے بازو نہیں ہٹایا۔
”نیند آ رہی ہے تو اندر جا کر سو جاؤ۔ یہاں تو شور شرابا آ رہا ہے۔“
وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پاؤں زمین پر رکھے، سر جھکا ہوا تھا۔ مبادا اماں آنکھوں کی لالی دیکھ لے۔
”سوچ رہی ہوں تمہاری بھی شادی کی تاریخ لے آؤں۔“ نادرہ کو الہام سا ہوا تو بہلانا چاہا۔
”دادی تیار ہو گئی ہیں، تو میں چھوڑ آؤں۔“ وہ کھڑا ہوا۔
”تم کیا کرو گے، میں لے جاتی ہوں۔ یا تمہارے ابا لے جائیں گے۔“
”ہاں میں کیا کروں گا؟“ اس نے بے خیالی میں خود کلامی کی۔
صحن میں جلتی ٹیوب لائٹ کے گرد پتنگوں کا رقص شروع تھا۔

''بس اسے ایک نظر دیکھوں گا۔وہ کتنی خوش ہے۔ہنس رہی ہوگی۔ مسکراتی شرماتی ہوگی۔کیا پتا اس ہنسی کی اوٹ میں اس کی آنکھ بھی لال ہوئی ہو۔''

وہ مسکرا رہی تھی۔

سہیلیوں کی اوٹ میں شرماتی جھجکتی۔

اس کے گرد سفید اور پیلے پھولوں کی بہتات تھی۔خود اس نے گلاب اوڑھ رکھے تھے جن میں کسی اور کے نام کی خوشبو مہکتی تھی۔وہ خوشبو اسے مدہوش کر رہی تھی۔

کہیں کوئی کمی؟

کہیں کوئی کسک؟

کچھ ذرا سا کھونے کا احساس؟

وسیم کا دل مایوسی کی اتھاہ گہرائی میں ڈوب گیا۔

ارم کی آنکھوں میں جگنوؤں کی چمک تھی۔

اس نے کرسی اسٹیج کے قریب کی اور لوٹ آیا۔

ارم دادی کی طرف متوجہ ہوئی۔

اس نے دیکھا ہی نہیں......کون تھا جو غم و غصے اور مایوسی کی آگ میں جلتا وہاں سے گیا تھا۔

اپنے جذبوں کو سنبھال کر چلنے والے شاید اتنے مطمئن اور پرسکون ہو سکتے ہیں۔

''نتاشا! آج کی رات میرے نام کر سکتی ہو؟''

''ہاں! کیوں نہیں؟''

نتاشا کو اس کے سلگتے دل پر تسلی کے پھاہے رکھنے تھے۔اس آگ کو اپنی محبت کی پھوار سے ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا کرنا تھا۔

''اگر میں یہ فرمائش ارم سے کرتا تو اس کا جواب کیا ہوتا؟''

کال کاٹتے ہوئے وسیم نے بے دھیانی سے سوچا تھا۔

☆......☆......☆

"اماں! آپ آئیں، شگن کی مہندی لگا کر رسم ادا کر دیں۔"

اماں بے چاری نے گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا کہ کس اماں کو اتنی عزت دی جا رہی ہے۔ اور جب احساس ہوا کہ بھری محفل میں ان سے زیادہ بزرگ اماں کوئی نہیں ہیں۔ اور آسیہ یہ عزت ان ہی کو بخش رہی ہیں تو نہال ہو گئیں۔ آنکھیں بھر آئیں۔

وسیم کی منگنی کا منظر آنکھوں میں گھوم گیا جہاں کسی نے لفٹ ہی نہیں کروائی۔

"اس عورت کو تو بس دکھاوے کا موقع ملنا چاہیے۔ ساری چاچیوں، مامیوں، پھوپھی، خالہ کو چھوڑ کر دلہن کی دادی آ گئی۔"

"مجھ سے کون سا اوپر چڑھا جائے گا۔" دادی نے تھوڑی کنی کترائی۔

"ارے دادو! نیت ہونی چاہیے۔ یہ کون سا مشکل ہے۔"

سفید شلوار قمیص پر سبز پٹکا گلے میں ڈالے عبید قریب آیا۔ اپنے کزن کو اشارہ کیا۔ ایک آدھ منٹ میں دادی کرسی سمیت اسٹیج پر تھیں۔ اس سے آگے میز تھی۔ آرائشی لوازمات تھے۔

ارم مسکرا کر اٹھی۔ اور دادی کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ہتھیلی ان کے گھٹنے پر رکھ دی۔

آخر آسیہ کی بیٹی تھی۔ گلابی نازک سی گوری ہتھیلی دادی کے سامنے تھی۔

"اے کاش! اس ہاتھ پر....." دادی نے دل سے اٹھتی ہوک کو دل میں ہی دبا کر ہر خیال کو جھٹکا اور ارم کی ہتھیلی پر ڈھیروں دعائیں رقم کر دیں۔

دو قدم نیچے کھڑی ثانیہ متحیر تھی۔ یہ ساری فیملی ہی کھسکی ہوئی تھی۔

"کہاں گم ہو؟" عقب سے عبید نے اس کے کندھے سے کندھا ٹکرایا۔

"یہ ہو کیا رہا ہے؟"

"اسے بزرگوں سے دعائیں لینا کہتے ہیں۔ جب ان کے بوڑھے دل مسکراتے ہیں تو اللہ مقدر میں بڑی کامیابیاں لکھتا ہے۔"

ثانیہ نے دیکھا دادی کے چہرے کی ہر جھری، سرمہ لگی بوڑھی آنکھیں اور پوپلے لبوں پر ہنسی کے

پھول کھلے تھے۔ جب رواں رواں مسکرا رہا تھا تو محو دعا کیوں نہ ہوتا۔ اور ساری دعائیں کس کے مقدر میں لکھی جا رہی تھیں۔

دادی نے جھک کر ارم کی روشن پیشانی چوم لی۔

”ہر دعا مستجاب نہیں ہوتی۔“

اس کی خودکلامی اس کے کندھے پر جھکے عبید کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

”جب اللہ نے کہہ دیا کہ میں تمہاری دعائیں سنتا ہوں۔ نہ قبول ہوں تو اس سے بہتر عطا کرتا ہوں۔ تو پھر اپنی دعا کی قبولیت پر اصرار کیسا؟“

”سارے صوفی اسی گھر میں پیدا ہونے تھے۔“ وہ چڑ کر آگے ہوئی۔

”دادی! تھوڑی دعائیں پوتی کے لیے بھی بچا لیں۔“ ثانیہ ارم کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

”دعائیں مفت میں نہیں ملتیں۔ کمائی جاتی ہیں۔“

دادی کو تازہ بہ تازہ عزت اور اتنا پروٹوکول ملا تھا انہوں نے آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔ حاضرین کے قہقہے برجستہ تھے۔ ثانیہ جز بز سی ہوگئی۔

”ثانیہ بھابھی! دادی کا گھٹنا پکڑ لیں ہوسکتا ہے کچھ دان کر دیں۔“ عبید کی کزن نے آواز لگائی۔

”مجھے ان کی دعاؤں کی ضرورت نہیں۔“

ثانیہ نے سر جھٹک کر میوزک والے کو اشارہ کیا کہ والیم تیز کر دے۔

☆......☆......☆

”ساری دنیا کے میسنے گھنے اس گھر میں جمع ہیں۔ ہمیں تو ساری زندگی ایسے دکھاوے نہ آئے۔“

نادرہ کو تپ چڑھی تھی۔ جب سے واپس آئی تھیں یونہی بولتی جا رہی تھیں۔ شبیر خاموشی سے کھانا اور دادی فیرنی کھاتی رہیں جو ارم کے گھر سے آیا تھا۔

”اور یہ بڑھ بڑھ کر اس لڑکی کا منہ ماتھا چوم رہی تھیں۔ یہ بھی خیال نہ آیا کہ اس لڑکی نے گھر بلا کر بے عزتی کی تھی۔ ان کے پوتے کے رشتے کو ٹھکرایا تھا۔“

''تم بھی تو تیار شیار ہو کر چلی گئی تھیں۔ بیٹے کا اتنا دکھ تھا تو نہ جاتیں۔'' دادی بڑبڑائیں۔

''بیٹی کی سسرال کا معاملہ نہ ہوتا تو کبھی نہ جاتی...... اور خیر میرے لیے کون سی نئی بات ہے۔ بیٹی کے سسرال والوں نے ہمیشہ جوتیاں ہی چٹوائی ہیں۔'' نادرہ نے ترخ کر کہا۔

شبیر خوامخواہ کھانسنے لگے۔

''پانی سامنے رکھا ہے۔'' نادرہ نے چڑ کر کہا۔ شبیر نے دو گھونٹ پانی کے لے کر گلاس رکھا۔

''سنا ہے لڑکے والوں نے جہیز نہیں لیا۔'' دادی نے پوچھا۔

''خوامخواہ کی باتیں...... جہیز نہیں لیا ہوگا تو ٹھوک کے پیسہ دے دیا ہوگا۔ دو لاکھ تو عبید نے پکڑائے ہیں۔ میں تو سمجھی تھی، بیوی کی دفعہ ہاتھ دبانا اور بہن کی دفعہ لٹانا اسی گھر کی ریت ہے۔''

''ہاں تو اس کے بھائی کے پیسے تھے بہن کو دے دیے۔ ثانیہ کو کس بات کی تکلیف ہے۔'' شبیر بگڑ کر بولے۔

''اچھا تو اصل دکھ دو لاکھ کا ہے۔'' دادی نے صحیح نبض پکڑی۔

''میں نے بھی کہہ دیا ہے۔ آہستہ آہستہ عبید کی تنخواہ اپنے قبضے میں کرنا، ورنہ ساری زندگی ماں کی طرح سر پکڑ کر روؤ گی۔ اور وہ بہن کا گھر بھرتا رہے گا۔'' نادرہ نے دادی کی بات کو نظر انداز کرتے ہاتھ نچاتے کہا۔

''اسے کوئی اچھی عقل نہ دینا۔'' شبیر نے بگڑ کر کہا۔

''اچھی عقل والیاں ساری زندگی میری طرح رلتی ہیں۔ بس کریں اور کتنی فیرنی کھائیں گی۔ پیٹ خراب ہو گیا تو میری جان کو مصیبت......''

وہ غصے میں جاتے جاتے دادی کو بھی ٹوک گئیں۔ دادی تلملا گئیں۔

''اس کو لگتا ہے اس میں عقل تھی۔''

''یہ وسیم ابھی تک نہیں آیا۔'' شبیر نے بات پلٹی۔

☆......☆......☆

''جھمکا۔'' ثانیہ کے اشارے پر ارم نے اپنا جھمکا چھولیا۔

ثانیہ نے تصویر کھینچ لی۔ ارم سفید اور پیلے پھولوں سے سجے جھولے پر بیٹھی تھی۔ رسم ختم ہوگئی تھی۔ مہمان کھانے کے بعد خوش گپیوں میں مصروف تھے تو کچھ سونے کی تیاریوں میں۔ ارم بھی تھک گئی تھی مگر ثانیہ کے جوش کی وجہ سے رک گئی۔ وہ اپنے موبائل میں اس کی تصویریں لے رہی تھی۔

اس نے یہ والی تصویر بھی عفان کے نمبر پر سینڈ کر دی۔

عفان نے موبائل اٹھا کر دیکھا۔

وہ کسی ایک تصویر میں بھی نمایاں نہ تھی۔ جھمکا، چوڑی، مہندی، بندیا......

وہ خاموشی سے جھمکا چھوتے ہاتھ کو دیکھتا رہا۔

احساسات عجیب سے تھے۔

دل کہتا تھا...... وہ جو ایک خوب صورت بندھن میں بندھنے جا رہے ہیں تو اس کی خوب صورتی کو بھی محسوس کرو۔ مگر دماغ میں فتور بھرا تھا۔

جو کہتا ہے یہ رشتہ عمر بھر کا ہو سکتا ہے مگر دل کا نہیں۔

محبت مت کرنا، خوار کرتی ہے...... چھوڑ دیتی ہے۔ راستہ بدلنے میں دیر نہیں لگاتی۔

وہ خاموشی سے جھمکا چھوتے ہاتھ کو دیکھتا رہا، پھر تصویر کو کلوز کیا۔

ہتھیلی پر اس کا نام نمایاں تھا۔

''تجسس کے مارے برا حال ہو جائے گا۔'' ثانیہ ہنسی۔

''کس کا؟'' دوپٹا ٹھیک کرتی ارم نے چونک کر پوچھا۔

ثانیہ نے شرارت سے نچلا لب دانتوں تلے دبا لیا۔

ارم کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''تم عفان کو بھیج رہی ہو؟''

''ہاں آتش شوق بھڑکنے دو۔''

''مت کرو ثانیہ! مجھے کیا پتا وہ کیسا ہے، کس مزاج کا ہے۔ ہو سکتا ہے اسے اچھا نہ لگے۔ میں تو اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔'' ارم پریشان ہو گئی۔

''لیکن میں تو اس کے بارے میں بہت کچھ جان گئی ہوں۔'' ثانیہ نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔

''مثلاً؟'' ارم نے ہلکے سے تجسس کے ساتھ پوچھا۔

عفان کے سامنے ارم کی مختلف تصویریں تھیں۔ اور ذہن ادھیڑ بن میں تھا۔ کیا آنے والی اس کی ساری ذمہ داریاں بانٹ پائے گی۔ کیا وہ مانی کو قبول کرے گی۔''

وہ زندگی کا ہر سکھ اسے دینے کو تیار تھا۔ کیا وہ اس کے ساتھ اس کی الجھنیں سلجھا سکے گی۔ کیا وہ اپنی زندگی میں آنے والی لڑکی سے کچھ زیادہ امید تو نہیں لگا بیٹھا۔

سوال......سوال......سوال!

اور جواب یہی تھا کہ اسے ارم سے بات کرلینی چاہیے۔

''یہ لو، اس کی کال آرہی ہے۔'' ثانیہ چہکی۔ ارم نے گھبرا کر روکا۔

''پلیز مت اٹھانا۔''

مگر وہ ثانیہ ہی کیا جو رک جائے۔

''کیا ہوا؟ آپ سے صبر نہیں ہوا؟''

وہ ثانیہ کی آواز پر سنبھلا۔

''آپ نے کھیل ہی عجیب شروع کر دیا ہے۔ صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں۔''

''کیا کریں، ابھی نکاح جو نہیں ہوا۔'' ثانیہ آکر ارم کے پاس بیٹھ گئی۔

''ایسا تو نہیں ہے کہ دیکھا ہی نہ ہو۔'' اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

''چلیں بات ہی کروا دیں۔''

''بات؟'' ثانیہ نے ارم کو دیکھا۔ اس نے زور سے نفی میں گردن ہلائی۔

''آپ کی ہونے والی دلہن گھبرا رہی ہے۔''

''ابھی سے؟ ابھی تو عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔'' عفان کا لہجہ عجیب سا تھا اور ذہن کہیں اور مگر ثانیہ نے اس کا کچھ اور مطلب لیا اور دل کھول کر ہنسی۔

''بات کروا دیں، وعدہ کرتا ہوں زیادہ تنگ نہیں کروں گا۔'' اسے بے تحاشا ہنسنے والی لڑکیاں اچھی نہیں لگتی تھیں۔

''لو بھئی بات کر لو۔ موصوف بے چین ہو رہے ہیں۔'' ثانیہ نے زبردستی ارم کے کان سے موبائل لگا دیا۔

ارم کو بات کرنا ہی پڑی۔

''السلام علیکم!'' مدھم خوب صورت لہجہ، نرم آواز...... ثانیہ کی شوخ، چنچل آواز کے بعد ارم کے نرم لہجے نے عفان کے تنے ہوئے اعصاب پر پھوار کا کام کیا۔

''کیسی ہو؟''

''اچھی ہوں۔''

عفان نے ذہن سے غبار سا ہٹتا محسوس کیا۔

''سنا ہے میری کال کا انتظار کر رہی تھیں۔'' وہ یہ بات نہیں کرنے والا تھا مگر پتا نہیں کیا ہوا، وہ ٹریک ہی بدل گیا۔

''نہیں تو......'' اس نے بوکھلا کر ثانیہ کو دیکھا۔

عفان نے اس کا نمبر لیا تھا اور وہ لاشعوری طور پر منتظر رہی تھی۔ اس کے فوراً بعد عفان کی بہنوں اور بھابھیوں نے باری باری ارم سے بات بھی کی تھی۔ مگر عفان کی کال نہیں آئی۔ مگر اب وہ یہ بات عفان سے تو نہیں کہہ سکتی تھی۔

''مطلب میں تمہیں کال کروں نہ کروں، تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''ابھی ہمارے درمیان ایسا کوئی رشتہ نہیں بنا۔''

''ہماری منگنی ہوئی ہے۔'' عفان نے جتایا۔

''کچی بنیادوں پر پکی عمارتیں کھڑی نہیں کرتے۔''

''بس ایک رات کا فاصلہ ہے۔''

''پھر آپ کو حق حاصل ہوگا۔''

عفان کو ماننا پڑا۔ وہ جتنی بھی معصوم اور سادہ نظر آتی تھی۔ اپنے خیالات میں مضبوط اور واضح تھی۔ اسے اچھا لگا۔

''اف! مہندی کی رات کون اتنی سنجیدہ باتیں کرتا ہے۔'' ثانیہ نے سر پیٹ لیا۔ اسے اپنی باری یاد آئی۔

''چلیں اب خدا حافظ کہہ دیں، آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔'' ثانیہ نے موبائل ارم کے ہاتھ سے لے لیا تو عفان نے گڈ نائٹ کہہ کر کال کاٹی۔ بعد میں یاد آیا اس نے ارم سے کچھ اور کہنے کے لیے کال کی تھی۔

☆......☆......☆

سارے کمرے مہمانوں سے بھرے تھے۔ خود ارم کے کمرے میں بھی اس کی کزنز براجمان تھیں۔ آسیہ نے اسے دودھ کا گلاس دے کر سونے کی تاکید کی تھی تاکہ صبح فریش اٹھے۔ مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

وہ باہر نکل آئی۔ اوائل اپریل کی خوش گوار رات گرما اور موتیے کی خوشبو سے بوجھل تھی۔ اس کا دھیان خود بخود عفان کی طرف چلا گیا۔

وہ اس کا ہم سفر بننے جا رہا تھا۔

''پتا نہیں مزاج کا کیسا ہوگا؟''

ایک دو ملاقاتوں اور باتوں سے کیا اندازہ ہو سکتا تھا۔

''بلی! تم ابھی تک سوئی نہیں۔'' عبید اپنے کام سمیٹ کر ابھی ابھی آیا تھا۔ ارم اداسی سے مسکرائی۔

"بے چینی سی ہو رہی ہے۔ سب اتنا اچانک ہو گیا۔ ڈر سا لگ رہا ہے، اجنبی لوگ ہیں۔" وہ بھائی سے کہے بغیر نہ رہ سکی۔ عبید نے مسکرا کر اس کی ناک کھینچی۔

"میری بہن اتنی اچھی ہے کہ بہت جلد ان کی اجنبیت اپنائیت میں بدل جائے گی۔"

"عبید! مجھ سے وعدہ کرو۔" ارم نے بے اختیار اس کا ہاتھ پکڑا۔ وہ بچپن میں بھی اسی طرح عبید کا ہاتھ پکڑ کر پکا وعدہ کیا کرتی تھی۔

"نہ بھئی، اب یہ وعدے جا کر عفان سے لینا، میں نے تمہارے بہت نخرے اٹھا لیے۔" عبید نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

"وعدہ کرو...... میرے بعد امی ابو کا بہت خیال رکھو گے۔ ان کے معاملے میں ہمیشہ اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔ میں جانتی ہوں ان کے ساتھ زیادتی بھی ہو گئی تو وہ کبھی خود سے تمہیں نہیں کہیں گے۔"

بیٹی کا صرف جسم رخصت ہوتا ہے۔ روح تو میکے کی دہلیز پر چھوڑ آتی ہے۔ زندگی تو ماں باپ کے گھر میں گزارتی ہے۔ باقی تو بس ذمہ داریاں نبھانی ہوتی ہیں۔

"تمہیں سسرال سے بلا لیا کروں گا۔ پگلی کیا وہ صرف تمہارے پیرنٹس ہیں۔" عبید نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"اب جا کر سو جاؤ۔"

"مجھے ابھی عشاء پڑھنی ہے۔"

"میرے کمرے میں چلی جاؤ۔ میں یہاں کہیں سو جاؤں گا۔"

ارم وضو کر کے کمرے میں آئی تو ثانیہ ابھی تک کروٹیں بدل رہی تھی۔

"تمہیں بھی نیند نہیں آ رہی۔"

"ہوں......" ثانیہ بیٹھ گئی۔ ارم نے جائے نماز اٹھا کر بچھائی۔

"شاید تھکاوٹ زیادہ ہو گئی ہے۔"

ارم نے نماز شروع کر دی۔

ثانیہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔اندر کی بے چینی حد سے سوا تھی۔
''کیا میں ٹھیک کر رہی ہوں۔'' یہ سوال ہر وقت اس کے سر پر ہتھوڑے کی طرح برستا۔مگر وہ نظر انداز کر جاتی۔
سامنے بڑی سی چادر اوڑھے لڑکی اپنے رب کے حضور کھڑی تھی۔اس کے رکوع و سجود، قیام، کہیں بھی عجلت نہ تھی۔سکون ہی سکون جیسے سب کچھ اپنے رب کے حوالے کر چکی ہو۔
ثانیہ کو یاد نہ آیا اس نے آخری بار عشاء کی نماز کب پڑھی تھی۔
وہ کبھی بھی نماز کی پابند نہ رہی تھی نہ اس کے گھر کے باقی افراد۔کبھی دو پڑھ لیں تو کبھی تین......
فجر اور عشاء تو شاید مہینوں بعد ہی پڑھی جاتی تھیں۔
''لیکن میں کیوں گلٹ میں مبتلا ہوں۔'' وہ جھنجھلا کر لیٹ گئی۔''یہ رشتہ میں نے نہیں، اس کے گھر والوں نے طے کیا ہے۔ہر مشکل کا وبال ان ہی کے سر ہوگا۔''
خود کو تسلی دے کر اس نے آنکھیں موند لیں۔

☆......☆......☆

اپنے شادی کے جوڑے میں خود کو پور پور سجائے سارا زیور پہنے وہ آج کی دلہن لگ رہی تھی۔
بیوٹیشن نے کہا تھا، وہ اسے سوفٹ لک دیں گی تا کہ وہ برائیڈ سے مختلف نظر آئے مگر اس کا اصرار تھا اسے وہی میک اپ چاہیے جو ارم کا تھا۔ارم کو کئی دفعہ لگا وہ نارمل بی ہیو نہیں کر رہی۔اس کا بس نہ چلتا کہ وہ اس فنکشن میں ارم سے زیادہ خوب صورت لگے۔وہ عبید کو یاد دلانا چاہتی تھی اس کی بیوی کیا کمال کی شے ہے۔
وہ اسے دیکھ کر پھر سے مبہوت ہو جائے۔
ٹھٹک جائے......
چلنا بھول جائے۔
وہ واقعی ٹھٹک گیا۔
وہ انہیں پارلر سے پک کرنے آیا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟" اس نے سرتاپا ثانیہ کو دیکھا۔ وہ جو گردن اکڑائے کھڑی تھی۔ پزل سی ہوگئی۔

"کیا ہوا؟ اچھی نہیں لگ رہی؟" اس نے پھر سے آئینے میں خود کو دیکھا۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو۔ مگر یہ دوبارہ دلہن بننے کا شوق کہاں سے آ گیا۔" وہ ہنسا۔

"تم بھی ڈھنگ سے تیار ہو جاتے۔"

"ٹائم ہی کہاں ملا۔ اب جلدی کرو۔ بارات آ چکی ہے۔ ارم ریڈی نہیں ہے۔"

"ہوں لے کر آتی ہوں۔" ثانیہ کو ہلکی سی مایوسی نے گھیر لیا۔ وہ تعریف تو کر رہا تھا مگر اس تعریف میں والہانہ پن مفقود تھا۔

تب ہی ارم آ گئی۔

لبوں پر ہلکی سی مسکان۔

آنکھوں میں حیا کے رنگ۔

بھائی کا سامنا کرنے سے جھجک محسوس ہو رہی تھی۔

"ماشاء اللہ! ہماری ارم تو بہت ہی حسین لگ رہی ہے۔ ہے نا ثانیہ!" عبید نے بے اختیار آگے بڑھ کر ارم کے سر پر ہلکے سے ہاتھ رکھا۔

"اب دیر نہیں ہو رہی۔" ثانیہ نے چڑ کر کہا اور آگے بڑھی کہ لڑکھڑا گئی۔ عبید نے بے اختیار سنبھالا۔

"کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں، ہائی ہیل پہنی تھی تو اس لیے......"

"ضرورت کیا تھی اتنی لمبی ہیل پہننے کی۔ اب پورے ہال میں لڑھکتی پھرو گی۔"

"مجھے سنبھالنے والے بہت ہیں۔ تم نہ سنبھالنا۔" وہ غصے سے کہہ کر جانے لگی۔

"اس کا قد چھوٹا ہے نا شاید......"

وہ چڑ رہی تھی عبید کو مزا آنے لگا تو جان بوجھ کر بلند آواز سے بولا۔

صدمے سے ثانیہ کا برا حال ہو گیا۔ وہ ان سے بھی پہلے باہر نکل گئی۔

''آج تو تنگ مت کرو۔'' ارم نے ٹوکا۔

''انسان اپنی شخصیت کے ساتھ ہی اچھا لگتا ہے۔ وہ مجھے بہت پیاری لگتی، مگر میں دیکھ رہا ہوں اس نے ہر چیز میں تمہارا مقابلہ کیا ہے اور اس چکر میں وہ اپنی پرسنالٹی کھو رہی ہے۔'' عبید سنجیدہ ہو گیا۔

''تمہیں اس کی عادت کا پتا تو ہے۔ اتنی حسین لگ رہی تھی مگر تم نے ذرا بھی تعریف نہیں کی۔'' ارم نے ناراضی سے کہا۔

''موقع دیکھ کر یہ فریضہ بھی انجام دے دوں گا۔'' وہ ہنسا۔ ثانیہ کو اپنی تعریف موصول ہو گئی جب وہ ارم سے پہلے ہال میں داخل ہوئی تو ویٹر نے بچوں کو ہٹانا شروع کر دیا۔

''پیچھے ہٹ جاؤ بچو! دلہن آ گئی ہے۔''

ثانیہ نے گردن اکڑا کر عقب میں آتی ارم کو دیکھا جسے ان کی کزنز لے کر آ رہی تھیں، پھر اس نے ہنس ہنس کر ہر کسی کو بتایا۔

''جب میں آ رہی تھی تو سب کو لگا دلہن آ گئی ہے۔''

''تم بھی تو نئی نویلی دلہن ہی ہو۔'' عبید کی چاچی نے تسلی دی۔ ''شادی کو وقت ہی کتنا ہوا ہے۔''

''جی اس لیے تو شادی کا جوڑا پہنا ہے۔ بعد میں کہاں موقع ملنا تھا۔'' ثانیہ ہنسی۔

قباحت اس کا شادی کا جوڑا پہن کر دلہن کی طرح تیار ہونے میں نہیں تھی۔ قباحت تو اس کے انداز و اطوار اور چھچھور پن میں تھی۔

اسے یہ فکر نہیں تھی کہ اسے آنے والے مہمانوں کو دیکھنا ہے۔ یا ارم کو اس وقت کس چیز کی ضرورت تھی۔

وہ جہاں فوٹو گرافر کو دیکھتی، اپنا فوٹو شوٹ شروع کروا دیتی۔ آتے جاتے عبید کا بازو پکڑ کر روک لیتی۔ وہ اس وقت ہزار کاموں میں الجھا ہوا تھا۔

''تم ہیل اتار کیوں نہیں لیتیں۔''

''کیوں؟''

”بار بار سہارے کے لیے مجھے جو پکڑ لیتی ہو۔“

ثانیہ نے چڑ کر اس کا بازو چھوڑ دیا۔ اور ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔ جہاں نکاح کے لیے آنے کی اجازت مانگی جا رہی تھی۔

نکاح محض تین بول تو نہیں تھے۔

تین عہد تھے۔

تین نصیحتیں تھیں۔

ان تین بولوں میں اس کی حیثیت بدل گئی تھی۔

اس کے حق دار بدل گئے تھے۔

اس کا گھر اس کے رشتے اس کی زندگی بدل گئی تھی۔

اس نے پہلا سائن کرنے سے پہلے باپ کی طرف دیکھا تھا۔

انہوں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

وہ آج ان کے لیے چائے بنا کر ان کے کمرے میں لے کر گئی تھی۔

آج ارم کا اس گھر میں آخری دن تھا۔ اور ماں باپ کے لیے بنائی شاید آخری بیڈ ٹی۔ باپ نے ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھا لیا۔ ان کی آنکھ کنارے نمی آ ٹھہری تھی اور وہ کہہ رہے تھے۔

”میں نے اپنی دانست میں ایک بہترین انسان کا انتخاب تمہارے لیے کیا ہے۔ تم بھی اسے یہ سوچ کر اپنی زندگی میں شامل کرنا کہ تم صرف اس کے سکھ کی نہیں، دکھ کی بھی ساتھی ہو۔ اس کے گھر والوں کو اپنا سمجھنا۔ عزت دو گی تب ہی عزت پاؤ گی۔ تمہاری ذات میں محبت، نرمی اور صبر کے جو وصف ہیں، انہیں اپنی طاقت بنانا، نئے گھر کی بنیاد رکھتے ہوئے پرانی بنیادیں ہلا مت دینا۔“

ارم نے پہلا سائن کر دیا۔

ثانیہ نے بے اختیار اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑیں اور لب بھینچ لیے۔ آسیہ نے ایک ایک جوڑا سنبھال سنبھال کر سوٹ کیس میں رکھ کر سوٹ کیس بند کیا۔ پھر اس کی پیشانی چوم لی۔

''میرا رواں رواں تمہارے لیے دعا گو ہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ شادی جھلملاتے کپڑے، زیور پہن کر اپنی خواہشیں پوری کرنے کا نام نہیں، یہ تو ایک امتحان گاہ ہے۔ ہماری تربیت تمہارے کردار اور سوچ کا امتحان......

ارم نے دوسرا اسائن کیا۔

''زندگی کا نیا سفر تمہارے لیے آسانیاں لائے۔ لیکن اگر کچھ مشکل آئے تو ہمت نہ ہارنا۔ اور اگر ہمت ہارنے لگو تو پلٹ کر دیکھنا، ہم تمہارے ساتھ کھڑے ہوں گے۔''

بھائی کا ہاتھ اس کے سر پر تھا۔

وہ اسے گھر سے رخصت کر رہے تھے، نکال نہیں رہے تھے۔ وہ سب اس کے ساتھ کھڑے تھے۔ اس کی ہمت، اس کا حوصلہ بن کر۔

ہال میں مبارک سلامت کا شور اٹھا تو عفان چونک گیا۔ لوگ آ کر اس سے گلے مل کر اسے مبارک باد دے رہے تھے۔ وہ تیار ہو کر ماں کے سامنے آیا تو وہ گلے لگا کر رو پڑیں۔

''مجھے تو لگا تھا یہ دن دیکھنے سے پہلے ہی مر جاؤں گی۔''

''آج تو ایسی باتیں مت کریں۔'' عفان اداس تھا اور ہاجرہ کیوں رو رہی تھیں، یہ بھی جانتا تھا۔

ابھی زیادہ عرصہ تو نہیں ہوا تھا جب ان کا زبیر دلہا بنے اسی طرح ان کے سامنے کھڑا تھا۔

''نئی زندگی شروع کرنے جا رہے ہو۔ خوش رہنا، اسے بھی خوش رکھنا۔ اللہ تم دونوں کو آباد رکھے۔ لمبی عمر دے۔'' ان دعاؤں کا تسلسل رکنے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

''میں تم سے محبت کا وعدہ نہیں کرتا ارم مگر اس رشتے کو پورے خلوص سے نبھاؤں گا۔'' اس نے توفیق سے گلے ملتے خود سے عہد کیا تھا۔

''توبہ......!'' ثانیہ دھپ سے ماں کے قریب بیٹھی اور ساتھ ہی ہیل اتار لی۔ عادت جو نہ تھی۔

''تو نہ پہنتی اتنی لمبی ہیل......'' نادرہ نے ٹوکا تو اسے عبید کی بات یاد آئی۔ صدمے سے ماں سے پوچھا۔

''امی، میرا قد چھوٹا ہے۔''

''چھوٹا تو نہیں، کافی بڑا پیکٹ ہے۔ اوپر سے سارے مہنگے میوے ڈالے ہیں۔'' ثانیہ نے غصے سے ماں کو دیکھا۔ وہ دلہا والوں کی طرف سے بانٹے گئے چھوہارے پلس ڈرائی فروٹ کھا رہی تھیں۔

''دادی کیوں نہیں آئیں؟ وہ کیسے گھر پہ رہ گئیں۔'' ثانیہ نے چڑ کر پوچھا۔

''بس رہنے دو۔ کل کی فیرنی کھا کھا کر پیٹ خراب کر لیا۔ میری تو بس ہوگئی۔ باتھ روم کے پاس چارپائی بچھا آئی ہوں، وہ جانے اور ان کا بیٹا...... میں تو کہہ آئی ہوں۔ زیادہ ضرورت پڑی تو آصفہ کو بلا لینا، اس کا فرض ہے...... میں کس خوشی میں اس کا گند دھوتی رہوں۔''

''اچھا چپ بھی کر جائیں، شروع ہی ہو جاتی ہیں۔''

''عبید تو ٹھیک ہے نا تمہارے ساتھ۔''

''ٹھیک ہی ہے۔''

''اب ارم تو چلی جائے......'' نادرہ کچھ کہنے لگی تھیں کہ ثانیہ نے بات کاٹی۔

''بس دعا کریں واپس نہ آ جائے۔''

''واپس کیوں آئے گی؟'' نادرہ نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

''گھر چل کر بتاؤں گی۔'' وہ پراسرار انداز میں مسکرائی۔

☆......☆......☆

کمرے میں سرخ اور سپید پھولوں کی آرائش تھی۔ مسرت نے اس کی کمر کے ساتھ تکیہ ٹکایا تو وہ قدرے ریلیکس ہو کر بیٹھی۔ اس کا استقبال والہانہ انداز میں ہوا۔ بہت سی رسمیں......

اس کے پہلو میں بیٹھا شخص قدرے خاموش تھا مگر اس نے کسی رسم کو ہونے سے روکا نہیں تھا۔

(وہ جانتا تھا ماں اداس ہے۔ زبیر کی یاد، پردیس میں بیٹھے بیٹے بیٹیاں جو شرکت نہ کر سکے تھے۔ جبکہ وہ ہر موقع پر ویڈیو کالز کے ذریعے شامل رہے تھے)

زیادہ تر مہمان وہ تھے جو ہال سے ہی رخصت ہو گئے تھے۔ کچھ قریبی عزیز گھر تک آئے اور رسموں کے بعد واپسی کی راہ لی۔

''بی بی جان نے کہا ہے آپ نے کھانا نہیں کھایا تو کچھ ہلکا پھلکا لے لیں۔ جوس یا پھل......''
مسرت مختلف لوازمات کے ساتھ آئی۔ مانی کی وجہ سے وہ بارات کے ساتھ نہ جا سکی۔ یہ قلق دور کرنے کے لیے بی بی جان نے اسے سونے کی بالیاں تحفے میں دی تھیں جنہیں پہن کر وہ گھر میں ہونے والی ہر رسم میں اٹھلاتی رہی۔

''ابھی رکھ دو۔ بعد میں لوں گی۔'' ارم نے کہا۔

''آپ کو اس گھر میں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا سب لوگ بہت اچھے ہیں، بی بی جان، چھوٹے بھیا بس تھوڑا غصے کے تیز ہیں۔''

''زیادہ غصے والے ہیں؟'' ارم تھوڑا ڈر گئی۔ ان کے گھر میں تو کبھی کسی نے اونچی آواز میں بات بھی نہیں کی تھی۔

''نہیں زیادہ نہیں...... جب کوئی کام ان کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو غصہ کرتے ہیں۔ یا پھر......'' وہ کہتے کہتے رک گئی۔

''یا پھر؟'' ارم نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''کچھ نہیں...... ہم تو ملازم لوگ ہیں۔ پھر بھی ہمارا بہت خیال رکھتے ہیں۔ آپ تو اس گھر کی ملکہ ہوں گی۔'' اس نے بات ٹالی۔

(''یعنی دوسروں کی مرضی کا خیال نہیں رکھتے۔'')

ارم نے یہی نتیجہ نکالا تھا۔

☆......☆......☆

''اب میرے پاس بیٹھے کون سی تسبیح کر رہے ہو، جاؤ اپنی دلہن کے پاس۔'' ہاجرہ نے ٹوکا۔ وہ جو کب سے ان کے پاس سر جھکائے بیٹھا تھا، مسکرا دیا۔

''آج تو غصہ نہ کریں۔''

''غصہ کیوں کروں گی۔ آج تو تم نے مجھے بڑی خوشی دی ہے۔ اس گھر کو پھر سے آباد کیا ہے۔

اللہ تم دونوں کو شاد و آباد رکھے۔ جاؤ دلہن انتظار کر رہی ہوگی۔" وہ اچھی طرح سمجھتی تھیں۔ وہ اپنے بہن بھائیوں کے رویوں کی تلافی کرنے بیٹھا ہے۔ انہیں اس بات کا یقین دلانے کہ وہ شادی کے بعد بھی انہیں تنہا نہیں چھوڑے گا۔

"میں مانی کو......"

"عفان!" ہاجرہ نے ناراضی آمیز سنجیدگی سے اسے ٹوکا۔ "آج کی رات ایک لڑکی کے لیے بہت اہم ہوتی ہے۔ اس کے کچھ خواب، کچھ خواہشیں ہوتی ہیں۔ جب تم دونوں میں انڈر اسٹینڈنگ ہو جائے گی تو خود بخود تمہاری ہر ذمہ داری بانٹ لے گی۔ خود سے اس کے سر پر ڈالو گے تو بوجھ سمجھے گی۔"

انہوں نے بات کرتے کرتے سائیڈ دراز سے کنگن نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

"دلہن کو منہ دکھائی میں دے دینا۔"

"یہ تو......" وہ چونکا۔

"ہاں وہ یہاں سے جاتے ہوئے کچھ بھی اپنے ساتھ لے کر نہیں گئی۔" انہوں نے افسردگی سے کہا۔

عفان بنا کنگن چھوئے کھڑا ہو گیا۔

"میں ایسی کوئی بھی چیز ارم کو نہیں دوں گا، جسے زارا نے پہنا ہو۔"

"چیزوں کا کیا قصور ہے، خاندانی کنگن ہیں۔"

"میں اس کے لیے لے چکا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔" وہ کہہ کر چلا گیا۔

"گھنا...... میسنا۔ ہر بات کا پتا ہوتا ہے، بس ماں کو ستاتا ہے۔"

☆......☆......☆

ثانیہ جب گھر میں داخل ہوئی۔

وہ گھر سے نکل رہا تھا۔ اس پر نگاہ پڑی تو رک گیا۔ ٹھٹک گیا۔ قدم اٹھانا ہی بھول گیا۔

وہ ایک شہزادی کی سی آن بان سے چلتی اس کے مقابل آئی۔

"کیا ہوا؟" ثانیہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''آج سمجھ میں آیا شہزادے جنگلوں میں راستہ کیوں بھول جاتے ہیں۔''فرخ مسمرائز سا ہو کر بولا۔

''کیوں بھول جاتے ہیں؟''ایک خوب صورت مسکراہٹ نے ثانیہ کے لبوں کا احاطہ کیا۔

''تم جیسی کالی بلیاں راستہ جو کاٹ جاتی ہیں۔''وہ تلخی سے کہہ کر پاس سے گزر گیا۔

ثانیہ کا نقرئی قہقہہ فضا میں بکھر گیا۔

وہ زبان سے کچھ بھی کہہ گیا تھا مگر اس کی آنکھیں بتا گئی تھیں اس کا حسن جلا کر خاکستر کر دینے کی صلاحیت اب بھی رکھتا تھا۔

یہی ایک چیز تھی اسے صبح سے نہیں ملی تھی۔

''ثانو! تم یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟''

''آپ کو ایک بہت خاص بات بتانے آئی ہوں۔''وہ جوش میں قریب آئی۔

''اندر ہی آجاؤ۔ رابعہ بھی آئی ہوئی ہے۔''

☆......☆......☆

تھکاوٹ سے برا حال تو تھا ہی، پیاس سے حلق میں کانٹے چبھنے لگے تو ٹھنڈے ٹھار جوس نے توجہ کھینچ لی۔

ابھی گلاس اٹھایا ہی تھا جب دروازہ کھلا۔ ارم نے گھبرا کر گلاس واپس رکھ دیا۔

عفان نے اسے گلاس واپس رکھتے دیکھ لیا تھا۔

''رکھ کیوں دیا؟''

ارم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

''پی لو، میں منع تھوڑی کروں گا۔''

''نہیں میں نے پی لیا تھا۔''ارم کو گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ وہ پاس آ کر بیٹھ گیا۔ پھر گلاس اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ ارم نے ایک دو گھونٹ لیے اور واپس رکھ دیا۔

وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

ارم کو پسینے آنے لگے۔

''بہت خوب صورت ہو۔''

پہلی نظر......پہلی بات...... پہلا لمس......

اس کا ہاتھ عفان کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس پر لکھا اپنا نام پڑھ رہا تھا۔

☆......☆......☆

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟'' رابعہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ نادرہ بھی ٹکر ٹکر ثانیہ کا منہ دیکھنے لگیں۔

''میں نے دیکھا ہے اس لڑکی کو بھی اور اس بچے کو بھی......''

قسط نمبر 19

''اور تم نے یہ بات گھر میں کسی سے نہیں کی...... تمہیں فوراً بتانا چاہیے تھا۔ ثانیہ! یہ چھپانے والی بات نہیں تھی۔''

''کیوں......؟'' ثانیہ نے تنک کر کہا۔ ''انہوں نے مجھے کچھ بتایا تھا جو میں انہیں بتاتی۔ مجھ سے تو ایک ایک بات چھپائی گئی۔ جیسے میں گھر کا فرد نہیں، ان کی دشمن ہوں۔''

''دشمنی تو تم نے دکھادی۔'' رابعہ زیر لب بڑبڑائی۔ اسے رہ رہ کر ارم کا خیال آ رہا تھا۔

''بہت اچھا ہوا، میرے ہیرے جیسے بیٹے کو جواب دیا تھا۔ اب مزا آئے گا بنو کو......'' نادرہ اپنی حیرت سے باہر نکل آئی تھیں۔

''بڑے نخرے تھے۔ اب دیکھنا کیسے شرمندہ ہوتے ہیں، سچ ہی کہا ہے غرور کا سر نیچا ہوتا ہے۔''

''مت کریں ایسی باتیں، یہ دھوکا ہے۔ نہ ان لوگوں نے اچھا کیا ہے اور نہ ثانیہ تم نے......'' رابعہ نے پریشانی سے پیشانی مسلی۔

''کوئی دھوکا نہیں ہوا۔'' ثانیہ تڑپ کر سیدھی ہوئی۔ ''ایسی باتیں چھپتی نہیں، چھپائی جاتی ہیں......اور مجھے پورا یقین ہے توفیق انکل اور آنٹی کو یہ بات اچھی طرح پتا تھی۔ مگر انہوں نے ارم سے چھپائی۔ دھوکا میں نے نہیں، ارم کے گھر والوں نے اسے دیا ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جب لڑکے کے بارے میں معلومات کروائی ہوں تو یہ نہ پتا چلا ہو کہ وہ شادی شدہ اور ایک بچے کا باپ ہے۔''

''میں بھی سوچوں، ایسی عام سی شکل کی لڑکی ہے۔ اتنا امیر اور خوب صورت لڑکا کیسے مل گیا؟'' نادرہ نے کہا تو رابعہ نے تاسف سے انہیں دیکھا۔

''دل میں کسی کے خلاف کوئی بات آجائے تو دل سے نکال بھی دیتے ہیں۔ نفرتوں کو اس طرح نہیں پالتے۔ اگر میں کدورتیں دل میں رکھتی تو میرا گھر تو کبھی بھی نہ بستا۔''

''لو اب اس کے لیکچر شروع ہو گئے ہیں۔ میں گھر جا رہی ہوں۔'' ثانیہ بے زار ہو کر کھڑی ہو گئی۔

رابعہ اب بس افسوس ہی کر سکتی تھی۔

☆......☆......☆

ڈھلتی رات اداسی بھری خاموشی سے بوجھل تھی۔ زیادہ تر مہمان ہال سے ہی واپس چلے گئے تھے۔ جو دور سے آنے والے مہمان تھے وہ تھکن کے مارے خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ اور وہ لوگ تھے کہ تھکن کے باوجود نیند نہیں آ رہی تھی۔

''یقین ہی نہیں آتا، ارم گھر سے جا چکی ہے۔'' عبید کے سامنے رکھے چائے کے کپ پر ملائی کی تہ جم چکی تھی۔

اس نے ایک گھونٹ بھی نہیں لیا تھا۔

آسیہ نے اپنی نم آنکھیں دھیرے سے صاف کیں۔ ''ابھی تو صرف گھر کی خاموشی محسوس ہو رہی ہے۔ نجانے کتنے دن اس کی آواز سرگوشی بن کر گھر کے کونے کونے سے پکارے گی۔''

ثانیہ دونوں پاؤں صوفے پر رکھے تسلی سے بیٹھی تھی۔ اس کی پوری کوشش تھی چپ رہے۔ کسی بات میں بھی دخل نہ دے۔

''ارے بھئی، کیا اداسی پھیلا رکھی ہے۔'' توفیق صاحب سے گھر کا یہ ماحول برداشت نہ ہوا۔ ''گھر سے رخصت ہو کر گئی ہے۔ دل سے نہیں۔ آجائیں آسیہ دو نفل شکرانے کے ادا کریں۔ اللہ نے ہمیں توفیق دی ہے کہ ہم اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھا سکے۔ اور مجھے پورا یقین ہے اللہ نے اس کے لیے بہترین انسان کا انتخاب کیا ہے۔ ان شاء اللہ وہ اپنے گھر راج کرے گی۔''

ثانیہ نے طنزیہ انداز میں انہیں اٹھ کر جاتے دیکھا۔ پھر عبید کی طرف متوجہ ہوئی۔

''میں دوسری بار چائے نہیں بناؤں گی۔''

عبید نے چونک کر سامنے رکھے کپ کو دیکھا۔ پھر صوفے سے ٹیک لگا لی۔ گویا چائے پینے کا ارادہ ہی نہ تھا۔

''اب بس بھی کرو.....'' وہ اس کی مسلسل خاموشی سے اکتا گئی۔ ''تم تو یوں منہ لٹکا کر بیٹھے ہو جیسے کوئی بہت ہی برا فیصلہ ہو گیا ہو۔''

''کیوں فضول بولتی ہو۔'' عبید نے ناگواری سے ٹوکا۔

''تم جس طرح منہ لٹکا کر بیٹھے ہو۔ میں اور کیا کہوں؟ اچھی بات ہے ارم کی شادی ہو گئی اور اچھے طریقے سے ہو گئی۔ انکل نے سوچ سمجھ کر اچھے لوگ دیکھ کر ہی رشتہ کیا ہو گا۔''

''میں سونے جا رہا ہوں۔'' وہ کچھ بے زار سا ہو کر کھڑا ہو گیا۔

''تو میں نے کون سا یہاں بیٹھ کر لڈو کھیلنی ہے۔ میں بھی سونے ہی جا رہی ہوں۔'' ثانیہ نے منہ بنا کر کہا۔

''ویسے تم نے ایک بار بھی ڈھنگ سے میری تعریف نہیں کی۔ میں اتنی اچھی لگ رہی تھی۔ سب کہہ رہے تھے دیکھو دلہن آ گئی۔''

عبید نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔ پھر لب بھینچ کر وہاں سے چلا گیا۔

ثانیہ سوتے جاگتے ایک ہی منظر کا تصور کرتی رہی۔

عفان نے بچہ کس طرح ارم کی گود میں ڈالا ہو گا۔

''آج سے میرے ساتھ ساتھ یہ بھی تمہاری ذمہ داری ہے۔''

اور ارم کی حالت؟

حظ اٹھاتے اٹھاتے اسے ہلکی سی شرمندگی کے احساس نے گھیر لیا۔

''کہیں میں نے ارم کے ساتھ زیادتی تو نہیں کر دی۔''

''نہیں زیادتی کیسی؟ رشتہ اس کے گھر والوں نے طے کیا ہے۔ میں نے نہیں.....'' اس نے رات کے آخری پہر کروٹ بدل کر آنکھیں موند لیں۔

☆.....☆.....☆

مقررہ وقت پر اس کی آنکھ عادتاً کھل گئی۔

پہلا احساس اپنے کمرے اپنے بیڈ کا تھا۔ مگر وہ واہمہ باسی گلاب کی خوشبو کی لپیٹ میں آ کر دم توڑ گیا۔ اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ چیت لیٹا تھا۔ ارم نے شاید پہلی بار اسے غور سے دیکھا تھا۔ کھڑی ناک، کشادہ پیشانی جس پر موجود مستقل دو شکنیں ظاہر کرتی تھیں۔ یا وہ غصے والا ہے یا بہت زیادہ سوچ بچار کا عادی۔

وہ ہلکا سا کسمسایا تو ارم نے گھبرا کر چہرے کا رخ پھیر لیا تو نگاہ سائیڈ ٹیبل پر رکھی ڈائمنڈ رنگ پر گئی۔

"جانتی ہو اس کی قیمت کیا ہے؟" ارم کا حنائی ہاتھ عفان کے ہاتھ میں تھا۔

"کیا وہ رنگ پہنانے سے پہلے اسے اس کی قیمت جتائے گا؟"

ارم نے نفی میں گردن ہلائی۔

"لیکن قیمتی لگتی ہے۔"

"ہیرا ہے۔" عفان نے رنگ پہنائی۔

"بیش قیمت لگتا ہے۔" ارم نے بنا متاثر ہوئے کہا۔ اسے اچھا نہیں لگا تھا۔ اس کے شوہر کو اتنی سطحی سوچ کا مالک نہیں ہونا چاہیے تھا۔

عفان نے دھیرے سے ہیرے کو چھوا۔ پھر اس کے ہاتھ کی پشت کو سہلایا۔

"بیش قیمت یہ ہیرا نہیں، یہ ہاتھ ہے۔"

ارم نے بے اختیار اسے دیکھا۔

"وہ جذبہ ہے...... وہ محبت ہے جس سے میں نے تمہیں یہ رنگ پہنائی۔"

ارم کی حیران نگاہوں میں ہلکی مسکان......

وہ مبہوت سا اس منظر کو دیکھے گیا۔ ارم نے گھبرا کر نگاہ چرائی۔

"تمہارے نزدیک وفا کیا ہے؟" وہ اس کے پاس کہنی کے بل دراز ہو گیا۔

"کسی کا ہو کر رہنا......"

”خواہ وہ رہے نہ رہے......“

”کیسی باتیں کر رہے ہیں۔“ ارم تھوڑا سا گھبرائی۔

عفان نے اس کا ہاتھ اپنی دھڑکن پر رکھا۔

”ہمیشہ میری بن کے رہنا۔ مجھے تم سے کچھ اور نہیں چاہیے۔ خواہ میں رہوں نہ رہوں۔“

”عفان......“ اس نے بے اختیار ٹوکا۔

وہ مسکرایا۔

”مجھے نہیں معلوم تھا میرا نام اتنا خوب صورت ہے۔“

عفان کی آنکھ کھٹ پٹ سے کھلی۔ اس نے کروٹ بدل کر دیکھا۔ وہ نماز کے انداز میں دوپٹہ اوڑھے نجانے کیا ڈھونڈ رہی تھی۔

”کیا ہے؟“

”جائے نماز نہیں مل رہی۔“

”الماری میں ہوگی۔“ عفان نے منہ پر ہاتھ رکھ کر جمائی روکی۔ ارم نے الماری کھولی تو سامنے ہی رکھی تھیں۔ وہ ایک اٹھا کر پلٹی۔

”آپ بھی پڑھ لیں، اذان ہوگئی۔“

”ہوں......“ اس نے دوبارہ تکیے پر سر رکھ دیا۔

تب ہی ایک دم کسی بچے کے رونے کی آواز آئی۔

عفان تیر کی طرح اٹھ کر بھاگا۔

ارم نے حیرت سے اسے جاتے دیکھا۔ بچے کے رونے کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔

ارم تذبذب میں کھڑی رہی۔ جاؤں کہ نہ جاؤں۔

جس طرح عفان اٹھ کر بھاگا تھا۔ وہ خود کو روک نہ سکی۔ اس نے گھر تو نہیں دیکھا تھا مگر بچے کی آواز نے اس کی رہنمائی کی۔ بچے کو کندھے سے لگائے بہلاتے وہ مسرت پر برس رہا تھا۔ جو فیڈ رہاتھ

میں لیے حواس باختہ کھڑی تھی۔

''بس ذرا دیر کو دودھ گرم کرنے گئی تھی۔مانی کی آنکھ کھلی،نیچے اترنے کے چکروں میں وہ پھسل گیا۔''

مسرت کچھ بھی کہنے کی کوشش کرتی،عفان کی بلند آواز اس کی منمناتی آواز کو دبا کر رکھ دیتی۔

خود ارم کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ہاتھ پاؤں سن سے ہو گئے۔

عفان کا ردعمل شدید تھا۔پھر اس نے فیڈر کو جھپٹ کر مسرت کو یہاں سے دفع ہو جانے کو کہا۔

وہ ارم سے نظریں چراتی چلی گئی۔

''میری جان......میرا بچہ بس......بس!'' وہ اسے لے کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔

''ارم! پلیز وہ نیپکن دینا۔'' عفان نے اشارہ کیا تو اس نے جلدی سے اٹھا کر دے دیا۔

''یہ اتنا کیوں رو رہا ہے؟'' عفان کے لہجے نے اس کی ڈھارس بندھائی۔

''شاید چوٹ لگی ہے۔''

ارم پاس آئی۔بے اختیار بچے کے سر کو سہلاتے پوچھنے لگی۔

''کہاں چوٹ لگی ہے بے بی کو؟''

وہ مزید عفان سے لپٹ گیا۔اب اس کے رونے میں کمی آ گئی تھی۔پھر اس نے فیڈر منہ میں لے لیا۔ارم بھی پاس ہی بیٹھ گئی۔ارم کے گھر میں کوئی چھوٹا بچہ نہیں تھا۔مگر اسے بچے اچھے لگتے تھے۔تب ہی اس کا گال چھو کر بولی۔

''بہت کیوٹ ہے،کس کا بے بی ہے؟''

عفان نے سر اٹھا کر ارم کو دیکھا اور سپاٹ لہجے میں ایک لفظ بولا۔جس نے ارم کی دنیا بدل کر رکھ دی۔

''میرا......''

وہ جو ذرا سا جھک کر بچے کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی،تیزی سے سیدھی ہوئی اور تحیر سے پوچھنے لگی۔

''کس کا......؟'' اسے لگا سننے میں مغالطہ ہوا ہے۔

''میرا اور اب تمہارا بھی......''

وہ جو بیڈ کے کنارے بیٹھی تھی، اسے لگا منہ کے بل نیچے گری ہے۔ اس کی متحیر نگاہیں عفان کے چہرے پر سوال در سوال لکھ رہی تھیں۔ جو بچے سے پوچھ رہا تھا۔

''نئی مما اچھی ہیں نا؟''

وہ وہاں سے اٹھ کر بھاگی۔ ٹھوکریں کھاتی۔ وہ کس طرح اپنے کمرے تک پہنچی۔ اسے نہ دکھائی دے رہا تھا، نہ سنائی۔

عفان نے اسے آواز نہیں دی تھی، وہ بس اسے جاتے دیکھتا رہا تھا۔

☆......☆......☆

باوجود تھکاوٹ کے اس کی آنکھ بہت پہلے کھل گئی۔ عبید نماز پڑھ رہا تھا۔ ثانیہ بھی نماز پڑھ کر باہر آ گئی۔ آسیہ ان ڈور پلانٹس پر پانی کا اسپرے کر رہی تھیں، آہٹ پر پلٹیں۔

''ارم کا معمول تھا۔ میں نے سوچا کہیں اس کے پھول اداس نہ ہو جائیں۔''

''ارم کی کال نہیں آئی؟'' ثانیہ نے بے ساختہ پوچھا۔

''اب کیا اٹھتے ہی ہمیں کال کرے گی۔'' آسیہ مسکرائیں۔

''کرنی تو چاہیے تھی۔'' ثانیہ نے بے خیالی میں بڑبڑاتے ایک ننھی سی سفید کلی توڑ لی۔

آسیہ نے تعجب سے اسے دیکھا۔

تب ہی عبید چلا آیا۔

''امی! ناشتہ لے کر کب جانا ہے؟''

''ناشتے کے لیے ہاجرہ بیگم نے منع کر دیا تھا۔ تمہارے ابو کی طرح ان کا بھی یہی خیال ہے کہ فضول رسموں کو ختم ہونا چاہیے۔ کہنے لگیں کیا ہم پہلے دن اپنی بہو کو ناشتہ بھی نہیں دے سکتے۔ یا دلہا والے، دلہن والوں سے زیادہ تھک جاتے ہیں۔'' آسیہ نے ہنستے ہوئے بتایا۔

''اپنے لیے تو ناشتہ بنا لو۔'' عبید نے ثانیہ کو دیکھا۔

''گھر میں تایا ابو اور پھوپھو کی فیملی بھی ہے، میں سب کے لیے ناشتہ کیسے بناؤں گی۔ بازار سے لے آؤ۔'' ثانیہ نے فوراً ہاتھ کھڑے کر دیے۔

''وہ تمہارے ابو نے انتظام کر لیا ہے۔ تم فکر نہ کرو۔'' آسیہ نے تسلی کروائی۔

''اچھی بات ہے۔ میری تو نیند ہی پوری نہیں ہوئی۔ شام کو ولیمہ بھی ہے۔ میں تو سونے جا رہی ہوں۔''

''ولیمہ آپ کا نہیں ہے محترمہ......'' عبید نے اس کا بازو پکڑا۔

''امی کے ساتھ مل کر مہمانوں کے لیے......'' اس کی بات ادھوری رہ گئی کیونکہ موبائل پر ارم کی کال آنے لگی تھی۔

''ارم کی کال ہے۔'' عبید نے جلدی سے کال ریسیو کی۔

''کیا ہوا ابلی؟ ایک ہی دن میں ہمارے بغیر اداس ہو گئی ہو؟'' ثانیہ تجسس سے اس کے پاس کھسک آئی۔

بس نہیں چلا ورنہ اسپیکر آن کر لیتی۔

''سسرال میں دل لگا و یار!'' وہ مائل بہ شرارت تھا۔ آسیہ نے جھنجھلا کر اس کے ہاتھ سے موبائل لینا چاہا۔ تب ہی دوسری طرف سے ارم کی سسکی سنائی دی۔

''کیا ہوا ارم؟'' عبید نے بے اختیار ماں کا ہاتھ روکا۔

''عبید! مجھے یہاں نہیں رہنا پلیز مجھے لینے آجاؤ۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

عبید کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔

ایک دن پہلے اسے کن ارمانوں سے رخصت کیا تھا اور آج وہ رو رو کر فریاد کر رہی تھی کہ وہ اسے یہاں سے لے جائے۔

''ارم تمہیں کیا ہوا ہے؟''

''عبید! ان لوگوں نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔ عبید! عفان شادی شدہ اور ایک بچے کا باپ ہے۔''

عبید ہکا بکا ماں کی صورت دیکھنے لگا۔

اسے لگا سر پر چھت آ گری ہے۔
ثانیہ کو تو پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی، مگر آسیہ اس کا بازو ہلا کر پوچھنے لگیں۔
"آخر ہوا کیا ہے؟"

☆......☆......☆

"ارم! اس طرح مت کرو......"
ارم نے دروازہ لاک کر لیا تھا اور وہ باہر کھڑا تھا۔ جھنجھلایا اور پریشان...... اسے ارم سے شاید اس ردعمل کی توقع نہ تھی۔
وہ بیڈ کے ساتھ نیچے بیٹھی بس روئے جا رہی تھی۔ اپنے جذبوں کو سینت سینت کر رکھا تھا۔ جیون ساتھی کے حوالے سے اس کے بھی کچھ خواب، کچھ تصورات تھے۔ اس کا کیا قصور تھا کہ ایک برتا ہوا شخص اس کا نصیب بنتا۔
پہلی بار...... پہلی بار اسے اپنے رب سے گلہ ہوا۔
"ارم! دروازہ کھولو۔"
عفان کو یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ لڑکی ایک رات میں اتنی اہم کیسے ہو گئی کہ وہ بند دروازے کے باہر کھڑا اس کی منتیں کر رہا تھا۔ وضاحتیں دینے کو تیار تھا۔
"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔ دھوکا دیا ہے مجھے۔" وہ بے ساختہ چلائی۔
"تم دروازہ تو کھولو۔ میں وضاحت کر سکتا ہوں۔"
"مجھے کوئی وضاحت نہیں چاہیے۔ مجھے صرف اپنے گھر جانا ہے۔" وہ یہاں سے بس دور بھاگ جانا چاہتی تھی۔
"ارم...... تم دروازہ کھولو گی۔" عفان نے قدرے غصے سے کہا۔
"نہیں......"
"کیا بچوں کی طرح بی ہیو کر رہی ہو۔ اس طرح دروازہ لاک کر کے روتی رہو گی تو میں کیا

وضاحت کر سکوں گا۔“

”میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں......“

عفان ایک لمحے کو چپ سا ہو گیا۔ تعلق ایک رات کا سہی، مگر رشتہ دل کا بن گیا تھا۔

”ٹھیک ہے ابھی تم جذباتی ہو رہی ہو۔ میں مانی کے کمرے میں جا رہا ہوں۔ بعد میں بات کر لیں گے۔“

”ہونہہ...... بات تو اب میرے ماں باپ کریں گے۔“ وہ روتے روتے بڑبڑائی۔

ارم کے پہنچنے تک جیسے گھر میں بھونچال آ گیا تھا۔ ارم نے عبید کو اندر بھی نہیں آنے دیا۔ جیسے ہی وہ گھر کے سامنے پہنچے، وہ گھر سے باہر تھی۔ عبید کے ساتھ ثانیہ تھی۔ اس نے ارم کو گلے سے لگا لیا۔

”میری جان...... یہ تمہارے ساتھ کیا ہو گیا۔“

مانی کے ساتھ لیٹے عفان، دوا کھا کر سوئی ہاجرہ کو بھی معلوم نہ ہوا کہ کیا ہو گیا۔ چوکیدار سمجھا بی بی کو سویرے سویرے بیوٹی پارلر جانا ہے۔

☆......☆......☆

”میں مان ہی نہیں سکتی کہ انکل کو یہ سب معلوم نہ ہو۔ جتنی جلدی اور خفیہ طریقے سے انہوں نے رشتہ کیا۔ انہیں پتا چل گیا ہو گا۔ پھر کہتے ہیں کوئی دور پرے کی رشتے داری بھی ہے۔ ایسی باتیں کہاں چھپتی ہیں۔“

”یہ میرے ساتھ کیا ہو گیا۔ انہوں نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔“ روتی ہوئی ارم کو تسلی تو کیا دیتی، ثانیہ پھٹ پڑی۔

”چپ کرو ثانیہ!“ عبید نے ڈانٹا، وہ اندر جا کر بات کرنا چاہتا تھا مگر ارم نے گھر میں جانے ہی نہیں دیا۔ اوپر سے ثانیہ...... سارا رستہ وہ جس طرح بولتی آئی گھر آنے تک ارم کو بھی یقین ہو گیا کہ یقیناً اس کے گھر والوں کی طرف سے اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ یا تو باپ نے پوری انفارمیشن نہیں لی یا پھر یہ بات چھپا گئے ہیں۔

آسیہ بھی ساتھ جانا چاہتی تھیں مگر عبید نے روک دیا کہ وہ جا کر پتا کرتا ہے۔ ضرورت پڑی تو ابو کو ساتھ لے کر آجائے گا۔ نہ عبید کو اندازہ تھا کہ وہ ارم کو ساتھ لے کر آئے گا اور نہ آسیہ کو۔

ارم کو دیکھ کر ان کے ہاتھ پاؤں ہی ٹھنڈے ہو گئے۔

''امی! مجھے رخصت کرتے ہوئے کوئی دعا نہیں دی تھی۔'' ارم جس طرح ان سے لپٹ کر روئی انہیں خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔

''میں کہتی رہی کہ اتنی عجلت میں بیٹیوں کے رشتے کون کرتا ہے۔'' ثانیہ کو تو موقعہ ملا تھا۔

''ایک بار رشتہ دیکھا۔ دوسری بار میں بات پکی کر کے تاریخ طے کر دی۔ اکلوتی بیٹی کو بوجھ کی طرح اتار پھینکا۔''

''اتنی بڑی بات ہم لوگوں سے کیسے چھپی رہ گئی۔'' عبید حواس باختہ سا بار بار ہتھیلی پر مکا مارتا۔

''امی! آپ لوگوں کو معلوم تھا۔'' ارم نے شاکی نظروں سے ماں کو دیکھا۔ اس کی آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی تھیں۔

''کیسی باتیں کر رہی ہو؟'' آسیہ بیٹی کی بدگمانی پر تڑپ ہی گئیں۔

''وہ ٹھیک تو کہہ رہی ہے، ہمارا قصور ہے ہماری جلد بازیوں کا قصور ہے۔'' عبید بھڑک کر بولا۔

''نہ کچھ دیکھا، نہ سوچا...... فٹ سے رشتہ طے کر دیا، میں مطمئن ہو گیا کہ ابو نے خوب چھان پھٹک کر لی ہو گی۔ ہم نے خود اپنی بیٹی کو بے وقعت کیا ہے امی!''

''یہ کیا ہو رہا ہے؟''

توفیق تو مسجد سے مطمئن واپس آئے تھے۔ سب مبارک باد دے رہے تھے کہ بیٹی کے فرض سے احسن طریقے سے سبک دوش ہوئے ہیں۔ اور یہاں وہ ارم کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے۔

''آجائیں انکل! دیکھ لیں آپ کی پھرتیاں رنگ لے آئی ہیں۔'' ثانیہ نے طنزیہ و استہزائیہ انداز میں کہا۔

''خوب دشمنی نکالی ہے اکلوتی بیٹی سے...... دولت جائیداد دیکھ لی۔ نہ دیکھا تو لڑکے کا ماضی......''

''کیا ہوا؟'' وہ بوکھلا گئے۔

''توفیق آپ نے سب کچھ پتا کروایا تو یہ کیوں نہ پتا چلا کہ وہ شادی شدہ اور ایک بچے کا باپ ہے۔'' آسیہ نے دہائی دی۔

''کیا بات کر رہے ہو تم لوگ...... یہ کیسے ممکن ہے۔''

''بالکل ممکن ہے انکل! ارم اس بچے سے مل کر آئی ہے اور میں نے خود عفان کی بیوی کو دیکھا تھا۔''

زبان ہی تو تھی، پھسل گئی۔

سب کے سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''مطلب؟'' ثانیہ گڑبڑائی، پھر سنبھلی۔

''جس دن ہم ان کے گھر گئے تھے، وہاں عفان کے ساتھ ایک لڑکی جھگڑا کر رہی تھی۔ تب تو نہیں لیکن اب خیال آ رہا ہے کہ وہ اس کی بیوی ہو سکتی ہے۔''

''عفان کی پہلے شادی نہیں ہوئی۔'' توفیق نے غصے سے زور دے کر کہا۔

''انکل اب تو یہ بات نہ کہیں، سچ سب کے سامنے آ گیا ہے۔ دو چار بار ان کے گھر جانا ہوتا تو ان کی فطرت کا بھی اندازہ ہو جاتا۔ کیا ایسے گاڑی، بنگلے اور قیمتی تحائف دے دے کر سب کے منہ بند کر دیے۔'' ثانیہ کا لہجہ خراب اور آواز بلند تھی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو عبیدا سے ٹوک دیتا۔

''ہمیں روپے پیسے کا لالچ نہیں ہے۔''

''اور دیکھا کیا ہے آپ لوگوں نے...... بے چاری ارم...... اب ساری زندگی دوسری کا بچہ پالے گی۔ اللہ جانے اس نے پہلی والی کو طلاق بھی دی ہے یا اسے بھی ساتھ ہی رکھے گا۔''

پرسے کو اپنانا اسے خوب آتا تھا۔

''اس گھر میں ایک ہی بچہ ہے اور وہ عفان کے بھائی کا بچہ ہے۔'' توفیق نے لب بھینچ کر تحمل سے بتایا۔

ارم نے ایک دم سر اٹھا کر باپ کو دیکھا۔

''تو آپ جانتے تھے ابو......؟''

''ظاہر ہے۔''

ارم کھڑی ہوئی۔

''تو یا تو انہوں نے آپ سے جھوٹ بولا ہے یا پھر آپ کچھ چھپا گئے ہیں، کیونکہ عفان نے خود مجھ سے کہا ہے کہ وہ اس کا بچہ ہے۔''

توفیق نے بے حد صدمے سے بیٹی کو دیکھا۔

''میرے ساتھ اچھا نہیں ہوا ابو...... میرے ساتھ اچھا نہیں ہوا۔'' وہ روتی ہوئی وہاں سے اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔

سب اپنی اپنی جگہ گم صم سے ہو گئے۔

''میں اسے دیکھ لوں، بے چاری نجانے کس کرب سے گزر رہی ہے۔''

کسی نے بھی ثانیہ کو نہیں روکا۔ سب اس عجیب سی سچویشن میں پھنس کر رہ گئے تھے۔

☆......☆......☆

''تمہارا دماغ ٹھیک تھا؟'' ان کی آواز بے حد بلند تھی۔ غصے اور طیش سے ان کا نحیف سا وجود کانپ کانپ گیا۔ عفان نے پیشانی مسلتے انہیں دیکھا۔ سچ تو یہ تھا کہ اسے بھی ارم کے اس انتہائی قدم کی امید نہ تھی۔ پورے گھر کی شامت آئی تھی۔

چوکیدار نے جانے کی تفصیل بتائی۔

اسے دفع ہو جانے کا کہہ کر اب عفان کے پیچھے تھیں۔

''میں نے شادی کی یہی شرط رکھی تھی کہ آپ سب کو یہی بتائیں گی کہ مانی میرا بیٹا ہے۔'' اس کی ڈھٹائی عروج پر تھی۔

''میرے کہہ دینے سے مانی تمہارا بیٹا ہو جائے گا؟ وہ زبیر کا بیٹا تھا اور رہے گا۔ اگر اسے اپنا بیٹا بنانے کا اتنا ہی شوق تھا تو کر لیتے زارا سے نکاح......'' عفان نے بے حد ناگواری سے ماں کو دیکھا۔

"اس لڑکی سے نکاح کر لیتا جو میرے بھائی کی محبت اور بیوی تھی۔"

"بھائی کی بیوہ تھی۔" انہوں نے چبا چبا کر کہا۔

"ختم کریں اس بات کو......" وہ بری طرح سے چڑ گیا۔

"کر دی ختم......گاڑی نکالو ابھی چلنا ہے۔" انہوں نے حکم صادر کیا۔

"مجھے اس جذباتی لڑکی کی ضرورت نہیں۔" انا آڑے آ گئی۔ کتنی منتیں کی تھیں۔

"ہاں تم نے تو سمجھ داری کے مینار کھڑے کیے ہیں۔ انتہائی جذباتی، عاقبت نا اندیش انسان ہو۔ پتا نہیں اس کے گھر والوں پر کیا گزر رہی ہوگی۔"

"اسے میرے ساتھ مانی کو بھی قبول کرنا پڑے گا۔"

"اس کا حوصلہ ہے جو اس نے تمہیں قبول کر لیا۔"

ہاجرہ بیگم سے کون جیت سکا تھا۔

☆......☆......☆

"میں تو کہتی رہی......اس سے بات کر لو......بے تکلفی میں انسان بہت سی باتیں کہہ دیتا ہے۔ شاید حقیقت سامنے آ ہی جاتی۔ مگر تمہیں تو بہت نیک شریف بننے کا شوق تھا۔ انکل نے تو آنکھیں بند کی تھیں، تم نے بھی کر لیں۔"

وہ دونوں ہاتھ گھٹنوں کے گرد لپیٹے بیڈ پر بیٹھی تھی......اور ثانیہ کی ہمدردی میں لپٹی باتیں اسے تکلیف دے رہی تھیں۔

"تو کیا برا کیا......اپنے ماں باپ پر اعتبار کیا تو کیا غلط کیا؟"

"نہیں، میری جان تم نے غلط نہیں کیا۔ مگر انکل، آنٹی......خیر تمہارے ماں باپ ہیں۔ میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ مجھے تو لوگوں کی پریشانی ہے۔ کیا کیا نہ باتیں کریں گے۔ مہمان اٹھنا شروع ہو گئے ہیں۔ جیسے ہی پتا چلے گا......"

"ثانیہ پلیز......!" ارم نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ "مجھے اکیلا چھوڑ دو، میرا دماغ پھٹ جائے گا۔"

ثانیہ چپ ہوگئی۔

''اچھا تم ریسٹ کرو، میں مہمانوں کو دیکھ لوں۔ کاش تم نے وسیم کے رشتے سے انکار نہ کیا ہوتا تو......''

ارم نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

''اچھا......اچھا میں جا رہی ہوں۔ مجھے سمجھنا چاہیے وسیم اتنا امیر تو نہیں تھا نا۔'' وہ جاتے جاتے ایک اور تیر چلا گئی۔

ارم عقب میں گر گئی۔

''کس کا بے بی ہے؟''

''میرا......''

اسے پھر سے رونا آ گیا۔

☆......☆......☆

وہ بیڈ پر نیم دراز گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔

گلابوں کی باسی خوشبو اس سے رات کی کہانیاں کہتی تھی۔

بے اختیار نگاہ آئینے کی طرف اٹھی۔

وہ بالوں میں لگی پنیں نکال رہی تھی۔ بھاری دوپٹا کندھے پر پڑا تھا۔ وہ بیڈ پر نیم دراز اسی کو دیکھ رہا تھا۔ ارم کو اس کا دیکھنا محسوس ہونے لگا۔

''آپ مجھے اس طرح مت دیکھیں۔''

''تو کس طرح دیکھوں؟'' لبوں کے گوشوں میں مسکراہٹ مچلی۔

''مجھے مشکل ہو رہی ہے۔'' پن نجانے کہاں اٹک گئی تھی۔

''میں مدد کرواؤں؟'' وہ اٹھ کر قریب چلا آیا۔ ارم نے خاموشی سے ہاتھ ہٹا لیے۔ اسے تجربہ تو تھا نہیں......

''اوچ......''

''کتنی پنیں ٹھوکی ہیں۔'' عفان نے ہاتھ کھینچ لیا۔

ارم کو ہنسی آگئی۔

عفان بری طرح چونکا۔ نقرئی ہنسی چاندی کے سکوں کی طرح اس کے اردگرد بکھری تھی۔

''بے وقوف لڑکی......'' وہ زیر لب بڑبڑایا۔

ہاجرہ بیگم جا چکی تھیں۔ اور اسے ساتھ جانے کو نہیں کہا تھا۔

کہہ دیتیں تو شاید وہ چلا ہی جاتا۔ مگر انہیں عفان پر اعتبار ہی کہاں تھا۔

''کیا وہ آئے گی؟''

آئینے پر بڑا سا سوالیہ نشان تھا۔ ہاجرہ کو جانے سے پہلے اس نے دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔

''جو بات میں نے کہہ دی ہے اس پر قائم رہیے گا۔ مانی میرا بیٹا ہے اور یہی سچائی ہے۔'' ہاجرہ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔ سوالوں، خیالوں اور سوچوں کے منصوبے اسے اندر ہی اندر ڈس رہے تھے۔

''میں تو آپ کی بیٹی تھی ابو...... پھر میرے معاملے میں آپ سے کوتاہی کیوں ہوئی۔ اتنا بوجھ تھی کہ بنا سوچے سمجھے اتار کر پھینک دیا۔''

باہر عجیب ماحول تھا۔

عبید کا بس نہ چلتا، وہ عفان پر دھوکا دہی کا کیس کر دے۔ مہمان الگ سوال پر سوال کر رہے تھے۔

توفیق نے ہاجرہ بیگم کو کال کی تو انہوں نے کال نہیں لی۔ ان کا دل ڈوب سا گیا۔

کیا وہ واقعی بیٹی کے معاملے میں خطا کر گئے تھے۔

''ارم......!'' ثانیہ اس کے لیے ناشتہ لے کر آئی تھی۔

''ثانیہ! مجھے کچھ نہیں کھانا۔''

''جانتی ہوں تمہارے حلق سے نوالہ بھی نہیں اترے گا۔'' ثانیہ نے ٹرے ایک طرف رکھ دی۔

''میرا تو خود سوچ سوچ کر دماغ پھٹنے والا ہو گیا ہے۔'' وہ قریب بیٹھ گئی۔

''اب تم کیا کروگی؟ کیسے اس کے ساتھ رہو گی......اور اس کی بیوی......تم نے پوچھا......اس کی بیوی کہاں ہے؟''

''میں نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔''

''جب سے سنا، میرے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔''

کاش نادرہ کو کوئی راستے میں روک لیتا۔ یا وہ ہی دروازہ بند کر کے بیٹھ جاتی۔

''اتنا بڑا فراڈ......''

''بس امی......'' ثانیہ نے اٹھ کر ان کے لیے جگہ بنائی۔

''کس سے سنا ہے؟'' ارم کو اچانک خیال آیا۔

نادرہ نے گڑبڑا کر ثانیہ کو دیکھا۔ اس نے تو کال کی تھی۔

''واپس آگئی ہے۔''

''میں تو یونہی آئی تھی۔ باہر مہمان باتیں کر رہے تھے تو پتا چلا......'' انہوں نے فوراً بات بنائی۔

''سب کو پتا چل گیا؟'' پہلی بار ارم کو خود سے ہٹ کر لوگوں اور ان کی باتوں کا خیال آیا۔

''پتا تو چلنا ہی تھا۔ تھوڑی دیر تک بات کوٹھے پھلانگ جائے گی۔'' نادرہ نے چسکا لیا۔

''ویسے ایک بات کہوں، تمہیں اس طرح آنا نہیں چاہیے تھا۔ اب شادی تو ہو ہی گئی ہے۔ کیا ہو سکتا تھا۔''

ارم نے اضطراری انداز میں ہاتھوں کی انگلیاں مروڑیں۔

''امی! کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ سب کچھ جان کر اس دھوکے باز کے ساتھ کیسے رہتی۔'' ثانیہ نے ٹوکا۔

''ہیں! تو کیا طلاق لے گی؟'' نادرہ نے تعجب سے پوچھا۔

ارم کا دل دہل سا گیا۔

''اب یہ تو ارم کو پتا ہو گا۔ طلاق لینی ہے یا سوکن کا بچہ پالنا ہے۔'' ثانیہ نے ہمدردی سے کہا۔

''طلاق لے کر کیا کرے گی۔ آج کل کنواریوں کو ڈھنگ کے رشتے نہیں ملتے۔ طلاق یافتہ کو کون پوچھے گا۔ وہی آئیں گے رنڈوے...... ادھیڑ عمر بچوں والے...... تو بہتر نہیں اسی کا بچہ پال لو۔''

ارم کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ کان سائیں سائیں کرنے لگے۔ وہ دونوں کیسی باتیں کر رہی تھیں۔ طلاق...... دوسری شادی...... علیحدگی۔ اس نے اس حد تک کہاں سوچا تھا۔ وہ تو بس غصے اور دکھ میں وہاں سے نکل آئی تھی۔

اور یہاں......

اسے پہلی بار گھر میں موجود مہمانوں کا خیال آیا۔

آسیہ، توفیق، عبید...... وہ سب کہاں تھے؟

وہ پوچھنا چاہتی تھی مگر اسٹیج ڈرامہ کے اداکاروں کی طرح وہ دونوں مکالمے پر مکالمہ بول رہی تھیں۔

ارم کا دل چاہا کہ وہ زور سے چلائے۔

اتنی زور سے کہ ان کی بولتی بند ہو جائے۔

مگر وہ ٹکر ٹکر ان کی شکلیں دیکھتی رہی۔

''بس کریں اماں...... آپ تو شروع ہی ہو گئی ہیں۔'' شاید ثانیہ کو ہی اس پر ترس آ گیا تھا۔

''دیکھ نہیں رہیں آپ کی باتوں سے ارم کو تکلیف ہو رہی ہے۔ ارم! لو...... ناشتہ نہیں کرنا تو دو گھونٹ چائے ہی لے لو۔''

اس نے ٹھنڈی چائے کا کپ اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔

''بیٹا!'' نادرہ نے ارم کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا۔ ''کیا کریں؟ ان باتوں کی عادت ڈالنی پڑے گی۔ لوگوں کے منہ تو بند نہیں کیے جا سکتے۔''

''لوگوں کے منہ بند نہیں کر سکتے۔ تو آپ لوگ تو چپ ہو جائیں۔'' ارم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

اس نئے انکشاف کو برداشت کرنے کے لیے اسے حوصلہ چاہیے تھا۔ حوصلہ دینے والے نجانے کہاں چلے گئے تھے۔

اور یہ دو خواتین مل کر سکون سے اس کے زخم کو کرید رہی تھیں۔

ثانیہ نے نادرہ کو اشارہ کیا..... تو دونوں اٹھ کر باہر چلی گئیں۔ آج کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ انہیں ابھی آسیہ سے افسوس بھی کرنا تھا۔

☆......☆......☆

''اس طرح چپ کر کے کیوں بیٹھے ہیں۔ کچھ کرتے کیوں نہیں؟'' آسیہ بمشکل مہمانوں سے جان چھڑا کر آئی تھیں۔

''میں انہیں کال کر رہا ہوں۔ مگر وہ نہیں اٹھا رہے۔'' توفیق نے بے بسی سے کہا۔

''تو ان کے گھر جائیں......''

''ظاہر ہے میں جاؤں گا...... اس طرح بیٹھا تو نہیں رہوں گا۔'' انہوں نے پریشانی سے پیشانی مسلی۔

''ہماری اتنی فرماں بردار بیٹی...... ہمارے فیصلوں سے انکار تو ایک طرف اس نے کبھی اختلاف تک نہیں کیا۔ پھر اس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟'' دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔

''مجھے اب بھی یقین ہے۔ ارم کو غلط فہمی ہوئی ہے۔'' وہ چند گھنٹوں میں بوڑھے لگنے لگے تھے۔

''لڑکے نے خود اعتراف کیا ہے؟ دیکھنے میں کیسے وضع دار اور خاندانی لگتے تھے۔ اتنا بڑا دھوکا...... عبید پاگل ہو رہا ہے۔ کہتا ہے کیس کرواؤں گا۔ ثانیہ نے الگ تماشا لگایا ہے۔ بس نہیں چلتا کہ پوری کالونی کو پکڑ پکڑ کر خبر پہنچائے۔'' وہ حواس باختہ ہو رہی تھیں۔

''ہر کسی کو کہہ رہی ہے کہ ہم نے پیسے کے لالچ میں جلد بازی میں رشتہ طے کر دیا۔''

''ارم کو اس طرح آنا نہیں چاہیے تھا۔''

''تو کیا کرتی...... گھبرا گئی...... اتنی بڑی بات تھی۔''

توفیق دوبارہ کال ملانے لگے۔

''اب کیوں اٹھائیں گی۔ جو کچھ کرنا ہے کر چکیں۔'' آسیہ نے تلخی سے کہا۔ تب ہی ارم کی کزن بھاگتی ہوئی آئی۔

''وہ آئی ہیں......ارم کی ساس......''

توفیق اور آسیہ نے ایک دوسرے کو دیکھا۔شاید وہ اسی لیے کال نہیں اٹھا رہی تھیں کہ راستے میں تھیں۔

☆......☆......☆

''زندگی میں سارے معاملات اگر اتنے جذباتی انداز میں حل ہونے لگیں......تو بس چلے گھر......''

ہاجرہ کی مدھم مضبوط آواز سب پر حاوی تھی۔کمرے میں توفیق......آسیہ......ارم......ثانیہ اور عبید تھے۔ اور مسرت جوان کے ساتھ آئی تھی۔

''اب اتنی بڑی بات پر کوئی جذباتی بھی نہ ہو......'' ثانیہ نے تیز لہجے میں کہا۔توفیق نے ناگواری سے ثانیہ کو دیکھا۔

''آپ چپ رہیں ثانیہ......'' آسیہ نے آہستہ آواز میں ٹوکا۔

''میں اس گھر میں موجود تھی ارم...... بڑی ہونے کے ناتے میرا اتنا حق تو تھا کہ تم پہلے میرے پاس آتیں۔مجھ سے وضاحت طلب کرتیں۔میں بھی نہ سمجھا پاتی،تب گھر والوں کو بلاتیں۔''

ارم نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''اور ہم نے تو کسی سے کوئی بات نہیں چھپائی۔سب کچھ آپ کے سامنے عیاں تھا۔''

''تو وہ لڑکی جو اس دن عفان سے لڑ رہی تھی......اور وہ بچہ......''

ثانیہ اس وقت خوامخواہ ارم کی بڑی بہن بنی ہوئی تھی۔

''ہم نے اتنے ارمانوں سے اپنی بہن کو رخصت کیا۔پتا بھی ہے شادی پر کتنا خرچہ ہو جاتا ہے۔''

''اگر تم چپ نہیں رہ سکتیں تو یہاں سے چلی جاؤ۔''عبید بڑبڑایا۔

ثانیہ نے غصے سے اسے دیکھا۔پتا نہیں سب لوگ اتنے تحمل سے بات کیوں سن رہے تھے۔یہی معاملہ اس کے گھر ہوتا تو اس وقت گھر میں دنگل ہو چکا ہوتا۔

''وہ لڑکی عفان کی بھابھی ہے اور وہ بچہ عفان کا بھتیجا......'' ہاجرہ نے تحمل سے بتایا......ان کے اشارے پر مسرت نے جلدی سے ایک بڑا سا البم کھول کر سامنے رکھا۔

ثانیہ کا منہ کھل گیا۔

وہ زبیر تھا...... عفان سے ایک سال بڑا۔ جڑواں بچوں کی طرح ہی پلے بڑھے۔ وہ زارا تھی۔ دلہن بنی لبوں پر حنائی انگلیاں جمائے ہنسی روکنے کی کوشش میں بے حال...... زبیر کی ذرا جھجک کر دلہن کے کان میں کی گئی سرگوشی......

چاند سورج کی جوڑی تھی۔

ان کے عقب میں کھڑا عفان...... ذرا سا جھکا...... زارا کے سر پر دو انگلیوں سے سینگ بنائے۔

شرارت...... شرارت عفان کے لبوں اور آنکھوں سے پھوٹ رہی تھی۔

ارم نے پوری آنکھیں کھول کر تصویر کی جزئیات کو غور سے دیکھا۔

دلہن بنی لڑکی وہی تھی جسے ثانیہ نے دیکھا تھا۔

توفیق نے سکون کا سانس لیا۔

''لیکن عفان نے جھوٹ کیوں بولا؟''

ارم کے اندر بولتا سوال عبید کے لبوں سے ادا ہوا۔

''چھوٹی سی عمر میں بڑی ذمہ داریاں سر پر پڑ جائیں تو انسان اتنا ہی جذباتی ہو جاتا ہے......''

ہاجرہ نے آہ بھری۔ ''زبیر کی حادثاتی موت، دو ماہ کے بعد نعمان کی پیدائش...... جسے باپ دیکھ بھی نہ سکا۔ اور چند ماہ کے بعد زارا کی دوسری شادی...... عفان کے لیے یہ سب ایک ٹراما تھا۔ ناقابل برداشت......''

''اسے لگتا ہے......'' انہوں نے ذرا توقف کے بعد مناسب لفظوں کا انتخاب کیا۔ ''وہ نہیں چاہتا...... کہ کوئی مانی کو لاوارث یا یتیم سمجھے۔ اس کی بے وقوفی کہہ لیں یا جذباتی پن...... یا شاید مرے ہوئے بھائی کی اولاد سے بے تحاشا محبت کہ وہ اس معاملے میں کسی کی نہیں سننے والا...... لیکن کب تک...... زارا نے ایک نہ ایک دن اسے لے ہی جانا ہے۔''

''آپ لوگ بچے کو شادی میں بھی نہیں لائے۔'' آسیہ نے پوچھا۔

''چھپانے والی کوئی بات ہی نہیں۔ صرف عفان کی وجہ سے...... آپ کا خاندان...... وہ پھر کوئی ایسی بات کر دیتا تو خوامخواہ بدمزگی ہوتی۔''

''ماننے والی بات تو نہیں ہے۔ ایک اچھا خاصا ذی ہوش انسان ایسی عجیب وغریب حرکتیں کرے۔'' ثانیہ ٹھنڈی ہو کر بیٹھ گئی۔ مگر طنز سے باز نہ آئی۔

''ہر انسان کی زندگی کا کوئی نہ کوئی کمزور پہلو ہوتا ہے۔ میرا بیٹا ہیرا ہے ارم۔ اس کی ذات میں اور کوئی خامی نہیں۔''

انہوں نے شفقت بھرے لہجے میں ارم کو پکارا تو وہ بے اختیار انہیں دیکھنے لگی۔

''اور میں اس بات کو ہائی لائٹ تب کرتی جب مانی کو مستقل ہمارے ساتھ رہنا ہوتا ہے۔ زارا عفان کی پھوپھی کی بیٹی ہے۔ اور میرے لیے بیٹی کی طرح ہی ہے۔ سب کچھ میری مرضی سے ہوا ہے۔ وہ سسرال میں ایڈجسٹ کر جائے گی تو بیٹے کو لے جائے گی۔''

''میں چائے بناتی ہوں۔'' اب اس قصے میں رہا کیا تھا۔ ثانیہ بدمزہ ہو کر اٹھ گئی۔

''اس معاملے کو ہمارے بچوں کی طرف سے بھی مس ہینڈل کیا گیا ہے۔'' توفیق صاحب نے عبید کو دیکھا تو وہ شرمندہ سا ہو گیا۔

اسے ارم کو اس طرح لے کر نہیں آنا چاہیے تھا۔ باپ کو کال کر لیتا یا ماں کو ساتھ لے جاتا تو معاملات اتنے خراب نہ ہوتے۔

خود ارم کا شرمندگی سے برا حال تھا۔ عفان نے کتنی دستک دی۔ بار بار کہا وہ اس کی پوری بات سن لے۔ کیا پتا وہ خود ہی وضاحت بھی کر دیتا۔

''ارم بیٹا! ہمیں گھر جانا ہے۔'' ہاجرہ نے کہا تو اسے نئی فکر لاحق ہوئی۔

''عفان کا سامنا کیسے کروگی؟ کیا سوچتے ہوں گے میں اتنی جذباتی لڑکی ہوں۔ ہاں تو سوچا کریں...... خود بھی تو......''

''شام کو ولیمہ بھی ہے۔''

ہاجرہ کی بات نے اس کے خیالوں کو بریک لگا دی۔

☆......☆......☆

''اوہو...... تمہارے ارمانوں پر تو اوس پڑ گئی۔ تمہارے ہاتھ تو اچھا خاصا تماشا لگا ہوا تھا۔'' رابعہ نے جہاں شکر ادا کیا وہیں ثانیہ کو چھیڑنے لگی۔ دونوں ماں کے پاس لیٹی تھیں۔

''رہنے بھی دو، اس کے نصیب کچھ زیادہ ہی اچھے ہیں۔'' ثانیہ نے تربوز کھاتے ہوئے اعتراف کیا۔

''تمہیں اس سے دشمنی کیا ہے؟''

''کوئی دشمنی نہیں، مگر انسان کی زندگی میں کوئی کمی تو ہونی چاہیے یا اللہ تعالیٰ نے ساری کمیاں ہمارے لیے ہی رکھی ہیں۔'' وہ چڑ گئی۔

''تم دوسروں سے حسد کرنا چھوڑ دو تو شاید تمہیں بھی اپنی زندگی سکون میں لگے۔'' رابعہ نے ٹوکا۔

''میں کسی سے حسد نہیں کرتی۔'' وہ برا مان گئی۔ ''لیکن غرور کا سر نیچا ہونا چاہیے۔''

''اس فیملی کے کسی بندے میں غرور نہیں ہے۔'' رابعہ نے صاف لفظوں میں کہا۔

''تمہیں کیا پتا؟ خود کو کتنا عقل مند، نیک پاک سمجھتے ہیں۔''

''مجھے انسان کی یہ سائیکی کبھی سمجھ میں نہیں آئی۔ خود کو عقل مند ثابت کرنے کے لیے دوسروں کو بے وقوف بناتے ہیں۔ خاص طور پر عورتیں اپنے آپ کو سگھڑ دکھانے کے لیے دوسروں کو فضول خرچ بنا دیتی ہیں۔ بدسلیقہ ثابت کرتی ہیں۔ ہم خود کو بلند کرنے کے لیے دوسروں کو نیچا کیوں دکھاتے ہیں۔ ہم خود اپنے بل بوتے پر اس معیار پر کیوں نہیں پہنچتے؟''

ثانیہ نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''یہ نا اصل میں ان ہی کی فیملی کا حصہ ہے، پتا نہیں یہاں کیسے پیدا ہو گئی؟''

''اور تم پھوپھو کی فیملی کا حصہ لگتی ہو، پتا نہیں یہاں کیوں پیدا ہو گئیں۔'' رابعہ نے ترنت جواب دیا۔

''ہائے میں نے کہا تھا ان کی گُھٹی دلوائیں۔'' ثانیہ نے ہمیشہ والا شکوہ کیا۔

''مجھے کون سا شوق تھا۔ تمہاری دادی نے دلوائی تھی۔''

اب پتا نہیں اندر بیٹھی دادی کے کان باہر لگے تھے یا نادرہ کی آواز بلند تھی۔ وہاں سے پتھر کی طرح لڑھک کر جواب باہر آیا۔

''اس جرم میں دادی کو پھانسی چڑھا دو۔''

نادرہ نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

رابعہ ہنستے ہنستے اٹھ کر دادی سے ملنے چلی گئی۔

''تم بھی جا کر ماتھا ٹیک آؤ دربار دادی میں، ورنہ اعتراض کریں گی۔'' نادرہ نے ٹہوکا دیا۔

''رہنے دیں۔ انہیں میرے یہاں زیادہ آنے پر اعتراض ہوتا ہے، ان کا دل تو یہی چاہتا ہے میں بیٹھی اپنی ساس کے پاؤں دباتی رہوں۔''

''ساری زندگی مجھ سے یہی کچھ تو کروایا ہے۔'' نادرہ کو اپنے دکھ یاد آ گئے۔

''جو زندگی ہم جینا چاہتے ہیں۔ وہ دوسروں کو کیوں مل جاتی ہے؟'' ثانیہ کے لہجے میں حسرت سی در آئی۔

''جو کچھ بھی ہو جائے، ارم کے ساتھ اچھا ہی ہوتا ہے۔ اب بچہ بھی عفان کا نہیں نکلا، شان دار گھر......شان دار شوہر، سب کچھ پلیٹ میں رکھا مل گیا۔ بیمار ساس، کب تک جئیں گی۔''

وہ اپنے حسد کی آگ میں سلگنے لگی تھی۔ دھیرے دھیرے راکھ ہونے لگی تھی مگر اس بات کا احساس ہی نہ تھا۔

''رہنے دو، یہ بیمار ساسیں اتنی جلدی کہاں ٹکٹ کٹواتی ہیں۔'' نادرہ نے کینہ توز نگاہوں سے دادی کے کمرے کی طرف دیکھا۔

ان کا دیکھنا لکھ لیا گیا تھا۔

ان کے سفاک الفاظ ان ہی کے گلے کا طوق بننے والے تھے۔

اسی لیے تو کہا گیا ہے انسان جلد باز ہے۔ انسان خسارے میں ہے۔

☆......☆......☆

ارم نے ہاتھوں کو کھولتے بند کرتے، سامنے دروازے کو دیکھا۔

اس کو کھول کر نکل جانا آسان لگا تھا مگر اندر جانا دشوار۔

"زندگی میں پہلا امتحان آیا اور تم وہاں سے بھاگ آئیں۔تم سے اس نادانی کی امید نہیں تھی بچے۔" وہ باپ سے ملنے گئی تو انہوں نے افسردگی سے کہا۔

"آئی ایم سوری ابو۔" وہ بے حد شرمندہ تھی۔

"کوئی بات نہیں۔مشکل حالات میں انسان کو اپنی حقیقت پتا چلتی ہے۔ورنہ تو ہم خود کو بہت عقل مند، بہت ذہین سمجھتے رہتے ہیں۔"

"مجھے احساس ہے، میں وہاں رک جاتی۔سچویشن کو سمجھ لیتی۔بات کر لیتی تو یہاں یہ تماشا نہ ہوتا۔"

"اپنی غلطیوں سے سیکھو، عورت گھر کی بنیاد ہوتی ہے۔بنیاد ہی کمزور ہوگی تو گھر کیسے چلے گا؟"

ارم نے آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا۔

باہر دن کی روشنی، تپش اور گرمی تھی۔

اندر سکون آمیز ٹھنڈک، نیم تاریکی اور خاموشی تھی۔

وہ بیڈ پر نیم دراز تھا اور مانی اس کے سینے پر سر رکھے شاید سونا چاہتا تھا۔

آہٹ پر سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔جبکہ عفان نے اسے دیکھنے کے بجائے مانی کے بالوں سے کھیلنا شروع کر دیا۔

ارم قریب آئی۔

اتنی بے تکلفی تو نہیں ہوئی تھی کہ فوراً شروع ہو جاتی، بمشکل سلام کر پائی۔

جس کا سنجیدہ سا جواب آ گیا۔

"لائٹ جلا لوں؟" اس نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"نہیں......مانی کو سونا ہے۔" رکھائی بھرا جواب۔

مانی اپنا نام سن کر کھلکھلا کر ہنسا۔

عفان کے جواب سے زیادہ مانی کی ہنسی نے اسے کھینچ لیا۔وہ جو بیڈ کے قریب آ گئی تھی، اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر مانی سے مخاطب ہوئی۔

''ہائے مانی! میں تمہاری چاچی ہوں۔''

عفان کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھ گیا۔

گویا ہاجرہ باز نہیں آئی تھیں۔ مانی نے عفان کی بغل میں منہ چھپالیا۔

''اس کی ماں بننے کا حوصلہ ہے تو بیٹھ جاؤ۔''

وہ بیٹھنے لگی تھی کہ عفان بول اٹھا۔

اس کا آنا آمد بہار کا سندیسہ تھا۔ دل کا موسم بدل گیا تھا مگر انا آڑے آ رہی تھی۔

ارم بیٹھ گئی۔

''رشتے اپنی اصل شکل میں ہی اچھے لگتے ہیں عفان۔'' اس نے دھیرے دھیرے سے مانی کا پیر سہلایا۔ مانی نے ہنستے ہوئے پیر کھینچ لیا۔

''چاچی بہت اچھی ہے مانی! آپ سے بہت پیار کرے گی۔ لیکن چاچی آپ کی ماں نہیں بن سکتی۔ لیکن آپ کی دوست بن جائے گی۔ ہم بہت کھیلا کریں گے۔'' وہ بچے سے مخاطب تھی۔

نرم آواز، خوب صورت لہجہ...... جو اس کی شخصیت تھا۔

بچے کو اس کی کلائی میں پہنے کنگن نے متوجہ کرلیا۔ ارم نے کلائی سامنے کر دی۔ اس نے اتارنے کی کوشش کی تو اتار کر ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے پہنانا چاہا تو پہن لیا۔

اس چھوٹے سے منظر میں کیا تھا......

عفان نے الجھ کر دونوں کو دیکھا۔

وہ دونوں اب کنگن کنگن کھیل رہے تھے اور مگن تھے۔

اس نے جھوٹ جھوٹ کھیلنے کی کوشش کی جو بے وقوفوں کی طرح ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

مانی ارم کے ہاتھوں پر رچی مہندی کو دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

ارم کبھی ہاتھوں کو کھولتی، کبھی بند کرتی۔

پھر دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑتے۔

''مجھے بچے اچھے لگتے ہیں۔'' ارم نے بغیر اس کی طرف دیکھے کہا۔ عفان نے جھوٹ بولا، یہ اس کی غلطی تھی۔ ارم نے بغیر کسی سے کہے سنے گھر چھوڑا۔ یہ ارم کی غلطی تھی۔ اور ارم کو اپنی غلطیوں سے سیکھنا اور انہیں سدھارنا آتا تھا۔

انسان کو مشکل حالات میں اپنی حیثیت اور صلاحیت کا پتا چلتا ہے۔

''آپ کو مجھ سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ پتا نہیں آپ کو یہ کیوں لگا کہ میں آپ سے وابستہ رشتوں کو اہمیت نہیں دوں گی۔''

ماں نے کہا تھا زندگی شوہر کے ساتھ خوشیوں کا جھولا جھولنے کا نام نہیں ہے۔ اس کی ذمہ داریاں بانٹنے کا نام ہی ہے۔ اسے یہ اعتبار دلا دو، وہ تمہارا ہو کر رہے گا۔

''میں نے خود سے وعدہ کیا تھا۔ مانی کو زندگی میں کسی رشتے کی کمی محسوس نہیں ہونے دوں گا۔ میرا بچہ سمجھ کر میری بیوی سنبھال لے گی۔ یتیم سمجھ کر اسے......'' اس کی آواز مدھم اور سنجیدہ تھی۔

اور وہ بھول چکا تھا وہ کچھ دیر پہلے تک اس سے بات نہ کرنے کا سوچ کر بیٹھا تھا۔

''غلط سوچا تھا۔'' ارم اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ ''مجھ جیسی لڑکی جس نے اپنے سارے جذبے اپنے شوہر کے لیے سنبھال کر رکھے ہوں اس کے لیے یہ بات کتنی تکلیف دہ تھی کہ اس کا شوہر ایک برتا ہوا انسان ہے۔ اس کے جذبے، اس کا لمس اس کی محبت باسی ہے۔''

''مجھے نہیں پتا تھا کہ لڑکیاں اتنی گہرائی میں سوچتی ہیں۔''

عفان نے بہت غور سے ارم کو دیکھا۔

''کبھی کبھی چھپا لینا مسائل کو بڑھا دیتا ہے۔''

''بھاگ جانا بھی مسائل کو بڑھا دیتا ہے۔''

عفان نے ترنت جواب دیا تو ارم شرمندہ ہوگئی۔ پھر ناراضی سے اسے دیکھا۔

''آپ کو اندازہ بھی ہے آپ کے اس جھوٹ سے مجھے کتنی تکلیف پہنچی تھی۔''

''اور تمہارے اس طرح جانے نے مجھے کتنا ہرٹ کیا تھا۔''

عفان نے اس کا بازو کھینچا۔

مانی نے زور کی چیخ ماری۔ عفان نے گھبرا کر بازو چھوڑ دیا۔

ارم کو ہنسی آ گئی۔

کچھ دیر میں ان تینوں کی ہنسی کمرے کی پرسکون فضا میں پھول کھلانے لگی۔

☆......☆......☆

وسیم آیا بیٹھا تھا اور وہی رٹ شادی کی تاریخ لے کر آئیں۔ نادرہ نے ثانیہ کو بھی بلا لیا۔ ان کا تو ارادہ ہی نہ تھا۔ اب ثانیہ ہی کچھ کر سکتی تھی۔

"کرلیں گے شادی، جلدی کس بات کی ہے؟"

"دیر کس بات کی ہے؟" وسیم نے اسے گھورا۔

"جلدی جلدی میں سب کچھ ہو گیا۔ ہم لوگ تو نتاشا کی فیملی کو جانتے بھی نہیں۔"

"تم نہیں جانتیں۔" وسیم کے لہجے میں طنز در آیا۔

"میرا مطلب ہے، ان کا اور ہمارا ماحول بہت مختلف ہے۔"

دادی نے تیکھی نظروں سے اسے گھورا۔ وسیم ان کے لیے کیک پیس لایا تھا، وہی کھا کر تازہ دم ہو کر بیٹھی تھیں۔

"پہلے ان کے گن گاتے نہیں تھکتی تھی۔ اب سمجھ میں نہیں آ رہا، کیڑے کیسے نکالوں۔ میں تمہیں بتا رہی ہوں، ان ماں بیٹی کا کوئی ارادہ نہیں۔ یہ اسی طرح لٹکا لٹکا کر تمہاری منگنی تڑوا دیں گی۔"

دادی نے پوپلے منہ سے گویا پتھر ہی لڑھکا دیے۔

"آپ کے منہ سے نہ کبھی کوئی اچھی بات نکلی۔" نادرہ نے دانت پیسے۔

"میں کون سا اپنے بھائی کی دشمن ہوں۔ بس جلد بازی میں غلط فیصلہ ہو گیا۔ نتاشا بہت خود پسند اور مغرور لڑکی ہے۔"

"سن لیا......" دادی کی ہنسی معنی خیز تھی۔

وسیم نے کھا جانے والی نظروں سے ثانیہ کو دیکھا۔

"ہم اس سے کہیں اچھی لڑکی ڈھونڈ سکتے ہیں۔ جو آپ کی زندگی اور گھر کو جنت بنا دے گی۔"

''فی الحال تو تم اپنے گھر جاؤ اور عبید کی زندگی کو جنت بناؤ۔'' وسیم کا ضبط جواب دے گیا۔

''کیا کہہ رہے ہیں؟'' ثانیہ کو برا لگا۔

''جب شادی کی تاریخ طے ہوگی تو تمہیں بھی کارڈ مل جائے گا۔''

وسیم نے آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔

''امی! سن رہی ہیں۔'' ثانیہ نے صدمے سے ماں کو دیکھا۔

''نتاشا بالکل ٹھیک کہتی ہے تم ہماری شادی نہیں ہونے دو گی۔''

وسیم کی بات ماں بیٹی کے تلوے پر لگی اور سر پر جا کر بھی نہ بجھی۔ دادی نے فث اثبات میں گردن ہلائی۔

''وہ ابھی اس گھر میں آئی نہیں اور اس نے ابھی سے ثانیہ کے خلاف تمہیں بھڑکانا شروع کر دیا۔''

نادرہ نے غصے سے کہا۔

''اس سے بھی کہیں میرے معاملات سے دور رہے۔ شادی شدہ ہے، اپنے گھر پر توجہ دے۔''

وسیم نے رکھائی سے جواب دیا۔

''میں بھی دیکھتی ہوں کیسے اس سے شادی کرتے ہیں۔'' ثانیہ تڑپ کر کھڑی ہوئی۔

''دیکھ رہی ہیں دادی؟''

''میں تو کب سے یہ تماشے دیکھتی ہوں، تمہیں ہی اب نظر آئے۔''

''لیکن میں یہ تماشے زیادہ دیر نہیں دیکھوں گا۔ ہر کوئی سن لے۔ ابا آ جائیں تو بات کرتا ہوں۔''

وہ غصے سے حتمی انداز میں کہہ کر چلا گیا۔

''کوئی ضرورت نہیں اماں، کوئی تاریخ لینے نہیں جائے گا۔'' ثانیہ نے غصے سے اسے جاتے دیکھا۔

''وہ مانے گا؟'' نادرہ کو بیٹے کے تیور اچھے نہیں لگ رہے تھے۔

''تو آپ بھی نہ مانیں...... کب تک شور کرے گا۔ نتاشا کی صورت میں عذاب اس گھر میں اترے گا۔ دیکھ نہیں رہیں۔ ابھی سے کیسے قابو کر رکھا ہے۔ ابھی سے یہ حال ہے تو بعد میں کیا کرے گا۔''

''وہ عبید نہیں ہے جو اپنے گھر والوں کو منانے کی کوشش کرے گا۔ ہم نہیں مانیں گے تو جا کر عدالت میں نکاح پڑھوا لے گا۔''

دادی کو عادت تھی ہر کسی کو آئینہ دکھانے کی۔

''ہر بات میں ہمارا ذکر ضروری ہے۔'' ثانیہ ان ہی پر چڑھ دوڑی۔

''ہاں چھوڑ، میرے منہ لگنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' دادی نے غصے سے کہا۔

''اماں!'' ثانیہ نے ماں کی طرف دیکھا۔ لہجہ حتمی اور قطعی تھا۔ ''آپ تاریخ لینے نہیں جائیں گی۔ باقی رہی نتاشا تو اس سے میں نمٹ لوں گی۔''

نادرہ نے اثبات میں گردن تو ہلا دی مگر وہ اندر سے پریشان ہیں، یہ ان کے چہرے سے ظاہر تھا۔

☆......☆......☆

''میں نے پہلے ہی کہا تھا وہ ہماری شادی نہیں ہونے دے گی۔ کوئی نہ کوئی پرابلم ضرور کری ایٹ کرے گی۔''

مخصوص ریستوران کی مخصوص میز پر بیٹھی وہ اداسی سے کہہ رہی تھی۔

''میں اس کا پابند نہیں ہوں۔ اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ کم از کم میرے معاملے میں وہ کچھ نہیں کر سکتی۔'' وسیم نے تسلی دی۔

ان کے سامنے رکھا کھانا ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ ذہن و دل الجھے ہوں تو لذیذ کھانے کی لذت بھی محسوس نہیں ہوتی۔

''وہ بہت عجیب نیچر کی مالک ہے۔ نہ اس کی محبت اچھی، نہ نفرت۔''

وسیم کو ہلکی سی شرمندگی نے گھیر لیا۔ وہ اس کی بہن کی بات کر رہی تھی۔ وسیم کا لہجہ خود بخود مدھم ہو گیا۔

''بس گھر کا چھوٹا بچہ تھی تو اماں نے سر پر چڑھا لیا۔ منہ پھٹ تھی تو اپنا ہتھیار بنا لیا۔ جس کو جو بات سنانا ہوتی ثانیہ کے منہ سے کہلوا دیتیں۔''

''اسی لیے تو ڈر لگتا ہے۔''

نتاشا نے کانٹا واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔

''وہ ارم کو تمہاری زندگی سے نکال سکتی ہے تو میرے ساتھ کیا کرے گی۔''

''ارم کے انکار کا ثانیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس نے اپنے غرور میں مجھے انکار کیا۔''

"جانتے ہو کیوں کیا تھا؟" نتاشا کے لہجے میں کچھ تو ایسا تھا کہ وسیم نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیوں کیا تھا؟"

نتاشا نے ایک گہری سانس بھری۔

"کیونکہ ثانیہ نہیں چاہتی تھی کہ ارم کی شادی تم سے ہو۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟" وہ الجھ گیا۔

"میرے دل پر بہت بوجھ ہے وسیم۔" نتاشا کا لہجہ اداس ہوا۔

"بہت بار سوچا کہ تمہیں بتا دوں لیکن ہمت نہیں ہوئی۔ لیکن اب میں نہیں چاہتی ہمارے نئے رشتے کی بنیاد کسی جھوٹ پر ہو۔"

"نتاشا کیا کہنا چاہتی ہو، کھل کر کہو۔"

"میرا یقین کرو مجھے ثانیہ نے کبھی نہیں بتایا کہ تم ارم سے محبت کرتے ہو۔ وہ ہمیشہ کہتی تھی کہ نتاشا میں تمہیں اپنی بھابھی بنانا چاہتی ہوں اور میرا بھائی بھی تمہیں پسند کرتا ہے۔ یاد ہے شادی پر ہونے والی ہماری ملاقات یہ باتیں اس کے بعد ہی شروع ہوئیں۔"

"پھر......" نتاشا نے ذرا سا توقف کیا۔

وسیم دم بخود سا سن رہا تھا۔

"پھر اس نے بتایا کہ ارم نے تمہیں پھنسا لیا ہے اور تمہیں مجبوراً ارم سے منگنی کرنی پڑ رہی ہے۔"

وسیم کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"میں غصے میں پاگل ہو گئی تھی۔ ثانیہ نے مجھے وہاں بلایا۔ ارم کے گھر، مجھے ذرا بھی پتا ہوتا کہ تم سچ میں ارم سے محبت کرتے ہو تو کبھی وہاں نہ جاتی۔

سچویشن ہی ایسی ہو گئی تھی کہ ارم کو اپنی نیک نامی بچانے کے لیے انکار کرنا پڑا تھا۔" نتاشا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں، مگر وہ انہیں پی رہی تھی۔ وسیم کی آنکھوں میں لالی اتر آئی۔

"ثانیہ سب کچھ میرے سر پر تھوپ رہی ہے۔ اسی لیے میں نے فیصلہ کر لیا کہ تم میری زندگی میں رہو نہ رہو، لیکن اس سے پہلے کہ وہ میرے حوالے سے کوئی جھوٹ بولے، میں تمہیں سب سچ بتا دوں گی۔"

سچ......

آنسوؤں میں بھیگا سچ......

جس طرح مرد کے مکر عورت نہیں جان سکتی۔

اسی طرح عورت کے آنسوؤں میں بھیگے، جھوٹ میں لتھڑے سچ کو کبھی مرد نہیں جان سکتا۔

سامنے بیٹھے مرد کے دماغ پر غبار چھانے لگا۔

''تم ٹھیک تو ہو......'' نتاشا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر تشویش سے کہا۔

وسیم نے رکی ہوئی سانس کو بمشکل کھینچا۔

''پلیز کچھ تو بولو۔''

''بولنے کے قابل ہی کہاں رہا ہوں۔'' اسے اپنی ہی آواز اجنبی لگی۔

''میں بہت شرمندہ ہوں وسیم۔ آئی ایم سوری۔''

وسیم کی آواز گونگی ہو گئی۔

لفظ کھو سے گئے......

وہ کہے تو کیا کہے؟

''میں......'' نتاشا نے کچھ کہنا چاہا کہ میز پر رکھا نتاشا کا موبائل بجا۔

کال ثانیہ کی تھی۔ نتاشا نے وسیم کو دیکھا۔

''بات کرو......'' وسیم نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

نتاشا نے کال لے کر اسپیکر آن کر دیا۔ کال ملتے ہی ثانیہ کی چلاتی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

''تم کس قدر گھٹیا لڑکی ہو نتاشا......''

قسط نمبر20

''ثانیہ! کیا کہہ رہی ہو؟'' وہ ریستوران میں بیٹھے تھے اور ارد گرد رش تو نہیں پھر بھی لوگ موجود تھے۔

''کیا سمجھتی ہو اس طرح وسیم کو باتوں میں بہلا کر تم اس سے شادی کر لوگی۔'' نتاشا نے اسپیکر بند کرنا چاہا مگر وسیم نے روک دیا۔

اسے لوگوں کی پروا نہیں تھی۔ آج سچائی کو سامنے آنا ہی تھا۔

''کیا لگتا ہے اس طرح وسیم کو ہمارے خلاف کر کے پھنسا لوگی۔''

''ثانیہ! ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو؟ ہماری منگنی ہوئی ہے اور.....'' نتاشا روہانسی ہو گئی۔

''اور شادی کبھی نہیں ہوگی۔'' ثانیہ نے تیز لہجے میں اس کی بات کاٹی۔ ''تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ میری بھابھی بن سکو۔''

وسیم کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

''میں اور وسیم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ تم ہمیں اس طرح الگ نہیں کر سکتیں۔'' نتاشا نے آگے جھک کر وسیم کا ہاتھ جکڑ لیا۔

''محبت تو وہ ارم سے بھی کرتا تھا۔''

وسیم کی آنکھوں میں جلن ہونے لگی۔

''جب وہ وسیم کی زندگی میں نہیں رہی تو تم بھی نہیں رہو گی۔'' ثانیہ نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔ ''بس ایک بار اسے بتانا ہوگا کہ تم ارم کے گھر کیا تماشا کر کے گئی تھیں، جس کی وجہ سے ارم کو انکار کرنا پڑا۔''

وسیم کا ضبط جواب دے گیا تو اس نے اپنا ہاتھ چھڑا کر کال کاٹ دی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا، وہ

میز پر سر رکھ کر خوب روئے۔

دوسری طرف کوئی اور نہیں، اس کی بہن تھی۔

بہن، جو بھائی کی خوشیوں کی خاطر اپنی خوشیاں بھی تیاگ دیتی ہے۔

''آئی ایم سوری، لیکن میرے دل پر بہت بوجھ تھا۔ اب فیصلے کا اختیار تمہارے پاس ہے وسیم! تم کوئی بھی فیصلہ کرو، میں کوئی اعتراض نہیں کروں گی کیونکہ تمہاری مجرم ثانیہ ہی نہیں، میں بھی ہوں۔''

وسیم کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔ تب ہی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، پھر ایک دم اٹھ کر چلا گیا۔

نتاشا نے ایک گہری سانس بھری اور عقب میں ٹیک لگا لی۔

(میرا تو جو ہوگا دیکھا جائے گا، مگر تم تو گئیں ثانیہ)

ثانیہ کا غم و غصے سے برا حال تھا، نتاشا نے اس کی کال کاٹ دی تھی۔

''ہونہہ، سچ کھلنے کے ڈر سے اب منتیں کرتی پھرے گی۔'' اسے اندازہ بھی نہ تھا کہ نتاشا اس کے ساتھ کیا کر گئی ہے۔

وہ دوبارہ نمبر ملانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ آسیہ دروازہ کھلا دیکھ کر اندر چلی آئیں۔

''ثانیہ! میں کہہ رہی تھی......''

''کیا ہے؟ کبھی تو دروازہ ناک کر کے آجایا کریں۔ اتنی عمر ہوگئی ہے، اتنی تو سمجھ ہوگی۔'' وہ تازہ تازہ نتاشا کو لتاڑ کر لیٹی تھی۔ اسی لہجے میں ان پر برس گئی۔

آسیہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

اتنی بدتمیزی، ایسا بدلحاظ لہجہ......

وہ تیزی سے واپس گئیں تب ایک دم ثانیہ کو ہوش آیا۔ یہ اس نے کیا کر دیا ہے۔

''مارے گئے۔''

ثانیہ کے الفاظ تیر کی طرح دل میں کھب گئے۔ اتنی بدلحاظی سے تو کسی نے ان سے بات نہیں کی تھی۔ وہ لاؤنج میں گم صم سی بیٹھی تھیں۔ دل میں ابال اٹھ رہے تھے۔ چار چھ سنا ہی دیتیں۔

"اٹھ کر کسی کام میں ہی لگ جاؤں۔"

یہ ان کا آزمودہ نسخہ تھا۔ ساس جب بھی کسی بات پر بے جواز بولتیں تو وہ کمرہ بند کر کے بیٹھنے کے بجائے خود کو گھر کے کاموں میں مصروف کر لیتیں۔

(شاید ہمہ وقت گھر صاف ستھرا رہنے کی وجہ بھی یہی تھی)

لیکن آج تو اٹھنے کی ہمت ہی نہ ہو رہی تھی۔ ساری عمر کی مشقت کا حاصل یہی تو تھا۔ پرسکون گھر، سعادت مند اولاد، تمیزدار بہو۔

عبید آ کر پاس بیٹھا۔ ان کے کندھے پر سر رکھا تو وہ بری طرح چونک گئیں۔

"کس سوچ میں گم ہے میری ماں؟"

وہ واقعی اتنی بے دھیان ہو رہی تھیں کہ عبید کے آنے کا پتا ہی نہ چلا۔

"دیکھ رہا ہوں، ارم کے جانے کے بعد چپ چپ سی رہنے لگی ہیں۔"

"تو کیا دیواروں سے باتیں کروں۔" ان کا لہجہ تھکا تھکا سا تھا۔

"ارے! ابو ہیں، میں ہوں اور وہ آپ کی بہو پاس آ کر نہیں بیٹھتی۔"

ثانیہ کے قدم وہیں رک گئے۔ اس نے عبید کی بائیک کی آواز سن لی تھی۔

"مارے گئے۔ اب شکایت کریں گی، کان بھریں گی۔" وہ وہیں سے پلٹ گئی۔

اب سامنے آنے کا مطلب عبید سے اپنی بے عزتی کروانا تھا۔

"سب پاس ہی ہوتے ہیں مگر ارم کی کمی تو محسوس ہوتی ہے نا۔" انہوں نے اصل بات لبوں میں دبالی۔

اب اتنی سی بات کے لیے کون گھر کا ماحول خراب کرے۔

"تو مل آئیں یا فون پر بات کر لیں۔ میں بات کرواتا ہوں۔" عبید نے اپنا موبائل نکالنا چاہا۔ مگر انہوں نے روک دیا۔

"نہیں ہر وقت میکے سے فون ہی جاتے رہیں گے تو وہ دل کیسے لگائے گی۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" عبید نے تعجب سے ماں کو دیکھا۔

''اتنے سال ایک گھر میں پرورش پانے اور اسے اپنا سمجھنے کے بعد جب بیٹیاں کسی اور گھر جا کر بستی ہیں تو سمجھو اپنا دل وہیں چھوڑ جاتی ہیں۔ نئے گھر بسانے کے لیے دلوں کو سخت کرنا پڑتا ہے۔ بیٹیوں کو بھی اور ماؤں کو بھی...... میں اسے بار بار آوازیں دیتی رہوں گی تو وہ بھی پلٹ کر پیچھے ہی دیکھتی رہے گی۔ وہاں کیسے قدم جمائے گی۔ جن لڑکیوں کی سسرال میں میکے کی مداخلت زیادہ ہوتی ہے، تو وہ کبھی سسرال میں سکون سے نہیں رہتیں۔''

عبید کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

''اب یہ آ کیوں نہیں رہا......'' کمرے میں ثانیہ کو پتنگے لگے تھے۔ عبید کے آنے تک وہ بے چین ہی رہی۔

کمرے میں آیا تو ٹھٹک کر چہرہ دیکھنے لگی۔ جانتی تھی وہ ماں کے بارے میں کتنا جذباتی تھا۔

''کیا ہوا؟'' اسے یوں تعجب سے گھورتا دیکھ کر وہ حیران ہوا۔

''دیکھو بات اس طرح نہیں ہوئی تھی۔'' ثانیہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''تو کس طرح ہوئی تھی؟'' عبید قریب آیا۔

''میں چینج کر رہی تھی، آنٹی اچانک اندر آ گئیں تو میں نے کہہ دیا، دروازہ ناک کر کے آ جائیں تو انہیں غصہ آ گیا اور مجھے اتنا کچھ سنا دیا۔''

وہ جو شرارتی انداز میں قریب آیا تھا، تھم گیا۔ پھر پلٹ کر بیڈ کے کنارے بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔

''تم کچھ کہو گے نہیں......؟'' ذرا توقف کے بعد ثانیہ نے کچھ حیرت سے پوچھا۔

''میں تو تب کچھ کہوں جب امی نے مجھ سے کچھ کہا ہو۔''

''کچھ نہیں کہا؟'' ثانیہ زیر لب بڑبڑائی۔ اس کے حساب سے تو اب تک انہیں عبید کے کان خوب بھر دینے چاہیے تھے۔

''امی کو بات پھیلانے کی عادت نہیں ہے ثانیہ!'' عبید نے نرمی سے کہا۔

ثانیہ تھوڑا شرمندہ ہو گئی۔

''کھانا لاؤں؟''

''لگا دو سب کے ساتھ ہی کھاتے ہیں۔''

ثانیہ باہر نکلی تو آسیہ ٹیبل لگا رہی تھیں۔

''مجھے تو لگا آپ عبید سے میری شکایت کریں گی۔''

آسیہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور مصروف رہیں۔

''اب کچھ کہتی کیوں نہیں ہیں؟'' ثانیہ جھنجھلا گئی۔ ان کا نہ کہنا بھی کھل رہا تھا۔

''بیٹیاں غلطی کریں تو پہلے ٹوکا جاتا ہے، سمجھایا جاتا ہے پھر شکایت کی نوبت آتی ہے۔ تم بھی کوشش کرو، ایسی نوبت نہ ہی آئے۔'' انہوں نے رسانیت سے سمجھایا۔

''میں نے کچھ غلط نہیں کہا تھا۔'' ثانیہ کے لہجے میں ڈھٹائی در آئی۔

''بات غلط نہیں تھی۔ لہجہ غلط تھا۔ انداز غلط تھا۔ بڑوں سے بات کرتے ہوئے لہجہ سنبھال لینا چاہیے۔''

عبید کو آتا دیکھ کر آسیہ نے بات کو لپیٹ دیا۔ اور کچن میں سالن لینے چلی گئیں۔

عبید نے ماحول کی سرد مہری محسوس کر لی تھی۔

ماں سنجیدہ تھی تو ثانیہ کا مزاج برہم تھا۔

''کیا ہوا؟''

''کچھ بھی نہیں۔'' ثانیہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''مجھے سناتی رہیں گی، تمہیں کچھ نہیں کہیں گی۔''

وہ غصے سے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

عبید خاموش رہا، کہتا بھی تو کیا۔

☆......☆......☆

وہ نجانے کتنے گھنٹوں سے کمرے میں بند آڑا ترچھا بستر پر لیٹا تھا۔ دماغ پھٹنے کے قریب تھا۔

(''اے کاش کہ پھٹ ہی جائے۔'')

نادرہ نے کتنے ہی چکر لگا لیے۔

''یہ کیسی نیند ہے جو پوری ہی نہیں ہو رہی۔'' بڑبڑا کر چلی جاتیں۔

اس کا کسی کا سامنا کرنے کو، بات کرنے کو دل ہی نہ چاہتا تھا۔

''ارم!'' بند لبوں پر آہ بن کر یہ نام آ ٹھہرا۔

اس کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی، اس کی محبت کتنی آسانی سے اس سے دور کر دی گئی۔ اور دور کرنے والی کون تھی۔ وسیم کی سگی بہن۔

وسیم کا دل چاہ رہا تھا وہ چیخ چیخ کر روئے۔ سب کچھ تہس نہس کر دے۔ اور سارے تعلق توڑ کر یہاں سے دفع ہو جائے۔

ماں بھی اس سب میں شامل ہے۔ اسے پورا یقین تھا۔ وہ چپ کر کے کیوں لیٹ گیا ہے۔ اسے سب سے حساب بے باق کرنا چاہیے۔

''وسیم......!'' دادی کا بوڑھا ہاتھ اس کے گرم ماتھے پر رکا۔ جن کے لیے ایک قدم اٹھانا مشکل تھا، وہ لڑھکتی، سہارے لیتی بے چین ہو کر یہاں تک چلی آئی تھیں۔

''تجھے بخار تھا۔'' انہیں ماتھا گرم لگا۔ ''کب سے باہر بیٹھی دہائیاں دے رہی تھی کہ لڑکا کمرے سے باہر کیوں نہیں آ رہا، کوئی جا کر دیکھے تو سہی۔''

''میرے اندر آگ لگی ہے دادی!'' اس کا دل کرلایا۔

دادی اس کے پاس ہی ڈھیر ہو گئیں۔ اتنی مشقت کے بعد سانس سے سانس نہ مل رہی تھی۔

''ماں سے کہو شکنجبین بنا کر پلائے۔ اٹھ کر سر میں پانی ڈالو۔''

''ٹھیک ہوں دادی، فکر نہ کریں۔''

''فکر کیسے نہ کروں، میری تو جان اٹکی تھی۔ ایک تمہارا باپ نجانے کہاں گیا ہے۔ بہو نے تو قسم کھائی ہے، میری کوئی بات نہیں سنتی۔ آلو بخارا آیا تھا گھر میں، ایک دانہ نہیں چکھایا۔ خود ہی کھا مر گئی۔''

انہیں ٹانگیں بستر میں رکھنے میں دشواری تھی۔ دہائی ڈال دی۔ وسیم کو بستر سے اٹھنا پڑا۔ ان کی ٹانگیں اوپر کیں۔ وہ سارے بستر پر پھیل کر بیٹھ گئیں۔

''اتنا سامنہ نکلا ہے۔ کسی کو کوئی خیال ہی نہیں، شادی کر کے بیوی لے آ، خیال تو رکھے گی۔''

''خیال رکھنے والی تو وہی تھی، باقی تو نخرے اٹھوانے والی ہیں۔'' وہ بڑبڑایا۔ مگر دادی کے کان بڑے تیز تھے۔

''سچ کہا...... یہ فیشنوں ماری کہاں خیال رکھے گی۔ ہائے کاش......'' انہوں نے ہاتھ ملے۔

دونوں کے دل میں ایک سا پچھتاوا تھا۔

''ویسے تو ایک قدم اٹھانا مشکل ہوتا ہے، اب پوتے کے کمرے میں گھس کر کون سے راز و نیاز ہو رہے تھے؟''

نادرہ کو جھانکنا پڑا تو دادی نے ان کے لتے لے لیے۔

''ایسی لاپروا ماں، بیٹا بخار میں پھنک رہا ہے اسے پروا نہیں۔''

وسیم کا دل چاہا، وہ ان سب سے دور بھاگ جائے۔

تب ہی تازہ ہوا کے جھونکے کی طرح وہ چلی آئی۔ خوشبوؤں میں بسی، جدید تراش خراش کے لباس میں ملبوس، وہ اتنی نکھری، ستھری لگتی تھی کہ نادرہ کو اپنا گھر میلا لگنے لگا۔ ہونے والی بہو کو گھر میں دیکھ کر ویسے ہی ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

''مجھے لگا تم ٹھیک نہیں ہو۔'' اس نے وسیم کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں واقعی ٹھیک نہیں ہوں۔'' وسیم نے اعتراف کیا۔

''ماشاء اللہ! ایسی محبت کہ دور بیٹھی کو خبر ہو گئی۔'' دادی نے اچنبھے سے اپنی گال پر انگلی رکھی تو نتاشا مسکرا دی۔

''دل کو دل سے راہ ہوتی ہے دادی!''

وسیم کے چٹختے اعصاب مائل بہ سکون ہوئے۔

''ہاں طبیعت ٹھیک نہیں ہے، بخار بھی لگ رہا ہے۔ کچھ کھایا پیا بھی نہیں۔'' دادی تفصیل بتانے لگیں۔

نادرہ تو نتاشا کو بٹھانا بھی بھول گئیں۔ اور شبیر کو کال کرنے بھاگیں۔ وہ خود ہی ایک کرسی پر ٹک

گئی۔ حالانکہ بے ملگجے لباس والی دادی اور ایسے ہی حلیے میں وسیم کو دیکھ کر اس کی طبیعت اوب گئی تھی مگر مصلحت کا تقاضا تھا بیٹھ کر دادی کی گفتگو سن لی جائے۔

''تم شاور لے لو، پھر کہیں چلتے ہیں۔'' نتاشا نے دبے لفظوں میں وسیم سے کہا تو وہ سر ہلا کر اٹھ گیا۔

☆......☆......☆

''پتا نہیں کیوں مجھے لگتا ہے وہ چاہتی ہے میں اس سے جھگڑا کروں۔''

بہت دن الجھنے کے بعد آسیہ نے توفیق صاحب سے بات کی، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ارم کے جانے کے بعد ثانیہ گھر کی کچھ ذمہ داریاں اپنے سر لیتی مگر وہ مزید لاپروا ہو گئی تھی۔ دل چاہتا تو کسی کام کو ہاتھ لگاتی، ورنہ صاف انکار کر دیتی۔ اس کے سارے کام اسی وقت شروع ہوتے جب عبید گھر آ جاتا۔ اس وقت ثانیہ کی پھرتیاں دیکھنے والی ہوتیں۔ پہلے تو ارم بہت سے کام سمیٹ لیتی تھی، اب آسیہ تھکنے لگیں۔

''تو آپ ایسا موقع مت دیں۔'' توفیق صاحب نے چائے کے مگ سے نظر اٹھا کر بیوی کو دیکھا۔

''میں انسان ہوں توفیق! مجھے بھی غصہ آتا ہے۔ بات یہ نہیں کہ وہ کام سے انکار کرتی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ بہت بدتمیزی سے کرتی ہے۔'' انہوں نے ناراضی سے کہا۔

''عبید سے بات کرو، اسے سمجھا دے۔''

''وہ یہی تو چاہتی ہے کہ میں عبید سے شکایتیں لگاؤں، گھر میں جھگڑا ہو...... بے سکونی ہو۔''

''تو پھر تھوڑا ہمت اور صبر سے کام لیں۔'' اب توفیق صاحب اور کیا کہتے۔ ساتھ ہی گزرتی ثانیہ کو آواز دے دی۔

''جی انکل!''

''بھئی ہمارے ساتھ مل کر چائے پی لو۔ اب ارم کی کمی تو تم نے ہی پوری کرنی ہے۔'' انہوں نے شفقت سے کہا تو وہ مسکرا دی۔

''انکل! میں ضرور بیٹھتی مگر مجھے تھوڑی دیر امی کی طرف جانا ہے۔'' پھر آسیہ کو دیکھ کر نرمی سے اجازت طلب کی۔ ''آنٹی! میں چلی جاؤں؟''

آنٹی اس کے حلاوت بھرے لہجے پر حق دق ہی رہ گئیں۔

توفیق کو ہی کہنا پڑا۔

''ہاں ہاں بیٹا! جاؤ۔''

وہ مسکرا کر خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔

''ہمیں تو آثار ٹھیک ہی لگ رہے ہیں۔ کہیں آپ زیادہ تو نہیں سوچ رہیں؟'' توفیق نے کہا تو آسیہ اندر ہی اندر کڑھ کر رہ گئیں۔

گویا بدتمیزی بھرا بدلحاظ لہجہ صرف ان کے ساتھ مخصوص تھا۔

☆......☆......☆

شبیر فوراً ہی لدے پھندے گھر آ گئے۔ ہونے والی بہو کی خوب خاطر مدارت ہو رہی تھی۔ اتنی اہمیت ملنے پر نتاشا بھی پرسکون ہو کر بیٹھ گئی۔ ورنہ دل میں خدشہ سا تھا کہ نجانے وسیم کیا فیصلہ کرے۔

''آنٹی خوامخواہ اتنا تکلف کیا، میں کوئی مہمان تھوڑی ہوں۔''

''جب تک دلہن بن کر ہمارے گھر نہیں آ جاتیں، مہمان ہی ہو۔'' دادی کی پلیٹ میں نرم کیک بھرا تھا تو نتاشا بھی اچھی لگنے لگی۔

''اللہ جلد وہ وقت لائے۔'' شبیر نے دعا کی۔

''آپ ہی لوگوں کی طرف سے دیر ہے۔'' نتاشا نے سوچا۔ تب ہی وسیم تیار ہو کر آ گیا۔

''چلیں؟'' اس نے نتاشا سے کہا تو وہ کپ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔

''اب مجھے اجازت دیں۔''

''آتی جاتی رہا کرو لڑکی۔ اب یہ گھر بھی تمہارا ہی ہے۔'' شبیر نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''ابھی تک ہمارا تو ہوا نہیں۔'' نادرہ بڑبڑائیں۔

دونوں کمرے سے نکلنے والے تھے جب ثانیہ چلی آئی۔ باہر کھڑی نتاشا کی گاڑی وہ دیکھ ہی چکی

تھی۔اس لیے مزاج برہم تھا۔

اور ثانیہ کو دیکھ کر وسیم کے اعصاب پھر سے چٹخنے لگے۔

"کیسی ہو ثانیہ؟" نتاشا اپنے دلکش انداز میں مسکرائی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

نتاشا نے پریشان ہو کر وسیم کو دیکھا۔وہ دانت پیس کر غرایا۔

"اپنے کام سے کام رکھو۔"

"آپ کو اندازہ ہی نہیں وسیم بھائی کہ اس سے شادی کر کے آپ کتنی بڑی غلطی کر رہے ہیں۔یہ ہرگز آپ کے قابل نہیں ہے۔" ثانیہ کے کہتے ہی جیسے وسیم ہتھے سے اکھڑ گیا۔

"جس طرح ارم میرے قابل نہیں تھی۔"

"ارم کو آپ کی زندگی سے نکالنے والی بھی تو یہی ہے۔" اس نے نفرت سے نتاشا کو دیکھا۔

"ثانیہ کیا کرتی ہو؟" نادرہ نے غصے سے ثانیہ کا بازو پکڑ کر کھینچا۔

"اپنا تو اس کا دماغ خراب ہے ہی،ساتھ میں سب کا کرتی ہے۔" شبیر کو بھی غصہ آ گیا۔

"مجھے سچ بتانے دیں امی!" ثانیہ نے بازو چھڑایا۔"جانتے ہیں اس نے کیا کیا ہے۔ارم کے گھر جا کر اس نتاشا نے وہ باتیں سنائیں۔وہ وہ الزام لگائے کہ اس نے صرف عزت بچانے کی خاطر انکار کر دیا۔ارم نے وسیم کو پھنسا لیا۔ایسا کہا اس نے۔" ثانیہ نے کینہ توز جتاتی نظروں سے نتاشا کو دیکھا۔

"یہ اتنی گھٹیا ذہنیت کی لڑکی ہے۔"

ایک لمحے کو ہر طرف خاموشی سی چھا گئی۔کوئی کچھ بول ہی نہ سکا۔

وسیم دو قدم آگے بڑھا تھا۔

"اس گھٹیا ذہنیت والی لڑکی میں کم از کم اتنی جرأت تو ہے کہ میرے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کر سکے اور تم......"

ثانیہ کو جھٹکا لگا۔

''تم نے بہن ہو کر جو میرے ساتھ کیا ہے، میں چاہوں بھی تو ساری زندگی معاف نہیں کر سکتا۔''

ثانیہ نے سٹپٹا کر نتاشا کو دیکھا۔

''میں نے وسیم کو سب بتا کر اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا ہے۔ ہم دونوں نے جو کچھ مل کر ارم کے ساتھ کیا، میں اس پر شرمندہ تھی، بلکہ میں تو ارم سے بھی معافی مانگنا چاہتی تھی مگر وسیم نے منع کر دیا۔ سوری ڈیئر! میں وسیم اور اپنے رشتے کی بنیاد جھوٹ پر نہیں رکھ سکتی۔''

''یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' شبیر نے سب کے چہرے دیکھے۔

''جھوٹ بول رہی ہے۔ تہمت لگا رہی ہے اور وسیم بھائی آپ کو اس کی بات کا یقین ہے میری بات کا نہیں۔'' ثانیہ بوکھلا گئی۔ ساری گیم الٹی ہو گئی تھی۔

نادرہ ہاتھ ملنے لگیں۔

''جس طرح ارم اور اس کے گھر والے تہمت لگا رہے تھے۔'' وسیم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''تم اپنا اعتبار کھو چکی ہو ثانیہ! بلکہ تم جیسی شاطر اور مکار لڑکی میری بہن نہیں ہو سکتی۔ اور اماں آپ...... آپ بھی اس سب میں شامل تھیں۔''

وسیم کے بے یقین لہجے پر نادرہ کٹ کر رہ گئیں۔

''نہیں...... نہیں...... مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں۔''

ثانیہ نے بے یقینی سے ماں کو دیکھا۔ کیسے وقت پر اس کا ساتھ چھوڑ کر بیٹے کے ساتھ جا کھڑی ہوئی تھیں۔

''اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اکیلی ہی کافی ہے۔'' اندر سے دادی نے لقمہ دیا۔

''یہ...... یہ ہے تمہاری تربیت۔ یہ سازشیں کرنا سکھاتی رہی ہو۔'' شبیر کو برسنے کا موقع مل گیا۔

''ابا! اس کو سمجھا دیں۔ اپنے گھر جائے۔ شادی کی تاریخ فکس ہوئی تو اس کو بھی کارڈ مل جائے گا۔ یہاں آ کر ہمارے گھریلو معاملات میں دخل اندازی کی ضرورت نہیں۔'' وسیم نے دوٹوک لہجے میں کہا، نتاشا کا ہاتھ پکڑا اور چلا گیا۔

ثانیہ کی رنگت فق ہوگئی۔ جو ہوا تھا وہ تو وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ وہ اپنے میکے میں اجنبیوں کی طرح کھڑی تھی۔ شبیر ملامت سے ماں بیٹی کو دیکھتے چلے گئے۔

نادرہ نے گم صم کھڑی ثانیہ کے بازو کو چھوا۔

''کیا ضرورت تھی اتنے کھڑاک کی۔ اب اندر چلو۔''

ثانیہ نے غصے سے ان کا ہاتھ جھٹکا اور گھر سے نکل گئی۔ نادرہ تاسف سے ہاتھ ملنے لگیں۔

☆......☆......☆

سارا غصہ آنسوؤں میں بہہ نکلا تھا۔ رو رو کر وہ بے حال ہو رہی تھی۔ دکھ اس بات کا تھا کہ ماں نے بھی ساتھ نہ دیا۔ وہ سب کے سامنے جھوٹی پڑ گئی۔

نتاشا اور وہ دونوں اس کھیل میں برابر کی شریک تھیں۔

وسیم نے نتاشا کو تو معاف کر دیا اور اسے تقریباً گھر سے نکالنے کا عندیہ دے دیا تھا۔

''کوئی اپنی بہن کے ساتھ اس طرح کرتا ہے۔''

رابعہ اس کے لیے جلدی سے فالسے کا شربت بنا لائی۔ اور شکر کیا کہ پھوپھو گھر پر نہیں تھیں۔

''تم دیکھنا میں اس نتاشا کے ساتھ کرتی کیا ہوں۔'' وہ غٹاغٹ شربت کا گلاس چڑھا گئی۔

''اب بس کرو۔ جتنا بات کو بڑھاؤ گی، اتنی خرابی ہوگی۔ وسیم کو اس سے بھی زیادہ ری ایکٹ کرنا چاہیے تھا۔ جو کچھ تم نے کیا ہے۔ ذرا خود کو وسیم کی جگہ رکھ کر سوچو۔''

''تم بھی مجھے ہی باتیں سناؤ۔'' وہ ناراض ہوئی۔

''جو کچھ ہو چکا وہ تو نہیں بدل سکتا۔ جو بچ گیا ہے اسے سنبھال لو، دل بڑا کرو۔''

''کیا کروں، وسیم اور نتاشا سے معافی مانگوں۔'' ثانیہ ہتھے سے اکھڑ گئی۔

''وہ ہماری بھابھی بننے والی ہے ثانیہ! وہ ہمارا میکہ ہے ہمیں کل کو بھی اسی گھر میں جانا ہے۔ ان ہی کے ساتھ ملنا ہے۔ ان حالات میں بہتر یہی ہے کہ تم بھی اپنی غلطی مان کر معافی مانگ لو۔ اگرچہ وسیم کا دل اتنی آسانی سے صاف نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس نے محبت کھوئی ہے۔''

رابعہ کا بس نہیں چلتا تھا کہ اسے اتنی ملامت کرے کہ وہ اپنی غلطی کا احساس کر کے پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ مگر اب فائدہ ہی کیا تھا۔ ارم وسیم کی دسترس سے بہت دور جا چکی تھی۔ اس لیے خود پر جبر کر کے اسے سمجھانے بیٹھ گئی۔

''اور یاد کرو اپنی غلطی نہ ہونے کے باوجود ارم نے اپنے بھائی کی خاطر تم سے معافی مانگی تھی۔''

''میرا خیال ہے مجھے جانا چاہیے۔'' ثانیہ نے گلاس پٹخا۔ ساری دنیا ہاتھ دھو کر اسی کے پیچھے پڑ گئی تھی۔

''تم نے خود اپنی زندگی کو مشکل بنا لیا ہے ثانیہ! مت بھولو انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔''

''کسی اسکول میں ٹیچر بھرتی ہو جاؤ۔'' ثانیہ بھنا کر کھڑی ہوئی۔

''جانتی ہو جب میں اپنی زندگی کے مشکل ترین حالات سے گزر رہی تھی۔ میں نے سوچا میں طلاق لے لوں۔''

ثانیہ نا چاہتے ہوئے بھی رک گئی۔

''مگر کیا سوچ کر لیتی۔ میرے ہاتھ میں کچھ نہ تھا۔ نہ ڈگری، نہ ملازمت...... میرے تو میکے والے بھی میرا ساتھ نہ دیتے۔ پھر اچانک میں نے کہیں پڑھا......

''ناپسندیدہ زندگی کو اللہ کی رضا کے لیے پسند کر لیں۔''

وہ جملہ میرے دل میں کھب گیا۔ میں سب کچھ کر رہی تھی۔ جبر سے ناپسندیدگی سے بس کچھ نہیں کر رہی تھی تو اللہ کی رضا سمجھ کر صبر نہیں کر رہی تھی۔ تو میں نے یہ شروع کر دیا۔ میں نے دعا شروع کر دی۔ کہ اللہ اگر یہ تیرا امتحان ہے تو میں راضی۔ اگر تیرے بندوں کی زیادتی ہے تو میرے لیے راستہ کھول۔''

ثانیہ نا چاہتے ہوئے بھی گم صم سی سنتی گئی۔ پھر رابعہ مسکرائی۔

''اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے سارے راستے آسان کر دیے۔ تمہیں تو کچھ بھی برداشت نہیں کرنا پڑا ثانیہ پھر اپنی چھوٹی سوچ اور تنگ دلی سے زندگی کو اپنے لیے آزمائش مت بناؤ۔''

''جس کے پاس جاؤ، مجھے ہی سنانا شروع کر دیتا ہے۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

رابعہ نے بے حد تاسف سے بہن کو جاتے دیکھا۔

☆......☆......☆

اتنے دن گزرنے کے بعد بھی وہ ابھی تک دلہن ہی تھی۔ ہاجرہ اسے کسی کام کو ہاتھ ہی نہ لگانے دیتیں۔ مانی کو بھی مسرت اور وہ اپنے ساتھ مصروف رکھتیں۔ اگرچہ اس مشقت سے وہ بہت زیادہ تھک جاتی تھیں۔ مگر وہ چاہتی تھیں عفان اور ارم زیادہ سے زیادہ وقت ایک دوسرے کے ساتھ گزاریں۔ بلکہ وہ بار بار زور دے رہی تھیں کہ دونوں ہنی مون کے لیے کہیں چلے جائیں۔ عفان نے ارم ہی سے پوچھ لیا۔

''آپ کیا چاہتے ہیں؟'' ارم نے ٹاپس پہنتے ہوئے آئینے میں اس کا عکس دیکھا۔

''میں ابھی نہیں جانا چاہتا۔'' عفان نے تھوڑا تذبذب سے جواب دیا۔ ''میرے کچھ معاملات چل رہے ہیں۔ جنہیں میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔''

ارم کو اندازہ ہو گیا وہ مانی کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا، پھر بیمار ماں کو نوکروں کے سہارے کیسے چھوڑا جا سکتا تھا۔ ارم کے ذہن نے لمحوں میں حساب کتاب کیا اور لاپروائی سے گویا ہوئی۔

''کوئی بات نہیں، جب فرصت ہوگی تب چلے جائیں گے۔''

عفان نے ٹھٹک کر دیکھا اور الجھ کر پوچھا۔

''تم اتنی کمپرمائزنگ کیوں ہو؟''

ابھی اس کی جگہ زارا ہوتی تو فوراً جھگڑا شروع ہو جاتا۔

''نہیں۔ بس مجھے یقین ہے میری زندگی میں جو بھی خوشی لکھی ہے، وہ مجھے مل کر رہے گی اور......'' وہ اس کی طرف مڑی۔ ''اور تھوڑا یقین آپ پر بھی ہے کہ آپ مجھے ٹال نہیں رہے، بلکہ کوئی ٹھوس وجہ ہوگی۔''

''خوش نصیب ہوں، جو تمہارے جیسی سمجھدار بیوی میری زندگی کا حصہ بنی ہے۔''

''اس کے لیے آپ کو بی بی جان کا شکر گزار ہونا چاہیے کیونکہ میں خالصتاً ان کی پسند ہوں۔''

ارم نے پیچھے دھکیلا۔

''اب چلیں ان کے پاس، ناشتے کے لیے انتظار کر رہی ہوں گی۔''

''مجھ سے بھاگتی کیوں ہو؟'' عفان نے اس کی کلائی کھینچی۔

''کیوں کہ رات اپنے لیے ہوتی ہے، دن دوسروں کے لیے ہوتا ہے۔'' ارم نے نرمی سے کلائی چھڑائی۔

جب شروع میں عبید اور ثانیہ بارہ ایک بجے تک کمرہ بند کیے رکھتے تھے تو آسیہ کو اچھا نہیں لگتا تھا۔ آنے والے بھی ان سے ملے بغیر ہی واپس چلے جاتے تو مہمانوں سے معذرت کرتی آسیہ ارم کے سامنے یہی جملہ بولتی تھیں۔

ہاجرہ بیگم نے آج بھی پر لطف ناشتے کا اہتمام کیا تھا۔ وہ خود ٹیبل پر موجود تھیں۔

''ہر چیز سلیقے سے رکھنا، مجھے کوئی کمی نظر نہ آئے۔''

''السلام علیکم بی بی جان! صبح بخیر۔''

ہاجرہ بے ساختہ مسکرائیں۔

''تمہاری چہکتی آواز سن کر تو میری صبح ویسے ہی بخیر ہو جاتی ہے۔''

ارم ہنستے ہوئے ان کے سامنے آئی تو ان کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ انہوں نے سر تا پا ارم کا جائزہ لیا۔

''اس سے زیادہ ہلکا رنگ تمہاری وارڈ روب میں نہیں تھا۔''

ارم ٹپٹا گئی۔ ہلکے رنگ کا کڑھائی والا یہ سوٹ اس کے جہیز کا تھا۔

''کیا ہو گیا ہے آج کل کی لڑکیوں کو، رنگ اوڑھنا ہی بھول گئی ہیں۔''

''جس کی اپنی شخصیت میں اتنے رنگ ہوں، اسے رنگ اوڑھنے کی ضرورت کیا ہے۔'' عفان نے یہ جملہ لبوں میں ہی دبا لیا۔

''یہی تو دن ہوتے ہیں سجو سنورو، زیور پہنو...... ایک ہم تھے کہ سال بھر ہاتھوں سے مہندی نہیں اترنے دیتے تھے۔''

''آپ کے زمانے بدل گئے بی بی جان۔'' عفان نے ہنستے ہوئے کرسی کھینچی۔

''مگر سہاگن تو ہر دور میں سہاگن ہوتی ہے۔''

عفان کو جواب دے کر وہ ارم کی طرف متوجہ ہوئیں جو متذبذب سی کھڑی تھی۔ انہوں نے نرمی سے کہا۔

''جاؤ بیٹا! اپنی الماری سے اچھا سا شوخ رنگ کا جوڑا زیب تن کرو۔ ابھی کوئی مہمان آئے تو اسے پتا چلنا چاہیے کہ یہ اس گھر کی بہو ہے۔''

''ابھی......؟'' ارم نے بے چارگی سے عفان کو دیکھا۔ وہ نظر انداز کر گیا۔

''جاؤ بچے! اسے کیا دیکھ رہی ہو، لڑکوں کو کیا پتا؟''

''جی!'' ارم مرے مرے انداز میں کہہ کر چلی گئی۔ مسرت ناشتہ لگا کر مانی کے پاس چلی گئی۔

''ویسے ان کپڑوں میں بھی ناشتہ ہضم ہو جاتا۔'' عفان نے دبے دبے لہجے میں جتایا۔ اسے اچھا نہیں لگا تھا مگر ماں کو ارم کے سامنے ٹوکنا مناسب نہ سمجھا۔

''اپنے کام سے کام رکھو۔ اتنی مشکلوں سے اس گھر میں خوشی آئی ہے تو کیا میں کھل کر انجوائے بھی نہ کروں؟'' ہاجرہ نے ناگواری سے سر جھٹکا۔

''بی بی جان!'' عفان نے بے حد سنجیدگی سے انہیں دیکھا۔ ''ارم کوئی کھلونا نہیں ہے جس سے کھیل کر آپ خوشی محسوس کریں۔ اپنے آپ کو خوش کرتے کرتے اسے ناخوش نہ کر دیجیے گا کیونکہ آپ کی کوئی بھی بہو اتنی سعادت مند نہیں ہے کہ جی اچھا کہہ کر چینج کرنے چلی جائے۔''

''تمہیں برا لگا؟'' ہاجرہ بیگم نے سنجیدگی سے بیٹے کو دیکھا۔

''کہہ سکتے ہیں۔'' عفان نے کندھے اچکائے۔ ''کیوں آپ کوئی بھی بات اس کی مرضی کے خلاف زارا سے نہیں منوا سکتی تھیں۔'' اس نے زارا پر زور دے کر کہا۔

ہاجرہ کی نگاہوں میں ناگواری اور چہرے پر غصہ در آیا۔

تبھی ارم دو ڈریس اٹھائے آ گئی۔

''بی بی جان! جلدی سے بتا دیں۔ اس میں سے کون سا ڈریس پہنوں؟''

''حد ہو گئی ہے امی! وہ مجھے اپنی مرضی کا ڈریس بھی نہیں پہننے دیتیں۔'' ارم نے کمرے میں

جاتے ہی سب سے پہلے آسیہ کو کال ملا کر اپنا دکھڑا رو دیا تھا۔

''تو تم ایک ہی بار انہیں صاف صاف کہہ دو کہ تم اپنی مرضی کے کپڑے پہننا چاہتی ہو۔ وہ ہر بار تمہیں مت ٹوکا کریں۔''

ارم ٹپٹا گئی۔ یہ آسیہ نے کیسا مشورہ دیا تھا۔

''اس سے تو وہ ناراض ہوں گی۔ گھر کا ماحول خراب ہوگا۔''

''یہ تو تمہاری چوائس ہے۔ اپنی مرضی چلانی ہے یا گھر کا ماحول خوش گوار رکھنا ہے۔'' آسیہ مبہم سا مسکرائیں۔

''مطلب ان ہی کی مرضی پر چلوں۔'' ارم نے مایوسی سے وارڈروب کھولی۔

''جب اس گھر میں رچ بس جاؤ گی تو تمہاری ہی مرضی چلے گی۔ ابھی انہوں نے اتنے شوق سے تمہارے لیے بری بنوائی ہے۔ انہیں پہن کر دکھا دیا کرو اور یہ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے مجھے کال نہ کیا کرو۔ اتنی سمجھ دار تو ہو ہی کہ اتنی معمولی باتوں کو ہینڈل کر سکو۔ یہ تمہارے گھر کے مسائل ہیں، خود چیک کیا کرو۔''

''لو جی بات ہی ختم ہوگئی۔'' اس نے مایوسی سے کال کاٹ دی۔ اور بغیر دیکھے بری کے دو جوڑے نکال کر لے آئی۔ کسی بھی قسم کی محاذ آرائی اس کا مزاج جو نہ تھی۔

''بی بی جان بتائیں نا جو آپ کو اچھا لگے گا وہی پہنوں گی۔'' ہاجرہ بیگم نے پلیٹ اپنے سامنے کی اور بغیر دیکھے گویا ہوئیں۔

''جو پہنا ہے وہ ٹھیک ہے، آ جاؤ ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔''

ارم نے کچھ حیرت سے عفان کو دیکھا۔ وہ جوس پیتے موبائل پر کچھ دیکھتے یکسر ماحول سے کٹا بیٹھا تھا۔ ارم نے ماحول میں ہلکے سے تناؤ کو بری طرح محسوس کیا۔

☆......☆......☆

اے سی کی کولنگ سے کمرے میں پہاڑوں کا موسم اتر آیا تھا۔ وہ کمبل ٹانگوں پر ڈالے (یہ نہیں

کہ ٹھنڈک زیادہ ہوگئی ہے تو اے سی بند کر دے) ایل ای ڈی پر فلم دیکھ رہی تھی۔ خوب صورت رومینٹک سونگ میں دل و دماغ جھوم جھوم جا رہے تھے جب باہر سے آوازیں آنے لگیں۔ آواز بھی توفیق صاحب کی تھی۔

''اس گھر میں سکون کے دو لمحے میسر نہیں۔''

پورا دن سکون سے گزارنے کے بعد بھی اسے رب سے یہی گلہ تھا۔ کیونکہ توفیق صاحب نے آواز دی تھی تو جانا پڑا۔

''بیٹا! آپ کی ماں کب سے کچن میں مصروف ہیں۔ روٹیاں ہی پکا لو۔''

''انکل! روٹیاں تو بازار سے بھی آ سکتی تھیں۔'' وہ بے زاری سے گویا ہوئی۔ ٹھنڈے کمرے سے نکلتے ہی باہر کی گرمی کا احساس کچھ زیادہ ہی شدید تھا۔ انکل بے چارے سٹپٹا گئے۔

''بازار کی روٹی معدہ ہضم نہیں کرتا، چلو تم رہنے دو، آسیہ بنا ہی لیں گی۔''

ثانیہ بغیر جواب دیئے کچن میں آ گئی۔ ''کھانا بن گیا ہے؟''

آسیہ نے آٹا بھی گوندھ کر رکھ دیا تھا۔

''طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے ذرا آرام کرنے لیٹی تھی۔'' لہجہ روکھا سا تھا۔ آسیہ نے حیرت سے دیکھا۔ انہوں نے تو نہیں بلایا تھا۔

''آپ ہٹ جائیں، بنا دیتی ہوں روٹی۔'' اس نے خشکے والا برتن نکال کر سلیب پر پٹخا۔

آسیہ خاموشی سے باہر چلی گئیں۔

''چار روٹیاں بنانے میں کتنا ٹائم لگتا ہے، میں پکا ہی لیتی۔'' انہوں نے توفیق صاحب سے کہا۔

''کیوں ہمیں اپنی بیوی کا احساس نہیں ہو سکتا۔'' وہ مسکرائے۔ ''آ جائیں ذرا دیر آپ بھی اے سی کی ٹھنڈک کا مزا لے لیں۔'' مہنگائی نے انہیں بھی متاثر کیا تھا۔ ایک گھر میں دو اے سی چلانا بھی عیاشی لگتا۔ انہوں نے عبید کے کمرے کا اے سی بند کر کے تھوڑی دیر اپنے کمرے کا اے سی چلا لیا۔

''اپنا گھر ہو تو یہ مسائل تو نہ ہوں۔ بندے کا جب دل چاہے پکائے، جب دل چاہے نہ پکائے۔

ان بڈھوں کو تو نہ جانے گھر کے کھانے میں کیا مزا ملتا ہے۔" وہ جلتی کڑھتی روٹیاں بیل رہی تھی۔

"السلام علیکم!" ارم کی چہکتی آواز کے ساتھ بھینی بھینی خوشبو کا جھونکا بھی در آیا۔ سفید اور گلابی امتزاج کے خوب صورت لان کے جوڑے میں ملبوس ہلکی پھلکی جیولری...... وہ گلے لگی تو ہاتھوں میں پہنے گجرے کی مہک ثانیہ کی ناک سے ٹکرائی۔

"کیسی ہو؟" ہونٹوں پر مسکان، آنکھوں میں چمک......

(ہائے ایسی زندگی تو میں نے چاہی تھی)

اپنی حسرتوں کو شمار کرتے وہ جواب دینا ہی بھول گئی۔ اور یہ بھی بھول گئی کہ ابتدائی دنوں میں وہ بھی اسی طرح رہتی تھی اور ارم نئی نویلی دلہن ہے۔

"کیا ہو رہا ہے؟" میکے آنے کی خوشی ہی الگ تھی۔

"ہم نے کیا کرنا ہے، ہمارے نصیب میں تو ہانڈی چولہا ہی رہ گیا۔"

"وہ تو پھر زندگی کا حصہ ہے۔ فارغ ہو کر آ جاؤ، بس تھوڑی دیر کے لیے آئی ہوں۔"

کچن کی گرمی نے ثانیہ کا مزاج برہم کر رکھا تھا۔ ارم کو اندازہ ہو گیا تھا۔ ثانیہ کی آخری روٹی توے پر تھی۔ کیونکہ اے سی روم سے نکل کر آئی تھی تو سارا وجود لمحوں میں پسینے پسینے ہو گیا۔ تبھی عبید چلا آیا۔

"کیا ہو رہا ہے مسز؟"

"جس کام کے لیے لائے تھے۔ تمہارے گھر والوں کی خدمت۔" طنز ہی طنز۔

"اس کام کے لیے تو نہیں لایا تھا۔" اس نے قریب ہونا چاہا۔ ثانیہ نے چمٹا اٹھا لیا۔

"مجھ سے دور رہو۔"

"لگتا ہے ہم دونوں کو کچھ ٹھنڈے کی ضرورت ہے۔ بائیک خراب ہو گئی تھی۔ میں بھی بسوں میں دھکے کھاتا آ رہا ہوں۔" پھر بھی بے چارے کا موڈ خوش گوار تھا۔

"ہاں تو جاؤ جا کر اے سی روم میں بیٹھو، سب بیٹھے ہیں۔" اس نے روٹی ہاٹ پاٹ میں پٹخی۔

"یار! تمہارے روم میں بھی ہے۔" عبید نے بے چارگی سے کہا۔

”کوئی چلانے دے تب نا۔ دس منٹ کے بعد تو بل یاد آجاتا ہے۔ آدھے گھنٹے بعد آکر انکل میرا اے سی بند کر کے اپنا چلا لیتے ہیں۔“

”یہ کب سے؟“ وہ حیران ہوا۔

”تم گھر میں ہو تو پتا چلے۔ اب جاؤ، ارم بھی آئی ہے۔“ ابھی وہ ارم کے آنے پر خوشی کا اظہار کر بھی نہ سکا تھا کہ وہ ترنت بولی۔

”اس نے کھانا کھانا ہوا تو باہر سے لے آنا۔ میں اب کچھ نہیں بناؤں گی۔“ یوں ظاہر کیا جیسے اس سے پہلے سب کچھ اسی نے بنایا ہو۔

”ہاں میں آرڈر کر دوں گا۔ پکایا کیا ہے؟“ عبید نے بے دلی سے پوچھا۔

ثانیہ نے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ کیا پکا ہے۔ اس نے غصے سے پتیلی کا ڈھکن اٹھایا۔

”یہ......“ ساتھ ہی عبید سے پہلے خود پتیلی میں جھانکا۔ خوش شکل اور خوش ذائقہ ٹینڈے گوشت کا سالن تھا۔

”واہ مزا آگیا۔“ وہ جتنی بدمزہ ہوئی عبید اتنا ہی خوش ہو گیا۔ اس کا فیورٹ سالن تھا۔ جیسے ہی ثانیہ پر نظر گئی، اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔

”میں پیزا آرڈر کر رہی ہوں۔“

”جیسے تمہاری مرضی......آجاؤ پھر ارم سے پوچھ کر آرڈر کر لیتے ہیں۔“

”ہاں ماں سے اجازت نامے پر سائن کروالو۔“ وہ اس کے جانے کے بعد بڑبڑائی۔

☆......☆......☆

”اتنے دنوں کے بعد آئی ہو۔“ آسیہ بیٹی کا چہرہ دیکھتے نہ تھکتیں۔ ہائے یہ جگر کے ٹکڑے کیسے غیروں کے حوالے کرنے پڑتے ہیں، ان کا گھر بسانے کو دل پر پتھر رکھنے پڑتے ہیں۔

”آپ ہی نے منع کیا تھا۔“ ارم نے شکوہ کیا تو توفیق مسکرا دیے۔

وہ مکلاوے کے بعد جب پہلی بار آئی تو اس نے جوش میں بتایا۔

''بی بی جان نے کہا ہے ارم کو ہر روز اس کے امی ابو سے ملانے لے کر جانا۔''

''یہ تو ان کا بڑا پن ہے۔'' توفیق خوش ہو گئے تھے۔

''ہاں اور جانتی ہو تمہارا بڑا پن کیا ہو گا؟'' آسیہ نے اس کے حنائی ہاتھوں پر بوسہ دیتے کہا تھا۔

ارم سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

''تم ہر روز نہیں آؤ گی۔''

''امی! یہ کیا بات ہوئی؟'' ارم نے احتجاج کیا۔ ''جب انہیں کوئی اعتراض نہیں......''

''ابھی کوئی اعتراض نہیں، لیکن جلد ہونے لگے گا، تو تم ایسا موقع ہی کیوں دو۔''

آسیہ نے ایک عمر سسرال میں گزاری تھی۔

''ہر روز آنے جانے سے تمہارے گھر کی روٹین کیسے سیٹ ہو گی۔ ہاں ہفتے میں ایک آدھ بار جب اداس ہو، تب ضرور آنا۔''

اور ارم نے ہمیشہ کی طرح ماں کی نصیحت کو پلو سے باندھ لیا تھا۔ عبید اور توفیق صاحب کا بس نہ چلتا کہ بیٹی کے لیے دنیا کی ہر نعمت منگوا لیں۔ عفان اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا کہ واپسی پر پک کر لے گا۔

ارم کا اتنا پروٹوکول دیکھ دیکھ کر ثانیہ کا بی پی نجانے کیوں شوٹ کر رہا تھا۔ اوپر سے بات بات پر اپنے سسرال کی تعریفیں...... بی بی جان ایسے، بی بی جان اور عفان یہ......

ثانیہ کے کان پکنے لگے تھے۔

''تم نے ابھی تک گھر کا کام نہیں شروع کیا؟''

''کوئی ہاتھ ہی نہیں لگانے دیتا۔'' ارم مسکرائی۔

''ہنی مون کے لیے کہاں جا رہے ہو؟'' ثانیہ نے جتاتی نظروں سے ساس کو دیکھ کر اگلا سوال کیا۔

''کہیں بھی نہیں، عفان کچھ بزی تھے تو میں نے بھی منع کر دیا۔'' ارم نے لاپروائی سے کہا۔

''پھر اس نے نکال لیا وقت......'' ثانیہ نے طنزیہ کہا اور اپنے کمرے میں آ گئی۔ عبید اور توفیق صاحب نماز کے لیے مسجد جا چکے تھے۔

''کیا بات ہے، ثانیہ کا رویہ بدلا بدلا سا کیوں ہے؟'' ارم کو تشویش ہوئی۔ وہ پہلے بھی ایسی تھی، مگر اب تبدیلی زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ ہر بات میں طنز، ہر بات میں ٹوکنا۔

''بس ایسی ہی ہے۔ آج کل میکے بھی نہیں جا رہی۔ شاید وہاں کوئی بات ہوئی ہو۔''

وہ زیادہ تفصیل میں نہیں گئیں۔ خوامخواہ ارم کا دل خراب ہوتا۔ دھیان میکے میں لگا رہتا۔ اس لیے آسیہ نے بات بدل دی۔

''تھوڑی بہت گھر کے کاموں میں، معاملات میں دلچسپی لینا شروع کر دو بیٹا! کافی وقت گزر گیا ہے۔ بوڑھی ساس ہیں، ایک بچہ ہے۔ سب کو تمہاری توجہ کی ضرورت ہو گی۔ اس بات کا انتظار مت کرو کہ عفان کو تمہیں تمہاری ذمہ داری کا احساس دلانا پڑے۔''

''یعنی گھر داری شروع کر دوں؟'' ارم مسکرائی۔

''میں یہ نہیں کہہ رہی کہ ساری ذمہ داریاں اپنے سر لے لو۔ مگر گھر کے معاملات میں تمہاری انوالومنٹ ہونی چاہیے تاکہ انہیں بھی احساس ہو کہ وہ محض گھر کو سجانے کے لیے شوپیس بیاہ کر نہیں لے گئے، بلکہ گھر کو بنانے اور دکھ سکھ بانٹنے والی بہو لے کر گئے ہیں جو کسی بھی گھر کی بنیاد ہوتی ہے۔''

''یہ باتیں اپنی بہو کو بھی سکھا دیں۔'' ارم نے ہنستے ہنستے ان کے کندھے پر سر رکھا۔

''میں نے اسی لیے تو اس کے سامنے بات نہیں کی، ورنہ اسے لگتا میں اس پر طنز کر رہی ہوں۔''

وہ بھی ہنس دیں۔

☆......☆......☆

''اتنا بڑا گھر، گاڑیاں...... وسیم کی تو لاٹری نکل آئی ہے۔'' آصفہ جب سے وسیم کی سسرال سے ہو کر آئی تھیں، سخت متاثر دکھائی دیتی تھیں۔ سامنے مٹھائی کی ٹوکری کھلی تھی۔

یہ وسیم کی تاریخ طے ہونے کی مٹھائی تھی۔

وہ تاریخ جو ثانیہ کے بغیر ہی فکس ہو گئی۔ ثانیہ جو ناراض ہو کر بیٹھی تھی۔ کسی نے جانے سے پہلے اسے پوچھا بھی نہیں تھا۔ رابعہ اپنی سوچوں میں غلطاں آصفہ کی کسی بات پر توجہ نہیں دے پا رہی تھی۔

”مجھے تو لگتا ہے جہیز بھی خوب دیں گے۔ تم لوگوں کا تو گھر چھوٹا پڑ جائے گا۔ میں تو کہتی ہوں چھت پر دو کمرے ڈلوا لو۔“

”دیکھتے ہیں پھوپھو!“ رابعہ کا کسی تبصرے کا دل نہ چاہا تھا۔

”کاش میرے فرخ کے لیے بھی ایسا رشتہ مل جائے۔“

فرخ جو تسلی سے مٹھائی کھانے میں مگن تھا (کہ ساتھ تو کوئی لے کر نہیں گیا تھا معافی تو ملی مگر آدھی ادھوری) چونک کر ماں کو دیکھنے لگا۔

سہیل نے طنزیہ انداز میں بھائی کو دیکھا۔

”ایسا رشتہ پانے کے لیے کچھ گن ہونا ضروری ہوتے ہیں۔“

فرخ بدمزا ہو گیا۔

”بھائی نے تو لگتا ہے مجھے ابھی تک معاف نہیں کیا۔“

سہیل کو جب بھی وہ لمحہ یاد آتا، غصہ پھر سے عود کر آتا۔ آصفہ کو بھی جب یاد آتا تو جھرجھری لے کر رہ جاتیں مگر بیٹا تھا۔ سب بھولنا پڑتا۔

”اب بے چارہ کیا کرے۔ ایک ایک کے پیر پکڑ کر معافی مانگی ہے۔ نوکری کر رہا ہے۔ پیسے گھر میں لا رہا ہے۔ تمہارے بچوں پر جان چھڑکتا ہے مگر تم لوگوں کے مزاج ہی نہیں ملتے۔ ماں نہ بیٹھی ہو تو یہ لوگ گھر سے ہی نکال دیں۔“

”چھوڑ دیں اماں، کون سا قصہ لے کر بیٹھ گئی ہیں۔“ فرخ دوبارہ مٹھائی کی طرف متوجہ ہوا تو آصفہ کو دوبارہ یاد آ گیا تو رابعہ سے پوچھنے لگیں۔

”تم نے بتایا نہیں۔ یہ ثانیہ اور اس کے سسرال والے تاریخ لینے کیوں نہ گئے؟“

رابعہ گڑبڑا گئی۔

”پھوپھو بتایا تو ہے وہ ارم کے ساتھ رشتے والی بات۔“

”پھر بھی بہن تھی۔ اسے تو ساتھ جانا چاہیے تھا۔“

''خوش تو ہے عبید کے ساتھ؟'' فرخ نے بظاہر سرسری انداز میں پوچھا۔ آصفہ نے کھا جانے والی نظروں سے فرخ کو گھورا۔

''خوش کیوں نہ ہوگی۔ لڑکا تو پہلے ہی مٹھی میں تھا۔ اب تو غلام بنا لیا ہوگا۔ بڑے گن ہیں اس لڑکی میں۔''

بات کا رخ اور طرف جا رہا تھا۔ رابعہ وہاں سے اٹھ گئی۔

''اماں! کیا باتیں لے کر بیٹھ جاتی ہیں۔ رابعہ کو کتنا برا لگتا ہے۔'' سہیل ناراض ہوا۔

''رابعہ سے زیادہ تو تمہیں پتنگے لگ جاتے ہیں، رابعہ کا عاشق جورو کا غلام۔''

اب اٹھنے کی باری سہیل کی تھی۔ اس سے زیادہ وقت وہ لوگ صلح صفائی سے بیٹھ ہی نہیں سکتے تھے۔

''تمہیں کیا ضرورت تھی اس منحوس کا نام لینے کی۔'' آصفہ نے فرخ کو دھموکا جڑا تو برفی کا ٹکڑا اچھل کر ٹوکری میں واپس کود گیا۔

''یونہی پوچھ لیا تھا۔''

☆......☆......☆

''بڑا کھلا دل ہے تمہارے سسرال والوں کا، میرے بوسکی کے پورے چار جوڑے، ہاتھ میں گھڑی ......کوئی تاریخ طے کرنے کے موقع پر اتنا کرتا ہے۔'' شبیر اپنے سوٹ دیکھ دیکھ نہال ہو رہے تھے۔

نادرہ نے کھا جانے والی نظروں سے شوہر کو دیکھا۔

جو بات نادرہ کے دل کو کھا رہی تھی، شبیر پر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔

وسیم نے مسکرا کر ماں کو دیکھا۔

''لگتا ہے اماں کو اپنے جوڑے پسند نہیں آئے۔''

''اس کو تو ثانیہ کا غم لے ڈوبا۔'' شبیر نے استہزائیہ انداز میں چھیڑا تو وہ تڑپ اٹھیں۔

''کیوں نہ ہو، بیٹے کے منہ کو زبردستی چلی گئی۔ مگر میرا دل رو رہا ہے۔ وہ ہی رشتہ کرنے والی اور وہی شامل نہیں۔ اب کیا غیروں کی طرح اس کے گھر مٹھائی بھیجوں کہ لو تمہارے بھائی کی تاریخ طے ہو

گئی ہے۔''

نادرہ رونے بیٹھ گئیں۔ بیٹی کا احساس بھی تھا اور اس کے ردعمل کا خوف بھی، دوسری طرف دادی الگ منہ پھلائے بیٹھی تھیں کیونکہ انہیں ساتھ لے کر نہیں گئے تھے۔

''ہوگئی اس سے نادانی اب کیا اولاد کو دل سے نکال کر پھینک دیں۔''

''وہ نادانی نہیں تھی اماں!'' وسیم کے گلے میں پھندا سا پڑ گیا۔

کوئی پوچھے...... محبت چھین لینے کی سزا کیا ہے؟ اس کا بس چلے تو سنگ ساری کی سزا رکھتا۔ پر بہن تھی۔ خون کا رشتہ...... ماں جائی۔ بس اتنا ہی کر سکا۔

''تمہاری بیٹی کا دماغ خراب ہے۔ ساتھ جاتی تو کوئی نہ کوئی سیاپا ہی کرتی۔ کسی کو خوش نہیں دیکھ سکتی، سب کچھ اس کے کنٹرول میں ہو، بس یہی چاہتی ہے۔ پر ساری دنیا اس کی مرضی پر نہیں چلے گی۔ اس کو سمجھالو، ورنہ اپنا نقصان کرے گی۔'' شبیر نے لتاڑا۔

''مجھے نہیں پتا...... صاف بتا رہی ہوں...... تاریخ لینے تو چلی گئی...... بارات لے کر نہیں جاؤں گی۔ اگر میری ثانیہ نہ گئی۔ ہاں!'' نادرہ نے بپھر کر کہا تو وسیم نے بے بسی سے باپ کو دیکھا۔ انہوں نے کوئی پروا نہیں کا اشارہ کیا۔

''السلام علیکم!'' آواز کانوں میں نہیں، من مندر میں گونجی تھی۔ ہمیشہ جھوم اٹھنے والا دل نڈھال سا ہو کر کراہنے لگا۔ نگاہیں بے اختیار اٹھیں اور دوسرے لمحے جھک گئیں۔

وہ کسی اور کی ہو چکی تھی۔ اب یہ گستاخی کیوں کر ہو۔

''دادی نے بلایا تھا۔'' وہ مدھم آواز میں بتا رہی تھی۔ دادی کی اپنی سیکرٹ سروس تھی۔ محلے کے کسی بچے نے بتایا ارم باجی آئی ہیں تو دادی کا دل مچل گیا۔

''ہاں...... ہاں اپنے کمرے میں ہیں۔'' نادرہ نے ایک نظر بیٹے کے جھکے سر کو دیکھا اور تیزی سے چلی گئیں۔

شبیر نے ایک ہاتھ وسیم کے کندھے پر رکھ کر دبایا۔

''ثانیہ نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے ابا۔'' وہ کرلایا۔

دادی نے پہلے بلائیں لیں، پھر دعائیں دیں۔ پھر دل کے پھپھولے پھوڑے۔ ارم تھوڑی دیر کے لیے آئی تھی۔ ارادہ تھا کھڑے کھڑے سلام کر کے آ جائے گی۔ دادی کی گفتگو میں روانی آئی اور طول پکڑنے لگی تو ارم نے بمشکل اس وعدے کے ساتھ کہ وہ جلد ہی تسلی کے ساتھ ملنے آئے گی، اب عفان آنے والا ہے، اجازت چاہی۔

''ارم!'' وسیم گویا اسی کے باہر آنے کا منتظر تھا۔

ارم رک گئی۔ اسے وسیم سے بھاگنے یا گھبرانے کی ضرورت کیا تھی۔

''مبارک ہو وسیم بھائی...... دعا ہے کہ آپ اور ثنا خوش رہیں۔''

اسے اٹھتے اٹھتے بھی دادی نے سارا قصہ سنا دیا اور ارم اسے مکافات عمل ہی کہہ سکتی تھی۔

''ہوں......! کیسی ہو؟''

''الحمدللہ......!'' وہ اپنے لہجے، آواز و انداز سے خوش باش ہی دکھائی دیتی تھی۔

''میں تم سے معافی مانگنا چاہتا تھا۔'' وہ سرتاپا احساس ندامت میں ڈوبا تھا۔

''اب اس کی ضرورت نہیں ہے وسیم بھائی، وہ وقت گزر گیا ہے۔ اور مجھے خوشی ہے، وہ ہر جگہ میری سچائی کو ثابت کرتا گیا۔'' ارم نے رسانیت سے کہا۔

تب وسیم نے نگاہ اٹھائی۔

''میں ثانیہ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔'' اس کے لہجے میں برہمی تھی۔

''وہ ایسی ہی ہے وسیم بھائی! مگر آپ کی بہن ہے۔ خون کے رشتے توڑنے آسان نہیں ہوتے۔ اچھے یا برے، نبھانے پڑتے ہیں۔'' وہ ایک لمحے کو چپ ہوئی۔

''اس نے جب بھی میرا برا چاہا، اللہ نے میرا اچھا ہی کیا...... آپ بھی اسے معاف کر دیں، بھائی کی شادی میں بہن شریک نہ ہو اس سے بڑا دکھ کیا ہو گا؟''

''تم کون ہوتی ہو، میرے لیے معافیاں مانگنے والی۔''

ثانیہ کی آواز پر ارم بوکھلا کر پلٹی۔

''اب بھی میرے بھائی کو میرے خلاف کرنے پر تلی ہوئی ہو۔''

ابھی ابھی نادرہ نے اسے کال کر کے تاریخ کا بتایا تھا۔ وہ ماں سے لڑنے آئی تھی۔

اسے نہیں پتا تھا کہ ارم بھی یہاں موجود تھی۔ اور ارم کو یہ نہیں پتا تھا کہ وسیم گھر پر ہے۔ ورنہ احتیاطاً وہ دادی سے ملنے نہ آتی۔

''کیا بکواس کر رہی ہو۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' وسیم بپھرا۔

اندر سے گھبرا کر نادرہ باہر نکلیں۔ شبیر ابھی ابھی گھر سے گئے تھے۔

''کیوں دفع ہو جاؤں...... میرا، میرے باپ کا گھر ہے۔ اس کے ساتھ باتیں مٹھار رہے ہو اور بہن کو دفع ہونے کا کہہ رہے ہو۔''

''اگر ارم کے خلاف ایک لفظ بھی کہا تو میں زبان کھینچ لوں گا۔''

''اب تک اتنی محبت......''

''میں یہاں کھڑی ہو کر تمہاری بکواس نہیں سن سکتی۔'' ارم غصے اور بوکھلاہٹ میں چلی گئی۔

''دل تو چاہتا ہے ساری دنیا کے سامنے تمہارے کرتوت بتاؤں؟'' ثانیہ چلائی۔

''کون سے کرتوت بتاؤ گی؟'' وسیم نے غصے سے اس کا بازو کھینچا۔ ''اگر تمہاری وجہ سے ارم کی زندگی میں ذرا سی بھی مشکل آئی تو میں تمہاری جان نکال دوں گا۔''

''ارم کے لیے اتنی تڑپ......''

''ثانیہ! جا یہاں سے۔'' نادرہ کو لگا وہ ایک دوسرے کا منہ نوچ لیں گے۔ تب ہی ثانیہ کو کھینچ کر لے گئیں۔

وسیم کا دل چاہا اپنے سر کے بال نوچ ڈالے۔

اس کی پرچھائی بھی ارم پر پڑتی تو ارم کے لیے مشکل کھڑی ہو جاتی۔

☆......☆......☆

''وہ ہمیشہ میرے کردار پر بات کرتی ہے۔''ارم نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا۔

''میں اس کی زبان کھینچ لوں گا۔''عبید غرایا۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کیا کہ میری زبان کھینچو۔'' ثانیہ برق رفتاری سے اندر آئی۔سب کی نگاہوں میں اس کے لیے شدید غصہ تھا۔

''تم نے ارم سے کیا کہا ہے؟''عبید بپھر کر سامنے آیا۔

''ارم سے پوچھو،اس نے وسیم سے کیا کہا ہے کہ آج میرے بھائی نے مجھ پر ہاتھ تک اٹھا دیا۔''

قسط نمبر 21

وہ جس طرح تڑپ کر روتے ہوئے بولی...... ایک لمحے کو سب خاموش رہ گئے۔

''وسیم کو میرے خلاف بھڑکا رہی تھی۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے...... کہ ثانیہ تو ایسی ہی ہے...... کیسی ہے ثانیہ؟'' وہ لپک کر حواس باختہ ارم کے سامنے آئی۔ ''دوسروں کا رشتہ خراب کرنے والی...... جھوٹ بولنے والی، حسد کرنے والی......''

''ثانیہ! میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔''

''وسیم سے کیا کہہ رہی تھیں......؟''

''وہ معافی مانگ رہا تھا کہ ثانیہ کی وجہ سے......'' ارم ہکلائی۔

''سنا......'' ثانیہ عبید کی طرف مڑی۔ ''اسے کیا ضرورت تھی وسیم کے ساتھ باتیں کرنے...... اس سے ملنے...... اس کے کان بھرنے......''

''ثانیہ! ختم کرو...... ارم وسیم سے نہیں، تمہاری دادی سے ملنے گئی تھی۔'' آسیہ نے بے اختیار ٹوکا۔

''ارم! بس کر دو......'' ثانیہ نے بے اختیار دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑ دیے...... ''میرے گھر والوں کو میرے خلاف مت کرو...... یہاں تو پہلے ہی مجھے کسی نے قبول نہیں کیا...... کم از کم ان لوگوں کو تو میرا رہنے دو۔'' وہ روتے ہوئے اندر بھاگ گئی۔

''ثانیہ بات کو خوامخواہ بڑھا رہی ہے...... ایسا کچھ نہیں...... عبید...... میں تو بس......''

''ارم!'' عبید نے سنجیدگی سے ٹوکا۔

''تمہیں وہاں جانا ہی نہیں چاہیے تھا...... اب ہر جگہ...... ہر بات میں ثانیہ ہی تو غلط نہیں ہو

سکتی......" وہ کہہ کر رکا نہیں بلکہ ثانیہ کے پیچھے چلا گیا۔

ارم نے مارے صدمے کے مڑ کر ماں باپ کو دیکھا۔

"اس نے کیا سوچا ہے میں وسیم سے ملنے گئی تھی۔"

باہر سے عفان کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا...... اس نے کہا تھا...... جلدی میں ہے، اندر نہیں آئے گا۔

"بات کو یہیں ختم کردو۔" توفیق نے نرمی سے اس کا سر تھپتھپایا۔ "جاؤ...... ہاتھ منہ دھولو۔ میں تب تک اس سے سلام دعا کر لیتا ہوں۔ موڈ ٹھیک کرلو۔ عفان کو ان باتوں کی بھنک نہیں پڑنی چاہیے۔"

آسیہ نے دکھی دل کو سنبھالا۔ مگر دماغ کہہ رہا تھا ثانیہ کی گستاخیاں بڑھنے لگی ہیں۔ اس بات کو یہیں ختم نہیں ہونا چاہیے۔

وہ اپنا حلیہ اور مزاج درست کر کے ہی باہر آئی تھی...... مگر آئینے جیسے لوگ کہاں خود کو چھپا پاتے ہیں...... وہ میکے سے واپس آتی تو بہت کھلی کھلی ہوتی...... مزاج خوش گوار، سادہ لہجہ شوخی لیے ہوتا۔

مگر آج وہ چپ تھی۔ لبوں پر بکھری مسکراہٹ مصنوعی سی لگی...... اور آنکھیں اداس۔

"کیا بات ہے۔ چہرے پر اداسی کے بادل کیوں چھائے ہوئے ہیں؟"

"مجھے نہیں پتا تھا، آپ مجھے اتنا غور سے پڑھتے ہیں۔" وہ اندر سے ڈری اور اوپر سے کھلکھلا کر ہنس دی۔

"تمہاری محبت میں شاعر ہو گیا ہوں۔"

"جانے دیں...... بیویوں پر شاعری کس نے کی ہے۔"

"میں کروں گا......" عفان نے برجستہ کہا...... پھر وضاحت دی۔ "مجھے لگتا ہے......"

"اچھا۔ چلیں پھر کوئی شعر موزوں کریں۔" ارم اس کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئی۔

عفان کی باتیں حبس زدہ موسم میں خوش گوار ہوا کا جھونکا تھیں۔

عفان ٹپٹا گیا...... کبھی کالج کے دور میں شاعری پڑھی تھی...... اب تو ایک مصرع بھی یاد نہ تھا۔

ارم کو ہنسی آ گئی۔

"چلیں جانے دیں۔"

ہنسی بھرم رکھ لیتی ہے...... چھپا لیتی ہے...... اندر کی اکھاڑ پچھاڑ کو ڈھانپ لیتی ہے۔ سامنے والے کو دھوکا بھی دے دیتی ہے۔ وہ قصداً یہ دھوکا کھا گیا۔

وہ مسکرائی تھی...... ہنس پڑی تھی۔ اس کے لیے اتنا کافی تھا۔

☆......☆......☆

آج سارا گلدستہ سفید پھولوں کا تھا...... سبز مخملیں گھاس پر اس کے نرم گداز پاؤں پڑتے تو گدگدی سی محسوس ہوتی...... اس نے سارے پھول میز پر رکھے...... اور فالتو پتے الگ کر کے پھولوں کو ترتیب دینے لگی......

ترتیب، جو زندگی کا حسن ہے۔

بہت پیارا گلدستہ تیار تھا۔

کچن میں مسرت نے ناشتے کی تیاری شروع کر دی ہو گی...... ارم کو عادت تھی...... وہ گلدستہ بنا کر ناشتے کی میز پر رکھ دیتی۔

اس بات کا انتظار مت کرو کہ عفان تمہیں ذمہ داری کا احساس دلائے۔ فالتو پتیاں سمیٹتے اسے ماں کی بات یاد آ گئی۔

("واقعی کیا میں یہاں صرف پھولوں کے گلدستے بنانے آئی ہوں؟")

اسے احساس ہوا، ماں ٹھیک کہتی ہیں۔ اسے اپنی روٹین سیٹ کر لینی چاہیے۔

گلدستہ گلدان میں لگا کر وہ کچن میں آ گئی۔ مسرت انڈے پھینٹ رہی تھی۔

"کیا بن رہا ہے؟" اس نے خوش گوار انداز میں پوچھا۔

"بھابھی، وہی جو روز بنتا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"چلو پھر آج کچھ اچھا سا بناتے ہیں۔ میں تمہاری مدد کرتی ہوں۔" اس نے فریج کھول کر جائزہ لیا۔

"نہیں بھابھی......! بی بی جان ناراض ہوں گی۔" مسرت گھبرا گئی۔

''نہیں ہوں گی...... میں اپنی مرضی سے کر رہی ہوں...... تم پر بھی تو کام کا کتنا لوڈ ہے تھک جاتی ہوگی۔''

''تھک تو جاتی ہوں۔'' اس نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

''چلو اب مل جل کر کرلیں گے۔'' ارم نے کہا تو وہ خوش ہوگئی۔

بہت عرصے کے بعد گھر میں آلو کے پراٹھوں کی خوشبو پھیلی تو ہاجرہ کو خوش گوار سی حیرت نے گھیر لیا۔

تب ہی ارم انہیں ناشتے کے لیے بلانے آگئی۔

''آج ناشتے میں کچھ خاص ہے کیا؟'' انہوں نے ٹیبل کا جائزہ لیا۔

''خاص تو نہیں بس تھوڑا سا اہتمام کیا ہے۔'' ارم نے انہیں کرسی کھینچ کر بیٹھنے میں مدد کی۔

میز پر آج رونق سی تھی...... ہاجرہ کو یاد آیا...... جب سب بچے یہاں ہوتے تھے تو وہ بھی ایسے ہی اہتمام کیا کرتی تھیں...... ارم عفان کو بلانے چلی گئی۔ وہ اس کی سب چیزیں پہلے ہی نکال کر رکھ گئی تھی۔ وہ تیار ہو کر بال بنا رہا تھا۔

''لگتا ہے مسز نے آفیشلی گھر داری شروع کردی ہے۔'' اسے اچھا لگا تھا۔

''یہی سمجھ لیں۔ کب تک نئی نویلی دلہن بنی رہوں گی۔'' وہ جلدی جلدی بکھری چیزیں ٹھکانے لگانے لگی۔

عفان کے اندر سرد سی لہر اٹھی۔

''جب تک میں زندہ ہوں۔''

''عفان!'' ارم تڑپ کر سیدھی ہوئی۔

''کیا ہوا......؟ موت تو برحق ہے۔ کبھی بھی کہیں بھی آسکتی ہے۔'' سرد لہجے میں کہتا وہ بے حد ظالم سا لگا۔

ارم نے غصے سے چادر جھٹکی اور سامنے آئی۔

''موت برحق ہے مگر اس کا ذکر اتنی سفاکی سے نہیں کرتے۔''

''میں نے سادگی سے کہا ہے۔'' اس نے دلچسپی سے ارم کے تلملاتے چہرے کو دیکھا۔

''کسی بھی طرح نہیں کرتے۔'' ارم نے کہا۔

''حقیقت سے نظریں چرا لیتے ہیں؟'' عفان نے پوچھا۔

''ساتھ کے دائمی ہونے کی دعا کرتے ہیں۔'' ارم نے کہا۔

''تو آؤ...... پھر مل کر کرتے ہیں۔'' عفان نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

''یا اللہ! ہمیں اتنی لمبی رفاقت نصیب فرما کہ ہم اپنے بچوں کی شادیاں دیکھ سکیں۔''

ارم نے آنکھیں سکوڑ کر اسے دیکھا۔

''بچے کیوں؟ پوتے پوتیاں کیوں نہیں؟''

ارم نے اثبات میں گردن ہلائی۔

''ایک بات تو بتاؤ...... بھابھی کے بھائی سے شادی ہوئی ہوتی تو اس سے بھی یہی کہتیں۔'' اس نے شرارت سے چھیڑا۔ ارم کو اچھا نہیں لگا۔

''اس کے منہ سے سننا ہوتا تو اسی سے شادی کر لیتی۔'' ارم نے ہاتھ چھڑائے۔

اس نے بہت محتاط انداز میں عفان کو بتا دیا تھا کہ ثانیہ پروپوزل لائی تھی لیکن ارم نے انکار کر دیا تھا۔

''کیوں؟''

''مجھے پسند نہیں تھا۔'' ارم نے کندھے اچکا کر بات ختم کر دی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ عفان کو یہ بات کسی اور طرح سے معلوم ہو۔

''آ جائیں۔ ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ باتوں میں ہی لگا لیتے ہیں۔'' وہ ناراضی سے کہہ کر چلی گئی۔

عفان مسکرا دیا۔ پھر آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر چونکا۔ وہ بات بے بات مسکرانے لگا تھا۔

ارم کی خوب صورت رفاقت نے اسے غیر محسوس انداز میں بدلنا شروع کر دیا تھا۔

''جادوگرنی ہے پوری......'' وہ جھنجھلا کر بڑبڑایا۔

☆......☆......☆

گھر کا ماحول یکسر بدل گیا تھا...... آسیہ کا اس سے بات کرنے کا دل ہی نہ چاہتا...... خود ثانیہ بھی منہ پھلائے کمرے میں گھسی رہتی...... رو رو کر عبید کو اس بات کا تو یقین دلا ہی دیا تھا کہ ارم نے کچھ فضول باتیں کی ہیں جس سے وسیم اس کے خلاف ہو گیا ہے۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ تھا کہ وہ ثانیہ کو اپنے ساتھ تاریخ طے کرنے بھی نہیں لے کر گیا تھا۔

عبید جتنا خیال رکھنے والا بھائی تھا...... اسے ثانیہ کی تکلیف سمجھ میں آ رہی تھی۔ (حالانکہ ثانیہ اتنی محبت کرنے والی بہن نہیں تھی) وہ اس کی دل جوئی کرتا۔ جس سے آسیہ کا دل اور خراب ہو جاتا۔

''تم کہو تو میں وسیم سے بات کروں......'' عبید نے کئی بار کہا۔

''نہیں کوئی ضرورت نہیں...... یہاں کوئی بھی میرا نہیں۔ میرا وجود سب کے لیے فضول اور بے کار ہے...... میں کسی کے لیے بھی اہم نہیں...... میں کسی کو خوش نہیں رکھ سکتی۔ میں بالکل بے کار ہوں۔'' وہ روتی، کرلاتی......

عبید کا دل مٹھی میں آ جاتا...... اسے لگ رہا تھا، وہ دھیرے دھیرے ڈپریشن کی طرف جا رہی ہے۔ عبید کی محبت اور توجہ ہی اسے اس کیفیت سے نکال سکتی تھی...... وہ اپنی سی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا پسندیدہ کھانا آرڈر کرتا...... شام کو باہر گھمانے لے جاتا......

اور ایسے میں کوئی اور بھی تھا...... جو یہ سب دیکھ کر ڈپریشن کی طرف جا رہا تھا۔

اس نے دیکھا ماں صوفے پر بیٹھی کندھے دبا رہی تھیں۔

عبید نے عقب سے آ کر دونوں ہاتھ ان کے کندھوں پر رکھے اور ہولے ہولے دبانے لگا۔

آسیہ چند ثانیے متذبذب رہیں۔ انہیں بیٹے سے گلہ تھا...... وہ ثانیہ کو ڈانٹنے اور سمجھانے کے بجائے مزید شہ دے رہا ہے......

بیمار...... خاموش...... اداس ثانیہ عبید کے گھر سے جاتے ہی چولا اتار کر پھینک دیتی......

ایک خود غرض...... خود سر اور بدتمیز بہو...... جسے وہ بھگت رہی تھیں۔

''ضرورت نہیں ہے۔ ٹھیک ہوں میں۔'' آسیہ نے عبید کے ہاتھ ہٹا دیے۔

''امی! اس طرح تو مت کریں۔''

''جا کر اپنی بیوی کے کندھے دباؤ۔ اسے زیادہ ضرورت ہے۔'' ان کا روکھا لہجہ۔

وہ مسکرا دیا۔ آ کر برابر بیٹھ گیا۔

''روایتی ساسوں والا جملہ......''

''ہاں میں ہوں روایتی ساس......اور تم بھی بن گئے روایتی بیٹے اور بھائی......'' انہوں نے تلخی سے کہا۔ ''ارم کتنے دکھی دل سے یہاں سے گئی......تم نے ایک بار بھی اس کو کال کی......؟ الٹا اسی کو قصوروار سمجھا۔''

''امی! ایسا نہیں ہے......میں جانتا ہوں، ارم نے کسی بری نیت سے کچھ نہیں کہا ہوگا......مگر جو کچھ ہو چکا......اسے وسیم سے بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ کوئی بھی دیکھ کر کچھ بھی سمجھ سکتا ہے......پھر اس کے بعد جو سلوک وسیم نے ثانیہ کے ساتھ کیا......ثانیہ کا دکھی ہونا تو بنتا ہے نا۔''

آسیہ نے چڑ کر عبید کو دیکھا۔

''تم اپنی بیوی کو بہت معصوم سمجھتے ہو......دو چہرے ہیں۔ تمہارے سامنے کچھ اور ہمارے سامنے کچھ اور......'' آسیہ جتنا بولتیں، عبید کو لگتا وہ اب زیادتی کر رہی ہیں۔

فرق صرف یہ تھا کہ وہ عبید کے سامنے بولتی تھیں اور ثانیہ اس کے پیچھے۔

''امی......امی......!'' عبید نے ان کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ ''وہ تھوڑی سی پریشان ہے، ٹینشن میں ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں کہہ رہا ہوں۔ تھوڑا سا دل بڑا کریں۔''

آسیہ تو دل بڑا کر لیتیں، وہ کیسے کرتی۔ جس کا دل تنگ گھاٹی تھا۔ جو چیز اندر جاتی، وہیں دھنس جاتی۔ حسد، بغض، کینہ......اسی تنگ گھاٹی میں سڑتا اس کے وجود کو تعفن زدہ کر رہا تھا۔ اخراج کا رستہ جو نہ تھا۔

انسان تو ہے ہی خسارے میں......ناقص خیالات تو آتے ہی ہیں۔ مگر کامیاب تو وہی ہیں جو ان ناقص خیالات کو گزر جانے دیں......اپنے وجود میں مہمان بنا کر نہ ٹھہرا لیں......ان کی خاطر تواضع نہ کریں......انہیں پھلنے پھولنے نہ دیں۔

کچھ کام اللہ کے لیے بھی کرنے چاہییں۔ ہر چیز کا صلہ انسان نے تو نہیں دینا۔

ثانیہ نے دیکھا...... بیٹا ماں کے ہاتھ محبت سے چوم رہا تھا۔

وہ مسکرادیتی...... گزر جاتی...... کل کو اس کی اولاد بھی اس کے ہاتھ چومے گی۔

دنیا مکافات عمل ہے۔ صرف برے اعمال ہی نہیں...... اچھے اعمال بھی آپ کے سامنے آجاتے ہیں۔ روپ بدل کر...... بھیس بدل کر...... کسی اور شکل میں۔

وہ غصے سے بھری کچن میں آئی۔

پلاؤ دم پر تھا اور وہ پھٹنے کو تیار...... اس نے ڈھکن ہٹایا۔ گرم بھاپ اس کی آنکھوں تک آئی۔

کچھ برا کریں...... تو آنچ آپ کو بھی آتی ہے۔

اس نے بہت سا نمک چاولوں میں جھونک کر دم لگا دیا۔

اس کی ذات تنگ گھاٹی تھی...... جس میں لاوا ابلتا رہتا تھا۔

گھر میں پلاؤ کی خوشبو کے ساتھ نمک کی کڑواہٹ بھی تھی۔

کھانے کا کیا تھا، باہر سے آگیا۔

''کوئی بات نہیں...... ہو جاتا ہے۔ انسان بھول کر دوبار بھی ڈال دیتا ہے۔'' توفیق نے تسلی دی۔

''بھول کر نمک چاولوں کے اندر ڈالتا ہے، اوپر سے چھڑکاؤ تو نہیں کرتا۔''

کچے نمک کا ذائقہ زبان کو فوراً محسوس ہو گیا تھا۔ ان کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

''امی! وہ صبح سے کمرے سے نہیں نکلی، اور ہم یہیں بیٹھے تھے لاؤنج میں...... یہاں سے گزرتی تو نظر آجاتا۔'' عبید جھنجھلا گیا......

ماں چپ ہو گئی۔

''شاید میں نے ہی بھول کر اوپر سے ڈال دیا ہو۔'' انہوں نے غلطی مان لی۔ توفیق نے چپکے سے ان کا ہاتھ دبایا۔

مگر یہ سلسلہ رکا نہیں۔ پھر مسلسل جاری رہا۔ کبھی ہانڈی جل جاتی...... کبھی نمک تو کبھی مرچ تیز ہو جاتا۔ کھانا تو آسیہ ہی بنا رہی تھیں...... ثانیہ تو کچن میں جھانکتی تک نہیں تھی۔

”ثانیہ! ایک کپ چائے ہی بنا دو۔“ عبید نے بے حد محبت سے فرمائش کی۔ وہ آج آفس کا تھوڑا کام گھر لے آیا تھا۔ ثانیہ نے موبائل سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

”پلیز!“ عبید نے انکار کی گنجائش ہی نہ چھوڑی تو وہ سر ہلا کر چلی گئی۔

(کتنا چپ چپ سی رہنے لگی ہے)

پھر دھیان آیا ماں نے بھی کوئی شکوہ کیا تھا...... اس نے موبائل اٹھا کر ارم کا نمبر ملایا۔

”زہے نصیب، آج بہن کی یاد کیسے آ گئی۔“ اس نے سلام کے فوراً بعد شکوہ کیا۔

”ایسی بات نہیں ہے، یاد تو اکثر کرتا ہوں۔“ وہ تھوڑا شرمندہ ہوا۔

”بس رہنے ہی دو۔“

”تم نے بھی چکر نہیں لگایا۔“

”یہاں میری کچھ ذمہ داریاں ہیں...... انہیں چھوڑ کر روز روز تو نہیں نکل سکتی۔“ ارم نے نروٹھے پن سے کہا۔

وہ بھائی کو لاڈ دکھاتے بھول گئی کہ بھائی اب کسی کا شوہر بھی ہے۔

”لگتا ہے امی نے کافی شکایتیں کی ہیں۔“

”ہماری ماں کو شکایتوں کی عادت نہیں...... اور یہ بات تم بھی جانتے ہو۔“

”اس ٹون میں بات کرنا بند کرو ارم......“ عبید جھنجھلا گیا۔ ”میں نے صرف اس لیے کال کی تھی کہ امی کو ذرا سمجھا دو۔ ان کا رویہ ثانیہ کے ساتھ بہت تلخ ہو گیا ہے۔“

ارم کو دکھ ہوا...... وہ اس کی خیریت پوچھنے کے لیے کال نہیں کر رہا تھا۔

”امی کو تو میں سمجھا لوں گی۔ تمہاری بیوی کو کون سمجھائے گا۔ جس کی زبان کو نہ کوئی روک سکتا ہے ......نہ......“

”میرا خیال ہے میں نے غلطی کی تمہیں کال کر کے......“ عبید نے غصے سے کال کاٹ دی۔ اور بڑبڑایا۔

”ہر کسی کا لہجہ اور انداز بدل گیا ہے۔ عبید کیا کرے۔“

☆......☆......☆

''عبید! تمہارے پاس ماچس ہے؟'' ثانیہ عجلت میں اندر آئی۔

''میں نے کس کو آگ لگانی ہے؟'' وہ جھنجھلایا۔

''اچھا لائیٹر دے دو۔''

''میں سگریٹ پیتا ہوں؟'' وہ مزید چڑ گیا۔

''تو میں چولہا کس سے جلاؤں......؟ ماچس نہیں مل رہی۔ نیا ڈبہ بھی نہیں مل رہا۔''

''امی سے پوچھو......''

''پوچھا......انہوں نے کہا، میں کون سا چھپا لیتی ہوں۔''

''اچھا رہنے دو...... مجھے چائے نہیں پینی۔''

''ابھی تو طلب ہو رہی تھی۔''

عبید نے چڑ کر اسے دیکھا۔

''اچھا، میں امی سے مانگ کر لاتی ہوں۔''

''خدا کا واسطہ ہے۔'' وہ غصے سے کھڑا ہوا۔ ''اب ماچس وہاں لینے جاؤ گی؟''

ثانیہ نے اسے جاتے دیکھ کر کندھے اچکائے اور موبائل کھول کر دیکھنے لگی......

پھر اسے ہنسی آ گئی...... نجانے کیوں؟

آسیہ نے اپنی دوائیں نکالنے کے لیے دراز کھولی تو حیران پریشان رہ گئیں۔

''ماچس کا ڈبہ میری دراز میں......؟''

ابھی وہ پوری طرح حیران بھی نہ ہو پائی تھیں...... کہ عبید اندر آیا۔ یقیناً کچھ پوچھنے آیا تھا...... ماں کے ہاتھ میں جو دیکھا وہ ناقابل یقین تھا۔ وہ ماچس کا ڈبہ اپنی دراز میں چھپانے والی تھیں...... وہ جس طرح آیا تھا اسی طرح پلٹ گیا۔ ماں کو ٹوک کر شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا...... مگر بات حد سے بڑھ رہی تھی۔

کیا ماں ثانیہ کی دشمنی میں یہ سب کر رہی تھیں......؟

یا وہ سائیکو ہو رہی تھیں۔

اس نے بہت دیر تک سڑکیں ناپیں۔

وہ محبت کی دو انتہاؤں میں پھنس کر رہ گیا۔

اسے ارم بہت یاد آئی۔ وہ ہر معاملے میں حل ڈھونڈنے میں پیش پیش رہتی تھی۔

مگر آج وہ اس سے بھی مشورہ نہیں کر سکتا تھا۔

''یا اللہ! میری مدد کر...... کوئی راستہ سجھا...... میں کیسے اپنے گھر کا سکون برقرار رکھوں۔ آدھا چاند اس کی آوارگیوں کا گواہ بنتا گیا...... گھر میں تناؤ بڑھتا گیا اور......

پھر ایک دن وہ ہو گیا۔

☆......☆......☆

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

کے بعد دیگرے کچھ ایسے واقعات ہوئے کہ اسے باپ سے بات کرنا ہی پڑی...... ثانیہ کی اکثر چیزیں غائب ہونے لگی تھیں۔ وہ پورے گھر میں ہلکان ہوئی پھرتی۔ کبھی اس کے کپڑے چھت پر پڑے ہوتے۔ باتھ روم سے شیمپو غائب ہو جاتا۔ ملازمہ سے الگ باز پرس ہوتی......

''میں کیا کروں عبید؟ میں تو کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی۔'' ثانیہ اس کے سامنے بلکتی۔ ''سب نے لٹھ لے کر میرے ہی پیچھے پڑ جانا ہے۔''

''ماں پر الزام لگاتے شرم نہیں آتی۔'' توفیق بھڑک ہی اٹھے۔

''ابو......! الزام نہیں لگا رہا...... امی کے ساتھ کچھ پرابلم چل رہا ہے...... آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔'' عبید نے ان کی ساری لعن طعن تحمل سے سن کر کہا۔ ''گھر کے حالات آپ کے سامنے ہیں۔ ثانیہ ایک ناپسندیدہ بہو ہے...... اور میں مانتا ہوں خود کو گڈ بک میں لانے کے لیے وہ بھی کوئی کوشش نہیں کرتی۔ ارم بھی یہاں نہیں، ہم بھی آفس میں ہوتے ہیں...... ہو سکتا ہے امی کو تنہائی فیل ہوتی ہو...... اور......''

''اور......؟'' توفیق نے شرربار نگاہوں سے اسے دیکھا۔

اس اور کی وضاحت سے پہلے ہی کچن میں شور سا اٹھا۔ وہ دونوں چونکے پھر بھاگے۔

ثانیہ نے چین کا ڈھکن اٹھایا، اس سے قبل کہ نمک کا ڈبہ الٹتی ...... اس کی کلائی آسیہ کی گرفت میں تھی۔ ایک لمحے کو ثانیہ بوکھلا گئی۔

''کیا لگتا ہے ...... سالن میں نمک تیز کر کے ...... جلا کر ...... چیزیں غائب کر کے مظلوم بن جاؤ گی ...... عبید کو ہمارے خلاف کر لو گی۔''

آسیہ نے کلائی کو جھٹکا دے کر چھوڑ دیا۔ ثانیہ نے نمک کا ڈبہ واپس رکھا۔

''وہ تو پہلے ہی خلاف ہے ...... میں نے کیا کرنا ہے۔''

''ثانیہ! اب بھی سمجھا رہی ہوں ...... باز آجاؤ۔ ایسی حرکتیں صرف گھر برباد کرتی ہیں۔''

''آپ کی تو دلی خواہش ہے میرا گھر برباد ہو ......'' اس نے استہزائیہ انداز میں ساس کو دیکھا۔

''میں تو تمہاری ذہنیت اور اصلیت بہت پہلے ہی جان گئی تھی ...... عنقریب میرا بیٹا بھی جان لے گا۔'' آسیہ کا دل اس سے بالکل کھٹا ہو چکا تھا۔

''بیٹا اتنا ہی پیارا تھا تو نہ کرتیں اس کی شادی ...... زندگی تو میری برباد ہوئی ہے۔ اپنی بیٹی کو تو بیاہ دیا بڑے گھر میں ...... اور میں یہاں ڈربے میں بند ہو کر رہ گئی ...... بیٹی جو مرضی گل چھرے اڑاتی پھرے ...... میں اپنی مرضی سے سانس بھی نہیں لے سکتی۔''

''ثانیہ ......!'' ان کا ہاتھ اٹھا اور رک گیا۔ ''بکواس بند کر لو ...... ورنہ میں سچ میں تھپڑ مار دوں گی۔''

ثانیہ نے اونچا اونچا رونا شروع کر دیا۔ عبید اور توفیق تیزی سے اندر داخل ہوئے۔

''کیا ہو رہا ہے؟''

''اپنی بیوی کو میری نظروں سے دور لے جاؤ۔'' آسیہ غصے سے کانپ رہی تھیں۔ ثانیہ عبید کے بازو سے آ لگی۔

''میں نے تو سوچا، آنٹی سے ہر روز کھانا خراب ہو جاتا ہے تو میں بنا لیتی ہوں۔ انہوں نے تو مجھ پہ ہاتھ ہی اٹھا لیا۔''

''میں اس کے جھوٹ سن سن کر پاگل ہو جاؤں گی۔'' آسیہ نے سر پیٹ لیا۔

عبید ثانیہ کو باہر لے گیا۔

توفیق آسیہ کو ٹھنڈا کرنے لگے۔

☆......☆......☆

''چہ......چہ......کیا حال ہو گیا ہے؟''

ثانیہ رک گئی۔ مڑ کر دیکھا تو فرخ سیڑھیوں پر بیٹھا چنے کھا رہا تھا......ہتھیلی پر رکھے بھنے کالے چنوں میں سے وہ ایک ایک دانہ منہ میں ڈالتے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

''تم کب سے یہاں موجود ہو؟'' ثانیہ نے ناگواری سے پوچھا۔

''جب تم پورے زور و شور سے اپنے دکھڑے بیان کر رہی تھیں۔'' اس نے ہاتھ جھاڑے۔

ثانیہ نے لب بھینچ لیے۔ کم بخت نے سب کچھ سن لیا تھا۔

فرخ اٹھ کر سامنے آ گیا۔ سر تا پا تاسف سے اسے دیکھا۔

''اڑی ہوئی رنگت......پھیکا چہرہ......عبید تمہارا اس طرح خیال رکھتا ہے۔''

''اپنے کام سے کام رکھو......'' ثانیہ نے دانت پیسے۔

''تمہیں دیکھ کر افسوس ہوتا ہے......یہ ہے وہ لڑکی جس کی خاطر فرخ کسی کی جان لینے لگا تھا۔ وہ تمہارا بالکل خیال نہیں رکھتا ہے نا......''

''وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔'' ثانیہ نے سختی سے کہا......''وہ تو اس کے گھر والے......''

''سن چکا ہوں......'' فرخ نے نرمی سے اس کی بات کاٹی۔ پھر افسوس سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''تم تو بہت سنبھال کر رکھنے کے قابل تھیں۔ اس نے تمہاری بالکل قدر نہیں کی۔''

''میرے پاس تمہاری فضول بکواس سننے کا وقت نہیں ہے۔'' وہ غصے سے کہہ کر جانے لگی۔

''خدا کی قسم اگر میں عبید کی جگہ ہوتا تو وہ کر چکا ہوتا جو عبید نہیں کر سکتا......''

لاشعوری طور پر ثانیہ کے قدم تھم گئے......اس نے گردن موڑ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

فرخ قریب آیا۔

''کسی کی جرأت نہ ہوتی کہ تمہیں ایک لفظ بھی کہہ سکے...... ہاتھ پکڑ کر تمہیں ان لوگوں سے بہت دور لے جاتا جو تمہیں تکلیف پہنچا رہے ہیں...... افسوس تم نے میری محبت کی قدر ہی نہ کی۔'' وہ ہوا کے جھونکے کی طرح قریب سے گزرتا چلا گیا۔

وہ گم صم سی اسے جاتا دیکھتی رہی۔

کروٹیں بدل بدل کر جسم درد کرنے لگا تھا۔ غصہ، ضد...... انا...... بے بسی...... کچھ بھی چین نہ لینے دیتا۔ عبید ماں باپ کے کمرے میں تھا۔ وہ ماں کو سمجھانا چاہتا تھا...... مگر اب آسیہ بھی کچھ سننے کو تیار تھیں، نہ اپنے کیے پر شرمندہ......

''مجھے یہ تھپڑ بہت پہلے مار دینا چاہیے تھا۔ کاش مار ہی دیتی۔'' وہ اپنے موقف پر ڈٹی ہوئی تھیں۔ توفیق کی مصلحت پسندی بھی انہیں سمجھانے میں ناکام رہی تھی۔

عبید مایوس ہو کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ وہ کروٹ بدلے سسکیاں بھر رہی تھی...... عبید نے قریب بیٹھ کر اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

''کب تک روتی رہو گی ثانیہ......؟''

''جب تک تم رلاؤ گے......''

''میں نے کیا کیا ہے؟'' عبید نے بے بسی سے اس کے کندھے پر سر رکھا۔

''کچھ کرتے ہی تو نہیں ہو......''

''کیا کروں؟'' عبید نے اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

''تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا...... تو اب تک مجھے ان سب سے کہیں دور لے جاتا...... لیکن تمہیں میری پروا ہو تب نا...... تمہیں اندازہ ہی نہیں...... مجھ پر کیا گزر رہی ہے عبید۔'' جن آنکھوں میں جگنو چمکتے تھے...... آج پانیوں میں ڈوبی اس کے بے حد قریب تھیں...... وہ ان کے بھنور میں پھنس جاتا کہ وہ بلک اٹھی۔

''میرے اپنے میرا ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔ تمہارے گھر والے اجنبی ہو گئے ہیں...... میں......

میں نے ایسی زندگی کے خواب نہیں دیکھے تھے عبید......"

"میں ہوں نا ثانیہ......" وہ اس پر جھکا۔

"تم نہیں ہو......" ثانیہ چلائی۔ "میں بالکل اکیلی ہوں۔ میرا کوئی بھی نہیں ہے۔ مجھے ایسی زندگی نہیں جینی۔ جہاں لوگ میرے چہرے سے نفرت کریں۔ میں جہاں بیٹھوں وہاں سے اٹھ کر چلے جائیں۔ میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا پسند نہ کریں۔" اس نے روتے روتے تکیہ اٹھا کر سر پر رکھ لیا......

اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں عبید کو اندر ہی اندر کاٹنے لگیں۔

عورت کو پتا ہوتا ہے......اس کے مرد کا کمزور پہلو کون سا ہے۔

وہ گھر والوں سے کھنچا کھنچا رہنے لگا۔

☆......☆......☆

ثانیہ نے کچن میں جھانکا تو وہاں آسیہ مصروف تھیں۔ اور ثانیہ تب کچن میں قدم نہ رکھتی تھی۔ جب تک آسیہ وہاں موجود ہوتیں......آسیہ نے بھی اسے دیکھ لیا تھا......رات بھی عبید نے ان کے ساتھ بہت دیر تک بحث کی تھی کہ بھلے وہ ثانیہ سے معافی نہ مانگیں......مگر اپنا رویہ تو بدلیں......اور رویہ تو بدلنا ہی تھا......گھر میں یہ کھینچا تانی کب تک جاری رہتی......کسی طرف سے لچک دکھائی جانی تھی......انہوں نے خود کو بڑا سمجھ کر بڑا پن دکھا دیا۔

"سالن بن گیا ہے، روٹی بنا لو......" لہجہ تو روکھا ہی تھا، مگر وہ بات کرنے پر آمادہ تو ہوئیں......ثانیہ مصالحت پسند ہوتی تو اسی کو غنیمت سمجھتی......مگر اسے معاملے کو ٹھنڈا نہیں ہونے دینا تھا۔ تب ہی بدلحاظی سے کہہ کر چھت پر آ گئی۔

"مجھے آپ کی روٹیوں کی ضرورت نہیں......"

آسیہ تلملا کر رہ گئیں۔

اس نے چھت پر آ کر پزا آرڈر کیا......اور بیٹھ گئی۔

"اب میٹھی چھری بن کر صلح کریں گی۔" چھت پر رکھے پودے مرجھانے اور مرنے لگے تھے۔

ایک آدھ گملا ہوا کی زد میں آکر ٹوٹ گیا تھا۔ اس کی مٹی بکھری تھی۔ مٹی کی کنالیاں سوکھی اور خالی تھیں......

لگتا تھا عبید اور آسیہ کا چھت پر چکر نہ لگا تھا۔

تب ہی کال آنے لگی۔

''فرخ کیوں کال کر رہا ہے......'' اس نے ناگواری سے کال لے کر یہی سوال ٹھونک دیا۔

وہ ایک لمحے کو خاموش ہوا۔

''مجھے لگا............ تمہیں کسی سے بات کرنے کی ضرورت ہے۔''

ثانیہ کو تعجب محسوس ہوا...... اسے کیسے پتا چلا وہ اس وقت خود کو کتنا اکیلا محسوس کر رہی تھی۔

''مجھے اس بات کا احساس ہے سب نے تمہیں اکیلا چھوڑ دیا ہے۔''

''تم ایسا کیوں سوچتے ہو۔ میں تمہیں چھوڑ چکی ہوں۔ کوئی تعلق نہیں ہمارا......'' وہ اس کی ہمدردی پر الجھ گئی۔

''تم سے کیا مانگ رہا ہوں ثانیہ...... ماموں کی بیٹی ہو۔ ہم اچھے دوست بھی رہے ہیں۔ اور مجھے احساس ہو گیا ہے، جو کچھ ہوا اس میں صرف تمہاری غلطی نہیں ہے...... میری ضد بھی شامل تھی۔ جس نے حالات کو مزید خراب کر دیا۔'' وہ مدھم لہجے میں بولتا چلا گیا۔

ثانیہ اسے ٹوک نہ سکی۔

''ہمارے رشتے آپس میں الجھے ہوئے ہیں۔ کہیں نہ کہیں آمنا سامنا ہوتا ہی رہے گا۔ دشمن بن کر تو نہیں رہ سکتے...... تم تکلیف میں ہو تو میں سکون میں کیسے ہو سکتا ہوں۔ بتاؤ ثانیہ میں تمہارے لیے کیا کروں؟ میں اپنی غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔'' اس کا مدھم دل سوز لہجہ ثانیہ کے دل میں گھر کرتا گیا۔

''تم میرے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ میرے اپنے مسائل ہیں۔ لیکن میں بہت جلد ان سے نکل آؤں گی۔ میں کچھ ایسا کروں گی کہ عبید مجھے الگ گھر لے دے۔''

جب ساری دنیا آپ کو غلط سمجھ رہی ہو۔ کوئی ایک آپ کے ساتھ مخلص ہو۔ آپ کو غلط نہ سمجھتا ہو تو

کتنا اچھا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے حبس زدہ ماحول میں کھل کر سانس لینے کا موقع مل جائے۔

''حد کرتی ہو ثانیہ......'' فرخ نے ایک دم جھنجھلا کر بات کاٹ دی۔

اس کے بعد اس نے جو کچھ کہا...... ثانیہ دم بخود سی سنتی چلی گئی...... اس کے ذہن پر چھائے بادل چھٹنے لگے...... گہری دھند میں رستہ سجھائی دینے لگا۔ اسے کیا کرنا تھا، وہ اچھی طرح جان گئی تھی۔

☆......☆......☆

آسیہ نے حیرت سے دیکھا، بہو بیگم کچن میں گھسی کھانا بنا رہی تھیں۔

''لگتا ہے عبید نے اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔'' وہ دل میں سوچتی اندر آئیں۔ ثانیہ نے پتیلی میں ہرا دھنیا کاٹ کر ڈالا اور چولہا بند کر دیا۔

''میں روٹیاں بنا لیتی ہوں۔'' دل میں کدورت تو باقی تھی مگر حالات کو معمول پر لانا بھی ضروری تھا...... کہ بہو کے ساتھ ساتھ اب بیٹے کا مزاج بھی بدلنے لگا تھا۔

ثانیہ نے ماتھے پر آیا پسینہ دوپٹے سے صاف کیا۔ اور اطمینان سے گویا ہوئی۔

''میں نے اپنا اور عبید کا کھانا بنا لیا ہے، آپ لوگ اپنے لیے بنا لیں۔''

آسیہ بھونچکی رہ گئیں۔

''کیا مطلب؟ اب گھر میں علیحدہ علیحدہ سالن بنیں گے؟''

''جب تک گھر علیحدہ نہیں ہو جاتے......'' ثانیہ آسیہ کے سر پر بم پھوڑ کر چلی گئی۔ وہ مانند بت وہیں ایستادہ اسے جاتا دیکھتی رہیں۔ پھر خود کو سہارا دینے کے لیے میز تھام لی...... اور خالی نظروں سے چولہے پر دھری پتیلی کو دیکھا۔

(''کیا ثانیہ نے اتنا بڑا قدم عبید کی مرضی کے خلاف اٹھا لیا ہے۔'')

ثانیہ نے کمرے میں قدم رکھا تو تیز تیز بولتے تینوں نفوس ایک دم خاموش ہو گئے۔ آسیہ غصے میں، توفیق متفکر اور عبید جھنجھلایا ہوا تھا۔

''آؤ بیٹھو بیٹا......'' توفیق صاحب نے کہا تو وہ جا کر عبید کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ عبید نے جانچتی

نگاہوں سے اس کا چہرہ ٹٹولا۔

''یہ علیحدہ گھر کا کیا قصہ ہے؟''

ثانیہ نے بولنے سے پہلے گہری سانس بھری۔ آسیہ کے سامنے کہہ دینا اور بات تھی اور اب سب کے سامنے کرنا......

مگر کہنے والے نے کہا تھا۔

''حد کرتی ہو ثانیہ...... میں تو تمہیں بہت توپ چیز سمجھتا تھا۔ مگر تم تو چھوٹا سا پٹاخہ نکلیں۔ وہ بھی جو پھس ہو چکا ہے۔''

''میں کال کاٹ رہی ہوں۔'' ثانیہ نے گویا دھمکی دی۔

''یہ انڈین سوپ کی ہیروئن کی طرح سالن میں نمک ڈال کر، اس کی ماں سے لڑ کر تم سمجھتی ہو وہ تمہیں الگ گھر لے دے گا تو تم بے وقوف ہو۔ جو چیز تمہارا حق ہے، اسے بھیک منگوں کی طرح کیوں مانگ رہی ہو۔ سامنے آ کر صاف کہو۔ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نہیں رہنا، جو تمہاری عزت ہی نہیں کرتے۔ اس طرح ریں ریں کرو گی تو دے چکے تمہیں تمہارا حق......''

''اس میں قصے کی کیا بات ہے، میں تو اپنا حق مانگ رہی ہوں۔''

عبید نے بے حد تحیر سے ثانیہ کو دیکھا اور آسیہ نے جتاتی نظروں سے عبید کو جبکہ توفیق صاحب ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئے۔

''ثانیہ!'' عبید کی آواز میں بے یقینی تھی۔

ابھی چند منٹ پہلے وہ کس اعتماد سے ماں کو جھٹلا رہا تھا کہ انہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ثانیہ نے یہ نہیں کہا تھا۔

''کیا ثانیہ...... جو کچھ اس گھر میں میرے ساتھ ہو چکا ہے، اس کے بعد میرا یہاں رہنا بنتا ہے؟'' وہ عبید پر چڑھ دوڑی۔ ''میں یہاں بیٹھ کر تمہاری ماں کے متوقع تھپڑوں کا انتظار نہیں کر سکتی۔''

''ثانیہ بچے......'' توفیق صاحب نے تحمل سے دونوں ہاتھ اٹھا کر اسے چلانے سے روکا۔

''چھوٹے موٹے جھگڑے تو گھروں میں چلتے ہی رہتے ہیں۔ باقی یہ تمہارا گھر ہے۔ تمہارے لوگ ہیں، خوش دلی سے اپنی ذمہ داریاں نبھاؤ گی تو سب خوش رہیں گے۔''

''سوری انکل! نہ تو یہ گھر میرا ہے اور نہ اس کی ذمہ داریاں۔''

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اٹھو، اندر جاؤ۔'' عبید نے زور سے ڈانٹا۔ غصے سے اس کی پیشانی پر شکنوں کا جال بچھا تھا۔

''اندر کیوں گھر سے ہی بھیج دو تا کہ یہ قصہ ہی ختم ہو۔ ثانیہ اتنی ہی بری ہے تو اسے رکھ کے تم نے کرنا کیا ہے۔ ویسے بھی میری شادی تم سے ہوئی ہے، پورے خاندان سے نہیں۔'' وہ غصے سے کھڑی ہو گئی۔

''بیٹا! اس گھر میں تم لوگوں کے علاوہ کون ہے۔ تم لوگ بھی چلے گئے تو ہم تو تنہا ہو جائیں گے۔ ہمارا خیال کون رکھے گا۔ بیٹے تو بڑھاپے کا سہارا ہوتے ہیں۔'' توفیق صاحب جذباتی سے ہو گئے۔

''تو بیٹا رکھے خیال، میں اس کو تو نہیں کہہ رہی۔ اس کی ذمہ داریاں ہیں، یہ نبھائے۔ بس مجھے الگ گھر لے کر دے۔''

''کوئی الگ گھر نہیں ہے۔ میرے ساتھ چلو۔'' عبید نے اس کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔

''کیوں؟ اس گھر میں جو کچھ میرے ساتھ ہو گیا ہے۔ کیا اب میرا یہاں رہنا بنتا ہے۔''

''کیا...... کیا ہو گیا تمہارے ساتھ۔'' ضبط کرتے کرتے آسیہ کی بس ہو گئی۔ غصہ تو آنا ہی تھا۔ ''جو کچھ تم میرے اور ارم کے ساتھ کر چکی ہو اس کے باوجود ہم چپ ہیں اور تم ہو کہ سر پر ہی چڑھتی آ رہی ہو۔''

''آسیہ......'' توفیق صاحب نے ٹوکا۔

''کیا آسیہ......؟ اس کی گستاخیاں حد سے بڑھتی جا رہی ہیں۔ یہ کوئی انوکھی بیاہ کر نہیں آئی۔ مل جل کر نہیں رہ سکتی۔ نہیں ذمہ داریاں اٹھا سکتی تو جائے یہاں سے۔ میں کیا گھر میں سجانے کے لیے ڈیکوریشن پیس لے کر آئی ہوں۔ میرے بیٹے کے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں ہے۔'' آسیہ کے اندر ایک پر جلال سی سانس انگڑائی لے کر جاگی۔

''ٹھیک ہے اپنے بیٹے سے کہیں کر دے فیصلہ...... الگ گھر لے کر دینا ہے۔ یا طلاق دے دے۔''

ثانیہ نے نہلے پہ دہلا مارا اور یہ جا وہ جا۔

سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

یہ لڑکی اتنی بے خوف کیوں ہے؟

گھر میں ایک کھلی جنگ کا آغاز ہو گیا تھا۔

عبید غصے سے ثانیہ کے پیچھے گیا۔ کمرے سے دونوں کے اونچا اونچا بولنے کی آوازیں آنے لگیں۔

اس گھر کے در و دیوار نے یہ منظر پہلے کہاں دیکھا تھا۔

''کیا ضرورت تھی اتنا سب کہنے کی..... عبید سنبھال لیتا۔''

''سنبھل گئی عبید سے..... مٹی کے مادھو نہ بنیں۔ اس کی بیوی کچھ بھی کہے، کچھ بھی کرے اور ہم تماشائی بنے رہیں۔ عبید ہمارا بیٹا ہے۔ اس پر ہمارا حق ہے۔ وہ کل کی آئی لڑکی ہمیں یوں ڈی گریڈ نہیں کر سکتی۔

''تم نے عبید کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ترازو دے دیا ہے۔'' ان کی بصیرت نگاہی بہت کچھ دیکھ رہی تھی۔

آسیہ نے ٹھٹک کر انہیں دیکھا۔

''آپ ڈر رہے ہیں توفیق؟''

انہوں نے نظریں چرا لیں۔

''تو ٹھیک ہے، دیکھ لیتے ہیں، کس کا پلڑا بھاری ہوتا ہے۔''

آسیہ نے دل کڑا کر لیا۔ ماؤں کو بیٹوں پر مان ہی بہت ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

''سمجھا سمجھا کر تھک گیا ہوں ابو! اس کی وہی رٹ ہے۔ گھر الگ کرو یا طلاق دو۔'' عبید کا لہجہ بتاتا تھا، وہ بے بس ہو گیا ہے۔ ''آپ ہی بتائیں کیا کروں؟''

''یار! مرد ہو، شوہر ہو۔ اس کو بتا دو کہ الگ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسے یہیں رہنا ہے اور مل جل کر رہنا ہے۔''

توفیق کو بیٹے کی بے بسی اچھی نہیں لگی تھی۔

عبید نے ایک نظر باپ کو دیکھ کر سر جھکا لیا۔

''ایسی زندگی تو اسے اس کے گھر میں بھی مل رہی تھی۔ میں نے تو اسے ایک پرسکون، خوشیوں بھری زندگی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ کل کو اس کے معاملے میں مجھے اپنے رب کے سامنے جواب دہ بھی ہونا ہے۔''

''تو یہ اسی کے ہاتھ میں ہے کہ اپنی زندگی کو پرسکون بنا لے۔''

''ابو! اب ہر بات میں ثانیہ ہی کا قصور تو نہیں ہے۔''

عبید کے جملے پر توفیق نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ تب ہی ثانیہ آ گئی۔ اسے لگا عبید اکیلے یہ مقدمہ نہیں لڑ سکتا۔

''ٹھیک ہے، اتنی ہی مجبوری آ گئی ہے تو اوپر پورشن بنا لو۔ کم از کم پاس تو رہو گے۔'' ہلکے سے توقف کے بعد انہوں نے حل نکالا۔

''سوری ابو! لیکن یہاں رہنے کا مطلب ہے کہ وہی کچھ جاری رہے گی۔ میں اپنی زندگی میں سکون چاہتی ہوں۔'' عبید سے پہلے ہی ثانیہ بول اٹھی۔

''اور ابو! کم از کم آپ کو تو میرا پوائنٹ آف ویو سمجھنا چاہیے۔ آپ تو مذہب کو ہم سے کہیں زیادہ سمجھتے ہیں۔ اسلام میں جوائنٹ فیملی کا تصور ہی نہیں ہے۔ الگ گھر میرا حق ہے اور عبید کا فرض ہے۔ مجھے لے کر دے۔''

ثانیہ کا نرم لیکن دوٹوک لہجہ......

جس لڑکی نے کبھی نمازیں پوری نہیں پڑھی تھیں، جسے پردے کا نہیں پتا تھا، جس نے قرآن پاک کے ترجمے کے دو حرف نہ پڑھے تھے، وہ مذہب کا حوالہ دے رہی تھی۔ جیسے اسلام کے باقی تمام احکامات کو اس نے مکمل طور پر اپنی زندگی میں شامل کر رکھا ہو۔

''آہ! حضرت انسان، تجھے دین بھی اپنے مطلب جتنا ہی دکھائی دیتا ہے۔''

وہ سرد آہ بھر کر رہ گئے۔

ان کی ہر دلیل کو ثانیہ نے اڑا کر رکھ دیا تھا۔ عبید خاموشی سے سنتا رہا۔ وہ سب کر کے دیکھ چکا تھا۔ غصہ، ناراضی، خفگی...... وہ ناراض ہو کر میکے چلی جاتی تو وہ کچھ عرصے اسے میکے میں ہی رہنے دیتا۔ مگر اس نے صاف کہہ دیا تھا اس گھر سے قدم دو ہی صورتوں میں نکالے گی۔

گھر یا طلاق......

''ابو......!'' بہت دیر کے بعد عبید کچھ لفظ اکٹھے کر پایا۔

''میں نے بہت سوچا ہے۔ ہمارے ہر مسئلے کا حل یہی ہے کہ......'' ایک ہلکا سا توقف جو سب کا سانس بند کر دے۔

اندر آتی آسیہ کے قدم روک دیے۔

''میں ثانیہ کو لے کر الگ ہو جاؤں۔''

ثانیہ نے بے اختیار گردن موڑ کر عبید کو دیکھا۔ وہ نہیں جانتی تھی عبید یوں فیصلہ سنا دے گا۔ پچھلی کئی راتیں اس نے بس ثانیہ کو سمجھاتے ہی گزاری تھیں۔ اس پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی۔

توفیق صاحب کی گردن ڈھلک سی گئی۔ کندھے جھکے اور دل جیسے مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا۔

انہوں نے بمشکل نظریں اٹھا کر عبید کے عقب میں کھڑی آسیہ کو دیکھا۔

ماؤں کو بیٹوں پر بہت مان ہوتا ہے۔ لیکن وہ مان ٹوٹ جاتے ہیں۔ ان کی آنکھیں کرچی کرچی ہو گئیں۔

☆......☆......☆

''مجھے یقین نہیں آ رہا عبید! تم نے میری خاطر اتنا بڑا فیصلہ کر لیا۔'' وہ نہال ہو رہی تھی۔ عبید مسکرا بھی نہ سکا۔

وہ جانتا تھا یہ فیصلہ ثانیہ کی خاطر کیا ہے۔ مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ فیصلہ اس کی نیندیں اڑانے والا تھا۔ وہ خوش نہیں تھا۔

مگر ثانیہ...... اس کا بس نہ چلتا تھا کہ اپنا آپ عبید پر سے وار دے۔ مگر دل بجھا ہوا ہو تو کچھ بھی

اچھا نہیں لگتا۔ ثانیہ کا اپنا آپ اس پر نچھاور کرنا بھی بے زار کر رہا تھا۔

تب ہی وہ کھڑا ہو گیا۔

''پیکنگ شروع کر دو۔''

''کب جانا ہے؟'' ثانیہ جوش میں کھڑی ہوئی۔

''میں نہیں چاہتا کہ کمزور پڑ جاؤں۔ اس سے پہلے جانا چاہتا ہوں۔'' اس کا لہجہ بھیگ سا گیا۔

اور ثانیہ تو چاہتی تھی، وہ عبید کو لے کر آج ہی اس گھر سے نکل جائے۔

اس نے عبید کے نکلتے ہی کال کر کے ماں کو خوش خبری سنائی۔ رابعہ کو بتایا اور رابعہ کی باتیں، اس کی ساری ہمدردیاں ثانیہ کے سسرال والوں کے ساتھ تھیں۔ اس نے بدمزہ ہو کر کال کاٹی اور فرخ کو میسج کر دیا۔

وہ اسے دکھانا چاہتی تھی کہ دیکھو عبید کو مجھ سے اتنی محبت ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو چھوڑنے کے لیے تیار ہو گیا۔

میسج بھیج کر اس نے موبائل رکھا اور خود آئینے کے سامنے آ گئی۔ اس نے تھوڑی دیر پہلے شاور لیا تھا۔ نم بال کندھے پر بکھرے تھے۔ دھلا دھلایا حسین چہرہ کملایا سا لگا۔ اس نے ذرا سا سر بلند کر کے اپنا جائزہ لیا۔

''مجھے پھر سے اپنا خیال رکھنا ہو گا۔''

تب ہی فرخ کا میسج آ گیا۔ وہ اس کے لیے خوش تھا۔ مبارک باد دے رہا تھا۔

''یاد رکھنا، یہ سب فرخ کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔ میں ہمت نہ دلاتا تو تم کبھی کھل کر یہ بات نہ کر پاتیں۔

ثانیہ کو اعتراف تھا کہ فرخ نے اس مشکل مرحلے کو طے کرنے میں اس کی واقعی بہت مدد کی تھی۔

اسے جذباتی طور پر سہارا دے کر کچھ کرنے پر آمادہ کیا تھا۔

''اف! مجھے ابھی سے پیکنگ شروع کر دینی چاہیے۔''

☆......☆......☆

پہلے وہ ایک بڑا سا بنگلہ تھا، اب گھر لگنے لگا تھا۔ پہلے وہ فکر مندی سے گھر کی طرف دوڑتا تھا۔ اب اس میں خوشی اور سکون کا عنصر بھی شامل ہو گیا۔ وہ دھیرے دھیرے پورے گھر پر چھاتی چلی گئی۔ جیسے گلابی پھولوں کی بیل پوری دیوار کو ڈھانپ دے۔ وہ بھی چمپا کی بیل تھی۔ جو گھر کے ایک کونے میں ہو، تب بھی پورا گھر مہکا دیتی ہے۔

ملازمین کو پتا تھا ان پر کوئی چیک رکھنے والا موجود ہے۔ وہ بھی الرٹ ہو کر کام کرتے۔ لیکن ارم کے لیے آسان نہ تھا۔ وہ کم عمر تھی مگر آسیہ نے اسے تربیت کی بھٹی سے گزارا تھا۔ تبھی گزارا ہو رہا ہے۔

عفان کو غصہ جلدی آتا تھا اور مانی کے معاملے میں وہ کوئی کوتاہی برداشت نہ کرتا۔ ہاجرہ کی بیماری کی وجہ سے موڈ سونگز چلتے رہتے۔ وہ رات کو نماز کے بعد سارے شکوے، شکایتیں...... مشکلات اپنے رب کے سامنے رکھ کر اٹھ جاتی۔

''اتنی مشقت کیوں کرتی ہو؟'' ایک بار عفان نے الجھ کر پوچھا تو اس نے سورۃ البلد کی آیت پڑھ دی۔

''یقیناً ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا۔''

''تم نے قرآن پاک کو حفظ کیا ہے؟'' عفان حیران ہوا۔

''صرف تیسواں پارہ میں نے اور امی نے اپنے شوق میں کچھ عرصہ پہلے ہی حفظ کیا تھا تا کہ ہم نماز میں زیادہ سے زیادہ قرآن پاک پڑھ سکیں۔ باقی قرآن پاک ترجمے اور تفسیر کے ساتھ پڑھتی رہتی ہوں اور یہ آیت تو ابو بہت بار پڑھتے تھے۔ وہ کہتے تھے مجھے اس آیت سے سٹرینتھ (قوت، طاقت) ملتی ہے۔'' وہ سادگی سے بتاتی چلی گئی۔

عفان کو احساس ہوا ارم کو طاقت کہاں سے ملتی ہے۔

وہ مانی کو اٹھائے عفان کے پیچھے پورچ تک گئی۔

''چاچو کو سلام کہو......''

''یہ مجھے پاپا کہتا ہے۔'' عفان نے مانی کا گال چوم لیا۔

''چاچو پاپا جتنا پیار نہیں کر سکتے۔'' وہ ہنسی۔

''بس میں نہیں چاہتا، مانی کو کسی رشتے کی کمی محسوس ہو۔'' وہ اپنے موقف سے ایک انچ بھی ہٹنے کو تیار نہ تھا۔ اور ارم نے بھی اس بات پر بحث چھوڑ دی تھی۔ بس کبھی کبھار چھیڑ دیتی۔

''کچھ چاہیے ہو تو بتاؤ؟ میں آتے ہوئے لیتا آؤں گا۔''

''کچھ نہیں...... یاد آیا تو ٹیکسٹ کر دوں گی۔''

''شکریہ دوست...... تمہاری وجہ سے مجھے گھر کی طرف سے بالکل بے فکری ہو گئی ہے۔'' عفان نے ارم کا گال تھپتھپایا تو مانی نے جھک کر دیکھا کہ اس نے کیا کیا ہے۔ ساتھ ہی ٹوکا اشارہ کیا۔

''اچھا اب ہم آپ کی چاچی کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔''

''میلی (میری) چاچی۔'' مانی نے اپنا گال ارم کے گال پر رکھ دیا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑے۔

''آپ بی بی جان سے مل آئے تھے؟'' ارم کو اچانک یاد آیا۔

''میں گیا تھا، وہ سو رہی تھیں۔''

''اس وقت سوتی تو نہیں ہیں۔ ناشتے کے بعد بس لیٹ جاتی ہیں۔''

''اچھا واپسی پر مل لوں گا۔ لیٹ ہو رہا ہوں۔'' وہ خدا حافظ کہہ کر چلا گیا۔ ارم تب تک وہیں کھڑی رہی جب تک گاڑی گیٹ سے باہر نہ نکل گئی۔ اندر آئی تو مسرت نے اس کا موبائل اسے تھما دیا۔ ''بہت دیر سے بج رہا تھا۔''

''خیریت ہو۔ امی کی اتنی کالز......'' اس نے مانی کو مسرت کے حوالے کر کے کال ملائی۔

''عبید جا رہا ہے ارم......'' وہ بلک بلک کر رو ئیں۔

''کہاں جا رہا ہے؟'' ارم ہکا بکا رہ گئی۔

''اس نے والدین اور بیوی میں سے بیوی کو چن لیا ہے۔''

ارم کے اندر سناٹا پھیلتا چلا گیا۔ اسے ثانیہ سے ہر بات کی توقع تھی، اسے عبید سے یہ امید بالکل نہیں تھی۔

☆......☆......☆

ثانیہ نے سوٹ کیس پیک کر کے آخری بار کمرے کا جائزہ لیا۔ کچھ رہ تو نہیں گیا۔ آج اس کے پیر زمین پر نہ پڑ رہے تھے۔ سارے مرحلے عبید نے اتنی تیزی سے پورے کیے۔

(وہ اپنی کمزوری سے ڈرتا تھا۔ ماں کے آنسو، باپ کا اترا چہرہ بار بار قدم روکتا تھا۔)

''مبارک ہو۔ تم نے اپنا ٹارگٹ پورا کر لیا۔''

ارم کی آواز پر ثانیہ پلٹی۔

ارم کی پلکیں بھیگی تھیں۔ وہ عبید سے جتنا لڑ سکتی تھی، لڑی...... وہ دانت پر دانت جمائے سنتا رہا۔

ثانیہ بے ساختہ مسکرائی۔

''میں نے تو کہا تھا۔ ایک دن آئے گا جب عبید پورے کا پورا میرا ہوگا اور دیکھو وہ دن آ گیا۔''

ثانیہ نے تفاخر اور تمسخر بھرے لہجے میں کہا۔

''ثانیہ کی محبت میں اتنی طاقت ہے کہ وہ جو چاہے کروا سکتی ہے۔ دیکھو آج تم لوگ کہاں کھڑے ہو، عبید تم لوگوں کی کوئی بات سننے ہی کو تیار نہیں...... چہ چہ...... افسوس ہو رہا ہے۔''

''ایک دن تم ایسا ہی افسوس خود پر کرو گی ثانیہ...... اور وہ دن ہوگا، جب عبید تمہارا اصلی چہرہ دیکھے گا۔''

''اوہ ہو...... میں تو ڈر گئی۔'' ثانیہ نے دونوں ہاتھ گالوں پر رکھ کر آنکھیں پھیلائیں۔

ارم کھول کر رہ گئی۔

''جاؤ بی بی! جا کر اپنے شوہر کا بچہ پالو، اپنی بیمار ساس کو سنبھالو۔ تمہارے نصیب میں یہی لکھا ہے۔'' ثانیہ نے بے حد طنز سے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''سو بے غیرت مرے ہوں گے تو ایک تم پیدا ہوئی ہو گی۔'' ارم غصے سے چلی گئی۔

''آج جو مرضی کہتی رہو...... غصہ نہیں آئے گا۔''

☆......☆......☆

وہ صبح اس گھر میں اترنے والی ہر صبح سے مختلف تھی۔ اداس، خاموش اور گم صم......

نہ ناشتہ بنا، نہ کسی نے کہا۔

ٹیکسی آ گئی۔ سامان رکھ دیا گیا۔ ثانیہ کی چہکتی آواز سارے گھر میں گونجنے کے باوجود نہ اس

خاموشی کو توڑ سکی جوان کے لبوں پر جم گئی تھی، نہ اداسی کے جالے اتار سکی جو دلوں کے گرد تن گئے تھے۔

توفیق دونوں ہاتھ پشت پر باندھے برآمدے میں ٹہلتے رہے۔عبید کے لیے وہاں سے گزرنا، سامان ٹیکسی میں رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔

پھر وہ ان کے سامنے آ کھڑا ہوا......چپ...... ماتھے پر عرق ندامت۔

توفیق نے دونوں ہاتھ عبید کے کندھوں پر رکھے۔بیٹے کا قد باپ سے اونچا تھا۔

"ابو! آتا جاتا رہوں گا۔" عبید کی آواز بے حد مدھم تھی۔

انہوں نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"ہاں! آتے جاتے رہو گے۔"

("لیکن ہمارے پاس نہیں رہو گے۔اپنے گھر کی ذمہ داریوں میں یوں الجھو گے کہ ہفتوں بعد شکل دکھاؤ گے۔ہم میں سے کوئی بیمار ہو جائے تو تم سے پہلے ایمبولنس پہنچے گی۔")

لیکن انہوں نے ایک لفظ نہیں کہا۔بس اس کے کندھے تھپتھپاتے رہے۔

"جاؤ، ماں سے مل لو۔"

ماں نے چپ ہی سادھ لی تھی۔رات کی تاریکیاں ان کے آنسوؤں کی گواہ تھیں مگر اب خشک آنکھوں کے سامنے منہ پھیرے بیٹھی رہیں۔

"آئی ایم سوری امی۔"

"جاؤ، اس سے پہلے کہ میرا ضبط جواب دے جائے۔"

ماؤں کو بیٹوں پر مان بہت ہوتے ہیں......اور اکثر وہ مان ٹوٹ جاتے ہیں۔

عبید نے ارم کے سر پر ہاتھ رکھا، جو ماں کا ہاتھ پکڑے بیٹھی تھی۔

"صرف گھر سے دور رہنا، دل سے دور نہ ہونا عبید۔"

عبید تیزی سے وہاں سے چلا گیا۔

پیچھے صرف خاموشی تھی۔مکینوں کو نجانے کب اس کی عادت ہونا تھی۔

☆......☆......☆

ٹیکسی ایک انجان منزل کی طرف جا رہی تھی۔ عبید گم صم ہر گزرتے منظر کو دیکھ رہا تھا۔

”وہ میرا گھر ہوگا۔ صرف اور صرف میرا۔“ وہ حسین لڑکی بے حد خوش تھی۔

عبید محض اس کے لیے ہلکا سا مسکرایا۔

”ہم ٹیکسی میں کیوں جا رہے ہیں، گاڑی لے آتے۔“

”وہ ابو کی تھی۔“

”کوئی بات نہیں۔ ہم جلد ہی اپنی گاڑی لیں گے ہمارا کون سا زیادہ خرچا ہونا ہے۔ دو لوگوں کا خرچ ہی کیا......“

سارا رستہ اس کی مستقبل کی پلاننگ میں گزر گیا۔

یہاں تک وہ لفٹ کے ذریعے مطلوبہ فلیٹ تک پہنچ گئے۔

”اللہ! یہ میرا گھر ہے۔“ فرط انبساط سے ثانیہ نے دل پر ہاتھ رکھا۔

”تمہارے نام کی نیم پلیٹ لگوا دوں۔“

ثانیہ نے جلدی سے اپنا ہاتھ سامنے کیا تو عبید نے چابی اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ ثانیہ دروازہ کھول کر بسم اللہ پڑھتی اندر داخل ہوئی۔

ایک فرنشڈ فلیٹ اس کا منتظر تھا۔

مگر اس کے قدم جم گئے۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”عبید! یہ کیا ہے؟ سامان کہاں ہے؟“ اس نے خالی لاؤنج کو دیکھا۔

”سامان تو نہیں ہے۔“

قسط نمبر 22

''کیا مطلب، سامان نہیں ہے؟'' ثانیہ ہکا بکا رہ گئی۔

''میں ٹیکسی سے باقی سامان لے آؤں۔'' عبید نظریں چرا کر چلا گیا۔

جب تک وہ واپس آیا، ثانیہ سارے فلیٹ کا جائزہ لے چکی تھی۔ فلیٹ کھلا اور ہوادار تھا۔ بغیر سامان کے زیادہ ہی لگ رہا تھا۔

بیڈ روم سیٹ تھا۔

صد شکر کچن میں بنیادی ضرورت کا سامان موجود تھا جس میں فریج شامل نہ تھا۔

''عبید! ہم بغیر سامان کے کیسے رہیں گے؟''

حیرت تھی یا صدمہ......

فرنشڈ فلیٹ کا خواب دیکھنے والی ثانیہ کے لیے تو صدمہ ہی تھا۔

''یار! ہو جائے گا آہستہ آہستہ......'' عبید نے بیگ کھینچ کر ایک طرف رکھے۔

''کیا آہستہ آہستہ...... میں اس طرح کیسے رہوں گی۔ نہ فرنیچر ہے، نہ فریج نہ اے سی۔'' وہ رونے والی ہوگئی۔

خوابوں کا محل دھڑام سے گرا۔

''ثانیہ! میرے پاس اتنے ہی پیسے تھے۔ ایڈوانس اور رینٹ دے کر بس بیڈ روم ہی سیٹ کر پایا ہوں۔''

''فلیٹ رینٹ پر ہے؟'' ایک اور صدمہ......

''دو تین سال کی جاب میں، میں نے اتنا تو نہیں جوڑ لیا کہ گھر خرید سکتا۔'' وہ چڑ گیا۔

''اتنا تو ہونا چاہیے تھا کہ گھر کا سامان خرید لیتے۔''

''مجھے کیا پتا تھا، اس طرح الگ ہونا پڑے گا۔''

''تو جلدی کس بات کی تھی؟'' ثانیہ دبے دبے انداز میں چلائی۔

''جلدی تمہیں تھی۔'' عبید نے اس کا منہ بند کر دیا۔

ایک دو لمحے ثانیہ کچھ بول ہی نہ پائی۔

''ثانیہ! میری جان۔'' عبید نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ اس کی رونی صورت پر ترس آ گیا۔

''تم نے مجھ سے گھر مانگا تھا۔ ایک مرد عورت کو کبھی بھی گھر نہیں دے سکتا ہے۔ وہ اسے مکان بنا کر دیتا ہے، عورت اسے گھر بناتی ہے۔ آج تمہیں جو بھی کمی محسوس ہو رہی ہے ہم مل بانٹ کر پوری کر لیں گے۔ میں کما کر لاؤں گا، تم بچا کر بنا لینا۔''

وہ محبت سے رسانیت سے سمجھا رہا تھا۔ ثانیہ کو اپنے وجود میں تھکن ہی تھکن اترتی محسوس ہونے لگی۔

وہ سسرال سے جوتے کھاتے، طعنے سنتے، ناقدری برداشت کر کے نکلی ہوتی تو شاید اسے یہ سب بھی قبول ہوتا...... رومینٹک لگتا۔ مگر وہ تو سسرال کے پر آسائش لائف اسٹائل کی عادی ہو چکی تھی۔

''کچھ عقل شریف میں آیا؟'' عبید نے اس کے سر سے سر ٹکرایا۔

''گھر سے ہی کچھ اٹھا لاتے۔'' اس کے لہجے سے اس کی اندرونی ٹوٹ پھوٹ نمایاں تھی۔

''وہاں تو سب کچھ امی کا تھا۔ کیسے اٹھا لاتا۔ تم پریشان ہو گئیں؟'' عبید نے اس کی ٹھوڑی چھو کر چہرا اوپر کیا۔

''نہیں تو......'' ثانیہ نے نظریں چرائیں۔

''تم میرے پاس ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ گھر صرف ہم دونوں کا ہے۔ صرف ہم دونوں کا، جہاں کوئی تیسرا ہمیں ڈسٹرب کرنے کو موجود نہیں۔ پھر پریشانی کیسی اور تم ہی تو کہتی تھیں کہ مجھے صرف تمہارا ساتھ چاہیے عبید! میں تمہارے ساتھ جنگل میں بھی رہ لوں گی۔''

ثانیہ کو نجانے کیوں لگا، وہ طنز کر رہا ہے۔ اسے سنبھلنا پڑا۔

''ہاں...... لیکن میں نے کچھ اور سوچا تھا۔'' وہ زیر لب بڑبڑائی۔
''پریشان کیوں ہوتی ہو یار! سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' عبید نے اس کے گال تھپتھپائے، تب ہی بیل ہونے لگی۔
''تم نے کھانا آرڈر کیا تھا؟'' ثانیہ سنبھل کر دور ہوئی۔
ظاہر ہے اجنبی جگہ پر اور کون آ سکتا تھا۔
''فیصل ہوگا۔ اس کا فلیٹ بھی اسی بلڈنگ میں ہے۔''
عبید دروازے کی طرف بڑھا تو ثانیہ بیڈ روم میں آ گئی۔ اس کا بالکل بھی دل نہیں تھا کہ فیصل سے سلام دعا کرے۔
فیصل سامان سے لدا پھندا تھا۔
''ویلکم ہوم......!''
''تھینکس! اندر آ جاؤ۔'' عبید نے راستہ دیا۔ ساتھ ہی پوچھا۔ ''یہ کیا اٹھا لائے ہو؟''
''کچھ کھانے پینے کا سامان ہے۔ سوچا تم لوگ تو سیٹنگ میں لگے ہو گے۔'' اس نے سارے شاپر اور ڈبے کچن کاؤنٹر پر ڈھیر کیے۔
''بس سیٹنگ ہی سیٹنگ ہے۔''
''چائے بنوا لو۔''
''دودھ نہیں ہے۔''
''لے کر آیا تھا، پتا تھا مجھے۔'' فیصل نے چڑایا۔ ''اب سونیا ہوتی تو کچھ پکا کر ہی بھیجتی۔''
''سونیا سے یہ امید مت رکھنا۔'' عبید نے بے ساختہ کہا۔
''اب کہاں کی امیدیں...... تمہارا حال دیکھ کر تو......'' فیصل نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔
عبید محض گھور کر رہ گیا۔
''لاؤنج میں بیٹھنے کو کچھ بھی نہیں ہے۔ تم چائے بنواؤ۔ میں ایک دو کرسیاں لے کر آتا ہوں۔''

''یہ تو نیکی ہو گی یار۔''

''قبضہ نہ جما لینا۔ بس عارضی طور پر ہی لا رہا ہوں۔''

☆......☆......☆

''امی!'' ارم نے بہت پیار سے ماں کو گلے لگایا۔

آسیہ جو خود کو سنبھال ہی نہ پا رہی تھیں۔ توفیق انہیں تسلی کیا دیتے، کمرے میں گھسے اپنی ڈھارس بندھا رہے تھے۔

ارم ان سے کتنا لڑی تھی کہ آپ نے اجازت کیوں دی۔ کیا کہتے، بیٹے نے اجازت نہیں مانگی تھی۔ فیصلہ سنایا تھا اور جہاں بات اسلام کی آجائے وہاں وہ کیا جرح کرتے۔

''جب چھوٹا تھا تو کبھی کبھی میری اور توفیق کی لڑائی ہو جاتی۔ یاد ہے نا دادی کتنی سخت طبیعت کی مالک تھیں۔ میں مقابلہ کیا کرتی، بس رونے بیٹھ جاتی تھی۔'' آسیہ نے دنوں ہاتھوں سے اپنا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ صاف کیا۔

ارم ہمہ تن گوش تھی۔ اچھا ہے آسیہ بول کر اپنا غبار نکال لیں۔

''ہمیشہ آکر مجھ سے وعدہ کرتا، میں بڑا ہو گیا تو کبھی آپ کو رونے نہیں دوں گا۔'' ان کے گالوں پہ ننھے معصوم ہاتھوں کا لمس جاگا۔

''میں ہنس کر کہتی، اگر تمہاری بیوی نے مجھے رلایا تو؟ تو کہتا تھا۔'' وہ ہلکے سے توقف کے بعد (جس میں ماضی کا لمحہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گیا تھا) گویا ہوئیں۔

''میں ایسی لڑکی سے شادی ہی نہیں کروں گا اور آج اسے میرے آنسو ہی دکھائی نہ دیے۔'' ان کی آنکھیں لبالب بھر گئیں۔

''اسے بیوی کے حقوق تو دکھائی دیے، ماں کے حوالے سے اپنے فرائض بھول گیا۔''

''امی! بس کریں۔ بہت ہو گیا۔ جب اس نے آپ کی پروا نہیں کی تو آپ کو بھی زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔'' ارم کو غصہ آ گیا۔

مگر آسیہ کی تسلی ہی نہ ہوتی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ثانیہ کے معاملے میں ان سے کہاں غلطی ہوئی۔ جیسا بھی معاملہ ہوا انہوں نے درگزر ہی کیا۔ اور اگر کبھی غصہ آ بھی گیا تو وہ ماں سمجھ کر نظر انداز ہی کر دیتی۔ اس نے تو عبید کو ہی ان کے خلاف کر دیا۔

''وہ آپ کے خلاف نہیں ہوا امی! صرف الگ ہوا ہے۔''

وہ ماں کو سمجھا سمجھا کر تھک گئی تھی۔

☆......☆......☆

''گھر والوں کا کیا ری ایکشن تھا؟'' دونوں ٹیرس پر تھے۔

''ظاہر ہے وہ ناراض ہیں۔'' عبید کے لہجے میں تھکن اتر آئی۔ ''یہ فیصلہ آسان نہیں تھا۔''

''تمہیں نہیں لگتا تم نے جلدی کی۔'' فیصل کو بھی اس کے فیصلے پر اعتراض تھا مگر عبید نے فیصلہ کر لیا تھا تو اسے ساتھ دینا پڑا۔ اسی کی وجہ سے فلیٹ کے تمام معاملات اتنی جلدی حل ہوئے تھے۔

''بعد میں بھی یہی ہونا تھا۔ پاس رہ کر دلوں میں نفرتیں ہی بڑھ رہی تھیں۔'' عبید نے دونوں ہاتھ ریلنگ پر ٹکا کر نیچے جھانکا۔ جہاں بچے کھیل رہے تھے۔

''ثانیہ گزارا کر لے گی؟ یہاں تم لوگوں کو سب کچھ نئے سرے سے شروع کرنا پڑے گا۔''

''وہ خوش ہے۔ اسے صرف میری محبت اور سکون چاہیے۔'' عبید نے نظریں چرائیں جیسے اپنے ہی لفظوں پر اعتبار نہ ہو۔

''اچھی بات ہے لیکن اس محبت اور سکون میں گھر والوں کو فراموش مت کر دینا۔ ماں باپ غلط بھی ہوں تو بھی ان کا حق ختم نہیں ہو جاتا۔''

''جانتا ہوں۔ بے وقوف تو نہیں ہوں۔'' عبید نے ناراضی سے سر جھٹکا۔

''لگتے تو ہو۔'' فیصل نے اس کے کندھے پر دھپ لگائی۔

اس نوک جھونک میں فیصل چلا گیا۔

عبید آیا تو ثانیہ کھانے پینے کی بچی اشیا سنبھال رہی تھی۔ ناگواری سے پوچھنے لگی۔

''چلا گیا؟''

''ہوں......!'' عبید نے کیک کا چھوٹا سا پیس منہ میں رکھا۔

''اسے بہت فکر تھی تمہارے گھر والوں کی......''

عبید گہری سانس لے کر رہ گیا۔ گویا وہ کان لگا کر ان کی باتیں سنتی رہی تھی۔

''پرانا دوست ہے، ابو کے ساتھ بہت اٹیچڈ ہے۔''

''اسے زیادہ گھر میں لانے کی ضرورت نہیں۔ مجھے غیروں کا اس طرح گھر میں آنا جانا پسند نہیں۔ جس سے ملنا ہو، باہر ہی مل لینا۔'' ثانیہ کو وہ ابھی سے سسرالی جاسوس لگنے لگا تھا۔

''فکر نہ کرو، وضع دار انسان ہے۔ کبھی آیا بھی تو میری موجودگی میں ہی آئے گا۔''

''اب اس بچے ہوئے کیک کا کیا کروں؟ فریج ہوتا تو اسی میں سنبھال لیتی۔''

''مجھے دو...... نیچے بچے کھیل رہے ہیں۔ ان میں بانٹ دیتا ہوں۔''

آسیہ کی عادت تھی۔ ہفتے میں ایک بار محلے کے بچوں میں کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز ضرور بانٹتی تھیں۔

''خوامخواہ! رکھ دو...... رات میں بھوک لگی تو کھا لیں گے۔'' ثانیہ نے جلدی سے پلیٹ کھینچ لی۔ ''اور تم جلدی فریج کا بندوبست کرو۔ ورنہ تمہارا کیا اسی طرح ساری چیزیں محلے میں بانٹ دیا کرو گے۔''

وہ فراخ دل ماں کا فراخ دل بیٹا تھا۔ ثانیہ کی تنگ دلی اچھی نہیں لگی۔

''ابو کہتے تھے زندگی میں جس چیز کی فراوانی چاہتے ہو، اسے بانٹنا شروع کر دو۔''

وہ چپ کر گیا۔ اسے احساس ہو گیا تھا۔

ثانیہ زندگی میں کچھ بھی نہیں بانٹ سکتی۔

نہ رزق، نہ رشتے۔

☆......☆......☆

نادرہ نے تو بڑی خوشی خوشی کال کی تھی کہ آخر کار بیٹی کو سکھ کا سانس نصیب ہو گیا۔ وہ اپنے گھر چلی گئی تھی۔ ثانیہ نے اپنے رونے شروع کر دیے۔

''ہائے اللہ! تو یہاں سے کچھ اٹھا کر لے جاتی۔''

''میرے جہیز کا سامان تھا جو اٹھا لاتی۔'' ثانیہ غصے سے ان ہی پر چڑھ دوڑی۔ ''خالی ہاتھ بیٹی کو رخصت کرتے یہ تو سوچ لینا تھا کہ بیٹی الگ ہوئی تو کیا لے کر جائے گی۔''

''ہاں تو سسرال کے ساتھ رہنا غیر اسلامی تھا تو جہیز کہاں سے اسلامی ہو گیا۔'' نادرہ نے ترنت جواب دیا۔

ثانیہ جز بز ہو گئی۔ ماں کو بھی طعنے دینے آ گئے تھے۔ نادرہ کو ہی ترس آیا۔

''اچھا کوئی بات نہیں۔ آہستہ آہستہ سامان بھی آ جائے گا۔ اب اس بات کو لے کر جھگڑنے مت بیٹھ جانا۔ وہ تمہاری خاطر الگ ہوا ہے۔''

''میری تو ہر خوشی ہی ادھوری رہ جاتی ہے۔ میں ہی جانتی ہوں، یہاں کیسے گزارا کرنا ہوتا ہے۔''

''اچھا وسیم کی شادی ہو جائے تو تمہارے ابا سے کہتی ہوں۔ تمہیں کچھ سامان ڈلوا دیں۔'' نادرہ نے تسلی دی۔

''ڈلوا ہی نہ دیں۔'' وسیم کی شادی کا سن کر ثانیہ تلملا ہی گئی۔

''اچھا۔ شادی میں تو آؤ گی؟''

''مجھے کیا ضرورت ہے۔ میں تو قدم بھی نہ رکھوں۔''

''اچھا غصہ تھوک دو۔ تمہارا بھائی ہے۔ میں بھی کہہ دوں گی ثانیہ جائے گی تب ہی بارات کے ساتھ جاؤں گی۔''

''آپ کی کسی بات پر مجھے اعتبار نہیں رہا امی......'' اس نے جل کر کال کاٹ دی۔

سامنے تاریک آسمان پر جلتے بجھتے ستارے تھے۔

''پورا چاند کبھی میرا مقدر نہیں ہوتا۔'' وہ زیر لب بڑبڑائی۔

☆......☆......☆

ساری رات آنکھوں میں باتوں کا چرخا کاتتے بیت گئی۔ سو صبح بہت دیر سے ہوئی۔ اس نے پہلو میں سوئی ماں کو دیکھا تو ہاجرہ کا خیال آیا۔

"نجانے مسرت نے انہیں بیڈ ٹی دی بھی ہو گی یا نہیں۔"

پھر دھیان آیا کہ اس نے تو یہ ذمہ داری ابھی سنبھالی ہے۔ مسرت تو کئی سالوں سے دیکھ رہی تھی۔

فریش ہو کر کچن میں آئی تو ہری مرچوں والے آملیٹ کی خوشبو ہر طرف پھیلی تھی۔

توفیق ناشتا بنا چکے تھے۔

"ابو! یہ کیا؟"

وہ اسے دیکھ کر مسکرائے۔

"تم ماں بیٹی نے تو بھوک ہڑتال کر رکھی ہے تو میں کیا کروں۔ مجھے تو بھوک لگ رہی تھی۔"

رات کسی نے بھی ڈھنگ سے کھانا نہیں کھایا تھا۔

"امی تو ساری رات نہیں سوئیں اور آپ بھی یہ ظاہر مت کریں کہ آپ کو دکھ نہیں ہوا۔"

توفیق کے ٹوسٹ نکالتے ہاتھ سست پڑ گئے۔

"جوان بیٹا ساتھ چھوڑ جائے تو حوصلہ ٹوٹ سا جاتا ہے۔ لیکن کوئی بات نہیں۔ وہ جہاں رہے، خوش رہے۔ ہم اپنی دنیا میں خوش رہیں گے۔ جب اسی طرح جینا ہے تو رونا کس بات کا۔ جاؤ اپنی امی کو بلا لاؤ۔ انہیں بتاؤ کہ آج ناشتا ان کے شوہر نامدار نے بنایا ہے۔" بات کے اختتام تک انہوں نے اپنے لہجے کو سنبھال لیا تھا۔

"یہ نامدار کون ہے؟" ارم نے بھی ٹون بدلی۔

"میں بذات خود......" انہوں نے سر تسلیم خم کیا۔

"ابو! آپ بہت اسٹرونگ ہیں۔" ارم نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ چوم لیا۔

"بننا پڑتا ہے بیٹا۔"

"میں امی کو جگاتی ہوں۔"

ارم کے جاتے ہی ان کے چہرے پر یاسیت کے رنگ پھیل گئے۔

''تنہا ہی کر گئے ہو یار!'' وہ زیر لب بڑبڑائے۔

ارم بمشکل آسیہ کو ناشتے کی میز تک لائی۔

تب ہی کال بیل ہونے لگی۔

''میں دیکھتی ہوں۔''

ابو کے ہوتے ارم نے دروازہ کبھی نہیں کھولا تھا۔ مگر شاید دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ عفان اور مانی کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔

''اتنی صبح...... سب ٹھیک ہے نا؟''

''ہماری عادتیں بگاڑ کر اب پوچھ رہی ہو، سب ٹھیک ہے نا؟'' وہ ناراضی سے گویا ہوا۔ ''صبح سے ضد پکڑی ہے، چاچی پاس جانا ہے۔''

مانی ارم سے لپٹ گیا اور لگا شکایتیں لگانے۔

''اندر آجائیں۔''

''تم ٹھیک ہو؟'' وہ پاس سے گزرتے ہوئے رکا۔

''ہاں...... ٹھیک ہوں۔'' ارم اداسی سے مسکرائی۔

جو اداسی ارم کی مسکراہٹ میں جھلک رہی تھی۔ وہ آسیہ کی نگاہوں سے مترشح تھی۔

اداسی کے یہ رنگ عفان کے لیے نئے نہیں تھے۔ اس نے اپنی ماں کو بہت بار ان رنگوں میں بھیگتے دیکھا تھا۔

سب ناشتے کے لیے اصرار کرنے لگے مگر وہ ناشتا کر کے آیا تھا۔ اس کا دل چاہا، وہ آسیہ اور توفیق کو تسلی دے، مگر لفظ ناکافی تھے۔

''جو چلے جاتے ہیں، ان کے رابطے بھی محدود ہو جاتے ہیں۔ کبھی کبھی مہینوں بعد یاد آتا ہے کہ جس گھر کو وہ ویران کر کے آئے ہیں، وہاں برگد کے دو بوڑھے درخت ایستادہ ہیں جن کی چھاؤں اوڑھ کر وہ سویا کرتے تھے۔ آج وہ بے برگ و بہار جوان اولاد کی چھایا کے منتظر ہیں۔''

وہ بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر وہ الفاظ مناسب نہ تھے۔ نہ ان کی تشفی کر پاتے۔ یہاں تک کہ وہ معذرت کر کے اٹھ گیا۔

''ارم آتی جاتی رہے گی۔''

''کیوں نہیں ضرور۔ اس کا اپنا گھر ہے۔'' توفیق نے مسکرا کر پیار سے دیکھا۔

ارم مانی کو گود میں بٹھائے انڈا کھلا رہی تھی۔

مانی ارم کی ذمہ داری نہ تھا۔ مگر وہ اسے اپنے شوہر کی ذمہ داری سمجھ کر خوش دلی سے نبھا رہی تھی۔

مانی نے عفان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ ضد کرنے لگا تو توفیق نے اسے مانی کو چھوڑ جانے کو کہا۔

عفان متذبذب تھا۔

''آپ لوگ تنگ ہوں گے۔''

''بالکل نہیں، بلکہ ہمارا دل لگا رہے گا۔'' توفیق نے خوش دلی سے کہا۔

''میں پھر واپسی پر آپ دونوں کو پک کر لوں گا۔''

وہ خدا حافظ کہہ کر چلا گیا۔ اس دوران آسیہ نے ایک لفظ نہیں کہا۔ مگر عفان کے جاتے ہی ارم کو ڈانٹنے لگیں۔

''کیوں اس کو گلے سے لگائے پھر رہی ہو۔ تمہاری ذمہ داری نہیں ہے۔'' ان کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔

''جب شوہر میرا ہے تو اس کی ذمہ داریاں بھی میری ہوئیں۔'' ارم نے ہنس کر باپ کو دیکھا۔

''کوئی کسی کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہر کسی کو اپنا بوجھ خود اٹھانا چاہیے۔'' وہ غصے سے کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

ارم نے بے بسی سے باپ کو دیکھا۔

''ابھی صدمہ تازہ ہے۔'' انہوں نے ارم کا سر تھپتھپایا۔

☆......☆......☆

"گڈ مارننگ!" عبید نے آنکھیں کھولیں۔ نکھرا خوب صورت چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔
رات بے چینی میں گزری۔ اجنبی جگہ پر نیند بھی روٹھی روٹھی رہی تو صبح آنکھ بھی وقت پر نہ کھلی۔
ثانیہ نے ساری رات خود سے لڑتے جھگڑتے خود کو سمجھا ہی لیا کہ اسے عبید کو اس بات کا احساس دلانا ہے کہ ان کا الگ ہونے کا فیصلہ بہترین فیصلہ تھا۔
"آج مارننگ کچھ زیادہ ہی گڈ نہیں ہوگئی؟"
اسے اچھا لگا۔ ثانیہ کا ہنستا مسکراتا چہرہ، عبید کو جگانا...... ورنہ شادی کے بعد سے اب تک وہی اسے جگاتا آرہا تھا۔
"بہت خوش ہو؟" عبید نے اس کے بکھرے بال سمیٹے۔
"بہت...... اتنی خوش ہوں کہ مجھے لگتا ہے ہماری آج ہی شادی ہوئی ہے۔"
"تو پھر چلیں؟" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔
"کہاں؟" ثانیہ نے حیرت سے پوچھا۔
"ہنی مون پر......" وہ سرگوشی میں ہنسا۔
"بس رہنے دو۔ فرنیچر ڈلوانے کے پیسے نہیں ہیں اور ہنی مون پر لے جائیں گے۔ اٹھ جاؤ، ناشتا بنا رہی ہوں۔"
وہ ناک چڑھا کر کمرے سے نکل گئی۔
"ناشتا......!" عبید کی نگاہ وال کلاک پر گئی۔ "امی نے تو بنا بھی لیا ہوگا۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔
پھر موبائل اٹھا کر جلدی سے ماں کا نمبر ملایا۔
مگر کسی نے کال نہ اٹھائی۔
نہ ارم نے، نہ توفیق نے۔
اس کے چہرے پر تفکرات کا جال بچھ گیا۔
"کیا سب لوگ مجھ سے اتنا ناراض ہوگئے ہیں۔"

☆......☆......☆

دادی نے سنتے ہی کلیجہ تھام لیا۔

ثانیہ عبید کو لے کر الگ ہو گئی۔ اور بتانے والی کون، آصفہ......

گھر میں کسی نے بھنک نہ پڑنے دی۔ انہوں نے نادرہ کے لتے لیے۔

آسیہ کے دکھ میں کلیجہ پھٹ رہا تھا۔ ساری ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں۔ کوئی اور وقت ہوتا تو آسیہ کو بلا کر دل ہلکا کر لیتیں۔ مگر ارم والے قصے کے بعد تو یہ بھی ممکن نہ تھا۔

''اچھا ہے نا...... سسرال والوں نے تنگ کر رکھا تھا۔ جان چھوٹی۔ شوہر خود ہی لے کر الگ ہو گیا۔'' نادرہ ان کے واویلے پر زچ ہو گئیں۔

وسیم خاموش بیٹھا تھا۔ اسے بھی اچھا نہیں لگا تھا۔

نادرہ آصفہ کے گھر آنے پر زچ بیٹھی تھیں۔ اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی اس عورت کا دانہ پانی یہاں سے ختم نہیں ہوا تھا۔

''رہنے دے...... بے چارے شریف لوگ......'' دادی نے ہاتھ نچایا۔

''ثانیہ کی حرکتیں تو نظر آ ہی رہی تھیں مگر عبید کی کیوں مت ماری گئی۔''

''اماں کو تو ساری زندگی پوتیوں کی بجائے پرایوں کی فکر رہی۔'' نادرہ زچ ہو گئیں۔ ''خدمتیں کریں پوتیاں اور دعائیں لیں دوسرے......''

''کس دن اس پوتی نے آ کر میرے ہاتھ پاؤں دبائے؟'' دادی چمک کر بولیں۔ اشارہ ثانیہ کی طرف تھا۔ بات بڑھ نہ جائے، شبیر کو مداخلت کرنا پڑی۔

''اماں! جانے بھی دیں، عبید نے کچھ دیکھا ہوگا تب ہی الگ ہوا ہے۔ جب میاں بیوی خوش تو ہم بھی خوش۔''

''کل کو وسیم بیوی کو لے کر الگ ہو جائے، تب بھی خوشی ہوگی؟'' آصفہ کی زبان پھسلی۔

''اللہ نہ کرے۔ وسیم کیا باؤلا ہوا ہے۔'' نادرہ تڑپ اٹھیں۔

آصفہ کو ہنسی آ گئی۔

''کلیجے پہ ہاتھ پڑا نا!'' دادی نے جتایا۔

''میں یہاں اپنی شادی کی بات کر رہا ہوں۔ آپ لوگ کیا باتیں لے کر بیٹھ گئے ہیں۔'' وسیم نے چڑ کر مداخلت کی۔

''ہاں تو اور کیا۔ نکالو پیسے، تمہاری بری بناتے ہیں۔'' آصفہ نے فوراً ہی موضوع بدل دیا۔

''یہ کی نا آپا نے بات۔'' شبیر خوش ہو کر بولے۔

نادرہ کو فکر لاحق ہوئی۔

(''بے وقوف لڑکا کہیں سچ میں پھوپھی کے ہاتھ پر پیسے نہ رکھ دے۔'')

''آپ لوگ اپنے کپڑے بنوالیں۔ میں پیسے دے دوں گا۔'' وسیم نے آہستہ سے کہا۔

''یہ ہوئی نا بات...... بری کی تیاری تو اسی طرح شروع ہوتی ہے۔ پہلے بہنوں، بیٹیوں کے کپڑے بنتے ہیں پھر بری کی بسم اللہ ہوتی ہے۔ کیوں بھیا؟'' آصفہ نے خوش ہو کر بھائی سے تائید چاہی۔ دادی نے جھٹ اثبات میں گردن ہلائی۔

''ہاں، ہاں...... کیوں نہیں۔'' شبیر نے خوش دلی سے گردن ہلائی۔

''بری کی شاپنگ میں اور نتاشا مل کے کرلیں گے۔'' وسیم کے کہنے پر جس کا منہ جس زاویے پر تھا، وہیں کھلا رہ گیا۔

''بلکہ دو دن کی چھٹی لے کر اسی لیے آیا تھا کہ نتاشا کے ساتھ شاپنگ مکمل کرلوں۔''

اس نے جیب میں بجتا موبائل نکال کر دیکھا اور فوراً کھڑا ہو گیا۔

''اس کی کال بھی آ گئی ہے۔''

سب کو نظر انداز کرتا وہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب بھی ہو گیا۔

☆......☆......☆

ہنس ہنس کر آصفہ کا برا حال ہو گیا۔ رابعہ جز بز ہوتی رہی...... پھوپھو نے باقاعدہ ایک ایک فرد کی نقل اتار کر قصہ سنایا تھا۔

"نادرہ کی شکل دیکھنے والی تھی۔"

"تو اچھی بات ہے پھوپھو...... نتاشا نے پہننے ہیں، اپنی پسند سے لے لے گی۔" میکے کے خلاف بات کہاں برداشت ہوتی تھی۔

"اب ان اچھی باتوں کی عادت ڈال لو۔لڑکی ٹکر کی ہے اور وسیم ابھی سے اس کے قابو میں۔" آصفہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسیں۔

"پھوپھو! ایسی بات نہیں ہے۔سب کچھ ہمارے مشورے سے ہی ہو رہا ہے۔"

سہیل اور فرخ بھی بیٹھے تھے اور رابعہ کو خوامخواہ سبکی محسوس ہو رہی تھی۔

"ہاں...... ثانیہ بھی تم لوگوں کے مشورے سے ہی الگ ہوئی ہے۔پردے ڈالنا بند کرو بی بی! میں تو شکر کر رہی ہوں ورنہ آج بیٹھ فرخ کو رو رہی ہوتی۔"

"ٹھیک کہا، یہ تو پہلے ہی الگ ہونے کو تیار بیٹھا تھا۔" سہیل نے طنزیہ نظروں سے فرخ کو دیکھا۔

وہ چڑ گیا۔

"اب بس بھی کریں۔آپ لوگ تو ایک بات کے پیچھے ہی پڑ جاتے ہیں۔"

"فرخ کی شادی تو بہت دیکھ بھال کر کروں گی۔میں نے سوچ لیا ہے۔صابر، سلیقہ مند اور گنوں والی...... اپنی رابعہ جیسی......"

فرخ کو ہنسی آ گئی۔

"اماں! آپ بھی حد کرتی ہیں۔پہلے بھابھی کے گھر والوں کو اچھا خاصا برا بھلا کہہ کر آخر میں تعریف کر دیا کریں۔"

"ہائے! میرے بھی کچھ لگتے ہیں اور میں کون سا غلط بات کہتی ہوں۔کیوں رابعہ! تمہیں برا لگتا ہے؟" انہوں نے معصوم بن کر پوچھا تو رابعہ گہری سانس لے کر کھڑی ہو گئی۔

"بچوں کو دیکھ لوں۔"

"نخرا دیکھا ہے اپنی بیوی کا۔" وہ رابعہ کو جاتے دیکھ کر بڑبڑائیں۔"شکر ہے اس گھر میں ارم

نہیں آئی۔ ورنہ انہوں نے تو پاگل ہی کر دینا تھا۔“

”میں پاگل نہیں ہوئی تو وہ کیسے ہو جاتی۔“ رابعہ نے جاتے جاتے ان کا جملہ سن لیا تھا۔

☆......☆......☆

”تمہارے فلیٹ سے ایسی زبردست ناشتے کی خوشبوئیں آتی ہیں مجال ہے جو دو پراٹھے میرے لیے بھجوا دو۔ بھول گئے میں نے تمہاری کتنی خدمت کی تھی۔“ فیصل نے اسے کمپاؤنڈ میں ہی گھیر لیا تھا اور لگا شکوے کرنے۔

لہجہ بتا تا تھا، اسے عبید کی اس بے مروتی پر کس قدر صدمہ پہنچا ہے۔

”یار میں نے کہا تھا ثانیہ سے......“ عبید نے بائیک کی چابی سے گردن کھجائی۔

”تو......؟“

”تو اس نے کہا اس کو زیادہ منہ نہ لگانا۔ میرے سسرال والوں کا جاسوس ہے۔“ عبید نے اطمینان سے بتایا۔

صدمے اور حیرت سے فیصل کی آنکھیں ابل آئیں۔

”شاباش! اس نے کہا اور تم نے سن لیا۔“

”وائف از آلویز رائٹ۔“ عبید نے اطمینان سے سر ہلایا۔

”تو صحیح معنوں میں ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔“ فیصل نے مایوسی سے سر ہلایا۔

وہ ابھی تک صدمے میں تھا کہ عبید نے اس کے خلاف بات سن کیسے لی۔

”جو بھی سمجھو۔ کم از کم روز کی چخ چخ سے تو نجات ملی۔ ثانیہ بھی خوش ہے۔“

”اور گھر والے؟“ فیصل نے ٹٹولتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

”وہ بھی ہمیں بھیج کر خوش ہی ہیں۔ تب ہی تو میری کال ہی نہیں اٹھاتے۔“ عبید نے آزردگی سے کہا۔

”آج جاؤں گا تین چار دن تو گھر کی سیٹنگ میں ہی لگ گئے۔“

عبید کا ارادہ آفس سے واپسی پر گھر ہی جانے کا تھا۔ آفس میں بھی دھیان ثانیہ کی طرف لگا رہتا۔ پہلے تو بے فکری تھی کہ گھر میں سب موجود ہوتے تھے۔ اب اکیلی ہوتی تو ہر وقت فکر سر پر سوار رہتی۔ گھر میں کام تو کچھ خاص نہ تھا۔ ٹی وی بھی نہ تھا کہ دیکھ کر ٹائم پاس کر لیتی۔ اردگرد زیادہ واقفیت نہ تھی۔ نہ ثانیہ کا بڑھانے کا ارادہ تھا۔ خوامخواہ لوگ پرائیویسی میں مخل ہوتے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی شکایت وہ عبید سے نہیں کر سکتی تھی۔

تب ہی عبید کی کال آتے ہی لہجہ اور انداز خوش گوار ہو گیا۔

''کیا ہوا میرے بغیر دل نہیں لگ رہا؟''

''نہیں......''

''کام پر دھیان دیں صاحب!'' وہ ہنسی۔

''تم سے دھیان ہٹے تو کام پر دھیان دوں۔''

ابھی ثانیہ اس جملے کا لطف بھی نہ اٹھا سکی تھی کہ اس نے جملہ مکمل کیا۔

''پہلے تمہارے پاس امی ہوتی تھیں تو فکر بھی نہیں ہوتی تھی۔''

''کیا مجھے یہاں کون سا شیر اٹھا کر لے جائے گا۔ تم اپنے کام پر دھیان دو۔ میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔'' اس نے جھنجھلا کر کال ہی کاٹ دی۔

ساتھ ہی کال بیل ہونے لگی۔

اس نے پیزا آرڈر کیا تھا۔

شاید وہی آیا تھا۔

اس نے بغیر سوچے سمجھے دروازہ کھول دیا۔

اور سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر بھونچکی رہ گئی۔

☆......☆......☆

''کیوں بنا بنا کر رکھتی ہیں؟'' کھیر پر بادام اور پستے ڈالتا آسیہ کا ہاتھ رک گیا۔

''میں کون سا اس کے لیے بنا کر رکھتی ہوں۔''

''گھر میں تو وہی شوق سے کھاتا تھا۔'' توفیق صاحب نے افسردگی سے بیگم کو دیکھا۔ کیسے مرجھا سی گئی تھیں۔

''دودھ بچا تھا سو چاہا بنا کر رکھ دیتی ہوں۔ کبھی ارم اور عفان آجاتے ہیں تو کام آجاتا ہے۔''

''ثانیہ کی دادی کو دے آئیں۔'' انہوں نے مشورہ دیا۔

''اب ادھر جانے کو دل نہیں چاہتا۔'' آسیہ نے باؤل فریج میں رکھا۔

''عبید کال کر رہا تھا، بات ہی کر لیتیں۔''

''دل نہیں چاہتا۔'' گویا ناراضی پکی تھی۔

توفیق مسکرا دیے۔

''اگر سامنے آجاؤں تب بھی بات کرنے کو دل نہیں چاہے گا۔''

عبید کی آواز پر وہ تڑپ کر پلٹیں۔ آنکھوں میں بیٹے کی صورت اتری اور پانیوں میں ڈوب گئی۔

انہوں نے دونوں کو دل میں اتار لیا۔

پانی بھی اور بیٹے کی صورت بھی۔

''کیسے ہیں آپ لوگ؟'' دل میں چور تھا محتاط انداز میں پوچھا۔ ورنہ دل تھا فوراً ماں کے گلے لگ جائے گا۔

''ٹھیک ٹھاک ہیں، ہمیں کیا ہونا ہے۔'' توفیق نے خوش دلی سے کہا۔

''تم سناؤ گھر وسیٹ ہو گیا؟''

''جی تقریباً...... آپ لوگ چکر لگائیں۔'' عبید نے بس ڈرتے ڈرتے ہی دعوت دی تھی۔

آسیہ کی تیوری چڑھ گئی۔ جس میں بیٹے کے آنے کی خوشی دب کر رہ گئی۔

''کیوں؟ تمہاری بیوی تو ہمارے سائے سے بھی بھاگتی ہے، ہم پھر سے چلے جائیں۔ اس کا

سکون برباد کرنے کے لیے۔"

"امی ......امی ......!" عبید نے بے ساختہ ان کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"میں الگ صرف ثانیہ کی وجہ سے نہیں ہوا ہوں ...... مجھے آپ کا بھی سکون عزیز تھا۔ آپ اس کی وجہ سے ڈسٹرب رہنے لگی تھیں ...... میں آپ کو بھی پریشان نہیں دیکھ سکتا تھا۔"

"رہنے دو عبید ...... اب سارا ملبہ مجھ پر ڈالنے کی ضرورت نہیں ...... تمہاری بیوی شروع دن سے ہمارے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی۔ اور تم نے اس سے وعدہ بھی کیا تھا۔"

بہت دنوں کی چپ تھی جو ٹوٹی ......

نجانے کب کا دبا غبار تھا جو نکلا اور وہ اس میں بہتی چلی گئیں۔

طعنے ...... لڑنا ...... یہ ان کی شخصیت کا حصہ نہ تھا۔ مگر آج ......

توفیق انہیں چپ ہی کرواتے رہے۔

عبید سرخ چہرے کے ساتھ سنتا رہا۔ منہ سے ایک لفظ نہ بولا۔ پھر تیزی سے اٹھ کر چلا گیا۔

توفیق نے آسیہ کو پکڑ کر کرسی پر بٹھایا ...... تو وہ میز پر سر رکھ کر روتی چلی گئیں ...... وہ بھول گئی تھیں کچھ دیر پہلے وہ عبید کے لیے کھیر بنا کر رکھ رہی تھیں۔

"کیا ہو گیا ہے آسیہ ......؟" توفیق نے فکرمندی سے ان کا سر سہلایا۔

"مجھے کچھ ہو گیا ہے توفیق ...... مجھے کچھ ہو گیا ہے۔" وہ روتی چلی گئیں۔

انہیں بیٹے پر مان بہت تھا۔ وہ مان ٹوٹا تھا ......

اور ان سے سہا نہیں جا رہا تھا۔

☆......☆......☆

"اجنبی جگہوں پر بغیر پوچھے دروازہ نہیں کھولتے۔"

پینٹ کی جیبوں میں دونوں ہاتھ گھماتے وہ مسکرایا۔

"تمہیں یہاں کا ایڈریس کس نے دیا؟" ثانیہ فرخ کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی۔

"اس میں کیا مشکل ہے۔ اور ویسے بھی جن سے محبت ہو، ان کے بارے میں ساری خبریں خود بخود مل جاتی ہیں۔ اب اندر آنے کو نہیں کہو گی؟"

"دیکھو، یہ ٹھیک نہیں ہے، میں تم سے بات کر لیتی ہوں، اتنا ہی کافی ہے۔ تم یہاں تک چلے آئے۔ عبید کو پتا چلا تو اسے بہت برا لگے گا۔"

"عبید سے ڈرتی ہو یا وہ تم پر شک کرتا ہے۔"

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے فرخ!" وہ جھنجلا گئی۔

"تو مسئلہ کیا ہے۔ صرف تمہارا گھر دیکھنے آیا ہوں...... ابھی چلا جاؤں گا۔ اتنا کیوں گھبرا رہی ہو۔"

"اچھا آ جاؤ......" اس کا ٹلنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ ثانیہ نے اسے اندر بلا لیا۔

غلطیاں انسان بے ضرر سمجھ کر کر لیتا ہے۔ مگر اس کے نتائج بہت بھیانک نکلتے ہیں۔

"یہ سب کیا ہے ثانیہ؟" وہ ششدر رہ گیا۔

"میرا گھر ہے......" ثانیہ نے بے نیازی دکھائی۔ اسے فرخ کے سامنے کمزور نہیں پڑنا تھا۔

"اسے تم گھر کہتی ہو؟ اس نے تمہیں گھر لے کر دیا ہے یا الگ ہونے کی سزا......" کم بخت نے نشانہ بھی تاک کر مارا تھا۔ سیدھا کلیجے میں جا کر پیوست ہو گیا۔

ثانیہ کے چہرے کی بدلتی رنگت فرخ کی تیز نگاہوں سے مخفی نہ رہی۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ آہستہ آہستہ سب پورا ہو جائے گا۔ عبید کے پاس ابھی زیادہ رقم نہ تھی۔" ثانیہ نے پھر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔

"اس پر کون سی گھر کی ذمہ داریاں تھیں...... جو اپنی تنخواہ وہاں لگاتا رہا ہے...... تمہیں بنا رہا ہے اور تم اتنی بے وقوف ہو...... اس کی باتوں میں آ کر اس خالی گھر میں بیٹھ گئی ہو۔"

وہ دونوں ہاتھ پھیلائے لاؤنج کے بیچوں بیچ کھڑا کہہ رہا تھا۔ ثانیہ نے خود کو بے سکون محسوس کیا۔ پھر بھی اس نے عبید کا دفاع کرنے کی کوشش کی۔

"وہ میرا شوہر ہے...... میری خاطر سب سے لڑ جھگڑ کر الگ ہوا ہے۔"

''ٹھیک ہے۔اس بات کا تاوان ساری زندگی بھرنا......'' فرخ نے طنزیہ انداز میں سر جھٹکا۔

''اگلے پانچ سال تک پانچ پانچ ہزار کی کمیٹیاں ڈال کر گھر کا فرنیچر پورا کرنا...... مجھے تو ابھی سے تم میں مامی کی جھلک نظر آرہی ہے۔''

''اللہ نہ کرے......'' ثانیہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

''میری بات لکھ کر رکھ لو...... وہ تمہیں پیسے پیسے کو ترسائے گا تاکہ تم گھبرا کر جلد واپسی کا فیصلہ کرلو۔''

ثانیہ بے وقوفوں کی طرح اس کا منہ دیکھنے لگی۔

''اپنا حق لینا سیکھو ڈیئر......!''

''اب تم جاؤ فرخ!'' ثانیہ نے گھبرا کر کہا۔

''سوری یار! میں نے تمہیں پریشان کردیا۔'' فرخ نے افسوس سے گردن ہلائی۔ ''تم اپنے حال میں مست تھیں۔''

وہ اپنے حال میں مست نہیں تھی...... وہ صرف کوشش کررہی تھی۔

مگر فرخ ایک بار پھر اس کی سوچ کو جھنجھوڑ کر چلا گیا تھا۔

سیڑھیاں چڑھتے فیصل نے بے حد حیرت سے سیڑھیاں اترتے فرخ کو دیکھا۔فرخ کو رکنا پڑا۔

''تمہارا یہاں کیا کام؟''

''کیوں میں یہاں نہیں آسکتا؟'' فرخ مسکرایا۔ ''یا اس بلڈنگ میں کسی سے بھی ملنے کے لیے مجھے اجازت لینا ہوگی۔''

''تمہیں یہاں آنے سے پہلے بہت بار سوچنا چاہیے فرخ......'' فیصل نے فرخ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''ورنہ مجھے سہیل بھائی سے بات کرنا ہوگی۔''

''آپ فکر نہ کریں فیصل بھائی...... ہمارے خاندانوں کے معاملات ٹھیک ہوچکے ہیں۔'' فرخ نے سنجیدگی سے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اچھی بات ہے۔''

اس نے تب تک فرخ کو جاتے دیکھا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا۔

اس کی پیشانی کے بل نمایاں ہو گئے۔

☆......☆......☆

''ثانیہ اور عبید ملنے آتے ہیں؟''

جن بیٹیوں کے گھر میں پریشانی ہو تو بیٹیوں کو اپنے سسرال کے سکھ بھی اچھے نہیں لگتے۔ دل کہیں پیچھے میکے کی دہلیز پر دھڑکتا رہتا ہے۔

''انہیں آنا ہوتا تو جاتے کیوں؟''

وہ غصے میں اس دن عبید کو بہت کچھ کہہ گئی تھیں......اور بعد میں بہت دن روتی رہیں۔

''خود کال کر لیں......عبید کو بتائیں کہ آپ اس کے بغیر اداس ہیں۔''

''اسے نہیں پتا کہ ہم اس کے بغیر اداس ہو جاتے ہیں؟ میں نے کچھ کہہ دیا تو اسے بہانہ ہی مل گیا......'' ان کے دل سے قلق جاتا ہی نہ تھا۔ کاش اتنا نہ بولی ہوتیں۔

''بس اسے ماں باپ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔''

''ماں باپ کی ضرورت تو ساری زندگی رہتی ہے۔ اسے بہت جلد احساس ہو جائے گا۔'' ارم نے تسلی دینا چاہی۔

''ثانیہ احساس ہونے دے گی تب نا......'' وہ غصے سے بولیں۔

ارم چپ سی ہو گئی۔ تب ہی انہیں احساس ہوا۔ وہ اپنی وجہ سے ارم کو پریشان کر رہی ہیں۔

''اچھا چھوڑو۔ تم خوش ہو؟''

''جی امی......سب بہت خیال رکھتے ہیں۔''

''بچے کی ساری ذمہ داری تم پر تو نہیں ڈال دی؟''

آسیہ کو اب ارم پر ترس آنے لگا تھا۔ پھول سی بچی کو اتنی ذمہ داریوں میں جھونک دیا۔

"نہیں امی..... مل جل کر ہو جاتا ہے۔"

ہاجرہ بیگم کو آتے دیکھ کر ارم نے بات سمیٹ دی۔ ماں کو خدا حافظ کہہ کر ساس کو سہارا دے کر بٹھانے لگی۔

"کیسی ہیں آسیہ؟"

"بس..... ٹھیک ہیں۔"

انہوں نے ارم کے لہجے کی اداسی بھانپ کی۔

"دکھ تو ہوتا ہے۔ جب پلی پلائی اولاد اس طرح چھوڑ جائے۔ لیکن دل کو سنبھالنا پڑتا ہے۔ بہت جگہ کمی محسوس ہوتی ہے..... مشکل وقت آ جائے تو دل چاہتا ہے..... وہ پاس ہوتے..... مگر وہ نہیں ہوتے۔ بس تسلیاں..... دلاسے..... فون پر رابطے..... یہی سوچ کر دل کو سمجھا لیتی۔ یہ بہتا دریا ہے۔ اسے آگے بڑھنا ہے۔ جو اسٹرگل، جو محنت..... ہم نے اپنی اولاد کے لیے کی..... اب انہیں اپنی اولاد کے لیے کرنی ہے۔"

"اولاد کے حقوق پورے کرنے کے لیے والدین کے حقوق سے ہاتھ اٹھا لینا ضروری ہوتا ہے بی بی جان؟"

"اسی شہر میں ہے، آتا جاتا رہے گا..... اللہ اسے زندگی صحت تندرستی دے۔" وہ مسکرائیں۔

"السلام علیکم!"

ارم کے ساتھ بی بی جان نے مڑ کر دیکھا۔

پھر بی بی جان کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"زارا..... میری جان!"

☆.....☆.....☆

ارم کے آ جانے سے گھر میں رونق سی ہو جاتی۔ وہ تیسرے چوتھے دن چکر لگا لیتی..... چاہے دو چار گھنٹوں کے لیے کیوں نہ ہو۔

آسیہ بھی کھل سی جاتیں...... اس کی پسندیدہ ڈشز بنا کر رکھتیں۔ ارم روکتی ہی رہ جاتی ...... وہ بھی ایک خوش گوار سی شام تھی۔

آسیہ نے صحن میں چائے لگا دی۔ سفید پھولوں کی بیل پر ابھی پھول نہیں آئے تھے مگر ڈوڈیاں بن رہی تھیں۔

ارم سسرال میں سرزد ہونے والی بونگیاں اور غلطیاں دلچسپ پیرائے میں انہیں سنا رہی تھی۔

ثانیہ کو یہ منظر دیکھ کر تپ چڑھ گئی۔

گویا ان کے لیے کسی کا جانا کوئی معنی نہیں رکھتا تھا...... وہ انہیں گھر سے بھیج کر خوش اور مطمئن تھے۔

''السلام علیکم!''

تینوں ہی چونک گئے۔

''ثانیہ! آؤ بیٹا......'' توفیق نے خوش دلی سے کہا۔

ارم نے کھڑے ہو کر استقبال کیا۔

سلام کا جواب آسیہ نے بھی دے دیا تھا۔

''ہمیں گھر سے نکال کر خاصے خوش دکھائی دیتے ہیں۔''

ثانیہ نے چائے کے لوازمات پر نگاہ دوڑائی۔

''کسی نے نہیں نکالا تھا...... آپ لوگ خود گئے تھے بیٹا......'' توفیق نے نرمی سے کہا۔

''حالات کس نے بگاڑے تھے؟''

آسیہ کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ دل میں جو گداز پیدا ہوا تھا۔ ثانیہ کے جملے پر غائب ہو گیا۔

''چھوڑو نا...... اتنے دنوں کے بعد آئی ہو، آجاؤ مل کر چائے پیتے ہیں۔ عبید بھی آیا ہے......؟''

ارم نے فوراً بات بنائی۔

''وہ کیوں آئے گا؟ جو سلوک آپ لوگوں نے اس کے ساتھ کیا وہ تو آپ لوگوں کی شکل بھی نہ دیکھے۔''

اس کے زہریلے جملوں نے ماحول کی خوش گواریت کو بھسم کر کے رکھ دیا۔

ارم کو وہ، وہ ڈائن لگی جو سب کی خوشیاں کھا جاتی ہے۔

''آپ لوگوں نے اپنے بیٹے کے ساتھ کتنا برا سلوک کیا...... ایک پیالی بھی ساتھ نہ دی۔''

آسیہ نے گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی......

ثانیہ نے انہیں کبھی مایوس نہیں کیا۔ ہمیشہ ان کی امیدوں پر پوری ہی اتری تھی۔

''ثانیہ! تم اپنا سارا سامان یہاں سے لے گئی تھیں۔'' ارم نے تحمل سے جواب دیا۔

''اور یہ جو سب ہے!'' ثانیہ نے گھر کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ کیا قبر میں لے کر جائیں گے؟''

''شٹ اپ ثانیہ!'' ارم کو غصہ آ گیا۔

''تمہیں کیا تکلیف ہے۔ تم تو ٹرک بھر کے سامان لے گئی تھیں...... اور آپ لوگ تو سن کر خوش ہی ہوں گے...... کیونکہ آپ کے بیٹے نے تو مجھے بے سروسامان ایک خالی گھر میں لے جا کر بٹھا دیا ہے۔ کیونکہ اس کی کمائی پر تو آپ لوگ سانپ بن کر بیٹھے تھے۔''

وہ شاید آج آئی ہی لڑنے تھی۔

''ثانیہ! اب حد ہو گئی ہے۔'' توفیق صاحب کا صبر و تحمل جواب دینے لگا۔

''کیا جھوٹ کہہ رہی ہوں؟ عبید نے ساری زندگی آپ لوگوں کو کما کما کر نہیں دیا۔ اور اس کی شادی پر کتنا خرچا کیا۔'' ارم کی طرف بدتمیزی سے اشارہ کرتے...... ''سب کچھ آپ لوگوں پر لٹا دیا اور بیوی کے لیے کچھ بھی نہیں...... یعنی صرف اپنی بیٹی ہی اپنی ہے۔ میں تو پرائی ہوں۔ میں نے عبید سے کہا...... اپنے ماں باپ سے کچھ مانگ لو...... تو کہنے لگا...... وہ بے حس ہو چکے ہیں۔''

کسی نے ٹھیک کہا ہے...... زبان کا زخم تلوار کے گھاؤ سے بھی گہرا ہوتا ہے۔ اور زبان اگر ثانیہ جیسی لڑکی کی ہو تو سامنے والے کو دولخت کر دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

توفیق صاحب غصے میں بھرے اندر گئے اور چیک لا کر اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

''وہ پیدا ہوتے ہی کمانے نہیں لگا تھا جو ہمیں ساری زندگی کا طعنہ دو۔ یہ لے جا کر اس کو دے دینا۔ جو چند لاکھ اس نے اس گھر میں خرچ کیے ہیں...... اور اس سے کہنا، آئندہ ضرورت پڑے تو خود

بات کرے۔ بیوی کے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کی ضرورت نہیں۔"

توفیق صاحب کیا کہہ رہے تھے۔

ان کے لہجے میں کرب واذیت کا عنصر کتنا تھا۔

ارم اور آسیہ پر کیا گزری......

یہ سب دیکھنے کے لیے ثانیہ رکی نہیں تھی۔ وہ جس مقصد کے لیے آئی تھی، وہ پورا ہو گیا تھا۔ سواپنا حق لے کر خوشی خوشی چلی گئی۔

"یہ عبید کے الفاظ نہیں ہیں...... میرا بھائی یہ سب نہیں کہہ سکتا۔"

ارم رونے بیٹھ گئی۔

"اس کی وکالت کرنا بند کرو۔ دکھ یہ نہیں کہ اس نے پیسے مانگے، دکھ تو یہ ہے کہ اس طرح مانگے......"

ان کی سرخ آنکھیں چھلکنے کو بے تاب تھیں۔ وہ تیزی سے کمرے میں چلے گئے۔ وہ ان کی اولاد تھا۔ الگ ہونے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ انہوں نے اسے عاق کر دیا تھا...... ان کے پاس ہر آسائش ہے اور ان کے بچے اسٹرگل کریں...... انہیں کون سا چین آتا...... مگر اس نے ہر حد پار کر دی...... وہ خود آتا۔ اپنا مسئلہ بیان کرتا...... یہ ممکن ہی کہاں تھا کہ باپ کا دل تڑپ کر اس کی مدد ہی نہ کرتا۔ مگر عبید نے بہت دکھ دیا تھا...... اور رہی ثانیہ......

اس نے آج ہر حد ہی پار کر لی تھی۔

☆......☆......☆

روئی روئی آنکھیں، ستا ہوا چہرہ...... اور سامنے رکھا چند لاکھ کا چیک......

عبید نے بے حد حیرت سے ثانیہ کو دیکھا۔

"تمہیں کیا ضرورت تھی وہاں جانے کی......؟"

وہ پھوٹ کر رو پڑی۔

"تو کیا کرتی...... سوچا میکے گئی ہوں تو برا لگتا ہے اگر سسرال نہ جاؤں۔ اور جب میں الگ ہو ہی

گئی ہوں تو سمجھو سارے مسئلے حل ہو گئے۔ اب لڑائی رکھنے کا فائدہ...... مجھے کیا معلوم تھا، وہ میری اتنی بے عزتی کریں گے۔"

اگر آسیہ نے اس دن عبید کے ساتھ یہ سب نہ کیا ہوتا تو شاید وہ کبھی ثانیہ کی بات پر اعتبار نہ کرتا۔

"ابو بھی وہیں تھے......؟" عبید نے مدھم لہجے میں پوچھا۔

"وہی تو تھے...... یہ چیک میرے منہ پہ مار دیا...... کہ عبید نے اس گھر پر اتنا ہی خرچ کیا ہو گا...... یہ لے جاؤ اور آج کے بعد تم لوگوں کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔"

"یقین نہیں آتا......" عبید بڑبڑایا۔

"یقین کر لو، انہیں نے گھر سے نہیں، دل سے بھی نکال دیا ہے۔ اور اتنا برا رویہ شاید اس لیے ہے کہ تم تھک جاؤ، پچھتاؤ اور مجھے گھر سے نکال دو۔ عبید...... عبید......"

اس نے خوف زدہ ہو کر عبید کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"مجھے چھوڑ تو نہ دو گے......"

"پاگل ہو، اتنا سفر اس لیے کیا ہے؟ میں آج ہی چیک واپس کر دوں گا۔ مجھے ان کا چیک نہیں چاہیے۔"

عبید نے چیک اٹھانا چاہا۔ ثانیہ نے تڑپ کر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"اب اسے بھیک سمجھو یا حق...... لیکن یہ پیسے واپس نہیں ہوں گے۔"

"ثانیہ......!"

"پلیز عبید! جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ لیکن ہمیں ان پیسوں کی ضرورت ہے۔ پھر یہ کسی اور کے نہیں، تمہارے اپنے پیسے ہیں۔"

"تم سمجھ نہیں رہیں...... یہ وہ اماؤنٹ ہے جو میں نے ارم کی شادی میں ابو کو دی تھی۔"

"اور انہوں نے قبول نہیں کیے...... اب اس سے ہمارے کچھ مسائل تو حل ہوں گے نا۔"

"تمہاری بے عزتی کی قیمت پر نہیں......"

"مجھے قبول ہے۔"

اور جب ثانیہ کو قبول تھا تو پھر عبید کی کیا مجال کہ وہ انکار کر سکے۔ سو چند دنوں میں ان کے فلیٹ پر ضرورت کی ہر چیز آ گئی...... ثانیہ کا جوش و خروش دیدنی تھا...... وہ ہر چیز اپنی حیثیت سے بڑھ کر پسند کر رہی تھی...... جس کی وجہ سے انہیں کچھ چیزیں انسٹالمنٹ پر لینی پڑیں۔

''یار! میری تنخواہ کا بڑا حصہ ان قسطوں میں نکل جائے گا۔''

''تو کیا ہوا؟ ہم دو جی ہیں...... خرچا کتنا ہو گا...... تم فکر نہ کرو...... بس تنخواہ میرے ہاتھ میں دینا...... میں مینج کر لوں گی۔'' ثانیہ نے پورے اعتماد سے کہا۔

''ٹھیک ہے...... اس غریب کو پٹرول کا خرچا مل جائے گا؟''

عبید نے بے چارگی سے پوچھا تو وہ ہنس دی۔

ہنسی جو بات بے بات پھوٹی تھی۔

اس نے کتنی آسانی اور سہولت سے یہ رقم ان لوگوں سے نکلوالی تھی...... اسے ذرا بھی احساس نہ تھا۔ یہ رقم وہ گناہ تھا جو اس نے ایک بیٹے اور اس کے والدین کے درمیان غلط فہمی پیدا کر کے کمایا تھا۔

☆......☆......☆

فرخ بھی حیران رہ گیا۔

''تمہارے سسر نے تمہیں اتنی رقم دی؟''

''ہاں...... تو تمہیں میری صلاحیتوں پر شک ہے؟''

''اب تو بالکل بھی نہیں......'' فرخ نے دل سے اعتراف کیا۔

''ذرا آ کر تو دیکھو...... میرے فلیٹ کی صورت بدل گئی ہے۔''

''دعوت دے رہی ہو......؟'' فرخ ہنسا۔

''دعوت تو اپنے گھر والوں کو دوں گی۔'' ثانیہ نے بات پلٹ دی۔

''ہاں بھئی اب ہم تو غیروں میں ہی شمار ہوں گے۔'' فرخ نے آہ بھری۔

☆......☆......☆

اسے پھول پودوں سے زیادہ کپڑوں، میک اپ اور جیولری میں انٹرسٹ تھا۔ مگر اس نے اپنی بالکنی کو پھولوں اور پودوں سے ہی سجایا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ عبید کو اس بات کا احساس ہو کہ اس میں جمالیاتی ذوق کی کمی ہے۔

''بہت خوش ہو......''

وہ بار بار چیزوں کو دیکھتی ......رکھتی......خوش ہوتی......

عبید اسے دیکھ کر مطمئن تھا۔

''کیوں نہ ہوں......یہی تو میرا ڈریم ہاؤس ہے۔'' اس نے لاؤنج کے پردے ہٹائے۔

''میں جیلس ہو رہا ہوں۔''

''کیوں؟'' ثانیہ پلٹی۔

''یوں لگتا ہے......تمہیں میری محبت سے زیادہ یہ آسائشیں خوش کرتی ہیں۔''

''عبید!'' ثانیہ قریب آئی۔ ''محبت خوب صورت جذبہ ہے۔ مگر وہ ساری آسائشوں اور ضروریات کو ری پلیس نہیں کر سکتی۔ ہم محبت اوڑھ نہیں سکتے......کھا نہیں سکتے...... یہ ہماری زندگی کو آسان نہیں کرتی...... یہ لوازمات...... یہ چیزیں کرتی ہیں۔'' اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر ارد گرد پھیلی مادی اشیا کی طرف اشارہ کیا......

عبید ہکا بکا رہ گیا۔

''تمہارے تو سارے فلسفے ہی بدل گئے ہیں۔''

''ہاں تو زندگی سکھا دیتی ہے۔'' ثانیہ نے لاپروائی سے کہا۔

عبید ذرا سا چپ ہوا۔

''زندگی تو بہت کچھ سکھاتی ہے، مگر انسان سیکھتا وہی ہے جو سیکھنا چاہتا ہے۔''

''اچھا میں نے بتانا تھا۔ آج میں نے گھر والوں کو دعوت پر بلایا ہے۔''

عبید بے ساختہ چونکا۔

''امی اور رابعہ آئیں گی......''

"اچھا......" عبید کا لہجہ بجھ سا گیا......
کچھ بھی ہو، دل تو وہیں دھڑکتا ہے......
"جو منگوانا ہو بتا دو۔"
"میرا پکانے کا تو کوئی ارادہ نہیں...... کچھ آرڈر کر لوں گی۔" ثانیہ نے لاپروائی سے کہا تو عبید نے سر ہلا دیا۔
نادرہ اس کا گھر دیکھ کر ہی نہال ہو گئیں...... ایک ایک چیز کو چھو چھو کر دیکھتی رہیں...... رابعہ نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔ اگرچہ وہ دل سے خوش نہ تھی...... کہاں وہ بڑا سا گھر اور کہاں یہ تنگ سا فلیٹ......
"مجھے تو پہلے ہی پتا تھا...... میری گنوں والی بیٹی ہے...... کچھ نہ کچھ کر کے ہی رہے گی۔" نادرہ نے ثانیہ کا منہ چوم لیا۔
"میں نے تو کہا تھا...... میں نے اپنی زندگی صرف عبید کے ساتھ گزارنی ہے پورے سسرال کے ساتھ نہیں۔"
"چلو تمہاری خواہش پوری ہوئی۔" رابعہ مسکرائی۔
"تم بھی ہمت کرتیں تو آج سہیل بھائی کے ساتھ عیش کر رہی ہوتیں۔"
"مجھے ایسے عیش نہیں چاہئیں...... ساری دنیا تھو تھو کرتی کہ بیوہ ماں اور پھوپھو کو چھوڑ کر الگ ہو گئی۔" رابعہ نے منہ بنایا۔
"بس دنیا سے ڈرتی رہنا۔"
"اس کو چھوڑ، یہ تو ہے ہی بے وقوف...... تم بتاؤ۔ کچھ پکایا بھی ہے یا بس باتوں میں ہی ٹرخانا ہے۔"
ثانیہ بڑے محظوظ انداز میں مسکرائی۔
"اب اس گھر میں بھی میں چولہے کے سامنے کھپوں، یہی تو موج ہے۔ جب دل چاہا پکا لیا، اور جب دل چاہا آرڈر کر لیا۔"
"ماں صدقے...... یہی تو میں چاہتی تھی کہ میری بیٹیاں اس طرح عیش کریں۔" نادرہ نہال ہو گئیں۔
کڑاہی، نان کباب اور آئس کریم...... اس نے سب کچھ ماں کی پسند کا آرڈر کیا تھا۔

عبید نے کال کر دی تھی...... وہ لیٹ آئے گا۔

ثانیہ کو کیا اعتراض تھا۔

رابعہ بچے گھر پہ چھوڑ کر آئی تھی۔ اسے جانے کی جلدی تھی۔ اس نے سہیل کو کال کر دی۔

نادرہ کا دل رکھنے کے لیے تھا مگر رابعہ نے ہی احساس دلایا کہ دادی گھر میں اکیلی ہیں۔ انہیں مجبوراً جانا پڑا۔

عبید پوری تسلی کے ساتھ آیا تھا کہ اب مہمان جا چکے ہوں گے۔

کھانا لاؤنج میں کھایا تھا اور برتن جوں کے توں وہیں پڑے تھے۔ جن میں کھانا بھی کھلا پڑا تھا۔

عبید کی نفاست پسند طبیعت پر یہ ناگوار گزرا۔

بیڈ روم میں اے سی چل رہا تھا۔

ٹھنڈک اپنے عروج پر تھی اور ثانیہ کمبل اوڑھے محو خواب تھی۔

''ثانیہ، شام ڈھل رہی ہے یار! اب اٹھ جاؤ۔'' اس نے اے سی بند کیا۔

اب بجلی کا بل اس کے باپ نے تو نہیں دینا تھا۔

''سونے دو یار!'' وہ بڑبڑائی۔

''باہر لاؤنج اتنا بکھرا ہوا ہے، وہ تو سمیٹ دو۔''

''اٹھ کے دیکھ لوں گی، جلدی کس بات کی ہے۔ بہت تھکن ہو رہی ہے۔''

عبید کی سمجھ میں نہ آیا......

صاف ستھرے گھر میں کھانا آرڈر پر منگوا کر وہ کس تھکن کی بات کر رہی ہے۔

قسط نمبر 23

عبید نے گہری سانس بھری، پاس ہی کچھ آہٹیں ابھریں۔ ارم اور آسیہ مہمانوں کے جانے کے بعد کس سرعت سے ٹیبل سمیٹ کر صفائی کا اہتمام کرتی تھیں۔

عبید نے سارے برتن اٹھا کر کچن کاؤنٹر پر رکھے، بچے ہوئے سالن فریج میں......

بیوی آرام کے موڈ میں تھی اور عبید اکیلا بیٹھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے فریج میں پڑی آئس کریم لے کر فیصل کے پاس آ گیا۔ لیکن آئس کریم دوبارہ فریج میں ہی رکھنی پڑی کیونکہ فیصل اپنے لیے کافی پھینٹ رہا تھا۔ عبید کا بھی ارادہ کافی پینے کا بن گیا۔

"خود تو چائے پلانے سے بھی گئے، پتا ہے کافی کتنی مہنگی ہے۔"

"میرے ایک کپ سے تمہارے بجٹ میں جو خسارہ آئے گا میں بھر دوں گا۔" عبید نے بیٹھ کر ٹی وی کھول لیا۔

"بجلی کا بل بھی......"

"کیا ہے یار! کیوں اتنا کنجوس ہو گیا ہے؟ ابھی تو تیری شادی بھی نہیں ہوئی۔" عبید جھنجلا گیا۔

"مجھ پر اپنے گھر کے دروازے بند کر کے خود میرے گھر بیٹھ کر عیش کرو اور میں احتجاج بھی نہ کروں۔" اس کے اپنے ہی دکھ تھے۔

"ہاں تو میری شادی جو ہو گئی ہے۔" عبید نے بے چاری سی صورت بنائی تو فیصل منہ بنا کر کافی کا ڈبہ کھولنے لگا۔

"ثانیہ سو رہی تھی۔ سوچا اکیلا بیٹھ کر کیا کروں گا۔ تمہارے ساتھ گپ شپ ہو جائے گی۔"

''اتنے اکیلے تھے تو گھر چلے جاتے۔''

''گھر؟'' عبید چپ سا ہو گیا۔

''کیا ہوا؟'' فیصل نے ٹٹولتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''ابو نے ثانیہ کو کیا کچھ نہیں کہا، تمہیں نہیں معلوم انہوں نے......''

''مجھے نہیں معلوم......'' فیصل نے لاپروائی سے اس کی بات کاٹی۔ ''کیونکہ میں تو وہاں موجود ہی نہ تھا، اس لیے مجھے نہیں معلوم انہوں نے کیا کہا اور بھابی نے کیا سمجھا۔''

عبید نے بے اختیار گردن گھما کر فیصل کو دیکھا۔ وہ اپنا جملہ مکمل کر کے بڑے انہماک سے کافی پھینٹ رہا تھا۔ اس کے ایک جملے میں اشارے پنہاں تھے۔ کیا عبید پورے یقین سے کہہ سکتا ہے کہ ثانیہ نے جو کچھ کہا وہ سو فیصد درست تھا۔

اس کے اندر شدت سے نفی کی گردان شروع ہو گئی۔

چند الفاظ کا اضافہ...... لہجے کا ردوبدل الفاظ کا مفہوم بدل کر رکھ دیتا ہے۔ عبید کا دل بے چین ہو گیا۔

کتنے دن ہو گئے تھے اسے گھر گئے۔ اس نے انگلیوں پر گننا چاہا اور ہار گیا۔ اسے شدت سے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔

وہ تن دہی سے ثانیہ کی زندگی میں آسائشیں لا رہا تھا۔ اسے خوش رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر وہ...... جنہیں وہ چھوڑ آیا تھا، ان کی زندگیاں کیسی ہو گئی تھیں۔ اس نے ایک بار بھی جاننے کی کوشش نہ کی تھی۔

☆......☆......☆

اس کی آنکھ بار بار بجتے موبائل پر کھلی۔ وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ کمرے میں ابھی ٹھنڈک تھی مگر اے سی بند تھا۔ اسے یاد آیا عبید آیا تھا۔

''باپ جیسی عادت......'' اسے اے سی بند ہونے پر غصہ آ گیا۔

تب ہی موبائل دوبارہ بجا۔

ثانیہ چونکی، یہ اس کا نہیں...... عبید کا موبائل تھا۔ شاید وہ جاتے ہوئے اٹھانا بھول گیا، اس پر

آتی آسیہ کی کال پر ثانیہ کا مزاج برہم ہو گیا۔

”توبہ ہے اتنا کچھ ہو گیا، تب بھی جان نہیں چھوڑیں گے۔“

آسیہ نے نا امید ہو کر وائس میسج کیا تھا۔

”کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ تم اتنا بدل جاؤ گے۔ صورت دکھانا تو ایک طرف آواز سننا بھی گوارا نہیں۔ ماں باپ سے ایسا کون سا قصور سرزد ہو گیا ہے۔ تمہارے ابو بہت خاموش ہو گئے ہیں۔ آتے ہیں تو کمرے میں بند ہو جاتے ہیں۔ زیادہ بات ہی نہیں کرتے۔ ثانیہ کی باتوں کو دل پر ہی لے لیا، حالانکہ ارم نے کہا بھی کہ وہ سب تم نے نہیں کہا ہو گا۔ میری اولاد کے منہ سے اتنے سخت الفاظ نہیں نکل سکتے۔ ایک بار آ کر مل ہی جاؤ...... ماں باپ کے دل کو ڈھارس ہو جائے گی۔“

آنسوؤں سے بھیگی آواز......

کپکپاہٹ پر قابو پاتا ناکام لہجہ......

تنہائی کا احساس آواز کے اتار چڑھاؤ پر غالب تھا۔

یہ پیغام اس کی ماں کا ہوتا تو وہ تڑپ جاتی۔

رو رو کر پاگل ہو جاتی۔

مگر یہ پیغام اس کی ماں کا نہیں تھا۔

یہ بے چین، روتی ہوئی عورت اس کے شوہر کی ماں تھی۔

ثانیہ نے میسج ڈیلیٹ کر کے آسیہ کا نمبر بلاک لسٹ میں ڈال دیا۔

”اب آ گیا ہے تو واپس تو نہیں جانے دوں گی۔“

باہر نکلی تو گھر سمٹا ہوا تھا۔

”واہ! سگھڑ ماں کا سگھڑ بیٹا۔“

اس نے بال سمیٹ کر لاؤنج کے پردے ہٹائے۔ گھر کی بتیاں جلائیں۔ ایک بار پھر آسودگی سے اپنے گھر کو دیکھ کر نہال ہو گئی۔

تب ہی عبید واپس آ گیا۔

''تم کہاں چلے گئے تھے؟''

''میں نے کہاں جانا تھا۔ فیصل کی طرف تھا۔ تمہاری نیند پوری ہوگئی؟''

''ہاں...... اتنی تھکاوٹ ہوگئی تھی۔ اور تم کہاں رہ گئے تھے؟ اماں اور رابعہ پوچھ رہی تھیں۔''

ثانیہ نے ٹٹولتی نگاہوں سے اسے دیکھا جو بیڈروم کی طرف جا رہا تھا۔

''دوست کی طرف تھا۔ سوچا تم لوگ دل کھول کر چغلیاں کرلو، عورتوں کی محفلوں میں کیا کروں گا۔''

''ہم چغلیاں نہیں کرتے۔'' ثانیہ خفا ہوئی۔ ''ساری باتیں فون پر پہلے ہی ہو جاتی ہیں۔''

عبید مسکراہٹ دباتا بیڈروم میں آ گیا۔ اپنا موبائل لے کر وہیں لاؤنج میں بیٹھ کر دیکھنے لگا۔

''کچھ کھاؤ گے؟'' ثانیہ نظریں چراتی کچن کی طرف آ گئی۔

''ہاں کھانا تو کھانا ہے۔''

''میں گرم کرتی ہوں۔''

''یار! میرے لیے تو تازہ روٹی بنا دو......'' اسے دوپہر کے بچے نان نکالتے دیکھ کر عبید نے کہا۔

''اب یہی کھالو......''

''مجھے تازہ روٹی کھانی ہے۔ باسی نان نہیں کھا سکتا۔'' لہجہ دوٹوک تھا۔

''باسی کہاں ہیں۔ دوپہر میں تو آئے تھے۔ اب میں ایک روٹی کا آٹا گوندھنے بیٹھ جاؤں۔''

ثانیہ چڑ گئی۔

''اس میں کون سی راکٹ سائنس لگتی ہے۔ گوندھ لو......'' وہ اطمینان سے کہہ کر واپس بیڈروم میں چلا گیا۔

غصے سے ثانیہ کا برا حال ہو گیا۔ جی میں آیا، بالکل روٹی نہ بنائے مگر غصے سے آٹے والا ڈبہ کھولنے لگی۔

''اس قوم کے مردوں کی واحد پرابلم تازہ روٹی......''

بڑ بڑاتے کھولتے روٹی بن گئی۔

اب اس سے کوئی پوچھے کہ تم نے کون سا بیٹھ کر ایٹم بم بنانا ہے، جو تازہ روٹی بھی شوہر کو بنا کر نہیں دے سکتیں۔

''تم نہیں کھاؤ گی؟'' اس نے کھانا رکھا تو عبید نے نارمل انداز میں پوچھا۔

''میں باسی نان ہی کھالوں گی۔ مجھے کچھ نہیں کہتے۔'' وہ چڑ کر بولی۔

عبید خاموشی سے کھانا کھانے لگا۔ اگر آج احتجاج نہ کرتا تو اگلے کئی دن باسی نان ہی کھانے پڑتے۔ اس نے گن لیے تھے، کتنے بچ گئے ہیں۔

''اچھا سنو، یہ لو......'' اس نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔

''اس میں کیا ہے؟'' ثانیہ نے تیوری چڑھا کر پوچھا۔

''میری پے ہے...... سنبھال لو۔''

''ہیں......؟'' اس نے لپک کر لفافہ پکڑا۔ شوہر کی پہلی پوری تنخواہ اس کے ہاتھ میں تھی۔ کہاں کی ناراضی کہاں کا غصہ...... وہ نوٹ نکال کر گننے لگی۔

اسے تو آج پہلی بار پتا چلا کہ اس کے شوہر کی تنخواہ کتنی ہے۔

''صبح شاپنگ کے لیے چلیں گے۔''

عبید نے مسکرا کر اس کے پر مسرت چہرے کو دیکھا اور کھانا کھانے لگا۔

☆......☆......☆

''یہ بی بی جان کو دے دینا۔'' عفان نے لفافہ اس کی طرف بڑھایا۔ یہ گھر کے خرچے کی رقم تھی۔ تھکا ہوا آیا تھا تو بس شاور لے کر سونے کی تیاری میں تھا۔

''آپ صبح خود ہی دے دینا۔'' ارم نے لفافہ لے کر دراز میں رکھ دیا۔

''تمہیں کوئی پرابلم ہے؟'' عفان کو اس کا ٹالنے والا انداز اچھا نہیں لگا۔

''نہیں...... لیکن آپ ہمیشہ ان کے ہاتھ میں دیتے ہیں۔ میرے ذریعے دیں گے تو اچھا نہیں

لگے گا۔ مائیں اس معاملے میں بہت پوزیسیو ہوتی ہیں۔"

جوتے اتارتے عفان نے چونک کر سر اٹھایا۔

"بی بی جان اس طرح نہیں سوچتیں۔"

"آپ عورت کی سائیکی نہیں سمجھ سکتے۔ اس لیے ان باتوں میں بحث مت کیا کریں۔ مرد کی نظر میں جو باتیں معمولی ہوتی ہیں، عورت کی پوری زندگی ان باتوں کے گرد گھومتی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ انہیں ایک لمحے کے لیے بھی احساس ہو کہ میں ان کی جگہ لینے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

فیروزی کڑھائی والے سوٹ میں ملبوس یہ سادہ سی لڑکی اپنے ہر عمل میں خاص تھی۔

"تم اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال کیسے رکھ لیتی ہو؟"

وہ کھڑا ہوا۔ ارم اس کے کندھوں تک آتی تھی۔ سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانک کر مسکرائی۔

"ان چھوٹی چھوٹی نزاکتوں کا خیال رکھنا ہی رشتوں کو مضبوط کرتا ہے۔"

"تو رکھا کرو......" عفان نے اس کی ٹھوڑی چھوئی۔ "ہمارے رشتے میں ان نزاکتوں کا خیال......"

"سارے کام میں ہی کروں......" اس کی آنکھوں میں خفگی کا تاثر ابھرا۔ "میں آپ کے گھر والوں کا خیال رکھتی ہوں تو آپ کو میرا خیال رکھنا چاہیے۔"

ہائے یہ ناز...... یہ انداز...... سادگی و پرکاری کا مجموعہ......

"ہم اپنی مسز کا خیال نہیں رکھیں گے تو اور کون رکھے گا؟"

عفان کی تھکن تو پیاری سی بیوی کی پیاری پیاری باتوں سے ہی اتر گئی تھی۔

وہ اس کے گھر آتے ہی مسائل لے کر نہیں بیٹھ جاتی تھی۔

جب رات کو اطمینان سے بیٹھتے تو پھر اس کی باتیں شروع ہو جاتیں۔ لہجہ شکایتی نہیں ہوتا تھا مگر ہر بات شیئر کرتی۔

مانی کی شرارتیں...... مسرت کی حماقتیں...... نوکروں کی کام چوری، کس بات پر بی بی جان سے ڈانٹ پڑی۔

وہ لبوں میں مسکراہٹ دبائے اس کی سنتا جاتا۔

''میں کسی دیوار سے بات کر رہی ہوں۔ کچھ خود بھی بول لیا کریں۔''

''تم بولتی ہی اتنا پیارا ہو کہ میری بولتی بند ہو جاتی ہے۔''

وہ شروع شروع میں گھر آتا تو آفس کی ساری ٹینشن ساتھ لے آتا تھا۔ اس کے غصے سے خائف ارم اس کے سارے کام کرتی مگر دور دور رہتی۔ خود کو مانی یا بی بی جان کے ساتھ مصروف کر لیتی۔ عفان کا موڈ بہتر ہوتا تو آس پاس خالی پن کا احساس ہوتا۔ ایک دن اس نے گھیر ہی لیا۔

''کیا بات ہے، مجھ سے دور کیوں بھاگتی ہو؟''

''نہیں تو......'' وہ بوکھلائی۔

''مجھ سے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''مجھے آپ کے غصے سے ڈر لگتا ہے عفان......'' ارم نے جھجکتے ہوئے بتا دیا۔ اسے باتیں دل میں رکھنے کی عادت نہ تھی۔

''کون سا غصہ......؟'' عفان کو اندازہ ہی نہیں تھا۔ وہ ارم کو تو کچھ نہیں کہتا تھا۔

''ابو کہتے تھے کہ مرد کو ہمیشہ باہر کی ٹینشن باہر ہی چھوڑ کر گھر آنا چاہیے۔'' اس نے ایک ہی جملے میں کہہ دیا۔

تب سے عفان دانستہ اور شعوری کوشش کرتا کہ وہ باہر کے بکھیڑے باہر ہی چھوڑ کر گھر آئے۔

☆......☆......☆

''اچھا یہ سب کی تنخواہیں بلا کر دے دو۔''

اگلی صبح جب عفان نے رقم ماں کے حوالے کی تو انہوں نے ارم کو بلا لیا۔ اب اسی کے ہاتھوں سب کروا رہی تھیں۔ عفان نے بتا دیا تھا کہ میں نے ارم کو رقم دی تھی مگر اس نے انکار کر دیا۔

ہاجرہ مسکرا دیں۔

ارم نے انہیں کبھی مایوس نہیں کیا تھا۔ حتی الامکان ان کی بھی کوشش ہوتی، ارم کو بہو ہونے کا پورا

پورا مان دیں کیونکہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔

''بی بی جان کے ہوتے میں تو کوئی ذمہ داری اپنے سر نہ لوں۔''

''ہاں ٹھیک ہے مگر میرے ساتھ مل کر سیکھنا تو پڑے گا۔ تبھی تو سمجھ میں آئے گا گھر کیسے چلانا ہے۔''

عفان مسکرا کر مانی کے ساتھ کھیلنے لگا۔ آج سنڈے تھا سو پورا وقت فیملی کے لیے تھا۔

''ماشاء اللہ نظر نہ لگے ساس بہو کی جوڑی کو......'' چائے لے کر آتی مسرت بے ساختہ بولی تو سب ہی مسکرا دیے۔

''چوکیدار کی بیٹی کی شادی ہے۔ اس کے جہیز کے لیے بھی کچھ چیزیں خریدنی ہیں۔''

''بی بی جان! پیسے نہ دے دیں، وہ اپنے حساب سے خرید لیں گے۔'' ارم نے صلاح دی۔

''ہاں، یہ بھی ٹھیک ہے۔ ایسا ہی کر لیتے ہیں۔''

''بی بی جان! میں عفان کے ساتھ مارکیٹ چلی جاؤں......؟'' سارا بکھیڑا سمیٹ کر اس نے اجازت طلب کی۔

''ہاں...... ہاں کیوں نہیں...... جاؤ! تم لوگ مانی کو میرے پاس چھوڑ جانا۔''

''نہیں، مجھے مانی کے بھی کپڑے لینے ہیں۔ موسم بدل رہا ہے۔ مجھے تجربہ بھی نہیں ہے تو ناپ کا مسئلہ ہو سکتا ہے۔''

''تم لوگوں کو مشکل ہو گی یا پھر مسرت کو ساتھ لے جاؤ......'' انہیں تشویش ہوئی۔

''مسرت آپ کے پاس رہے گی اور فکر نہ کریں ہم دونوں مینج کر لیں گے۔''

عفان بول اٹھا تو انہیں تسلی ہو گئی۔

''مسرت! تمہیں کچھ چاہیے؟'' ارم نے اٹھتے اٹھتے پوچھا۔

''میں نے تو کبھی کوئی فرمائش کی ہی نہیں۔ جو بھی نیلا جوڑا اور میچنگ جوتا دلائیں گے، لے لوں گی۔'' اس نے معصومیت آمیز چالاکی سے آنکھیں پٹپٹائیں تو ارم کو ہنسی آ گئی۔

''لے آنا اس معصوم بی بی کا نیلا جوڑا......'' ہاجرہ مسکرائیں۔

''جی......!'' ارم اور عفان گئے تو ہاجرہ نے آسودگی بھری سانس کھینچی۔

''تم نے دیکھا، یہ ہوتی ہے تہذیب یافتہ ماؤں کی تربیت......''

''یہ تو ہے......''

''تم بھی کچھ سیکھ لو، تم نے بھی سسرال جانا ہے۔''

بی بی جان کے کہنے پر وہ شرما گئی۔

☆......☆......☆

عفان کے ساتھ شاپنگ ایک دلچسپ تجربہ تھا۔ وہ اسے روکتا تھا نہ جلدی مچاتا تھا۔ ارم تسلی سے مانی کی اور اپنی چیزیں پسند کر رہی تھی۔ عفان نے محسوس کیا، وقت کے ساتھ اس میں صبر اور تحمل آنے لگا تھا۔ وہ پہلے کی طرح جلد باز نہیں رہا تھا۔ شاید یہ ذمہ داریوں کا احساس تھا جو اسے میچور کر رہا تھا یا اس لڑکی کی رفاقت جس میں سکون، تحمل اور صبر تھا۔ پہلی بار کی جلد بازی اور جذباتی پن کے بعد ارم نے جیسے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی اس خامی پر قابو پائے گی۔ بہت سے معاملات تھوڑا وقت دینے اور وقتی طور پر ٹال دینے سے خود بخود سیٹ ہو جاتے تھے۔

''آہا...... ارم!'' ثانیہ اور ارم کا ٹکراؤ بہت ہی غیر متوقع تھا۔ ثانیہ کے ہاتھ میں بہت سے شاپنگ بیگز تھے اور وہ اکیلی تھی۔

''مجھے پہچانا، تمہاری پرانی دوست ثانیہ......''

بیگز عفان کے ہاتھ میں تھے اور ارم کے پاس مانی کی پرام تھی۔ وہ تھک کر سو گیا تھا۔ ثانیہ نے ذرا سا رک کر اور جھک کر مانی کو دیکھا۔

''یہ بچہ تمہارا ہے۔ لیکن تمہاری شادی کو تو ابھی چند ماہ ہی ہوئے ہیں۔''

ثانیہ کا خوش گوار موڈ ڈرامے بازی پر آمادہ تھا۔

''اچھا...... اچھا۔ بری میں ملا ہے۔''

ارم نے غصے سے لب بھینچے۔ پھر تحمل سے مڑ کر عفان سے کہا۔

''عفان! آپ چلیں۔ میں آتی ہوں۔''

عفان ایک ناگوار سی نگاہ ثانیہ پر ڈال کر آگے بڑھ گیا اور ڈرائیور کو کال کرنے لگا تاکہ وہ سامان لے جا کر گاڑی میں رکھے۔

''ثانیہ! یہ انتہائی گھٹیا مذاق تھا۔'' ارم نے عفان سے نظریں ہٹا کر ثانیہ کو دیکھا۔

''جو نہیں جانتا، وہ تو یہی سمجھے گا۔'' ثانیہ نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔

''تم ہمیشہ سے اتنی ہی چیپ ہو۔''

''جو مرضی کہہ لو، مجھے برا نہیں لگے گا کیونکہ یہ تم لوگوں کی جلن بول رہی ہے۔ کیونکہ مجھے عیش کرتا دیکھ کر تم لوگوں سے برداشت جو نہیں ہو رہا۔''

اس نے شاپنگ بیگز والے ہاتھ اوپر کیے۔

ارم نے اس سے کہیں زیادہ شاپنگ کی تھی مگر وہ اس کی طرح آپے سے باہر نہیں ہوئی تھی۔

''میری مانو تو تم بھی عفان کو لے کر الگ ہو جاؤ، ورنہ ساری زندگی اس بچے کو پالتی اور ساس کی خدمت کرتی رہو گی۔ اف! تمہیں دیکھ کر تو ترس آ رہا ہے۔ کیا اس کا پیمپر بھی تم ہی چینج کرتی ہو؟''

''تم اپنا ترس اپنے پاس رکھو اور جس عیش و آرام کی تم بات کر رہی ہو، نجانے کتنے لوگوں کا دل دکھا کر نصیب ہوا ہے۔ اس سے بڑی بدنصیبی کیا ہو گی۔''

''اب میری خوش نصیبی تمہیں بدنصیبی لگ رہی ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں۔'' ثانیہ نے نخوت سے کندھے اچکائے۔

یہ ملاقات بہت ہی ناخوش گوار تھی۔

''تمہارے بھائی کو اس لڑکی میں کیا نظر آیا تھا۔ بہت بدتمیز ہے۔'' عفان نے گاڑی میں کہا۔

اس نے ثانیہ کی تقریباً ساری ہی باتیں سنی تھیں۔

''سنا نہیں، محبت اندھی ہوتی ہے۔'' ارم ہنس دی۔ لیکن اس کی ہنسی میں دکھ اور اداسی کی آمیزش تھی۔

''اور اب میرا بھائی نجانے کب تک اس محبت کا تاوان بھرے گا۔ عبید! تم نے خود کو اس مقام پر

لا کھڑا کیا ہے کہ نہ آگے جاسکتے ہو نہ پیچھے پلٹ سکتے ہو۔"

سڑک کے کنارے کھڑی ثانیہ کھول کھول کر آدھی ہوگئی۔ اس نے دیکھا تھا، ڈرائیور نے سارا سامان گاڑی میں رکھنے کے بعد ارم کے لیے دروازہ بھی کھولا تھا۔

"بدتمیز، بے ہودہ...... بندہ لفٹ ہی دے دے، آخر بھابھی لگتی ہوں۔" ٹیکسی، رکشہ بھی اس کا ضبط آزما رہا تھا۔ جو پہلے ہی زیرو تھا۔ تب ہی ایک گاڑی اس کے پاس رکی، جس میں بیٹھے فرخ کو دیکھ کر وہ بری طرح چونکی۔

وہ اتر کر پاس آیا۔

"تم اتنی گرمی میں یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟"

"یہ تمہاری گاڑی ہے؟"

"کیوں میں گاڑی نہیں لے سکتا؟"

"کسی نے بتایا ہی نہیں۔" وہ حیرت میں تھی۔

"سیکنڈ ہینڈ ہے، اس لیے نہیں بتایا۔ زیرو میٹر لوں گا تو بتاؤں گا۔" فرخ لاپروائی سے ہنسا۔

"تو کیا ہوا، گاڑی تو ہے نا......" ثانیہ کے لہجے میں حسرت در آئی۔

"آؤ ڈراپ کر دوں......"

"نہیں، نہیں...... میں چلی جاؤں گی۔" اسے مناسب نہ لگا۔

"میں کھڑے کھڑے یہ گاڑی بیچ دوں گا، جس میں ثانیہ نے بیٹھنا گوارا نہیں کیا۔"

ثانیہ ششدر سی اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ فرخ نے نرمی سے اس کے ہاتھ سے بیگز لے کر پچھلی سیٹ پر رکھے۔ پھر اس کے لیے اگلا دروازہ کھول دیا۔ ترغیب خوب تھی اور وہ کمزور...... خاموشی سے جا کر بیٹھ گئی۔ فرخ مسکرایا اور دروازہ یوں بند کیا جیسے وہ کسی گاڑی کا نہیں، پنجرے کا دروازہ ہو۔

☆......☆......☆

فرخ سارا راستہ اس کے ساتھ باتیں کرتا آیا تھا۔ دلچسپ اور پرلطف گفتگو...... بچپن کی یادیں،

لڑکپن کی لڑائیاں...... ثانیہ بھول ہی گئی کہ اسے گاڑی تھوڑا پیچھے روکنی تھی۔ فرخ نے گاڑی عین بلڈنگ کے سامنے روکی، جہاں ان کا فلیٹ تھا۔

"ثانیہ!"

وہ اترتے اترتے رک گئی۔ ایک ہاتھ اسٹیئرنگ پر جمائے وہ اس کی طرف متوجہ تھا۔

"تمہیں اس طرح دھوپ میں خوار ہوتا دیکھ کر مجھے بالکل اچھا نہیں لگا۔"

"ہم گاڑی لینے والے ہیں۔"

"اچھی بات ہے...... مگر جب بھی ضرورت ہو یہ ڈرائیور حاضر ہے۔" اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو خم دیا تو وہ ہنستی ہوئی اتر گئی۔

مگر اس کی ہنسی ہونٹوں پر دم توڑ گئی۔

☆......☆......☆

عبید کب کا گھر سے نکلا تھا۔ بہت دیر کے بعد واپس آیا تو پتا چلا بائیک خراب ہوگئی تھی۔ وہی ٹھیک کرواتا رہا۔

"بائیک بیچ دو، اب زیادہ ہی تنگ کرنے لگی ہے۔" ثانیہ نے اسے پانی کا گلاس دیتے ہوئے کہا۔

"تو آفس کس پر جاؤں گا؟" عبید نے پانی کا گھونٹ بھرا۔

"تو گاڑی لے لو۔" ثانیہ نے پاس بیٹھ کر مشورہ دیا۔ عبید نے پانی کا گھونٹ بھر کے حیرت سے اسے دیکھا پھر اشتیاق سے پوچھا۔

"یہ بھی صحیح ہے۔ کون سی لیں؟"

"جو بھی تم افورڈ کرسکو......" ثانیہ خوش ہوگئی۔ گاڑی تو اب دن رات اس کے حواسوں پر سوار رہنے لگی تھی۔

"تو سویٹ ہارٹ! میں تو اس وقت گاڑی کا پہیہ بھی افورڈ نہیں کرسکتا۔" اس کو جتا کر عبید نے دوبارہ گلاس کو منہ لگالیا۔ ثانیہ چپ سی ہوگئی۔ پھر مایوسی سے گویا ہوئی۔

''مطلب ہم کبھی بھی گاڑی نہیں لے سکیں گے۔''

''میں نے یہ تو نہیں کہا......''

''بہت تکلیف ہوتی ہے عبید! جب آپ کے جاننے والے آپ کے سامنے گاڑی میں بیٹھ کر چلے جائیں اور آپ سڑک کے کنارے دھوپ میں کھڑے ہو کر ٹیکسی کا انتظار کر رہے ہوں۔'' وہ منظر آنکھوں میں کھب سا گیا تھا۔ عبید نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر سہلایا۔

''ان شاء اللہ! ہم گاڑی لیں گے، بس تھوڑا سا انتظار......''

''انتظار زیادہ لمبا نہ ہو جائے۔ میں بتا رہی ہوں، میں زیادہ انتظار نہیں کروں گی۔ مجھے صرف گاڑی چاہیے۔''

''ساتھ سلامت رہنا چاہیے محترمہ...... انتظار ختم ہو ہی جاتا ہے۔''

''بجٹ سیٹ کرتے ہیں۔'' اس نے جوش سے تجویز دی تو عبید کو یاد آیا کہ اسے پہلے کچھ اور چیزوں کی انسٹالمنٹ جمع کروانی ہوتی ہے۔

''باقی پیسے؟''

وہ بجٹ بنانے بیٹھا تھا۔

''ہاں وہ کچھ میں نے شاپنگ کر لی۔'' ثانیہ نے لاپروائی سے کہہ کر موبائل اٹھا لیا۔

''تم تو گروسری کے لیے گئی تھیں۔'' وہ مطمئن تھا کہ کچن کا سارا سامان ثانیہ نے لا کر رکھ دیا ہے۔

''گئی تھی مگر وہ اینڈ سیزن سیل چل رہی تھی تو میں نے کپڑے جوتے خرید لیے۔''

''اب باقی مہینہ کیسے گزارا ہوگا؟'' وہ پریشان ہو گیا۔

''یہ ہیں تو......'' ثانیہ نے رقم کی طرف اشارہ کیا۔

''بلز دینے ہیں۔ رینٹ اور......'' عبید نے خرچے گنوائے تو ایک لمحے کو ثانیہ بھی چکرا گئی۔

''ہاں بل تو آیا رکھا ہے۔''

''تم نے بتایا ہی نہیں۔ وقت پر جمع کروانا ہوتا ہے۔'' عبید ناراض ہوا۔ ''کتنا ہے؟''

''تھوڑا زیادہ ہی ہے۔'' اس نے فریج پر رکھا بل لا کر تھمایا۔

''تھوڑا نہیں، بہت زیادہ ہے۔'' عبید نے سر پکڑ لیا۔

''تو ہم چلاتے کیا ہیں، دو تو جی ہیں۔ اتنا بل بھیج دیا۔''

''چوبیس گھنٹے اے سی چلتا ہے۔ تم نے کچن میں کام کرنا ہو تب بھی اے سی چلتا چھوڑ دیتی ہو۔ اندازہ نہیں ایک یونٹ کتنے کا ہے۔''

''کون سا میں اکیلے چلاتی ہوں، تم بھی تو دفتر سے آتے ہی چلا لیتے ہو۔''

''تم بند کرو گی تو میں چلاؤں گا۔''

''اب تم اس بات پر مجھ سے لڑو گے۔'' ثانیہ نے صدمے سے اسے دیکھا۔

''میں لڑ نہیں رہا ہوں۔ خود سوچو اگر ہم اس طرح شاہ خرچیاں کرتے رہے تو مہینہ کیسے چلے گا؟'' وہ زچ ہو گیا۔

''مجھے کیا پتا...... تم نے چینج کرنا ہے۔ شوہر تم ہو یا میں......''

''گھر کو چلانا میری ذمہ داری ہے یا تمہاری، ساری زندگی ابو امی کو لا کر دیتے تھے، امی بجٹ بنا کر گھر چلاتی تھیں۔ میں نے اسی لیے تمہارے ہاتھ میں دے دیے۔ اور تم شاپنگ پر اڑا کر آ گئی ہو۔''

''میں نے کون سا ڈائمنڈ خرید لیے ہیں جو اس طرح طعنے دے رہے ہو۔''

یہ نئے گھر میں ان کی پہلی لڑائی تھی، جو ناراضی پر ختم ہوئی۔

☆......☆......☆

''یعنی اب تم گاڑی لینے کا سوچ رہے ہو؟'' فیصل نے بے حد حیرت سے اسے دیکھا۔ جب کہ اس کی نگاہ اپنے اٹھتے قدموں پر تھی۔ سرخ روش کے اطراف خشک پتے بکھرے تھے۔ طویل درختوں کی قطاروں میں بدلتے موسموں کی آہٹیں تھیں، جو ان سے لپٹے پتوں کو بتاتی تھیں کہ وقت رخصت آ پہنچا۔

''سوچ نہیں رہا، بس دل چاہ رہا ہے۔ جس طرح اس نے فرمائش کی، کاش میں ثانیہ کو گاڑی گفٹ کر سکتا۔'' عبید کے لہجے میں مایوسی تھی۔

فیصل ہنس پڑا۔ حالانکہ اندر سے وہ چڑ گیا تھا۔

''سوچتے تو تم لوگ یوں ہو جیسے بل گیٹس کی اولاد ہو۔ اوہ بھائی! ہتھ ہولا رکھ۔''

''میں اس کی خواہشوں پر پابندی تو نہیں لگا سکتا۔''

عبید رات کو لاؤنج میں سویا تھا اور ثانیہ نے صبح اسے ناشتا بنا کر نہیں دیا۔ دوپہر تک عبید کا غصہ اترا تو اسے احساس ہوا کہ وہ کچھ زیادہ بول گیا تھا۔ ثانیہ نے کون سا گھر چلایا تھا جو اسے بیلنس کرنا آئے۔ وہ بھی سب کچھ ابھی سیکھ رہا تھا۔

تب ہی اس نے دوپہر گھر میں کال کر کے ثانیہ کو منا لیا تھا۔

''ہر چیز اعتدال میں اچھی لگتی ہے یار...... نہ وہ شہزادی ہے جسے تخت پر بٹھا کر مورچھل جھلتے رہو نہ تم شہزادے ہو جو کوہ قاف سے اس کے لیے سیب توڑ لاؤ گے۔ یار! برا نہ ماننا، لیکن تم نے ثانیہ کو اتنا اسپیشل فیل کروا دیا ہے کہ اب وہ کم پر راضی نہیں ہوتی۔''

فیصل نے صاف گوئی سے کہا تو عبید خاموش سا ہو گیا۔ بات تو سچ ہی تھی۔

''بھابھی کو سمجھاؤ عبید...... اب تم لوگوں پر ایک گھر کی ذمہ داری ہے۔ اور وہ اسی طرح فرمائشیں کرتی رہیں تو کیسے گزارہ ہوگا؟''

''تم سے ذرا سی بات کیا کی، تم نے تو لیکچر ہی شروع کر دیا۔ ثانیہ اتنی بھی بے وقوف نہیں ہے۔ وہ میرے ساتھ خالی گھر میں بھی خوشی خوشی رہ رہی تھی۔''

عبید نے راستے میں آئے کنکر کو ٹھوکر ماری تو فیصل خاموش ہو گیا کہ شاید وہ زیادہ پرسنل ہو رہا ہے۔

''تم ابھی تک امی ابو سے ملنے نہیں گئے؟ اب تک ناراض ہو؟''

''پتا نہیں ناراضی ہے یا اس عمر میں انہیں اکیلا چھوڑنے کی شرمندگی...... کئی بار سوچا مگر ہمت نہیں ہوتی۔ ہم دونوں باری باری گئے تھے، انہوں نے ہم دونوں کے ساتھ......'' عبید ایک لمحے کو خاموش ہو گیا۔ اسے لگا وہ اپنی ہر بات فیصل سے شیئر کرنے لگا ہے۔ پھر اس نے بات اور لہجہ دونوں بدل لیے۔

"تم سناؤ...... تم شادی کب کر رہے ہو؟"

"تمہیں دیکھ کر توبہ کر لی۔" فیصل کی زبان پھسلی تو عبید نے نیچے سے کنکر اٹھا کر اسے دے مارا۔

"مجھ پر طنز کر رہے ہو۔"

"میں نے تو سونیا سے صاف کہہ دیا ہے میرے ساتھ ہی نہیں، میری فیملی کے ساتھ بھی بنا کر رکھنا ہوگی۔"

"تو تو پہلے ہی الگ رہتا ہے۔"

"شادی ہوگی تو گاؤں سے ماں کو بھی لے آؤں گا۔ اور سونیا کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔"

"سب پہلے کی باتیں ہیں۔" عبید بڑبڑایا۔

"دیکھتے ہیں، شادی تو کرنی ہی ہے۔"

☆......☆......☆

ریستوران کے پرسکون ماحول میں وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے خاموش بیٹھے تھے۔ فضا میں سرگوشیاں اور کھانے کی خوشبو تھی۔ بہت سے نوجوان جوڑوں، فیملیز اور دوستوں کے درمیان کونے والی میز پر ادھیڑ عمر جوڑا پرسکون اور شانت تھا۔ وہ عمر کے اس دور میں تھے جہاں باتیں کم ہو جاتی ہیں اور رفاقت کا احساس بہت گہرا......

توفیق نے اپنی بیوی کے بالوں کی سفیدی کو دیکھا تو نرمی سے ہاتھ تھام کر کہا تھا۔

"ہماری زندگی یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی آسیہ...... ٹھیک ہے اولاد اپنی اپنی زندگی میں مگن ہے مگر ہم دونوں تو ہیں نا......"

کتنے ڈنر، کتنے لنچ، کتنی خاندانی خوشیاں ان بچوں کی خاطر چھوڑ دی تھیں۔ اپنی ساری قوت، ساری جوانی، صحت، توانائیاں بچوں پر وار دیں۔ سفید پوش گھرانوں کے لوگ اولاد کو پالتے نہیں ہیں، ان پر اپنی زندگیاں وار دیتے ہیں، اس آس میں کہ جب ان کا وقت آئے گا تھک کر آرام کرنے کا تو اولاد اسی طرح ان کا سہارا بنے گی، جس طرح وہ بنے تھے۔

مگر ہوا کیا تھا۔

نمبر بلاک ہو جاتے تھے۔

جانے والے آنے کا راستہ بھول جاتے تھے۔

"آج سے ہم اپنے لیے جئیں گے۔"

وہ آسیہ کو اسی جگہ لائے تھے جہاں شادی کے اولین دنوں میں لایا کرتے تھے، مگر وقت اپنے ساتھ بہت کچھ بہا کر لے گیا تھا۔

باتیں، شرارتیں، مستقبل کے خواب جو پورے ہو کر بے وقعت ہو گئے تھے۔

"امی...... ابو......!" اولاد کی چہکتی آواز دنیا کی سب سے خوب صورت آواز ہے۔ ساری اداسی اڑن چھو ہو گئی۔ جب ارم کو عفان کے ساتھ ہنستے مسکراتے دیکھا۔

"آپ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" اس طرح ماں باپ کو کبھی اکیلے گھر سے باہر بیٹھے دیکھا ہی نہ تھا۔

"زندگی کے کچھ پل اپنے لیے چرانے آئے تھے۔" توفیق مسکرائے۔ "تم لوگوں کو یہ بھی گوارا نہیں۔" عفان شرمندہ ہو گیا۔ جب کہ ارم نے ڈھٹائی سے کرسی کھینچ لی۔

"بالکل بھی نہیں......"

"کیا کر رہی ہو؟" عفان نے ٹوکا۔

"ماں باپ سامنے بیٹھے ہوں تو الگ بیٹھ کر کھانا کھایا جائے گا۔" وہ مینیو کارڈ اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"بیٹھ جاؤ۔ وہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ماں باپ کی خوشیاں اولاد کے بنا ادھوری ہی ہوتی ہیں۔ اگر تمھیں اعتراض نہ ہو تو......" توفیق نے اصرار کیا تو عفان مسکرا دیا۔

"مجھے کیوں اعتراض ہو گا، اچھی بات ہے، کل کو میکے جانے کی ضد نہیں کرے گی۔"

"میں ضد نہیں کرتی۔" ارم خفا ہوئی۔

"جب منہ پھلا کر گھر کے کسی کونے میں گھس کر غیر ضروری کام کرنے لگو تو پتا چل جاتا ہے کہ کیا

چل رہا ہے۔"

"امی! اب یہ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔"

دونوں کی نوک جھونک، شرارتیں، جن میں رشتے کا احترام نمایاں تھا۔ توفیق اور آسیہ کی شام زندگی کی خوب صورت شاموں میں ڈھل گئی تھی۔

☆......☆......☆

گھر لاکڈ تھا۔ عبید نے حسرت سے سر اٹھا کر اس گھر کے در و دیوار کو دیکھا۔ یہ گھر اس کا تھا اور وہ اجنبیوں کی طرح سامنے کھڑا دستک دے رہا تھا۔

تب ہی دوسرے گھر سے شبیر باہر نکلے۔ عبید کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔

"امی ابو شاید گھر پر نہیں ہیں۔" عبید کو کہتے ہوئے خجالت کا احساس ہوا۔ وہ اس کے ماں باپ تھے اور اسے خبر ہی نہ تھی کہ وہ کہاں گئے ہیں۔

"صبح تو توفیق سے ملاقات ہوئی تھی۔ کسی رشتے دار کی طرف گئے ہوں گے۔" شبیر نے بند گھر پر نگاہ دوڑائی۔ پھر اصرار کر کے گھر لے گئے۔ اس کا دل نہیں تھا مگر دادی سے ملے بہت عرصہ ہو گیا تھا۔

دادی سے مل کر اس کا دل بہت خراب ہوا۔ وہ خاموش لیٹی در و دیوار تک رہی تھیں۔ پہلے سے کہیں زیادہ نحیف اور لاغر......عبید کو دیکھ کر خوش تو ہوئیں مگر وہ جوش مفقود تھا۔ بس لیٹے لیٹے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اپنی تکلیف یوں گنوانے لگیں جیسے سننے والا کوئی نہ ہو۔

نادرہ محلے کے دورے پر نکلی تھیں۔

شبیر خود ہی اس کے لیے ٹھنڈی بوتل گلاس میں ڈال کر لے آئے۔

"دادی کو ایک بار ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔ بار بار پیٹ درد اچھی بات تو نہیں۔"

"یہ کیوں لے کر جائیں گے، پیسے لگتے ہیں۔" وہ بڑبڑائیں۔

"پیسوں کی کیا بات ہے؟" شبیر نے خجالت سے سر کھجایا۔ "اب بڑھاپا ہے، کچھ نہ کچھ چلتا ہی رہتا ہے۔"

انہوں نے کہہ کر بات بدل دی اور وسیم کی شادی کے بارے میں بتانے لگے۔
عبید مایوس سا واپس لوٹ آیا۔ ورنہ سوچا تو یہی تھا کہ آج سارے گلے شکوے دور کر دے گا۔

☆......☆......☆

وسیم کی شادی سر پر تھی۔ اور ثانیہ کسی صورت شرکت کے لیے تیار نہ تھی۔ پھر نادرہ نے ہی سمجھایا کہ سسرال کے ساتھ تعلق تو رہا نہیں، اب میکے کے ساتھ تو مت بگاڑو۔ کہہ دینا اماں ابا کے منت کرنے پر آئی ہوں۔ بات بھی ٹھیک تھی۔ بیک پر کوئی تو ہونا چاہیے۔ وہ طوعاً کرہاً مان گئی۔ وسیم نے بہنوں اور ماں کی شاپنگ کے لیے اچھے پیسے دیے تھے۔ باپ کو الگ کہ وہ آصفہ کو بھی کپڑے بنوا دیں۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی شادی میں کوئی بدمزگی ہو۔ ثانیہ کے تو بری اور جہیز کے ہی اتنے کپڑے ان چھوئے ہی رکھے تھے پھر بھی اس نے بارات کے لیے نفیس سے گولڈن کام والی سیاہ ساڑھی پسند کی۔
اس کی دراز قامت پر ساڑھی اچھی بھی بہت لگتی تھی۔ پھر گھر سے تیار ہونے کے بجائے پارلر سے اپائنٹمنٹ بھی لے لی تھی۔ عبید صبر کے گھونٹ بھر کے رہ گیا۔ اخراجات قابو سے باہر ہو رہے تھے۔ مگر خاموش رہا۔ وہ اس کے بھائی کی شادی خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

☆......☆......☆

ارم کچن میں دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مگن تھی جب ملازم نے اس کے مہمانوں کی آمد کے بارے میں بتایا۔
”کون ہیں؟“ ارم کے ذہن میں ایسے کوئی بھی مہمان نہ تھے جو اس طرح بغیر بتائے اس سے ملنے چلے آتے۔
”پتا نہیں جی...... ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہیں۔“
”عبید اور ثانیہ......“ اس کے ذہن میں یہی نام آئے تو کچھ متذبذب سی ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔
سامنے بیٹھے وسیم اور نتاشا کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔
”آپ......!“

''ہیلو ارم! کیسی ہو؟ آئی ایم ساری، ہم بغیر بتائے چلے آئے۔'' نتاشا اس سے یوں ملی جیسے برسوں کی بچھڑی سہیلی ہو۔

وسیم نے اسے دیکھ کر نظریں جھکا لیں۔

ایک ہی نگاہ میں دیکھ لیا تھا، وہ کس قدر آسودہ حال اور خوش دکھائی دیتی تھی۔ اس کی چال میں وقار اور چہرے پر سکون تھا۔

''میں آپ لوگوں کو ایکسپیکٹ نہیں کر رہی تھی۔'' ارم نے صاف گوئی سے کہتے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''وسیم بھی نہیں آنا چاہتے تھے، لیکن مجھے لگا ایک رشتہ بننے جا رہا ہے تو اس میں بہت سی باتیں کلیئر ہونی چاہییں۔ تاکہ آگے چل کر بدمزگی نہ ہو۔ ثانیہ وسیم کی بہن ہے اور تمہاری بھابھی...... اور اب میں بھی ان کے خاندان کا حصہ بننے جا رہی ہوں تو کہیں نہ کہیں ہمارا آمنا سامنا ہوگا ہی......''

وسیم محض اپنے جوتے کی نوک کو دیکھ رہا تھا۔

ارم دیکھ سکتی تھی۔ وسیم کے چہرے کی شرمندگی اور خجالت...... وہ اس سے آنکھیں نہیں ملا رہا تھا۔

نتاشا بولتی رہی۔ ارم ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سنتی رہی۔

''نتاشا......!'' وسیم نے بے چینی سے پہلو بدلا تو ارم نے ٹوک دیا۔

''یہ ساری باتیں بہت بے معنی ہو گئی ہیں اور میں بہت آگے نکل آئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہترین انسان کا ساتھ نصیب کیا ہے۔ میں تو شکر ادا کرتے نہیں تھکتی...... اور میں تم دونوں کے لیے خوش ہوں۔''

''مجھے یقین تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ تم ہماری شادی میں آؤ گی۔''

نتاشا نے پرس سے گولڈن کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ ارم نے کارڈ کھول کر دیکھا۔

''میں وعدہ نہیں کرتی۔ عفان کی مصروفیت کا پتا نہیں ہوتا، اور میں ان کے بغیر کہیں نہیں جاتی۔''

ارم نے کارڈ میز پر رکھ دیا۔

''لیکن آپ دونوں کے لیے نیک تمنائیں ہیں۔'' اس نے وسیم کو دیکھا۔

''وسیم بھائی......'' وسیم بے اختیار سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔ ''بہت مبارک ہو۔ امید ہے آپ نے زندگی سے بہت کچھ سیکھ لیا ہوگا۔ نئی شادی شدہ زندگی میں آنکھیں اور کان کھلے رکھیے گا۔''

وسیم نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ وہ ایک لفظ نہیں بول پایا تھا۔ وہ وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔ مگر ملازمہ نے چائے کے ساتھ لوازمات رکھنا شروع کر دیے۔ ارم نے انہیں چائے پیے بغیر جانے نہیں دیا تھا۔ خود وہ نتاشا کے ساتھ کالج کی باتیں کرتی رہی۔

مطمئن اور پرسکون سی......

وسیم نے اپنے اندر اٹھتے جوار بھاٹے کو گرم چائے سے ٹھنڈا کرنے کی سعی کی۔

''کیا ضرورت تھی ہمیں یہاں آنے کی......'' باہر آ کر وسیم نے گویا کھل کر سانس لی۔

''دیکھنا چاہتی تھی، اسے دیکھ کر اب بھی تمہیں کچھ ہوتا ہے یا نہیں......'' نتاشا نے مسکرا کر گاڑی اسٹارٹ کی۔

''نتاشا......!''

''تمہاری تو بولتی ہی بند ہو گئی تھی۔''

''آخر میں اس سے کیا بات کرتا؟'' وسیم جھنجھلا گیا۔

''لیکن ایک بات میں نے دیکھ لی۔ اس کے دل میں تمہارے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ بہت آگے بڑھ گئی ہے اور مجھے لگتا ہے اس کا ہسبنڈ اس سے پیار بھی بہت کرتا ہے۔''

وسیم کے پاس صبر کے گھونٹ بھرنے کے سوا کوئی حل نہ تھا۔ اسے سارا راستہ نتاشا کی ایسی ہی باتیں سننی تھیں۔

☆......☆......☆

''کیا ہو رہا ہے؟'' عفان کی کال اس وقت آتی تو نہ تھی۔

''دوپہر کے کھانے کی تیاری......''

''یعنی میں بھی لنچ پر آ جاؤں، یقیناً تم نے کچھ اچھا ہی بنایا ہوگا۔''

”آ جائیں، میں کچھ اور بھی بنا لیتی ہوں۔“

”کچھ اور بنانے کی ضرورت نہیں، بس میری پیکنگ کر دو۔“ اسے اچانک بزنس میٹنگ کے لیے ایک دو دن کے لیے اسلام آباد جانا پڑ گیا تھا۔

”ٹھیک ہے، کر دیتی ہوں۔“

”بی بی جان کیا کر رہی ہیں؟“

”ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ ریسٹ کر رہی ہیں۔“

”اوہ...... میری طرف سے پوچھ لینا۔“

”یہ غیروں والے جملے مت بولا کریں۔ گھر آ رہے ہیں۔ مل کر پوچھ لیجیے گا۔“ ارم نے چڑ کر کہا۔

”باجی! آپ تو ہر بات کا بہت خیال رکھتی ہیں۔ زارا باجی ایسی نہیں تھیں۔“ کال بند ہوتے ہی مسرت شروع ہو گئی۔

”بہت ہنس مکھ مگر لاپروا تھیں۔ عفان صاحب کے ساتھ مل کر ہر وقت شرارتیں ہی کرتی رہتیں۔“

”اچھا...... اور زبیر بھائی؟“

”وہ تھوڑے سنجیدہ مزاج تھے مگر زارا باجی سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کے مرنے کے بعد تو زارا باجی ہنسنا ہی بھول گئیں۔ ہر وقت روتی رہتیں۔ وہ تو عدت کے بعد ان کا کزن گھر آنے لگا تو......“

مسرت نجانے کیا کیا بتا رہی تھی۔ ارم کو زارا کے ساتھ اپنی ملاقات یاد آ گئی۔ وہ اس دن اچانک ہی گھر آ گئی اور بی بی جان گویا اسے دیکھ کر کھل اٹھی تھیں۔

”زارا...... میری جان!“

وہ بی بی جان سے لپٹ گئی۔ سفید ٹراؤزر پر پنک شرٹ پہنے وہ خود بھی گلابی سی گڑیا لگ رہی تھی۔ ارم کو ماننا پڑا، اس میں خوب صورتی بھی تھی اور اسٹائل بھی......

”میں کیا کروں بی بی جان! مجھے اپنے گھر میں چین ہی نہیں آتا۔ اپنے گھر پر توجہ دے پاتی ہوں نہ شوہر پر...... ہر وقت دھیان یہیں رہتا ہے۔“ وہ ان کی گود میں سر رکھے کہہ رہی تھی۔

"دل لگاؤ بیٹا...... اللہ تمہیں اور اولاد دے گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" بی بی جان نے اس کے سر پر بوسہ دیا۔

تب ہی مسرت مانی کو لے کر آ گئی۔ زارا نے جھپٹ کر اسے سینے سے لگایا اور بے ساختہ چومنے لگی۔ پیاسی ممتا کو قرار کہاں آتا تھا۔ مانی گھبرا کر رونے لگا۔ تب خاموش کھڑی ارم آگے ہوئی۔

"اسے مجھے دے دیں زارا، بہت رو رہا ہے۔ آپ کو پہچانتا نہیں ہے نا۔" آخری جملہ نجانے کیوں ارم کے لبوں سے پھسلا۔

اور زارا نے خاموشی سے بازو ہٹائے۔ بچہ ارم سے لپٹ گیا۔ زارا شکست خوردہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔

"میری بات مان لی ہوتی تو آج یہ سب نہ ہوتا۔"

"کیا کرتی...... عفان سے نکاح کر لیتی؟" اپنے گال صاف کرتی زارا نے تنک کر کہا۔ رونے سے اس کا چہرہ کچھ اور گلابی ہو گیا تھا۔ ارم نے چونک کر دونوں کو دیکھا۔

"اس سے نکاح کرتی جسے چھوٹا بھائی سمجھتی تھی۔ میں نہیں کر سکتی تھی بی بی جان اور تم...... تم نے یہ کیوں کہا کہ وہ مجھے نہیں پہچانتا۔ میں اس کی ماں ہوں۔" اس نے ارم کی طرف پلٹ کر بے حد تلخی سے کہا۔

ارم سٹپٹا گئی۔

"میں نے صرف حقیقت بیان کی ہے۔"

"میں یہاں صرف اپنے بچے سے ملنے آئی ہوں۔ کسی کو مجھ پر طنز کرنے کی ضرورت نہیں۔" وہ غصے سے کہہ کر باہر نکلی۔ ارم نے خاموشی سے مانی کو مسرت کو دے دیا۔ وہ اسے لے کر پیچھے ہی چلی گئی۔

"بہت جذباتی ہے۔" ہاجرہ بڑبڑائیں۔

اس دن زارا دو تین گھنٹے بچے کے ساتھ گزار کر چلی گئی۔ جاتے ہوئے بھی وہ اسی طرح رو رہی تھی۔

"ارم باجی......!" وہ مسرت کی آواز پر چونکی۔ "سالن میں دیکھ لیتی ہوں۔"

"ہاں دیکھ لو...... اور روٹی بھی بنا لو۔ مجھے عفان کی پیکنگ بھی کرنی ہے۔" ارم تیزی سے کچن

سے نکل گئی۔

☆......☆......☆

وہ تیار ہو کر ویٹنگ روم میں کھڑی عبید کا انتظار کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ کوفت بھی ہو رہی تھی۔
بھلا ساڑھی میں بائیک پر کیسے جائے گی۔

تب ہی فرخ کی کال آگئی۔

''تیار ہو گئیں؟''

''ہاں، عبید کا انتظار کر رہی ہوں۔''

''کیسی لگ رہی ہو؟'' فرخ کے لہجے میں اشتیاق تھا۔ ثانیہ نے سامنے آئینے میں خود کو دیکھا۔
آئینہ خود ششدر تھا۔ سیاہ رات میں چاند دمک رہا تھا۔ سیاہ پلو ذرا سا کندھے سے کھسکا۔ وہ خود پر ہی
عاشق ہو گئی۔

''بارات پر آتو رہے ہو، دیکھ لینا۔'' اس نے ناز سے مسکرا کر پلو کندھے پر ڈالا۔

''نہیں آرہا۔'' فرخ کا لہجہ سنجیدہ ہو گیا۔

''کیوں......؟''

''وہاں عبید بھی ہوگا۔ میری نگاہ بہک گئی تو غصہ ہوگا۔''

(نگاہ تو آج بہکے گی)

''بس اتنا کرو اپنی ایک سیلفی بھجوا دو۔ فورس نہیں کر رہا، اگر دل چاہے تو......''

''تم تو سچ میں اچھے بچے بن گئے۔'' ثانیہ کا موڈ خوش گوار ہو گیا تھا۔ اس نے ذرا رخ بدلا اور
سامنے آئینے میں اپنی فل تصویر کھینچ کر اسے بھجوا دی۔

تب ہی عبید کی کال آنے لگی۔ وہ باہر انتظار کر رہا تھا۔

ثانیہ باہر نکلی تو شکر کیا کہ وہ گاڑی لایا تھا۔

اس نے گاڑی میں بیٹھ کر ناز سے عبید کو دیکھا اور مسکرائی۔

''کیسی لگ رہی ہوں؟''

''اچھی لگ رہی ہو......''

(''ہائے! ایسا عام سا انداز......'')

تب ہی اس کے موبائل پر میسج آ گیا۔

''اب بھی دلکش ہے تیرا حسن مگر کیا کیجیے......''

''ہونہہ...... کسی اور کو تو نظر ہی نہیں آتا۔''

ثانیہ نے چڑ کر عبید کو دیکھا...... جو نجانے کہاں کھویا تھا۔ ثانیہ نے اس کی بے زاری، بے توجہی تو نوٹ کر لی۔ مگر یہ غور نہیں کیا کہ گاڑی توفیق صاحب کی تھی۔ وہ ثانیہ کو پارلر چھوڑ کر گھر گیا تھا۔

ثانیہ کے گھر کا دروازہ کھلا تھا...... آتے جاتے مہمان...... بچے...... شور شرابا...... اس کے گھر کا دروازہ بند تھا۔

اور ایسا کب ہوتا تھا کہ محض اس کی بائیک کی آواز پر ارم یا آسیہ دروازہ نہ کھول دیں۔ وہ ہمیشہ پوچھتا آپ کو کیسے پتا چل جاتا ہے۔

''میری نظریں دروازے پر ہوتی ہیں اور کان بائیک کی آواز پر......'' آسیہ ہنس دیتیں۔

(''تو کیا آج انہیں میری بائیک کی آواز نہ آئی ہوگی......'')

وہ ابھی سوچ میں ہی تھا کہ دروازہ کھل گیا۔

ماں بیٹا آمنے سامنے گم صم سے کھڑے رہ گئے۔

''کون ہے آسیہ......؟'' عقب سے توفیق صاحب کی آواز آئی۔

''ہمارا بیٹا آیا ہے......'' ماں نے اسے گلے سے لگا لیا تھا۔ اتنے دنوں کی دوری میں یہ سمجھ آ گئی تھی...... وہ اس سے ناراض نہیں رہ سکتی تھیں۔ وہ خوشی خوشی اسے اندر لے آئیں...... توفیق نے ایک نظر بیٹے پر ڈالی...... ہاتھ میں پکڑا برتن گملے کے پاس رکھ کر بلی کو پچکارنے لگے۔

ثانیہ کے الفاظ آج بھی اندر آگ لگا کر بیٹے سے شکوہ اور بڑھا دیتے تھے۔

عبید نے سلام کیا تو بس سر کے اشارے سے جواب دیا...... آسیہ اسے اندر لے گئیں۔

''کچھ کھاؤ گے؟ میں نے چائنیز رائس بنائے ہیں...... کباب بھی بنا کر رکھ دیے تھے...... دل کہہ رہا تھا آج کوئی مہمان آئے گا......''

(''مہمان......؟'')

عبید کے دل کو دھچکا سا لگا۔

''ابو مجھ سے بات نہیں کر رہے......''

''باپ تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اندر ساون بھادوں بھی برس رہا ہو تب بھی ظاہر نہیں کریں گے...... مگر اندر سے بہت ٹوٹ گئے ہیں۔ آفس سے آتے ہی خود کو بے مقصد کاموں میں مصروف کر لیتے ہیں۔ میں نے بھی گھر کے کاموں کے علاوہ سوشل میڈیا پر پرانی سہیلیوں کو ڈھونڈ لیا ہے۔ ان کے ساتھ باتوں میں لگی رہتی ہوں۔ ہمارے پاس باتیں بہت ہوتی ہیں۔ تم لوگوں کے بچپن کی، اسکول، کالج کی...... کبھی کبھی ارم بھی چکر لگا لیتی ہے تو......''

وہ نجانے کیا ثابت کر رہی تھیں۔ کیسے وہ اب ان کا گھر سے چلے جانا قبول کر چکی تھیں...... کبھی اس کا ہاتھ چھوتیں تو کبھی چہرہ......

وہ کتنا کمزور لگ رہا تھا۔ مگر کہا نہیں...... کیا پتا غصہ ہی ہو جاتا۔

''آپ وسیم کی بارات میں نہیں جا رہیں؟''

''نہیں...... تمہارے ابو جائیں گے۔'' ان کا لہجہ تھوڑا بجھ گیا۔

وہ وسیم کی بارات میں شرکت کے لیے آیا تھا...... تو پڑوس رہتے ماں باپ کا خیال آ گیا۔

توفیق کمرے کے سامنے سے جاتے جاتے رک کر خوامخواہ اپنی جیب میں نجانے کیا ڈھونڈنے لگے۔

عبید ایک دم اٹھا اور جا کر ان کے گلے لگ گیا۔

جب اولاد آ کر گلے لگ جائے تو باپ وہ سارے زہریلے الفاظ بھول جاتا ہے جو اولاد کے منہ سے نکلے اور جن کو یاد کرتے ہوئے وہ خود کو یاد دہانی کرواتے تھے کہ اسے کبھی معاف نہیں کریں گے۔

نہ انہوں نے کوئی شکوہ کیا، نہ عبید نے کوئی شکایت...... بس تجدید تعلق خود بخود ہو گیا۔ لیکن عبید نے اس کا ذکر ثانیہ سے نہیں کیا تھا۔

☆......☆......☆

فنکشن بہت اچھا رہا تھا...... لیکن ثانیہ کا موڈ خراب تھا وہ لیے دیے ہی رہی...... نتاشا نے بھی لفٹ نہ کروائی...... جیسے ہی تمام رسومات وغیرہ ہوئیں...... وہ آصفہ اور نادرہ کے ساتھ گھر واپس آ گئی...... بقول رابعہ دلہن کے استقبال کی تیاریاں کرنی تھیں۔

آصفہ بڑی متاثر تھیں۔ سارا رستہ رطب اللسان رہیں......

''اتنا اچھا انتظام...... اتنے کھانے کہ سمجھ میں نہ آئے کہ کیا کھائیں...... کسے چھوڑیں۔''

''بھئی...... ہم تو پہلے ہی واپس آ گئے کہ دلہن کا استقبال کرنا ہے اور جہیز کا سامان بھی سنبھال لیں گے......''

مگر وہاں جہیز کا کوئی نام ونشان ہی نہ تھا۔

''آج کل تو لوگ کئی دن پہلے سامان بھیج دیتے ہیں تا کہ سیٹنگ ہو سکے......''

وہ رابعہ سے پوچھ رہی تھیں...... رابعہ بے چاری کیا بتاتی...... وسیم نے کسی بات کی بھنک ہی نہ پڑنے دی تھی۔ وہ تو گویا مہمانوں کی طرح شامل ہوئے تھے۔

ثانیہ نے ہائی ہیل اتاری اور بیٹھ کر تسلی سے کولڈ ڈرنک پینے لگی...... دھیرے دھیرے مہمان واپس آ رہے تھے۔

نادرہ کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے...... بچیوں کو پھولوں کی پتیاں دے کر کھڑا کیا...... صدقے کا مرغا پکڑ کر وہ دروازے میں کھڑی ایک ایک کو پکار رہی تھیں...... یہ کرو...... وہ کرو......

ثانیہ بے زاری سے سب دیکھتی رہی۔

پھر دلہن کی گاڑی آ کر رکی...... نادرہ نے رابعہ کو دھکیلا کہ دلہن کو اندر لے کر آئے۔

''آیئے بھابھی......'' رابعہ نے نتاشا کو اندر پہنچانا چاہا۔

''آپ رہنے دیں رابعہ...... میں وسیم کے ساتھ اندر جاؤں گی۔'' نتاشا کا لہجہ نرم اور دو ٹوک تھا۔ رابعہ کا بڑھا ہوا ہاتھ فضا میں ہی معلق رہ گیا...... وسیم تیزی سے پاس آیا تو نتاشا نے بے تکلفی سے وسیم کے بازو پر ہاتھ رکھا اور اسی کے سہارے اندر تک گئی...... رابعہ بے چاری اس کا لہنگا سنبھالتی رہ گئی۔

دروازے میں نادرہ مرغا پکڑے کھڑی تھیں...... انہوں نے جیسے ہی مرغا وارنا چاہا، نتاشا بدک کر پیچھے ہوئی۔

''یہ کیا کر رہی ہیں؟''

''صدقے کا مرغا ہے...... ابھی تو پانی بھی وارنا ہے۔'' وہ مسرور تھیں۔

''پلیز اسٹاپ اٹ...... ہٹائیں اسے...... مجھے الرجی ہے ان فالتو کی رسموں سے۔''

نتاشا نے بے چارگی سے وسیم کو دیکھا۔

''اماں! رہنے دیں نا...... ان کے ہاں رواج نہیں ہے۔'' وسیم نے فوراً ٹوک دیا۔ آصفہ نے ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔

''اچھا...... اچھا...... دلہن کو بٹھاؤ لڑکیو!''

نادرہ نے صورت حال بھانپ کر پسپائی اختیار کی اور صحن میں رکھے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

''یہاں......؟'' نتاشا حیران ہوئی۔

''وہ کمرے میں مسہری بنا رہے ہیں تو لڑکیوں نے تھوڑی دیر کر دی...... بس کام ختم ہونے والا ہے...... اور ابھی تو یہاں بہت رسمیں کرنی ہیں۔ آرسی مصحف...... کھیر چٹائی......''

''آپ لوگ آپس میں کھیر چٹائی کر لیں...... مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے...... وسیم پلیز......!''

اور وسیم اس پلیز کی تاب نہ لا سکا...... تب ہی مسہری والوں کو کمرے سے نکالا۔ اور نازک اندام بیوی کو کمرے میں لے گیا۔ بس گود میں اٹھانے کی کسر رہ گئی تھی۔ مہمانوں نے انگلیاں دانتوں تلے دبالیں۔

نادرہ ہکا بکا دیکھتی رہ گئیں۔

''گئی بھینس پانی میں...... سنا تھا کہ شادی کے وقت بڑے بڑوں کی مت ماری جاتی ہے۔ پر ایسا

باؤلا تو کہیں نہ دیکھا...... نادرہ تمہارا لڑکا تو بڑا ہی ہلکا نکلا......

نادرہ بے چاری ہاتھ میں پکڑے مرغے کو تکنے لگیں۔

''کوئی بات نہیں...... اس کی یخنی بنا کر پی لینا...... دل کو تقویت ملے گی۔'' نادرہ نے غصے سے مرغا چھوڑ دیا۔

''مرغا نہیں...... سمجھو تمہارا بیٹا ہاتھ سے گیا ہے۔''

ثانیہ نے بے زاری سے اس سارے ڈرامے کو دیکھا۔ اس کے لیے کچھ بھی غیر متوقع نہ تھا۔

☆......☆......☆

حنا کی خوشبو میں بسا، رنگوں میں ڈھلا سپید ہاتھ اس کے گندمی ہاتھ میں تھا۔ اور نگاہیں اس کے چہرے پر جمی تھیں۔

وہ ناز سے مسکرائی۔

''کیا دیکھ رہے ہو؟''

''اپنی خوش نصیبی پر یقین نہیں آ رہا......''

''لیکن مجھے تو پورا یقین تھا کہ جس سے میں نے محبت کی...... وہی میری زندگی کا ساتھی بنے گا۔ اور دیکھو...... ثانیہ کی تمام تر کوششوں کے باوجود میں یہاں ہوں۔''

''ٹھیک کہا...... تم میرے نصیب کی بارش تھیں۔ کسی اور چھت پر کیسے برس جاتیں؟'' وہ شوخ ہوا۔

''مگر تم تو کسی اور چھت پر برسنے کو تیار تھے......'' نتاشا نے شرارت سے کہا۔

''پلیز......! میں اس بارے میں کوئی بات کرنا نہیں چاہتا۔'' وسیم نے فوراً ٹوک دیا۔

''اوکے...... ویسے بھی یہ رات صرف ہم دونوں کی ہے۔'' نتاشا کا لہجہ شوخ ہوا۔

''نتاشا......! میں جانتا ہوں...... ہمارے گھر کا ماحول بہت مختلف ہے۔ مگر پلیز تم میری خاطر ایڈجسٹ کر لینا...... گھر میں صرف امی، ابو اور دادی ہی تو ہیں۔ جن کا تم نے خیال رکھنا ہے۔''

نتاشا کی شوخی، جذبات...... سب ٹھس ہو گئے۔

''تم اب بیٹھ کر مجھے اپنے گھر والوں کی خدمت کا لیکچر دو گے......'' نتاشا نے ہاتھ چھڑا لیا۔

''ایسی کیا انوکھی بات کہہ دی میں نے......'' وسیم حیران ہوا۔

''میں یہاں تمہارے ماں باپ اور دادی کی خدمت کے لیے آئی ہوں......'' چہرے پر برہمی کے تاثرات در آئے۔

''یار! وہ میرے ماں باپ ہیں۔''

''تمہارے ہیں...... میرے تو نہیں ہیں۔''

ایسا دو ٹوک لہجہ...... وسیم تو ہکا بکا رہ گیا۔

''اور وسیم......! مجھے تم سے اتنی ٹپیکل باتوں کی امید نہیں تھی۔ ایک لڑکی اپنا سب کچھ چھوڑ کر تمہاری زندگی میں شامل ہوئی ہے، اور تم اسے اپنی محبت کا احساس دلانے کے بجائے ذمہ داریوں کا سبق پڑھا رہے ہو...... ماں باپ کی خدمت...... بہن بھائیوں کا خیال...... میرے احساسات، میرے جذبات...... تم مجھے اپنے گھر والوں کی ملازمہ بنا کر لائے ہو......''

نئی نویلی دلہن رونے بیٹھ گئی تھی۔

وسیم کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

☆......☆......☆

''میں تو اوپر کی منزل بنوانے کا مشورہ دے رہی تھی۔'' چائے کے ساتھ گلاب جامن اور نان خطائی ٹھونستے آصفہ نادرہ کو تپانے اور دیگر مہمانوں کو محظوظ کرنے میں پوری طرح کامیاب تھیں...... نادرہ کا غصے اور شرمندگی سے برا حال تھا۔

''سنا تھا، بہت امیر گھر کی لڑکی ہے۔ سامان سے گھر بھر دے گی...... نادرہ بے چاری نے تو پرانی چیزوں کا ہمسائی سے سودا بھی کر لیا تھا...... کہ آدھی قیمت پر لے لینا۔''

''ضرورت کیا تھی اتنی بڑھکیں مارنے کی......'' ثانیہ نے دانت پیسے...... ماں نے اتنا شور نہ مچایا ہوتا تو آج فخر سے کہہ سکتے تھے کہ بھائی نے خود ہی جہیز لینے سے منع کیا ہے...... جہیز تو ہے ہی لعنت......

''سب تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے...... تم نے ہی خواب دکھائے تھے۔'' نادرہ روہانسی ہو گئیں۔
''نادرہ! پہناونیوں کے کپڑے نہیں ملے؟'' آصفہ کو ہر ہر بات یاد تھی۔ رابعہ طویل سانس لے کر اٹھ گئی...... آصفہ کو کون روک سکتا تھا۔ بہتر تھا کہ باقی مہمانوں کو چائے پانی کا پوچھ لیا جائے۔
''میں نے پوچھا...... دلہن کے گھر سے ناشتا بھی آئے گا یا باقی سامان کی طرح وہ بھی گول ہے۔''
''تین بار تو ناشتا کروا چکے ہیں۔'' نادرہ نے جل بھن کر کہا۔
''چائے مٹھائی سے پیٹ تھوڑی بھرتا ہے۔'' آصفہ نے ناک چڑھائی۔
دادی چپ...... گپ چپ بیٹھی تھیں۔ کل سے پیٹ درد کی شکایت تھی۔ اسی بات کو بنیاد بنا کر انہیں بارات کے ساتھ بھی نہیں لے جایا گیا...... اب بھی کبھی پیٹ میں مروڑ اٹھتے، تو کبھی متلی کی شکایت ہوتی...... وہ نیا سوٹ پہنے گچھا مچھا ہوئی پڑی تھیں...... اپنی افراتفری میں کسی کی بھی توجہ ان پر نہیں تھی...... رابعہ مہمانوں کو دیکھنے کے ساتھ دونوں بچوں میں الجھی تھی۔ جو دانت نکالنے کے پراسس کی وجہ سے چڑچڑے ہو رہے تھے۔ لیکن ایک بار وہ زبردستی دادی کو لیموں پانی بنا کر پلا گئی تھی...... جسم تیزی سے کمزوری کی طرف مائل تھا۔ کھال لٹک گئی تھی۔ اور جلد کی رنگت پیلاہٹ مائل تھی۔ لیکن یہ دیکھنے کے لیے کوئی بھی فارغ نہ تھا۔
شبیر کسی کام سے اندر آئے۔ دادی نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ وہ کہنا چاہتی تھیں کہ وہ انہیں کسی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔ تب ہی تیار شیار وسیم ایک بیگ گھسیٹتا آ گیا...... عقب میں خوشبوؤں کا جھونکا تھا...... بیگ دیکھ کر نادرہ کے دل کو ڈھارس ہوئی۔
''آ گئے پہناونیوں کے کپڑے......'' انہوں نے جتاتی نظروں سے آصفہ کو دیکھا...... جبکہ نتاشا کا ہینڈ بیگ دیکھ کر چونکیں۔
کیا وہ لوگ کہیں جانے کی تیاریوں میں تھے......؟
تب ہی وسیم نے باپ سے اجازت چاہی۔
''کیسی اجازت......! تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟'' سب ہی حیران ہو کر انہیں دیکھنے لگے۔

''نتاشا کے گھر......'' وسیم نے نظریں چرائیں۔ ''ناشتا کر کے ہم لوگ ہنی مون کے لیے نکل جائیں گے۔''

سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ ایک لمحے کو ایسی خاموشی چھائی کہ سوئی بھی گرے تو آواز آئے۔

ثانیہ نے نتاشا کو دیکھا۔ وہ اسی کو دیکھ رہی تھی۔ مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا...... ثانیہ چڑ کر وہاں سے اٹھ گئی۔

''بیاہ کو ایک دن ہوا ہے اور تم لوگوں نے بوریا بستر باندھ لیا۔'' دادی نے نقاہت زدہ آواز میں اعتراض کیا۔ ''لوگ دلہن دیکھنے آئیں گے تو کیا جواب دیں گے؟''

''دادی......!'' نتاشا نے لاڈ بھرے لہجے میں پکارا۔ ''جنہوں نے دیکھنا تھا شادی پر دیکھ لیا...... اور ماشاء اللہ سے آپ کا تو سارا خاندان ہی بارات میں موجود تھا...... اور ہنی مون پر تو ابھی جائیں گے...... بوڑھے ہو کر تو جانے سے رہے......''

ثانیہ نے کمرے کے دروازے میں رک کر نتاشا کو دیکھا۔ پھر مہمانوں کو......

ایک دن کی دلہن پٹر پٹر بول رہی تھی......

ایک دلچسپ تماشا......

''تم لوگوں نے پہلے بتایا نہیں...... کم از کم گھر کے بڑوں سے اجازت ہی لے لی ہوتی۔'' اچھا شبیر کو بھی نہ لگا تھا۔

''انکل! کیا ثانیہ اپنے ساس سسر سے اجازت لے کر جاتی ہے؟''

قسط نمبر 24

ثانیہ کے تن بدن میں آگ ہی لگ گئی...... وہ بپھر کر کچھ کہنے کو تھی کہ بے اختیار رابعہ نے اس کا بازو پکڑ کر تیزی مگر رسانیت سے پوچھا۔

"کتنے دنوں کا ٹرپ ہے؟"

"پتا نہیں...... وہاں جا کر پتا چلے گا...... سب کچھ پاپا نے ارینج کیا ہے۔" وسیم نے کہا تو نادرہ اور شبیر کے دل پر ٹھک سے جا کر لگا۔

"پا...... پا......!" آصفہ نے آنکھیں پھاڑ کر بھتیجے کو دیکھا۔

"ولیمے کے بعد چلے جاتے......" دادی نے مایوسی سے سر ہلایا۔

"ولیمہ کچھ لیٹ ہے۔ نتاشا کے ماموں کی فیملی شادی پر نہیں آسکی تو ولیمہ ان کے انگلینڈ سے آنے کے بعد ہی ہوگا۔"

"چلیں، چھٹی ہوئی۔"

سب کچھ بالا ہی بالا طے ہو گیا تھا۔ دونوں خدا حافظ کہہ کر چلے گئے۔ مہمانوں میں چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں۔ آصفہ نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر تالی بجائی۔

"لو بھئی تمہارا بیٹا تو گیا نادرہ...... دلہن خالی ہاتھ آئی اور دولہا لے کر چلی گئی۔ بھئی ہم نے تو ایسا نہ دیکھا نہ سنا......"

"تو کیا ہو گیا؟" نادرہ نے ڈوبتے دل کو تھاما۔ "ہم نے کوئی پابندیاں نہیں لگائیں...... نئے زمانے کے بچے ہیں ان کی زندگی ہے جیسے مرضی جئیں۔" آنسوؤں میں بھیگے الفاظ اپنا اثر ہی کھو گئے۔

''ہا......ہا......! کھسیانی بلی کھمبا نوچے......'' آصفہ کو آج کچھ زیادہ ہی مزا آ رہا تھا۔

''اب بھیا......تم کیا منہ دیکھ رہے ہو......بازار سے ناشتا ہی لے آؤ......وہ تو اپنی سسرال میں ناشتا کرے گا......ہم میکے میں ہی کر لیں گے۔''

''میں لاتا ہوں......'' شبیر کھسیا کر گھر سے نکل گئے۔

''تم نے مجھے روکا کیوں......؟'' ثانیہ رابعہ سے لڑ رہی تھی۔

''کیونکہ ایک تو اس نے غلط نہیں کہا تھا......دوسرا مہمانوں سے بھرے گھر میں تماشا نہیں دکھانا چاہتی تھی۔'' رابعہ نے صاف گوئی سے کہا۔

''میرا خیال ہے......مجھے ہال سے ہی گھر چلے جانا چاہیے تھا۔'' ثانیہ تلملائی۔

''اب آ گئی ہو تو سسرال سے ہو آؤ......''

''مجھے کیا ضرورت ہے؟ اکڑ دیکھی ہے......شادی میں شریک نہیں ہوئیں۔''

''توفیق انکل تو آ گئے تھے......اور میرا خیال ہے عبید بھی وہیں ہوگا۔''

رابعہ کے کہنے پر ثانیہ کو احساس ہوا کہ عبید گھر آنے کے فوراً بعد سے غائب ہے۔

☆......☆......☆

ثانیہ ماں باپ سے ملنے آئی تو دونوں کمرے میں سر جوڑے بیٹھے تھے۔

''تمہاری بہن کو تو موقع چاہیے، میری بے عزتی کرنے کا......گھر جا کر رابعہ کو پتا نہیں کیا کیا سنائے گی۔''

آصفہ جاتے جاتے تیر چلا کر گئی تھیں۔

''نادرہ! اپنی ہمسائی کو تو منع کر دو......وہ تو تمہارے گھر کا سامان اٹھانے کو کیری ڈبہ بھی منگوا چکی ہوگی۔''

''بات تو سوچنے والی ہے۔ اتنا شور شرابا کر کے اب بیٹی کو خالی ہاتھ ہی رخصت کر دیا۔''

''ہاں تو تم نے کون سا بیٹیوں کو ٹرک بھر کے جہیز دیا تھا۔'' نادرہ تنک کر بولیں۔

''میرے تو حالات ہی نہیں تھے...... وہ تو بیٹے کو اچھا پڑھا لکھا لیا...... سوچا تھا امیر گھر میں شادی ہو رہی ہے، اس کی اور ہماری زندگی آسان ہو جائے گی۔''

''ہو گئیں آپ لوگوں کی زندگیاں آسان......'' ثانیہ سامنے آئی۔ ''تیار ہو جائیں...... یہ تو آغاز تھا آج سے اس گھر میں روز تماشے ہوں گے...... اسی لیے منع کر رہی تھی۔'' طنزیہ انداز میں کہتے وہ باپ کی طرف متوجہ ہوئی۔

''کسی مغالطے میں نہ رہیں۔ ضروری نہیں کہ انہوں نے آپ کو کچھ نہیں دیا، تو انہوں نے داماد کو بھی کچھ نہ دیا ہوگا۔''

''کیا مطلب......؟'' دونوں بری طرح چونکے۔

''مطلب اپنے بیٹے سے پوچھیں، میں گھر جا رہی ہوں۔''

''یہ کیا کہہ رہی تھی......'' نادرہ نے حیران پریشان ہو کر شبیر کو دیکھا۔ انہوں نے موبائل نکال کر نمبر ملانا شروع کر دیا۔

☆......☆......☆

''گاڑی کیسی لگی؟'' دونوں کا سفر شروع تھا...... اور آغاز سفر میں ہی وسیم کو لگ رہا تھا...... اس کے پر لگ گئے ہیں۔ وہ اڑ رہا ہے...... اوپر، بہت اوپر...... آسمان گویا چند ہاتھ کے فاصلے پر تھا۔ اس خوب صورت گاڑی کا اس نے تصور بھی نہ کیا تھا جو اب اس کی ملکیت تھی۔

''بہت شان دار......'' وہ مسرور تھا اور نتاشا پر جوش......

''اسی لیے پاپا سے کہا تھا...... فالتو چیزوں پر پیسے خرچ کرنے کے بجائے ایک اچھی سی گاڑی لے دیں اور ایک پلاٹ...... جس پر ہم اپنا گھر بنا سکیں۔ اب میں تمہارے پرانے سے گھر میں تو نہیں رہ سکتی نا......'' نتاشا نے لاڈ سے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

''وہ گھر تمہارے شایان شان نہیں ہے......'' وسیم کی پوری طرح سے ٹیوننگ ہو چکی تھی۔

''مگر تم نے یہ کیوں کہا کہ میں کسی کو نہ بتاؤں...... سب لوگ خوش ہی ہوتے۔''

''آج کے دور میں کوئی کسی کے لیے خوش نہیں ہوتا...... ویسے بھی جو کچھ ملا ہے، وہ صرف ہمارا ہے۔ اور پھر تمہاری بہنوں کے لیے مسئلہ ہوتا...... ان کے شوہروں کے دل میں خواہش پیدا ہوتی کہ کاش انہیں بھی کچھ ملا ہوتا۔''

وسیم نے حیرت سے گردن موڑ کر نتاشا کو دیکھا۔

''کیا میں نے کچھ غلط سوچا ہے؟'' نتاشا نے معصومیت سے پوچھا۔

''یہ تو میرے دماغ میں بھی نہیں آیا تھا، تمہاری سوچ کتنی اچھی ہے۔''

''بس......'' نتاشا نے بہت پیار سے اس کے بکھرے بال سمیٹے۔ ''آج سے تمہارا دل اور تمہارا دماغ میرے قبضے میں ہے۔ اپنا دماغ لڑانا بند کر دو...... تمہیں بہت آگے لے جاؤں گی۔''

بیوی خوب صورت بھی تھی، امیر بھی...... اور اس پر پیسہ لٹانے کو تیار بھی...... تو پھر ضرورت کیا تھی...... خود کو مشقت میں ڈالنے کی جب سب کچھ پلیٹ میں رکھ کر مل بھی رہا تھا...... اس نے سر تسلیم خم کر دیا۔

نتاشا کی ہنسی موبائل کی بیل پر دم توڑ گئی۔

''گھر سے کال ہے......'' وسیم نے کہا تو وہ بدمزہ ہو کر پیچھے ہوگئی۔

''سن لو...... ابھی تو گھر سے نکلے ہی تھے۔''

''بات سنو...... یہ پہلے تو تمہاری بیوی بڑے دعوے کر رہی تھی...... یہ لا رہی ہوں، وہ لا رہی ہوں۔ اب خالی ہاتھ آ گئی۔ یا ہم سے کچھ چھپا رہے ہو......'' نادرہ کی پاٹ دار آواز پر سفر کا سارا فسوں اڑن چھو ہو گیا۔

آسمان کی طرف محو پرواز وسیم کے قدم زمین پر لگے تو تلملا ہی گیا۔

''وہ خالی ہاتھ آئے یا کچھ لے کر...... آپ کو کیا مسئلہ ہے...... ہمیشہ کے لیے نہیں گیا۔ ایک دو ہفتوں کی بات ہے...... خدا کے لیے ہمیں تھوڑی پرائیویسی دے دیں۔ واپس آ کر سب بتا دوں گا......'' اس نے غصے سے کال کاٹ دی۔

نادرہ نے حیرت سے موبائل کو دیکھا۔

''کیا ہوا؟''شبیر نے پوچھا۔

''ہمارا بیٹا بدل گیا ہے شبیر......''نادرہ رونے بیٹھ گئیں۔

''ایک ہی رات میں......'' شبیر زیر لب بڑبڑائے۔''اتنی جلدی تو گرگٹ بھی رنگ نہیں بدلتا......جتنی جلدی وسیم نے بدلا ہے۔''

☆......☆......☆

''ساری شادی میں تمہارا موڈ خراب ہی رہا......''دونوں کھانے کے بعد بالکونی میں بیٹھے تھے۔ آج کئی دنوں کے بعد انہیں فرصت نصیب ہوئی تھی۔

''اس شادی میں انجوائے کرنے کے لیے تھا ہی کیا......اور شادی بھی تماشا سے...... پتا نہیں وسیم کو اس میں نظر کیا آیا؟''ثانیہ نے ناک چڑھائی۔

نجانے کیوں عبید نے اسے غور سے دیکھا......

اس نے ماں کے موبائل میں وہ میسجز پڑھ لیے تھے......جو اس کے موبائل سے ڈیلیٹ ہو چکے تھے۔اس نے کس دل سے ماں کے نمبر کو بلاک لسٹ میں دیکھا تھا۔

''وہ کیا کرتی ہے......یہ اس کا فعل ہے......تم ہماری اولاد ہو......تم ہمارے ساتھ کیا رویہ رکھتے ہو، یہ اہم ہے۔''آسیہ نے کہا تھا۔

''وہ تمہاری محبت میں اتنی پوزیسو ہے کہ اس کا یہ عمل بہت ہی تھوڑا ہے......''ارم نے کہا تھا۔وہ خوش تھی کہ بھائی پھر سے ماں باپ سے ملنے لگا تھا۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو......؟''ثانیہ گڑبڑا گئی۔

''سوچ رہا ہوں کوئی بھی انسان محبت میں اتنا خودغرض کیسے ہو سکتا ہے کہ باقی سارے رشتے کاٹ کر رکھ دے۔''

''کیا مطلب......؟''ثانیہ سٹپٹائی۔

''وسیم کی بات کر رہا ہوں......''عبید سر جھٹک کر باہر دیکھنے لگا۔''اس نے اپنی خوشی کے لیے تم

لوگوں کی پرواہی نہیں کی۔"

ثانیہ کو لگا اسے موضوع بدل دینا چاہیے اور یہ کہ اسے آئندہ وسیم اور نتاشا کے حوالے سے کوئی بھی بات عبید کے سامنے نہیں کرنی۔

"شادی پر انکل سے ملاقات ہوئی..... تمہارے ساتھ ان کا رویہ کیسا ہے؟ کیا گھر گئے تھے؟" اس نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر دیے۔

"گیا تھا..... زیادہ بات نہیں ہوئی..... ناراض ہیں اب تک....." عبید نے مختصر لفظوں میں بات سمیٹ دی۔

"مجھے بھی یاد ہے..... انہوں نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟" ثانیہ نے یاددہانی کروائی۔ ساتھ ہی محتاط لفظوں میں پوچھا۔

"اب جایا کرو گے.....؟"

عبید نے گردن گھما کر اسے دیکھا اور تحمل سے جواب دیا۔

"وہ میرے ماں باپ ہیں ثانیہ..... کتنے ہی غلط ہوں، مجھے ان کا خیال رکھنا ہے لیکن میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا اور نہ اس سے تمہاری زندگی پر کوئی فرق پڑے گا۔"

وہ اٹھ کر اندر چلا گیا۔

"یہ اتنا عجیب سا بی ہیو کیوں کر رہا ہے....." ثانیہ الجھی۔ "گھر سے جو ہو کر آیا ہے..... کچھ تو کان بھرے ہوں گے۔"

اس نے تنفر سے سر جھٹکا اور سوچنے لگی..... کیسے عبید کا وہاں جانا بند ہو۔

☆.....☆.....☆

عفان کو اسلام آباد دو دن کے لیے ہی جانا تھا..... نجانے کتنی بار مانی کو گلے لگا کر پیار کیا..... ارم کو ڈھیروں ہدایات.....

وہ مسکراتی اندر ہی اندر الجھتی رہی۔

''کیا ہوا......؟'' عفان اس کی خاموشی پر چونکا۔ ''ابھی سے اداس ہو رہی ہو؟'' اس نے ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھا لیا۔

''بس یونہی زارا کا خیال آ گیا تھا۔''

''زارا......؟ وہ کہاں سے یاد آ گئی......'' عفان نے غور سے ارم کو دیکھا۔

''کوئی ماں کیسے اپنے بچے کو چھوڑ کر جا سکتی ہے۔'' ارم کی نگاہ مانی پر جمی تھی۔

''اور اب......اب اس کی تڑپ کا کیا فائدہ ہے۔ وہ اپنے بچے کو چھوڑ کر اپنا گھر بسا چکی ہے۔''

''سب ڈھکوسلا ہے۔'' عفان سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ''میں نے کتنی منتیں کیں...... بھائی کی جائیداد...... یہ گھر اس کے نام لگا دیتا ہوں۔ وہ صرف یہاں رہ کر مانی کو سنبھال لے۔''

''نکاح کا بھی تو کہا تھا......'' سرسری لہجہ......عفان چونکا۔ ''بی بی جان نے......''

''ہاں......لیکن میرا دل نہیں مانا......اسے ہمیشہ زبیر کے ساتھ، زبیر کے حوالے سے دیکھا تھا۔ بہت معتبر رشتہ تھا ہمارے مابین...... کیسے کر لیتا۔'' عفان نے سر جھکا۔

''سب ہو جاتا ہے۔ دو خاندان، دو زندگیاں الجھنے سے بچ جاتیں۔'' نجانے کیوں وہ اس موضوع کو طول دے رہی تھی۔

''مجھے لگا، وہ بھی جتنی محبت زبیر سے کرتی ہے، اسے کبھی بھول نہیں سکے گی۔ وہ ہمیشہ اس کے دل میں زندہ رہے گا۔ وہ بولنا بھول گئی تھی، ہنسنا بھول گئی تھی۔ بس خاموش......خالی نظروں سے سب کی شکلیں دیکھا کرتی......اس نے میکے جانے سے انکار کر دیا......وہ یہاں زبیر کی یادوں کے سہارے رہنا چاہتی تھی۔ میں چاہتا تھا وہ پہلے کی طرح ہنسے، بولے...... کیونکہ زبیر کو اس کی ہنسی اچھی لگتی تھی۔ پھر ایک دن میں نے اس کی ہنسی سن لی۔'' وہ جیسے ماضی کے کسی لمحے کی اتھاہ گہرائی میں اتر گیا تھا۔

اوائلِ مارچ کے دن

موتیا کے پھولوں کی خوشبو

اور سبز جھنڈ میں کلکاری ڈالتی زارا کی ہنسی

وہ بے اختیار آگے بڑھا اور رک گیا۔

وہ کھلکھلاہٹ زبیر کے لیے نہیں تھی۔ سامنے بیٹھا نوجوان..... نجانے کون سا سحر پھونک رہا تھا کہ زارا کے لبوں کے قفل ٹوٹ گئے تھے۔

''بی بی جان! یہ کیا ہو رہا ہے؟'' وہ غصے سے کھولتا بی بی جان کے کمرے میں داخل ہوا۔

وہ کمرے کی کھڑکی کے پاس بیٹھ مسکرا رہی تھیں۔ مارچ کی دھوپ کھڑکی سے اندر آ کر ان کی مسکراہٹ کو دمکا رہی تھی۔

''وہ یہاں کیوں آتا ہے؟'' عفان کو گمان ہوا، وہ ہنسی بی بی جان نے بھی سنی ہے۔

''اس کا کزن ہے اور زارا کی عدت ختم ہو گئی ہے۔'' انہوں نے بغیر اس کی طرف دیکھے جواب دیا۔

''اسے منع کریں۔ مت آیا کرے۔'' وہ غصے سے پلٹا۔

''تم کیا چاہتے ہو؟ وہ اپنے شوہر کے ساتھ اپنی ساری خوشیوں کو دفن کرے، اس کے ساتھ ستی ہو جائے۔''

عفان رکا اور پلٹا، تعجب سے ماں کو دیکھا۔

''وہ آپ کے بیٹے کی بیوہ ہے۔''

اس نے گویا یاد دلایا کہ مرنے والا ان کا بیٹا تھا۔

''وہ ایک آزاد انسان ہے۔ جس سے چاہے مل سکتی ہے، جب چاہے ہنس سکتی ہے۔''

''بی بی جان زارا سے بہت پیار کرتی ہیں۔'' ارم کی آواز اسے ماضی سے کھینچ لائی۔ ارم نے بی بی جان کا زارا کے ساتھ رویہ دیکھا تھا۔

''لیکن مجھے اس سے نفرت ہے۔'' عفان پھنکارا۔ ''میرے بھائی کے مرتے ہی اس کی محبت بھی مر گئی تھی۔ چند مہینوں کے بعد ننھے سے بیٹے کو چھوڑ کر دوسری شادی کر کے چلی گئی۔ اور میں جب یہ باتیں ماں سے کرتا ہوں تو وہ میرے ہی خلاف ہو جاتی ہیں۔''

ان کی گفتگو کے درمیان مانی اپنا کھلونا لے کر کمرے سے چلا گیا تھا۔

''ماں تو اپنے بچوں کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دے دیتی ہے۔'' ارم نے تاسف سے سر ہلایا۔

''ہر عورت وفا نہیں کر سکتی۔ میری ماں بھی تو تھی۔ بچوں کی خاطر سب چھوڑ دیا۔''

''ہر عورت ہاجرہ بی بی نہیں ہوتی عفان......'' ارم کو اس معاملے میں عفان کا نقطہ نظر بالکل ٹھیک معلوم ہوا۔

''ارم!'' عفان نے بے اختیار اس کا ہاتھ پکڑا۔ ''مجھ سے وعدہ کرو اگر مجھے کچھ ہو جائے تو تم مانی کو اور ہماری اولاد کو اکیلے نہیں چھوڑو گی۔''

ارم نے غصے سے ہاتھ چھڑائے۔

''جس اولاد کا نام و نشان نہیں، اس کی اتنی فکر، خبردار جو ایسی باتیں کیں۔ سفر پر جا رہے ہیں، اچھی اچھی باتیں کریں۔ زندگی کی، ساتھ نبھانے کی بات کریں......کوئی اپنی بیوی سے ایسی باتیں کرتا ہے۔''

وہ اپنی باتوں سے اسے ماضی کی یادوں اور یاسیت بھری باتوں سے باہر نکال لائی۔

''اچھا یہ تو بتائیں یہ ہر ہفتے اسلام آباد کے چکر کیوں لگ رہے ہیں؟ پچھلے ہفتے بھی دو دن کے لیے گئے تھے، اب پھر جا رہے ہیں۔''

''اسلام آباد بڑا حسین ہے۔'' اس نے شرارت سے آنکھ ماری۔

''ہوں......اور اس کے باسی بھی......'' وہ خفا ہوئی۔

''اوہ! انہیں دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔'' عفان نے افسوس سے سر ہلایا۔

''ہونہہ......اتنے شریف......''

''اتنے ہی ہیں میڈم، نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا نہ آپ کے بعد کوئی نظر آتا ہے۔'' اس نے بات ہی ختم کر دی۔

محبتوں میں تکرار اچھی لگتی ہے، اگر پیار بھری ہو تو......

☆......☆......☆

رابعہ لاؤنج میں آئی تو ٹھٹک کے رک گئی۔ فرخ صوفے پر نیم دراز تھا۔ ہاتھ میں کھلے موبائل کی

اسکرین پر وہ کچھ بھی دیکھ رہا ہوتا، رابعہ کو اتنی تکلیف نہ ہوتی۔ جتنی کالی ساڑھی میں ملبوس ثانیہ کی تصویر کو دیکھ کر ہوئی۔ جسے فرخ کلوز کر کے دیکھ رہا تھا۔

''فرخ......!'' رابعہ کی متحیر سر سراتی آواز پر فرخ چونکا۔ پھر اطمینان سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''تمہارے پاس یہ تصویر کہاں سے آئی...... تم تو شادی پر بھی نہیں گئے تھے۔''

''ثانیہ نے بھیجی ہے۔'' فرخ کے اطمینان بھرے جواب پر رابعہ کا دل دھک سے رہ گیا۔

''کیوں پریشان ہو رہی ہیں بھابھی...... وہ میری کزن بھی تو ہے۔'' فرخ نے موبائل بند کر کے جیب میں ڈالا۔

رابعہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ کوئی تنبیہ، کوئی ڈانٹ...... مگر پھوپھو آگئیں۔ وہ غصے اور جھنجلاہٹ میں وہاں سے چلی گئی۔

''اس کو کیا ہوا؟''

فرخ کندھے اچکا کر کھڑا ہو گیا۔

''بیٹھ جاؤ، تم سے بات کرنی ہے۔'' آصفہ نے ڈانٹ کر کہا تو وہ بیٹھ گیا۔

''شادی کب کرنی ہے؟''

''اماں کر لوں گا جلدی کس بات کی ہے؟'' اس نے نظریں چرائیں۔

''وہ چڑیل تو اپنا گھر بسا کر خوش باش بیٹھی ہے۔ شوہر بھی مٹھی میں کر رکھا ہے۔ تم اب کس بات کا جوگ لیے بیٹھے ہو۔''

''اماں! کوئی جوگ نہیں لیا۔ کوئی اچھی لڑکی ملی تو کر لوں گا۔'' فرخ نے پیشانی مسلی۔

''مل گئی تمہیں اچھی لڑکی......'' آصفہ نے طنزاً کہا۔

''اماں!'' فرخ نے سنجیدگی سے ماں کو دیکھا۔ ''تب بے وقوف تھا، نادان تھا...... اب عقل آگئی ہے۔''

''عقل آگئی ہے تو دیر کس بات کی ہے۔ نوکری بھی ہے، اپنا کما رہے ہو، کھا رہے ہو۔ کہو تو لڑکی دیکھوں۔''

"دیکھ لیں اماں! لیکن مجھ سے مشورے کے بغیر کچھ نہ کرنا۔"

شادی تو کرنی ہی تھی، کب تک آنا کانی کرتا۔

آصفہ کے دماغ میں محلے اور خاندان کی ساری کنواری لڑکیاں گھومنے لگیں۔

☆......☆......☆

ثانیہ نے تیار ہو کر آئینے میں خود کو دیکھا۔ آس پاس کے لوگوں سے اس کے تعلقات بڑھنے لگے تھے۔ کچھ سہیلیاں بھی بن گئی تھیں۔ سب مل کر کسی ایک کے گھر جمع ہو جاتیں۔ آج آمنہ کے ہاں پارٹی تھی۔ ثانیہ نے آرڈر کر کے ایک اچھی بیکری سے کیک بھی منگوالیا تھا۔ وہ نکلنے کو تھی کہ رابعہ کی کال آ گئی اور اس کا غصہ......

"تم سکون سے بات کر سکتی ہو، میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا۔"

"اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود بھی تم فرخ کے ساتھ رابطے میں ہو؟"

"میں کیوں ہونے لگی؟" ثانیہ گڑبڑائی۔

"جھوٹ مت بولو...... میں نے خود اس کے موبائل میں تمہاری تصویر دیکھی ہے۔ آخر تم دونوں کے درمیان چل کیا رہا ہے؟"

"کچھ نہیں چل رہا، کزن ہے تو......"

"بھول گئیں اس کزن نے تمہارے ساتھ کیا کیا تھا......" وہ دبی دبی آواز میں چلائی۔ "اگر عبید کو پتا چل گیا تو......"

"تو چل جائے...... میں کون سا فرخ کے ساتھ افیئر چلا رہی ہوں۔ اس نے معافی مانگی اور میں نے معاف کر دیا ہے۔ اب کیا سانس بھی عبید کی مرضی سے لوں گی۔" وہ ڈھٹائی سے غصہ دکھانے لگی۔

"ثانیہ! سنبھل جاؤ...... کبھی کبھار چھوٹی سی غلطی گھر گرہستی میں آگ لگا دیتی ہے۔"

"اللہ کا واسطہ ہے رابعہ...... ہر بات کو سر پر سوار نہ کیا کرو۔ مجھے اپنی فرینڈ کے گھر جانا ہے۔ بعد میں بات کروں گی۔"

اس نے کوفت سے کال کاٹی۔ پھر فرخ کا نمبر ملایا۔

"زہے نصیب......" وہ چہکا۔

"یہ تم کیا میری تصویر سب کو دکھاتے پھر رہے ہو؟"

"یار، غلطی سے آپی نے دیکھ لی۔"

"فوراً ڈیلیٹ کرو۔"

"ڈیلیٹ کرنے کے لیے تو نہیں منگوائی تھی۔"

"فر......"

"کیا ہے...... کبھی کبھی دیکھ لیتا ہوں۔ میرا اتنا حق بھی نہیں ہے۔"

"نہیں ہے، فوراً ڈیلیٹ کرو۔" ثانیہ کا لہجہ دوٹوک تھا۔

"ٹھیک ہے۔" فرخ نے ناراضی سے کہہ کر کال کاٹ دی۔

"عجیب ہی لوگ ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بات کا ایشو بنا لیتے ہیں۔" وہ بے زاری سے بڑبڑائی۔ مزاج برہم تھا۔ اب جانے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن اس نے گردن موڑ کر کاؤنٹر پر رکھے کیک کو دیکھا۔

"اتنا مہنگا کیک اکیلے کھانے کا کیا فائدہ اگر کسی کو دکھایا ہی نہیں...... چلی ہی جاتی ہوں۔ دھیان بٹ جائے گا۔" وہ بڑبڑائی۔

جس وقت وہ سہیلیوں کے ساتھ کیک کھا رہی تھی، تب عبید ماں کے ہاتھ کا ٹرائفل کھا رہا تھا۔ ارم بھی آگئی تھی۔ دونوں بہن بھائی کی ملاقات بہت دنوں کے بعد ہوئی تھی۔ آسیہ اور توفیق خوشی سے نہال تھے۔ کتنے دنوں کے بعد ان کی فیملی مکمل ہوئی تھی۔ عبید کا آفس یہاں سے قریب تھا تو وہ روز لنچ پر یہیں آجاتا۔ آسیہ جیسے پھر سے جی اٹھی تھیں۔ کھانا بناتیں، گھر کا خیال رکھتیں۔

"لگتا ہے عفان تمہارا بہت خیال رکھتا ہے۔" ہنستی مسکراتی بہن پہلے سے زیادہ پیاری لگی۔

"نہیں...... میں عفان کا زیادہ خیال رکھتی ہوں۔ اس کا ہی نہیں، اس کی فیملی کا بھی۔ اسی لیے

میری قدر کرتا ہے۔"
عبید کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ارم کو فوراً احساس ہوا۔
"سوری، میں صرف اپنے بارے میں بتا رہی تھی۔"اس نے فوراً معذرت کی۔
"جانتا ہوں۔میں اس بارے میں زیادہ خوش نصیب نہیں نکلا۔"عبید کو پچھتاوا ہوتا تھا۔
"تم دونوں ایک ساتھ تو خوش ہونا۔"
آسیہ چائے بنانے چلی گئی تھیں۔توفیق صاحب نماز پڑھنے چلے گئے۔
"ہاں......!"
"اچھی بات ہے۔ثانیہ کو پتا ہے تم یہاں آتے ہو؟"
"میں نے اسے نہیں بتایا......وہ اِن سیکیور ہو جائے گی۔گھر کا ماحول خراب ہوگا۔"
"اوہو......تو عبید صاحب چھپ کر ماں باپ سے ملنے آتے ہیں۔میرا بھائی اپنی بیوی سے اتنا ڈرتا ہے۔"وہ اسے چھیڑنے لگی تو عبید نے ناراضی سے اسے دیکھا۔
"اب تم مجھ سے پٹو گی۔"
"مذاق کر رہی ہوں۔"
آسیہ چائے لے کر آئیں۔
"شرم کرو، امی کام کر رہی ہیں، تم بیٹھی ہو۔"عبید نے چھیڑا۔
"ہاں میں اب مہمان جو ہوں۔"ارم نے ڈھٹائی سے کہہ کر اپنا کپ اٹھایا۔
"مانی کو بھی لے آتیں۔"آسیہ اپنا کپ لے کر عبید کے پاس بیٹھ گئیں۔
"وہ سو رہا تھا۔میں نے بی بی جان سے کہا، میں ایک گھنٹے تک واپس آ جاؤں گی۔بہت شرارتی ہوگیا ہے اب تو باتیں بھی کرنے لگا ہے۔"وہ جوش سے ماں کو بتانے لگی۔
"اس کی مدر نہیں آتی......؟"عبید نے پوچھا۔
"آئی تھی ایک دفعہ......اپنی شادی شدہ زندگی میں مگن ہے۔"وہ زارا کی شخصیت اور کردار کو

صرف عفان کی نگاہ سے دیکھ رہی تھی۔

''امی، مجھے اب اجازت دیں۔ لنچ ٹائم ختم ہو رہا ہے۔'' عبید کھڑا ہو گیا۔ آسیہ نے اسے دعاؤں کے سائے میں خدا حافظ کہا۔

''آپ نے عبید سے ساری بات کلئیر کی۔ ثانیہ نے جس طرح پیسے مانگے...... جو کچھ کہا۔'' عبید کے جانے کے بعد ارم نے پوچھا تو آسیہ نے نفی میں گردن ہلا دی۔ ان کے لیے عبید کے آنے کی خوشی ہر بات سے بڑھ کر تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ کسی بات پر عبید کا مزاج بگڑے۔ شاید اندر کہیں یہ خوف بھی تھا کہ اگر عبید نے اب بھی یہی سمجھا کہ وہ ثانیہ پر الزام لگا رہی ہیں تو وہ ثانیہ کے حوالے سے کوئی بات نہیں کرتی تھیں۔

''اپنی ساس کا خیال رکھا کرو۔ زیادہ سے زیادہ وقت ان کے ساتھ گزارا کرو۔ بیمار بھی ہیں اور بزرگ بھی۔ تم لوگوں کی مصروفیت میں اکیلا پن محسوس نہ کریں۔'' وہ بات بدل کر ارم کو نصیحتیں کرنے لگیں۔

محلے کی عورتیں بتاتی تھیں۔ دادی بہت بیمار ہیں اور سارا دن کمرے میں اکیلی پڑی رہتی ہیں۔

آسیہ سے سنا تو ارم کا دل چاہا بھاگ کر ان کی عیادت ہی کر آئے مگر جو کچھ ہو چکا تھا اس کے بعد ارم کا جانا بنتا ہی نہیں تھا۔

''آپ ہی چلی جاتیں......'' اس نے ماں سے کہا۔

''میرا اس گھر میں قدم رکھنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ جہاں میری بیٹی پر الزام تراشی کی گئی ہو۔'' آسیہ نے صاف گوئی سے کہا تو ارم خاموش ہو گئی۔

☆......☆......☆

بی بی جان کے کمرے میں محفل جمی تھی۔ طویل سانس بھر کے ارم نے خود کو کمپوز کیا۔

زارا ہاجرہ بیگم کے بیڈ پر مانی کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ سامنے نئے کھلونوں کا ڈھیر تھا۔

''السلام علیکم!''

ارم کی آواز پر سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ مانی اچھل کر اس کی گود میں آ گیا اور توتلے لفظوں

میں نئے کھلونوں کے بارے میں بتانے لگا۔

''گھر میں سب خیریت تھی؟'' بی بی جان نے پوچھا تو ارم انہیں بتانے لگی۔ زارا نے فوراً مانی کو نئے کھلونے کا لالچ دے کر گود میں لے لیا تھا۔

''آپ کب آئیں زارا......؟''

''بس کچھ دیر پہلے......'' وہ مسکرائی تو گالوں میں ڈمپل نمایاں ہو گئے۔

ارم نے محسوس کیا زارا کے آنے پر بی بی جان خوش ہو جاتی تھیں۔

''میں نے مسرت کو بتا دیا ہے، آج جو کچھ کھانے میں بنے گا۔''

ارم نے اثبات میں سر ہلایا۔ یقیناً مینیو زارا کی پسند کا ہوگا۔

''میں دیکھ لیتی ہوں۔''

ارم کو نجانے کیوں اپنا آپ وہاں اضافی سا لگا، تب ہی کچن میں آ گئی۔ مسرت مچھلی کو مسالہ لگا رہی تھی۔ ارم بے توجہی سے باقی چیزیں دیکھنے لگی۔ حالانکہ دل چاہ رہا تھا سب چھوڑ چھاڑ اپنے کمرے میں چلی جائے۔

''مجھے زارا کی موجودگی اچھی کیوں نہیں لگتی؟'' ارم نے سلاد بناتے خود سے سوال کیا۔ کھانا اپنے آخری مراحل میں تھا۔

''شاید عفان کی وجہ سے......'' اس نے خود ہی جواب دیا۔

''مجھے ایسا کیوں لگتا ہے تمہیں میرا یہاں آنا اچھا نہیں لگتا۔''

ارم چونک کر پلٹی۔ زارا پانی کی بوتل ہاتھ میں لیے فریج کے پاس کھڑی تھی۔

''ایسی کوئی بات نہیں......'' ارم کہنا چاہتی تھی، مگر کہا تو یہ......

''آپ ہمیشہ عفان کی غیر موجودگی میں آتی ہیں۔''

''اسے میرا یہاں آنا پسند نہیں۔'' زارا نے کندھے اچکائے۔

''تو پھر آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے۔'' ارم کو خود سے بھی اتنی صاف گوئی کی امید نہ تھی کہ وہ زارا

کو اس طرح کہے گی۔

زارا نے تعجب سے ارم کو دیکھا۔اور جتانے والے انداز میں کہا۔

''میرا بچہ ہے یہاں......''

''اسے چھوڑنے کا فیصلہ آپ کا اپنا تھا زارا...... آپ نے بچے اور اپنی خوشیوں میں سے اپنی خوشیاں چنیں۔اب آپ کو پچھتانا نہیں چاہیے۔''

''تم بالکل عفان کی طرح بات کر رہی ہو۔'' زارا کا لہجہ پھیکا پڑ گیا۔

''تو کیا وہ غلط کہہ رہے ہیں۔'' نجانے ارم اس سے اتنی بحث کیوں کر رہی تھی۔

''میں یہاں کسی کو غلط اور صحیح ثابت کرنے نہیں آتی۔'' زارا کا لہجہ تیز ہو گیا۔''اپنے بچے سے ملنے آتی ہوں۔جب تک عفان اسلام آباد میں ہے، میں یہیں رہوں گی۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔'' ارم عفان کے رد عمل کا سوچ کر گھبرا گئی۔

''بی بی جان سے پوچھو۔''

زارا بوتل میز پر پٹخ کر چلی گئی۔اس کی ہیل کی کھٹ کھٹ ارم کے اعصاب پر ہتھوڑے کی طرح لگی۔

بی بی جان کو جیسے پروا نہیں تھی۔ارم نے دبے لفظوں میں کہا کہ عفان غصہ کریں گے۔

''تو اسے مت بتانا۔''

''بی بی جان جھوٹ کیسے بولوں گی۔وہ جب بھی فارغ ہوتے ہیں گھر کے بارے میں ایک ایک بات پوچھتے ہیں۔''

''وہ یہاں صرف اپنے بچے سے ملنے آتی ہے۔عفان نہیں ہے وہ دو دن اپنے بچے کے ساتھ گزار لے گی تو کیا ہو جائے گا۔'' ہاجرہ بیگم نے نرمی سے کہا۔

''مگر بی بی جان! عفان......''

''ارم!'' انہوں نے تحکمانہ انداز میں اس کی بات قطع کی۔''میں اس گھر کی بڑی ہوں اور بہتر سمجھتی ہوں۔اس گھر میں کیا ہونا چاہیے اور کیا نہیں۔زارا دو دن یہاں رکے گی اور عفان کو اس کا پتا

نہیں چلنا چاہیے۔ اس لیے نہیں کہ مجھے عفان کا ڈر ہے، صرف اس لیے کہ ایک تو عفان ڈسٹرب نہ ہو اور دوسرا گھر کا ماحول بھی خراب نہ ہو۔ مسرت تم نے بھی سن لیا۔''

خاموش کھڑی مسرت گڑبڑا گئی۔

''جی، میں تو نہیں بتاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے بی بی جان، جیسے آپ کی مرضی......'' ارم کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا۔

☆......☆......☆

رات ابھی زیادہ نہیں ہوئی تھی۔ وہ بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی، جب عفان کی کال آ گئی۔

''سو تو نہیں رہی تھیں؟''

''بس تیاری میں تھی۔''

اس کا تھکا تھکا لہجہ عفان نے فوراً بھانپ لیا۔

''اتنی سست کیوں لگ رہی ہو۔ مجھے مس کر رہی تھیں؟''

''بہت......'' اس نے ایمان داری سے اعتراف کیا۔

''میں بھی......''

''واپسی کب ہے؟''

''بتایا تو تھا۔'' وہ اس کے بے تاب لہجے پر مسکرایا۔

''میں امی کی طرف چلی جاؤں۔''

اتنے بڑے گھر میں دل ہی نہیں لگ رہا تھا۔

''کیسے جا سکتی ہو۔ سب کا خیال کون رکھے گا۔'' عفان نے فوراً کہا تو ارم کو برا لگا۔ دل چاہا بتا دے۔ وہ آئی ہے نا، سب کا دو دن خیال رکھ لے گی۔ مگر اس نے لب بھینچ لیے۔

''اچھا، پرامس...... میں واپس آ جاؤں، تم دو دن کے لیے امی کے گھر چلی جانا۔'' ارم کی چپ محسوس کر کے عفان نے تسلی دی۔

''مانی سو گیا......؟''

''ہوں......'' ارم نے مختصر کہہ کر ٹالا۔

وہ مانی کے کپڑے بدلوا رہی تھی جب زارا اپنا سامان لے کر آ گئی۔

''میں مانی کے ساتھ رکوں گی۔''

''تمہیں مشکل ہو گی، اور مانی کو بھی عادت نہیں۔''

''اسے عادت ہو جائے گی۔'' زارا نے مسکرا کر بچے کا گال چھوا۔

ارم کو غصہ آ گیا۔ وہ مانی کو سنبھالتی، کھلاتی، پلاتی تھی اور وہ آتے ہی اپنا حق جما لیتی ہے۔ مسرت زارا کا سامان لے کر آ گئی۔

''عادت ہونے سے کیا ہو گا، تم پھر چلی جاؤ گی۔'' ارم چڑ کر بولی۔

''ارم!'' زارا نے نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ''میں جانتی ہوں تم مانی سے بہت پیار کرتی ہو۔ خیال رکھتی ہو لیکن کیا مجھے اپنے بچے کے ساتھ دو راتیں بھی نہیں مل سکتیں۔''

اس کے لہجے میں کچھ تو ایسا تھا کہ ارم کو اپنے رویے پر شرمندگی ہونے لگی۔

''ایسی بات نہیں ہے۔ تم دونوں ڈسٹرب ہو گے، اس لیے کہا تھا۔

''مسرت! یہ سامان سمیٹ لینا۔''

وہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

''مجھے لگتا ہے، تمہیں نیند آ رہی ہے۔'' عفان نے اس کی بے توجہی محسوس کر کے جلد ہی خدا حافظ کہہ دیا۔

☆......☆......☆

نادرہ نے اپنے اور شبیر کے لیے ناشتا بنایا ہی تھا کہ شبیر دروازے کے عین سامنے گاڑی رکنے اور دروازے بند ہونے کی آواز پر چونکے۔

''یہ تو ہمارے گھر کے سامنے رکی ہے۔''

''فکر نہ کرو، ہمارا بیٹا اور بہو ابھی نہیں واپس آنے والے......'' نادرہ نے چڑ کر ناشتا شبیر کے سامنے رکھا۔ جب سے دونوں گئے تھے، مجال ہے جو وسیم نے رابطہ کیا ہو۔ الٹا فون بند کر کے بیٹھا تھا۔

''سوچا تھا بہو گھر آئے گی تو رونق ہوگی۔ یہاں تو......''

''مجھے تو اندازہ تھا۔ بڑے گھر کی بیٹی ہے۔ اس کے اور ہی طور طریقے ہوں گے۔ اپنے جیسے گھر میں خاندان میں رشتہ ہوا ہوتا......'' ان کا جملہ درمیان میں ہی رہ گیا۔ جب وسیم اور نتاشا اندر داخل ہوئے۔

ہشاش بشاش وسیم، تھکی ہوئی بے زار نتاشا۔

نادرہ سارے گلے شکوے بھول کر پذیرائی کو بڑھیں۔

''اتنی اچانک...... بتا دیتے تو ہم کوئی ناشتے پانی کا بندوبست کر لیتے۔''

''ناشتا ہم نے کر لیا ہے۔ اب تو بس آرام کریں گے۔ بہت تھکاوٹ ہو رہی ہے۔'' نتاشا نے اکتاہٹ سے کہا۔ وہ یہاں سے سیدھا میکے جانا چاہتی تھی۔ وسیم ادھر لے آیا۔ وہ تھوڑے نخرے کے بعد مان جاتی تھی۔ شوہر پر احسان رہتا تھا کہ وہ اس کی خاطر کیسے کمپرومائز کر رہی تھی۔

''ہاں ریسٹ کرو تم لوگ......'' شبیر نے کہا تو نتاشا تیزی سے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

''دادی ٹھیک ہیں؟'' وسیم نے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔

''ہاں، مل لو...... ہر روز تمہارا پوچھتی ہیں۔'' شبیر نے کہا۔

''چلیں، میں فریش ہو کر پوچھتا ہوں۔'' وہ ٹال کر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

''لو بھئی، تمہارے گھر کی رونق واپس آ گئی۔'' شبیر نے نادرہ کو دیکھ کر طنز کیا تھا یا مذاق...... وہ سمجھی نہیں، بس ان کا منہ دیکھنے لگیں۔

''میں گوشت سبزی لاتا ہوں، اچھا سا کھانا بنا لو۔'' شبیر نے کہا۔

''ہاں، رابعہ کو نہ بلا لوں۔''

''اس کے اپنے گھر کے کام بہت ہوتے ہیں۔ خود ہی کچھ کر لو۔ ویسے بھی اب کے سوئے پتا نہیں کب جاگیں گے۔''

شبیر نے کہا تو نادرہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

☆......☆......☆

نتاشا ایک بھرپور نیند لے کر جاگی تو وسیم فریش ہو کر بال بنا رہا تھا۔

''تم کہاں جا رہے ہو؟'' نتاشا نے نرم تکیہ بازوؤں میں دبوچا۔ تھکن ابھی بھی نہیں اتری تھی۔ دل چاہ رہا تھا تھوڑا اور سو جاؤ۔

''دادی کے پاس، تم بھی اٹھ جاؤ...... شام ہو رہی ہے۔''

''ہوں، اٹھتی ہوں۔'' اس نے جمائی روکی۔

''فریش ہو کر دادی کے پاس آ جانا۔''

''میں نہیں آ رہی ان کے کمرے سے بہت اسمیل آتی ہے۔'' نتاشا نے ناک چڑھائی۔

''کیا ہو گیا ہے یار......'' وسیم کو نتاشا کی بات اچھی نہیں لگی۔

''میں کیا کروں؟ تمہاری مدران کو بالکل بھی صاف ستھرا نہیں کرتیں۔'' نتاشا نے کہہ کر کروٹ بدلی۔

وسیم تاسف سے سر ہلاتا کمرے سے نکل گیا۔ سردی ابھی دور تھی اور دادی موٹا کمبل اوڑھے لیٹی تھیں۔ وسیم کو دیکھ کر خوش تو ہوئیں مگر ان کی خوشی پر نقاہت غالب تھی۔ ان سے ملتے وسیم کو گھن آ گئی۔ نتاشا ٹھیک ہی کہتی تھی۔

ناکافی روشنی...... گندگی کا احساس......

''امی! دادی کا بستر تو بدل دیا کریں۔''

سرہانے پڑی میز پر دوائیوں، شاپر اور گرد کا راج تھا۔

''ماں کیا کیا کرے...... اکیلی جان کہاں کہاں کھپوں؟''

نادرہ دادی کے لیے چائے رسک لے آئیں۔

''میں نے نہیں پینی......'' دیکھتے ہی طبیعت متلانے لگی۔ معدے میں پہلے ہی شدید جلن ہو رہی تھی۔

''دادی کو انار اور سیب کا جوس بنا دیں۔ مجھے تو لگتا ہے کمزوری زیادہ ہو گئی ہے۔'' وسیم کو دادی کی

رنگت اور آنکھیں پیلی پیلی لگیں۔

جوس کے گلاس کا تصور اتنا خوش کن تھا کہ معدے میں ٹھنڈک اترنے لگی۔ مگر نادرہ تنک کر بولیں۔

"تیرا باپ لے کر آیا ہے سیب اور جوس......" انار کی جگہ جوس کہہ گئیں۔

"میں لا دوں گا امی......"

"جب لا دو گے تو بتا بھی دوں گی۔"

"مجھے اٹھا کر کوئی باہر ہی پھینک دے۔ اللہ بھی نہیں اٹھاتا۔ کہہ کہہ کر تھک گئی۔ نہ کسی ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتے ہیں۔ جب کہوں درد ہو رہا ہے، دو گولیاں دے کر جان چھڑا لیتے ہیں۔" دادی رونے لگیں۔

"میں ابا سے کہتا ہوں، کسی اچھے ہسپتال لے جاتے ہیں۔" وسیم تسلیاں دے کر باہر نکل گیا۔ نادرہ بھی پیچھے ہی نکلیں۔

وسیم نے تخت کے پاس رک کر طویل سانس بھری۔

"امی! دادی کا کمرہ صاف کر دیں۔ نتاشا دیکھے گی تو کیا سوچے گی۔"

"ہاں ہاں کر دیتی ہوں۔ پر اس عمر میں بوڑھی جان کو ہسپتالوں میں خوار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بڑھاپے میں سو بیماریاں جان کو لپٹی ہوتی ہیں، جو جان لے کر ہی ٹلتی ہیں۔"

وسیم تخت پر بیٹھ گیا۔ وہ کون سا لے کر بھاگا جا رہا تھا۔

"کتنے دن لگا کر آئے ہو۔ فون بھی بند تھا۔ گھر کی یاد نہیں آئی؟"

("گھر کی یاد؟")

وسیم کو ہنسی آ گئی۔ وہ جہاں ٹھہرا تھا، جن سہولیات اور لگژری لائف کو چکھ کر آیا تھا، وہاں بیٹھ کر یہ گھر کسے یاد آئے گا۔ نادرہ اور شبیر کرید کرید کر چھوٹی چھوٹی باتیں پوچھتے رہے وہ بتاتا رہا۔ اور بھول گیا کہ دادی کے لیے پھل لانا ہے۔ دادی کو اندر آوازیں آ رہی تھیں۔ مگر انہوں نے لب بھینچ کر آنسوؤں کو بہنے دیا۔

پیٹ درد میں شدت آنے لگی تھی۔

انہوں نے گھٹنے سکیڑ کر پیٹ کو دبا لیا۔

''تم لوگوں نے تو خوب شاپنگ کی ہوگی؟''

وہ کیا پوچھنا چاہ رہی تھیں، وسیم سمجھ گیا تھا۔

''وہاں بہت مہنگائی تھی اماں، نتاشا نے اپنے لیے کچھ چیزیں لی ہیں، میں تو سب شادی میں خرچ کر چکا ہوں۔ میری تو جیب خالی تھی، سارا خرچہ نتاشا ہی کر رہی ہے۔''

''پتا نہیں کہاں کر رہی ہے۔ کسی کو ایک جوڑا تک نہ دیا۔ تمہاری پھوپھی اتنی باتیں سناتی گئی ہے۔'' نادرہ کب تک صبر کرتیں۔

''جہیز بھی نہیں دیا، میں نے تو سنا.....''

وسیم نے تیزی سے ماں کی بات کاٹ دی۔

''جو بھی سنا ہے اسے رہنے دیں مجھے پتا ہے میں نے کیا کرنا ہے۔''

تب ہی نتاشا آ گئی۔ جہیز کے قیمتی جوڑے میں ملبوس ساس سسر کو بے حد معمولی لگی۔ اس کے ساتھ جو پیسے کی دل کشی تھی سب اڑنچھو ہوگئی۔

''کل بلا لیتی ہوں رابعہ اور ثانیہ کو، دلہن کی کھیر پکائی کی رسم ہی ہو جائے۔''

نادرہ نے سوچا اور تو کچھ ہاتھ نہ آیا، گھر کے کام ہی کروالیں۔ کچھ تو پتا چلے کہ گھر میں بہو آئی ہے۔

''وہ کس لیے؟'' ٹانگ پر ٹانگ رکھے پاؤں جھلاتی نتاشا چونکی۔

''رسم ہے اب گھر کے کاموں میں ہاتھ نہیں ڈالو گی۔'' نادرہ نے بظاہر مسکرا کر کہا۔ مگر تیکھی نظر سے نتاشا کو گھورا۔

''نہیں، میں نے تو کبھی گھر کے کام نہیں کیے۔'' نتاشا نے کندھے اچکائے۔

وسیم نے جز بز ہو کر ماں کو دیکھا۔ انہیں ہر بات میں ہی جلدی ہوتی تھی۔

''تمہارے گھر میں تو ملازم ہوں گے۔ ہمارے ہاں تو سارے کام خود ہی کرنے پڑتے ہیں۔''

شبیر نے شاید پہلی بار بیوی کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''تو کیا کریں؟ پہلے بھی آنٹی ہی کرتی تھیں، اب بھی کرلیں گے۔''

شبیر تو بہو کی ڈھٹائی پر اش اش کر اٹھے، نادرہ کے تن بدن میں آگ لگی۔ جی میں آیا ایک بار تو آصفہ بن کر دکھا دیں۔

ایک تو اتنی ہمت نہ تھی، دوسرا نئی نویلی بہو کا لحاظ کر گئیں۔

''یا میرے آنے سے کام بڑھ گیا ہے؟''

نتاشا نے ان کی حالت سے حظ اٹھاتے معصومیت سے سوال کیا۔

''زمانے کا دستور ہے۔ بہو آ کر گھر سنبھالتی ہے۔ آخر میں کب تک پکا پکا کر کھلاؤں گی۔''

نادرہ نے مدد طلب نگاہوں سے بیٹے کو دیکھا۔

وسیم نے کچھ کہنے کو لب کھولے۔ نتاشا نے موقعہ ہی نہیں دیا۔

''تو کیا صرف میرے لیے پکائیں گی۔ اس سے پہلے گھر میں کھانا نہیں بنتا تھا آنٹی؟'' اس نے ٹانگیں سیدھی کیں اور ذرا سا آگے جھکی۔

''دیکھیں آنٹی! میرے لیے پکانا مسئلہ ہے تو مت پکائیں۔ میں اپنا بندوبست کر لوں گی۔ مگر میں ملازمہ بن کر سب کی خدمت کروں گی، تو یہ ممکن نہیں ہے۔ بات ختم، قصہ پاک......''

''اب چلیں وسیم......؟''

گاڑی کی چابی پہلے ہی نتاشا کے ہاتھ میں تھی، اور وسیم کی لگام بھی...... دونوں یہ جا، وہ جا۔

پیچھے رہ گئے ساس سسر......

تو ان کے حلق سے بہت دیر تک کوئی آواز نہ نکلی۔ حسین و جمیل امیر گھر کی بہو، بیٹے کے سامنے زبان چلا گئی۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر گئی۔ اندر سے دادی کی کراہیں بلند ہونے لگیں۔

نادرہ نے غصے سے جا کر دروازہ بند کر لیا۔

وہ اپنی بہو کی ذمہ داری نہ تھیں تو ساس ان کی ذمہ داری کہاں سے ہو گئی۔ شبیر نے بے بسی سے بند دروازے کو دیکھا، ماں کی کراہیں سنیں اور سر جھکا کر حکیم صاحب سے درد کی دوا لینے چلے گئے۔

☆......☆......☆

ثانیہ ماں سے ملنے آئی تھی۔ آتے ہوئے ایک خوب صورت سا جوڑا بھی لے آئی۔ ماں کے آنسو جو صاف کرنے تھے۔ جو بہو کے گھر آتے ہی رواں ہو گئے تھے۔ وسیم کو اپنی جاب پر جانا پڑ گیا۔ وہ دادی سے وعدہ کر کے گیا تھا کہ چھٹی والے دن انہیں شہر کے بڑے ڈاکٹر کو دکھائے گا۔

''ماں صدقے جائے میری بیٹی کو میرا کتنا خیال ہے۔ یہاں تو اپنے لیے بیگ بھر بھر کے آ گئے اور ہماری دفعہ مہنگائی ہو گئی۔''

سب کا خیال تھا کہ وسیم کے جاتے ہی وہ میکے چلی جائے گی۔ مگر نتاشا نے یہیں رہنا پسند کیا۔ طور طریقے بھی مرضی کے تھے۔ ساری رات موویز دیکھنا۔ دوپہر تک سونا۔ گھر میں کچھ پسند کا پکا ہوتا تو ٹھیک ورنہ آرڈر کر لیتی یا گاڑی لے کر نکل جاتی۔ اب نادرہ کے پاس جلنے کڑھنے کے سوا رہا ہی کیا تھا۔ شبیر نے سختی سے منع کیا تھا۔ وسیم کے آنے تک نتاشا کو ہرگز نہ چھیڑا جائے۔ وہ خود وسیم سے بات کریں گے کہ شریف گھر کی بہو بیٹی کے یہ وطیرے نہیں ہوتے۔ نادرہ نے چپ سادھ لی کہ یہاں تو بیٹی کا بھی یہی چلن تھا بہو سے کیا کہتیں......

کمرے سے نکلتی نتاشا نے نادرہ کا جملہ سن لیا تو ہنس پڑی۔

''کیا کروں......؟ جتنی میرے شوہر اور باپ کی کمائی ہے اتنا ہی خرچ کروں گی۔''

''بات کمائی کی نہیں، دل کی ہوتی ہے۔ اب ہر کسی کا دل ثانیہ جتنا کھلا تو نہیں ہوتا۔'' ثانیہ نے طنزیہ انداز میں کہا تو وہ مزید کھلکھلائی۔

''پھر تو تم اپنی ساس کے لیے بھی جوڑا لائی ہو گی۔''

ثانیہ اور نادرہ تلملا ہی اٹھیں۔ کم بخت نے کیسا تاک کر نشانہ لگایا تھا۔

''بس ہو گیا منہ بند......'' نتاشا نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر ستون سے ٹیک لگائی۔

''اپنے کام سے کام رکھو۔ مجھ سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔'' ثانیہ غرائی۔

''تم بھی اپنے گھر میں دل لگاؤ۔ پہلے تو ساس سسر کے ساتھ نہ بنی، اب کیا شوہر کے ساتھ بھی گزارا نہیں۔''

”تم میرے یہاں آنے پر کیسے اعتراض کرسکتی ہو۔ میرے باپ کا گھر ہے۔“ ثانیہ بھڑک کر کھڑی ہوئی۔

”حیثیت بدل جائے تو حق دار بھی بدل جاتے ہیں۔“ نتاشا نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ ”اب یہ میرا گھر ہے۔“

دو شیرنیاں آمنے سامنے کھڑی ایک دوسرے کو چیرنے پھاڑنے کو تیار کھڑی تھیں۔ نادرہ بوکھلا گئیں۔

”بس کرو کیا تیرا میرا لگا لیا ہے۔ یہ بیٹی ہے تم بہو......“

”اپنی بیٹی سے کہیں یہ بات یاد رکھے۔ میں بہو ہوں اور گھر ہمیشہ آنے والیوں کے ہوتے ہیں۔“ نتاشا کی گردن میں سریا تھا۔ کہہ کر واپس کمرے میں چلی گئی۔

”وسیم سے شادی کے لیے کیسے میری چچہ گیری کرتی تھی اور اب آتے ہی مالکن بن بیٹھی۔ میرا باپ ابھی زندہ ہے تم میرا حق کبھی بھی ختم نہیں کروا سکتی۔“

نادرہ نے گھبرا کر ثانیہ کا بازو پکڑا۔

”دفع کر...... میں کرلوں گی ٹھیک بس وسیم کے آنے کی دیر ہے۔“

”کر ہی نہ لیں۔“ ثانیہ نے غصے سے بازو چھڑایا۔

”ساری زندگی تند سے ڈر کر گزار دی۔ اب بہو سے دب کر رہیں۔“ وہ غصے سے بیگ اٹھا یہ جا وہ جا۔

باہر نکل کر گہری سانس لی۔ پھر گردن گھما کر سسرالی دروازے پر نگاہ دوڑائی۔

”نہ میکہ رہا، نہ سسرال۔“

دل میں عجیب سا احساس جاگا۔ جسے دل و دماغ سے جھٹک کر وہ تیزی سے گلی پار کرگئی۔

☆......☆......☆

وسیم کا دل چاہا دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ لے۔ اس نے بے زاری سے موبائل کو دیکھا۔ جس کا اسپیکر آن تھا اور اماں کی آواز......

انسان تھکا ہارا آفس سے گھر آئے تو گھر سے آئی کئی مسڈ کالز کو دیکھ کر نمبر ملا بیٹھے کہ کہیں گھر میں کوئی ایمرجنسی نہ ہوگئی ہو اور سامنے یہ سب سننے کو ملے......

اس نے شرٹ کے بٹن کھولے اور موبائل کا اسپیکر بند کر کے کان سے لگالیا۔

''اماں! خدا کا واسطہ ہے۔ میں یہاں کام کرنے آیا ہوں۔ گھر سے دور سو مصیبتیں دیکھتا ہوں۔ آپ کو پیسے کما کر بھجواتا ہوں۔ اس لیے کہ آپ مجھے اس طرح پریشان کریں۔ نتاشا نے یہ کر دیا۔ نتاشا نے وہ کر دیا۔ یہ چھوٹے موٹے مسئلے آپ گھر میں ہینڈل نہیں کرسکتیں۔''

''میں تو یہ بتا رہی ہوں کہ تمہاری بیوی......'' نادرہ کی ہوا وسیم کے لہجے پر ہی نکل گئی۔ نجانے کس زعم میں کال ملائی تھی۔

''میری بیوی، میری محبت میں ایک چھوٹے سے گھر میں ایڈجسٹ ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔ میں یہاں اتنی دور ہوں۔ وہ وہاں سسرال میں رہ رہی ہے۔ مگر آپ اور آپ کی بیٹیاں یہ نہیں ہونے دیں گی۔''

وسیم کے منہ سے گویا آگ نکل رہی تھی۔

''میری بیٹیوں نے کیا کر دیا ہے؟'' نادرہ کو تپ چڑھ گئی۔

''ہر دوسرے دن یہاں موجود ہوتی ہیں۔ ان کا اپنے گھروں میں دل نہیں لگتا۔ اور آپ بھی ان کی باتوں میں آ کر نتاشا کو سنانا بند کریں۔''

نادرہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

یہاں تو وسیم کے پہلے ہی کان بھرے جا چکے تھے۔

''ہاں تو وہ کون سا انہیں پکا پکا کر کھلاتی ہے۔''

''اماں!'' وسیم نے گہری سانس بھر کے خود کو پرسکون کرنے کی سعی کی۔

''یہ گھر کے کام کاج اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہیں جو آپ نتاشا کو اور مجھے پریشان کریں۔ آفس سے تھکا ہوا آیا ہوں۔ آرام کرنا چاہتا ہوں۔ چھٹی پر گھر آؤں گا جو شکوے شکایتیں کرنی ہوں، کر لینا۔''

اس نے کہہ کر کال کاٹ دی۔ ایک چھٹی کا دن گھر میں گزارنا مشکل ہونے لگا تھا۔ نتاشا کا حوصلہ تھا جو وہاں رہ رہی تھی۔

وسیم نے دل ہی دل میں داد دی۔

دوسری طرف نادرہ بے جان سے ہو کر تخت پر بیٹھ گئیں۔ وہ بہت سگھڑ خاتون نہ تھیں۔ مگر مارے باندھے سبھی کام تو کرنے پڑتے تھے۔ کھانا بنانا، صفائی دھلائی...... دادی اب بستر سے اٹھ بھی نہ پاتی تھیں۔ احسان جتا کر رو پیٹ کر ہی ان کے کام تو کرنے پڑتے تھے اور بیٹے نے کتنی آسانی سے کہہ دیا گھر کے کام کہاں مسئلہ ہیں۔

انہوں نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ اب پہلے سا دم خم کہاں رہا تھا۔ تھکن روم روم میں اترنے لگی۔

اندر دادی نجانے کس کام کے لیے چلانے لگی تھیں۔

''یہی مر جائے تو جان چھوٹے......'' سارا غصہ بوڑھی جان پر منتقل ہو گیا۔

☆......☆......☆

وہ کب سے کاریڈور کے آخری اسٹیپ پر کھڑی لان میں بکھرے رنگوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا بچپن ان پھولوں کے ساتھ گزرا تھا۔ اس کا لڑکپن ان درختوں کی چھاؤں میں بیتا تھا۔ اپنے گھر میں تو دل ہی نہیں لگتا تھا۔ دوستی عفان سے تھی۔ محبت زبیر سے ہوئی۔

اس کی آنکھوں میں نمی چبھنے لگی۔

عفان اور وہ ہر شام یہاں بیڈ منٹن کھیلا کرتے۔

کتنی ڈانٹ پڑی تھی جب بی بی جان نے خوش خبری کے بعد اس کے ہاتھ میں ریکٹ دیکھ لیا۔

وہ رونے والی ہو گئی۔

''کیوں ڈانٹ رہی ہیں۔ میں نے کہا تھا۔ وہ تو کھیل بھی نہیں رہی۔'' عفان فوراً مدد کو آیا۔

''وہ کیا ہوتا ہے۔ اب تمہاری بھابھی ہے۔ احترام کا رشتہ بن گیا ہے۔ احترام کیا کرو۔'' بی بی جان نے لتاڑ کر رکھ دیا۔ تو وہ بھابھی...... بھابھی کہہ کر ہنسنے لگا۔

''منہ بند کرو، ورنہ کال کر کے زبیر کو بتاؤں گی تم مجھے تنگ کرتے ہو۔''

''جاؤ بتا دو۔''

''عفان! جاؤ پتا کرو، بھائی کی فلائٹ کب ہے؟''

اور فلائٹ کبھی نہیں آئی۔ وہ انیس سال کی عمر میں بیوہ ہو گئی تھی۔

''زارا......'' ارم کی آواز پر زارا نے ہاتھ کی پشت سے چہرہ صاف کیا۔

''آپ کو بی بی جان بلا رہی ہیں۔''

''ارم! کیا عفان اب بھی بیڈمنٹن کھیلتا ہے؟''

ارم نے رک کر حیرت سے زارا کو دیکھا۔ اسے نہیں پتا تھا کہ عفان کوئی گیم بھی کھیلتا تھا۔ اس نے ہمیشہ عفان کو بزنس کے جھمیلوں میں الجھتے ہی دیکھا تھا۔

''زبیر کو پسند نہیں تھا۔ مگر میں اور عفان بہت کھیلتے تھے۔'' اسے خاموش دیکھ کر زارا نے بات بڑھائی۔

''بہت بدل گیا ہے۔ اب تو پہچانا ہی نہیں جاتا۔ میں نے یہ گھر، اپنا شوہر، اور دوست کھو دیا۔ میرے خسارے کون گنے......''

ارم نے الجھ کر زارا کو دیکھا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ صاف کر کے مڑی۔

''تمہارا شکریہ تم نے رات میری بہت ہیلپ کی۔''

رات کو زارا نے مسرت کو بھیج دیا تھا۔ آدھی رات کو مانی نے اٹھ کر رونا شروع کر دیا۔ ارم اس کے مسلسل رونے پر اٹھ کر گئی۔ پھر اسی نے بچے کو سنبھالا۔

''تم نے ٹھیک کہا تھا، اسے میری عادت نہیں رہی۔''

''مسرت کو اپنے پاس روک لیا کریں۔ وہ سنبھال لیتی ہے۔''

''ایک رات کی تو بات ہے......'' عجیب بکھرا تڑپتا لہجہ تھا۔ ''عفان آ جائے گا تو مجھے کون سا ٹھہرنے دے گا۔''

''یہ گھر جو کبھی میرا اپنا تھا۔ اب کتنا پرایا ہو گیا ہے۔'' پھولوں پر منڈلاتی تتلیاں ٹھٹک کر رکیں۔ ان کے پروں کی تھرتھراہٹ میں اجنبیت تھی۔

''اس گھر میں کوئی مجھے نہیں پہچانتا۔'' زارا کے اندر وحشت اترنے لگی۔ ان آنکھوں کے وحشی پن سے گھبرا کر ارم پوچھ بیٹھی۔

''اس گھر کے مکینوں سے اتنی محبت تھی تو ہمیشہ کے لیے رک کیوں نہ گئیں؟'' اس نے ذرا رک کر جملہ مکمل کیا۔

''عفان سے شادی کر کے......''

شاید یہی وہ بات تھی جو ارم کو تنگ کر رہی تھی۔ زارا یہاں آتی تھی۔ عفان کی غیر موجودگی میں آتی تھی۔ کیوں اس کی گفتگو میں عفان کا ذکر آتا ہے۔

کیا وہ اپنی شادی شدہ زندگی میں خوش نہیں ہے۔

خوش ہے تو اتنی بے چین کیوں ہے؟

یہاں سے جا کر پچھتاتی کیوں ہے؟

کچھ اوٹ پٹانگ خیال خودرو جھاڑیوں کی طرح اس کے اندر اگنے لگے تھے۔

جن سے وہ خود ہی الجھتی جا رہی تھی۔

زارا کی آنکھوں کی کیفیت عجیب تھی۔

وہ اسے عجیب ٹٹولتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

☆......☆......☆

''نہ کرو یار! عبید کی پے اتنی کم بھی نہیں ہے۔''

فرخ اس کی بات سن کر ہنسنے لگا۔ ثانیہ کو شرمندگی ہونے لگی۔ پتا نہیں وہ جتنا فرخ کے سامنے بھرم رکھنے کی کوشش کرتی، اتنا اسی کے سامنے معاملات کھلتے تھے۔ اس نے تو کال کر کے نادرہ سے کچھ پیسے ادھار مانگے تھے۔ اسے کیا پتا تھا کہ وہاں فرخ آیا بیٹھا ہے۔ اوپر سے نادرہ جسے پردے میں بات کرنا آتا ہی نہ تھا۔

اتنی بڑی بات بھی نہیں تھی۔ عبید نے پوری تنخواہ اس کے پاس رکھی تھی۔ ثانیہ نے بھی یقین دلایا

تھا کہ اس بار خرچہ سوچ سمجھ کر کرے گی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ عبید اسے پھوہڑ سمجھ کر اپنی تنخواہ دینا ہی بند کر دے۔ مگر ہتھیلیوں میں تو سوراخ تھے۔ اوپر سے ثانیہ کی شاہ خرچیاں، اب مہینے کے آخری دنوں میں وہ گھر میں چخ چخ نہیں کروانا چاہتی تھی۔ فوراً ہی فرخ کی کال اسے آ گئی۔

"بس اس بار خرچہ تھوڑا زیادہ ہو گیا۔ وسیم بھائی کی شادی بھی تو آ گئی تھی۔"

"تمہیں بے وقوف بنا رہا ہے۔ پیچھے اپنے گھر والوں کو پیسے بھیج رہا ہو گا۔"

"ارے نہیں، پوری تنخواہ میرے پاس ہی ہوتی ہے۔"

ثانیہ نے پیشانی مسلی۔ کبھی نہیں سوچا تھا اس طرح عام عورتوں کی طرح بیٹھ کر دو اور دو چار کرے گی۔

"کتنے پیسوں کی ضرورت ہے؟"

"ارے نہیں، میں مینج کر لوں گی۔" اس نے فوراً انکار کیا۔

"تمہارا کزن ہوں، قرض سمجھ کر لے لو، جب سہولت ہو واپس کر دینا۔" اس نے اتنی اپنائیت کے ساتھ بار بار اصرار کیا تو ثانیہ سوچ میں پڑ گئی۔

عبید سے بے عزتی کروائے یا فرخ کی آفر قبول کرے۔

وہ شش و پنج میں ہی تھی کہ فرخ نے دوٹوک لہجے میں کہہ دیا۔

"میں مامی کو دے جاؤں گا۔ وہاں سے لے لینا، اور سنو یہ ہر بات کے لیے دوسروں پر ڈیپنڈنٹ نہ رہا کرو۔ آئندہ کے لیے ایپ ڈاؤن لوڈ کر و تاکہ ضرورت پڑے تو کسی سے بھی براہ راست پیسے منگوا سکو اس طرح رازداری بھی رہے گی۔"

رازداری والی بات اسے ٹھیک ہی لگی۔ کیونکہ جب نادرہ سے پیسے لینے گئی تو انہوں نے ثانیہ کو ہی لتاڑ دیا کہ اس نے فرخ سے پیسے کیوں مانگے۔

"تو آپ دے دیتیں۔" ثانیہ چڑ گئی۔

"میرے گھر درختوں پر لگتے ہیں؟" نادرہ اس سے زیادہ زچ تھیں۔

""تمہاری دادی کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے، گھر میں ایک پیسہ نہیں...... تم بھی ہاتھ روک کر خرچ کیا کرو۔""

""مجھ سے نہیں ہاتھ روکا جاتا۔""

""تمہاری پھوپھی کو پتا چل گیا نا، سارے زمانے میں نشر کریں گی۔"" انہوں نے پیسے دیتے ہی لتاڑا۔

""انہیں کون بتائے گا اور خدا کے لیے رابعہ سے بھی ذکر نہ کرنا۔ کردوں گی جلدی واپس۔"" ثانیہ نے پیسے جلدی سے پرس میں ڈال لیے۔

""آپ کی بہو رانی کا کیا حال ہے؟""

""چھوڑو...... کام کی نہ کاج کی، دشمن اناج کی۔"" ثانیہ نے دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

""سارا دن سوتی ہے۔ رات بھر وسیم کے کان بھرتی ہے۔ اوپر سے یہ نمونہ اٹھا کر لے آئی ہے۔"" ثانیہ نے ان کی نظروں کے تعاقب میں گردن گھمائی اور چونک گئی۔ صاف ستھرے کپڑوں میں ملبوس سلیقے سے بالوں کی چوٹی بنائے، وہ تیس سالہ دبلی پتلی خاتون...... ناشتے سے بھرے لوازمات کی ٹرے لیے کچن سے برآمد ہوئی۔ ثانیہ کو وہ اپنی ماں سے زیادہ صاف ستھری لگی۔

""یہ کون ہے؟""

""میرا نام بانو ہے...... میڈم مجھے یہاں کام کے لیے لائی ہیں۔""

خوش اخلاق بھی تھی...... تبھی رک کر تعارف کروانے لگی...... ثانیہ کا منہ کھل گیا۔

""اماں! گھر میں ملازمہ بھی رکھ لی۔ اور بتایا ہی نہیں۔""

نادرہ کے منہ کے زاویے بگڑ گئے۔

""یہ اتنا اہتمام میرے لیے ہے، ماشاءاللہ!""

سر پر جو کھڑی تھی...... اس لیے ثانیہ کو یہی لگا۔

""نہیں......"" وہ جلدی سے مڑ گئی۔ ""یہ تو ثنا شاہ بی بی کے لیے ہے۔ آپ کے لیے آ کر چائے بناتی ہوں۔""

ثانیہ خجل سی ہوگئی۔

''کرواؤ خاطر داری......'' نادرہ نے طنز کیا۔

''بہو پر تو زور نہیں......ملازمہ پر تو رعب رکھ لیں......اور خبردار جواب گھر کے کسی کام کو ہاتھ لگایا ہو۔''

نادرہ چپ ہی رہیں۔ابھی تک بانو کی حیثیت سمجھ میں نہیں آئی تھی۔وہ سارے گھر کے کاموں کے لیے رکھی گئی تھی یا صرف شہزادی نتاشا کی خدمت گزاری کے لیے......

''میں دادی سے مل آؤں......'' ثانیہ کو دادی کا خیال آ ہی گیا۔

انہوں نے بوڑھی، نم گدلی آنکھیں بمشکل کھولیں۔

''کون ہے؟''

''دادی! میں ہوں ثانیہ......!''

''اچھا......'' انہوں نے کچھ بھی کہے بغیر دوبارہ موند لیں۔

ثانیہ کو عجیب وحشت سی ہوئی۔

''اماں! خدا کے لیے دادی کو ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔ان کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔''

''میں نے لے کر جانا ہے۔باپ سے کہو یا بھائی سے......'' نادرہ اسی پر چڑھ دوڑیں۔ثانیہ کان لپیٹ کر نکل آئی۔

البتہ رابعہ کو کال کر کے بتا دیا تھا۔وقت نکال کر دادی کو دیکھ آئے۔وہ جز بز ہونے لگی۔

''ساری دنیا مصروف ہے،بس ایک رابعہ ہی فارغ تھی......''

☆......☆......☆

''میں نے کہا تھا تم یہاں ایڈجسٹ نہیں کر پاؤ گی۔'' وسیم شرمندگی سے کہنے لگا۔بیڈ پر نیم دراز نتاشا مسکرائی۔موبائل کو ایک کان سے دوسرے کان پر منتقل کیا۔

''ہمارے گھر کا ماحول بہت مختلف ہے۔''

''تم ٹینشن مت لو......میں ہینڈل کر لوں گی۔میرے پاس ہر مسئلے کا حل ہوتا ہے۔اب دیکھو،

تمہاری امی کو میرے کام نہ کرنے پر اعتراض تھا اور مجھے کام کرنے پر۔اب بانو آ گئی ہے......سارا کچھ دیکھ لے گی۔تمہاری امی کا بوجھ بھی بانٹ لے گی۔"

"تھینک یو سوچ اینڈ لو یو......"

وسیم نہال ہو گیا۔اس کی بیوی اس سے اتنی محبت کرتی تھی کہ کسی مسئلے کو وسیم تک آنے ہی نہیں دیتی تھی۔

"لو یو مور......" بانو کو آتا دیکھ کر نتاشا نے وسیم کو خدا حافظ کہہ دیا۔بانو نے ناشتے کی ٹرے میز پر رکھی۔

"باہر کون آیا ہے؟" نتاشا نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر تحکمانہ انداز میں پوچھا۔

"ثانیہ بی بی آئی ہیں......" بانو جواب دے کر جانے لگی۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟"

"ان کے لیے چائے بنانے......"

"میں نے تم سے کہا ہے؟" نتاشا نے ٹھنڈے لہجے میں پوچھا۔بانو گڑبڑا گئی۔

"جب تک میں تم سے نہ کہوں،تم کسی کا کوئی کام نہیں کرو گی۔"

بانو کے چہرے پر کوئی حیرت نہ ابھری۔وہ اپنی زندگی میں ایسے بہت سے تماشے دیکھ چکی تھی۔

"تم یہاں صرف میری ملازمہ ہو۔"

"جی......!"

"کمرہ ٹھیک کرو۔میں اپنی نند سے مل آؤں......" نتاشا نے کمبل اتارا۔

"وہ مجھے آپ کو ایک بات بتانی تھی......" بانو نے ہلکے سے تذبذب کے ساتھ کہا۔اس گھر کے مکینوں اور نتاشا کی حیثیت میں کیا فرق ہے......اس نے جان لیا تھا۔

☆......☆......☆

ثانیہ نتاشا کا سامنا کیے بغیر وہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔مگر وہ بوتل کے جن کی طرح نازل ہو گئی۔

"تم جا رہی ہو......بھابھی سے مل کر نہیں جاؤ گی۔"

ثانیہ کو اس کی محظوظ سی مسکراہٹ نے تپا کر رکھ دیا۔

"بھابھی بارہ بجے سے پہلے کمرے سے نہ نکلے تو میرے پاس اتنا ٹائم نہیں ہے کہ بیٹھ کر انتظار کروں۔"

"تم ہی تو کہتی تھیں کمرے سے اس وقت نکلو جب ساس نندیں گھر کا سارا کام سمیٹ لیں۔

اس معاملے میں میری استاد محترم تم ہی تو ہو......"

نادرہ نے گڑبڑا کر ثانیہ کو دیکھا۔ جس کا غم و غصے سے برا حال تھا۔

قسط نمبر 25

''میری جان! تمہارے پڑھائے سارے سبق مجھے اچھی طرح یاد ہیں کہ سسرال میں کس طرح رہنا ہے۔ ہم بیسٹ فرینڈ تھے نا...... اور تم اپنی ہر بات مجھ سے شیئر کرتی تھیں۔'' معصومیت سے دوستانہ لہجے میں بولتی نتاشا کیسی زہر لگ رہی تھی، کوئی ثانیہ کے دل سے پوچھتا۔

''تب تک یہ نہیں پتا تھا کہ بلا ہمارے سر منڈھے گی۔'' ثانیہ نے دانت کچکچائے۔ ''میں نے نصیحت پکڑ لی ہے۔ زندگی میں کبھی اپنی بیسٹ فرینڈ کو اپنی بھابھی نہ بناؤ۔''

نتاشا کندھے اچکاتے ہنس پڑی۔

''کم بخت کو اندر کی ہر بات کا پتا ہوتا ہے۔''

''جیسے تمہیں پتا تھا کہ ارم اور اس کے گھر والے کتنے سادہ لوح ہیں۔ جیسے مجھے پتا ہے میری ساس نندیں کتنی مکار ہیں۔''

''زبان سنبھال کر بات کرو نتاشا...... تم حد سے بڑھ رہی ہو۔'' ثانیہ بھڑک کر کھڑی ہوئی۔

''امی! دیکھیں مجھ سے کیسے لڑ رہی ہے۔'' نتاشا نے اتنے لاڈ سے نادرہ سے کہا جیسے ساس بہو میں بلا کی یگانگت ہے۔

''وسیم کو پتا چل گیا کہ اس کی بہنیں گھر آ کر میری اتنی بے عزتی کرتی ہیں تو اس کے دل پر کیا گزرے گی۔''

اپنی بیٹی کو پٹاخہ بنا کر سسرال بھیجنے والی نادرہ نے ایک لمحے کو بھی نہ سوچا ہوگا کہ اگر ایسا کوئی پٹاخہ ان کے گھر پھوٹ گیا تو کیا بنے گا۔

''بس کرو تم دونوں، ثانیہ! اب جاؤ تمھیں دیر نہیں ہو رہی۔'' نادرہ بوکھلا گئیں۔ پہلے ہی نجانے وسیم کو کیا کیا جھوٹ سچ بتاتی رہتی ہے۔

''جا رہی ہوں۔ مجھے کوئی شوق نہیں اس کی منحوس شکل دیکھنے کا۔'' ثانیہ غصے سے اپنا پرس اٹھا کر چلی گئی۔

''دیکھیں مجھے منحوس کہہ گئی ہے۔'' نتاشا کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو در آئے۔

نادرہ کا دل ڈوب سا گیا۔

☆......☆......☆

''تم کھانا نہیں کھاؤ گی؟'' عبید ہاتھ دھو کر آیا تو ثانیہ کھانا رکھ کر پلٹ رہی تھی۔ تب ہی بے اختیار پوچھ بیٹھا۔

وہ خاموشی سے کمرے میں چلی گئی۔

''اتنے نخرے......'' عبید نے بے زاری سے سالن پلیٹ میں نکالا۔

تب ہی ثانیہ نے پیسے لا کر میز پر رکھ دیے۔

''امید ہے اب تم تیج کر لو گے۔'' ثانیہ کے لہجے میں طنز تھا۔

کل ہی پیسوں کو لے کر ان کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوئی تھی۔

''کہاں سے آئے؟'' عبید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''کہاں سے آئیں گے۔ اماں سے ادھار لیے ہیں۔'' وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

''ثانیہ! اب مجھے اس طرح ذلیل کرواؤ گی؟'' عبید کو تاؤ آ گیا۔ ''وہ کیا کہتے ہوں گے میں اپنا گھر بھی نہیں چلا سکتا۔''

''تو کیا کروں......'' ثانیہ نے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ پٹخی۔ ''نہ تم اس طرح جینے دیتے ہو، نہ اس طرح، میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا، امی کی طرح مجھے بھی مہینے کے آخری دنوں میں پائی پائی کا حساب دینا ہوگا۔'' اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

عبید کا تیز لہجہ نرم پڑ گیا۔

''ہمیشہ تو ایسا نہیں رہے گا۔ انسٹالمنٹ ختم ہو جائیں گی تو ہم بجٹ بنا کر چلیں گے، بالکل امی کی طرح......''

عبید کا لہجہ کھو سا گیا۔

''بہت برکت تھی امی کے ہاتھ میں، مہینہ ختم ہو جاتا تھا۔ پیسے ختم نہیں ہوتے تھے۔''

''تو یوں کرو اپنی امی سے ہی بجٹ بنوالیا کرو۔'' ثانیہ کو تو آگ ہی لگ گئی۔

''اس میں غصہ کرنے والی کون سی بات ہے؟''

عبید کو غصہ آ گیا۔ اب اس کی ماں کا ذکر سننا بھی گوارا نہ تھا۔

''ہر بات میں امی امی...... ماں کا پہاڑہ ہی ختم نہیں ہوتا۔'' وہ غصے میں بڑبڑاتی کمرے میں گھس گئی۔

عبید نے بھی پلیٹ پرے دھکیل دی۔ سامنے پڑا کھانا زہر ہو گیا تھا۔ پھر گھر سے ہی نکل گیا۔

ثانیہ کو لگا غصہ ٹھنڈا ہونے پر وہ اسے منانے آئے گا۔ مگر بہت دیر تک جب کوئی آہٹ نہ ہوئی تو وہ بے چین ہو گئی۔

''اب کیا کر رہا ہے۔ اندر کیوں نہیں آتا......''

مجبوراً اُٹھ کر باہر آنا پڑا۔ کھانا اور پیسے ویسے ہی پڑے تھے۔ عبید گھر سے غائب تھا۔ ثانیہ کو غصے سے زیادہ رونا آ گیا۔

☆......☆......☆

''مجھے یقین نہیں آ رہا۔''

''یقین تو مجھے بھی نہیں آیا تھا۔'' نتاشا نے پیزا کھاتے ہوئے کہا۔ آج آلو گوبھی پکی تھی جو اس کے حلق سے تو اترتی ہی نہ تھی۔ سو اس نے پیزا آرڈر کر لیا۔

''اور میری جان کھائی ہوئی ہے کہ پیسے ختم ہو گئے ہیں۔ جلدی بھیجو۔'' وسیم نے بے چینی سے پیشانی مسلی۔

''بس تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر بتانا بھی ضروری تھا۔''

''مگر عبید کی آمدنی اتنی کم تو نہیں کہ ثانیہ کے خرچ پورے نہ کر سکیں۔''

اس دن ملازمہ نے نادرہ کو دیکھ لیا تھا کہ اس نے ثانیہ کو پیسے دیے تھے۔ ظاہر ہے اس نے نتاشا کو بتانا ہی تھا نتاشا کو یہی لگا کہ اس کے شوہر کی کمائی بے دریغ لٹائی جا رہی تھی۔

''اس کی آمدنی کم نہیں ہوگی۔ مگر ثانیہ کی خواہشات بے بہا ہیں۔ مہینے کے شروع میں شاپنگ ہوٹلنگ اور آخر میں اس طرح میکے سے پیسے ہتھیانا کس قدر شرمناک ہے، تم کون سا امریکا میں بیٹھے ڈالرز کما رہے ہو اور اصل میں تو تمہاری امی کو احساس کرنا چاہیے۔ وہ کس طرح تمہاری محنت کی کمائی بیٹیوں پر لٹا رہی ہیں۔ ایک میں ہوں کہ ملازمہ کی تنخواہ تک پاپا سے لے کر دے رہی ہوں۔''

''میں امی سے بات کرتا ہوں۔''

''اس کا کیا فائدہ...... وہ تو یہی کہیں گی کہ میں نے تمہارے کان بھرے ہیں۔ پتا نہیں یہ سلسلہ کب سے چل رہا ہے۔''

''تو اس کا کوئی حل تو ہوگا نا یا اسی طرح اپنی کمائی خاموشی سے لٹاتا رہوں۔'' وسیم جھنجلا گیا۔

''حل تو ہے......'' نتاشا نے بچا ہوا پیس ڈبے میں رکھا۔ ''اگر تم مجھ پر اعتبار کرو تو......''

اور اعتبار کی کیا بات تھی۔ اس وقت وسیم کو سب سے زیادہ اعتبار اپنی جاں نثار، وفادار اور ایماندار بیوی پر ہی تھا۔

ورنہ ماں بہنوں نے تو ہمیشہ اپنے مقاصد کے لیے استعمال ہی کیا تھا۔

نتاشا اسے دھیمے لہجے میں سمجھانے لگی کہ اب انہیں کس طرح چلنا ہے۔

وسیم کی تمام ڈوریں اب اسی کے ہاتھ میں تھیں۔ وہ جب چاہتی اور جو ڈور چاہتی ہلا دیتی تھی۔

☆......☆......☆

زارا کب سے اندھیرے کمرے میں خاموش بیٹھی تھی۔ ذہن عجیب سوچوں کی آماجگاہ بنا تھا آج اس گھر میں اس کی آخری رات تھی۔ کل عفان کو آنا تھا اور اسے یہاں سے جانا تھا۔

''اس گھر کے مکینوں سے اتنی محبت تھی تو ہمیشہ کے لیے رک کیوں نہ گئیں، عفان سے شادی کر کے......'' اندھیرا چھٹا اور منظر نمایاں ہوا۔

''بی بی جان! خدا کا واسطہ ہے مجھے بار بار ایک فضول بات کے لیے فورس مت کریں۔ میری بھابھی ہے مرحوم بھائی کی بیوہ ہے۔ میں کیسے اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہوں۔''

جب جب بی بی جان نے یہ بات کی، عفان نے اسی طرح احتجاج کیا۔

''ان حالات میں، میں اس سے بہتر فیصلہ نہیں کر سکتی۔ مانی ہمارے پاس رہے گا۔ وہ اس گھر کی بہو ہے، بہو بن کر رہے گی۔''

''آپ اسے بیٹی بنا کر ہمیشہ کے لیے گھر میں رکھ لیں۔ مگر مجھ سے یہ توقع مت کریں۔'' عفان کا لہجہ دوٹوک تھا۔

''تمہاری کزن ہے اور تم دونوں کی کتنی دوستی، کتنی بے تکلفی ہے۔''

''اور آپ ہی نے مجھ پر زور دے کر زارا کو بھابھی کہلوایا ایک احترام کا رشتہ بنایا۔ میں اس سے ہٹ کر زارا کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور زارا تم...... تم کیوں چپ ہو؟'' وہ تیزی سے خاموش بیٹھی زارا کی طرف مڑا۔

''بی بی جان! عفان ٹھیک کہہ رہا ہے یہ ہم دونوں کے لیے ممکن نہیں۔ پلیز ہمیں مجبور مت کریں۔'' زارا کا لہجہ حتمی تھا۔

دروازہ کھلا تو ماضی کا دروازہ کھٹ سے بند ہو گیا۔

''زارا! کھانا کھا لیں۔'' ارم آئی تھی اور اس کے ساتھ روشنی بھی۔

''ارم......!'' وہ جانے لگی تھی جب زارا نے اسے پکارا۔ ''میں یہاں عفان کے لیے نہیں آئی۔''

ارم نجانے کیوں شرمندہ ہو گئی۔

''نہیں، زارا میری بات کا یہ مطلب نہیں تھا۔''

''اس سے کہو وہ میرا بچہ دے دے، میں کبھی پلٹ کر نہیں آؤں گی۔'' اس کی آواز میں اتنی تڑپ تھی کہ ارم سن سی ہو گئی۔

☆......☆......☆

مہینے کی پانچ تاریخ ہونے کو آئی۔ وسیم نے ابھی تک گھر کا خرچا نہیں بھیجا تھا۔ ورنہ ہر یکم کو وہ پیسے بھجوادیا کرتا تھا۔ چند دن انتظار کے بعد نادرہ کے کہنے پر شبیر نے اس سے کال کر کے پوچھا۔

''تم نے اس دفعہ ابھی تک پیسے نہیں بھجوائے بیٹا! کیا ہوا سیلری لیٹ ہو گئی تھی؟''

''نہیں، سیلری تو وقت پر مل گئی تھی۔'' وہ شاید آفس میں بزی تھا۔

''اچھا تو وقت نہیں ملا ہوگا۔'' شبیر نے خود کو تسلی دی۔

''نہیں ابا! وہ پیسے میں نے نتاشا کے اکاؤنٹ میں بھجوادیے تھے۔'' وسیم کے لاپروا لہجے نے شبیر کے قدموں تلے سے زمین کھینچ لی۔

''ب...... بہو کے اکاؤنٹ میں، مگر کیوں؟''

''ابا! آپ پر سے بوجھ کم کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ریلیکس کریں، سارے معاملات نتاشا دیکھ لے گی۔ وہ بہت سمجھدار لڑکی ہے۔''

''ہاں مگر......''

''ابا! آفس میں ہوں، پھر بات کرتا ہوں۔''

اس نے بات کیا کرنی تھی۔ اس نے تو بات ہی ختم کردی۔

نادرہ نے تو سن کر کلیجہ ہی تھام لیا۔

''یعنی اب وسیم کی تنخواہ نتاشا کے پاس آئے گی۔ مطلب وہ ایک ایک روپے کے لیے بہو کا منہ دیکھیں گی۔''

مطلب کوڑی کوڑی کی محتاج ہوں گی۔

''وہ کل کی آئی ہر چیز پر قابض ہو گئی۔ ارے ہم ماں باپ ہیں۔ ہمارا حق اس سے کہیں زیادہ ہے۔''

دادی نے نادرہ کے واویلے پر کھانس کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

''پھر کیا ہوا؟ ثانیہ کو بھی تم یہی کہتی تھیں، جاتے ہی عبید کی تنخواہ اپنے قابو میں کرنا۔ اس پر صرف تمہارا حق ہے۔ بڈھا تو خود کما رہا ہے، اسے عبید کی کمائی کی کیا ضرورت......''

پتا نہیں بوڑھے ہو کر انسان کو سچ بولنے کا ہوکا کیوں ہو جاتا ہے۔ وہ بھی بے وقت، ہر وقت اور بے تکا سچ......

یہ کون سا وقت تھا ایسی باتیں یاد کروانے کا۔

وہ تلملائیں۔ اور بے بسی سے ہاتھ مسلے۔

''ثانیہ نے کتنا کہا تھا۔ بہت چالاک لڑکی ہے اس سے مت کریں وسیم کی شادی۔ ہماری مت ماری گئی تھی جو اسے نکال کر تاریخ لینے چلے گئے۔ کیسا قابو کیا ہے کم بخت نے۔''

''کچھ تو سوچنا ہوگا۔ میری پنشن میں گزارا کہاں ہوگا۔ ہم اس طرح بہو کے محتاج تو نہیں ہو سکتے۔'' شبیر نے ٹھوڑی کھجائی۔

تب ہی نتاشا اپنے کمرے سے نکلی۔ شاید کہیں جانے کی تیاری تھی۔

''نتاشا بیٹی......!'' شبیر نے بے اختیار پکار لیا۔

وہ با دل نخواستہ رکی۔

''کہیں جا رہی ہو؟''

''جی......!''

''کہاں؟'' نادرہ کے پوچھنے پر اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

''اب مجھے ہر جگہ جانے سے پہلے آپ کو بتانا ہوگا؟''

''ارے نہیں، تم اپنی مرضی کی مالک ہو۔ جہاں مرضی آؤ جاؤ......'' شبیر نے تیزی سے مداخلت کی۔ ساس بہو کی بحث میں اصل مدعا نہ رہ جائے۔

''میں کہہ رہا تھا۔ وسیم نے گھر کے خرچے کے پیسے غلطی سے تمہارے اکاؤنٹ میں ڈال دیے ہیں تو......''

''غلطی سے کیوں کرے گا۔ وہ کیا بچہ ہے؟'' نتاشا مسکرائی۔

نادرہ اور شبیر نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''اچھا تو وہ نکلوا کر لا دو...... میں سودا سلف لے آؤں۔'' انہوں نے بات سمیٹی۔

''انکل! اس کی اب آپ فکر چھوڑ دیں۔ وہ سب اب میں کر لوں گی۔'' نتاشا نے جس اطمینان سے کہا، نادرہ کو اتنا ہی غصہ آ گیا۔

''تم کیوں کرو گی۔ گھر کے بڑے مر گئے ہیں کیا؟''

''آنٹی! گھر کے بڑے اب ریٹائرمنٹ لے لیں کیونکہ یہ گھر کس طرح چلے گا، کیسے چلے گا، وہ اب میں مینیج کر لوں گی۔ دادی! آپ کو کچھ چاہیے تو بتا دیں، میں واپسی پر لیتی آؤں گی۔''

''ہاں ہاں وہ پھولا پھولا کیک لے آنا چائے کے ساتھ اچھا لگتا ہے۔'' دادی نے خوش ہو کر بتایا۔

نتاشا ہاتھ ہلا کر چلی گئی۔ نادرہ اور شبیر کو گویا سانپ سونگھ گیا تھا۔ بس ٹکر ٹکر ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔

دونوں کی حالت معزول بادشاہ کی سی تھی، جس کا راج پاٹ چھن گیا ہو۔

☆......☆......☆

''میں کچھ ہیلپ کرواؤں؟'' جب بھی گھر میں ٹینشن ہوئی، عبید کو ہی پہل کرنا پڑتی۔

''آلو مٹر ہی پکانے ہیں۔ میں کون سا چکن تکہ بنانے لگی ہوں۔'' وہ مٹر نکال چکی تھی۔ اب آلو کاٹ رہی تھی۔ جتنی اسے ان روایتی سبزیوں کو پکانے سے چڑ تھی، اتنی ہی مہینے کے آخری دنوں میں پکانی پڑ جاتی تھیں۔

''مجھے تو تمہارے ہاتھ کے آلو بھی تکے کا مزا دیتے ہیں۔'' عبید نے اس کی صراحی دار گردن پر انگلی پھیری۔

ثانیہ نے ہاتھ جھٹک دیا۔

''یار! گزر جائے گا یہ وقت، ہمیشہ ایسے ہی تھوڑی رہیں گے۔'' عبید نے تسلی دینا چاہی۔ ''لاؤ آلو، میں کاٹ دیتا ہوں۔''

''ابھی دو ہیں تو یہ حال ہے، تین ہوں تو پتا نہیں کیا حال ہو گا۔'' وہ بڑبڑائی۔

''تم تیں ہونے کی تیاری تو کرو، باقی میں دیکھ لوں گا۔'' عبید شوخ ہوا۔

''جیسے اب دیکھ رہے ہو۔''

ان کی باتوں کے درمیان ہی ثانیہ کا موبائل بجنے لگا۔

''امی کی کال ہے۔ میں سن لوں۔'' ثانیہ نے موبائل اٹھایا اور ٹوکری عبید کی طرف کھسکا دی۔

عبید ٹپٹا گیا۔

یعنی اس نے تو بس صلح ماری تھی یہ نہیں پتا تھا سچ میں کاٹنے پڑیں گے۔ جبکہ وہ موبائل لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

دوسری طرف نادرہ اپنے دکھڑے رو رہی تھیں۔ گھر کا سارا انتظام نتاشا کے ہاتھ میں تھا۔

''اب مجھے کیا بتا رہی ہیں...... بھگتیں۔'' ثانیہ بے زار ہوگئی۔

''تم آجاؤ نا......''

''اماں! میں نہیں آرہی۔ آپ کی بہو آپ کے سامنے میری اتنی بے عزتی کر جاتی ہے اور آپ لوگ ایک لفظ نہیں بولتے۔''

''وہ یہی تو چاہتی ہے کہ میری بیٹیاں میرے گھر نہ آئیں اور اس کا جو دل چاہے ہمارے ساتھ سلوک کرے۔ تمہیں کیا پتا وہ ہمارے ساتھ کیا کیا کر رہی ہے۔ رابعہ نے تو آنا ہی چھوڑ رکھا ہے۔ بچوں کے ساتھ گھر سنبھالنا اس کے پاس وقت کہاں...... ایک تمہارا آسرا تھا تم بھی جان چھڑا لو۔'' وہ روہانسی ہوگئیں۔

''میں نے نہیں کہا تھا سر پر چڑھالیں۔ شروع سے لگام دی ہوتی......''

''لگام ڈالنی آتی تو پہلے تمہاری پھوپھی کو نہ ڈالتی۔ کل آکر سیاپا کر کے گئی ہے کہ تمہاری دادی کو ڈاکٹر کے پاس کیوں نہیں لے جاتے۔ اب بڈھی جان کو کہاں ہسپتالوں میں خوار کریں۔ آخری وقت تو سب پر آنا ہے۔ اللہ گھر میں ہی لائے۔''

نادرہ تو ہر صبح اسی آس میں اٹھتی تھیں کیا پتا بوڑھی ساس نے رخصت سفر باندھ ہی لیا ہو۔

''اچھا لگاؤں گی چکر...... پہلے پھوپھو سے نمٹنا پڑتا ہے، اب بھابھی سے دو دو ہاتھ کروں۔

ہمیشہ میرے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانا۔اب میں اپنے گھر کے مسائل دیکھوں یا.....'' ثانیہ بے زاری سے کہہ رہی تھی۔

''تمہیں کیا ہوا؟ خدا خیر کرے۔''

''ہونا کیا ہے؟ مہینے کے آخری دن چل رہے ہیں، سمجھ میں نہیں آتا، پیسے کہاں اڑ جاتے ہیں۔''

''ماں صدقے جائے تم کیوں پریشان ہوتی ہو، یہاں کچن بھرا پڑا ہے سامان سے۔ پہلا ختم نہیں ہوتا اور لا کر رکھ دیتی ہے۔جیم،جیلیاں،نوڈل شوڈل الماریاں بھری ہیں،فریج میں بھی نجانے کیا کیا ٹھونس رکھا ہے۔جو دل چاہتا ہے آ کر لے جا...... یہ تو بکری کی طرح پستے بادام لاتی ہے اور ٹھونستی چلی جاتی ہے۔جار کے جار بھرے ہیں۔''

''ہاں اور آپ کی بہو لے جانے دے گی؟''

''اس کے باپ کی نہیں، میرے بیٹے کی کمائی ہے۔اور اسے پتا کون چلنے دے گا۔ چپکے سے نکال کر الگ رکھ دوں گی۔اب میری بیٹی ایک ایک چیز کو ترسے،اور یہ باہر والی عیش کرے۔''

''چلیں کسی دن چکر لگاتی ہوں۔'' تبھی عبید نے اندر جھانکا اور بے چارگی سے پوچھا۔

''آلو کاٹ دیے ہیں۔اب کیا پکانے بھی میں نے ہی ہیں؟''

''پکا لو گے تو قیامت نہیں آجائے گی۔ارم کو تو مچھلی بھی فرائی کر کر کے دیتے تھے۔'' وہ کال کاٹ کر تنک کر بولی۔

''ٹھیک ہے پھر کھانے بھی پڑیں گے۔'' عبید نے شرافت سے گردن ہلا کر درپردہ دھمکی دی۔

ثانیہ کو اٹھنا پڑا۔اس کا بھوکا سونے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

☆......☆......☆

عبید کو آفس بھیج کر وہ لمبی تان کر سو گئی۔بارہ بجے اٹھ کر ناشتا زہر مار کیا۔کیونکہ گھر میں پسند کی کوئی چیز بھی نہیں تھی۔پہلے خیال آیا کہ اماں کی طرف چلی جائے۔مگر نتاشا کا سوچ کر ہی دل برا ہو گیا۔بے دلی سے ٹی وی دیکھتی رہی۔تبھی فرخ کی کال آگئی۔

''میرے ساتھ لنچ پر چلو گی؟''

''میں کیوں جانے لگی؟''طبیعت پہلے ہی بے زار تھی۔

''تھوڑی دیر کی تو بات ہے۔''فرخ نے اصرار کیا۔

''کیا چاہتے ہو؟ عبید ہم دونوں کو دیکھ لے۔ ہمارے درمیان جھگڑا ہو۔ تماشا ہو...... ہمارا رشتہ خراب ہو۔''

پتا نہیں کس کس بات کا غصہ اس نے فرخ پر نکالا۔ وہ ایک لمحے کو چپ سا ہو گیا۔

''تم نے مجھ سے معافی مانگی۔ میں نے معاف کر دیا۔ مگر عبید نے نہیں کیا اور میں تمہاری وجہ سے اپنا گھر کیوں خراب کروں گی۔''

وہ اب بھی کچھ نہ بولا۔

''دیکھو! مجھے تمہاری نیت پر شک نہیں ہے۔''فرخ کی خاموشی پر ثانیہ کا لہجہ نرم ہوا۔''مگر ہم دونوں کا ایک دوسرے سے ملنا بھی ٹھیک نہیں ہے۔''

''میں شادی کر رہا ہوں۔''

''کیا......؟''ثانیہ متحیر رہ گئی۔

''تمہیں اس سے ملوانا چاہتا ہوں۔''فرخ کا لہجہ سنجیدہ سا تھا۔

ثانیہ فوراً سنبھلی۔

''تو ڈھونڈ لی کوئی میرے جیسی......؟''

''تمہارے جیسی کہاں ملے گی۔ مگر اچھی ہے۔ مجھے لگتا ہے اس کا ہونا مجھے میرا ماضی بھلا دے گا۔''

ثانیہ نے اندر کچھ چبھا۔

دنیا میں کوئی ایسا بھی ہے جو ثانیہ کو ری پلیس کر دے۔

''تم میری واحد دوست ہو، اس لیے ملوانا چاہتا تھا۔''

''اب تو ملنا پڑے گا۔''ثانیہ نے ہامی بھر لی۔

وہ بھی تو دیکھے کون تھی، جو ثانیہ کی یادوں کو بھلا دے گی۔

☆......☆......☆

سامنے بیٹھی نمرہ احمد کو دیکھ کر ثانیہ کو مایوسی ہوئی۔ وہ عام سے خدوخال والی، سادہ شلوار قمیص میں ملبوس، سر پر دوپٹا اوڑھے......

کیسے یہ عام سی لڑکی ثانیہ کی یادوں کو فرخ کے دل سے نکال سکتی تھی؟

ہاں اس کی آنکھیں پرکشش اور رنگت صاف تھی۔

ثانیہ نے پہلو بدلا اور نیل پالش سے سجا سپید دودھیا ہاتھ میز پر رکھا۔ وہ آج بہت دل سے تیار ہوئی تھی۔

اسے فرخ کے ساتھ آنے والی لڑکی سے کہیں زیادہ خوب صورت اور پرکشش لگنا تھا۔ اور وہ لگ رہی تھی۔

مگر یہاں مقابلہ ہی کوئی نہ تھا۔

نمرہ اپنے بیگ کو کھنگالتے کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔

فرخ نے اشتیاق سے ثانیہ کو دیکھا۔ وہ نمرہ کے بارے میں ثانیہ کی رائے جاننا چاہتا تھا۔

ثانیہ نے کندھے اچکائے۔ گویا کوئی رائے دینے سے قاصر تھی۔

"لگتا ہے موبائل گھر بھول آئی ہوں۔" نمرہ نے بیگ بند کر کے ایک طرف رکھا۔

"ملاقات کی اتنی جلدی تھی۔" ثانیہ مسکرائی۔

نمرہ نے مسکرا کر فرخ کو دیکھا۔

"نہیں ملاقات تو روز ہی ہو جاتی ہے۔ شاید فرخ نے بتایا نہیں ہم دونوں ایک ہی آفس میں کام کرتے ہیں۔"

"اوہ......!" ثانیہ نے ہونٹ سکوڑے۔ "اور دوستی اتنی بڑھ گئی کہ شادی تک بات پہنچ گئی؟"

"ہماری دوستی نہیں ہوئی۔ میں نے بس نمرہ کو پروپوز کیا۔" فرخ مسکرایا۔

ثانیہ پوچھنا چاہتی تھی آخر اسے نمرہ میں کیا اچھا لگا۔ مگر فرخ نے خود ہی بات جاری رکھی۔

"مجھے اس کی شرافت اچھی لگی۔ نمرہ کو خود کو نمایاں کرنے کا شوق نہیں تھا۔ بلا ضرورت کسی سے بات بھی نہیں کرتی تھی، مگر کسی کو مدد کی ضرورت ہوتی تو پیچھے بھی نہیں رہتی تھی۔"

فرخ کے لہجے میں نمرہ کے لیے عزت تھی، احترام تھا۔ ایک حد تھی جو بے تکلفی کے باوجود ان کے رشتے میں نمایاں تھی۔ وہ اس کی طرف جھک نہیں رہا تھا۔ بہانے سے ہاتھ پکڑنے یا چھونے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔

ثانیہ کو اندر کچھ زور سے چبھا۔

"اب یہاں بیٹھے نمرہ کی تعریفیں کرتے رہو گے یا کچھ کھلاؤ گے بھی۔ یہاں سیلف سروس ہے۔"

"اوہ...... میں ابھی لاتا ہوں۔" فرخ تیزی سے اٹھ گیا۔

"اس نے پروپوز کیا اور تم نے فوراً پروپوزل قبول کر لیا۔" ثانیہ اب پوری طرح نمرہ کی طرف متوجہ ہوئی۔

"عام طور پر آفس میں کام کرنے والی لڑکیاں پہلے دوستی کو ترجیح دیتی ہیں۔" ثانیہ کے لہجے میں کچھ تو ایسا تھا جس نے نمرہ کو بے آرام کیا۔

"ہاں، اس نے پروپوز کیا اور میں نے ہاں کہہ دی کیونکہ میں آفس میں بوائے فرینڈ ڈھونڈنے تو گئی نہیں تھی۔"

"تو کیا شوہر ڈھونڈنے گئی تھیں؟" ثانیہ نے محظوظ سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

نمرہ کو برا لگا۔

"سوری، مذاق کر رہی ہوں۔" ثانیہ دونوں ہاتھ اٹھا کر ہنسی۔

نمرہ کو وہ اچھی نہیں لگی۔

بے جواز ادائیں......

خوب صورتی کا احساس، ڈرامہ کوئین......

اس کی شخصیت میں تصنع و بناوٹ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔

''فرخ آپ کا بہت ذکر کرتا ہے۔''

''میں ہوں ہی اس قابل......'' ثانیہ نے ترنت جواب دیا۔

نمرہ نے گہری سانس لے کر پشت ٹکائی۔

یہ لڑکی ناقابل برداشت تھی۔

''تمہیں فرخ نے بتایا...... وہ اس سے پہلے بھی ایک لڑکی پر مرمٹا تھا۔'' ثانیہ نے محتاط انداز میں دور کھڑے فرخ کو دیکھا۔ ''مگر شادی نہیں ہوئی۔ اس لڑکی نے انکار کر دیا۔''

''کیوں......؟'' نمرہ چونکی۔

''فرخ کی فلرٹی نیچر کی وجہ سے......''

نمرہ کے چہرے کا رنگ بدلا۔

''وہ ہر کسی سے بہت جلدی متاثر ہو جاتا ہے۔ بے چارہ بہت ہرٹ ہوا تھا بلکہ وہ تو اس لڑکی کی بارات میں...... اچھا جانے دو۔'' تیز تیز لہجے میں کہتے اس نے ایک دم پینترا بدلا۔ ''میں بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گئی۔''

''وہ لڑکی کون تھی؟'' نمرہ کی آواز دبی دبی تھی۔

''اب ساری باتیں میں ہی بتاؤں، کچھ خود بھی تحقیق کروالینا۔ آخر شادی کرنے جارہی ہو۔ میرا تو کزن ہے، اب ہر بات تو نہیں بتا سکتی۔'' ثانیہ نے ایک انگلی سے انگوٹھی اتار کر دوسری میں پہنی۔

نمرہ منہ پھیر کر لب کاٹنے لگی۔

''کیا باتیں ہو رہی ہیں؟'' فرخ آرڈر لے کر آ گیا۔

''کچھ نہیں، بس ایک دوسرے کو جاننے کی کوشش کر رہے تھے۔''

''لیکن مجھے تو نمرہ کو جتنا جاننا تھا، جان لیا۔'' فرخ نے محبت پاش نگاہیں نمرہ کے چہرے پر مرکوز کیں۔ وہ خوش تھا اور مطمئن۔

''لیکن نمرہ کو ابھی تمہیں مزید جاننے کی ضرورت ہے۔'' ثانیہ کے کہنے پر نمرہ نے چونک کر ثانیہ کو دیکھا۔

''اس لیے تمہیں ایک دوسرے سے ملتے رہنا چاہیے۔'' ثانیہ نے اپنا جملہ مکمل کرتے ان کی کہانی کو ادھورا کر دیا تھا۔

☆......☆......☆

''میں نے بہت عرصے بعد جب زارا کی ہنسی کی آواز سنی تو مجھے لگا، وہ زارا کی نہیں، ہاجرہ کی ہنسی ہے۔''

وہ ان کے لیے دودھ کا گلاس لے کر آئی تھی۔ ہاجرہ نے گلاس لے کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''اتنا چپ کیوں رہنے لگی ہو؟''

''ایسی تو کوئی بات نہیں، ویسے بھی آپ تو زارا کے ساتھ مصروف ہوتی ہیں۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی شکوہ لبوں پر آ گیا تو انہوں نے مسکرا کر ارم کو پاس بٹھا لیا۔ ارم نے کچھ نہیں پوچھا تھا مگر وہ بتانے لگی تھیں یا شاید زارا نے ان سے کوئی بات کی تھی۔ ابہام باتوں میں ہو تو دلوں میں خود بخود میل آ جاتا ہے۔ منظر کو صاف ہونا چاہیے۔ دھند میں سارے منظر مدھم ہو جاتے ہیں۔ اور انسان اپنے فہم سے مناظر تراشتا ہے اور ضروری نہیں ذہن کی اسکرین پر بنے منظر صاف اور شفاف بھی ہوں۔

''ہاجرہ کی ہنسی جو اپنے بچوں کی پرورش کے لیے اس نے اپنے شوہر کے ساتھ ہی دفن کر دی تھی۔ میں نہیں چاہتی تھی اس گھر میں ایک نئی ہاجرہ پیدا ہو۔ تب ہی عفان کی منت کی تھی۔ زارا کو اس کی ہنسی لٹا دو یا پھر یہ حق کسی اور کو دے دو۔ وہ نہیں مانا تو میں نے، زبیر کی ماں نے اپنی بیوہ بہو کو خود اجازت دی کہ وہ اپنے حصے کی ہر خوشی جیے۔ کیا میں نے غلط کیا؟''

ارم نے الجھ کر ہاجرہ بیگم کو دیکھا۔

وہ زارا کا ذکر اور انداز میں کرتی تھیں اور عفان کسی اور انداز میں۔

''عفان نے حشر اٹھا دیا تھا۔'' اس کی طرف سے جواب نہ پا کر انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔

''زارا سے یہ شادی نہیں کرے گا۔'' وہ اب اس گھر کا مرد تھا۔ سارا بزنس سنبھال رہا تھا۔ ''یہ اس

گھر میں میرے بھائی کی بیوہ بن کر رہے گی۔ میں ہر چیز بزنس، گھر اپنا حصہ بھی زارا کے نام کر دوں گا۔"

"دولت اور پیسہ شوہر کا نعم البدل نہیں ہو سکتا۔"

ہاجرہ بیگم نے یہ مشقت جھیلی تھی۔ کیسے وہی مشقت کم عمر زارا کا مقدر کرتیں۔

"زارا شادی کرے گی۔ یہ میرا اور اس کے والدین کا فیصلہ ہے۔" انہوں نے ساس بن کر نہیں، اماں بن کر فیصلہ سنایا۔

"پھر اسے مانی کو چھوڑنا ہو گا۔" عفان کی ضد......

"میں اپنا بچہ نہیں چھوڑوں گی۔" کم عمر زارا کی ممتا تڑپ گئی۔

تب سب نے اسے مل کر سمجھایا ہی نہیں، منا بھی لیا۔

بس کچھ عرصے کے لیے...... عفان کی ضد مدھم پڑ جائے، وہ بھی اپنے گھر اور سسرال میں سیٹ ہو جائے تو کوئی اس سے اس کا بچہ نہیں چھین سکتا۔ وہ مان گئی۔

"عفان کا مطالبہ کل بھی غلط تھا اور آج بھی ہے۔" ہاجرہ نے گہری سانس بھری تو ارم چونکی۔ وہ اس ساری صورت حال کو دوسرے زاویے سے دیکھ رہی تھی۔

"زارا اور اس کے گھر والے خاموش ہیں تو صرف میری وجہ سے اور دنیا کا کوئی قانون اتنے چھوٹے بچے کو ماں سے الگ نہیں کر سکتا۔ مگر عفان کو یہی خوف ہے کہ اگر زارا بچے کو لے گئی تو ہمیشہ کے لیے ہم سے دور کر دے گی۔" انہوں نے گہری سانس لے کر بات سمیٹی۔ ارم الجھی سی گئی تھی۔

"بی بی جان......!" تب ہی زارا کمرے میں آئی۔ آج اسے واپس جانا تھا اور صبح سے اداس بھی لگ رہی تھی۔

"ہاں میرے بچے......"

"مانی کو بازار لے جانا چاہتی ہوں۔" بی بی جان نے کچھ کہنا چاہا مگر اس نے آگے بڑھ کر ان کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"پلیز! میں اپنے بچے کے لیے شاپنگ کرنا چاہتی ہوں۔" بی بی جان نے لب بھینچ لیے۔

''عفان شام کو جلدی واپس آئے گا جلدی واپس آجانا۔'' آخرانہوں نے اجازت دے دی تو زارا خوش ہوگئی۔

☆......☆......☆

''بانو کو بھنڈیاں کاٹتا دیکھ کر نادرہ کو تاؤ آگیا۔

''یہ کیا کر رہی ہو؟''

''جی سبزی بنا رہی ہوں۔''

''تیرے باپ کے سبزی کے کھیت ہیں جو ہر روز سبزی پکانے بیٹھ جاتی ہو۔اب اس گھر میں ساتوں دن گوشت کا ناغہ ہوگا۔''

فریج میں ہر قسم کا گوشت رکھا تھا اور یہاں جب پکتی سبزی...... خود نتاشا کے لیے نجانے کیا الم غلم بنا کر وہ کمرے میں لے جاتی تھی۔

''مجھے کیا پتا بیگم صاحبہ......!''

''تو پکانے سے پہلے کسی سے پوچھ لو۔''

''نتاشا بی بی نے کہا تھا۔آپ لوگوں کے لیے بھنڈی بنا دوں۔اب تو سیزن ختم ہو رہا ہے۔ آخری بار کھالیں...... ہم نے تو ابھی چلے جانا ہے۔نتاشا بی بی کے میکے میں دعوت ہے۔'' بانو نے مزے سے بتایا۔

''تو بہن، ہم پر یہ بھی احسان نہ کرو۔'' نادرہ نے کھٹ سے دونوں ہاتھ جوڑے۔''رہنے دے...... جا کر بی بی کے میکے کی دعوت کھا۔''

''تو پھر میں جا کر تیار ہو جاتی ہوں۔'' وہ سب چھوڑ چھاڑ کر خوشی سے مڑی۔

''اماں کو کچھ کھانے کو دیا تھا۔'' خود نادرہ تو صبح سے محلے کے دورے پر نکلی تھیں۔

''مجھے تو کسی نے کہا ہی نہیں۔'' بانو معصومیت سے کہہ کر نکل گئی۔

''مارے گئے...... بڈھی صبح سے بھوکی پڑی ہے۔'' نادرہ نے ماتھے پر ہاتھ مارا اور کمرے کی

طرف لپکیں۔

دادی کا لحاف ایک طرف گرا تھا۔ خود وہ گھٹنے سکوڑے اکڑی پڑی تھیں۔ آنکھیں بند، منہ کھلا...... آوازیں دے دے کر زبان تھک کر تالو سے لگ گئی تھی۔ وہاں سننے والا کون تھا۔

دروازہ بند، کمزور آواز، فل آواز میں چلتا ٹی وی......

نادرہ کی چیخ وپکار پر تاشا کو کمرہ چھوڑنا پڑا۔ اس نے نبض دیکھی، چل رہی تھی۔ مگر مدھم......

''میں ایمبولنس کو کال کرتی ہوں۔''

''ایمبولنس کیا کرے گی۔ شبیر کو بلا، آصفہ کو فون کر...... اماں کا آخری وقت آ گیا ہے۔ بھاگ کر سورہ یاسین لا......'' نادرہ نے دہائی دی۔

آن واحد میں سب کے سب وہاں جمع ہو گئے۔

آصفہ نے کلیجہ پیٹ لیا۔

''ہائے ماں چھوڑ کر نہ جانا۔''

''ساتھ ہی چلی جاؤ......'' کلمہ پڑھتی نادرہ بڑبڑائیں۔

رابعہ نے چمچہ بھر پانی منہ میں ڈالا۔ حلق تر ہوا تو دادی کے لب ہلے...... رابعہ نے دو تین چمچے اور پلا دیے۔ پھر چلائی۔

''بانو! بھاگ کر دودھ لے کر آؤ......'' اس نے دادی کا سر زانو پر رکھا اور سر سہلانے لگی۔

''دادی! میری پیاری دادی آنکھیں کھولیں۔ دادی نے آنکھیں کھول دیں۔

''میں صدقے، میں واری...... میری ماں نے آنکھیں کھول دیں۔'' آصفہ نہال ہو کر چلائیں۔

بانو دودھ لے آئی تو رابعہ گھونٹ گھونٹ پلانے لگی۔

نادرہ نے کلمہ پڑھنا بند کیا اور کونے میں بیٹھ گئیں۔ جب تک شبیر آئے دادی سکون سے رابعہ کی گود میں سر رکھے مسکرا رہی تھیں۔

☆......☆......☆

نادرہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ سارے کیبنٹ خالی تھے۔ ساری چیزیں غائب......

''اللہ! کل تھیلے بھر بھر کر لائی تھی اور آج نام لینے کو کوئی چیز نہیں۔''

تخت پر بیٹھی ٹانگ پر ٹانگ رکھے پاؤں جھلاتی ثانیہ نے کوفت سے گردن موڑ کر انہیں دیکھا جو خوامخواہ ہی کیبنٹ کھولتی بند کرتی جا رہی تھیں۔

''میکے لے گئی ہے۔ اپنے کمرے میں رکھ گئی ہوگی۔ وہاں دیکھیں..... گھٹیا سوچ کی مالک ہے چوہے جتنا دل ہے اس کا۔''

''اپنے کمرے کو تالا لگا کر جاتی ہے۔ جیسے اس گھر میں چور رہتے ہوں۔'' نادرہ مایوسی سے باہر نکلیں۔

''اب اس چار کمروں کے گھر میں تالے بھی لگیں گے۔'' ثانیہ نے آنکھیں پھیلائیں۔

''ابھی تو پتا نہیں کیا کیا ہونا ہے۔'' نادرہ پاس آ کر بیٹھ گئیں۔

''تو پھر مجھے کیوں بلایا تھا؟''

''کیا ہو گیا جو ماں سے ملنے آ گئی۔ میں نے اپنے دکھ کس سے کہنے ہیں۔ عبید تو ہر روز ماں باپ سے ملنے آ جاتا ہے۔ تم آ جاؤ گی تو کیا قیامت آ جائے گی۔'' انہوں نے غصے سے لتاڑا۔ ثانیہ بری طرح چونکی۔

''ہر روز آتا ہے......''

''اکثر دیکھتی ہوں، کئی بار آواز بھی سنی ہے۔''

''کتنا میسنا ہے، مجھے تو بتایا بھی نہیں۔'' ثانیہ کو غصہ آ گیا۔

عبید کا بدلا سا رویہ..... ہر بات میں غصہ..... سختی۔

''ہاں تو تم کون سا بتا کر آتی ہو۔''

''اب کچھ کھلائیں گی یا جاؤں......؟ لوگ بیاہی بیٹیوں کے لیے کیا کیا اہتمام کرتے ہیں۔ اور اس گھر میں تو کبھی ڈھنگ کا کھانا ہی نصیب نہیں ہوا۔'' عبید کا غصہ ماں کی طرف منتقل ہو گیا۔

''تو سسرال چلی جا، ساس کچھ اچھا پکا کر کھلا دے گی۔''

''کوئی موقع ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔'' اس نے دانت پیسے۔ تب ہی عبید کی کال آ گئی۔

"کہاں ہو؟" اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"امی کی طرف......"

"ہر روز وہیں جانا تھا تو گھر لینے کی کیا ضرورت تھی۔" عبید کو غصہ آ گیا۔

"تم کون سا نہیں آتے ہو۔" ثانیہ نے تنک کر کہا۔ نادرہ نے ٹہوکا دیا۔

"میں کب سے دروازے کے سامنے کھڑا بیل پر بیل دے رہا ہوں۔"

"چابی کہاں ہے؟"

"گھر بھول گیا تھا۔"

"تو تمہاری غلطی ہے۔"

عبید نے صبر کا گھونٹ پیا اور قدرے رسانیت سے پوچھا۔

"ساری غلطیاں ہی میری ہیں۔ اب گھر آؤ گی؟"

"پوچھو، اس وقت گھر کیوں آیا ہے، طبیعت ٹھیک ہے؟" نادرہ نے کہنی مار کر سرگوشی کی۔ ثانیہ کو بھی خیال آیا۔ پوچھنے والی بات تو پوچھی ہی نہیں۔

"کتنے سوال کرتی ہو۔ ایک ضروری فائل رہ گئی تھی۔" وہ جھنجھلایا۔

"اپنی چیزیں تو دھیان سے لے جایا کرو، آ رہی ہوں۔"

"نہ ہی آتی تو اچھا تھا۔ آپ نے بھی بھوکا مارا اب اس کی بھی باتیں سننا پڑیں گی۔" وہ کھڑی ہوئی۔

"اچھا رک، فریج میں گوشت کے دو پیکٹ پڑے ہیں۔ لے جا، بھون کر کھا لینا۔" نادرہ کو خیال آیا۔

"رہنے دیں، شور مچائے گا۔" ثانیہ نے اپنا بیگ اٹھایا۔

"تم کب سے اس کے شور مچانے سے ڈرنے لگیں۔ رکو میں لاتی ہوں۔"

ثانیہ رک گئی۔ اچھا ہے مہینے کے آخری دو دن اچھے گزر جائیں گے۔" وہ گھر پہنچی تو عبید فلیٹ کے سامنے براجمان تھا۔

"اٹھ جاؤ، کیا فقیروں کی طرح بیٹھے ہو۔"

''فقیر بنا جو دیا ہے۔'' وہ بڑبڑایا۔

آفس سے بھاگا تھا کہ پانچ منٹ میں آتا ہوں۔ اب گھنٹہ ہونے کو تھا۔ باس سے بے عزتی الگ ہوئی تھی۔ عجلت میں فائل اٹھائی۔

''اب چابی لے لی ہے؟''

''کیوں تم نے پھر کہیں جانا ہے؟'' وہ چڑ گیا۔

''ویسے ہی پوچھ لیا تھا۔''

''تمہیں اندازہ ہے یہاں سے وہاں تک کا روز کا کتنا کرایہ بنتا ہے۔''

''تم بھی پٹرول کا خرچہ کاؤنٹ کر لو۔ پیدل تو نہیں جاتے ہو۔'' اس نے بھی حساب نہ رکھا۔

عبید بغیر جواب دیے غصے سے گھر سے نکل گیا۔

''کیسی فضول زندگی ہو گئی ہے میری......'' اکیلے گھر میں وہ بڑبڑاتی رہ گئی۔

☆......☆......☆

''بی بی جان! زارا کو کال کریں۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔'' دو گھنٹے بعد ہی ارم کو بے چینی شروع ہو گئی۔

''آ جائے گی۔ کیوں بے چین ہو رہی ہو۔ مسرت بھی ساتھ گئی ہے۔'' انہوں نے تسلی دی۔

''تم چائے بنا لو۔ میں نماز پڑھ لوں۔''

''جی......'' وہ سر ہلا کر مڑی، پھر شاکڈ رہ گئی۔

''السلام علیکم!'' عفان کی جان دار آواز پر اس نے بوکھلا کر بی بی جان کو دیکھا۔ ایک لمحے کو وہ بھی کنفیوز سی ہو کر سلام کا جواب دینا بھول گئیں۔

''کیا ہوا؟'' ان کے ردعمل پر عفان خود بھی ٹھٹک گیا۔

''آپ......آپ کو رات کی فلائٹ سے آنا تھا۔'' ارم ہکلائی۔

''کام ختم ہو گیا تھا۔ فلائٹ میسر تھی تو میں نے سوچا وقت کیا ضائع کرنا۔ لیکن آپ لوگ تو مجھے دیکھ کر پریشان ہو گئے ہیں۔''

وہ آگے بڑھ کر ماں سے ملا۔ جو فوراً سنبھل کر دعائیں دینے لگیں۔

''تم ٹھیک ہو؟'' اس نے پلٹ کر ارم کو دیکھا۔

''جی...... جی۔'' ارم نے خوامخواہ اپنا چہرہ چھوا۔ جو تپنے لگا تھا۔

''میں نے بھی اس بار گھر کو بہت مس کیا، مانی کیسا ہے؟ آپ لوگ یہاں ہیں تو وہ کہاں ہے، میں ذرا اپنے بیٹے سے مل آؤں۔''

ارم بوکھلا کر اس کے راستے میں حائل ہوئی۔

''آپ پہلے فریش تو ہو جائیں۔''

''وہ تو میں اپنے بیٹے کو دیکھ کر ہی ہو جاؤں گا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے، مگر......'' ارم نے مدد طلب نگاہوں سے بی بی جان کو دیکھا۔ انہوں نے گہری سانس بھری اور خود کو سنبھالا۔

''وہ گھر پر نہیں ہے۔''

''گھر پر نہیں ہے......'' عفان پلٹا۔ ''کہاں گیا ہے؟''

''زارا آئی تھی۔ تھوڑی دیر اپنے ساتھ لے کر گئی ہے۔ ابھی......''

''کیا؟'' وہ حلق کے بل چلایا۔

ارم کانپ کر رہ گئی......

اور وہی ہوا، جس کا ڈر تھا......

بی بی جان کو تو جو کچھ کہا...... وہ جس طرح کمرے میں آ کر ارم پر برسا...... اس کا بس چلتا تو کمرے کی ہر چیز توڑ پھوڑ دیتا۔

''م...... مجھ سے جھوٹ...... میرے ساتھ دھوکا...... کیسے کر سکتی ہو ارم؟''

وہ ڈر کے مارے دیوار سے جا لگی......

عفان کا غصہ، سنجیدگی...... کام کی زیادتی سے ارم کو نظر انداز کرنا۔ وہ سب ارم نے دیکھا...... مگر عفان کا یہ رویہ......

اتنا دکھ اسے مانی کے جانے کا نہیں تھا۔ جتنا اس بات کا ہوا کہ ارم اس سے جھوٹ بولتی رہی ہے۔
''وہ دو دن سے یہاں میرے گھر میں تھی۔ کتنی بار ہماری بات ہوئی اور تم نے مجھے بتانا بھی گوارا نہیں کیا۔''
عفان نے اس کے عقب میں الماری پر ہاتھ مارا۔
''عفان! میں بتانا چاہتی تھی مگر بی بی جان......'' وہ رونے والی ہوگئی۔
''تم نے ان کے ساتھ مل کر مجھے چیٹ کیا۔ بی بی جان تو ہمیشہ سے اس کے ساتھ تھیں۔ مگر تم میری بیوی ہو ارم...... تمہیں میری طرف کھڑا ہونا تھا۔'' عفان کی انگارے برساتی آنکھیں ارم کو جھلسانے لگیں۔
''عفان......'' وہ سچ میں رو پڑی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار کسی مرد کو اتنے غصے میں دیکھا تھا۔
''کیونکہ تم...... تم مانی کو یہاں رکھنا چاہتی ہی نہیں ہو۔''
''ایسا نہیں ہے۔'' وہ عفان کے الزام پر تڑپ اٹھی۔
''تم یہی چاہتی تھیں کہ وہ ہماری زندگی سے ہمیشہ کے لیے چلا جائے۔''
''عفان......!'' ارم نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے اس کا بازو تھام لیا۔ ''پلیز! یہ زیادہ ہوگیا ہے۔ جس معاملے میں میرا قصور ہی نہیں ہے۔ آپ اس کا غصہ مجھ پر نکال رہے ہیں۔ بی بی جان اس گھر کی بڑی ہیں۔ میں کیسے ان کے خلاف جا سکتی تھی۔''
''مجھے......'' عفان نے دانت پیستے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں پر رکھا۔ ''اپنی زندگی میں ایسے انسان کی ضرورت نہیں ہے...... جو میری سوچ، میرے فیصلے اور میری خواہش کے خلاف چلتا ہو۔ جسے اپنے شوہر سے زیادہ دوسروں کی پروا ہو......'' اس نے جھٹکے سے بازو چھڑا لیا۔
ارم دم بخود رہ گئی۔
اس نے آنسو برساتی نگاہوں سے اپنے محبوب شوہر کو دیکھا۔ جو ایک ہی پل میں اسے اجنبی کر گیا تھا۔ ارم کی مشقت، اس کی محنت...... دن رات کی ریاضت...... سب ایک پل میں ملیامیٹ ہوگئی تھی۔

☆......☆......☆

''اس پر کیوں برس رہے ہو۔ مجھ سے بات کرو......'' وہ جس جارحانہ انداز میں باہر کی طرف جا رہا تھا، اسی انداز میں پلٹا۔ ہاجرہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی تھیں۔ اولاد مد مقابل ہو تو ماؤں کو لڑنے کے لیے بڑی مشقت سہنا پڑتی ہے۔ اولاد سے پہلے خود سے لڑنا پڑتا ہے۔ یہ نہ ہو تو اولاد کی محبت میں حق پر ہوتے ہوئے بھی ہار جاتی ہیں......اور مائیں تو اکثر ہار جاتی ہیں۔ وہ ہار نہیں مانیں گی......'' ہاجرہ نے تہیہ کر لیا تھا۔

''آپ سے کیا بات کروں......'' آنکھوں میں برہمی...... لہجے میں بدتمیزی......ہاجرہ نے گہری سانس لے کر ٹیک لگائی۔ انہیں سہارا درکار تھا۔

''آپ تو شروع سے ہی نہیں چاہتی تھیں کہ زارا اور مانی یہاں رہیں۔ موقع دیکھتے ہی اپنے بیٹے کی اولاد کو بھی گھر سے نکال دیا۔''

زارا کے قدم دروازے میں ہی ٹھٹک گئے۔ اس نے مانی کو اٹھایا ہوا تھا اور عقب میں مارے ڈر کے مسرت کے ہاتھ سے شاپنگ بیگز پھسل رہے تھے۔

صاحب آ گئے ہیں...... اطلاع گیٹ پر مل گئی تھی۔ اور صاحب کتنے غصے میں ہیں، اس کا اندازہ لاؤنج کے دروازے میں ہی ہو گیا تھا۔ ہاجرہ کی نگاہ زارا پر پڑی تو طمانیت کی لہر سی سارے وجود میں دوڑ گئی۔

''کیسی دادی ہیں؟ آپ کے مرحوم بیٹے کی نشانی تھا۔ کیسے کر سکتی ہیں آپ......'' نجانے کیوں اسے یقین تھا کہ ہاجرہ نے مانی کو زارا کے ساتھ ہمیشہ کے لیے بھیج دیا ہے۔

''یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے عفان......'' زارا کی آواز پر وہ پنجوں کے بل گھوما۔

''مانی کو لے جانے کی تمہاری ہمت کیسے ہوئی؟'' وہ تیر کی طرح لپکا اور جھپٹ کر مانی کو اس سے چھین لیا۔

زارا کو تاؤ ہی آ گیا۔

''مانی کو لے جانے کے لیے مجھے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔''

اس کے لہجے کی پھنکار نے عفان کو آگ ہی لگا دی۔

ارم تیزی سے باہر آئی۔ اس نے زارا کی آواز سن لی تھی۔

''آج کے بعد تم مانی کے آس پاس بھی نظر آئیں تو میں تمہاری جان نکال لوں گا۔'' وہ انگلی اٹھا

کر پھنکارا۔
''عفان، تمیز سے بات کرو۔'' بی بی جان نے بے اختیار ٹوکا۔ ''تمہارے بھائی کی بیوہ ہے۔ تمہارا کوئی حق نہیں اس سے اس لہجے میں بات کرنے کا۔''
''بھائی کی بیوہ بن کر رہتی تو سر آنکھوں پر بٹھاتا۔''
''کیوں رہتی تمہاری بھائی کی بیوہ بن کر۔'' بی بی جان کا جلال عود کر آیا۔ ابھی تک وہ بیٹے کے پریشر میں تھیں...... ایک دم اندر کی عورت بیدار ہوئی۔
''اتنی سی عمر میں یہ کیوں اپنی ساری خوشیاں تمہارے بھائی کی قبر میں دفن کر دیتی...... کیا خدا نے عورت کو روکا ہے کہ وہ دوسری شادی نہ کرے۔ شوہر مر جائے تو نہ ہنسے، نہ اچھے کپڑے پہنے...... اپنے سارے فطری تقاضوں کو آگ لگا کر صرف اپنے مرحوم شوہر کا بچہ پالے...... بلکہ ہمارا مذہب تو بیوہ اور طلاق یافتہ کے دوسرے نکاح پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے۔''
عفان نے کچھ کہنے کو لب کھولے...... بی بی جان ہاتھ اٹھا کر گرجیں۔
''چپ کر کے میری بات سنو......'' عفان نے لب بھینچ لیے۔ ماں کا اتنا احترام تو دل میں تھا ہی کہ سب کے سامنے نہ چاہتے ہوئے بھی چپ کر کے ان کی بات سن لیتا۔ مسرت کھسک کر ارم کے عقب میں آ کھڑی ہوئی۔
''زارا کی شادی میں نے کروائی ہے۔ اور یہ سوچ کر کروائی تھی کہ اگر اتنی سی عمر میں میری بیٹی بیوہ ہو جاتی تو میں اس کے لیے کیا سوچتی؟
مڑ کر زارا کو دیکھو عفان...... اس کی جگہ تمہاری بہن ہوتی...... تب بھی تم یہی چاہتے...... اور فرض کرو...... زبیر کی جگہ زارا مر جاتی...... تم زبیر سے بھی یہی ڈیمانڈ کرتے کہ دوسری شادی کے بجائے تمہیں بیٹھ کر اپنے بچے پالنے چاہئیں۔''
عفان ایک لمحے کو ماؤف سا ہو گیا۔
''کبھی بھی نہیں...... تب عفان کو اپنے بھائی کی تنہائی اور بے رنگ زندگی کا خیال ستانے لگتا۔''
جواب زارا نے دیا تھا۔ اس کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔

''مرد ہے نا......'' بی بی جان کا لہجہ مدھم ہوا۔ جس میں گہرے دکھ کی آمیزش تھی۔
''اس لیے سوچتا ہے کہ ساری قربانیاں صرف عورت کے لیے لکھی گئی ہیں۔ مگر میرا اللہ ظالم نہیں ہے۔ وہ عورت کو چانس دیتا ہے۔ اسے پوری اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے حصے کی خوشیاں کسی اور کے ساتھ تلاش کرے جو اس کا شوہر ہو۔ اس کا محافظ ہو۔'' بات ختم کرتے کرتے ان کا لہجہ بھیگ گیا۔
سکوت کی گہری چادر سارے ماحول پر چھا گئی۔ پھر عفان کی سرسراتی آواز نے اس سکوت میں دراڑ ڈال دی۔
''بس...... بہت ہو گیا......''
ارم نے بے حد حیرت سے عفان کو دیکھا۔ وہ جو بی بی جان کی باتوں پر اندر تک پگھل گئی تھی، وہاں عفان ویسے کا ویسا تھا...... پتھر دل...... کہیں کوئی لچک نہیں۔
''تو جاؤ...... جا کر اپنے حصے کی خوشیاں تلاش کرو۔ بار بار ہماری زندگی میں دخل دینے کیوں آ جاتی ہو۔'' وہ مڑ کر زارا پر غرایا۔
''میرا آدھا وجود ہے یہاں...... میں تو بار بار آؤں گی۔ اور جب میں اپنے بچے کو اپنے ساتھ رکھ سکتی ہوں اور میرے شوہر کو بھی کوئی اعتراض نہیں تو تمہیں کیا تکلیف ہے۔'' زارا چڑ گئی۔
''کیونکہ مجھے تم پر اعتبار نہیں۔'' عفان سفاکی سے گویا ہوا۔
''اپنی خوشیوں میں گم ہو کر اسے بھول جاؤ گی۔''
''تم بھی تو اپنی دنیا میں گم ہو......'' زارا کی نگاہ ارم کی طرف اٹھی۔ ''کل کو تمہاری اولاد ہو گی تو اس کی حیثیت کیا ہو گی۔ میں تو اس کی ماں ہوں۔''
''یہ میرے لیے ہر کسی سے زیادہ اہم ہے۔'' عفان نے اس پورے ہنگامے سے سہمے بچے کو مزید خود میں بھینچ لیا۔
''وہی مرغے کی ایک ٹانگ......'' زارا کا ضبط جواب دے گیا۔
''بی بی جان......'' وہ ان کی طرف مڑی۔ ''میں نے آج تک صرف آپ کی خاطر صبر کیا تھا۔ کیونکہ آپ نے مجھے اس گھر سے بیٹیوں کی طرح رخصت کیا تھا۔ مگر اب نہیں......'' اس نے شرربار

نگاہوں سے عفان کو دیکھا۔

''اب میں کورٹ میں جاؤں گی۔'' ایک لمحے کو سب ششدر رہ گئے۔ زارا کا لہجہ ٹھوس اور بے لچک تھا۔

عفان نے چبھتی نگاہوں سے زارا کو دیکھا۔

''ضرور، اگر تمہارا شوہر پیسے دینے پر آمادہ نہیں ہوا، تو مجھ سے لے لینا۔ میں کورٹ میں ثابت کردوں گا کہ تم اپنے بچے کی حفاظت کی اہل نہیں ہو۔'' عفان نے گویا چیلنج کیا تھا۔

''دیکھتے ہیں......'' زارا نے چیلنج قبول کرلیا۔

ارم نے گھبرا کر بی جان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ انہوں نے مایوسی سے سر ہلا دیا۔ عفان ایک ایسی لڑائی لڑنے جا رہا تھا، جس میں ہار اسی کی ہونا تھی۔

☆......☆......☆

ارم نے بہت دیر انتظار کیا...... وہ مانی کے کمرے میں تھا۔ کھانا بھی وہیں منگوا کر کھایا۔

''نہیں، اس وقت مجھے غصہ نہیں دکھانا۔ عفان پہلے ہی بہت ڈسٹرب ہیں۔'' بہت دیر کروٹیں بدلنے کے بعد وہ مانی کے کمرے میں آئی...... نیلگوں روشنی میں مانی سو رہا تھا۔ ماں کے ساتھ کئی گھنٹے مزے کرنے کے بعد وہ تھک گیا تھا۔ عفان جاگ رہا تھا۔

مانی کے ساتھ لیٹا اس کے بالوں میں دھیرے دھیرے انگلیاں پھیرتا ارم کو دیکھ کر کروٹ بدل گیا۔

''سو گیا ہے۔'' ارم نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔ عفان نے جواب نہیں دیا۔

''آپ بھی آکر سو جائیں۔'' ارم نے دھیرے سے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ عفان نے ہاتھ ہٹا دیا۔ ارم کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''عفان! میرا کیا قصور ہے؟''

عفان ایک دم اٹھا۔ اسے بازو سے کھینچ کر کمرے سے باہر لے آیا۔

''تمہیں نظر نہیں آرہا...... بچہ سو رہا ہے۔'' وہ دھیمی آواز میں غرایا۔

''مجھ سے اس طرح بات کیوں کر رہے ہیں؟''

''میں تم سے بات ہی نہیں کرنا چاہتا۔'' وہ واپس جانے لگا۔

ارم سامنے آ گئی۔

''آپ کو نہیں بتایا تو آپ ناراض ہو رہے ہیں۔ بتا دیتی تو بی بی جان ناراض ہوتیں۔

''تمہیں میری بات سننا ہے ارم...... میں کیا کہتا ہوں، تمہیں اس بات کا خیال رکھنا ہے۔ بھلے تمہیں بی بی جان نے روکا ہی کیوں نہ ہو......''

ارم نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ کتنے اکھڑ اور اجنبی انداز میں بات کر رہا تھا۔

''میں تب بھی شاید یہی کرتی......'' اس نے بہت ہمت کر کے کہہ دیا۔

''کیا......؟'' عفان کو لگا، اسے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔

''کیونکہ مجھے لگتا ہے...... آپ غلط ہیں۔''

''تم ہوش میں ہو......''

''میں نے زارا کو قریب سے دیکھا ہے عفان...... اس میں ایک ماں کی تڑپ دیکھی ہے اور آپ ایک ماں کو اس کے بچے سے دور کر کے غلط کر رہے ہیں۔''

''رئیلی؟'' عفان نے دیوار پر ہاتھ رکھ کر ارم کو بہت غور سے دیکھا۔

''ہوں......'' ارم نے جلدی سے اثبات میں گردن ہلائی۔ اسے خوش فہمی ہو گئی تھی کہ وہ عفان کو سمجھا سکتی ہے۔

عفان نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے انگلی رکھ کر چہرہ اوپر اٹھایا اور غور سے اس کی آنکھوں کو دیکھا۔

وہ ہلکا سا مسکرائی۔

ارم کو لگا وہ اس کی بات سننے پر آمادہ ہے۔

مگر وہ بولا تو اس کے الفاظ نے ارم کو کاٹ کر رکھ دیا۔

''مجھ سے تمہیں پہچاننے میں بہت بڑی غلطی ہوئی ارم...... مجھ پر یہی ثابت کرتی رہیں کہ تم مانی سے بہت پیار کرتی ہو۔ اصل میں تو تمہیں سب سے زیادہ اس کی موجودگی پر اعتراض تھا۔''

☆......☆......☆

عبید نے فریج کھول کر جائزہ لیا۔ ضرورت کی ہر چیز ہی موجود تھی۔ اس نے پلٹ کر ماں کو دیکھا۔ جو اس کے لیے چائے کے ساتھ فرینچ ٹوسٹ بنا رہی تھیں۔

"امی! مہینے کے آخری دنوں میں کیسے سب مینج کر لیتی ہیں؟"

عبید نے فریج بند کیا۔

"بھئی ہم پر کون سی ذمہ داریاں ہیں...... دو تو جی ہیں۔" وہ مسکرائیں۔

"ہم بھی دو ہی ہیں...... لیکن مہینے کے آخر تک پیسے نجانے کہاں اڑ جاتے ہیں۔" عبید نے بے بسی سے کندھے اچکائے۔

"تمہاری تنخواہ اتنی کم تو نہیں...... بجٹ بنا کر چلو۔" انہوں نے فرینچ ٹوسٹ پلیٹ میں نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔ خود چائے نکالنے لگیں۔

"کوشش تو کی تھی مگر......"

"پہلے بیسک خرچے پورے کیا کرو...... رینٹ، بلز...... پھر جو رقم بچے اسے چار ہفتوں پر تقسیم کر لو۔ تمہیں اندازہ ہو جائے گا۔ ایک ہفتے میں کتنا خرچ کر سکتے ہو۔ آسائشات اور ضروریات میں فرق کرنا سیکھو۔ جب انسان گھر سیٹ کر رہا ہوتا ہے تو اسے سنبھل کر چلنا پڑتا ہے۔" انہوں نے رسانیت سے سمجھایا۔

(یہ بات ثانیہ کو کون سمجھائے)

"آج پے نکلوائی ہے...... میرے ساتھ چلیں...... گروسری کر لیں۔"

"نہیں بیٹا...... ثانیہ کے ساتھ جاؤ، اسے اچھا نہیں لگے گا۔"

"امی......! اس کا ہاتھ نہیں رکتا۔ خریدنے پر آتی ہے تو ہر چیز خریدتی چلی جاتی ہے۔"

"اچھا...... میں تمہارے ابو سے پوچھ لوں۔ ساتھ انہیں چائے بھی دے آؤں۔" بیٹے کو اصرار کرتا دیکھ کر وہ پسیج گئیں۔

توفیق صاحب نے بیٹے کو گلے تو لگا لیا تھا۔ مگر ابھی تک دل سے گلے نہیں گئے۔ تب ہی وہ بس خیر خیریت پوچھ کر اپنے کمرے میں چلے جاتے تھے۔

عبید بیٹھ کر کھانے لگا۔ ماں کے ہاتھ کا ذائقہ ہی الگ تھا۔

تب ہی ثانیہ کی کال آ گئی۔

"کہاں ہو عبید......؟ کب سے انتظار کر رہی ہوں تم آئے ہی نہیں...... کب سے انتظار کر رہی تھی۔" اس کے اگاوٹ بھرے لہجے پر نجانے کیوں عبید کو پہلی بار کوفت محسوس ہوئی۔

"ہم نے گروسری کے لیے جانا تھا۔"

پہلی تاریخ کو وہ اتنی ہی پرجوش ہو جاتی تھی۔

"امی کی طرف بیٹھا ہوں۔ آ جاؤں گا ایک دو گھنٹوں میں......" عبید نے سنجیدگی سے بتایا۔

ثانیہ کو تپ چڑھ گئی۔

"ان سے کیا گروسری کی لسٹ بنوا رہے ہو۔"

"یہی سمجھ لو......" عبید نے آرام سے کہہ کر کال کاٹ دی۔ ثانیہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"اتنی کوششوں کے باوجود بھی رابطے بحال ہیں۔ ماں کے گھٹنے سے لگا پٹیاں پڑھ رہا ہو گا۔ احساس ہی نہیں ہے کہ بیوی گھر میں اکیلی انتظار کر رہی ہے۔ لگتا ہے پھر سے ہنگامہ کرنا پڑے گا۔"

وہ جلتی کلستی رہی......

☆......☆......☆

"چلا گیا؟" توفیق صاحب نے چائے کا کپ آسیہ کے ہاتھ سے لیتے پوچھا۔

"نہیں...... چائے پی رہا ہے۔ آپ بھی آ جاتے...... ہمارے ساتھ چائے پی لیتے۔" آسیہ نے کہا تو نظریں چرا گئے۔

"اب دل صاف کر بھی لیں توفیق......"

"تمہارا صاف ہو گیا، کافی ہے۔"

"وہ محسوس کرتا ہے۔"

"کرنے دو...... اسے گھر میں آنے کی اجازت دے دی، یہی کافی ہے۔" آسیہ نے بے بسی سے گہری سانس لے کر بات بدلی۔

"اچھا ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی...... میں تھوڑی دیر عبید کے ساتھ مال چلی جاؤں؟ وہ چاہ رہا ہے کہ میں اس کے ساتھ گھر کا کچھ سامان خرید لاؤں......"

توفیق صاحب کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھ گیا۔

"توفیق پلیز......" آسیہ نے ملتجی انداز میں ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"کیا چاہتی ہو...... تمہاری بہو ایک بار پھر آ کر ہماری بے عزتی کرے...... بھول گئیں جب ثانیہ ہم سے پیسے لینے آئی تھی، اس نے کیا کہا تھا......"

"بس جانے بھی دیں۔"

عبید دروازے میں ہی رک گیا......

"کہ ہم اس کے شوہر کی کمائی کھا گئے ہیں......" وہ ضبط کرتے کرتے پھٹ پڑے۔

"اور کیا بتایا تھا کہ عبید کہتا ہے میرا باپ بے حس ہو گیا ہے۔"

"مت کھولیں پرانی باتیں...... وہ وقت گزر گیا ہے۔"

"میرے لیے تو ٹھہر گیا۔" انہوں نے ضبط سے مٹھی بھینچ لی۔

"وہ میرا بیٹا ہے...... بغیر طعنے دیے بھی ہم سے مدد مانگ سکتا تھا۔ کیا میں اس کی مدد نہ کرتا...... ثانیہ کے الفاظ میرے دل پر نیزے کی انی کی طرح کھبے ہیں آسیہ......! وہ ہم پر حق رکھتا تھا...... حق جتاتا...... طعنے نہ دیتا۔"

عبید کو یاد آیا...... ثانیہ نے اسے آ کر کیا بتایا تھا۔

"کتنی بار سمجھایا ہے۔ وہ سب عبید نے نہیں کہا ہوگا۔ ثانیہ نے خود سے گھڑا ہوگا۔" آسیہ خود کو ہمیشہ یہی کہہ کر تسلی دیتی تھیں۔

"اچھا......" انہوں نے طنز سے ہنکارا بھرا۔ "جب ثانیہ یہ رقم لے کر عبید کے پاس گئی ہوگی، تب عبید نے ہمیں کال کیوں نہ کی۔ دو لفظ شکریے کے کیوں نہ بولے۔ اس کی حمایت مت کرو آسیہ...... اس سب میں تمہارا بیٹا برابر کا شریک ہے۔"

''آپ جو مرضی کہیں......'' آسیہ کو غصہ آ گیا۔ لہجے میں ناراضی در آئی۔ ''وہ ایک دو گھنٹوں کے لیے میرے پاس آتا ہے...... میرے لیے یہی بہت ہے۔ اور خدا کے لیے یہ سب اس سے مت کہہ دیجیے گا۔ اس کا دل خراب ہو گا۔''

''بیٹے کی پروا ہے، شوہر کی نہیں......''

''جو بھی سمجھیں...... میں اسے معاف کر چکی ہوں۔ بہتر ہے آپ بھی کر دیں۔'' آسیہ خفگی سے کہہ کر مڑیں تو ٹھٹک کر رک گئیں۔

دروازے میں کھڑا عبید جیسے شرمندگی و پچھتاوے کی اتھاہ گہرائی میں گرتا جا رہا تھا۔

اس نے کیسے ثانیہ کی ہر بات پر اعتبار کر لیا۔

اس نے کیسے سوچ لیا کہ اس کا مہربان باپ یہ سب کہے گا۔

''ثانیہ! تم نے مجھ سے کہاں کہاں جھوٹ بولا ہے......''

ہ باپ کے قدموں میں جھکا۔

ان کے پیروں کو چومتا زار زار روتا چلا گیا۔

وہ عبید کے آنسو نہیں تھے۔

وہ ثانیہ کا بدلتا نصیب تھا۔

ثانیہ......

جس نے خود اپنے روشن نصیب کو سیاہی میں بدلنے کی ہر کوشش کی۔

❁ ❁

قسط نمبر 26

''بس کرو عبید۔'' باپ کا دل تڑپا، اسے پیروں سے اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔

''یہ میں نے کیا کر دیا۔ میں نے کیسے ثانیہ کی ہر بات پر اعتبار کر لیا۔'' وہ تاسف سے اپنے ہاتھ مل رہا تھا۔ آنکھوں سے بہتے آنسو آسیہ کے دوپٹے میں جذب ہوتے رہے۔

''میرا دل کہتا تھا، ایسا نہیں ہے، مگر پھر نجانے کیا ہوا؟ نجانے کیا......؟''

''کوئی بات نہیں، ہو جاتا ہے۔'' توفیق نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔

''امی! میں آپ کا بھی گناہ گار ہوں۔'' وہ ماں کی طرف پلٹا۔ سرخ آنکھیں، آنسوؤں سے بھیگا چہرہ......

ماں نے ماتھا چوم لیا۔

''میں نے تو کب سے دل صاف کر لیا۔ ماں کا دل اس بات کا انتظار کہاں کرتا ہے کہ اولاد معافی مانگے۔''

آسیہ نے جتاتی نظروں سے توفیق کو دیکھا۔ وہ سمجھ کر مسکرا دیے۔ صاف ان پر طنز تھا۔

''لیکن میں ثانیہ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔'' عبید کے اندر غصے کی لہر اٹھی۔ ''اس نے ہم سب کو ایک دوسرے کے خلاف کر دیا۔ ہر رشتے میں دراڑ ڈالی۔'' اب باتیں کھلی تھیں تو آسیہ نے باقی ہر بات بھی بتا دی تا کہ بیٹے کا دل صاف ہو۔

''جھوٹ، سازش، بدگمانی......اس نے کیا نہیں کیا۔''

''اس کی یہ خصوصیات ہمیں پہلے سے پتا تھیں۔ تم تھے جس نے آنکھیں بند کی تھیں۔''

''تم ثانیہ کو الزام نہیں دے سکتے عبید۔'' توفیق نے سنبھل کر ٹیک لگائی۔ ''وہ جیسی بھی تھی۔ بدگمان کون ہوا تھا۔ اس کے جھوٹ اور سازش کا شکار کون بنا تھا۔''

عبید نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

''تم ہمارا خون تھے عبید...... تمہیں ہم پر، اپنی بہن پر اعتبار ہونا چاہیے تھا۔ اعتبار نہیں بھی تھا، تب بھی تم وضاحت مانگ سکتے تھے۔'' ان کا لہجہ سنجیدہ اور سخت تھا۔

''تم ہماری اولاد تھے، تمہارا تعلق ہم سے مضبوط ہونا چاہیے تھا۔ دل ثانیہ نے نہیں دکھایا، دل تم نے دکھایا تھا۔ ثانیہ نے اتنی تکلیف نہیں پہنچائی، جتنی تم نے پہنچائی تھی۔''

''اب بس بھی کریں۔'' آسیہ نے فوراً ٹوکا۔ اب اس سے زیادہ بیٹے کی شرمندہ صورت کہاں برداشت ہونا تھی۔

''کیوں بھئی، موقع ملا ہے تو سارے حساب بے باق کروں گا۔'' وہ شرارت سے مسکرائے۔

☆......☆......☆

کھول کھول کر ثانیہ آدھی رہ گئی۔ ابھی تک ماں کے گھٹنے سے لگا بیٹھا ہے۔ احساس ہی نہیں کہ میں گھر میں اکیلی ہوں۔ اس نے کھولتے بڑبڑاتے کال ملائی۔ دوسری طرف سے کال کاٹ دی گئی تھی۔

''اب تو آجاؤ عبید...... حشر اٹھا دوں گی۔'' اس نے سامنے سے موبائل بیڈ پر پھینکا پھر خود بھی بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بے چینی کے بعد دوبارہ نمبر ملایا۔ کال پھر سے کٹ گئی۔ اب غصے کی جگہ تشویش نے لے لی۔

''بات کرلو۔ وہ پریشان ہو رہی ہوگی۔'' توفیق صاحب نے نرمی سے کہا۔

''مجھے اب بھی اس کی پریشانی کا احساس ہوگا؟'' عبید نے تلخی سے پوچھا۔

''ہونا چاہیے تمہاری بیوی ہے۔'' وہ مسکرائے۔ عبید نے چڑ کر ماں کو دیکھا۔ وہ ایک لمحے کو خاموش ہوئیں۔

اندر کی عورت شر پھیلا رہی تھی۔ یہی تو وقت تھا ثانیہ سے سارے بدلے لینے کا۔

مگر بولیں تو لہجہ مدھم تھا۔

”تمہارا دل ہماری طرف سے صاف ہو گیا یہی کافی ہے۔ آئندہ کے لیے اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔ یہاں کی باتیں یہیں چھوڑ جاؤ۔ اپنا گھر خراب کرنے کی ضرورت نہیں۔“ وہ کھڑی ہو گئیں۔ توفیق صاحب بیوی کو دیکھ کر مسکرائے۔ ان کی مسکراہٹ فخر، ناز اور پیار سے لبریز تھی۔ اس عورت نے انہیں کبھی مایوس نہیں کیا تھا۔

عبید نے ماں کے ساتھ بیٹھ کر بجٹ بنایا۔ ایک لمحے کو آسیہ کو تشویش لاحق ہوئی۔ ان کے بیٹے نے کیا کیا بکھیڑے اپنی جان کو لگا لیے تھے۔

”اب گھر کا خرچ ثانیہ کے حوالے نہیں کرنا۔“ عبید نے فیصلہ کر لیا تھا۔

☆......☆......☆

کھانا بناتے، لگواتے ارم کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہونے لگا۔ یہ بڑا سا گھر، یہ ساری آسائشات بے معنی ہو کر رہ گئی تھیں۔ وہ نظر، وہ التفات...... وہ محبت۔ عفان کا ارم کو نظر انداز کرنا، بے اعتنائی برتنا اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ عفان نے کرسی کھینچی، بیٹھا اور بغیر کسی کی طرف دیکھے کھانا شروع کر دیا۔

ارم نے ابھی تک اپنی پلیٹ میں کچھ نہیں نکالا تھا۔ اسے پوچھنا چاہیے تھا وہ کیوں نہیں کھا رہی۔ ارم کو جھنجھلاہٹ ہونے لگی۔

بی بی جان نے نظریں چرالیں۔ وہ میاں بیوی کے معاملے میں دخل دینا نہیں چاہ رہی تھیں۔ عفان مزید ضد میں آجاتا۔ (کچھ دن منہ پھلائے گا، پھر ٹھیک ہو جائے گا)

”عفان......!“ ارم نے بے اختیار پکارا۔ عفان نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

کوئی اتنی بے رخی سے بھی دیکھتا ہے۔

”جب سے آئی ہوں، کبھی بھی میکے میں نہیں رکی، کچھ دن امی ابو کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں۔“ لہجہ صاف تھا مگر واضح نہیں۔ وہ اجازت مانگ رہی تھی یا بتا رہی تھی۔

بی بی جان نے بے چینی سے اسے دیکھا۔ ارم کے اندر کہیں گمان تھا، وہ غصے اور ناراضی سے سہی، مگر کہے گا۔ وہ نہیں جا سکتی، اس کے بغیر گھر کیسے چلے گا۔

مگر شاید کسی کے بھی جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کاروبار حیات تو چلتا رہتا ہے۔ انسان کو لگتا ہے ساری دنیا اس نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھی ہے۔

''ٹھیک ہے......''

''آہ......دو لفظ......'' ارم کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔

عفان نے یہ بھی نہیں پوچھا وہ کتنے دنوں کے لیے جا رہی ہے اور وہ اپنا کھانا ختم کر کے چلا گیا۔

ارم کی پلیٹ خالی کی خالی رہی۔

''کھانا کھا لو بیٹا......'' بی بی جان کی مدھم آواز نے ارم کے وجود پر چھائے سکوت کو توڑ ڈالا۔

اس نے شاکی نظروں سے بی بی جان کو دیکھا۔

''وہ مجھے روک سکتا تھا۔''

''رشتوں کو آزماتے نہیں ہیں، بھرم ٹوٹ جاتے ہیں۔'' ان کے لہجے میں اداسی تھی۔

''آزمائے بغیر ان کی گہرائی کا کیسے پتا چلے۔'' ارم کا لہجہ تلخ تھا۔

''بھاگ جانے سے معاملات درست نہیں ہوتے ارم۔'' بی بی جان نے روکنا چاہا۔

''میں تھک گئی ہوں۔ تھوڑا سکون چاہتی ہوں۔ آپ کا بیٹا بہت مشکل ہے۔ اس مشکل کو جھیلنے کے لیے مجھے ہمت بھی تو چاہیے۔''

''اب میں نہیں روکوں گی تو تم کہو گی، بی بی جان نے بھی نہیں روکا۔'' وہ ذرا سا مسکرائیں تو ارم بھی مسکرا دی۔

''آپ سے شکوہ نہیں ہے بی بی جان۔ مان تو محبت کرنے والے شوہر پر ہوتا ہے۔'' اس نے آخری جملہ دل سے کہا۔

''جاؤ، آفس کے لیے نکل رہا ہے، خدا حافظ کہہ دو۔''

''کیا فرق پڑتا ہے۔'' ارم کا دل نہیں تھا۔

''فرق پڑتا ہے ارم۔'' بی بی جان کے لہجے میں سختی در آئی۔ ارم کو با دل نخواستہ کمرے میں آنا

پڑا۔ وہ اپنا سامان اٹھا رہا تھا۔ گھڑی، چابیاں، موبائل ...... اس نے ارم کو آتے دیکھا۔ مگر ان دیکھا کر دیا۔ ارم نے خوامخواہ بستر درست کرنا شروع کر دیا۔

عفان نے والٹ سے کچھ رقم نکال کر سائیڈ میز پر رکھی۔

"یہ لے لینا۔"

ارم نے سر اٹھا کر پیسوں کو، پھر عفان کو دیکھا۔

"یہ کس لیے......؟"

"کچھ دن رکو گی تو ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

ارم نے پاس آ کر رقم اٹھائی، پھر مڑ کر عفان کی شرٹ کے سامنے والی جیب میں ڈال دی۔

"میرے ابو کے گھر میں پیسوں کی کمی نہیں ہے۔"

عفان کی پیشانی شکن آلود ہوئی۔ وہ اب بھی سر اٹھائے اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، جیسے تمہاری مرضی۔" وہ خدا حافظ کہہ کر چلا گیا۔ ارم کا دل مزید برا ہو گیا۔

☆......☆......☆

"کہاں رہ گئے تھے عبید۔ تمہیں اندازہ بھی ہے میں کتنی پریشان ہو گئی تھی۔" ثانیہ دروازہ کھولتے ہی شروع ہو گئی۔ اپنے غصے کو دبا کر لہجہ پریشانی اور محبت کی شیرینی سے لبریز تھا۔ وہ محبت کی مار تھا، یہ ثانیہ کا خیال تھا مگر محبت جب مکڑی کا جالا بن کر آپ کے حواس سلب کرنے لگے تو تقدیر صفائی کا انتظام خود بخود کر دیتی ہے۔

"اکیلے گھر میں کتنا دل گھبرا رہا تھا۔ تم میری کال بھی نہیں لے رہے تھے۔ اتنے وسوسے......" اس کے الفاظ درمیان میں گم ہو گئے۔

عبید کے ہاتھوں میں گروسری کے تھیلے تھے۔ وہ دروازہ کھلا ہی چھوڑ کر سیدھا کچن کی طرف بڑھ گیا۔ حیران پریشان ثانیہ نے تیزی سے دروازہ لاک کیا۔ اور پیچھے آئی۔

"یہ کیا تم خود ہی شاپنگ کر آئے، حد ہے عبید، تمہیں کیا پتا کیا لینا تھا کیا نہیں۔"

عبید تھیلے رکھ کر مڑا۔ وہ عین اس کے عقب میں کھڑی تھی۔ میرون کرتا ٹراؤزر۔ بالوں کی اونچی سی پونی بنائے، دوپٹے سے بے نیاز...... اس کا خوب صورت سراپا آج بھی حشر ڈھاتا تھا۔ مگر اس کا خوب صورت چہرہ...... عبید نے اس کے چہرے پر وہ خوب صورتی تلاشی جس کا وہ اسیر تھا۔ مگر اسے ماننا پڑا، خوب صورتی خدوخال میں نہیں، کردار میں ہوتی ہے۔ بے ریا سوچ اور پاکیزہ روح کی ہوتی ہے۔ جو چہرے کے خدوخال سے چھلکنے لگتی ہے۔

''کیا ہوا؟'' ثانیہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی۔

''کچھ پوچھ رہی ہوں۔ تمہیں کیا پتا۔''

''مجھے نہیں لیکن امی کو پتا تھا۔ دو افراد کے لیے گھر میں کتنا اور کون کون سا سودا چاہیے۔'' عبید کا لہجہ سپاٹ تھا۔

ثانیہ کو دھچکا لگا۔ عبید اس سے کترا کر کچن سے نکلا۔

''ویٹ آ منٹ۔'' ثانیہ بھاگ کر سامنے آئی۔ عبید کو رکنا پڑا۔

''میرے گھر کی خریداری اب تمہاری امی کیا کریں گی۔''

''ہاں! کیونکہ تم سے مینج نہیں ہو پا رہا۔'' عبید نے آرام سے کہہ کر اسے سامنے سے ہٹایا۔

''اور دوسری بات...... یہ پورے مہینے کا راشن ہے۔ سبزی گوشت روز کا روز آ جائے گا اور اب اگلی پے آنے تک اسی میں گزارا کرنا ہے۔ اور یقین جانو، اتنا کم نہیں ہے کہ دو افراد اس میں گزارا نہ کر سکیں۔''

وہ ہکا بکا اسے بیڈروم میں جاتا دیکھتی رہی۔ وہ پیچھے جانا چاہتی تھی مگر رک گئی۔ ایک گہری سانس لی۔

''کام ڈاؤن ثانیہ...... غصہ نہیں...... ابھی تو وہاں سے پمپ ہو کر آیا ہے۔ ابھی نہیں۔'' اس نے کھولتے ہوئے مڑ کر کچن کاؤنٹر پر دھرے تھیلوں کو دیکھا۔

''دیکھ لوں گی سب کو، کان بھر بھر کے عبید کو میرے خلاف کر دیا ہے۔ ثانیہ کے گھر کا کچن اس کی ساس چلائے، اس سے پہلے ثانیہ مر نہ جائے۔''

☆......☆......☆

''اچھا دل تھوڑا نہ کرو۔ یہ تو زمانے کی ریت ہی بن گئی ہے۔'' بہت دیر تک شبیر کے دکھڑے سننے کے بعد آصفہ نے بھائی کو تسلی دی۔ فرخ نے موبائل سے نظریں ہٹا کر ماں کو دیکھا اور مسکراہٹ دبائی۔ دل میں تو لڈو پھوٹ رہے ہوں گے۔

دادی بھی خاموش، بے زاری سینے تک کمبل اوڑھے..... کبھی آنکھیں کھول کر انہیں دیکھتیں، کبھی بے زاری سے بند کر کے اونگھنے لگتیں۔

''میری تو کمر ہی ٹوٹ گئی ہے۔ بہو کے مزاج نہیں ملتے۔ نادرہ الگ منہ پھلائے پھرتی ہے۔ وسیم پہلے تو ہر ہفتے آ جاتا تھا، اب کہہ دیتا ہے وقت نہیں ملتا۔ بیوی کا جب دل چاہتا ہے اس سے جا کر مل آتی ہے۔''

''جب دوسروں کے پیروں سے زمین کھینچو گے تو اپنی کمر بھی ٹوٹے گی۔ اب نادرہ آہیں بھرتی ہے۔'' آصفہ نے کینو کی پھانک منہ میں رکھ کر چسکا لیا۔ ''تب ثانیہ کو ہلا شیری دیتی تھی کہ شوہر کو لے کر الگ ہو جاؤ۔ اس کی ماں نے آہیں نہ بھری ہوں گی۔ بددعائیں نہ دی ہوں گی۔''

''آپا! میں اپنا دل ہلکا کر رہا ہوں، آپ نے طعنے شروع کر دیے ہیں۔'' شبیر نے دکھی لہجے میں کہا۔ نتاشا میکے گئی تھی۔ اس لیے راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔ بھائی کا شکوہ سن کر آصفہ نے تسلی دینی شروع کر دی۔

دادی نے بے چینی سے پہلو بدلا تو توجہ ادھر مرکوز ہو گئی۔

''اماں اٹھ کر بیٹھیں..... میں تو آپ کا حال پوچھنے آئی ہوں۔''

''میرا حال پوچھنے کون آتا ہے؟ اپنے چسکے پورے کرنے آتی ہو۔'' دادی نقاہت سے مگر چڑ کر بولیں۔ فرخ کو ہنسی آ گئی۔

''یہ نہیں کہ ماں چار دن کی مہمان ہے کچھ اس کی سن لے۔ میرے سرہانے بیٹھ کر پٹر پٹر بولے جا رہے ہیں۔''

''میں دیکھوں، نادرہ نے سالن بنا لیا ہوگا۔'' شبیر بہانے سے کھسک گئے۔

''ارے نانی! ابھی کہاں؟ ابھی تو آپ نے میری شادی بھی دیکھنی ہے۔'' فرخ نے موبائل ایک طرف رکھا۔

''تیری اماں کو فکر ہو تب نا......''

''لو مجھے فکر نہیں ہے۔'' آصفہ تڑپ اٹھیں۔

''تو پھر کرلوں لڑکی پسند؟'' فرخ نے موقع غنیمت جانا۔ نمرہ کا ذکر کرنے کا وقت آگیا تھا۔

''یہ دیکھ......'' آصفہ نے فٹ سے ہاتھ جوڑ دیے۔ ''اب تو مرتی مر جاؤں، تمہاری پسند نہ لاؤں گی۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟'' فرخ بے چین ہوا۔

''خوب دیکھ بھال کر بہو لاؤں گی۔ گھر بنانے والی، سجانے والی، مجھے نہیں چاہیے...... نہ امیر نہ خوب صورت۔''

''تو کسی بھکارن سے کریں گی۔'' وہ بلبلا اٹھا۔

''تم سے مشورہ نہیں مانگا۔ جہاں کرنی ہوگی کردوں گی۔'' آصفہ نے بے نیازی سے کہا اور کینو کھانے لگیں۔

فرخ تھوڑا پریشان سا ہوگیا۔ نمرہ کو ماں سے ملوائے تو کس طرح۔ دادی نے ایک پھانک منہ میں رکھ کر چوسنا چاہا کہ کھانسی شروع ہوگئی۔ فرخ نے تیزی سے اٹھ کر سر اونچا کیا۔

''بس اسی طرح ماں کھانس کھانس کر مر جائے گی۔ پر کسی کو خیال نہ آئے گا۔'' دادی کے دم میں دم آیا تو دہائی دینے لگیں۔ کبھی کبھی ساری ساری رات کھانستی تھیں۔ مگر بند کمروں کے بند دروازے اپنے اپنے بستروں میں دبکے پرسکون نیند لیتے گھر کے کسی فرد تک ان کی آواز نہ جانے دیتے۔

نجانے دروازے بند تھے یا کان......

''نانی! آپ ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلیں۔ رابعہ آپی آپ کا بہت خیال رکھیں گی۔'' آصفہ نے گھور کر فرخ کو دیکھا۔ بیمار ماں کو سنبھالنا آسان تھوڑی تھا۔ چوبیس گھنٹوں کی ڈیوٹی تھی۔ اب رابعہ گھر

دیکھے گی، بچوں کو سنبھالے گی یا بیمار دادی کا خیال رکھے گی۔ وہ ابھی مناسب الفاظ ہی ڈھونڈ رہی تھیں کہ دادی چمک کر بولیں۔

"میں کیوں اخیر عمر میں اپنا گھر چھوڑوں۔ بیٹی کے در پر دم نکلے، لوگ میرے بیٹے پر تھو تھو نہ کریں گے کہ بوڑھی ماں کو گھر سے نکال دیا۔ وہ بیٹی کے گھر جا کر مری۔"

"آہ یہ مائیں...... بیٹے بھلے پورا دن کمرے میں نہ جھانکیں۔ مگر بیٹے کی جگ ہنسائی نہ ہو، اس ڈر سے اپنے لیے آرام بھی ٹھکرا دیں گی۔"

آصفہ نے سکون کا سانس لے کر فوراً اماں کی ہاں میں ہاں ملائی۔

☆......☆......☆

ڈھلتی شام کے پس منظر میں گرتے پتوں کی آہٹیں اور ہوا کی سرگوشیاں بتاتی تھیں کہ بہار اب زیادہ دور نہیں ہے۔ ستون سے لپٹی بیلیں اپنے وجود میں پنپتی نئی کلیوں کی سرسراہٹوں سے مخمور تھیں۔

وہ بیلوں میں اٹکے خشک پتے الگ کر رہی تھی۔

"کیا کر رہی ہو؟" اس کے کانوں میں چند مہینے پہلے گزرا لمحہ سرگوشی کرنے لگا۔

"میری بیلیں میرے بغیر اداس ہو رہی تھیں۔ انہی سے راز و نیاز چل رہے ہیں۔"

"تمہارا شوہر بھی تمہارے بغیر اداس ہو رہا ہے اور تمہارے راز و نیاز......" اس کے شرارتی سے لہجے پر ارم نے بات ہی مکمل نہ کرنے دی۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"بہت مس کر رہا ہوں۔ لینے آ جاؤں۔"

"ابھی؟" بڑی ناز بھری حیرت تھی۔

"ہاں......!"

"جی نہیں......!"

"میں آ رہا ہوں۔"

''کیا چل رہا ہے بھئی۔'' عقب سے عبید نے اس کے سر پر چپت لگائی تو ارم چونک کر مڑی۔ اپنی اداسی اور بے چینی کو ہٹا کر دیکھتی تو یہ چند دن بہت خوب صورت گزرے تھے۔ عبید ہر روز دو ایک گھنٹوں کے لیے آ جاتا۔ آسیہ نت نئے کھانے بناتیں۔ توفیق بھی آفس سے جلدی اٹھ آتے۔ گھر جیسے پھر سے مکمل ہو گیا تھا۔ اس نے ساری بات آسیہ سے شیئر کی تھی۔

''ہاجرہ نے بالکل درست فیصلہ کیا، کون چاہتا ہے اس کی بیٹی زندگی کی ہر خوشی سے منہ موڑ کر بیوگی کی زندگی گزارے۔'' آسیہ نے ہاجرہ کے اس عمل کو بہت سراہا تھا۔

''مگر زارا کی خوشیاں اب بھی ادھوری ہیں۔ وہ دو حصوں میں بٹ گئی ہے۔''

''تمہیں عفان کو سمجھانا چاہیے تھا۔''

''انجام دیکھ تو لیا ہے۔ اس لیے کچھ دنوں کے لیے منظر سے ہٹ گئی ہوں۔ امی میں نے ٹھیک کیا نا؟'' ارم متذبذب تھی۔

''بعض اوقات خاموشی سے جگہ چھوڑ دینا بھی اپنا دفاع ہوتا ہے۔'' انہوں نے بیٹی کے فیصلے پر تنقید نہیں کی تھی۔

''میکے کے گھر میں کتنا سکون ہوتا ہے عبید۔''

''یہ تو ہے۔ جو خوشی یہاں بیٹھ کر ملتی ہے، وہ کہیں اور نہیں ملتی۔'' عبید نے نظر بھر کر گھر کے گوشے گوشے کو دیکھا۔ سکون آمیز احساس رگ جاں میں اتر گیا۔

''ہاں اب تو تمہارا بھی میکہ ہے۔'' ارم مسکرائی تو عبید نے ناراضی سے بہن کو دیکھا۔

''اڑا لو مذاق......'' وہ آفس سے آیا تھا۔ بازو کہنیوں تک فولڈ کیے ہاتھ منہ دھو کر آیا تھا۔ ارم نے انگلیوں سے اس کے بکھرے بال سنوارے۔

''مذاق نہیں اڑا رہی میرے بھائی، بتاؤ زندگی کیسی ہے؟''

''کھینچا تانی ہے۔ شکنوں بھری چادر ہے ایک طرف سے نکالو تو دوسری طرف پڑ جاتی ہیں۔''

ماں باپ کے سائے میں پرسکون زندگی جینے والوں کے لیے ایسا ہی تھا۔ جیسے خوب صورت پگڈنڈی پر

چلتے چلتے خاردار جھاڑیوں میں اتر گئے ہوں۔ اب نکلنا تھا۔ اپنی عقل و فراست...... محدود تجربے اور ماں باپ کی تربیت کے سہارے۔

''ہاں لیکن بری بھی نہیں ہے۔'' ارم نے دیوار پار نظر آتی امرود کی شاخوں پر پھدکتی چڑیوں کو دیکھا۔

''ہمیں اپنے حصے کے دکھ سکھ اٹھانے ہی پڑتے ہیں۔ خواہ وہ اپنے فیصلوں کا نتیجہ ہوں یا ماں باپ کے......'' عبید نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔

''دادی کا کیا حال ہے؟ سنا ہے طبیعت زیادہ خراب رہنے لگی ہے۔'' ارم نے پوچھا۔

''پتا نہیں، میں کبھی گیا نہیں۔''

''تمہارا تو سسرال ہے کم از کم دادی سے تو مل آیا کرو۔ تمہیں دیکھ کر خوش ہو جاتی تھیں۔''

''بچو! آجاؤ کھانا لگ گیا ہے۔'' آسیہ کی آواز پر عبید خاموش ہو گیا۔

''چلو کھانا کھاتے ہیں۔'' ارم نے بھائی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

☆......☆......☆

''آج جلدی گھر آجانا۔ مارکیٹ جانا ہے۔ مجھے کچھ ضروری چیزیں لینی ہیں۔'' گرما گرم آملیٹ عبید کے سامنے رکھتے ہوئے ثانیہ نے کہا۔ عبید نے بغیر اس کی طرف دیکھے نوالہ توڑا اور سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''امی کی طرف سے ہو کر ہی آؤں گا۔''

ثانیہ نے اندر ابلتے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے گہری سانس بھری۔

''روز روز جانا ضروری ہے، میرا مطلب ہے......'' وہ عین اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھی۔

''میں گھر میں اکیلی ہوتی ہوں۔ سارا دن تمہارا انتظار کرتی ہوں۔''

''تم گھر پر ہوتی ہو؟'' عبید نے تحیر سے اسے دیکھا۔

ثانیہ تلملا کر رہ گئی۔ وہ نائس ہونے کی کوشش کر رہی تھی اور عبید کا رویہ اسے تاؤ دلا رہا تھا۔

''میں نے تو جب بھی کال کی تم گھر سے باہر ہی ہوتی ہو کبھی امی کی طرف، کبھی فرینڈز کے ساتھ۔''

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" ثانیہ کا ضبط جواب دینے لگا۔

"چوبیس گھنٹوں میں سے صرف دو گھنٹے اپنے ماں باپ کے لیے نکالتا ہوں۔ تمہیں وہ بھی گوارا نہیں...... اور اگر زیادہ بور ہوتی ہو تو گھر کے کام کاج میں دل لگاؤ، پڑھائی شروع کر دو۔"

"تم جو کہنا چاہتے ہو ایک ہی بار کھل کر کیوں نہیں کہہ دیتے۔"

"میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔" عبید نے بحث سے بچنے کے لیے ناشتا ادھورا چھوڑ دیا۔

"لیکن میں سب سن رہی ہوں۔ جو تمہارے دل میں بھرا جا رہا ہے۔ چند دن ہوئے تمہیں وہاں جاتے ہوئے اور تمہارے انداز ہی بدل گئے ہیں۔" عبید نے پلیٹ کھسکائی اور کھڑا ہو گیا۔

"اس گھر میں سکون سے ناشتا کرنا بھی محال ہے۔"

(یا اللہ! یہ عبید ہے، ثانیہ کا عبید......)

ثانیہ ہکا بکا اسے جاتے دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ بیرونی دروازہ زور سے بند ہو گیا۔ ثانیہ کو رونا آ گیا۔ عجیب بے بسی کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ کھل کر بولے تو ثانیہ کھل کر لڑ بھی لے۔ یہاں تو چوہے بلی کا کھیل جاری تھا۔ موبائل کی بیل پر اس کے آنسو تھمے تھے۔ فرخ کا نام دیکھ کر غصہ ہی آ گیا۔

"کیا ہے؟"

"تم دو دن سے میری کال کیوں نہیں لے رہیں؟" دوسری طرف وہ بھی غصے سے بھرا ہوا تھا۔

"میری مرضی......" ثانیہ نے غصے سے اپنے گال رگڑ کر آنسو صاف کیے۔

"تمہیں نمرہ سے بکواس کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ چلایا۔

"ایسا کیا کہہ دیا، تمہاری چہیتی کو۔"

"اسے یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ میں کسی لڑکی سے محبت کرتا تھا۔" سامنے ہوتی تو کچا چبا جاتا۔

"میں نے کون سا جھوٹ بولا۔" ثانیہ نے ڈھٹائی سے کہا۔

"تو یہ بھی بتا دیتیں کہ وہ لڑکی تم تھیں۔"

"یہ تم پر چھوڑ دیا ہے۔" ثانیہ نے اسے چڑایا۔ پھر ذرا مدھم لہجے میں بولی۔ یاد آ گیا تھا کہ وقتاً

فوقتاً وہی اس کے کام آتا ہے۔
”میری نیت بری نہیں تھی۔کل کو اسے کسی اور سے پتا چلے تو برا لگے گا۔رشتے سچائی پر قائم ہوتے ہیں۔جھوٹ رشتوں کا حسن برباد کر دیتا ہے۔“
”اوہو......تو فلاسفر صاحب،عبید کو بھی بتا دو کہ تم اور میں رابطے میں ہیں۔“فرخ نے طنزاً کہا تو ایک لمحے کو ثانیہ گڑ بڑا گئی۔پھر قصداً لاپروائی سے گویا ہوئی۔
”یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے۔“
”اگر تمہاری وجہ سے میرے اور نمرہ کے رشتے میں کوئی دراڑ آئی تو میں تمہارا جینا حرام کر دوں گا۔“اس نے دھمکی دے کر کال کاٹ دی۔
”بھاڑ میں جاؤ تم بدتمیز انسان......“ثانیہ نے فون پھینک دیا۔دھیان پھر سے عبید کی طرف چلا گیا۔
”وہ کیسے عبید کا وہاں جانا بند کروائے۔“

☆......☆......☆

عبید دروازہ کھول کر اندر آیا،وہ لاؤنج میں صوفے پر لیٹی تھی۔ایک بازو آنکھوں پر رکھا تھا۔آہٹ پر بھی نہیں اٹھی۔
”طبیعت ٹھیک ہے؟“عبید نے شاپر سامنے میز پر رکھا۔
”میری طبیعت کو کیا ہونا ہے؟“ثانیہ نے بازو ہٹا کر میز پر پڑے شاپر کو دیکھا۔
”امی نے پلاؤ بنایا تھا تو تمہارے لیے بھجوا دیا۔“عبید نے اس کی نگاہوں کا جواب دیا۔
”اتنی محبت......ہاں بھئی بیٹا تو واپس ہتھیا لیا ہے،اس کے سامنے اچھی تو بنیں گی۔“
”وہ تو ہمیشہ سے کرتی ہیں۔“عبید نے وہیں کھڑے سنسان پڑے کچن کا جائزہ لیا۔
”تم نے کچھ پکایا نہیں؟“
”تم تو وہاں سے کھا آتے ہو۔میں نے کس کے لیے پکانا تھا۔“وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔کل والے لباس میں ملبوس وہ مرجھائی مرجھائی سی لگی۔لگتا تھا آج کہیں باہر بھی نہیں گئی۔عبید نے پاس بیٹھ کر

ریموٹ اٹھالیا۔

''سنا ہے ارم آئی ہوئی ہے؟''

''ہوں......'' عبید نے ٹی وی آن کیا۔

''تمہیں اتنا دل لگتا ہے۔ بھائی بہن کی باتیں ہی ختم نہیں ہوتیں۔'' ثانیہ کا لہجہ حسد اور جلن میں بجھا تھا۔

''بھائی بہن کی باتیں تو ایسی ہی ہوتی ہیں۔'' وہ چینل بدلنے لگا۔

''مجھے کیا پتا۔ وسیم نے کب مجھ سے بیٹھ کر باتیں کی ہیں۔'' ثانیہ کے لہجے میں حسرت در آئی۔

عبید نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

''میرے خلاف تو خوب بولتی ہوگی۔''

عبید زیر لب مسکرایا۔

''ہماری تو آپس کی باتیں ہی ختم نہیں ہوتیں۔'' عبید کے جملے نے جلتی پر تیل چھڑکا۔

''کیا ناراض ہو کر آئی ہے؟''

''کیوں......؟'' عبید نے حیرت سے پوچھا۔

''بہت دنوں سے یہاں ہے۔ پہلے تو کبھی اتنے دن نہیں رکی۔''

''تمہیں اتنا تجسس ہے؟''

''تجسس کیسا...... ویسے ہی پوچھ لیا۔ تم نہ بتاؤ۔''

''روز تو اپنی امی کے گھر جاتی ہو۔ ایک چکر پڑوس میں بھی لگا لینا۔ پتا چل جائے گا گھر میں کیا کیا چل رہا ہے۔'' عبید نے اطمینان سے کہہ کر آواز اونچی کر لی۔

''مجھے کیا ضرورت ہے۔'' وہ غصے سے کہہ کر اٹھ گئی۔

''یہ پلاؤ تو لیتی جاؤ۔''

''مجھے نہیں کھانا۔''

"اچھا رکھ دو، میں رات کو کھا لوں گا۔"

اس کی کسی بھی بات کا اب عبید پر اثر ہی نہ ہوتا تھا۔ وہ تسلی اور اطمینان سے سارے کام سرانجام دیتا۔ اس کے طنز، طعنے، جذباتی بلیک میلنگ، حسن کے جلوے...... کچھ بھی اثر نہ ہوتا۔

زندگی معمول کی طرح گزر رہی تھی۔

وہی معمول...... جس کے بارے میں ثانیہ کہتی تھی کہ مجھے گزارنی پڑے تو مر ہی نہ جاؤں۔

☆......☆......☆

کچن میں ہوتی کھٹ پٹ سے ان کے دل میں کھد بد ہو رہی تھی۔ خوشبو بھی خوب اٹھی تھی۔

"نجانے کیا پکائے جا رہی ہے۔"

تجسس میں اٹھ کر کچن میں جھانکا۔ بانو ڈونگے میں سالن نکال رہی تھی۔ بھنا چٹپٹا گوشت اور اس کی خوشبو......

"شکر ہے گھر میں کچھ ڈھنگ کا پکا۔" اچھا سالن دیکھ کر نادرہ کی بھوک چمک گئی۔ سبزی دال کھا کھا کر منہ کا ذائقہ خراب ہو گیا تھا۔

پھر ان کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ جب بانو نے ڈونگا ڈھک کر ایک طرف رکھا اور پتیلی میں پانی ڈال کر آنچ تیز کر دی۔

"ہائے ہائے...... یہ گھڑا پانی کا کیوں انڈیل دیا۔" نادرہ تڑپ کر آگے ہوئیں۔

"کیا ہوا؟ آپ نے تو ڈرا دیا۔ آپ لوگوں کے لیے سالن بنا رہی ہوں۔" بانو سچ میں اس اچانک چھاپے پر ڈر گئی تھی۔

"ہمارے لیے......؟ اور یہ کس کے لیے نکالا ہے؟" انہوں نے ڈونگے کا ڈھکن اٹھایا تو بانو کے لبوں پر شرارتی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس نے ڈھکن نادرہ کے ہاتھ سے لے کر دوبارہ رکھا۔

"یہ تو ثناء بی بی کے لیے ہے۔ وہ شوربے والا سالن نہیں کھاتی ہیں۔"

نادرہ کے تو سر پر بجھی...... اسی لمحے ثانیہ آ گئی۔

''دیکھو...... جو بلا ہمارے سر بٹھائی ہے۔ اس کے کرتوت...... سارا گوشت نکال کر چار ہڈیوں میں پانی ڈال دیا۔ ہم جانور ہیں جو کبھی گھاس پھونس پکا کر ہمارے سامنے رکھ دیتی ہے تو کبھی کچا پانی......''

صحن میں دھوپ میں لیٹی دادی کی بند آنکھوں میں بہت سے منظر گھوم گئے۔ بوڑھے لبوں پر بوسیدہ سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ وقت بدل گیا۔ لوگ بدل گئے۔ لیکن حالات نہ بدلے۔ نہ کردار...... اختیار اور بے بسی کا کھیل صدیوں سے جاری تھا۔

''کس بات پر شور ہے۔ اب آپ کی عمر ہے بھنا گوشت کھانے کی۔'' نتاشا کی آنکھیں نیند سے لبریز تھیں۔

ثانیہ نے کھا جانے والی نظروں سے اس گھر کی نئی ملکہ کو دیکھا۔

''جو مل رہا ہے، صبر شکر کر کے کھالیں۔ کہیں اس سے بھی ہاتھ نہ دھونے پڑ جائیں۔''

''کہنا کیا چاہتی ہو؟'' ثانیہ کی پیشانی شکن آلود ہوئی۔

''ظاہر ہے تمہاری طرح میں بھی اپنے شوہر کی کمائی سسرالیوں پر لٹانے تو نہیں دوں گی۔'' نتاشا کو بغیر تیلی کے آگ لگانا آتی تھی۔

''وہ میرا بیٹا ہے۔'' نادرہ نے دانت کچکچائے۔

''بہت کر لی اپنے بیٹے کی کمائی پر عیش...... اب اپنے شوہر سے کہیں اپنی پینشن بھی ہلا لیں۔ ہم نے اپنی فیملی بھی پلان کرنی ہے۔''

''تم خود کو سمجھتی کیا ہو۔ کیا لگتا ہے تمہارا جو دل چاہے گا تم کرتی جاؤ گی اور کوئی تمہیں روکنے والا نہیں ہوگا۔'' ثانیہ بپھر کر سامنے آئی۔

''کون روکے گا...... تم......؟'' نتاشا نے استہزائیہ انداز میں اسے سرتاپا دیکھا۔

''وہی روکے گا جس کے بل بوتے پر تم اچھل رہی ہو۔ تمہارے حسن کا جادو کتنے دن چلے گا۔ ایک نہ ایک دن خود ہی حقیقت سامنے آجائے گی۔ وسیم اتنا بھی بے وقوف نہیں ہے۔'' ثانیہ اپنے لفظوں پر خود ہی ششدر رہ گئی۔

''وہ عبید سے کہیں زیادہ بے وقوف ہے۔ اور میں وہی کر رہی ہوں جو تم نے کیا۔ پھر مجھ پر اتنا غصہ کیوں ہو رہی ہو؟''

''میں نے تمہارے جیسی گھٹیا حرکتیں نہیں کی تھیں۔''

''جو تم نے کیا، اس کے لیے لفظ گھٹیا بھی کم لگتا ہے۔'' نتاشا ہنسی۔

''کس کے منہ لگ رہی ہو۔ اس کی زبان قینچی کی طرح چلتی ہے۔''

''اس کی زبان تو میں کاٹوں گی۔'' ثانیہ بھپر کر آگے بڑھی۔ نادرہ نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ کچھ بعید نہ تھا کہ دونوں یہیں گتھم گتھا ایک دوسرے کے بال نوچ رہی ہوتیں۔

''مجھے دھمکیاں دے کر اپنے پیروں پر کلہاڑی مت مارو ورنہ عبید کو تمہارے سارے کرتوت بتا دوں گی۔ اس کی پیٹھ پیچھے کیا کرتی پھر رہی ہو۔'' نتاشا نے شرربار نگاہوں سے گھورتے دانت پیستے ہوئے بات مکمل کی۔

''کیا بکواس کر رہی ہو؟''

نتاشا نے جواب دینے کے بجائے موبائل کھولا۔

سارے لفظ بے معنی ہو جاتے ہیں جب انسان کے سامنے اس طرح کے منظر آ جائیں۔ نتاشا نے موبائل کا رخ ثانیہ کی طرف کیا۔

ثانیہ کے قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔ خود نادرہ نے لبوں پر انگلیاں رکھ لیں۔

''عبید بے وقوف تو ہو سکتا ہے، بے غیرت نہیں۔ تمہاری بدقسمتی جب تم اپنے پرانے عاشق کے ساتھ ریسٹورنٹ میں بیٹھی لنچ کر رہی تھیں، میں بھی وہاں موجود تھی۔ اب بتاؤ کس کو بھیجوں؟ وسیم کو یا عبید کو......؟''

''جھوٹ مت بولو...... میں وہاں اس کے ساتھ اکیلی نہیں تھی۔'' ثانیہ کی زبان لڑکھڑا گئی۔

''ثابت کیسے کرو گی؟'' نتاشا نے موبائل اس کی نظروں کے سامنے لہرایا۔ جہاں وہ اور فرخ بیٹھے تھے اور نمرہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

''الزام لگانا آسان ہوتا ہے۔ مگر خود کو بے قصور ثابت کرنے میں عمریں گزر جاتی ہیں۔ تم نے ارم

کے ساتھ یہی تو کیا تھا۔ اس لیے مجھ سے بہتر جانتی ہو۔ سو مس ثانیہ! میرے گھر کے معاملات سے دور رہو۔ ورنہ پیروں تلے سے زمین کھینچ لوں گی۔ بانو! میرا کھانا کمرے میں لے آؤ۔" ثانیہ گم صم سی نتاشا کی فاتحانہ چال دیکھتی رہی۔ نادرہ نے دو ہتڑ اس کے بازو پر مارے۔

"تم فرخ کے ساتھ کہاں کہاں گھومتی رہی ہو۔"

☆......☆......☆

وہ بہت عجیب دن تھا۔ دھوپ دادی کے اوپر سے غائب ہو کر شام کا لبادہ اوڑھ گئی اور شام تاریکی میں ڈھلنے لگی۔ کمروں میں گھسے نفوس اور فضا میں اترتی خنکی......دادی کو کپکپی چڑھنے لگی تو نحیف آواز میں شور مچانے لگیں۔ نادرہ غصے میں بھری کمرے سے نکلی۔ کھینچ کھانچ کر اندر والے پلنگ پر پٹخا۔ آج تو شبیر بھی نجانے کہاں رہ گیا تھا۔

"بھوک سے تو نہ مار نادرہ......" ان کی کپکپاتی آواز پر ایک لمحے کو نادرہ ٹھٹکیں۔

نجانے انہوں نے کتنے عرصے کے بعد ان کا نام لیا تھا۔ نادرہ نے مڑ کر ساس کو دیکھا۔ تکیے پر سر رکھے وہ انہیں کو دیکھ رہی تھیں۔ خالی آنکھیں......اتنی خالی کہ نادرہ کا دل دہل سا گیا۔ کسی عجیب سے احساس نے چٹکی سی لی۔

"آج میرے پاس ہی سو جا۔"

گرما گرم شوربے میں چند نوالے روٹی کے بھگو کر لائیں تو دادی نے فرمائش کر دی۔

"مجھے یہاں نیند نہیں آتی۔"

"ٹھیک ہے۔" دادی نے روکھا لہجہ شوربے کے گھونٹ کے ساتھ اپنے اندر اتار لیا۔ مگر انہیں لگا سب کچھ باہر آ جائے گا۔

انہوں نے پیالی میز پر دھر دی۔ نادرہ دروازہ بند کر گئی تھیں۔

کمرے میں نیم تاریکی تھی۔ نیم تاریکی میں وحشت......کچھ آہٹیں......کچھ سرسراہٹیں......

پتا نہیں کیوں؟ اندر کلیجہ کٹ سا رہا تھا۔ ٹانگوں سے جان نکلی جا رہی تھی۔ ان کا دل چاہا سارے

ان کے پاس آجائیں۔ وحشت کے ان لمحوں میں اکیلا پن اذیت ناک تھا۔ حلق میں کچھ اٹک سا گیا۔ انہوں نے پکارنا چاہا۔ اور شاید پکارا بھی۔ مگر آواز ان کا پلنگ بھی نہ ناپ سکی۔ بند دروازہ کیسے کھولتی۔ انہوں نے اپنی ماں کو دیکھا...... پھر اپنے باپ کو...... انہوں نے اپنے ان بچوں کو دیکھا جو ان کی کوکھ میں ہی دم توڑ گئے تھے۔

پیٹ میں اینٹھن ہونے لگی۔ ان کا دل چاہا، کوئی انہیں گود میں بھر کر بھینچ لے۔ درد بڑھتا گیا۔ زندگی کھسکتی گئی۔

وہ موت کیسی ہوتی ہے۔ جس میں آپ کا کوئی بھی اپنا آپ کے پاس نہ ہو؟

☆......☆......☆

صحن میں جنازہ رکھا تھا۔

لوگ آتے میت کا چہرہ دیکھتے، دکھ کا اظہار کرتے پھر دور بیٹھ کر اپنے اپنے دکھ یاد کر کے رونے لگتے۔ ہاجرہ اور عفان بھی آئے تھے۔ ظاہر ہے وہ ارم کی بھابھی کی دادی تھیں۔ سب سے زیادہ عجیب کیفیت رابعہ کی تھی۔ وہ کھل کر رو بھی نہیں رہی تھی۔ بس ٹکر ٹکر میت کا چہرہ دیکھتی رہی۔ جنازہ اٹھنے کے بعد بھی اس کی یہی کیفیت تھی۔

سہیل کہہ گیا تھا، مہمان خواتین کو کھانا کھلانا ہے۔ کھانا عبید کے گھر سے آیا تھا۔ وہ تب بھی اٹھ نہ پائی۔ ارم اور آسیہ نے سب معاملات سنبھالے۔ دادی کے جنازے کے بعد سے ثانیہ ارم کا چہرہ ہی ٹٹولتی رہی۔ وہ بار بار جا کر اپنی ساس کو پوچھ رہی تھی۔ جو جنازے کے تھوڑی دیر بعد ارم کا ماتھا چوم کر چلی گئی تھیں۔

ساس بہو کی یہ محبت اسے دکھاوا ہی لگی۔

''جب فوت ہوئیں تم پاس تھیں؟''

کوئی نئی آنے والی پوچھ رہی تھی۔ نادرہ نے خشک آنکھوں پر پلو رکھ کر ہچکی لی۔ کوئی ناپسندیدہ ہستی کے لیے کتنا رو سکتا ہے۔ جو خون کا رشتہ تھا، اس پر چار آنسو بہا کر وہ خالی ہو کر بیٹھ گئی تھیں۔

''ہاں...... ہاں میں سرہانے ہی تو بیٹھی تھی۔ مجھے کہا بھی جا کر سو جاؤ۔ میں نہیں گئی۔ طبیعت گری گری تھی۔ آخری نوالہ میں نے اپنے ہاتھوں سے کھلایا۔ پانی کا گھونٹ پلایا۔ وہ دیکھو ابھی بھی پلنگ کے کنارے پیالی دھری ہے۔ سانس تھوڑی تھی، میری تو ماں تھی۔''

رابعہ نے سر اٹھا کر ماں کو دیکھا۔

صبح صبح جب سارا گھر نیند کے مزے لے رہا تھا، نادرہ کی کال آ گئی۔

''چپکے سے نکل آ...... کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں۔ تیری دادی ٹھیک نہیں ہے۔'' نادرہ کے ہاتھ پیر پھولے تھے۔ آواز لرز رہی تھی۔ وہ بتائے بغیر کیسے آتی۔ سہیل کو جگایا، بچوں کا خیال رکھنے کو کہا۔

''ہسپتال لے جانے کی ضرورت ہوئی تو بتانا۔'' پہلے بھی ایک دو بار دادی کی طبیعت ایسے ہی خراب ہوئی تھی۔

مگر دادی کو دیکھ کر رابعہ کے لبوں سے چیخ نکل گئی۔ نادرہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''ویلا (وقت) سنبھال...... بعد میں روتی رہنا۔''

نجانے کس پہر خون کی قے آئی تھی۔ نجانے کس لمحے جان نکلی ہوگی۔ لرزتے کانپتے ہاتھوں سے ماں بیٹی نے ویلا سنبھال لیا کہ گھر میں موجود نتاشا کو بھی خبر نہ ہوئی۔ جس لمحے صاف ستھرے بستر پر صاف ستھرے کپڑوں میں ملبوس دادی کی میت صحن میں رکھی تب سینے پر دوہتڑ مارتی نادرہ چلائیں۔

''ہائے میری ماں......''

''رابعہ آپی اٹھ جائیں، دو نوالے کھا لیں۔'' ارم نے بہت پیار سے رابعہ کو اٹھایا اور ثانیہ سے بھی آنے کو کہا۔ نتاشا جنازے کے بعد اپنے رشتے داروں کے ساتھ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

شام تک سارا ہنگامہ سمٹ گیا۔ ایک ناپسندیدہ ایک فالتو وجود سے گھر خالی ہو گیا۔ امرود کے درخت پر چڑیاں شور مچاتی رہیں۔ اور تخت پر بیٹھے شبیر کو دیکھتی رہیں۔ جو بار بار آہ بھرتے تاسف سے سر ہلاتے تھے۔

ماں پاس ہو...... تو پاس بیٹھنے کا وقت نہیں ملتا، مگر ماں مر جائے تو بہت یاد آتی ہے۔

☆......☆......☆

دادی کے کمرے سے پرانا سامان دنوں میں غائب ہو گیا۔ نیچے قالین بچھ کر نیا بیڈ بھی آ گیا۔ صاف ستھرا کمرہ روشن اور ہوادار تھا۔ وہاں سے دادی ہی نہیں، ہر نشانی دنوں میں رخصت ہو گئی تھی۔

نادرہ نے سکھ کا سانس لیا۔ ایک بڑی ذمہ داری ایک بوجھ سر سے اتر گیا تھا۔ اب وہ اس گھر کی بڑی تھیں۔ معتبر جگہ پر تھیں۔

بس اسی زعم میں بانو کو ٹوک بیٹھیں۔ جو مشین کے گندے پانی میں شبیر کے سفید کپڑے ڈال رہی تھی۔ بانو کے مزاج کہاں ملتے تھے۔

''بس باجی، میں کام نہیں کر سکتی۔ مجھے واپس بھیج دیں۔''

''اب کیا آفت آ گئی۔'' نتاشا نے موبائل سے نظریں ہٹا کر بانو کو دیکھا۔

''اتنی روک ٹوک...... کھانا ایسے نہیں پکانا، کپڑے ایسے نہیں دھونے، صفائی بھی پسند نہیں آتی۔'' ڈرامے کرنے بانو کو بھی خوب آ گئے تھے۔

''ایسا کیا غلط کہہ دیا میں نے، ڈھنگ سے کام تو کیا کرے۔''

نادرہ کچھ بے چین ہو کر پیچھے ہی چلی آئیں۔ وسیم چھٹیوں پر گھر آیا ہوا تھا۔ اگرچہ ابھی کسی دوست کی طرف گیا تھا۔

''آپ کو اگر نوکروں سے کام لینے کی عادت نہیں ہے تو چپ کر کے ایک کونے میں کیوں نہیں بیٹھ جاتیں۔''

یا اللہ! ابھی تو ساس مری تھی، ابھی تو مکمل اختیار ہاتھ میں آیا تھا۔ بہو آتے ہی انہیں ہر معاملے سے نکال باہر کر رہی تھی۔ وہ نتاشا سے گھبراتی تھیں۔ مگر اس وقت غصہ آ گیا۔

''کیوں بیٹھ جاؤں، میرا گھر ہے۔ کچھ غلط ہوتا دیکھوں گی تو ٹوکوں گی نا۔''

''لگتا ہے عزت راس نہیں ہے آپ کو، نہ سکون سے خود رہیں گی نہ مجھے رہنے دیں گی۔'' نتاشا نے موبائل پٹخا اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

''بات سنو بی بی! میں نے بڑا برداشت کر لیا۔ اب اور نہیں کروں گی۔ یہ میرا گھر ہے۔ کمیٹیاں

ڈال ڈال کر ایک ایک چیز میں نے بنائی ہے۔ اس لیے نہیں کہ سارا کچھ تمہارے حوالے کر کے ایک کونے میں بیٹھ جاؤ۔ تمہارا نہیں گزارا تو جاؤ اپنے ماں باپ کے گھر میں رہو۔''

پتا نہیں نادرہ کے اندر ایسی جرأت کہاں سے آ گئی تھی کہ وہ اس گھر پر اپنی حاکمیت اور حق جتا سکیں۔

''ٹھیک ہے تو سنبھالیں اپنا گھر...... بانو! آج کے بعد تم کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاؤ گی۔'' نتاشا نے کہا تو بانو نے جھٹ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''نہ لگائے...... میرے ہاتھ نہیں ٹوٹے، میں کر سکتی ہوں۔'' نادرہ بڑبڑاتی ہوئی واپس آ گئیں۔

☆......☆......☆

''نہ مجھے بتا دیں میری اس گھر میں حیثیت کیا ہے۔ ساری زندگی تمہاری ماں اور بہن کے ہاتھوں ذلیل ہوئی ہوں۔ اب بہو آ گئی ہے جو مجھے کچھ سمجھتی ہی نہیں۔ نوکرانی کے سامنے اتنی دفعہ بے عزتی......''

نادرہ رو ہی پڑیں۔ رابعہ نے تسلی دینے والے انداز میں ماں کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ثانیہ نے شاکی نظروں سے باپ کو دیکھا۔ وہ ساتھ دیتے تو کس کی مجال تھی۔ ماں کی اتنی بے عزتی کرتے۔

''میرا حق کس پر ہے، پہلے سسرال تھا، اب بیٹے کا گھر ہو گیا ہے۔ میں کہاں ہوں؟ میرا گھر کون سا ہے؟ میرا اختیار، میری خوشی کہاں ہے؟ میں نے دل مار کر روپیہ روپیہ جوڑ کر ایک ایک چیز بنائی ہے۔ اور آج نہ میرا اولاد پر حق رہا نہ گھر پر۔ کسی اور کو چھوڑو، میں ایک نوکرانی کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔''

''حد ہی ہو گئی ہے۔'' شبیر زیر لب بڑبڑائے۔

''سب آپ کی شہ ہے ابا...... آپ گھر کے سربراہ ہیں۔ آپ کے ہوتے ہوئے اس گھر میں اتنا کچھ ہو رہا ہے۔''

ثانیہ کا لہجہ تلخ مگر آواز مدھم تھی۔ براہ راست نتاشا کے مقابل آنا نقصان دہ تھا۔

''ہاں ابا کچھ کریں تو شاید......'' اس نے قائل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔

کچھ شبیر بھی گھر کے حالات سے اکتائے ہوئے تھے، تبھی بیوی کے آنسو دل پر اثر کر گئے۔

''بلاؤ ان کو آج کھل کر بات ہو ہی جائے۔''

''ابا......!'' رابعہ نے باپ کو دیکھا۔ ''تحمل سے......ورنہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ دلوں میں دوریاں بڑھ جائیں گی۔ وسیم بدظن ہو جائے گا۔ پیار، محبت سے بٹھا کر سمجھالیں۔''

ثانیہ تڑپ کر سیدھی ہوئی۔

''ابا! ہرگز نہیں۔ وہ اس قابل نہیں کہ اس کے ساتھ پیار، محبت سے بات کی جائے۔ دوٹوک بات کریں۔ کب تک اماں کی بے عزتی کرواتے رہیں۔ آپ کا گھر ہے، آپ سربراہ ہیں۔ باپ ہیں، دب کر بات کریں گے تو اسے اور شہ ملے گی۔''

''ثانیہ! اس طرح بات بگڑ جائے گی۔'' رابعہ گھبرا گئی۔

''بگڑنے کو رہ کیا گیا ہے۔ بس اتنا کہ وہ ہمارا ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکال دے اور ہم جا کر کسی دار الامان میں رہ لیں۔ کچن کو تالے لگ گئے۔ سودا سلف اس کی مرضی سے آتا ہے۔ خرچہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ بتاؤ اب ہم کیا خودکشی کر لیں۔'' نادرہ تڑپ کر بولیں۔

''خوامخواہ......بہت ہو گیا۔ بلاؤ وسیم کو، آج کھل کر بات ہوگی۔''

ٹھنڈے دودھ میں ابال آ ہی گیا۔ نادرہ کے کلیجے میں ٹھنڈ سی پڑ گئی۔ ثانیہ نے ڈٹے رہنے کا اشارہ دے دیا۔

☆......☆......☆

کمرے میں صرف شبیر کی آواز تھی۔ اگرچہ جوان بیٹے کے سامنے بیٹھنے پر آواز میں وہ گھن گرج نہ رہی تھی، پھر بھی انہوں نے بات کی۔

وسیم خاموشی سے سنتا رہا۔ درمیان میں ایک لقمہ تک نہ دیا۔

پہلو میں بیٹھی نتاشا تیوری چڑھائے ایک ایک کو گھورتی رہی۔ اس کے اطمینان پر نادرہ کو بے چینی سی ہوئی۔ ثانیہ موبائل کھول کر بیٹھ گئی۔ یعنی اس پورے قصے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

نتاشا سے نظریں ملتیں تو رابعہ خوامخواہ مسکرانے لگتی۔ شاید ماحول کی تلخی کم کرنے کو۔

''ایک ایک بات تمہیں کھل کر بتا دی ہے۔ گھر کے بڑے سمجھنا تو ایک طرف، ہمیں تو ردی مال

کی طرح کونے میں پھینک دیا گیا۔ نہ کھانا ڈھنگ کا، نہ لباس صاف۔ کچن کی چیزیں الماریوں میں بند، تالے لگے ہوئے ہیں۔ یہ بچیاں آ جائیں تو یہاں رونے پڑ جاتے ہیں۔'' انہوں نے ذرا وقفہ لے کر نتاشا کو دیکھا۔

''یہ شریف گھرانے کی بہو بیٹیوں کے طریقے ہوتے ہیں۔ یہ تمہاری ماں بھی تو تھی، دیکھا نہیں تھا کس طرح ساس کی خدمت کرتی، گھر سنبھالتی تھی۔''

''ہاں تو اور کیا؟ پورا پورا ٹبر بھی پالا اور ساس نند کی گالیاں بھی سنیں۔'' نادرہ کا لہجہ بھیگ گیا۔

''آپ چاہتی ہیں، میں بھی آپ جیسی زندگی جیوں؟'' نتاشا نے بھنویں اچکائیں۔

''تم چپ کرو۔'' وسیم نے جھنجھلا کر ڈانٹا۔ نتاشا چپ ہوگئی۔ سب کے کلیجوں میں ٹھنڈ پڑ گئی۔ ان کی باتوں کا اثر ہو رہا تھا۔

''یہ ہمارے خاندان، ہمارے گھرانوں کے طور طریقے نہیں ہیں۔ اور اوپر سے تم ایسے عقل کے اندھے، کہ ساری تنخواہ اس کے ہاتھ میں دے کر سیاہ سفید کا مالک بنا ڈالا۔''

''خود تو گوشت بھون بھون کر کھاتی ہے، اور بس نہیں چلتا کہ ہمیں جوتیوں میں دال بانٹے۔'' نادرہ پلو منہ پر رکھ کر سسکنے لگیں۔

''بس، بہت ہوگیا۔'' وسیم نے ایک نظر سب پر ڈالی۔ ''اب اس سارے مسئلے کا حل کیا ہے؟''

''اس کو اس کے میکے بھیجو۔ جب تک اس گھر میں رہنے کے طور طریقے نہیں سیکھے گی، یہ ہمارے ساتھ نہیں رہے گی۔'' شبیر نے فیصلہ سنایا۔

''اور ہمیں ایسی گز بھر زبان والی بہو چاہیے بھی نہیں۔'' نادرہ کا ہمت و حوصلہ عروج پر تھا۔

''تم ہماری اولاد ہو۔ تمہارا برا تو نہیں چاہیں گے۔ پھر بھی اگر یہ زیادہ پیاری ہے تو ہم سے کوئی تعلق نہ رکھنا۔'' شبیر نے تڑی لگائی۔

''ابا......! تحمل سے۔'' رابعہ منمنائی۔

ثانیہ کے لبوں پر دبی دبی مسکراہٹ ابھری۔

"ٹھیک ہے، تو فیصلہ ہو گیا۔ اس طرح تو واقعی گھر نہیں چل سکتا۔" وسیم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر گردن موڑ کر نتاشا کو دیکھا۔

"نتاشا! تم اپنا سامان سمیٹ لو۔ تم اب یہاں نہیں رہ سکتیں۔" اس کے اچانک فیصلے پر سب دم بخود رہ گئے۔ نادرہ کے دل میں سکون کی لہر دوڑ گئی۔ ماں باپ آخر ماں باپ ہی ہوتے ہیں۔

"وسیم! کیا کر رہے ہو؟ یہ مسئلے کا حل نہیں ہے۔" رابعہ بوکھلا گئی۔

"چپ!" نادرہ نے ڈانٹا پھر نتاشا کو دیکھا۔

"سنا نہیں میرے بیٹے نے کیا کہا ہے۔ جا کر اپنا سامان سمیٹو، جب دماغ ٹھیک ہو جائے، تب آنا۔"

"سامان کون سا سمیٹے گی لے کر کیا آئی تھی۔" ثانیہ بڑبڑائی۔ نتاشا نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہر گھر کے کچھ طور طریقے ہوتے ہیں۔ ادب آداب ہوتے ہیں۔ بہو کا فرض ہے کہ ان کا خیال رکھے۔ یہ کیا گھٹیا سوچ ہے کہ آتے ہی سارے گھر پر قابض ہو کر بڑوں کو کونے میں ڈال دیا جائے۔ جیسے وہ فالتو ہوں۔" کہتے کہتے نجانے کیوں انہیں دادی یاد آ گئی تو وہ چپ ہو گئیں۔

"تو ثانیہ کو یہ سب سکھا کر کیوں نہ بھیجا۔ اس نے بھی تو یہی سب کیا۔ میری دفعہ عدالت لگ گئی۔"

نتاشا کے تلخ جملے پر اس سے پہلے کہ ثانیہ تڑپ کر جواب دیتی، وسیم نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

"سامان پیک کرو نتاشا! ہمیں ابھی نکلنا ہے اور خیال رکھنا ان کی کوئی چیز تمہارے ساتھ نہ جائے۔ تمہارے پاپا نے وہاں پورا گھر سیٹ کروا دیا ہے۔"

سب جیسے بیٹھے بیٹھے آسمان سے زمین پر گرے تھے۔

"ہیں، کیا مطلب؟" ہکا بکا شبیر نے وضاحت چاہی۔

"مطلب میں نتاشا کو لینے ہی آیا ہوں۔" وسیم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"نتاشا کے پاپا گھر سیٹ کروا رہے تھے، اس لیے نتاشا کو کچھ عرصہ یہاں رہنا پڑا۔ اور اس دوران جو ڈرامے اور تماشے ہوئے، اس کے بعد میں ہرگز برداشت نہیں کروں گا کہ میری بیوی ایک دن بھی آپ لوگوں کے ساتھ رہے۔"

''یہ کیا کہہ رہے ہو؟'' شبیر کے غبارے میں سے ہوا ہی نکل گئی۔
''اور ہم نے کیا کیا ہے؟ سارا خرچا تو تم اس کے ہاتھ میں دیتے ہو'' نادرہ کی اپنی حالت پتلی ہوگئی۔
''جب آپ میری محنت کی کمائی اپنی بیٹیوں کا گھر بھرنے میں لگا دیں گی تو نتاشا یہ ہی کرے گی۔'' وسیم نے گویا آنکھیں ماتھے پر رکھ لی تھیں۔
''کیا لے گئے ہم اس گھر سے؟'' ثانیہ کو تاؤ آ گیا۔ ''جہیز کے نام پر دو جوڑے نہیں دیے اور......''
''جو ہر مہینے اپنی ماں سے پیسے لے جاتی تھیں، وہ کس کھاتے میں تھے؟'' نتاشا نے تیز لہجے میں پوچھا۔ ثانیہ ایک لمحے کو گڑبڑائی۔ پھر سنبھلی۔
''مجھے کیا ضرورت ہے، میرا میاں خود اچھا خاصا کماتا ہے۔''
''جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔''
''لو، میرے پاس اتنے پیسے کہاں کہ کسی کو دے سکوں۔'' نادرہ کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ ''میری تو کمیٹیاں پوری نہیں ہوتیں، اور وہ پیسے...... وہ تو ثانیہ نے فرخ سے ادھار مانگے تھے۔'' اپنی وضاحت دیتے دیتے وہ ثانیہ کی ہانڈی چوراہے میں پھوڑ گئیں۔
''تم فرخ سے پیسے لیتی ہو؟'' رابعہ نے غصے اور حیرت سے پوچھا۔
''ایک بار ادھار لیے تھے، واپس کر دیے ہیں۔'' ثانیہ پانی پانی ہوگئی۔
''یہ اس گھر میں ہو کیا رہا ہے۔'' شبیر نے برہم ہو کر پوچھا۔ وسیم غصے سے کھڑا ہو گیا۔
''ابا! آپ آنکھیں بند کر کے بیٹھے رہیں۔ یہاں گھر کے بھرم اور عزت نیلام ہو رہی ہے۔ اور مجھے پورا یقین ہے عبید کو بھی نہیں پتا ہوگا، تم اب بھی فرخ کے ساتھ رابطے میں ہو۔''
''ایسا کچھ نہیں ہے وسیم......'' ثانیہ بوکھلا کر وضاحتیں دینے لگی۔
''بس کریں وسیم......'' نتاشا نے کھڑے ہو کر وسیم کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ ''یہ ان کے گھر کے مسائل ہیں، ہماری اپنی بھی زندگی ہے۔ تمہاری بہنوں کے ماں باپ یہ کھڑے ہیں۔ یہ جانیں اور ان کا کام۔''
رابعہ سر جھکا کر ہونٹ کاٹنے لگی۔
''میں سامان پیک کرا لوں۔'' نتاشا کہہ کر کمرے سے چلی گئی۔ رابعہ نے وسیم کی بہت منتیں کیں

مگر وہ خاموشی سے اپنا سامان اٹھانے لگا۔

''جانے بھی دیں، جان چھوٹ رہی ہے۔'' ثانیہ نے تلملا کر کہا۔

''زبان بند رکھو ورنہ منہ توڑ دوں گا۔'' شبیر نے بپھر کر کہا تو ثانیہ نے چپ سادھ لی۔

''سب تمہارا قصور ہے۔'' شبیر نادرہ پر برسے۔ ''تمہاری باتوں میں آگیا۔ نظر آرہا تھا بیٹا ہاتھوں سے نکل رہا ہے۔ اس کی بیوی سے بگاڑ کر ہم کہاں جائیں گے۔ نہ میں کچھ کہتا نہ وہ اتنا سخت فیصلہ کرتا۔''

''میں نہیں جانے دوں گی۔ اس کی گاڑی کے سامنے لیٹ جاؤں گی۔''

دونوں میاں بیوی جذباتی ہو کر کمرے سے نکلے۔ ثانیہ نے سر پیٹ لیا۔

''چڑیل سے جان نہیں چھڑائیں گے۔ کلیجے سے لگا کر رکھیں گے۔''

''یہ لے جا کر گاڑی میں رکھو۔'' نتاشا نے بیگ بانو کی طرف بڑھائے۔ وسیم پاس ہی کھڑا تھا۔ تبھی شبیر تیزی سے اندر آئے۔

''کیا کر رہے ہو یار! رکھو سامان، کوئی اتنی معمولی باتوں پر اتنے بڑے فیصلے کرتا ہے۔ ہوگئی ہم سے غلطی معاف کردو۔'' وسیم باپ کے گلے لگ گیا۔

''اللہ حافظ ابا...... کوشش کروں گا آتا جاتا رہوں۔''

جانے والے جب کوچ کا فیصلہ کرلیں تو نہ آنسو قدموں کی زنجیر بنتے ہیں نہ کسی کی دہائیاں کام آتی ہیں۔

''وسیم! میں مر جاؤں گی۔'' نادرہ گلے کا ہار بن گئیں۔ واسطے، ترلے، منتیں، اپنی قربانیاں، تکلیف، درد، جو اسے پروان چڑھانے میں سہا، کچھ تو ایسا ہوگا جو وسیم کو روک لے۔

وہ اور جھنجلا گیا۔

''ابا! کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ دنیا کے سارے ماں باپ یہی کرتے ہیں۔ لیکن جو آپ نے نتاشا کے ساتھ کیا وہ قابل قبول نہیں ہے۔ وہ کتنے بڑے گھر سے، کتنی آسائشوں سے آکر اس چھوٹے سے گھر میں میرے لیے گزارا کرنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر آپ لوگوں نے کرنے ہی نہیں دیا۔'' نتاشا کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔

''وہ جھوٹ بول رہی ہے۔'' نادرہ نے دہائی دی۔

''تو کیا کروں؟ اسے طلاق دے کر دوسری شادی کرلوں۔'' وہ حلق کے بل چلایا۔ تماشا اب صحن میں ہونے لگا تھا اور گھر کی دیواریں اتنی اونچی نہ تھیں۔ ثانیہ تڑپ کر کمرے کے دروازے میں آئی۔

کیسے ان سب کے منہ بند کروائے۔

''ہاں! تم اسے طلاق دے دو، میں کسی اچھی لڑکی سے تمہاری شادی کروادوں گی۔ یہ اس قابل نہیں ہے۔ دیکھو اس نے کیسے ہم سب کو الگ کر دیا۔''

رابعہ نے سر پیٹ لیا۔ نادرہ کا جذباتی پن ہمیشہ ان کے لیے نقصان ہی بنتا تھا۔

''اچھا......'' وسیم نے مڑ کر ایک نظر سب کو دیکھا۔

''تو پھر ایک طلاق عبید اور ثانیہ کی بھی کروادیں۔ کیونکہ ثانیہ نے بھی تو یہی سب کیا تھا۔''

قسط نمبر 27

''میں تمہارا منہ نوچ لوں گی۔'' کوئی بھائی ایسی بات کیسے کرسکتا ہے۔ ثانیہ بپھر کر لپکی جیسے سچ میں منہ نوچ لے گی۔

رابعہ نے بمشکل اسے قابو کیا۔ ورنہ آج اس گھر نے ایک نیا منظر دیکھنا تھا۔

''کوئی بہن کے بارے میں ایسی بات کرتا ہے۔'' شبیر نے شرم دلانا چاہی۔

''تو ثنا کسی کی بہن، کسی کی بیٹی نہیں ہے۔'' وسیم کے سوال نے ایک لمحے کو سب کولا جواب کر دیا۔

''ابا! سچ تو یہ ہے کہ اس گھر میں جو بھی لڑکی میری بیوی بن کر آئے گی، آپ اس کا یہی حشر کریں گے۔ کیونکہ آپ لوگوں نے میرا گھر بسنے ہی نہیں دینا۔ اس لیے جان چھوڑیں، جانے دیں مجھے۔''

سچ کڑوا ہی نہیں زہریلا بھی ہوتا ہے۔ وسیم کے لہجے نے سب کو نیل و نیل کر دیا۔

''ہاں تو جاؤ، چلے جاؤ۔ تمہیں کیا لگتا ہے، یہاں تمہارے بغیر گزارا نہیں ہوگا۔ تم ہی پچھتاؤ گے تم ہی واپس آؤ گے۔''

ثانیہ کا بازو رابعہ کے قبضے میں تھا، زبان تو نہیں......

وسیم نے ایک زہریلی نگاہ ثانیہ پر ڈالی۔ اور ہر رشتے سے دامن چھڑا کر دہلیز پار کر گیا۔

نادرہ واویلا کرتی اس کے پیچھے بھاگیں۔

سارے محلے نے تماشا دیکھا۔

ثنا نے خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ وسیم اس قابل ہی کہاں رہا تھا جو ڈرائیونگ کر سکے۔

محلے کی گلیاں، ادھ کھلے دروازے، تجسس، ملامت سے بھری آنکھیں، ہر کواڑ سے جھانکتی......

گاڑی لمحوں میں سب پیچھے چھوڑ گئی۔

وہ لمحے بہت بھاری تھے۔ مگر گزر گئے۔

نادرہ غش کھا کر دلہیز پر گریں۔

ثانیہ اور رابعہ انہیں پکڑنے کو لپکیں۔

پھر ثانیہ کے قدم جکڑے گئے۔

کاش زمین پھٹتی اور اس میں سما جاتی۔ مگر یہ نہ دیکھتی کہ گرتی ہوئی نادرہ کو آسیہ اور ارم نے سنبھالا تھا۔

☆......☆......☆

"اتنا تماشا لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ سارا محلّہ جمع ہوگیا۔ الگ ہوئے ہیں، دنیا سے نہیں جا رہے۔"

احساس شرمندگی، غصہ، جھنجھلاہٹ......

ثانیہ کی حالت بری تھی۔ نادرہ کی طبیعت اتنی خراب ہوئی کہ ڈاکٹر کو بلانا پڑا۔ اگرچہ ارم اور آسیہ جلدی ہی چلی گئی تھیں مگر ثانیہ کو وہ لمحہ ہی نہیں بھولتا تھا۔

"چپ کر جاؤ...... تمہیں اماں کی حالت دکھائی نہیں دیتی۔" رابعہ نے ڈانٹا۔

"تم نے میری ساس کا چہرہ دیکھا تھا۔ اس ارم کی آنکھیں......"

اسے کسی لمحے قرار نہ آتا...... سارا تماشا ان کے سامنے ہی ہونا تھا۔

"اس کو بولنے دے...... اسی کا کیا سامنے آرہا ہے۔" نادرہ نے نقاہت سے کہا۔ رو رو کر ان کی آنکھیں سوج گئی تھیں۔

"ہر بات کا الزام مجھ پر ہی رکھ دیا کریں۔" ثانیہ غصے سے ان کے پلنگ کے پاس رکی۔ "عبید بھی گیا تھا، اس کی ماں نے تو اتنا تماشا نہیں کیا تھا۔ ساری دنیا میں لوگ الگ ہوتے ہیں، ہمارے ہاں نجانے کیوں اتنا واویلا مچایا جاتا ہے۔"

"ہائے اس دن کے لیے پال پوس کر جوان کرتے ہیں کہ بیویاں آئیں اور اڑا کر لے جائیں۔ ہائے وسیم! تم نے پلٹ کر ماں کو دیکھا ہی نہیں...... اللہ تمہیں غارت کرے ثانیہ...... ہمارے بڑھاپے کا

سہارا لے گئیں۔"

ثانیہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"اماں......!" رابعہ نے ماں کے پاس بیٹھ کر پیار سے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ آنسو صاف کیے۔

"مت کریں ایسی باتیں، وہ لوگ سفر میں ہیں آپ کی آہیں ان کا سفر مشکل کر دیں گی۔ دعا کریں وہ خیریت سے پہنچ جائیں۔ زندگی رہے تو آتے جاتے رہیں گے۔"

"جانے کے بعد کون آتا ہے۔ چڑیلیں چمٹ جاتی ہیں۔ واپسی کا راستہ بھلا دیتی ہیں۔"

"کیوں عبید نے اپنے ماں باپ چھوڑ دیے۔ جاتا ہے نا ملنے......"

"اف یہ ماں بیٹی کی باتیں......"

وہ کون سی دیوار ہو، جہاں جا کر ثانیہ اپنا سر مارے۔

"آپ کے اس رونے پیٹنے سے کیا وسیم واپس آئے گا۔ میرے حالات پلٹ جانے ہیں۔ عبید پہلے ہی ماں کا پلو نہیں چھوڑتا۔ اب تو بالکل ہی......" ثانیہ نے تاسف سے دونوں ہاتھ ملے۔

"میں نے کیا کیا ہے۔ میں تو اپنے دکھ رو رہی ہوں۔" نادرہ نے پلو منہ پر ڈال لیا۔

"آپ کے دکھ نے میرا سکھ کھا لیا ہے۔"

"کیا اول فول بکے جا رہی ہو۔" رابعہ کو شدید غصے نے گھیرا۔ "جاؤ بی بی اپنے گھر کی راہ لو...... اماں کو میں خود ہی سنبھال لوں گی۔"

"میں نے یہاں رک کر کرنا بھی کیا ہے، جا رہی ہوں۔" وہ دانت پیستی غصے میں بیگ اٹھا کر چلی گئی۔

"اسے میرا دکھ نظر نہیں آ رہا، اپنی پڑی ہے۔" نادرہ نے شکایتی انداز میں رابعہ کو دیکھا۔

"چھوڑیں اسے، میں ہوں نا آپ کے پاس......" رابعہ نے تسلی دی۔

"کب تک رہو گی تم بھی چلی جاؤ گی۔ پھر تو خالی گھر میں...... میں اور تمہارے ابا ہی ہوں گے۔" نادرہ نے سسکی لبوں میں دبائی۔

''آپ دونوں کے ہوتے گھر خالی کیسے ہوگا؟''

رابعہ نے ماحول کے بوجھل پن کو کم کرنے کی سعی کی۔

''تمہاری پھوپھی کو پتا چلا تو بہت ٹھٹھا اڑائے گی۔''

''میں ان کی باتوں کی پروا نہیں کرتی...... اور اماں آپ بالکل فکر نہ کریں۔ جس طرح ثانیہ عبید کو اپنے ماں باپ سے ملنے سے نہیں روک سکی، اسی طرح تماشا بھی وسیم کو زیادہ دیر نہیں باندھ سکتی۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، پکڑا جاتا ہے۔ وسیم آپ سے ملنے ضرور آیا کرے گا۔''

رابعہ کی باتوں سے نادرہ کا دل ٹھہرنے سا لگا۔

☆......☆......☆

دونوں خاموشی سے آ کر لاؤنج میں بیٹھ گئیں۔ بہت دیر تک کوئی بات نہ ہوسکی۔

کلاک کی ٹک ٹک گہری خاموشی پر خراشیں ڈالتی رہی۔

پھر ارم نے سر اٹھا کر ماں کو دیکھا۔

ان کی نگاہیں غیر مرئی نقطے پر جمی تھیں۔ آنکھوں میں ایک لمحہ پھر سے اذیت دے رہا تھا۔

ارم کو بے چینی ہوئی۔ وہ اتنی چپ گم صم اور اداس کیوں ہیں۔ انہیں تو خوش ہونا چاہیے۔ انہیں تکلیف دینے والے آج خود تکلیف میں ہیں۔

وہی اذیت اٹھا رہے ہیں، جو انہوں نے اٹھائی۔

''یہ کیا تھا امی......'' وہ ارم کی آواز پر چونکیں۔

''مکافات عمل ہے نا......؟''

انہوں نے پشت عقب میں ٹکائی۔

''جس دن عبید یہاں سے جا رہا تھا، تب میرا بھی دل چاہا...... میں یہی سب کروں جو آج نادرہ نے کیا۔ مشرقی ماؤں کے دل بہت جذباتی اور حساس ہوتے ہیں۔ تسلیم ہی نہیں کرتیں کہ بیٹے جا بھی سکتے ہیں۔ نادرہ بھی سنبھل جائے گی۔ مگر مجسم انتظار بن جائے گی۔ ہر آہٹ پر چونکے گی۔ ہر دستک پر

بھاگے گی۔''

ان کا لہجہ کھویا کھویا اور مدھم تھا۔

''عبید کی دفعہ تو بہت خوش تھیں۔''

''یہی تو مسئلہ ہے۔ہم صرف اپنی بیٹی کے لیے چاہتے ہیں کہ الگ گھر ہو۔شوہر کے علاوہ کسی اور کی ذمہ داری نہ ہو۔لیکن بہو کے لیے نہیں...... اگر بدلنا ہے معاشرے کو تو پھر دونوں طرف سے بدلنا ہوگا۔دونوں طرف سے دل کشادہ کرنے ہوں گے۔بیٹی کے لیے الگ گھر کی ڈیمانڈ کرنے والوں کو پہلے بہو کو الگ کرنا ہوگا۔''

''رہنے دیں امی...... آپ نے تو پہلے کبھی یہ نہیں چاہا کہ آپ کی بیٹی کا الگ گھر ہو۔'' ارم نے منہ پھلایا۔

''کس سے الگ ہونا ہے۔بوڑھی، بیمار ساس سے......؟ گھر میں دیور جیٹھ، دیورانی جیٹھانی ہوں تو بندہ یہ بات سوچے بھی...... اب بنتی تمہاری میاں کے ساتھ نہیں ہے...... اور......''

''کیا...... کیا کہا......؟'' ارم نے بے حد صدمے سے ماں کو دیکھا تو وہ گڑبڑا گئیں۔

''میرا مطلب ہے......''

''بس رہنے دیں امی......''

وہ ناراض ہو کر اٹھ گئی تو آسیہ نے افسوس سے سر ہلایا۔

بیٹی آج کل ویسے ہی حساس ہو رہی تھی۔اوپر سے ان کے منہ سے غلط بات نکل گئی۔

☆......☆......☆

آنے والی فون کال نے انہیں پریشان کر دیا تھا۔لان سے عفان کی آوازیں آ رہی تھیں۔وہ مانی کو فٹ بال کھلا رہا تھا، خشک گھاس پر ہلکے پھلکے رنگ برنگے پلاسٹک کے بال بکھرے تھے۔وہ مسرت کے سہارے لان میں چلی آئیں۔

عفان نے انہیں دیکھا اور نظر انداز کر دیا۔

لان میں ہلکی خنکی تھی۔ انہوں نے مسرت سے اپنی شال لانے کو کہا.....اور خود لان چیئر پر بیٹھ گئیں۔

''آج ارم کو لے آؤ.....'' انہوں نے بلند آواز سے متوجہ کیا۔

عفان نے ہاتھ میں پکڑی بال دور پھینک دی۔ مانی اس کے پیچھے بھاگا۔

''میں نے تو نہیں بھیجا۔ خود ہی گئی ہے۔ موڈ ہوگا تو آ جائے گی۔''

''آج تمہارے انکل آنٹی آ رہے ہیں۔ ارم کا یہاں ہونا ضروری ہے۔'' ہاجرہ نے تحمل سے کہا۔

عفان نے بھنویں اچکائیں۔

''سارے رشتے بھول بیٹھے ہو۔ زارا کے والدین آ رہے ہیں۔'' ہاجرہ کے لہجے میں طنز در آیا۔

''وہ بھی چاہتے ہیں صلح صفائی سے معاملہ حل ہو جائے۔''

''مجھے کسی سے بات نہیں کرنی۔'' عفان نے رکھائی سے کہا۔

''بات تم نے نہیں، میں نے کرنی ہے۔ تم نے صرف فیصلہ سننا ہے۔''

عفان مکمل ان کی طرف گھوما......قدم قدم چلتا قریب آیا۔ دونوں ہاتھ ان کے سامنے رکھی کرسی کی پشت پر ٹکا کر سرسراتے لہجے میں پوچھا۔

''اور کیا فیصلہ کریں گی آپ......؟''

ہاجرہ بیگم نے لب بھینچ لیے۔

''مانی کو اس لاپرواہ لڑکی کے حوالے کر دیں گی؟''

''ماں بننے کے بعد کوئی لڑکی لاپرواہ نہیں رہتی۔'' انہوں نے کوشش کی، تحمل سے بات کریں۔

''اوہ رئیلی......؟'' عفان نے طنزیہ انداز میں کرسی پر ہاتھ مارا۔

''تو وہ کون تھی جو اپنے شوہر کی وفات کا غم اور بچے کو بھول کر اپنے کزن کے ساتھ ڈنر کرنے جاتی تھی۔''

''میری اجازت سے جاتی تھی۔'' ہاجرہ نے رسانیت سے جواب دیا۔

''اور جب اس پھول جیسے بچے کو......'' عفان نے انگلی سے مانی کی طرف اشارہ کیا، جواب

بال کو بھول کر بھولی بھٹکی تتلی کا تعاقب کرنے لگا تھا، جو تنہا کھلتے پھولوں کی آہٹوں پر محو رقص تھی۔

''میں ہاسپٹل لے کر پہنچا تو یہ ماں...... اپنے ہاتھوں پر دوسرے شوہر کے نام کی مہندی لگا کر بیٹھی تھی۔''

عفان کے دل پر لگی گرہیں بہت مضبوط تھیں۔

''حادثے ہوجاتے ہیں۔ سگے ماں باپ کے ہاتھوں میں بھی ہوجاتے ہیں۔'' ہاجرہ کی سمجھ میں نہ آتا تھا وہ اس کے دل پر لگی گرہیں کیسے کھولیں۔

تب ہی چوکیدار نے آ کر ایک لفافہ اس کی طرف بڑھایا۔

''یہ عدالت کی طرف سے آیا ہے۔''

ہاجرہ نے سر پکڑ لیا۔ عفان نے طنزیہ انداز میں انہیں دیکھ کر لفافہ ہاتھ میں لیا۔ کھولا...... اندر رکھے ڈاکومنٹس دیکھے۔ ہلکا سا اطمینان اس کے چہرے سے چھلکا...... ساتھ ہی لفافہ بند کر کے ہاجرہ کے سامنے میز پر پھینک دیا۔

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہی زمین کا معاملہ ہے۔''

''پریشان مجھے نہیں، تم نے ہونا ہے۔'' انہوں نے جتایا۔

''میں ثابت کردوں گا کہ وہ اپنے بچے کو سنبھالنے کے قابل نہیں۔''

''عدالت میں اس پر الزام لگاؤ گے۔''

''وہ چپ نہیں بیٹھے گی تو کچھ نہ کچھ تو کروں گا۔'' عفان نے ڈھٹائی سے کندھے اچکائے اور مانی کی طرف مڑ گیا۔

''پتا نہیں اس کے گدھے جیسے دماغ میں کوئی بات کیوں نہیں آتی۔'' ہاجرہ نے جھنجھلا کر لفافہ اٹھایا اور کھول کر پڑھنے لگیں۔

☆......☆......☆

بہت دیر رونے کے بعد جیسے دل کا بوجھ ہلکا ہوگیا تھا۔

''کیا ہو گیا تھا مجھے......'' اس نے سیدھی لیٹ کر دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھ لیے۔

''کس بات کی بے چینی ہے؟''

''تم نہیں جانتیں؟'' اس کے دل نے ڈپٹ کر رکھ دیا۔

''اور اتنی بے چینی ہے تو چلی کیوں نہیں جاتی ہو۔ کون سا لڑ کر آئی ہو...... خوامخواہ کی انا......''

''مگر اسے احساس بھی تو ہو کہ اس نے میرے ساتھ غلط کیا ہے۔'' وہ جھنجھلا کر بیٹھی۔

''اور نہ احساس ہوا تو......؟''

''کیوں نہیں ہو گا، کیا وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا؟''

''اب ثانیہ کی طرح محبت محبت کی گردان مت شروع کر دینا۔''

''اف......!'' اس کا اپنا آپ اس سے لڑنے بیٹھ گیا تھا۔

ارم نے موبائل اٹھا کر دیکھا۔ واٹس ایپ کھولا۔

حساب عمر کا اتنا سا گوشوارہ ہے

تمہیں نکال کے دیکھا تو سب خسارہ ہے

اس کی انگلیوں نے ٹائپ کیا۔

''بھیج دوں......؟''

''بھیج دو......''

''وہ کیا سوچے گا؟''

''کیا...... خوش ہو گا۔''

''واقعی میں......'' ارم نے بے یقینی سے زیر لب کہا۔ پھر تیزی سے ڈیلیٹ کر دیا۔ عفان چونک گیا۔

وہ میسج کرنے والا تھا، جب لکھا آیا کہ سامنے والا کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔

وہ منتظر تھا......

تو آخر اسے میری یاد آ ہی گئی۔

"تمہیں کون سا نہیں آتی..... گھر میں داخل ہوتے۔ سوتے جاگتے، کام کرتے..... کس کی یاد ڈسٹرب کرتی ہے۔"

"عادت جو ہوگئی ہے۔"

"عادت یا محبت.....؟"

"چلو، محبت کہہ لو۔"

"تو یہ اعتراف اس کے سامنے کیوں نہیں کرتے؟"

"آجائے گی تو کرلوں گا۔"

"تم لے آؤ..... کسی کا مان بھی رکھ لیتے ہیں۔" دل نے لتاڑا۔

"اس نے میسج لکھ کر ڈیلیٹ کیوں کیا؟" سخت شکایتی لہجہ تھا۔

"دل کی آنکھیں کھولو..... ڈیلیٹ بھی پڑھا جاتا ہے۔" سرگوشی.....

عفان نے آنکھیں بند کرلیں۔

☆.....☆.....☆

نجانے کیا دل میں آئی کہ اس نے سارے گھر کی صفائی کی، اچھا سا کھانا بنایا اور خود بھی تیار ہوگئی۔

عبید شاور لے کر نکلا تھا۔ اس کی تیاری دیکھ کر چونکا۔

"کہیں جارہی ہو؟"

ثانیہ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ تولیے سے بال خشک کررہا تھا۔ تروتازہ چہرہ..... ثانیہ نے پاس آکر اس کے ہاتھ سے تولیہ لیا۔

"کیوں، تمہارے لیے تیار نہیں ہوسکتی؟" وہ اس کے بال خشک کرنا چاہتی تھی۔

"نہیں، تم صرف اپنے لیے تیار ہوتی ہو۔" عبید نے اس کے ہاتھ سے تولیہ لے لیا اور آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ ثانیہ نے اس کی چوڑی پشت کو گھورا۔

میاں بیوی میں کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ انسان ایک دوسرے کی رگ رگ سے واقف ہوجاتا ہے۔

''نادرہ خالہ کا کیا حال ہے؟ طبیعت کیسی ہے؟''

''ٹھیک ہیں، انہیں کیا ہونا ہے۔''

''وسیم کے جانے کو دل پر ہی لے لیا ہے۔'' عبید نے کہا۔

ثانیہ کو برا لگا، وہ اس موضوع پر بات کرنا نہیں چاہتی تھی۔

''وقتی جھٹکا تھا، اب تو ٹھیک ہیں۔''

''اب خیال آتا ہے، جب ہم شفٹ ہوئے تھے تب امی ابو پر کیا گزری ہوگی۔'' وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

ثانیہ جز بز ہوگئی۔

''ہمارے اور ان کے حالات مختلف تھے۔''

''ثنا شا سے پوچھوں تو وہ بھی وہی کہانیاں سنائے گی۔''

''میں کہانیاں نہیں سناتی تھی عبید۔ تمہارے گھر والوں نے میرے ساتھ بہت زیادتی کی تھی۔''

''کون جانے کس نے کس کے ساتھ زیادتی کی تھی۔'' وہ بڑبڑایا۔ پھر الماری کھول کر کپڑے نکالنے لگا۔

ثانیہ عجیب سی کیفیت میں اسے دیکھتی رہی۔ وہ بحث کرنا چاہتی تھی مگر نہیں کر پائی۔ وہ اس وقت ایک آکورڈ پوزیشن پر کھڑی تھی۔

''کھانا لگا دو۔'' عبید کے کہنے پر وہ چونکی۔

عبید نے ڈریسنگ روم میں جا کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ ثانیہ کے اندر ٹوٹ پھوٹ سی شروع ہوگئی۔

☆......☆......☆

گھر کی حالت ان کی حالت کی طرح خراب تھی۔ دھول تھی...... اجاڑ پڑا دادی کا تخت جس پر دھلے...... میلے کپڑوں کا ڈھیر تھا۔ صحن میں امرود کے خشک پتے بکھرے تھے۔

نادرہ نے سر اٹھا کر اداسی سے گھر کو دیکھا۔

دل میں کوئی امنگ نہ جاگتی کہ اٹھ کر صفائی ستھرائی کر لیں۔ پہلے پہل رابعہ آ کر سب کر جاتی تھی۔ پھر آصفہ کی بڑبڑاہٹیں عروج پر پہنچ گئیں تو وہ ڈر کر ناغے کرنے لگی۔

ثانیہ تو ویسے ہی ناراض ہو گئی تھی۔ فون بھی نہیں کرتی تھی۔

"اور وسیم......" انہوں نے آہ لبوں میں دبائی۔ "اس نے بھی کون سا مڑ کر دیکھا کہ پیچھے کن کو کس حال میں چھوڑا ہے۔"

شبیر خاموشی سے اس کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔

نادرہ نے اپنے آنسو دوپٹے میں جذب کر لیے۔

"کب تک دل سے لگائے رکھے گی۔ میری طرف دیکھ، گھر کی حالت دیکھ۔ ہم دونوں نے تو ابھی بچی کھچی عمر گزارنی ہے تو ایسے تھوڑی جیا جائے گا نادرہ......"

نادرہ نے سر اٹھا کر شبیر کو دیکھا۔

سفید داڑھی، سر کے بال سرمئی سفید کا امتزاج...... میلے کپڑے......

عمر گزری انہوں نے کبھی فرصت میں بیٹھ کر نہ ایک دوسرے کو دیکھا تھا نہ بات کی تھی۔ نادرہ کی توجہ کا مرکز اولاد رہی تو شبیر کی ساری دلچسپی اپنی جاب اور دوست رہے۔

بھول ہی گئے کہ ان دونوں کے درمیان بھی کوئی رشتہ ہے جو نبھایا دنیا میں جاتا ہے مگر بنتا آسمانوں پر ہے۔

"تمہارا دل ٹھہر گیا ہے؟"

"دنیا کی ریت ہی بن گئی ہے نادرہ...... تم بھی دل کو سمجھا لو۔" تھکا...... بجھا ہوا لہجہ۔

"السلام علیکم انکل!" گھر کے بوجھل ماحول پر اس کی تروتازہ آواز حاوی ہو گئی۔

ارم نے دروازے سے ہی سلام کیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کھانے سے بھری ٹرے تھی۔

"آنٹی! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

نادرہ کچھ بول نہ سکیں۔ مگر شبیر نے فوراً اور خوش دلی سے جواب دیا۔

''ہاں اب ٹھیک ہے۔ بخار تو اتر گیا ہے۔ بس نقاہت باقی ہے۔ میں وہی پوچھ رہا تھا کہ چائے بنا دوں۔''

''میں کھانا لائی تھی۔ پلاؤ اور سوپ ہے۔ پہلے کھانا کھالیں۔ پھر چائے پلا دیجیے گا۔''

''اس کی کیا ضرورت تھی۔'' نادرہ نے نظریں چرائیں۔

''کوئی بات نہیں خالہ......! پہلے سے بنا رکھا تھا۔ اور امی آج اپنی کام والی کو بھیج دیں گی۔ صفائی کروا لیجیے گا۔'' ارم نے ٹرے رکھی۔

وہ رک نہیں سکتی تھی اور نہ رکنا چاہتی تھی۔

انسانی ہمدردی بھی وہیں تک ٹھیک تھی جہاں لوگ اسے آپ کی کمزوری نہ بنالیں۔

مگر اس کے نصیب کہ باہر نکلتے ہی ثانیہ سے ٹکراؤ ہو گیا۔

''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' وہ ہکا بکا تھی۔

''تمہیں تو توفیق نہیں ہوئی، اس لیے تمہاری امی کی خیریت پوچھنے آ گئی۔''

ارم نے اب ثانیہ کی باتوں سے گھبرانا چھوڑ دیا تھا۔

''بہت شوق ہے خود کو اچھا ثابت کرنے کا۔''

''جو اچھے ہوں، انہیں خود کو اچھا ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔'' ارم مسکرائی۔

''عبید کو میرے خلاف کر کے تسلی نہیں ہوئی جو میرے ماں باپ کے کان بھرنے آ گئی ہو۔'' ثانیہ کے اندر غصہ ہی غصہ تھا۔ جو ارم کو دیکھتے ہی عود کر آیا۔

''میں نے تم پر اور تمہاری سوچ پر افسوس کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ جسے اپنے ماں باپ کی پروا نہیں۔ وہ میرے ماں باپ کی پروا کیا کرتی۔''

ارم نے آرام سے کہہ کر قدم آگے بڑھائے۔

''تم صرف اپنی پروا کرو۔ شوہر نے کیا گھر سے نکال دیا ہے جو یہاں ڈیرے ڈالے بیٹھی ہو۔

ارم کے قدم تھمے۔ پھر وہ ثانیہ کی طرف مڑی۔

''اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھی ہوں۔ جس دن تمہارے گھر آ کر بیٹھی، اس دن فکر کرنا۔''
ہر جگہ اور ہر وقت دوسرے کی بات برداشت کرنا، نظر انداز کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی سامنے والے کو شٹ اپ کال دینا پڑتی ہے۔

ارم اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی تو ثانیہ نے غصے سے اپنے گھر کا دروازہ کھولا۔

شبیر نے چاولوں سے بھرا چمچہ نادرہ کی طرف بڑھایا ہی تھا کہ دروازہ کھلنے کی آواز پر واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔ اور خجالت مٹانے کو خوامخواہ بولنے لگے۔

''سبحان اللہ! یہ ہوتے ہیں بڑے دل کے لوگ، فراخ دل، کینہ سے پاک جب بھی مشکل پڑتی ہے سب بھول کر مدد کو آتے ہیں۔''

''چکھ لیں کہیں زہر تو نہیں ملایا۔

''تمہاری ہی بدگمانیاں تھیں جو ہم ایسی ہیرا لڑکی ہاتھ سے گنوا بیٹھے ہیں۔ سوچو یہ اس گھر کی بہو ہوتی تو ہم ان حالوں میں ہوتے......''

نادرہ نے سر تائید میں ہلا کر سوپ پینا شروع کر دیا۔

ثانیہ نے گویا سر ہی پیٹ لیا۔

''عبید بھی تو علیحدہ ہوا تھا اس کی ماں تو خوش باش ہے۔ کوئی فکر ہی نہیں۔ بلکہ آپ کو بھی پلاؤ بنا بنا کر کھلا رہی ہے۔ ادھر یہ حال ہے کہ بیٹا نہیں گیا گویا سانسیں بند ہو گئی ہیں۔''

''ہاں...... ہو گئی ہیں۔'' نادرہ نے پیالہ ٹرے میں پٹخا۔ ''پہلے دور جاتا تھا تو دن میں دو بار فون کرتا تھا۔ ہر ہفتے بھاگا آتا تھا...... اور اب دیکھو۔''

''تو آپ لوگ کیوں پروا کرتے ہیں؟''

''کیسے نہ کروں، میرا کلیجہ کٹتا ہے۔ نہ وہ اب آئے گا نہ ہمیں بلائے گا۔ ہم بڈھا بڈھی خالی گھر کی دیواریں دیکھ دیکھ کر وقت گزاریں گے۔ ہائے مجھے تو ابھی اس کے بچے کھلانے تھے۔''

نادرہ کا دکھ پھر سے تازہ ہو گیا۔

''اسے بس ارم کے آنے کا دکھ لگا ہے۔ یہ اس کے لائے چند نوالے تمہاری ماں کے پیٹ میں گئے ہیں۔ ورنہ بھوکی پیاسی پڑی تھی۔ نہ رابعہ آئی نہ تم نے چکر لگایا کہ کچھ پکا کر کھلا نا نہ پڑ جائے۔''

''شہر بھر میں ہوٹل کھلے ہیں۔ کہیں سے کچھ بھی منگوا لیتیں۔ ان لوگوں کا احسان لینا ضروری تھا۔ ہر بات میں میری سسرال میں مجھے نیچا دکھانا ضروری ہوتا ہے۔'' ثانیہ کی تیوری پر سو سو بل تھے۔

''جس سسرال میں تم نے کبھی قدم نہیں رکھا، اس میں تمہیں کون نیچا دکھائے گا۔ جاؤ بی بی، اپنا کام کرو۔'' شبیر نے رکھائی سے کہا۔

''اتنے دنوں کے بعد ڈھنگ کا کھانا نصیب ہوا ہے۔ کھانے دو۔''

''میں رابعہ سے بات کرتی ہوں۔'' وہ غصے سے مڑی۔

نادرہ نے سر اٹھا کر دروازے کی طرف جاتی ثانیہ کو دیکھا۔

''میری ثانیہ، میری لاڈو کو کیا کچھ جھیلنا پڑ رہا ہے۔ صاف کہہ رہی ہوں۔ کوئی ضرورت نہیں کسی سے ڈرنے کی۔ اگر عبید کا تمہارے ساتھ یہی رویہ رہا تو دفع کرنا الگ ہو جانا۔ خوامخواہ سسرال میں جان کھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

ماضی کا ایک لمحہ...... ایک سفاک بے رحم لمحہ......

ایسا ہی کوئی سبق نتاشا کی ماں نے نتاشا کو بھی پڑھایا تھا۔

نادرہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

لیکن ہم نے کیا کیا تھا۔ ساری غلطی نتاشا کی تھی۔

آسیہ نے کیا کیا تھا۔

ساری غلطی تو......

نادرہ نے جھنجھلا کر شبیر کو ٹوکا۔ ''اب سارے چاول نہ کھا جانا۔''

''نہیں کھا رہا۔''

دہلیز پار ہونے تک ثانیہ انتظار ہی کرتی رہی کہ ماں باپ اسے پکار لیں گے۔ مگر دونوں کو چاول

کھانے سے فرصت نہ تھی۔

اس نے زور سے دروازہ بند کر دیا۔

☆......☆......☆

رابعہ کچن میں مصروف تھی۔ بچے چاچو کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ پھوپھو محلے میں کہیں نکلی تھیں۔ثانیہ سیدھا کچن میں ہی آئی۔

"سمجھ میں نہیں آتا دنیا میں سارے ہی لوگ ایسے ہیں یا ہمارا گھر ہی انوکھا ہے۔"

دال کو بگھار لگاتی رابعہ بوکھلا کر پلٹی۔

"تم......؟"

"تم بھی کہہ دو گھر سے نکل جاؤ......" ثانیہ کا تمتماتا چہرہ......شکن آلود پیشانی......

"میں کیوں کہنے لگی۔ میں تو بس یہ پوچھ رہی ہوں تم یہاں آئی کیوں ہو؟"

"اف......!" ثانیہ نے سچ میں سر پیٹ لیا۔

"اچھا......اچھا بس منہ سے نکل گیا۔" رابعہ نے خود کو سنبھالتے چولہا بند کیا۔

"اماں نے میرا دماغ خراب نہ کیا ہوتا، تو میں کبھی اس گھر میں جھانکتی بھی نہ......کوئی شوق نہیں مجھے پھوپھو کی شکل دیکھنے کا۔" ثانیہ نے سامنے پڑے جگ میں سے پانی کا گلاس بھرا۔

"بڑوں کو بڑے ہونے کا مارجن ہی دے دیا کرو۔ وہ بڑا پن نہیں دکھاتیں تو تم بھی اپنا چھوٹا پن نہ دکھایا کرو۔"

رابعہ نے فریج کھول کر کولڈ ڈرنک نکالی۔

"میں یہاں تمہاری ساس کو ڈسکس کرنے نہیں آئی۔ اماں کو سمجھاؤ، نکل آئیں اس صدمے سے۔ میرا تماشا بنا رہی ہیں۔"

"ثانیہ! اماں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ تم اچھی طرح جانتی ہو۔ ان کے اندر آسیہ آنٹی جتنی عقل ہے نہ حوصلہ۔"

''ساری دنیا نے مل کر تہیہ کر لیا تھا کہ ثانیہ کو جلانا ہے۔ ساس کا نام لے لے کر تڑپانا ہے۔ ساری دنیا میں اس کی سسرال والے فرشتے تھے۔ اور سارے قصور، ساری غلطیاں ثانیہ کی تھیں۔''

رابعہ نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیا۔

حالانکہ اسے ثانیہ کے منہ پر رکھنا چاہیے تھا۔

''کیا ہوا؟''

فرخ کے آنے پر ثانیہ کو بریک لگ گئی۔

''اتنا غصہ کیوں ہو رہی ہو؟'' اس نے بغور ثانیہ کو دیکھا۔

''کچھ نہیں، میرا پرسنل معاملہ ہے۔'' ثانیہ نے رکھائی سے جواب دیا۔

''مجھ سے تمہاری کون سی بات چھپی ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''فرخ! تمہیں کوئی کام ہے؟'' رابعہ نے ناگواری سے ٹوکا۔

''نہیں، بس اماں سے کہہ دیں، جس لڑکی کی تصویر آپ نے دکھائی، وہ مجھے پسند نہیں آئی۔''

''کیوں؟'' رابعہ نے بے اختیار پوچھا۔ ثانیہ نے بھی اسے دیکھا۔

''ثانیہ جیسی نہیں ہے۔'' فرخ نے کمال بے غیرتی سے ثانیہ کو نگاہوں میں رکھتے جواب دیا۔

''ثمرہ ثانیہ جیسی دکھتی ہے؟'' ثانیہ نے تیورا کر پوچھا۔

فرخ کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''ثانیہ جیسا تو کوئی بھی نہیں دکھتا۔'' اس کی آنکھوں میں رنگ ہی رنگ اترے۔

''آج ابھی طلاق لے لو تو تم سے شادی کے لیے تیار ہوں۔''

ثانیہ ششدر رہ گئی۔

رابعہ سرتاپا کانپ گئی۔

اتنی جرأت، ایسی بے باکی......

''فرخ!'' بے اختیار ثانیہ کا ہاتھ اٹھا مگر فرخ نے اس کی کلائی تھام لی۔

''اتنا جوش میں آنے کی کیا ضرورت ہے۔ مذاق کر رہا تھا۔''

''اپنے گھٹیا مذاق اپنے تک رکھو۔ میری ہی غلطی تھی جو تمہیں اتنا سر چڑھا لیا۔'' غصہ سے آگ بگولہ ہوتی ثانیہ نے جھٹکے سے کلائی چھڑائی۔

''میری ہی غلطی ہے جو تمہیں اتنا سر چڑھا لیا۔ لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو، تم کبھی بھی میری چوائس نہیں تھے۔ وہ بھی عبید کے سامنے...... عبید کے سامنے تم زیرو ہو زیرو......''

فرخ کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

ثانیہ نے اسے دھکا دے کر راستے سے ہٹایا۔

دروازے میں کھڑے سہیل بھائی کو دیکھ کر ایک لمحے کو ٹھٹکی پھر تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔ ایک نامناسب سی صورت حال میں وہ تینوں کھڑے ایک دوسرے سے نظریں چراتے رہے۔

☆......☆......☆

''پھر میں کیا تھا؟ کیا تھا تمہارے لیے ثانیہ......؟'' وہ جیسے غصے میں پاگل ہو رہا تھا۔

ثانیہ کے الفاظ نے اسے پھر سے تکلیف پہنچائی تھی۔ وہ پھر سے اس اذیت کا شکار ہوا تھا۔ جس کا مزہ اس نے پہلے بھی چکھا تھا۔

کڑوا کسیلا...... نس نس میں زہر بھرنے والا۔

''یہ غصہ ثانیہ پر نکل رہا ہے یا اپنی بے وقوفیوں پر......'' توڑ پھوڑ کرتے ہاتھ رک گئے۔

سہیل نے اندر آ کر بکھرے کمرے پر نگاہ دوڑائی۔ وہ اس سے بہت کم بات کرتا تھا۔ کمرے میں آنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

''میں نے صرف مذاق کیا تھا......'' فرخ نے نظریں چرائیں۔

''اتنا گھٹیا مذاق وہ بھی ایک شادی شدہ لڑکی سے......؟ تمہاری بھابھی کی بہن، ماموں کی بیٹی ہے...... کسی رشتے کا لحاظ نہیں رکھا۔''

''وہ بھی کوئی دودھ کی دھلی نہیں ہے بھائی...... میرے ساتھ سارے رابطے رکھتی رہی ہے۔''

''اور تم رکھتے رہے؟'' سہیل نے چبھتے لہجے میں پوچھا۔

فرخ کو کوئی جواب نہ سوجھا۔

''تمہاری کوئی عزت نفس نہیں ہے...... وہ تمہیں بیچ کرتی رہے گی اور تم کتے کی طرح دم ہلاتے اس کے پیچھے جاؤ گے۔''

فرخ نے تڑپ کر بھائی کو دیکھا۔

''آج وہ تم پر ہاتھ اٹھا رہی تھی، کل اس کا شوہر تمہارا گریبان پکڑے گا کیوں خود کو اتنا سستا کر لیا ہے فرخ......!''

سہیل کے غصے میں چھوٹے بھائی کے لیے فکر مندی جھلکنے لگی۔

فرخ نے منہ پھیر لیا۔

''کیوں چاہتے ہو لوگوں کو پرانی باتیں یاد آئیں۔ کیا نہیں ہے تمہارے پاس...... جوان ہو، گڈ لکنگ ہو، برسر روزگار ہو۔ خود پر بدکرداری کا ٹیگ لگا کر معاشرے میں سر اٹھا کر جی سکو گے۔ کچھ تو اپنی عزت کا خیال کرو۔''

''عزت......؟'' فرخ نے بے خیالی میں بھائی کو دیکھا۔

''عزت صرف عورت کی نہیں، مرد کی بھی ہوتی ہے۔ ایک وقار ہوتا ہے۔ ایک لڑکی کے پیچھے اپنی زندگی برباد مت کرو فرخ...... ورنہ......'' وہ ایک لمحے کو چپ ہوا۔

''تمہاری یہی حرکتیں رہیں تو میں تم سے ہر رشتہ توڑنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔'' سہیل کا لہجہ حتمی اور دوٹوک تھا۔

فرخ نے صرف اس کے جاتے ہوئے قدموں کو دیکھا اور بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گیا۔ اس کے سپاٹ چہرے سے بالکل اندازہ نہ ہوتا تھا کہ سہیل کی باتوں نے اس پر کہاں تک اثر کیا ہے۔

☆......☆......☆

غم و غصے اور پریشانی سے رابعہ کا برا حال تھا۔ ساری رات اس نے سہیل کے کان کھائے تھے۔

اگر ایسا ہو گیا تو......؟

اگر ویسا ہو گیا تو......؟

چڑیا جتنا دل، ہزار ہا وسوسوں سے سہا جاتا۔

صبح پھر وہی گردان شروع......

آفس کی تیاری کرتا سہیل زچ ہو گیا۔

''بس کر دو رابعہ...... کیوں میرا سر کھا رہی ہو؟ میں نے کیا کیا ہے؟''

''آپ سمجھتے نہیں ہیں سہیل......'' وہ اس کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ ''اگر یہی حالات رہے تو فرخ ثانیہ کی شادی شدہ زندگی کو مشکل میں ڈال دے گا۔''

''تو اپنی بہن سے بھی کہو، ذرا سنبھل کر چلے۔ وہ کیوں انگاروں سے کھیل رہی ہے؟'' سہیل نے جھنجھلا کر ٹائی ٹھیک کی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ اپنے گھر میں خوش ہے۔'' رابعہ برا مان گئی۔

''اس سے کہو، یہاں مت آیا کرے۔''

''وہ کہاں آتی ہے۔ اور یہ اس مسئلے کا حل تھوڑی ہے۔''

''تو کیا حل ہے؟''

''فرخ کی شادی کر دیں تا کہ اس کا دھیان کسی اور طرف ہو جائے۔''

''کہتا ہوں امی سے......'' سہیل نے گھڑی اٹھائی۔ تب ہی دستک دے کر فرخ اندر آ گیا۔ رابعہ نے منہ پھیر لیا۔ وہ اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

''بھائی! آپ سے ایک بات کرنی ہے۔'' وہ سنجیدہ تھا۔ چہرہ ایسے، جیسے ساری رات سویا نہ ہو۔

''بولو......''

''ایک لڑکی ہے میرے آفس میں...... اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

رابعہ اور سہیل نے بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا۔ فرخ نے مختصر لفظوں میں انہیں نمرہ کے بارے میں بتایا۔ وہ چاہتا تھا کہ رابعہ اور سہیل ماں سے بات کریں۔

اسے ڈر تھا کہ اگر آصفہ کو بھنک بھی پڑ گئی کہ نمرہ فرخ کی پسند ہے وہ جتھے سے اکھڑ جائیں گی۔ پھر دنیا ادھر کی ادھر ہو جاتی، انہوں نے بغیر دیکھے اس رشتے سے انکار کرنا ہی کرنا تھا۔

''ٹھیک ہے میں سنبھال لوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔'' سہیل نے فرخ کا کندھا تھپتھپایا۔

رابعہ نے سکون کی سانس لی۔

بس یہی وہ طریقہ تھا جس کے بعد فرخ کے دماغ سے ثانیہ کا بھوت اتر سکتا تھا۔

☆......☆......☆

''بندہ اپنے آنگن میں بوٹا لگاتا ہے۔ اس آس میں کہ اس کی چھاؤں میں بیٹھے گا، اس کا پھل کھائے گا۔ کمبخت ماریاں بوٹا اکھاڑ کر لے جاتی ہیں۔''

نادرہ نے تاسف سے ہاتھ ملے تو نجانے کیوں رابعہ کو ہنسی آ گئی۔ وہ آج کئی دنوں کے بعد آئی تھی۔ صفائی کی، کھانا بنایا۔

''ہاں...... ماں کی بے بسی پر دانت نکال......'' نادرہ نے غصے سے کہا تو رابعہ نے دونوں بازو ان کے گرد باندھ دیے اور کندھے پر ٹھوڑی ٹکا دی۔

''پتا ہے جب آپ کہتی تھیں کہ سہیل سے کہو الگ گھر لے لو تو میں دعا کرتی تھی کہ اللہ مجھے اسی گھر میں سکھ دے۔ کیونکہ میں ہر وقت اپنی ساس کی بددعائیں نہیں لے سکتی تھی۔''

''بددعائیں تو نہیں دیتی، لیکن دل سے آہ تو نکلتی ہے۔''

''مت سوچا کریں۔ خود کو مصروف رکھا کریں۔ جس طرح آسیہ خالہ نے رکھا ہے۔''

''وہ تو میسنی ہے۔ جان بوجھ کر پکا پکا کر بھیجتی ہے تاکہ مجھے احساس ہو۔'' نادرہ نے بے زاری سے رابعہ کو ہٹایا۔

''ٹھیک ہی تو کرتی ہیں۔ احساس بھی تب ہی ہوتا ہے جب غم ایک ہو۔''

''ثانیہ کو تو ایک لمحے کے لیے بھی احساس نہیں ہوا۔ جب بھی آتی ہے باتیں ہی سنا کر جاتی ہے۔ میرا دکھ تو اسے نظر ہی نہیں آتا۔'' انہیں ثانیہ سے بہت گلے تھے۔ رابعہ اس موقعہ پر بہت کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر پھر بات بدل دی۔

''وسیم سے کہیں آپ کے لیے ملازمہ رکھ دے۔''

''میں کیوں کہوں؟ بیوی تھی تو ملازمہ آ گئی۔ اب احساس نہیں ہے۔'' نادرہ نے تنک کر کہا۔

''تمہارے باپ کے پیسوں سے تو بمشکل گھر ہی چلتا ہے۔''

''اماں! احساس دلانا پڑتا ہے۔ اچھا میری بات ہوئی تو میں کہوں گی۔''

اندر سے شبیر نکلے۔ بیٹی کو شفقت سے دیکھا۔ وہ بہت محنتی اور فرماں بردار تھی۔ خاموش طبع، صابر......

انہوں نے ہمیشہ ثانیہ کو عقل مند اور رابعہ کو بدھو سمجھا...... مگر آج احساس ہوا کہ زندگی، لوگوں، نامساعد حالات سے لڑ کر اپنے لیے خوشیاں ڈھونڈنے والی رابعہ ہی تو اصل سمجھدار تھی......

اور وہ کہہ ہی بیٹھے۔

رابعہ کی آنکھوں میں حیرت اتری۔ پھر حیرت دھندلائی اور آنسوؤں میں ڈوب گئی۔

''ابا! مجھے یہی کرنا تھا مگر اس طرح نہیں کرنا تھا۔ اس گھر کو بسانے کے لیے میں بہت ذلیل ہوئی ہوں۔ یہ کم ہو سکتا تھا اگر آپ لوگ میرے ساتھ کھڑے ہوتے۔ میرے سر پر ہاتھ رکھتے۔ پھوپھو کو احساس دلاتے کہ رابعہ اکیلی نہیں ہے۔ اس کا باپ اس کے ساتھ کھڑا ہے۔''

شبیر نے منہ پھیر لیا۔

بیٹی کے ساتھ زیادتی صرف سسرال میں نہیں، میکے میں بھی ہوئی تھی۔

''ایک ہی گھر میں رہنے والی دو بیٹیوں کے ساتھ مختلف سلوک ہوا تھا۔''

نادرہ نے آہ بھری۔

رابعہ نے دوپٹے کے پلو سے چہرہ صاف کیا۔ اور ہنس دی۔

''جن کے ساتھ کوئی نہیں ہوتا، ان کے ساتھ اللہ ہوتا ہے۔ اب تو وہ وقت گزر گیا۔ اللہ نے مجھ

کمزور کو مضبوطی دی۔ میرے صبر کا اجر میری اولاد ہے۔"

"جیتی رہو...... اللہ تمہیں اولاد کا سکھ دکھائے۔" شبیر نے دونوں ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔

مسجد کے مائیک میں مؤذن کھنکارا، وقت عصر تھا۔

"میں نماز پڑھ آؤں۔"

نادرہ نے چونک کر سر اٹھایا۔

"بل جمع کروا دیا تھا؟ پانی والی موٹر کا سوئچ خراب ہو گیا تھا۔ وہ بھی بدلوا دینا۔"

"کروا دوں گا۔ ساری مشقتیں میرے سر پڑ گئی ہیں۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے دروازے سے نکل گئے۔

"میں بھی چلتی ہوں اماں! بچے پھوپھو کو تنگ کر رہے ہوں گے۔" رابعہ بھی کھڑی ہو گئی۔

نادرہ نے گردن جھکا دی۔ ڈھلتی شام کی اداسی نے ابھی سے دل کو کاٹنا شروع کر دیا تھا۔

☆......☆......☆

وہ بالکونی میں بیٹھی سکون سے چائے پی رہی تھی۔ مگر یہ سکون صرف ماحول میں تھا۔ اس کے دماغ میں تو ہر وقت کھچڑی ہی پکتی۔

آج کل کچھ بھی اچھا نہ لگتا۔ نہ سہیلیوں میں دل لگتا، نہ عبید کے ساتھ تکرار میں مزا آتا۔ عبید نے بھی جیسے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ ماں کے گھر بھی نہیں جا سکتی تھی۔ کہ مکمل ناراضی چل رہی تھی۔

"یا اللہ! زندگی میں کرنے کو کچھ بھی نہیں رہا۔"

اسے لگتا ہر کوئی اپنی دنیا میں خوش اور مگن ہے۔ ایک وہ ہی ویلی، فارغ، نکمی...... نہ اتنا کھلا پیسہ کہ شاپنگ میں لگا سکے۔ نہ گھر کے کام اتنے کہ وقت ہی کٹ جائے۔

"کتنا عرصہ ہو گیا پارلر کا چکر بھی نہیں لگایا۔" اس نے اپنی جلد کو چھوا۔

ان ہی لایعنی سوچوں میں اس کا موبائل گنگنایا۔

"میں نمرہ ہوں، فرخ کی منگیتر......"

''ہونے والی......'' ثانیہ نے تصحیح کی تو وہ چپ سی ہو گئی۔

''خیریت......؟'' ثانیہ نے مگ میز پر رکھا۔ نمرہ کی کال غیر متوقع تھی۔

''ثانیہ! فرخ کے گھر والے رشتہ لے کر آ رہے ہیں۔''

ثانیہ چونکی۔

''پلیز مجھے بتاؤ، کیا وہ لڑکی اب بھی فرخ کی زندگی میں ہے؟'' فرخ کے الفاظ ثانیہ کے کانوں میں زہر گھولنے لگے۔

''تم نے فرخ سے نہیں پوچھا؟''

''وہ نہیں بتائے گا۔ ثانیہ! مجھے فرخ کے ماضی سے کوئی سروکار نہیں۔ لیکن اگر وہ اب بھی فرخ کی زندگی میں ہے تو......''

''فرخ تو اب بھی اس کے پیچھے پاگل ہے۔''

''میں نے فرخ سے بہت پوچھا۔ اس نے بتایا اس کی شادی ہو گئی ہے۔ وہ اس کے ماضی کا قصہ ہے۔ مگر میرا دل مطمئن نہیں ہو رہا۔''

''ہونا بھی نہیں چاہیے۔ فرخ تو چاہتا ہے کہ وہ اپنے شوہر سے طلاق لے کر اس سے شادی کر لے۔''

فرخ کے الفاظ نے کانوں میں زہر گھولا تو زبان نے زہر اگل دیا۔

نمرہ ہکا بکا رہ گئی۔

''کیا کہہ رہی ہو؟''

''سچ کہہ رہی ہوں...... وہ اب بھی اس کے لیے دیوانہ ہے۔''

ثانیہ کی زبان کھلتی چلی گئی۔ اور نمرہ، فرخ کے رشتے کو لپیٹتی چلی گئی۔

موتیوں کی مالا تھی، جو ٹوٹی تو بکھر گئی۔

''ہونہہ...... وہ ثانیہ ہی کیا جو اپنا حساب بے باق نہ کرے۔ میں کچھ نہیں بھولتی فرخ......'' اس کے ذہن پر چھایا غبار اتر چکا تھا۔

ثانیہ نے مطمئن ہو کر مگ اٹھالیا۔

☆......☆......☆

صبح سے ہلکی کن من جاری تھی۔ آتے ہوئے بادل جاتی ہوئی سردی کا ہاتھ تھام لائے تھے اور نادرہ کو سردی لگتی بھی بہت تھی۔ تبھی لپٹا ہوا لحاف پھر سے کھول کر اپنے گرد لپیٹ لیا۔ ایسا کرتے ہوئے انہیں نجانے کیوں اپنی ساس یاد آ گئیں۔ انہیں بھی سردی بہت لگتی تھی۔ سردی کی آہٹ سنتے ہی لحاف کھول لیتیں۔

''میں نے کہا، چائے کے ساتھ پکوڑے ہی بنالو۔'' شبیر باہر سے آئے تھے۔

''آتے ہوئے لے ہی آتے۔ مجھ میں تو ہمت نہیں ہے۔'' انہوں نے کل کپڑے دھوئے تھے۔ کل سے بازو میں درد تھا۔

''خود ہی بنالیتا ہوں چائے......'' وہ مایوس سا پلٹے۔ اس لمحے وسیم کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں پر گویا شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی۔

کہاں کے گلے، کدھر کے شکوے......

شبیر نے زور سے گلے لگایا تو نادرہ ماتھا چومتے نہ تھکتی تھیں۔

وہ البتہ ویسے کا ویسا تھا۔ سنجیدہ اور بے زار......

''آئے تھے تو میں نے کہا خیریت پوچھ جاؤں۔''

''بہو نہیں آئی؟'' شبیر نے پوچھا۔

''اپنے پاپا کے گھر گئی ہے۔ یہاں نہیں آنا چاہتی تھی۔'' وسیم نے صاف گوئی سے بتایا، پلنگ کے کنارے یوں بیٹھا تھا جیسے ابھی اٹھ کر بھاگ جائے گا۔

''الگ تو ہو گئی ہے۔ اب اسے اور کیا چاہیے؟'' نادرہ کو غصہ آ گیا۔

''ان ہی باتوں کی وجہ سے نہیں آئی۔'' وسیم نے ناگواری سے باپ کو دیکھا۔

''اچھا...... اچھا رہنے دو پرانی باتوں کو، جاؤ وسیم کے لیے کھانا بناؤ۔''

''چائے پلا دیں، کھانا تو نتاشا کے پاپا کے گھر ہے۔''

سامنے ان کا بیٹا نہیں، پاپا کا داماد بیٹھا تھا۔

وہ جو لحاف کھسکا کر اٹھنے کو تھیں، حیران ہو کر پوچھنے لگیں۔

"ہمارے پاس نہیں رکو گے؟"

"اماں! ملنے آ گیا ہوں کافی ہے۔ مجھے باقی کے معاملات بھی دیکھنے ہیں۔ یہیں تو نہیں بیٹھا رہ سکتا۔" کیسا دل چیرنے والا لہجہ تھا۔

"ہاں یہاں کیوں بیٹھو گے۔ اب تو وہی تمہارے ماں باپ ہیں۔ وہی سگے ہیں۔" وہ گلوگیر لہجے میں کہتی، بڑبڑاتی کچن میں چلی گئیں۔

"ان ہی تماشوں سے نتاشا چڑتی ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

شبیر نے بے چینی اور اضطراب میں پہلو بدلا۔

چولہے پر چائے کا پانی چڑھاتی نادرہ کی آنکھیں بار بار چھلکتی رہیں۔

شبیر بات کرنے کے لیے پر تولتے رہے۔

وسیم جلدی جلدی چائے زہر مار کرتا رہا۔ نتاشا کی بار بار کالیں آتی رہیں۔ نادرہ ٹکر ٹکر بیٹے کا منہ دیکھتی رہیں۔

مہمان تھا، چند لمحوں کے لیے آیا تھا۔ بھاگنے کو تیار تھا۔ وہ اپنے مسائل کیا بتاتیں۔

وسیم نے پیالی رکھی اور کھڑا ہو گیا۔

"بس......" شبیر نے صدمے سے اسے دیکھا۔ اس کے پاس گنوانے کو ہزاروں مصروفیات تھیں۔

شبیر کچھ کہنا چاہتے تھے۔ اس نے رٹو طوطے کی طرح ہزاروں خرچے گنوا کر کہہ دیا۔

"آپ دو تو جی ہیں۔ اپنی پنشن میں گزارا کر لیجیے گا۔ میں ایک تنخواہ میں دو گھر نہیں چلا سکوں گا۔"

آنکھیں ماتھے پر رکھنا کسے کہتے ہیں، وہ عملی تفسیر تھا۔

"گھر تو تمہارا سسر چلا رہا ہے۔ جس کی تم غلامی کر رہے ہو۔" نادرہ نے بدقت آخری جملہ لبوں میں دبا لیا۔

''اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔ انہوں نے گاڑی دے دی۔ گھر فرنشڈ کروا دیا، مگر اسے چلانا تو میری ذمہ داری ہے۔ پھر اچھی سوسائٹی میں گھر ہے۔ خرچے زیادہ ہیں۔''

''مطلب ماں باپ کے لیے اب تمہارے پاس کچھ نہیں ہے۔''

''جب کچھ ہوں گے بھجوا دوں گا۔ اب اس طرح تو پریشان نہ کریں۔''

اس نے بجتا ہوا موبائل نکال کر دیکھا۔

''پاپا کی کال آ رہی ہے۔ میں اب چلتا ہوں۔''

اس نے کھڑے ہو کر ماں کے سامنے سر جھکا دیا۔

نادرہ نے سر اٹھا کر اس کے جھکے سر کو دیکھا تو منظر دھندلا گیا۔ ابھی ان کی انگلیوں نے وسیم کے بالوں کو چھوا ہی تھا کہ وہ سیدھا بھی ہو گیا۔

شاید اب ماں باپ کی دعاؤں کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔

☆......☆......☆

نیم تاریک کمرے میں وہ بے حس و حرکت بیٹھا سامنے رکھے باکس کو دیکھ رہا تھا۔ اس میں کچھ زیادہ چیزیں نہیں تھیں۔

کچھ شاعری کی کتابیں، جنہیں بار بار پڑھا گیا تھا۔ کچھ ڈائریاں جن کے سفید صفحات ان چھوئے تھے۔ کچھ پھول اور ان کی باسی خوشبو...... مرجھائی ہوئی پتیاں...... شاید کچھ اور بھی تھا۔

بہت سے آنسو...... ادھورے خواب......

چند سسکیاں اور ان سسکیوں میں لپٹی جدائی۔

فرخ نے یونہی عقب میں پشت ٹکا دی۔

''میں کسی ایسے شخص کے ساتھ کیسے شادی کر سکتی ہوں جس کے دل میں کوئی اور ہو۔ جو اپنی سابقہ محبوبہ کو مجھے اس لیے ملانے لائے کہ وہ مجھے تمہارے لیے پسند کرے۔''

فرخ کی آنکھوں کی سطح گیلی ہونے لگی۔

محبت صرف اسی کے لیے نامہرباں کیوں تھی۔

''اس طرح مت کرو، مجھے نہیں پتا کس نے تمہیں کیا بتایا ہے۔لیکن میں سب کچھ بھول کر پورے خلوص سے تمہاری طرف بڑھا ہوں۔'' وہ کرب سے کرلایا تھا۔

''ایک ایسا شخص جو اپنی سابقہ محبوبہ کے انتظار میں ہے کہ کب وہ اپنے شوہر سے طلاق لے کر اس کے پاس واپس آتی ہے۔''

ثانیہ نے کیسا خنجر گھونپا تھا، کیسا بدلہ لیا تھا۔

''اور اگر اس نے تمہاری شادی کے بعد طلاق لے لی تو تم کیا کرو گے۔اپنی بیوی کو طلاق دے دو گے۔''

لمحوں کی غلطیاں عمروں پر محیط ہو جاتی ہیں۔

''میں ساری زندگی اسی خوف میں نہیں گزار سکتی فرخ......اس لیے سب ختم۔''

''ہاں سب ختم......'' وہ بڑبڑایا اور آنکھیں بند کرلیں۔

اس کے اندر کوئی غم و غصہ نہ تھا، سناٹا تھا، بہت گہرا سناٹا......

☆......☆......☆

''امی ابو واپس آ گئے ہیں۔'' اس نے یہی سوچ کر دروازہ کھولا تھا۔پھر ٹھٹک گئی۔گھبرا گئی۔

''آپ......؟''

عفان نے سرتاپا اسے دیکھا۔سفید کڑھائی والا نیوی بلیو کرتا، سفید ٹراؤزر میں ملبوس۔بغیر میک اپ، بغیر جیولری......بالوں کو پونی میں باندھے وہ کالج گرل لگ رہی تھی۔

''اندر نہیں آنے دو گی۔'' اس نے قدم آگے بڑھائے تو ارم نے جلدی سے ایک طرف ہو کر راستہ دیا۔

عفان اندر آ گیا۔ارم نے جلدی سے دروازہ بند کیا۔دونوں ہاتھ سر پر پھیر کر بال ٹھیک کیے۔

دل نجانے کیوں سینے میں شور مچانے لگا تھا۔

”وہ......امی ابو گھر پر نہیں ہیں۔“

”میں ان سے ملنے نہیں آیا۔“ اس کا رخ اندر کی طرف تھا۔

”پھر کیوں آئے ہیں؟“

وہ رکا۔ ارم کو بھی بریک لگانی پڑی۔

عفان نے مڑ کر اسے دیکھا۔

”نہیں، وہ میرا مطلب ہے۔“ ارم گڑبڑا گئی۔

”میسج پڑھنے آیا ہوں۔ جو لکھتی تو میرے لیے ہو لیکن بھیجتی نہیں ہو۔“

”وہ......“ ارم بوکھلا گئی۔

”کیا لکھا تھا اس میں......؟“ عفان قریب ہوا۔

”حساب......“ ارم نے کہتے کہتے نچلا لب دانتوں تلے دبا لیا۔

عفان ہنس دیا۔

پھر انگلی سے اس کی ٹھوڑی اٹھاتے آنکھوں میں جھانکتے ہوئے گنگنایا۔

حساب عمر کا اتنا سا گوشوارہ ہے
تمہیں نکال کے دیکھا تو سب خسارہ ہے

”آپ کو کیسے پتا چلا؟“ ارم ہکا بکا رہ گئی۔

”مجھے الہام ہوتے ہیں۔“

”رہنے دیں، اتنے کہاں کے ولی اللہ ہیں۔“ ارم کو اچانک یاد آیا، وہ اس کا شوہر ہے۔ پھر وہ اتنا گھبرا شرما کیوں رہی ہے۔

”گناہ گار ہی سہی، چلو تمہیں لینے آیا ہوں۔“

”اس طرح......؟“

”تو کیا پھر سے بارات لے کر آؤں......؟“ عفان نے مصنوعی حیرت سے پوچھا۔

”نہیں، میرا مطلب ہے۔“ ارم نے ادھر ادھر دیکھا۔

''میں نے سوچا میری بیوی بہت انا پرست ہے۔ خود سے نہیں آئے گی۔ بس میسج لکھ لکھ کر ستاتی رہے گی۔''

''آپ نے مجھے ہرٹ کیا تھا۔'' ارم نے شکایت کی۔

''اوں ہوں...... تم نے مجھے ہرٹ کیا تھا۔'' عفان نے تصیح کی۔ یعنی وہی مرغے کی ایک ٹانگ......

''عفان......'' ارم چڑ کر کچھ کہنے لگی تو عفان نے دونوں ہاتھ اٹھا دیے۔

''دیکھو! ہم پرانی باتوں میں پڑے تو جھگڑا ہو جائے گا اور یہ جگہ کچھ مناسب نہیں۔ سامان اٹھاؤ گھر چلتے ہیں۔''

''گھر جا کر جھگڑا کریں گے؟'' ارم نے آنکھیں پھیلائیں۔

''اتنی معصومیت سے بات کرتی ہو کہ......'' اس سے قبل کہ وہ کوئی حرکت کرتا، ارم تیزی سے مڑی۔

''بیٹھیں، میں امی ابو کو کال کر دوں۔'' عفان نے مسکرا کر ہاتھ پیچھے کر لیے۔

''ویسے بھی یہ کوئی مناسب جگہ نہیں۔'' وہ تھوڑا دور جا کر شرارت سے مسکرائی۔

''سامان سمیٹو مسز......''

''اوکے......'' وہ جاتے جاتے پھر رکی۔ ''زارا کے گھر والوں نے آنا تھا، ان سے کیا بات ہوئی؟'' عفان نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔

''خبریں تو ساری ہیں گھر کی......''

''ہاں تو میری ساس آپ جیسی نہیں ہیں۔ مجھے ہر روز کال کرتی ہیں۔'' اس نے جتایا۔

''تو پھر ان ہی سے پوچھ لینا۔''

''آپ کو بی بی جان نے کہاں سے اٹھایا تھا۔ بالکل بھی ان کے بیٹے نہیں لگتے۔'' ارم نے برجستہ کہا۔ عفان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ ارم خجل سی ہو کر اندر چلی گئی۔ ماحول پر چھائی ساری کلفت اور اداسی دور ہو گئی تھی۔

بی بی جان نے زارا کے گھر والوں کو سمجھا بجھا کر بھیج دیا تھا۔ اب انہوں نے خود ہی زارا کو سمجھا لینا تھا۔ ارم سمجھی وہ اسی خوشی میں اسے لینے آ گیا ہے۔

حالانکہ اس نے صرف اپنے دل کی سنی تھی۔

جو کہتا تھا جن سے محبت ہو، ان کے مان رکھے جاتے ہیں۔

☆......☆......☆

موسلا دھار بارش تھی۔ پرشور...... جس نے ان کی نیند میں خلل ڈالا تھا۔ وہ کسمسائیں۔ تبھی بادل زور سے گرجے تو وہ ڈر سی گئیں۔ پھر بھی نیند کا سرا ان کی آنکھوں سے ٹوٹا نہیں تھا۔

''نادرہ......نادرہ......!''

دادی کی آواز پر ہڑبڑا کر جاگیں۔ وہ آدھی رات کو انہیں کیوں پکار رہی تھیں۔ اپنے کمرے سے نکلتے ہی سرد ہوا سے جسم میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔

دادی کے کمرے میں نیم تاریکی تھی۔

سیلن اور بو......

کس چیز کی بو......

ان کی طبیعت متلانے لگی۔

دادی سرتاپا کمبل اوڑھے لیٹی تھیں۔

بے حس و حرکت......

ان کا بدن کانپنے لگا۔ اور یہ کپکپی سردی کی نہیں تھی۔ یہ خوف تھا جو آکٹوپس کی طرح ان کے دل کو جکڑ رہا تھا۔

انہوں نے ڈرتے ڈرتے کانپتے ہاتھوں سے کمبل ہٹایا تو ان کے لبوں سے چیخ نکل گئی۔

وہاں دادی نہیں تھیں ان کے خون آلود کپڑے تھے جو نادرہ نے ان کے جسم سے اتارے تھے۔

وہ اندھادھند باہر کی طرف بھاگیں۔

''نادرہ! آج میرے پاس سو جاؤ۔''

عقب میں ان کی ساس انہیں پکار رہی تھیں۔

☆......☆......☆

''اماں! چوٹ کیسے لگی ہے؟''

ان کا گھٹنا نجانے کس چیز سے ٹکرا کر زخمی ہوا تھا۔ رابعہ بے چاری تو گھن چکر بن گئی تھی۔ سہیل تو کچھ نہ کہتا تھا مگر آصفہ نے خوب لتاڑا۔

نادرہ کو پھر سے وہ بھیانک خواب یاد آ گیا تو جھرجھری لے کر رہ گئیں۔

اور ایک بار تھوڑی تھا۔ انہیں اکثر ہی مغالطہ ہونے لگا تھا۔

ساس کی آہٹیں...... ساس کی پکار...... وہ آخری پکار......

''نادرہ! آج میرے پاس سو جاؤ۔''

''رابعہ......!'' انہوں نے کھوئے کھوئے لہجے میں پکارا۔

''جی اماں......!'' رابعہ بام کی شیشی پر ڈھکن لگا رہی تھی۔

''اکیلے موت کیسے آتی ہوگی؟''

رابعہ نے جھرجھری لے کر انہیں دیکھا۔ نادرہ کی نگاہیں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی تھیں۔

''جب جان نکل رہی ہو اور کوئی آپ کے پاس پانی کا گھونٹ دینے والا بھی نہ ہو، خون کی قے آئے اور......'' رابعہ نے ڈر کر ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا۔

وہ منظر اب بھی اسے کرب و اذیت میں مبتلا کر رہا تھا۔ اسی خوف کے ہاتھوں، بار بار اٹھ کر آصفہ کو دیکھنے چلی جاتی۔

''میں نے یہ بات کسی سے نہیں کہی۔'' نادرہ نے ادھر ادھر دیکھا۔ آواز سرگوشی میں ڈھل گئی۔

''اماں نے کہا تھا میں ان کے پاس سو جاؤں۔ مجھے لگا تھا جیسے ان کا وقت رخصت ہے۔ لیکن پتا نہیں کیوں میں نے......''

وہ رک کر لب چبانے لگیں۔

رابعہ نے ٹھنڈی سانس بھرکر تاسف سے انہیں دیکھا۔

اس دن نادرہ سے بہت کوتاہیاں ہوئی تھیں جو پچھتاوا بن کر لمحہ لمحہ انہیں ڈس رہی تھیں۔

''مجھے اکیلے رہنے سے بہت ڈر لگتا ہے رابعہ......'' نادرہ کی آواز میں بے بسی در آئی۔

''ابا پاس ہی ہوتے ہیں اماں......'' رابعہ نے تسلی دی۔

''وہ کون سا سارا دن گھر میں ہوتے ہیں۔'' ان کے لہجے میں مایوسی در آئی۔

''ثانیہ سے کہتی ہوں، کچھ دن آپ کے پاس آ کر رہ لے۔''

''میں کیسے رہ سکتی ہوں...... عبید کا کیا ہوگا؟'' ثانیہ نے سنتے ہی انکار کر دیا۔ رابعہ کو غصہ ہی آ گیا۔

''عبید کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہے جو مینیج نہ کر سکے۔''

شومئی قسمت عبید چونک کر دیکھنے لگا۔ رابعہ کسی بات پر اصرار کر رہی تھی اور ثانیہ انکار......

''کیا ہوا؟'' کال بند ہونے پر عبید نے سرسری سا پوچھا۔

''کچھ نہیں، اماں کے چوٹ لگ گئی ہے۔ رابعہ چاہ رہی تھی میں کچھ دن وہاں رک جاؤں۔''

ثانیہ نے بغور عبید کا چہرہ دیکھا۔

''ہاں تو چلی جاؤ......''

''نہیں، تمہیں مسئلہ ہوگا۔''

''نہیں ہوگا۔ انہیں تمہاری ضرورت ہے۔'' کیسا نارمل انداز تھا۔

''تم بھی ساتھ چلو۔'' اس نے نجانے کیا سوچ کر کہہ دیا۔

''میں......؟'' عبید نے اپنے سینے پر انگلی رکھتے حیرت سے اسے دیکھا۔ پھر ہنسنے لگا۔

''تم تو سسرال میں رہی نہیں ہو، میں کیوں جا کر رہوں گا۔''

ثانیہ جزبز ہوگئی۔ اسے ڈر تھا اگر وہ چلی گئی تو عبید بھی اپنے ماں باپ کے گھر ڈیرے ڈال لے گا۔ باقی سکھائی پڑھائی آسیہ اب پوری کرلیں گی۔

''تو پھر میں اماں کو کچھ دن یہاں لے آتی ہوں۔'' اس نے کچھ سوچ کر حل نکالا۔

''نہیں بھئی ہماری پرائیویسی متاثر ہوگی۔'' عبید نے ترنت جواب دیا۔ ''میں اپنے گھر میں کسی اور کی مداخلت برداشت نہیں کروں گا۔''

''عبید، وہ میری ماں ہیں ہماری ذمہ داری ہیں۔'' ثانیہ زچ ہو کر بولی۔ وہ کسی صورت عبید کو اکیلے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی تھی۔

''میری کہاں سے؟'' وہ کہنی کے بل اونچا ہوا۔ ''جب میرے ماں باپ تمہاری ذمہ داری نہیں ہیں، تو پھر تمہاری ماں میری ذمہ داری کہاں سے ہو گئیں۔''

ثانیہ گنگ ہو گئی۔

''یہ اچھی رہی، جب بیٹے ذمہ داری نہیں نبھاتے تو داماد کے پیچھے پڑ جاؤ۔'' وہ بڑبڑاتا کروٹ بدل گیا۔

ثانیہ شاکڈ سی اس کی پشت گھورتی رہی۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب عبید نے کہا تھا۔ مگر جو کچھ کہا تھا، وہ بحث کر ہی نہیں سکتی۔ اپنے میکے جاتے ہوئے اس نے ایک بار بھی سسرال میں جھانک کر اپنی ساس کی خیریت دریافت نہ کی تھی۔

وہ لب بھینچ کر رہ گئی کہ سارے رستے تو خود ہی بند کیے تھے۔ جو کچھ وہ خود نہ کر سکی، عبید کو اس کے لیے کیسے مجبور کر سکتی تھی۔

☆......☆......☆

وہ بمشکل دو دن ہی میکے رک سکی۔ اس کے نخرے ہی اتنے تھے کہ تیسرے دن شبیر نے خود ہی کہہ دیا کہ وہ اپنے گھر سدھارے۔

اسے مایوسی ہوئی جب پتا چلا کہ ارم اپنے گھر جا چکی ہے۔

اسے خوشی ہوئی جب پتا چلا کہ فرخ کا رشتہ ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا تھا۔

اسے تکلیف ہوتی تھی جب وہ دیوار کے اس پار عبید کے قہقہے سنتی۔ ان لوگوں کو بھی عادت تھی خوش گوار شاموں میں چائے صحن میں بیٹھ کر پیتے تھے۔ لاشعوری طور پر وہ منتظر رہتی۔ عبید اسے بھی کال کر کے بلائے گا۔ مگر وہ بھی اپنی دھن کا پکا...... تمہارے لیے تمہارے رشتے، میرے لیے میرے رشتے پر ہی کاربند رہا۔

کبھی کبھی ثانیہ کو حیرت ہوتی۔ عبید اتنا کیسے بدل گیا۔ اسے لگتا اس کی زندگی میں ایک روایتی رشتے کے سوا کچھ بھی نہیں بچا۔

وہ بھول ہی گئی تھی کہ اس کی لو میرج ہوئی تھی۔

''محبت کہاں گئی؟''

اسے اس محبت کو پھر سے زندہ کرنا تھا۔

''مگر کیسے......؟''

☆......☆......☆

''زارا آپ......؟''

ارم اپنے کمرے سے نکلی تو زارا کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ ارم کو پتا ہی نہیں چلا وہ کب آئی تھی۔ زارا اس کی آواز پر رکی۔ پھر مڑی۔ اس کی آنکھوں کی سرخی، متورم چہرہ دیکھ کر ارم نے نظریں چرا لیں۔

وہ دو قدم آگے آئی۔

''واپس جا رہی ہوں۔'' تھکا ہوا لہجہ......

''سفر بخیر......'' ارم نے اداسی سے دعا دی۔

''مانی سے ملنے آئی تھی۔

''عفان اسے ساتھ لے کر گئے ہیں۔'' ارم نے افسردگی سے بتایا۔

''جان بوجھ کر لے گیا ہوگا۔ وہ جانتا تھا آج میری فلائٹ ہے۔''

زارا نے تلخی سے کہا تو ارم نے شرمندگی سے گردن جھکا دی۔

زارا آگے بڑھی اور اس کے گلے لگ گئی۔

''میرے بچے کا خیال رکھنا۔''

''خود سے بھی بڑھ کر۔ آپ فکر نہ کریں زارا......'' ارم نے ایک ماں کے دکھی دل کو سہارا دیا۔

زارا وہاں سے تیزی سے چلی گئی۔

ارم کو عفان پر بے تحاشا غصہ آیا۔

''آپ کو ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ چلی گئی ہے۔'' ارم فون پر عفان سے لڑ رہی تھی۔

''اچھی بات ہے۔'' عفان نے اطمینان سے کہتے مانی کا جھولا تیزی سے گھمایا۔

ڈرائیو کرتی زارا کی آنکھوں کے آگے بار بار دھند چھا رہی تھی۔ دل پیچھے کو کھینچتا تھا۔ منزل آگے کو......اور راستے دھندلاتے جا رہے تھے۔

☆......☆......☆

اس نے پورے گھر کو بڑی خوب صورتی سے سجایا تھا۔ کچھ ترو تازہ پھول، موم بتیاں، خوشبو، سیاہ ساڑھی میں ملبوس اس نے خود کو بھی آج ایک نیا انداز دیا تھا۔

''مجھے یقین ہے آج ہماری زندگی کا خوب صورت دن اور خوب صورت ترین رات ہوگی۔''

وہ عبید کو سرپرائز دینا چاہتی تھی۔ آپس کی کھینچا تانی نے جو زندگی کو بے زار کر دیا۔ اسے ایک خوش گوار موڑ دینا چاہتی تھی۔

تبھی اس کا موبائل بول اٹھا۔ دوسری طرف نادرہ تھیں۔

''تم گھر پر ہو۔'' انہوں نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''جی......'' وہ ٹھٹکی۔

''دل بہت اداس ہو رہا تھا۔ تو میں نے اور تمہارے ابا نے سوچا، تم سے مل آتے ہیں۔ آج تمہاری شادی کی سالگرہ بھی ہے تو دعائیں دے آئیں گے۔''

''ایں......شادی کی سالگرہ فیملی کے ساتھ کون مناتا ہے۔''

''ہم بس نکلنے والے ہیں، کیک بھی لے کر آئیں گے۔'' نادرہ کچھ زیادہ ہی خوش گوار موڈ میں تھیں۔

''اماں......اماں میری بات سنیں۔ دعائیں تو آپ فون پر دے سکتی ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب ہماری اینورسری ہے۔ عبید نے کہا ہے ہم کھانا باہر کھائیں گے۔ ہمارا آج سارا دن

پروگرام باہر دن گزارنے کا ہے۔ آپ زیادہ اداس ہو رہی ہیں تو رابعہ کی طرف ہو آئیں۔"

ثانیہ نے انہیں مزید بات کرنے کا موقعہ ہی نہیں دیا۔ اور کال کاٹ دی۔

"اف اماں بھی نا...... ان بزرگوں کو ذرا سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں اینٹری دینی ہے اور کہاں نہیں۔"

اس نے بڑبڑاتے ہوئے عبید کا نمبر نکالا تا کہ معلوم ہو سکے وہ کب تک آئے گا۔ کال بیل ہونے لگی۔ اس کے لبوں پر دلفریب مسکراہٹ بکھری گئی۔ آج کا دن ہی ایسا تھا۔ موقعہ بھی تھا اور دستور...... وہ آج سارے فاصلے سمیٹ لے گی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔

سامنے سرخ گلابوں کا خوب صورت بڑا سا بوکے تھا۔

"تمہیں یاد تھا......" وہ کھلکھلائی۔

"تم مجھے کبھی نہیں بھولتیں۔" اس نے بوکے چہرے کے سامنے سے ہٹایا۔ ثانیہ کی مسکراہٹ بجھ گئی۔

"تم......؟"

☆......☆......☆

ان کے سامنے کرسی پر ایک بڑی سی تصویر رکھی تھی۔ زبیر کی تصویر......

آج نہ جانے کیسے وہ تصویر ان کے ہاتھ سے پھسل گئی تھی۔ اس کا کانچ بھی چکنا چور ہو گیا تھا......

شاید زارا کے دل کی طرح......

زارا کہیں نہیں تھی۔

وہ جا چکی تھی۔

مگر اس کی آواز اب بھی کمرے کے کسی نہ کسی کونے میں سسکنے لگی تھی۔

"میرا قصور صرف اتنا ہے بی بی جان کہ میں جب بھی آپ کے پاس آئی آپ کی بیٹی بن کر آئی اور آپ اتنی خود غرض ہیں کہ ہمیشہ مجھ سے بیٹی ہونے کا خراج وصول کیا ہے۔ میں حق پر ہوں مگر کوئی میرا ساتھ نہیں دیتا کیونکہ آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ آپ کا بیٹا یہ کیس ہار جائے گا۔"

ہاجرہ کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ گیا۔

''ایک بار پھر مایوس ہو کر جا رہی ہوں۔ لیکن یہ آخری بار ہے۔ اس کے بعد مجھے الزام مت دیجیے گا۔''

ان کے موبائل پر کال آنے لگی تھی۔

انہوں نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ صاف کیا۔ خود کو سنبھال کر کال لی۔

وہ کال نہیں تھی، وہ بم تھا جو ان کے سر پر پھٹا۔

انہوں نے بے اختیار دل پر ہاتھ رکھا۔

☆......☆......☆

عبید نے آج بہت شاپنگ کی تھی۔ وہ تھک گیا تھا۔ آپس کے اس تناؤ سے...... یہ کھینچا تانی...... ٹینشن...... اسے لگا انہیں دوبارہ سے اس رشتے کو وقت دینے کی ضرورت ہے۔

زندگی ایسی بے رونق اور بے زار نہیں......

''آج کوئی اختلافی بات نہیں ہوگی۔ صرف ہماری بات ہوگی۔''

اس نے خود کو سمجھا کر سب کچھ خریدا تھا۔

وہ ثانیہ کو سرپرائز دینا چاہتا تھا۔

تب ہی اس کے موبائل پر کال آنے لگی۔

''ہیلو......!'' اس نے مسکرا کر کال لی......

اور دوسری طرف کی بات سن کر اس کا رنگ اڑ گیا۔

قسط نمبر28

وہ ایئرپورٹ پر تھی۔ تھوڑا وقت تھا پھر اسے اس سرزمین کو چھوڑ جانا تھا۔
یہ پہلی بار نہیں تھا۔
مگر آج نہ قدم اٹھ رہے تھے، نہ دل آمادہ تھا۔
اس نے پلٹ کر دیکھا۔
اس کا شوہر وہاں اس کا منتظر تھا اور دل یہاں جکڑا تھا۔
''کیا میں نے شادی کر کے غلطی کی؟'' اس نے نچلا ہونٹ چبایا۔
حالانکہ وہ اپنی شادی شدہ زندگی میں خوش تھی۔
''پیچھے مڑ مڑ کر مت دیکھو۔ اللہ تمہیں اور اولاد دے گا۔ تمہارا بچہ محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ وہ لوگ اس پر جان چھڑکتے ہیں۔ اپنی شادی شدہ زندگی کو امتحان میں مت ڈالو۔'' ماں نے سمجھایا نہیں، جھڑکا تھا۔
سب چاہتے تھے وہ اپنے بچے سے دستبردار ہو کر اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کرے۔
آس پاس گزرتے لوگوں نے اس پیاری سی لڑکی کو ہمدردی سے دیکھا۔ وہ تنہا کھڑی رو رہی تھی اور کوئی اسے رخصت کرنے نہیں آیا تھا۔
''ٹھیک ہے......'' وقت رخصت تھا۔ اس نے سختی سے اپنے گال رگڑے۔ ''اب لوٹ کر نہیں آؤں گی۔ کسی کے لیے بھی نہیں آؤں گی۔ اور جب واپس آؤں گی تو وہ جوان ہو چکا ہوگا۔'' دل کی ایک دھڑکن مس ہوئی۔ ''مجھے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیرے گا۔ یا اس کی نظر میں میری کوئی اہمیت ہی نہیں ہو گی۔ کوئی ایسی ماں کے لیے کیوں اداس ہوگا، جو اپنی خوشیوں کے لیے اسے چھوڑ گئی ہو۔''

موبائل بار بار تھرک رہا تھا۔

''الوداع پاکستان......'' اس نے دل پر پتھر رکھا۔

اسکرین پر عفان کا نمبر تھا۔ اس کی بھیگی آنکھوں میں حیرت کا سمندر امڈ آیا۔

اسے نہیں یاد کہ عفان نے اسے کبھی کال کی ہو۔ کسی انہونی کے احساس کے ساتھ اس نے کال کی۔

''زارا......تمہارا بچہ......''

موبائل اس کے ہاتھ سے گر کر دو حصوں میں تقسیم ہوا تھا۔

☆......☆......☆

اس کے دونوں ہاتھوں میں کپکپی تھی۔ خون کے نشان اس کی سفید شرٹ پر نمایاں تھے۔ متوحش بکھرے بال......

''عفان......!'' ارم نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔ ''اسے کچھ نہیں ہوگا ان شاءاللہ......''

عفان نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں سرخ اور ڈری ہوئی تھیں۔

''لیکن یہ ہوا کیسے؟'' عبید بھی فوراً پہنچ گیا تھا۔

مانی کو خون کی ضرورت تھی اور عفان اسے اپنا خون دے کر آیا تھا۔

''بس اچانک......'' عفان نے گردن موڑ کر ایمر جنسی کے بند دروازے کو دیکھا۔ ''میں نے اسے پکڑنا چاہا مگر وہ میرے ہاتھوں کو چھو کر......'' وہ منظر اس کی آنکھوں میں چبھنے لگا۔

مانی کے سر سے بھل بھل بہتا خون اس کے کپڑوں کو رنگتا چلا گیا تھا۔

''بہت خون بہہ رہا تھا۔ دیکھو یہ......'' اس نے چٹکی سے اپنی شرٹ کو پکڑا۔

تبھی وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح آئی اور عفان کا گریبان جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

وہ رو رہی تھی، چیخ رہی تھی۔

''تم اس کے ساتھ تھے تو کیسے گر گیا۔ کیسے اتنا شدید زخمی ہو گیا؟''

''میں نے کبھی اسے اپنی نظروں سے اوجھل نہیں کیا تھا۔ پھر پتا نہیں کیسے...... پتا نہیں کیسے......''
وہ بڑبڑایا۔

اسے یاد بھی نہیں تھا اس نے گھبراہٹ میں کس کس کو کال کی تھی۔

''تم نے میرے بچے کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ کیوں حفاظت نہیں کی؟''

عبید نے ارم کو اشارہ کیا۔ ارم نے زارا کو کندھوں سے تھام کر الگ کیا۔

''زارا پلیز...... یہ دعا کا وقت ہے۔ اسے کچھ نہیں ہوگا ان شاء اللہ...... آپ بس دعا کریں۔ ماں کی دعا میں بہت طاقت ہوتی ہے۔''

''میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی۔ خدا بن بیٹھا تھا یہ شخص......''

''میں بھی خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔'' وہ لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگا۔

آج کی رات ان سب کے لیے بہت بھاری تھی۔

☆......☆......☆

''ہیپی ویڈنگ اینورسری...... دعا ہے تمہاری زندگی ان پھولوں کی طرح مہکتی رہے۔''

''مجھے نہ تمہارے پھولوں کی ضرورت ہے اور نہ تمہاری دعاؤں کی۔'' ثانیہ کو تاؤ ہی آ گیا۔

اوپر سے فرخ کی تیاری جیسے بہت خاص مہمان ہو۔

''اتنی سنگ دل نہ بنو...... کون جانے کس کی دعا لگ جائے اور کس کی بددعا......'' وہ دروازے پر رکھا اس کا ہاتھ ہٹا کر اندر چلا آیا۔

''کیا بدتمیزی ہے میں نے تمہیں اندر نہیں بلایا۔'' ثانیہ کا غصے سے برا حال ہو گیا۔

وہ رکا کہاں...... جہاں اس نے آج کی ڈنر ٹیبل سیٹ کی تھی۔

''تم کیا پاگل ہو...... سنائی نہیں دیتا۔ نکلو میرے گھر سے۔'' وہ غصے میں بھری اس کے پیچھے لپکی۔ عقب میں آٹومیٹک دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا۔

''فرخ......!'' فرخ نے میز پر رکھے گل دان میں سے پھول نکال کر کونے میں پھینک دیے۔

ثانیہ بھونچکی رہ گئی۔ وہ وہاں اپنے لائے پھول سجا رہا تھا۔

''فرخ......!'' وہ دانت پیس کر آگے بڑھی۔ ''عبید آنے والا ہے اور میں نہیں چاہتی کہ ہماری خوب صورت شام تمہاری وجہ سے برباد ہو۔''

فرخ نے اسے دیکھا۔ اس کی نگاہوں کا تاثر اتنا عجیب تھا کہ ثانیہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔

وہ گھوم کر اس کے قریب آیا۔

''کسی کی زندگی برباد ہو گئی۔ تمہیں ایک شام کی پروا ہے۔''

''میں نے کسی کی زندگی برباد نہیں کی۔'' اس نے اپنے لہجے پر قابو پانے کی سعی کی۔ وہ فرخ سے ڈر رہی تھی۔ مگر اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''ثانیہ! اتنا سچ کیوں بولتی ہو؟ کیا ضرورت تھی فروا کو یہ سب بتانے کی۔''

''میں نے اسے کچھ نہیں بتایا۔''

''نہ......نہ تم تو ہمیشہ سچ بولتی ہو۔ تو اب سچ بولو مائی ڈیئر......''

''ایک نہ ایک دن اسے سچائی پتا چل ہی جاتی۔ میری نیت بری نہیں تھی۔'' اس نے مدافعانہ انداز اختیار کیا۔ کچھ بھی کر کے اسے فرخ کو عبید کے آنے سے پہلے رخصت کرنا تھا۔

''اف! تم میری کتنی بڑی خیر خواہ ہو۔'' فرخ میز کے کنارے ٹک گیا۔ اس کے انداز میں کوئی عجلت نہ تھی۔

''فرخ! تم کرنا کیا چاہتے ہو؟'' ثانیہ نے ہتھیار ڈال دیے۔

''تمہارے ساتھ ایک خوب صورت شام گزارنا چاہتا ہوں۔''

''فرخ! میری شاموں پر اب میرے شوہر کا حق ہے۔ اور یقین جانو، اگر فروا تمہارے ساتھ مخلص ہوتی تو کوئی کچھ بھی کہتا، وہ کبھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑتی...... لیکن تم فکر کیوں کرتے ہو، میں خود تمہارے لیے کوئی اچھی لڑکی تلاش کر دوں گی۔'' اس نے فرخ کو بہلانا چاہا۔

فرخ بے اختیار ہنسا۔

”مجھے اب اچھی لڑکی کی تلاش نہیں ہے۔ میں اچھی لڑکی ڈیزروہی نہیں کرتا کیونکہ......“ اس نے آگے ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ”میں نے ایک بری لڑکی سے محبت کی ہے۔“

وہ گنگ سی رہ گئی۔

فرخ نے گردن موڑ کر میز پر سجے کیک کو دیکھا۔

”فرخ! اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟“ ثانیہ بے بس ہوگئی۔ وقت ریت کی طرح ہاتھوں سے پھسل رہا تھا۔

”عبید کسی بھی لمحے آنے والا ہے۔“

”تمہیں برباد کرنا چاہتا ہوں۔“ اس کا لہجہ صاف اور پرسکون تھا۔

فرخ نے ہاتھ بڑھا کر کیک کے ساتھ رکھی چھری اٹھائی۔

☆......☆......☆

سب کے دل جیسے اٹکے ہوئے تھے۔ بار بار آتی فون کالز، مگر ابھی ان کے پاس تسلی کا کوئی حرف نہ تھا۔

”میں مر جاؤں گی ارم......“ زارا نے سسکتے ہوئے ارم کا ہاتھ تھاما۔ اس کا ہاتھ برف ہو رہا تھا۔

”میں بھی......“ وہ کونے میں کھڑا بڑبڑایا۔

عبید نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر ہمدردی سے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

”خود کو سنبھالو دوست......“

وہ لمحے جیسے صدیوں پر محیط ہو گئے۔ پھر ان اذیت ناک لمحوں کا اختتام ہوا۔ جب ڈاکٹر نے بتایا کہ بچہ اب خطرے سے باہر ہے۔

زارا پھوٹ پھوٹ کر روئی۔ ارم نے جلدی سے ہاجرہ بیگم کا نمبر ملایا۔ یہ خبر سنتے ہی ان کا بی پی لو ہو گیا تھا۔

''میں اپنے بچے سے مل سکتی ہوں......'' زارا تڑپ کر ڈاکٹر کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ عفان اپنی جگہ سے ہلا بھی نہ تھا۔

''ہم روم میں شفٹ کر دیں۔ اور پلیز آپ لوگ بھیڑ نہ لگائیں۔ آپ سب لوگ یہاں نہیں رک سکتے۔ بچہ بھی ڈسٹرب ہوگا۔'' ڈاکٹر نے اپنے پروفیشنل انداز میں کہا تو زارا نے دور کھڑے عفان کو دیکھتے قدرے بلند آواز میں کہا۔

''کسی کو رکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ہوں اپنے بچے کے پاس......''

''زارا، میں رک جاتی ہوں۔'' ارم نے فوراً کہا۔ وہ جانتی تھی مانی اس سے مانوس نہیں، پریشان ہوگا۔

''نہیں، تم بی بی جان کے پاس جاؤ اور مسرت کو بھیج دینا۔''

''ہسپتال میں کسی مرد کی بھی ضرورت ہوگی، میں رک جاتا ہوں۔'' سچویشن دیکھ کر عبید نے اپنی خدمات پیش کیں۔

''اس کی ضرورت نہیں عبید۔ میں اور ارم آج رات یہیں ہیں۔'' عفان نے پاس آ کر کہا۔

زارا نے کچھ کہنا چاہا، مگر ارم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دبایا۔

''پلیز زارا...... یہ ضروری ہے۔''

زارا نے مجبوراً لب بھینچ لیے۔

☆......☆......☆

''تم کیا کرنے والے ہو؟'' ثانیہ ڈر گئی۔ نگاہ اس کے ہاتھ میں پکڑی چھری پر تھی اور دماغ میں کئی وائرل کیس گھومنے لگے۔

''کچھ نہیں...... تمہارے ساتھ کیک کٹوا رہا ہوں۔'' اس نے چھری کی نوک کیک پر رکھی۔

''میں اپنی اینورسری کا کیک تمہارے ساتھ کیوں کاٹوں گی۔'' وہ زچ ہوگئی۔ سمجھ نہیں آ رہی تھی اسے فلیٹ سے کیسے نکالے۔ کاش اماں، ابا کو ہی آنے دیا ہوتا۔

''میں عبید کو کال کرتی ہوں۔'' ثانیہ نے میز پر رکھا اپنا موبائل اٹھانا چاہا۔ فرخ نے اپنا بھاری

ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس کا نازک ہاتھ چرمرا کر رہ گیا۔

ثانیہ نے ہاتھ کھینچنا چاہا۔ مگر اس کی گرفت مضبوط تھی۔

''جلدی کس بات کی ہے۔ آج اینورسری نائٹ ہے۔ وہ آتا ہی ہوگا ویسے سویٹ ہارٹ......''

فرخ نے بہت قریب سے اور بہت فرصت سے اسے دیکھا۔

''ہماری شادی ہوئی ہوتی تو آج یہ کیک تم میرے ساتھ کاٹ رہی ہوتیں۔''

ثانیہ تڑپ کر پیچھے ہوئی۔

اسی لمحے کال بیل گونجی۔ ثانیہ کی جیسے جان میں جان آئی۔

''عبید آ گیا ہے۔ اب دیکھنا تمہارا حشر کیا کرے گا؟''

''میرا یا تمہارا؟'' فرخ کے سوال پہ کسی خدشے نے اندر ڈنک سا مارا تھا۔

ثانیہ کے قدم رکے۔

فرخ نے کیک کا پیس کاٹ کر پلیٹ میں رکھتے اور کانٹا اٹھاتے وضاحت کی۔

''اب تم نے مجھے یہاں بلایا۔ میرے ساتھ کیک کاٹا۔''

ثانیہ کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ اسے پہلی بار احساس ہوا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔

''وہ تم پر اعتبار نہیں کرے گا۔''

''تو پھر دروازہ کھولو......'' فرخ نے تسلی سے دوسرا کانٹا بھی اٹھا لیا۔ وہ فرصت سے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا ان کے گھر میں کیک کھا رہا تھا۔

''فرخ! میرے ساتھ اس طرح مت کرو۔'' ثانیہ روہانسی ہو گئی۔

کال بیل دوبارہ ہوئی۔ فرخ دونوں کانٹے پلیٹ میں رکھ کر مسکرایا۔

''دیکھا...... تمہیں اپنے شوہر پہ اعتبار ہی نہیں کہ وہ تمہارا یقین کرے گا۔''

''کسی رشتے کا تو لحاظ کرو۔ تمہارے ماموں کی بیٹی ہوں۔''

''او ہاں تم نے یاد دلا دیا۔ اب تمہارا گھر خراب ہوتا ہے تو انہیں تو بہت دکھ ہوگا۔'' وہ کھڑا ہوا۔

کال بیل دوبارہ ہوئی۔ثانیہ کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

''کیا کرنا چاہیے۔تمہارے گھر میں تو کوئی دوسرا دروازہ بھی نہیں۔''فرخ نے ادھرادھر دیکھا۔

''آئی ایم سوری یار، میں تمہیں اتنی مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔صرف تمہیں تنگ کر رہا تھا۔'' اس کا لہجہ ومزاج مکمل بدل گیا۔

وہ اب گھبرایا ہوا،تشویش زدہ دکھائی دیتا تھا۔

''ایسا کرتا ہوں۔میں بالکونی میں جاتا ہوں۔تم عبید کو بیڈروم میں لے جانا۔میں چپکے سے نکل جاؤں گا۔آئی سوئیر یار، میں صرف تمہیں تنگ کر رہا تھا۔''

ثانیہ کا دماغ ماؤف ہوگیا۔اس نے بمشکل اثبات میں گردن ہلائی۔مکھی،مکڑی کے جالے میں جکڑی گئی تھی۔اس کی دھندلی نگاہوں نے فرخ کو بالکونی میں غائب ہوتے دیکھا۔

عبید نے اب بیل پرانگلی رکھ کر ہٹائی نہیں تھی۔ثانیہ نے بھاگتے ہوئے دروازہ کھولا۔

''ہیپی اینورسری......''اس کے ہاتھوں میں پھول تھے اور بہت سے گفٹس......ثانیہ نے اپنی ساڑھی کا پلو کندھے پر درست کیا۔مگراس کی اڑی ہوئی رنگت دیکھ کر عبید کو شرمندگی نے گھیرلیا۔وہ بہت دیر سے آیا تھا۔

''سوری یار......بہت بڑے مسئلے میں پھنس گیا تھا۔جانتا ہوں تم خفا ہوگی۔مگر......''اس نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی سارا سامان صوفے پر ڈھیر کیا۔ثانیہ کہنا چاہتی تھی وہ یہ سب کمرے میں لے جائے۔عبید نے اسے گلے سے لگالیا۔

''آئی لو یو......میں نے آج رات کے لیے بہت کچھ سوچا تھا۔میں نے سوچا آج کوئی اختلافی بات نہیں ہوگی۔ہم اپنے رشتے کو پھر سے تازہ کریں گے۔''

بالکونی میں آہٹ سی ہوئی۔ثانیہ بدک کر پیچھے ہوئی۔

''سب لفاظی ہے۔سب باتیں،تمہیں میرا ذرا بھی خیال نہیں۔خیال ہوتا تو آدھی رات کو گھر آتے۔'' وہ غصے سے بولتے ہوئے مڑی۔وہ سیدھا بیڈروم میں جائے گی۔عبید اس کے پیچھے آجائے گا اور......

مگر عبید نے اسے بازو سے کھینچ کر اپنے سامنے کیا۔

''اوں ہوں......آج کوئی شکوہ شکایت نہیں۔''

فرخ کے اندر اشتعال کی لہر سی اٹھی۔

''ارم کے ساتھ ایک مسئلہ ہو گیا تھا۔''

''ارم......ارم......سب کچھ تمہارے گھر والے ہیں۔ میں کچھ نہیں۔'' ثانیہ نے جھٹکے سے اس کے ہاتھ ہٹائے......''میں جو شام سے تمہارے لیے ٹیبل سجا کر بیٹھی ہوں۔'' وہ غصے سے جانے لگی۔

عبید نے بے چارگی سے ٹیبل کو دیکھا پھر چونکا۔

''ثانیہ! تم نے میرے بغیر ہی کیک کاٹ لیا۔''

ثانیہ کی بے اختیار نگاہ بالکونی کے دروازے کی طرف اٹھی......اور اس کی جیسے روح فنا ہو گئی۔ وہ بالکونی کے دروازے میں کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔

''تم نے اینورسری کا کیک اکیلے ہی کاٹ لیا۔''

''اکیلے کیوں؟ میں ہوں نا اس کا ساتھ دینے کے لیے......''

اس کے گھر میں یہ آواز......عبید پلٹا۔

فرخ کو اتنی بے تکلفی سے اپنے گھر کی بالکونی کے دروازے میں کھڑے دیکھ کر پہلا جھٹکا حیرت اور بے یقینی کا تھا۔

اس نے گردن موڑ کر ثانیہ کو دیکھا۔ ثانیہ کا رنگ اڑ چکا تھا۔

اشتعال کی تیز لہر اٹھی اور عبید کو دہکا کر رکھ دیا۔

''ذلیل انسان......تم میرے گھر میں کیا کر رہے ہو؟''

''اپنی بیوی سے پوچھو میں تمہارے گھر میں کیا کر رہا ہوں۔'' اس کا اطمینان دیدنی تھا۔

''کیونکہ ہمیشہ جہاں تم نہیں ہوتے، وہاں میں ہوتا ہوں۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو۔ میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔'' عبید بھر کر آگے بڑھا۔

ثانیہ بے اختیار اس کے بازو سے لپٹ گئی۔

''عبید! اسے گھر سے نکالو...... یہ زبردستی گھر میں گھس آیا ہے۔ یہ مجھے بلیک میل کر رہا ہے۔''

''چہ...... چہ...... یہ ٹھیک نہیں ہے، ثانیہ دیکھو تم نے خود مجھے بلایا، میرے ساتھ کیک کاٹا۔ دیکھو ہم نے ایک پلیٹ میں کھایا تھا۔''

اس نے اپنی بساط بچھانی شروع کر دی تھی۔

عبید کی نظریں پلیٹ تک گئیں۔ ادھ کھایا کیک، دو کانٹے...... سب کچھ نگاہوں کے سامنے تھا۔ اب مزید گواہی کی ضرورت کیا تھی۔

''تنگ آ چکی ہے تم سے، ظاہر ہے وہ ایسے شوہر کا کیا کرے؟ جو اس کا کوئی مسئلہ حل نہیں کرتا۔ تبھی تو وہ اپنا ہر مسئلہ مجھ سے کہتی ہے۔ اسے کہیں جانا ہو۔ گھر کا سنک خراب ہو، یا گھر کے خرچے کے لیے ثانیہ کو مزید پیسوں کی ضرورت ہو...... اسے ہمیشہ فرخ یاد آتا ہے۔''

ایک مرد کیسے بونا ہوتا ہے، جب اس کی عورت اس کی ناک کے نیچے بے وفائی کر رہی ہو۔ عبید نے اپنا قد گھٹتا محسوس کیا۔

''بکواس بند کرو'' ثانیہ چلائی۔ ''عبید! یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ بہتان لگا رہا ہے۔ ہمارا گھر خراب کرنا چاہتا ہے۔''

(تم فکر نہ کرو، میں ٹیکسی سے چلی جاؤں گی)

(میں کیا کرتی...... تھوڑے پیسوں کی ضرورت پڑ گئی تو ابا سے ادھار مانگ لیے۔ سنک خراب ہو گیا تھا، میں نے پلمبر بلوا لیا تھا۔ اب تمہیں کہاں آفس میں تنگ کرتی)

عبید نے گردن گھما کر ثانیہ کو دیکھا۔

خالی نظریں...... جیسے وہ کسی اجنبی عورت کو دیکھ رہا ہو۔

''تم اسے گھر بلاتی رہی ہو......'' اس کی آواز میں ایک سرسراہٹ تھی۔

''ایسا نہیں ہے عبید...... تم یہاں سے دفع ہو جاؤ، نکلو یہاں سے......'' اس نے بپھر کر فرخ کو

دھکا دیا۔ اس نے آرام سے دھکا کھا لیا۔

''کیوں مجھ پر الزام لگا رہے ہو؟''

''ثانیہ! تم اتنا کیوں گھبرا رہی ہو۔ میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں۔ تم اسے صاف صاف بتا دو کہ تم اس سے تنگ آ گئی ہو۔ اسے چھوڑ کر میرے ساتھ جانا چاہتی ہو۔ جب فیصلہ کر ہی لیا تو دنیا سے کیا ڈرنا......''

''نکل جاؤ......!'' وہ اسے دھکے مارتی دروازے تک لائی۔

''عبید! میرے پاس سارے ثبوت ہیں، وہ تمہارے ساتھ نہیں میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ اس نے خود میری منگیتر کو یہ بات بتائی...... میں تمہیں۔''

ثانیہ نے اسے دھکا دے کر دروازہ پورے زور سے بند کیا۔ فرخ لڑکھڑا کر سنبھلا۔ پھر بند دروازے کو دیکھ کر دونوں ہاتھ دروازے پر رکھ کر بڑبڑایا۔

''کاؤنٹ ڈاؤن......!''

ذرا پیچھے ہٹ کر فرخ نے موبائل اپنی جیب سے نکالا۔

ثانیہ نے اضطراری انداز میں اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑے۔ عبید کے ہاتھ سرد تھے۔

اور ثانیہ کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

آن واحد میں سب کچھ اتھل پتھل ہو گیا تھا۔

''عبید! وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ الزام لگا رہا ہے۔ ایسا کچھ بھی نہیں۔ میں نے اس کی بے ہودگی پر تھپڑ مار دیا تھا۔ اسی بات کا بدلہ لے رہا ہے۔''

''میری طرف دیکھو عبید......!'' اس نے دونوں ہاتھوں میں عبید کا چہرہ تھاما۔ ''میں تمہاری ثانیہ ہوں۔ تم سے محبت کرتی ہوں۔ میں نے تو آج اپنے ماں باپ کو بھی نہیں آنے دیا۔''

''ثانیہ......!'' عبید نے اس کی دونوں کلائیاں تھام کر ہاتھ نیچے کیے۔ ''کوئی آدھی رات کو میرے گھر میں موجود تھا۔ تم دونوں ایک ہی پلیٹ میں کیک کھا رہے تھے۔''

''ایسا نہیں ہے۔'' ثانیہ کرلائی۔

عبید کسی تنویمی عمل کے تحت ڈانڈے ملاتا رہا۔

''وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بتا رہا تھا کہ وہ پہلے بھی آتا رہا ہے۔ میرے بجائے تم اسے بلاتی رہی ہو۔''

''بہت ضرورت کے تحت...... ورنہ نہیں۔''

''پیسے لیتی رہی ہو؟''

''ایک بار...... صرف ایک بار......''

گھبراہٹ میں اعتراف جرم کا آغاز ہوگیا۔ وہ ایک کے بعد ایک غلطی مانتی چلی گئی۔

ہر بار عبید کو لگا اس کے اندر کچھ کٹ کر گرا ہے۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھرتا گیا۔

ٹن...... ٹن...... ٹن...... اس کے موبائل پر مسلسل میسج آ رہے تھے۔ عبید نے روتی بلکتی ہاتھ جوڑتی ثانیہ کو دیکھا...... اور عقب میں دیوار سے ٹیک لگا کر اپنا موبائل نکالا۔ اس کا وجدان کہتا تھا آنے والے میسج کچھ اور کہانیاں سنانے والے ہیں۔

وہ کہانیاں نہیں تھیں۔ وہ قتل تھا...... اس کی محبت کا۔

ثبوت تھے...... ثانیہ کی بے وفائی کے۔

اس نے پتھر نگاہوں سے ثانیہ کو دیکھا اور ثانیہ نے موبائل کو۔

''آہ......!'' وہ تصویریں تابوت کی آخری کیل ثابت ہوئیں۔

ہر وہ لمحہ جو اپنی لاپروائی، اپنے زعم میں اس نے فرخ کے حوالے کیا، وہ اس کی لاعلمی میں موبائل میں قید تھا۔

''سب ختم ہوگیا۔ محبت...... اعتبار، بھروسہ...... سب ختم......!'' وہ چلایا۔

''عبید......!'' وہ اس سے لپٹ گئی۔

اب لفظ بے معنی ہوگئے تھے۔

کوئی صفائی...... کوئی اعتراف کام آنے والا نہ تھا۔

مہلت ختم......!

یہ ثانیہ کے لیے یوم قیامت تھا۔ توبہ کا وقت ختم ہو گیا تھا۔ وہ بے وفا نہیں تھی۔ خائن تھی۔ اسے اس بات کو یقینی بنانا تھا کہ اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں کسی دوسرے مرد کو اپنے گھر میں نہ گھساتی۔

عبید نے اسے دھکا دے کر خود سے دور کیا۔

''سب ختم...... آج عبید کے لیے ثانیہ مر گئی۔ نہیں...... آج عبید مر گیا۔''

وہ دیوانوں کی طرح چلاتا گھر سے نکلتا چلا گیا۔

ثانیہ اس کے پیچھے بھاگی اور ساڑھی میں الجھ کر منہ کے بل گری۔ دروازہ بہت زور سے بند ہوا کہ در و دیوار ہل گئے تھے۔

☆......☆......☆

اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے فرخ کی نگاہ ان کی بلڈنگ کے بیرونی راستے پر تھی۔

وہ زیرِ لب کاؤنٹ ڈاؤن کر رہا تھا۔ ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے......

تھری......ٹو......ون......

اس کی انگلی اسٹیرنگ پر کھڑی تھی۔

عبید اپنی جھونک میں بائیک اڑاتا نکلا۔

فرخ کی انگلی اسٹیرنگ سے ٹکرائی۔

''زیرو......!''

فائنلی عبید ثانیہ کی زندگی سے مائنس ہو گیا تھا۔

☆......☆......☆

وہ بچوں کی طرح چیخ چیخ کر روئی تھی۔ مٹھیاں بھینچ بھینچ کر۔

''لو پانی پی لو......'' فرخ کی نرم آواز پہ اس نے بدک کر سر اٹھایا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔

کاجل اور مسکارا پھیل کر اس کے خوب صورت چہرے کو بدصورت بنا رہے تھے۔

''لعنتی انسان......تم میں ہمت ہے۔ اب بھی میرا سامنا کرنے کی۔'' اس نے ہاتھ مار کر گلاس پھینکا۔ وہ گر کر کرچی کرچی ہو گیا۔

''ہمت تو تم نے میری دیکھ لی۔ تو بتاؤ......'' وہ اس پر جھکا۔ ''بتاؤ مس ثانیہ......محبت کو کھو کر کیسا لگتا ہے؟''

وہ اس کی سمندر آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

''میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا فرخ......؟''

''کیا بگاڑا تھا؟'' وہ اس کے قریب بیٹھ گیا۔ جس لباس کو اس نے بہت شوق سے پہنا تھا، وہی اس کے لیے سزا بن گیا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھ بھی نہ سکتی تھی۔

''دو بار......تم نے دو بار مجھ سے میری محبت چھینی...... پہلے خود کو مجھ سے دور کیا......اور اب فروا کو......میں تو سب کچھ بھول کر آگے بڑھنے والا تھا۔ تم نے خود میرا راستہ روک لیا۔''

''تم نے مجھے مار ڈالا ہے۔''

''اس دن عین بارات والے دن......میری بارات والے دن......'' اس نے میری پر زور دیا۔ ''تمہاری اور عبید کی تصویریں میرے پاس آئی تھیں۔ بہت دیر میں سمجھ میں آیا کہ یہ حرکت تم نے کی تھی۔ آج وہی حرکت میں نے کی ہے۔ اس دن میں تمہیں چھوڑ کر چلا آیا تھا آج عبید تمہیں چھوڑ گیا ہے۔ ایک سی سچویشن، ایک سا انجام......''

فرخ نے گردن موڑ کر ثانیہ کو دیکھا۔ وہ دونوں گھٹنے سینے سے لگائے بیٹھی تھی۔

''ہم دونوں ایک جیسے ہیں ثانیہ......نہ تم کچھ بھولتی ہو نہ میں معاف کرتا ہوں۔''

ثانیہ نے اسے دیکھا۔ بے حد نفرت سے اس کے منہ پر تھوک دیا۔

فرخ بھونچکا رہ گیا۔

پھر ہنسا......

اس کی ساڑھی کے پلو سے اپنا چہرہ صاف کیا۔

''اصل میں تو تم بھی اسی قابل ہو۔''

ثانیہ اس کے جوابی حملے کی منتظر تھی۔ مگر وہ کھڑا ہو گیا۔

''تم کسی بات کے لیے مجھے الزام نہیں دے سکتیں۔ تم نے جو بویا وہی کاٹا ہے۔ آج سے ہمارا حساب بے باق ہوا۔ اب نہ تم میرے رستے میں آنا، نہ میں تمہارے راستے میں آؤں گا۔''

وہ چلا گیا......

اپنے تمام تر خساروں سمیت وہ تنہا رہ گئی تھی......

بالکل تنہا......

☆......☆......☆

آصفہ خوب صورت جوڑے پر سفید کڑھائی والی چادر اوڑھے کہیں جانے کو تیار تھیں اور رابعہ کا بس نہ چلتا تھا کہ انہیں کس طرح روکے۔

''پھوپھو......! پہلے سہیل کی بتائی لڑکی دیکھ لیتے......''

''سہیل والی تو نجانے کس کنویں میں ہے۔ جسے نکالنے کے لیے بانس ڈالنے پڑیں گے۔ ایک بار ذکر کرنے کے بعد کچھ بتایا ہی نہیں۔'' وہ چڑ کر بولیں۔

اب سہیل انہیں کیا بتاتا جب فرخ نے چپ سادھ لی تھی۔

''یہ والی لڑکی بھی اچھی ہے۔ میں ایک بار گھر دیکھ آؤں...... پھر تمہیں بھی لے جاؤں گی۔''

''آپ کا کیا پتا، زیادہ پسند آ گئی تو وہیں ہاں کر دیں گی۔'' وہ بڑبڑائی۔

''کیا من من کر رہی ہو؟''

''کچھ نہیں......!'' اس نے بے بسی سے ہتھیار ڈال دیے۔ تبھی فرخ کو آتا دیکھ کر اسے تسلی ہوئی۔

''لو آ گئے بادشاہ سلامت...... ساری رات سے کہاں دفع ہوا تھا؟'' آصفہ نے بادشاہ سلامت کی عزت افزائی کی۔

''آپ کہیں جا رہی ہیں؟''

''ہاں، تیری بارات لے کر جا رہی ہوں۔'' وہ تنک کر گویا ہوئیں۔

''تمہارے لیے لڑکی دیکھنے جا رہی ہیں۔'' رابعہ نے جلدی سے اشارہ دیا۔فرخ نے ایک نظر رابعہ کو دیکھ کر نظریں چرالیں۔

اگر انہیں پتا چل جائے کہ میں ثانیہ کے ساتھ کیا کر آیا ہوں......

کچھ تھا جس نے لمحوں میں جیت کا نشہ غارت کر دیا تھا۔کوئی تھا جو احساس دلاتا تھا کہ یہ کچھ زیادہ ہو گیا ہے۔

''نہیں، بدلہ تو برابری کا ہے۔آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان......اور محبت کے بدلے محبت۔''

''ہاں جا رہی ہوں، اور اب اگر تم نے آنا کانی کی تو ٹانگیں توڑ دوں گی۔'' آصفہ نے ماں ہونے کا حق جتایا۔

''میں نے کیا کہنا ہے، جو آپ مناسب سمجھیں، کرلیں۔''

''فرخ......!'' رابعہ نے آنکھیں پھاڑ کر فرخ کو دیکھا۔

''جیتا رہ......دیکھا یہ ہوتی ہے سعادت مند اولاد......'' آصفہ نے جتاتی نظروں سے رابعہ کو دیکھا۔اور چادر سنبھال کر چلی گئیں۔باہر بتول ان کا انتظار کر رہی تھی۔

''تم تو فروا کو پسند کرتے تھے۔'' رابعہ نے آصفہ کے جانے کے بعد پوچھا۔

''میری پسند میں کچھ نہیں رکھا بھابھی......جو آپ لوگوں کو مناسب لگے، کرلیں......'' وہ نظریں چرا کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

''عجیب بات ہے، اب فروا کے ساتھ کیا ہوا؟''

☆......☆......☆

قیامت کی رات تھی مگر گزر گئی۔وہ بے ہوش تھی۔سوئی یا مرگئی......جب آنکھ کھلی تو وہیں پڑی تھی۔ایک ہی زاویے پر جسم اکڑ گیا تھا۔اس نے بمشکل خود کو سیدھا کیا تو کمرے کی حالت پر نظر گئی۔

نجانے کیا کچھ ٹوٹا اور کیا کچھ بکھرا تھا۔

اسے لگا وہ اب کچھ بھی سمیٹ نہ پائے گی۔

صوفے پر باسی پھولوں کا گلدستہ اپنی ناقدری پر نوحہ کناں تھا۔ اور ساتھ میں گفٹس......

اس نے لاشعوری طور پر بیگ اپنے قریب کیا۔ اس میں نجانے کیا کیا تھا۔ مگر اوپر رکھا مخملیں کیس......ثانیہ نے وہ چھوٹی سی ڈبیہ کھولی۔

خوب صورت سونے کی انگوٹھی......

آہ......! اس نے نجانے کہاں کہاں سے بچت کی ہوگی۔ کیا معلوم کسی سے ادھار ہی لیا ہو۔

''فرخ......! خدا تمہیں غارت کرے۔ خدا تمہیں غارت کرے۔''

اس کا بس نہ چلتا تھا کہ اس کی آواز آسمان پھاڑ کر خدا تک پہنچ جائے۔ خدا جو شہ رگ سے بھی قریب ہے۔

''باجی......باجی کیا ہوا؟''

وہ ملازمہ تھی۔ اسے دیوانوں کی طرح روتا دیکھ کر گھبرا گئی۔

ثانیہ اپنے وجود سے سیاہ ساڑھی کو نوچتی، لڑکھڑاتی کمرے میں جا گھسی۔

ملازمہ ہکا بکا......لاؤنج کی حالت دیکھ رہی تھی۔

اگلے کئی دن تک ثانیہ اس بلڈنگ کے مکینوں کے لیے ہاٹ ٹاپک بننے والی تھی۔

''فیصل بھائی......!''

فیصل بھائی کے آدھے چہرے پر شیونگ کریم لگی تھی۔ سادہ سے لباس میں ستے ہوئے چہرے اور سوجی آنکھوں والی ثانیہ فیصل کے لیے بالکل اجنبی تھی۔

''جی......جی......بھابھی خیریت......؟''

''عبید آپ کی طرف ہے؟'' ثانیہ کی نگاہوں نے اس کے عقب میں کھوجنے کی کوشش کی۔

''بالکل نہیں میرے پاس کیوں ہوگا۔''

''پلیز فیصل بھائی اگر آپ کو معلوم ہے تو مجھے بتا دیں وہ کہاں ہے۔''

''خدا کی قسم میرا اس سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ میں تو ویسے بھی گاؤں گیا تھا۔ رات ہی واپس آیا ہوں۔ بھابھی! سب خیریت تو ہے نا؟''

ثانیہ نے بے بسی سے نچلا ہونٹ کچلا۔

''آپ کا جھگڑا ہوا ہے؟'' فیصل کو اندازہ ہو گیا۔

اثبات میں سر ہلاتی ثانیہ کی آنکھیں چھلک گئیں۔

''وہ دو دن سے گھر نہیں آیا۔''

''اپنے میکے میرا مطلب ہے...... اپنے والدین کے گھر......؟''

''وہ وہاں نہیں ہے؟'' ثانیہ نے تیزی سے بات کاٹی۔

''موبائل بھی بند ہے؟''

''جی......! پلیز ابھی اس سے رابطہ کریں اس سے کہیں میری بات سن لے۔'' ثانیہ نے ملتجی لہجے میں کہا اور ثانیہ کی حالت دیکھ کر فیصل کو اندازہ ہو گیا کہ بات معمولی نہیں ہے۔ جھگڑا ہوا ہے اور شدید ہوا ہے۔

''آپ فکر نہ کریں۔ میں اسے ڈھونڈ لوں گا۔ بلکہ آپ کے پاس لے کر آؤں گا۔ اور کسی چیز کی ضرورت ہے تو پلیز بتا دیں۔ آپ کا بھائی حاضر ہے۔''

فیصل نے خلوص نیت سے کہا تو ثانیہ نے نفی میں گردن ہلا دی۔

اور فیصل نے اسے ڈھونڈ ہی لیا تھا۔ اس کے گنتی کے تو چند دوست تھے۔

''خدا کی قسم تمہیں ڈھونڈنے کے لیے کنویں میں بانس ڈال دیے تھے۔ اور تو یہاں بغل میں چھپا بیٹھا ہے۔ تمہیں ذرا بھی اندازہ ہے۔ تم نے کیا کیا ہے۔ تم دو دن سے گھر نہیں آئے۔ اور ثانیہ وہاں اکیلی پاگل ہو رہی ہے۔''

فیصل اسے باہر لے آیا تھا۔

''ڈرامہ...... وہ اکیلی کہاں ہوتی ہے۔ اس کے پاس تو بہت آپشن ہیں۔'' زہر میں بجھا بے گانہ لہجہ...... نفرت سے لبریز تھا۔

فیصل ٹھٹک گیا۔

"لگتا ہے کوئی سنگین بات ہوئی ہے۔"

"سب ختم ہوگیا ہے۔" عبید نے اس سے نظریں ہٹا کر خالی پارک کو دیکھا۔

"فضول نہ بول، کچھ ختم نہیں ہوا۔ جھگڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر تم سے ایسے جذباتی پن کی امید نہیں تھی۔" فیصل نے جھڑک کر کہا۔

"ہر وہ بات ہوئی ہے جس کی امید نہیں تھی۔" وہ اٹھ کر چل دیا۔

"او ہیلو...... کہاں ہیرو......؟" فیصل تیزی سے سامنے آیا۔

"مجھے جانا ہے۔"

"کہیں نہیں جانا ہے۔" فیصل نے ڈانٹا۔ "یہاں سے سیدھا گھر جاؤ گے میرے ساتھ، میں نے ثانیہ کی جو حالت دیکھی ہے، تمہیں کہیں اور نہیں جانے دوں گا۔"

فیصل نے اچھے دوستوں کی طرح کریدا نہیں تھا۔ نہ تفصیل جاننے کی کوشش کی تھی۔

"وہ اب تک وہیں ہے؟" عبید کا لہجہ عجیب تھا۔

"نہیں کہاں جانا ہے۔ اور تم بھی گھر چلو...... جو بھی مسئلہ ہے بیٹھ کر حل کرو۔ والدین سے بھی الگ ہوئے۔ لوگ باتیں کریں گے کہ اب ایک دوسرے کے ساتھ بھی نہیں بنی۔"

عبید نے لب بھینچ کر اسے دیکھا۔ جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو۔ جیسے کہنے کو کچھ بھی نہ ہو......

"عبید پلیز......!" فیصل نے دونوں ہاتھ اس کے کندھوں پر رکھے۔

"ہوں...... گھر ہی جاؤں گا۔ فکر نہ کرو، ایک بار تو جانا ہی ہے۔"

عبید نے اپنے کندھوں سے اس کے ہاتھ اٹھائے اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا۔

"چلو اچھی بات ہے۔ آمنے سامنے ہوں گے تو گلے بھی مل لیں گے۔" فیصل قدرے اطمینان سے بڑبڑایا۔

☆......☆......☆

ارم نے تاسف سے عفان کو دیکھا۔

وہ اوندھے منہ بیڈ پر پڑا تھا۔ نہ سویا نہ جاگا...... مانی کو ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ زارا اس کے ساتھ ہی گھر آئی تھی۔ اور عفان اس کا سامنا نہیں کر پا رہا تھا۔

''عفان......!'' ارم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو عفان سیدھا ہو کر لیٹ گیا۔

''اٹھ جائیں شاور لے لیں۔ میں ناشتہ بناتی ہوں۔''

''موڈ نہیں ہے۔'' اس نے بے زاری سے پیشانی مسلی۔

''اتنا کیوں سوچ رہے ہیں۔ حادثہ تھا کسی کی موجودگی میں بھی ہو سکتا تھا۔'' ارم نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''میری موجودگی میں کیوں ہوا؟''

ارم کی سمجھ میں نہ آیا، اب اس کا کیا جواب دے۔

''مجھے لگتا تھا صرف میں ہوں جو مانی کو پروٹیکٹ کر سکتا ہے۔ میرے ہوتے اسے کبھی کچھ ہو ہی نہیں سکتا اور وہ میری نظروں کے سامنے، میرے ہی ہاتھوں سے پھسلتا چلا گیا۔''

''عفان! ہو جاتا ہے۔ شکر کریں، کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا۔''

''نقصان تو ہو گیا ہے۔'' وہ بڑبڑایا۔

''کیسا نقصان......؟'' ارم نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

''میں اپنے زعم سمیت منہ کے بل گرا ہوں۔ مجھے لگتا تھا جہاں میں ہوں وہاں کبھی کچھ غلط ہو ہی نہیں سکتا۔ کتنی بار اس کے گرنے پر معمولی چوٹ لگنے پر میں سب کو باتیں سنایا کرتا تھا۔ تمہیں بھی کتنی بار ڈانٹا...... اور تم چپ کر کے سنتی رہیں۔ کیونکہ مجھے لگتا تھا یہ بڑوں کی لاپروائی ہوتی ہے جو بچے زخمی ہوتے ہیں۔''

جب انسان خود نہیں سیکھتا، تو پھر قدرت اسے سکھانے کا انتظام کرتی ہے۔ وہ بھی اس عمل سے گزر رہا تھا۔

''میں زارا سے نظریں نہیں ملا پا رہا۔''

''آپ نے اس کی تڑپ دیکھی۔''

عفان نے گردن جھکا لی۔

''وہ ایک ماں کی تڑپ تھی۔''

وہ کیا کہتا...... خاموشی سے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کو دیکھتا رہا۔

''زارا کہاں ہے؟''

''مانی کے پاس......'' ارم نے کہتے ہوئے بغور عفان کو دیکھا۔ ''ایک لمحے کے لیے بھی اس کے قریب سے نہیں اٹھی اور نہ کسی اور کو ہاتھ لگانے دیتی ہے۔''

عفان نے ہلکا سا مسکرا کر سر جھٹکا۔

''کیا ہوا؟'' ارم کو اس کی مبہم مسکراہٹ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

''وہ وہی کر رہی ہے، جو میں کرتا تھا۔''

''زارا اس وقت غصے اور تکلیف میں ہے۔ پلیز کچھ کہہ بھی دے تو برا مت ماننا۔'' ارم نے احتیاط سے کہا۔

''وہ مجھے بہت کچھ کہہ چکی ہے۔'' عفان نے جتایا کہ اس کے باوجود وہ خاموش ہی رہا تھا۔ ارم مسکرائی۔

''اب ناشتہ بناؤں؟''

''ہاں! میں فریش ہو کر آتا ہوں۔''

''موڈ بھی ٹھیک کریں۔ ایسی باسی شکل اچھی نہیں لگتی۔'' ارم نے دونوں ہاتھوں سے اس کے بال مزید بکھیرے۔

''میں نے تو سنا تھا جن سے محبت ہو وہ ہر حال میں اچھے لگتے ہیں۔''

اس نے سر اٹھا کر بہت دنوں کے بعد فرصت سے بیوی کو دیکھا۔

''یہ کس نے کہا مجھے آپ سے محبت ہے۔'' ارم نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

''نہیں ہے......؟'' وہ متعجب ہوا۔ ''لیلیٰ مجنوں والی نہ سہی، نکاح والی بھی نہیں ہے؟''

''وہ تو دیکھنا پڑے گا......'' ارم کا لہجہ شرارتی ہوا۔

''کیا......؟''

''اپنا دل......'' وہ دانستہ ایسی باتیں کر رہی تھی۔ محبوب اداس تھا۔ بے چین تھا۔ بکھرا ہوا تھا۔ وہ اسے بہلا رہی تھی، سمیٹ رہی تھی۔

''وہ تم کیسے دیکھوگی......؟'' عفان نے تعجب سے پوچھا...... ''وہ تو میرے پاس ہے۔''

ارم نے کچھ کہنے کو لب کھولے، مگر کہہ نہ پائی۔ وہ لاجواب ہو چکی تھی۔

عفان بے اختیار ہنسا۔

ارم پرسکون ہوگئی۔

وہ بہت دنوں کے بعد مسکرایا تھا۔

☆......☆......☆

''بی بی جان! آپ کے لیے کچھ لاؤں؟ جوس وغیرہ......'' ارم نے کمرے میں آ کر پوچھا۔ وہ ابھی ابھی نماز سے فارغ ہوئی تھیں۔

''نہیں بیٹا، اب کھانا ہی کھاؤں گی۔'' انہوں نے اپنی تسبیح اٹھائی۔

''بس دس پندرہ منٹ میں تیار ہو جائے گا۔'' ارم نے ان کے قدموں سے جائے نماز اٹھا کر تہہ لگائی۔ پھر بیڈ پر بیٹھنے میں ان کی مدد کرنے لگی۔

''جیتی رہو...... بہت خیال رکھتی ہو میرا......'' انہوں نے خوش ہو کر دعا دی۔

''کیوں نہیں رکھوں گی۔ میری ماں ہیں۔''

''شکر ہے عفان کی زندگی میں تمہارے جیسی سمجھ دار لڑکی ہے۔ ورنہ اس نے تو مجھے ہمیشہ مایوس ہی کیا ہے۔''

''آپ تو ایسے نہ کہیں؟''

''اس حادثے کی وجہ سے نہیں کہہ رہی ہوں بیٹا...... اس کے رویے کی بات کر رہی ہوں۔ وہ سمجھتا تھا جہاں وہ ہے وہاں کچھ غلط ہو ہی نہیں سکتا۔'' ہاجرہ نے نرمی سے کہا۔

''عفان کو اپنی غلطی کا احساس ہو رہا ہے۔'' ارم نے عفان کا دفاع کیا۔

''شاید اب اس کی سمجھ میں آ جائے زندگی میں سب کچھ ہمارے اختیار میں نہیں ہوتا۔ میری زارا کتنی تکلیف میں تھی۔ کاش اب اس کا درد اس کی تکلیف عفان کو محسوس ہو جائے۔'' انہوں نے دل گرفتی سے کہا۔

''آپ زارا سے بہت پیار کرتی ہیں؟''

وہ مسکرا دیں۔

''ہاں...... جس وقت وہ اس گھر میں آئی، ساری بیٹیاں بیاہ کر کے جا چکی تھیں۔ مانو اسی کو بیٹی بنا لیا۔ جیسے اب تم میری بیٹی ہو۔''

انہوں نے پیار سے ارم کو دیکھا تو اس نے بے اختیار ان کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا۔

مان دو طرفہ ہوتے ہیں۔ دیے بھی جاتے ہیں۔ رکھے بھی جاتے ہیں۔ رشتوں کی خوب صورتی دو طرفہ رویوں پر منحصر ہوتی ہے۔ ترازو کے دونوں پلڑے برابر ہوں تب ہی تو رشتوں کا حسن برقرار رہتا ہے۔

ارم اور ہاجرہ دونوں نے یہ بات سمجھ لی تھی۔

☆......☆......☆

وہ اپنے شوہر سے ویڈیو کال پر بات کر رہی تھی۔ پہلو میں بچہ دوا کے زیر اثر سکون سے سو رہا تھا۔ اس کے سر کے سارے بال صاف تھے اور سر پر پٹی بندھی تھی۔

دستک کی آواز پر زارا نے خدا حافظ کہہ کر کال کاٹ دی۔

''آ جائیں۔''

اندر آتے عفان کو دیکھ کر اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھرے۔ جو اتنے نمایاں تھے کہ عفان سے چھپے نہ رہے۔ پھر بھی اس نے قریب آ کر مانی کا گال چھوا۔

''ڈسٹرب مت کرو۔ سو رہا ہے۔'' زارا نے ٹوکا۔

عفان نے ایک نظر زارا کو دیکھا اور ہاتھ ہٹا لیا۔

''یہ سب اچانک ہو گیا۔'' عفان نے کچھ کہنا چاہا مگر زارا نے اس کا جملہ اچک کر بات کاٹ دی۔

''سب کچھ اچانک ہی ہوتا ہے عفان...... کچھ چیزیں ہماری زندگی کی پلاننگ کا حصہ نہیں ہوتیں۔ مگر وہ ہو جاتی ہیں۔'' اس کا لہجہ تلخ تھا۔ عفان خاموش ہو گیا۔

''جیسے زبیر کی موت......''

عفان کے چہرے کا رنگ بدلا۔

''میری شادی...... مانی کی جدائی...... اس میں سے کچھ بھی میری زندگی کی پلاننگ میں شامل نہیں تھا، مگر یہ ہوتا چلا گیا۔ کیونکہ قسمت کا لکھا اپنے حساب سے پورا ہوتا ہے۔ ہمارے حساب سے نہیں۔''

عفان کو وہ بہت میچور لگی۔ اس کا انداز، اس کی گفتگو، اس کے چہرے پر چھائی سنجیدگی...... وہ

اس میں پرانی زارا کو تلاش کرنے میں ناکام رہا۔ جو لاابالی اور لاپرواتھی۔

عفان نے تھک کر دیوار سے ٹیک لگائی۔

"تم جانتی ہو میں ایسا نہیں تھا۔"

"میں بھی ایسی نہیں تھی لیکن ایک کے بعد ایک امتحان سے گزری ہوں تو سوچو مجھ میں کیا کچھ بدلا ہوگا۔"

زارا کا لہجہ یاسیت میں ڈھل گیا۔

"میں مانی کو بہت چاہتا ہوں زارا......" وہ بے بسی سے گویا ہوا۔

"ایک ماں سے بھی زیادہ...... جس نے اپنے بچے کو نو ماہ پیٹ میں رکھا۔ اپنے خون سے سینچا...... پیدائش کی تکلیف سہی ...... رب بھی اپنی محبت سمجھانا چاہے تو ایک ماں کی مثال دیتا ہے۔ اور تم نے میری ہی محبت پر شک کیا۔"

"میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ تم اور مانی ہم سے دور جا سکتے ہو۔" عفان نے اعتراف کیا۔

"میں نے بھی نہیں سوچا تھا۔" زارا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ "آسان نہیں ہوتا، بچھڑنے والے لوگ ہوں، گھر بار رشتے بھولنا آسان نہیں ہوتا۔"

"تم نے مجھے بہت غلط سمجھا تھا عفان ...... ہر عورت اتنی مجبور نہیں ہوتی کہ دوسری شادی کے بعد اپنی پہلی اولاد کو بھول جائے۔ میں نے یہ بات پہلے ہی طے کر لی تھی کہ اگر انہیں مجھ سے شادی کرنا ہے تو میرے بیٹے کا ہر طرح سے خیال رکھنا ہوگا۔ اس کا باپ بننا پڑے گا۔ انہیں کوئی اعتراض نہ تھا۔ تم نے ہر چیز مشکل بنا دی۔"

عفان نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر الفاظ نے ساتھ نہ دیا۔

"زارا! میں......"

"تمہاری طرح بے عقل اور سنگ دل نہیں ہوں کہ ہر بات کا الزام تمہیں دوں۔ جانتی ہوں یہ

صرف ایک حادثہ تھا۔تم پر کتنا بھی غصہ ہو، تمہاری نیت پر شک نہیں کر سکتی۔‘‘

زارا نے کہا تو وہ کچھ اور شرمندہ ہو گیا۔

’’عفان! اب بس کر دو، چھوڑ دو ضد...... میں دو کشتیوں میں سوار نہیں رہ سکتی۔تمہاری بیوی ہے۔اللہ اولاد بھی دے گا، سب کچھ بدل جائے گا۔پلیز......!‘‘

جب بھی ان کے درمیان یہ بات آئی، انجام جھگڑا ہی ہوتا تھا۔اب کے وہ خاموش رہا، قریب آیا جھک کر بچے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور چلا گیا۔

زارا گہری سانس لے کر رہ گئی۔

☆......☆......☆

وہ اپنے ہی گھر کے سامنے کھڑا اجنبیوں کی طرح دروازے کو گھور رہا تھا۔پھر اس نے جیب ٹٹول کر چابی نکالی۔وہ اندر جانا نہیں چاہتا تھا مگر فرار تو مسئلے کا حل نہیں تھا۔

لاؤنج صاف تھا مگر اس کی گمبھیر خاموشی میں اس رات کی اذیت شامل ہو گئی تھی۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر بیڈ پر اوندھے منہ پڑی ثانیہ نے ڈر کر سر اٹھایا۔وہ بیڈروم کے دروازے کے درمیان کھڑا تھا۔

پہلا لمحہ بے یقینی کی نذر ہوا۔دوسرے لمحے وہ تیزی سے اٹھتی اس کی طرف لپکی۔

’’عبید......!‘‘ اس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر گویا خود کو یقین دلایا کہ یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔وہ بے اختیار اس سے لپٹ گئی۔

’’میں جانتی تھی...... میں جانتی تھی تم واپس آ جاؤ گے۔تمہیں مجھ پر اعتبار ہے۔تم اس طرح کسی کی باتوں میں آ کر مجھ پر شک نہیں کر سکتے۔پلیز اب چھوڑ کر مت جانا۔میں مر جاؤں گی۔‘‘

عبید کی مٹھیاں اور دانت بھنچ گئے۔

’’مکار عورت......!‘‘ اس نے جھٹکے سے ثانیہ کو خود سے الگ کیا۔

وہ بھونچکی رہ گئی۔

عبید الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اوپر سے بیگ نکالا اور اس میں اپنا سامان بھرنے لگا۔ ثانیہ ہکا بکا رہ گئی۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟"

جواب ندارد، وہ ہنوزاپنے کام میں مصروف......

"کہاں جا رہے ہو۔ میں تمہیں اس طرح جانے نہیں دوں گی۔"

ثانیہ نے لپک کر اس کے ہاتھ سے بیگ لینا چاہا، مگر عبید نے اس کی کلائی دبوچ کر جھٹکے سے پیچھے ہٹایا۔

"تمہیں کیسے یقین دلاؤں، فرخ جھوٹ بول رہا ہے۔"

"کر لیا یقین۔" وہ اس کی طرف مڑ کر پھنکارا۔"مان لیا وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ مگر وہ تمہارے ساتھ اس گھر میں کیا کر رہا تھا؟"

"وہ زبردستی آ گیا۔" ثانیہ ہکلائی۔

"میں نہیں مانتا، کوئی چور دروازہ کھلا تھا۔ کہیں تو شہ ملی تھی۔"

"عبید مجھ سے غلطی ہو گئی۔" ثانیہ رو پڑی۔

"غلطی تو مجھ سے ہوئی ثانیہ......" وہ اس سے زیادہ رویا۔

"محبت نہیں عشق کیا تھا۔ کہیں پڑھا تھا محبوب تو وہ ہے جس کا غلط بھی غلط نہ لگے۔ تم غلط کرتی تھیں۔ میں تمہاری محبت کی انتہا سمجھتا رہا۔ ماں نے کہا تم نے ان کے میسج ڈیلیٹ کیے، میرے موبائل پر ان کا نمبر بلاک کیا، میں نے نظر انداز کیا۔ سب کہتے تھے تم خود غرض لڑکی ہو۔ میں نے کہا، میری محبت نے اسے خود غرض بنا دیا ہے۔ وہ میرے لیے پاگل ہے، اس لیے پاگل پن دکھاتی ہے۔ تمہاری محبت میں میں نے ہر رشتہ خود سے دور کر دیا تھا۔ اور تمہیں مجھ سے کیا چاہیے تھا؟" اپنے سر کے بال نوچتا وہ دیوانہ ہو رہا تھا۔

اور وہ رو رو کر بے حال......

محبت میں ساری قربانیاں عام طور پر عورت دیتی ہے، یہاں اس کے مرد نے دی تھیں۔ وہ پیتل تھی، اس کے مرد نے اسے سونا سمجھا۔

''تم چور رستے تلاش کرتی رہیں۔ میری خاطر دو دن تنگی نہ سہہ سکیں۔ اس سے پیسے مانگتی رہیں، اپنی چند خواہشیں نہ مار سکیں۔ شوہر کو ذلیل کرواتی رہیں۔ محبت قربانی مانگتی ہے، ساری قربانیاں میری تھیں ثانیہ......'' وہ بیڈ کے کنارے بیٹھ گیا۔

ثانیہ گھٹنوں کے بل نیچے......

''تم نے میری محبت کے منہ پر تھوک دیا ہے۔ اب اس گند کے ساتھ میں کیسے سب کا سامنا کروں گا۔''

''ایک موقع دے دو عبید......!'' ثانیہ نے اپنے کانپتے ہاتھ اس کے گھٹنوں پر رکھے، وہ ایک دم کھڑا ہو گیا۔

''میں نے تمہیں سارے موقعے دیے۔ تمہیں یہی سب چاہیے تھا۔'' اس نے دونوں بازو پھیلائے۔ ''تو یہ سب تمہیں مبارک ہو۔ تمہیں بس عبید نہیں چاہیے تھا تو لو عبید چلا......''

''عبید! مت کرو۔'' وہ کرلائی۔

اس نے اپنا بیگ گھسیٹا اور تیزی سے نکلتا چلا گیا۔

کمرے میں بس اس کی سسکیاں اور ہچکیاں رہ گئیں۔

''عبید! مجھ سے غلطی ہوئی۔ لیکن میں بے وفا نہیں ہوں۔''

پر اسے سننے والا جا چکا تھا۔

☆......☆......☆

''سوچ رہی ہوں، ارم کے گھر سے ہی ہو آئیں۔'' بیٹھے بیٹھے آسیہ کو خیال آیا۔ توفیق صاحب نے کتاب سے نظریں ہٹا کر انہیں دیکھا۔

''ہاسپٹل ہو تو آئے تھے۔''

''گھر میں جانا چاہیے۔''
''دیکھتے ہیں۔'' انہوں نے کسل مندی سے کہا، گویا جانے کا موڈ نہیں تھا۔
''آپ تو بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں۔ کہیں جانا ہو، سو بار کہنا پڑتا ہے۔ عبید سے کہوں گی، لے جائے۔''
آسیہ کے الفاظ ابھی منہ میں تھے کہ عبید اندر داخل ہوا۔
''دیکھا...... کتنی لمبی عمر ہے میرے بیٹے کی۔'' آسیہ نے جتاتی نظروں سے عبید کو دیکھا۔ اور توفیق نے عبید کے ساتھ بیگ کو۔ وہی بیگ، جس میں وہ اپنا سامان لے کر گیا تھا۔ ان کی نگاہیں بے اختیار عقب میں گئیں۔
مگر وہ اکیلا تھا۔ باپ بیٹے کی نگاہ ملی۔
''یہ سامان کیسا ہے عبید......؟'' آسیہ جو استقبال کو کھڑی ہوئی تھیں، حیرت سے پوچھنے لگیں۔
عبید نے نگاہ چرائی اور کچھ بھی کہے بغیر اپنے کمرے میں چلا گیا۔
''لگتا ہے بیوی نے گھر سے نکال دیا ہے۔'' توفیق نے تاسف سے سر ہلایا۔
آسیہ کو ان کا جملہ برا لگا۔
''وہ خود گھر چھوڑ کر آیا ہوگا۔''
''ہمارے دور میں تو لڑکیاں گھر چھوڑ کر آیا کرتی تھیں۔'' انہیں مزید مذاق سوجھا۔ آسیہ کو مزید غصہ آیا۔
''کوئی وقت ہے مذاق کا، پتا نہیں وہ کیوں آیا ہے، کیا ہوا ہے؟''
''بتا دے گا، چھری تلے دم تو لیں۔'' توفیق نے رسانیت سے کہا۔
''پتا کرتی ہوں۔''
وہی کمرہ تھا۔ زندگی پھر سے وہیں آ کر ٹھہر گئی تھی۔
(اتنی خوشیاں دوں گا کہ سنبھال نہیں سکو گی)
اس نے بیگ ایک کونے میں رکھا۔
(مجھے صرف تمہارا ساتھ چاہیے)

فلم کی طرح ایک ایک لمحہ اس کی نگاہوں کے سامنے سے گزرنے لگا۔
کہاں غلطی ہوئی؟ کیا قصور ہوا۔کہاں کمی رہ گئی؟
حساب کتاب......سود وزیاں......
''عبید......!'' آسیہ اندر آئیں۔''کیا ہوا بیٹا......؟''
''پلیز امی! ابھی کچھ مت پوچھیں۔'' اس نے نظریں چراتے ملتجی لہجے میں کہا۔
''کھانا کھاؤ گے؟'' کئی کلبلاتے سوالوں کو کچلتے انہوں نے رسانیت سے پوچھا۔
''نہیں، سونا چاہتا ہوں۔''
وہ ان کو دکھانے کو بیڈ پر لیٹ بھی گیا اور بازو آنکھوں پر رکھ لیا۔
آسیہ نے تاسف سے بیٹے کو دیکھا۔
غلط انتخاب بیٹیوں کی زندگی ہی برباد نہیں کرتا ہے، بیٹے کو بھی بے سکون رکھتا ہے۔انہوں نے خاموشی سے جاتے ہوئے دروازہ بند کر دیا۔
(ان تصویروں کو غور سے دیکھو عبید، کیا ثانیہ تمہارے ساتھ بھی اتنی ہی خوش اور مطمئن دکھائی دیتی ہے)
فرخ کا میسج وہ ڈنک تھا جو اسے بار بار زہر آلود کرتا تھا۔
وہ میرے ساتھ خوش کیوں نہیں رہی؟
عورت کو خوش رہنے کے لیے کیا چاہیے ہوتا ہے؟
محبت، عزت، خوش حالی، ساتھ دینے والا ساتھی، کیا......؟ کیا چیز عورت کو مطمئن کرتی ہے؟''
سوال در سوال کا سلسلہ تھا۔
''میں تمہارے لیے اور کیا کرتا ثانیہ......؟''
وہ اپنا قصور ڈھونڈ رہا تھا۔
وہ کیا کمی تھی۔جس نے ثانیہ کو فرخ کی طرف مائل کیا۔

☆......☆......☆

فلو سے بے حال نادرہ سر پر پٹی باندھے بیٹھی تھیں۔ شبیر گرم پانی میں جوشاندہ گھول کر لے آئے۔

''لو...... جوشاندہ پیو...... فرق پڑے گا۔''

''اب کسی چیز سے فرق نہیں پڑتا۔ بیماری نے راہ دیکھ لی۔'' نادرہ نے آہ بھری۔

''اچھی بھلی تھیں۔ نجانے کون سا روگ لگا لیا۔ دماغ پر اتنا زور نہ ڈالا کرو۔ اس بے چارے کو سوچنے کی عادت کہاں ہے؟'' انہوں نے جھنجھلا کر لتاڑا۔

''اڑا لو مذاق......''

''صبح ہسپتال لے کر جاتا ہوں۔ دو دن بخار آنا، دو دن جانا اچھی بات نہیں ہے۔''

جب سے وسیم گیا تھا، وہ بار بار بیمار ہونے لگی تھیں۔

''اتنی جلدی نہیں مرتی، فکر نہ کرو۔''

''مرنے کی بات نہ کرو، ہم دونوں ہی ایک دوسرے کا سہارا ہیں۔'' شبیر کا لہجہ نرم پڑ گیا۔

''شکر ہے، آپ کو بھی احساس ہوا۔''

''وقت نے سارے رنگ ڈھنگ دکھا دیے ہیں۔ تم جوشاندہ پیو، کچھ طبیعت سنبھلے تو دو روٹیاں ہی ڈال دینا۔''

''اس حالت میں مجھ سے روٹی پکتی ہے۔ بازار سے لے آؤ۔ عورت مرتی مر جائے، روٹیاں پکنی ضروری ہیں۔''

''موافق نہیں آتی۔'' شبیر نے بے چارگی سے کہا۔

تب ہی بیرونی دروازہ کھلا اور ثانیہ اندر آئی۔

''لو، ثانیہ آ گئی ہے۔'' نادرہ کھل سی گئیں۔ اولاد تو اولاد ہوتی ہے۔ ہر بار لڑ کر جاتی تھی، پھر بھی انہیں انتظار رہتا۔ وہ ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ ہائے کیسی اجڑی سی صورت تھی۔

نادرہ کا دل ہی ڈوب گیا۔

''کیا ہوا، نہ سلام نہ دعا......؟'' شبیر بھی ٹھٹکے۔

''ثانیہ! کیا ہوا؟'' نادرہ گھبرا گئیں۔

''اس نے مجھے چھوڑ دیا۔'' نادرہ کے ہاتھ سے کپ چھوٹ گیا۔

☆......☆......☆

''مسرت! کیا بنا رہی ہو؟'' ارم نے کچن میں جھانکا۔

''زارا بی بی نے مکس سبزی بنانے کو کہا ہے، ساتھ مچھلی فرائی کرتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' ارم نے فریج سے مسالہ لگی مچھلی نکالی۔ مگر اس مہک سے ہی طبیعت گھبرانے لگی۔

''میں کھانا بنا لوں گی باجی...... آپ جا کر آرام کر لیں، مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگتی۔'' مسرت نے اس کی حالت دیکھ کر کہا۔

''ایسا ہی کرتی ہوں۔'' ارم کا دل خراب ہونے لگا تو تیزی سے کمرے سے باہر آ گئی۔

اس کے موبائل پر آسیہ کی کال آ رہی تھی۔

ارم نے کمرے میں آ کر کال بیک کی تو وہ عبید کے بارے میں بتانے لگیں۔

''لگتا ہے کچھ زیادہ ہی جھگڑا ہوا۔ ثانیہ بھی اپنے ماں باپ کے گھر آ گئی ہے۔''

''امی! یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔'' ارم کو تشویش ہوئی۔ ''عبید کو بٹھا کر پوچھیں۔ الگ گھر لیا، سجایا سنوارا اب دونوں چھوڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔''

''بہت پوچھا ہے۔ وہ کچھ بتا ہی نہیں رہا۔ اب یا تو عبید کی غلطی ہے یا......''

''یا وہ ثانیہ کا پردہ رکھ رہا ہے۔''

''اب بھی اتنی محبت باقی ہے تو الگ کیوں ہوئے؟'' آسیہ نے ناراضی سے کہا۔

''غصے میں انسان کچھ بھی کر لیتا ہے۔ چلیں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ انہوں نے کون سا آپ کی سننی ہے۔ کچھ دن الگ رہیں گے تو ایک دوسرے کی قدر ہو جائے گی۔''

تب ہی عفان کمرے میں آیا۔

''ٹھیک ہے امی، بعد میں بات کرتی ہوں۔'' اس نے خدا حافظ کہہ کر کال کاٹ دی۔

''کیا ہوا مسرت بتا رہی تھی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' عفان نے تشویش سے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔

''مسرت بتا رہی تھی ورنہ آپ کو تو پتا ہی نہیں چلتا، میرے لیے وقت کہاں ہے جناب کے پاس......'' ارم نے لاڈ سے شکوہ کیا۔

''تم ہی اپنی نئی دوست کے ساتھ مصروف ہوتی ہو۔'' عفان نے بھی جوابی شکوہ کیا۔ وہ جب بھی آفس سے آتا، ارم زارا کے ساتھ کوئی نہ کوئی پلان بنا رہی ہوتی۔

''آپ سے وابستہ ہر شے مجھے بہت عزیز ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔'' ارم نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''یاد نہیں آتا کون سی نیکی تھی جو اتنا پیارا لائف پارٹنر ملا۔ جو شکوہ بھی کرتا ہے تو پیار کے ساتھ۔''

''رب ویسے ہی آپ پر مہربان ہے صاحب...... ورنہ آپ اتنے نیک کہاں ہیں؟'' ارم نے مزے سے کہا تو عفان نے خفا ہو کر دیکھا۔

''طبیعت تو کہیں سے بھی خراب نہیں لگ رہی۔''

''بس تھکاوٹ اور سستی ہو رہی ہے۔''

''کام نہ کرنے کے بہانے......'' عفان نے چڑایا۔

''ایک دن تو چلے گا۔''

''دوڑے گا مسز......''

کمرے کی خاموشی چند پیار بھری آہٹوں پر چونکی اور مسکرائی۔ اور کونوں کھدروں میں منہ چھپانے لگی۔

☆......☆......☆

نادرہ کے پاس ہر بات کا ایک ہی حل تھا رابعہ کو بلا لو۔ وہ بھاگی آتی۔ کبھی کبھی چڑ بھی جاتی۔ میکہ اتنا پاس بھی نہیں ہونا چاہیے۔

''کل سے آئی ہے، مجال ہے جو منہ سے ایک لفظ بھی نکالا ہو۔ سامان بھی لے کر نہیں آئی۔ اس

سے پوچھو ہوا کیا ہے؟''

''ثانیہ! پہلے کچھ کھالو، پھر تسلی سے بات کرتے ہیں۔'' رابعہ نے پاس بیٹھ کر نرمی سے کہا۔

ثانیہ کی حالت واقعی خراب تھی۔ کسی بھی مشکل میں رابعہ نے اس طرح ہارا ہوا نہیں دیکھا تھا۔

ثانیہ نے خالی خالی نظروں سے رابعہ کو دیکھا۔

اس کی نگاہوں کے خالی پن پر رابعہ کو خوف محسوس ہوا۔

''ثانیہ! کچھ تو بتا دو۔'' رابعہ نے گھبرا کر غصے سے پوچھا۔

''رابعہ! اس نے مجھے چھوڑ دیا۔'' شکستہ لہجہ......

''ہائے میں مر گئی۔'' نادرہ نے کلیجہ تھام لیا۔

''دل نے تو تین لفظ کہہ دیے ہیں۔ بس زبان سے نہیں بولا۔'' وہ بلکی۔

''ستیاناس......!'' نادرہ نے دو ہتر اس کے کندھے پر مارے۔ ''میں سمجھی سچ میں طلاق دے دی ہے۔''

''جھگڑا کس بات پر ہوا تھا؟''

ثانیہ نے زیر لب رابعہ کا کہا دہرایا۔ رابعہ کو دیکھا اور ڈر گئی۔ کیا بتاتی...... کیا کیا کرتی رہی ہے۔ جن باتوں کو وہ معمولی سمجھتی تھی ان کا نتیجہ کیسا بھیانک نکلا ہے۔

ٹھیک ہی تو کہتا تھا عبید......

کوئی روزن تو کھلا تھا جو گھر تک رستے بن گئے۔ کوئی اشارہ تو ملا تھا جو اتنی شہ پا گیا۔

یونہی تو نہیں کہا کہ مومن عورتیں غیر مردوں سے بات کرتے ہوئے لہجہ سخت رکھیں۔ کیا وہ نہ جانتا تھا اپنی مخلوق کی خامیوں، کمزوریوں اور کجیوں کو...... تب ہی تو ساتھ ساتھ ہر بات کا حل بھی بتا دیا تھا۔ وہ جس نے انہیں تخلیق کیا تھا۔

''اللہ!'' وہ کرب سے کراہی......

رابعہ ٹھٹک گئی۔

اس نے رابعہ کے سامنے پہلی بار رب کو اس طرح پکارا تھا۔
ایسا کیا ہوا کہ اسے رب ہی یاد آ گیا۔

☆......☆......☆

''محسن کی کال تھی۔'' سب خوش گوار ماحول میں کھانا کھا رہے تھے۔ جب زارا نے اچانک کہا۔ سب ایک دم رک گئے۔ جانتے تھے وہ اگلا جملہ کیا کہنے والی ہے۔
زارا نے ایک نظر سب کو دیکھا۔ بطور خاص عفان کو......
اس نے ہاتھ روک لیا تھا، مگر اس کا سر جھکا تھا۔
''بار بار پوچھ رہے ہیں، میں واپس کب آؤں گی؟''
ہاجرہ نے عفان کو دیکھا۔ وہ اچانک اٹھا اور چلا گیا۔
''بی بی جان......!'' زارا نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔
''بیٹا! اس کے لیے ایک مشکل فیصلہ ہے۔''
''لیکن مجھے تو آج ہی جواب چاہیے۔'' زارا غصے سے اٹھ کر اس کے پیچھے گئی۔ ارم نے گھبرا کر اٹھنا چاہا۔
ہاجرہ نے روک دیا۔
''انہیں بات کر لینے دو۔''
ارم واپس بیٹھ گئی۔
''یہ بہت مشکل ہے ارم......!'' عفان نے کہا تھا۔
''لیکن ہر مشکل کے بعد آسانی ہے عفان......!''
''میری زندگی کی تصویر مانی کے بغیر ادھوری ہے۔''
''زارا کی زندگی بھی اس کے بچے کے بغیر ادھوری ہے۔'' ارم نے کہا تھا۔
''بہت ہو گیا عفان۔'' غصے سے بھری زارا کمرے میں داخل ہوئی۔ ''عفان! بہت ہو گیا۔ میری برداشت کی حد ختم ہو گئی ہے۔''

عفان مانی کے بیڈ کے پاس کھڑا تھا۔ مانی گہری نیند سو رہا تھا۔ عفان جھکا اور مانی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

تب ہی زارا کی نگاہ اٹھی۔ عین سامنے دیوار پر بڑی سی تصویر......

زارا اور زبیر......

عفان سیدھا ہوا اور اس کی طرف مڑا۔

''یہ مانی کا روم ہے زارا اور میں چاہتا ہوں تم جب بھی پاکستان آؤ تو تم دونوں یہاں ہمارے پاس ٹھہرو۔''

''تم مانی مجھے دے رہے ہو......''

زارا پر شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔

قسط نمبر 29

''یہ تمہارا ہی تھا زارا......!'' عفان کا لہجہ بھیگ گیا۔ آنکھوں میں آئی نمی کو بمشکل پیچھے دھکیلا۔ زارا لپک کر قریب آئی، عفان کے دونوں ہاتھ تھام کر زاروقطار رونے لگی۔ اس کے دونوں ہاتھ کانپ رہے تھے۔

''تم نے مجھ پر بہت احسان کیا ہے عفان! تم نے مجھے خرید لیا ہے۔'' اندر آتی ارم نے اس منظر کو حیرت سے دیکھا۔ پھر مسکرا دی۔

عفان نے ایک بے بس سی نگاہ ارم پر ڈالی۔ یہ فیصلہ بہت مشکل تھا، مگر اس نے کر لیا۔

ارم نے پاس آ کر زارا کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ زارا نے سر اٹھایا اور بے اختیار اس سے لپٹ گئی۔

''یہ احسان نہیں ہے۔ وہ ہمارے پاس تمہاری امانت تھا زارا۔''

ارم نے اپنے ہاتھوں سے اس کا چہرہ صاف کیا۔

''ہم تمہاری فیملی ہیں۔ اور ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گے۔''

زارا بے اختیار ہنسی۔ پھر عفان کی طرف مڑی۔

''اگرچہ تم میرا ہی بیٹا مجھے واپس کر رہے ہو، پھر بھی میں ساری زندگی احسان مند رہوں گی۔ مانی کو کبھی تم لوگوں سے دور نہیں کروں گی۔ وعدہ کرتی ہوں وہ اپنے چاچا چاچی سے ملنے آتا رہے گا۔''

''اور دادی کو بھول گئیں......'' وہ ہاجرہ کی آواز پر پلٹی۔

''آپ تو میری ماں ہیں۔'' زارا نے ان سے لپٹ کر ماتھا چوم لیا۔

''جو کچھ آپ نے میرے لیے کیا ہے، وہ کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔''

''بس اب رونا بند کرو۔ یہ ہمیشہ تمہارا میکہ تھا، میکہ ہی رہے گا۔ جب بھی آنا پورے حق کے ساتھ آنا۔'' ہاجرہ نے نم آنکھوں کے ساتھ بہت سی دعائیں زادِ راہ کر دیں۔

پوتے کو بھیجنا آسان نہ تھا۔ وہ اس میں اپنے بیٹے کی صورت دیکھتی تھیں۔ مگر زندگی میں فیصلے محض جذبات سے تو نہیں ہوتے۔ انہوں نے افسردگی مگر اطمینان سے عفان کو دیکھا۔

ان کے جذباتی بیٹے نے حقیقت پسندی سے سوچنا شروع کر دیا تھا۔

''اب آ جاؤ سب لوگ کھانا ادھورا چھوڑ کر آئے ہیں۔''

''آپ لوگ جائیں میں کچھ وقت مانی کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ اب تو مہمان ہے پھر نجانے کب آئے۔''

عفان نے بے حد ضبط سے کہا تو ہاجرہ کا دل بھی جیسے مٹھی میں آ گیا۔

جدائی عارضی ہو یا دائمی......

تکلیف دیتی ہے۔

پھر صبر آ جاتا ہے۔

''میں نے جوان بیٹے کی موت پر صبر کیا ہے، یہ جدائی تو پھر عارضی ہے۔''

انہوں نے خود کو تسلی دی۔

☆......☆......☆

ان چند دنوں میں وہ اتنا روئی تھی کہ لگتا تھا آنسو ختم ہو گئے ہیں۔ فرخ کو اتنی بددعائیں دی تھیں کہ کوئی نئی بددعا نہ سوجھتی تھی۔

جس نے ساری زندگی خود سے محبت کی تھی...... وہ خود کو ملامت کرتے نہ تھکتی۔

اپنی خطائیں...... اپنی غلطیاں...... اپنے گناہ......

وہ آئینہ جو اسے آسمانوں پر اڑاتا تھا، اب اس کا بدصورت چہرہ دکھاتا۔

وہ خود کو دیکھ نہ پاتی، نظریں چراتی......

یہ خود شناسی، خود آگاہی کا سفر اس کے اندر کہاں سے شروع ہو گیا تھا کہ اس کا اپنا ہی وجود طنز و ملامت کی کانٹے دار جھاڑیوں میں پھنسا لیر و لیر ہو رہا تھا۔

بات وہیں آ رکتی تھی۔

وہ فرخ کے راستے میں کیوں آئی؟

وہ تو کسی اور کے ساتھ زندگی کا سفر شروع کر رہا تھا۔ اس نے کالی بلی کی طرح فرخ کا راستہ کاٹ دیا۔

دریا کسی اور طرف بہہ رہا تھا۔ ثانیہ نے زبردستی رخ موڑنے کی کوشش کی تو وہ اسی کو بہا کر لے گیا۔

قسمت کے سبک خرام چلتے پہیے میں ہاتھ دو گے تو ہاتھ تو کٹے گا۔

اپنے ہی سر کے بال نوچتی وہ حرف حرف جمع کرتی۔ لفظ بناتی، جملے بنتی......

وہ کون سا جملہ ہو جو عبید کے دل کو اس کے لیے صاف کر دے۔

"میں عبید سے محبت کرتی ہوں۔"

"محبت تو وہ بھی تم سے کرتا تھا۔

"میں نے اس کے لیے بہت سی قربانیاں......" لفظ اس کے اندر ہی دم توڑ جاتے۔

"کون سی قربانیاں......؟"

ہر قربانی عبید نے دی۔ اپنا گھر چھوڑا، اس کے لیے گھر بنایا۔ اس کی خاطر ماں باپ بہن سے دور ہوا۔

"میں نے اس سے وفا......"

"وفا بھی اس نے نبھائی۔ دل پر ہاتھ رکھو، دماغ پر زور دو۔ تم سے پہلے یا بعد میں اس کی زندگی میں کوئی آیا۔"

یہ کون کم بخت تھا جو اس کے اندر سوال جواب کا دفتر کھول کر بیٹھ گیا تھا۔ عدالت ضمیر کی ہو تو وکیل باہر سے نہیں آتے۔ اپنا دل و دماغ ہی وعدہ معاف گواہ بن جاتے ہیں۔ کٹہرا سجاتے ہیں۔ سزا سناتے ہیں۔

وجود برتا جا چکا تھا۔ اس کی کشش بے معنی تھی۔

وہ مشکوک تھی اور محبت آخری ہچکیوں پر۔

وہ کیا کرے کہ اسے معافی مل جائے۔

''کب تک مردوں کی طرح پڑی رہو گی۔'' نادرہ کی پاٹ دار آواز نے اسے دلاسا دیا۔ کب سے تکیے میں منہ دیے وہ بے حس و حرکت پڑی تھی۔

نادرہ غصے میں بھری آئیں۔

''تمہارے باپ نے باتیں سنا سنا کر جان کھالی ہے۔ کہتا ہے ہاتھ پکڑو اور اس کے گھر چھوڑ کر آؤ۔''

''میرا گھر تو رہا ہی نہیں۔'' ثانیہ کرلائی۔

''تو سسرال چلی جاؤ، لڑکیاں سسرال میں نہیں رہتیں۔''

ثانیہ نے تکیہ ہٹا کر حیرت سے ماں کو دیکھا۔

''ہاں تو مجھے کیا پتا...... کیا کر کے آئی ہو...... چلو ہو گئی لڑائی۔ تو اب کیا سال بھر یہیں بیٹھی رہو گی۔ شوہر بار بار منانے نہیں آتے۔ چلی جاؤ اپنی گز بھر کی زبان قابو میں رکھو گی تو گھر بھی بس جائے گا۔''

کیا نصیحت تھی اور کس وقت پر آئی تھی۔ ثانیہ کو ہنسی آئی اور وہ ہنستی چلی گئی۔

''دماغ تو نہیں چل گیا۔'' نادرہ کو سچ مچ یہی لگا۔ ثانیہ کی آنکھوں میں پانی بھر آیا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں رگڑیں۔

''نہیں، ابھی تو ٹھیک ہوا ہے۔ ٹھوکر کھا کر بہت سا خسارہ کما کر۔''

''جا...... جا کر اسے منا لے۔ مرد کا کیا ہے، مان ہی جاتا ہے۔''

''ہوں......!'' وہ نجانے کہاں کھو گئی۔ نادرہ سمجھاتی رہیں۔ وہ سب جو انہیں پہلے سمجھانا چاہیے تھا۔ ثانیہ نے ایک لفظ نہیں سنا مگر ٹوکا بھی نہیں۔

محلے میں خبر پھیل گئی تھی۔ لوگ ٹوہ لینے آتے۔

''دونوں الگ کیوں رہتے ہیں؟''

☆......☆......☆

"ثانیہ کو طلاق ہو گئی ہے۔"

رابعہ کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ گیا۔ سہیل نے بے زاری سی نگاہ آصفہ پر ڈالی۔ اچھے بھلے خوش گوار ماحول میں کھانا کھایا جا رہا تھا۔ فرخ بھی ہاتھ روک کر رابعہ کو دیکھنے لگا۔ رابعہ کے اندر غصے کی لہر اٹھی۔

"خدا کا خوف کریں پھوپھو کچھ بھی بول دیتی ہیں۔ اب کیا ثانیہ چار دن آ کر میکے بھی نہیں رہ سکتی۔"

"خوشی خوشی میکے آ کر رہنے اور لڑ جھگڑ کر آنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ میں چوچی نہیں ہوں، سب نظر آ رہا تھا۔ پہلے تو کمرے سے نکلی نہیں، جب میں گئی تو تکیے میں منہ دیے پڑی تھی۔ اجڑا چہرہ...... بکھرے بال۔"

رابعہ نے نظریں چرالیں۔

فرخ کے اندر کمینی سی خوشی جاگی۔ ثانیہ یہی ڈیز رو کرتی تھی۔

"عبید بھی اپنا فلیٹ چھوڑ کر آ گیا ہے۔" آصفہ نے نئی اطلاع دی۔ "دونوں الگ ہو گئے ہیں۔" آصفہ نے وثوق سے کہا۔ رابعہ کو بات سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ چھوٹی سی کالونی تھی۔ ایک گھر سے دھواں اٹھتا تو سات گھروں میں جاتا ہے۔

"میں نے تو کچھ اور بھی سنا ہے۔" آصفہ کا لہجہ پراسرار ہوا۔ آواز سرگوشی میں ڈھلی۔

"کیا سنا ہے؟" فرخ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کسی لڑکے کا چکر ہے۔ عبید نے رنگے ہاتھوں......"

فرخ کے گلے میں کچھ پھنس گیا۔

رابعہ نے غصے سے پلیٹ پٹخی۔

"بس کریں پھوپھو...... اپنی بھتیجی پر الزام لگاتے آپ کو شرم آنی چاہیے۔ آپ اتنی بڑی بات کر کیسے سکتی ہیں۔" وہ روتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی۔

"اماں! حد کر دیتی ہیں...... یہ باتیں ہیں کرنے والی......" سہیل بھی غصے سے اٹھ گیا۔ آصفہ غصے سے بڑبڑانے لگیں۔

فرخ نے پانی کا گھونٹ بھر کے محتاط نظروں سے ماں کو دیکھا۔

''کیا بتا رہی تھیں؟''

''میں کون سا خود سے کہانیاں گھڑ رہی ہوں۔ نہ مجھے چسکے لینے کا شوق ہے۔ خون ہے میرا......

جو کام والی ثانیہ کے فلیٹ میں کام کرتی تھی وہ......''

لوگوں کو کسی کے گھر کی اچھی بات پتا ہو یا نہ ہو..... بری بات فوراً پتا چلتی ہے۔ پھر اسے جنگل کی آگ کی طرح پھیلانا ان کا فرض اولین تھا۔

''لڑکا کون تھا؟'' کچھ دیر پہلے کی خوشی معدوم ہوئی۔ وہ ثانیہ کو عبید کی نظروں سے گرانا چاہتا تھا۔ عبید کو اس کی زندگی سے نکلنا چاہتا تھا۔ مگر اس ساری دنیا میں تماشا......

''تمہیں کیوں اتنا تجسس ہو رہا ہے۔ اپنے کام سے کام رکھو۔'' آصفہ نے غصے میں اسے ہی لتاڑ دیا۔

''میں تو شکر کرتی ہوں، تمہاری جان چھوٹ گئی تھی۔''

فرخ نے خاموشی سے کھانا کھانا شروع کر دیا۔ اگرچہ دل کھانے سے اچاٹ ہو گیا تھا۔

رابعہ نے رو رو کر آنکھیں سجالی تھیں۔

''تمہارا رونا بتاتا ہے کہ بات سنگین ہے۔'' سہیل کی بات پر رابعہ ایک دم چپ ہو گئی۔ پھر کچھ دیر کے بعد مدھم لہجے میں گویا ہوئی۔

''ان کا واقعی جھگڑا ہوا ہے سہیل۔ لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ پھوپھو اس طرح کے الزام لگانا شروع کر دیں۔ آج لڑے ہیں کل صلح ہو جائے گی۔ کیا ہمارے درمیان کبھی لڑائی نہیں ہوئی تھی۔''

''خیر اب ثانیہ کو خود سے تو نہ ملاؤ۔ اس کے تو رنگ ڈھنگ ہی الگ ہیں۔''

سہیل نے صاف گوئی سے کہا۔ رابعہ کی سمجھ میں نہ آیا کہ اپنی تعریف پر خوش ہو یا ثانیہ کے بارے میں تبصرے پر ناراض......

''جھگڑا کس بات پر ہوا؟''

''وہ کچھ بتا ہی نہیں رہی۔''

''مطلب غلطی ثانیہ کی ہی ہے۔'' سہیل بڑبڑایا۔ رابعہ چپ کی چپ رہ گئی۔ خاندان بھر میں ثانیہ کی بدزبانی اتنی مشہور تھی کہ وہ حق پر بھی ہوتی تو لوگوں نے غلطی اسی کی نکالنی تھی۔

''بہرحال اب گھر کا ماحول خراب نہ کرنا۔ اماں کا تو پتا ہی ہے کچھ نہ کچھ کہہ دیں گی۔ تم نظرانداز کر دینا۔'' سہیل نے سمجھایا تو رابعہ نے سر ہلا دیا۔ وہ اور کر بھی کیا سکتی تھی۔

☆......☆......☆

''ابو! سوچ رہا ہوں، آج گاڑی کی سروس کروا لوں، کچھ گڑبڑ کر رہی ہے۔''

توفیق صاحب نے نیوز چینل سے نظریں ہٹا کر بیٹے کو دیکھا۔ آج چھٹی کا دن تھا اور وہ ہلکے آسمانی کرتا شلوار میں ملبوس ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ معمول کی طرح رہ رہا تھا۔ آفس جاتا، آرام کرتا...... کھانا کھا کر روزمرہ کے کام کرتا۔ بس کچھ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ ثانیہ کے بارے میں بات ہی نہیں کرتا تھا۔

آسیہ نے شیشے کے پیالے میں اسٹرابری ان کے سامنے رکھتے ہنکارا بھرا۔ یہ توفیق صاحب کے لیے اشارہ تھا کہ اب بہت دن ہو گئے انہیں عبید سے بات کر لینی چاہیے تھی، وہ بہت دنوں سے کہہ رہی تھیں۔

''پہلے اپنی میرڈ لائف کو دیکھو، اس کی گاڑی کیوں رک گئی ہے۔'' توفیق صاحب نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

اس کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ وہ اس موضوع کی طرف آتا ہی نہیں تھا۔

''ارے بھئی لڑائی جھگڑے چلتے رہتے ہیں۔ جب چھ ماہ کے بعد بھی صلح ہی کرنی ہے تو لمبا جھگڑا رکھنے کا فائدہ۔ شبیر مسجد میں ملتا ہے تو بڑی امید سے میری اور دیکھتا ہے۔ اب مجھے تو پوری بات کا بھی نہیں پتا تو کیا کہوں۔ وہ بیٹی کا باپ ہے، جھجک جاتا ہے، کھل کر بات نہیں کر سکتا۔ لیکن آج کہہ رہا تھا، عبید سے کہیں آ کر مل جائے۔ بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں۔''

بات کرتے ہوئے انہوں نے بغور بیٹے کو دیکھا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا مگر آنکھوں میں بے چینی در آئی تھی۔ جیسے فوراً یہاں سے اٹھ جانا چاہتا ہو۔

آسیہ کو اس کی چپ پر جھنجلاہٹ ہونے لگی تو غصے سے بول اٹھیں۔

''سو فیصد یقین ہے کہ غلطی ثانیہ کی ہوگی، لیکن اب تک تو تمہیں عادت ہو جانی چاہیے۔ لڑنا بھی ہے۔ اس کا پردہ بھی رکھنا ہے تو جاؤ گھر لے جا کر جو سرزنش کرنی ہے کرو۔ اس کے ماں باپ کو کیوں پریشان کر رہے ہو۔''

عبید لب بھینچ کر کھڑا ہو گیا۔

''میں اس معاملے کو دیکھ لوں گا۔ آپ فکر مند نہ ہوں۔''

''یار! ہم تمہارے والدین ہیں۔ بات کھل کر کرو گے تو کوئی مشورہ ہی دیں گے۔'' توفیق نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں جلد اس مسئلے کو حل کر لوں گا ابھی......'' وہ آہستہ سے کہہ کر باہر نکل گیا۔ توفیق اور آسیہ نے بے چینی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ عبید کا یہ انداز انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔

☆......☆......☆

بیل پر بیل ہو رہی تھی۔ برتن دھوتی نادرہ نے برتن سنک میں پٹخے اور باہر نکلیں۔ وہ دادی کے تخت پر کان لپیٹے بیٹھی تھی۔

''کان بہرے ہیں یا ٹانگیں ٹوٹی ہیں جو اٹھ کر دروازہ نہیں کھول سکتی۔''

''آج کتنے دن ہو گئے ہیں۔'' وہ بہری بنی انگلیوں پر گنتی رہی۔ ''ہو سکتا ہے اب غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہو۔ تب تو شکل دیکھنا بھی گوارا نہ تھا، ہو سکتا ہے اب سامنے جاؤں تو بات سن لے۔''

نادرہ چپل گھسیٹتی دروازے تک گئیں۔

باہر ٹیکسی کھڑی تھی۔

''عبید صاحب نے سامان بھیجا ہے۔''

ثانیہ کی سماعت عبید کے نام پر چونکی۔

''کیسا سامان؟'' نادرہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

ثانیہ نے قدم نیچے رکھے۔

نادرہ نے دروازہ کھولا۔ اس نے سامان اندر رکھنا شروع کیا۔ کچھ کرٹن، چند بیگ۔ اٹیچی کیس......

نادرہ حق دق سوال پر سوال کرنے لگیں۔ ثانیہ کو اپنے قدموں سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔
وہ آنکھیں بند کر کے بھی بتا سکتی تھی کہ ان میں کیا ہے۔ وہ بے جان سی ہو کر تخت پر گرنے والے انداز میں بیٹھی۔

☆......☆......☆

''انسان اپنا کھونٹا تو مضبوط کرتا ہے، کسی کے ساتھ بنا کر رکھی ہوتی تو آج کوئی تو تمہارے لیے بولتا۔ اس نے سامان نہیں بھیجا، سمجھو تمہیں زندگی سے نکالا ہے۔'' نادرہ کی آواز کوڑیالے سانپ کی طرح ڈنک مارتی تھی۔ اپنے کمرے میں بیٹھی ثانیہ نے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لیے۔
''میری حکمرانی ہو، میں نے الگ رہنا ہے۔ کس سے الگ ہونا تھا، اس کے ماں باپ سے؟ بہن سے وہ جو بیاہ کر چلی گئی...... پورے گھر میں کس کی حکمرانی ہوتی۔ رابعہ نے کیا کچھ نہیں سہا۔ تب جا کر اس کا گھر بسا...... تمہارے جیسی ہوتی تو طلاق لے کر بیٹھ جاتی اور وہ ارم ماں باپ کی اکلوتی لاڈلی بیٹی ایک بچے کے ساتھ گزارا کر گئی۔ آج مہارانی بن کر رہ رہی ہے۔''
''اماں! اب کیوں شور مچا رہی ہیں۔'' وسیم کے لہجے میں تشویش اور بے زاری کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔
معاملہ گمبھیر تھا۔ اسے کال کر کے بلا لیا گیا۔ تبھی تو وہ کمرے میں چھپی بیٹھی تھی۔

وہ بار بار پوچھتا۔
''کیا ہوا تھا؟''
''جھگڑا......''
''کس بات پر......؟''
وہ چپ سادھ جاتی، جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔
یہ پڑوس تھا، مگر کسی میں جانے کی ہمت نہ ہوتی۔ اندر کہیں یقین تھا کہ غلطی ثانیہ کی ہے اور سنگین

ہے ورنہ عبید جیسا متحمل مزاج انسان یہ سب نہ کرتا۔ پھر وسیم نے ہی فیصلہ لیا۔ اس طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کیسے بیٹھے رہیں۔ بات تو کرنا پڑے گی۔

''جب سمجھانے پڑھانے کا وقت تھا تب تو ہر بات میں اسے شہہ دیتی رہی ہیں۔ کیسی زبان دراز بنادی تھی۔ اسی کی وجہ سے میری شادی ارم کے ساتھ نہ ہو سکی۔ اس کی وجہ سے نتاشا گھر میں نہیں رہی۔''

وسیم کے اپنے زخم تازہ ہو گئے۔

نادرہ کیا کہتیں، اس لیے بات ہی بدل دی۔

''مجھے بھی ساتھ لے جاؤ، ان کی منت ترلے ہی کرلوں گی۔''

''ہم بیٹھے ہیں نا، ذلیل ہونے کے لیے، منت ترلے کرنے کے لیے.....'' شبیر نے بگڑ کر کہا۔

''اگر عبید نے سب کچھ بتا دیا۔''

وہ بیٹھے بیٹھے کانپ گئی۔

☆......☆......☆

''عبید......!'' آسیہ کمرے میں آئیں تو عبید کہیں باہر جانے کو تیار تھا۔

''امی پلیز......'' وہ ان کی آمد سے آگاہ تھا۔ تبھی کمرے سے نہیں نکلا۔ ''میں ان سے بات کرنا نہیں چاہتا، ان سے کہہ دیں۔ میں گھر پر نہیں ہوں۔''

''اس طرح نہیں چلے گا عبید، وہ اس کے گھر والے ہیں۔ بات کیے بغیر نہیں جائیں گے۔ اب تم الزام دو یا وضاحت یا پھر اس کا قصور بتاؤ۔ انہیں کچھ تو معلوم ہونا چاہیے۔'' آسیہ نے نرمی سے سمجھایا۔

عبید پھنس گیا۔

غصہ اپنی جگہ مگر لحاظ مروت......وہ کیسے بتائے کہ ان کی بیٹی اسے دھوکا دیتی رہی ہے۔

''جلدی آجاؤ۔ توفیق نے بتا دیا ہے تم گھر پر ہی ہو۔'' عبید نے لب بھینچ لیے۔

وسیم اور شبیر کے چہروں پر بے بسی نمایاں تھی۔ ایک ہلکی سی شرمندگی، وہ کس کشمکش میں وہاں بیٹھے تھے۔

''عبید نے تو ہمیں کچھ نہیں بتایا۔ میاں بیوی کا معاملہ ہے ہم نے بھی دخل اندازی نہیں کی۔''
توفیق نے بات کرتے کرتے اندر آتی آسیہ کو دیکھا۔
''آ رہا ہے۔'' وہ کہہ کر ان کے برابر بیٹھ گئیں۔
''دونوں غصے میں ہیں۔ جذباتی ہیں۔ غصہ ٹھنڈا ہو گا تو بھول جائیں گے۔'' توفیق نے ہلکے پھلکے لہجے میں ماحول کی ٹینشن دور کرنے کی سعی کی۔
''ہم نے بھی یہی سوچا تھا۔ مگر اب بات، بہت بڑھ گئی ہے۔ عبید نے ثانیہ کا سارا سامان بھجوا دیا ہے۔''
آسیہ اور توفیق نے یوں چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا جیسے وہ اس خبر سے لاعلم تھے۔
''اب بھی اگر دخل نہ دیا تو معاملہ بگڑ بھی سکتا ہے۔ اور خدا کی قسم اگر غلطی ثانیہ کی ہوئی تو ہم ہرگز اس کا ساتھ نہیں دیں گے وہ خود یہاں آ کر معافی مانگے گی۔'' شبیر نے جلدی سے کہا۔
''یا اللہ! میرا پردہ رکھنا۔ اگر عبید نے سب بتا دیا تو......''
وہ جلے پیر کی بلی کی طرح سارے گھر میں چکراتی پھر رہی تھی۔
''اس کی عزت اپنے پیروں تلے روند کر کہتی ہو، وہ اب بھی تمہارا پردہ رکھے۔''
''میں نے کچھ نہیں کیا......''
وہ بے قراری میں سیڑھیاں چڑھ آئی۔ دھوپ تیز تھی اور وہ ننگے پاؤں......
سامنے عبید کے گھر کی چھت تھی۔
ثانیہ کا دل چاہا وہ یہ چھوٹی سی دیوار پھلانگ جائے۔
اس نے دونوں ہاتھ منڈیر پر رکھے۔
اس کے ہاتھ جل گئے۔
اپنے شوہر کے ہوتے کسی دوسرے مرد سے تعلقات کے باوجود تم کہتی ہو تم نے کچھ نہیں کیا۔
''تعلقات نہیں تھے۔ وہ میرے پیچھے آتا تھا۔'' وہ کرلائی۔
''دستک باہر سے ہوتی ہے۔ دروازہ اندر سے کھلتا ہے۔'' عبید نے کہا تھا۔

ثانیہ نے ہاتھ ہٹا کر دیکھے۔ جلد سرخ ہو رہی تھی۔

آگ سے کھیلنے والے یہ کیسے سوچ لیتے ہیں کہ ان کا دامن نہیں جلے گا۔ سامنے دیوار نہیں، کھائی تھی۔

وہ واپس پلٹی...... اور نیچے بھاگی۔

آخری سیڑھی پر وہ کھڑا تھا۔ جو اس کی بربادی کا ذمہ دار تھا۔

فرخ نے اسے سرتاپا دیکھا۔

کوئی دیوانی تھی...... ننگے پاؤں، بکھرے بال...... بنا دوپٹے کے مرجھایا چہرہ، متوحش آنکھیں۔

''انسان کا مقام بدلتے دیر کہاں لگتی ہے؟''

سیاہ ساڑھی میں ملبوس چمکتا چاند، اماوس کی رات میں بجھ گیا تھا۔

وہ اسے گھورتی رہی۔ پھر بپھر کر سامنے آئی۔

''میرا سامنا کرنے کی ہمت ہے تم میں......؟''

''جب ہی تو سامنے کھڑا ہوں۔'' وہ اپنی جگہ سے ہلا نہ اسے راستہ دیا۔

''اگر میں سب کے سامنے تمہارے کرتوت بتادوں تو اپنے پیروں پر گھر نہ جاسکو۔''

''اپنی قبر اپنے ہاتھوں سے کھودنا چاہتی ہو تو ضرور......'' فرخ کی آنکھوں میں عجیب سا سکوت تھا۔

''میں نے اپنے حصے کی سزا بھگت لی ہے تمہاری تو اب شروع ہوئی ہے ثانیہ! یقین جانو جب فروا میری زندگی سے گئی تو یہی حالت تھی۔''

''دفع ہو جاؤ، نکل جاؤ۔ مت آیا کرو میرے سامنے۔'' ثانیہ نے اسے دونوں ہاتھوں سے دھکا دیا۔ وہ شاید اس دھکے کے لیے تیار تھا۔ تبھی گرا نہیں، مگر نیچے اتر گیا۔

''اب پاگل پن کا ڈرامہ بند کرو۔ چلو تم پر ترس کھالیتا ہوں۔ عبید کو جا کر تمہارے حق میں گواہی دے دیتا ہوں۔ تمہاری بات پر تو وہ زندگی بھر اعتبار نہیں کرے گا۔ کیا پتا میرے کہنے پر ہی......''

''مجھے تمہاری گواہی کی ضرورت نہیں ہے ذلیل انسان...... یہاں سے دفع ہو جاؤ۔'' وہ حلق کے بل چلائی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' نادرہ بوکھلائی ہوئی آئیں۔ ''فرخ! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''نکلو یہاں سے ابھی اور اسی وقت نکلو......'' ثانیہ گویا پاگل ہو رہی تھی۔ اس نے یوں ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی بھی چیز ہاتھ آئے تو اس کے سر پر دے مارے۔

''کیا ہوا ثانیہ......؟'' نادرہ حیران پریشان تھیں۔

''ہاں ٹھیک ہے اسی سے پوچھ لیں کیا ہوا؟ یہ زیادہ بہتر انداز میں بتا سکتی ہے۔'' وہ جلدی سے کہہ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔ دروازے سے نکل کر گہری سانس لی، پلٹ کر پیچھے دروازے کو دیکھا۔ عقب سے ثانیہ کے چیخنے چلانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ فرخ نے ہاتھ سے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا۔ وہ یہاں یہ کرنے نہیں آیا تھا مگر نجانے کیوں جب بھی ثانیہ کو دیکھتا، اس کے اندر کی وحشت، غصہ اور نفرت عود کر آتی۔

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔

سنسان دوپہر کی گھنی خاموشی میں سڑک پر اس کے قدموں کی چاپ باقی رہ گئی۔

☆......☆......☆

''کچھ بھی نہیں ہوا۔'' عبید نے ان سے زیادہ بات ہی نہیں کی تھی۔

اس نے ثانیہ سے محبت کی تھی۔

سب سے لڑ کر اسے اپنایا تھا۔

سب سے ناراض ہو کر ثانیہ کے لیے علیحدہ گھر لیا تھا۔

اب کس منہ سے بتاتا کہ اسی ثانیہ نے اس کے منہ پر کالک مل دی تھی۔

''آپ ثانیہ سے پوچھ لیں۔'' اس نے شبیر کے سوال کے جواب میں بغیر دیکھے کہا۔

''وہ کچھ بتاتی ہی نہیں۔'' وسیم بے چین ہوا۔

عبید کے لہجے اور آنکھوں میں کچھ الگ ہی تاثر تھا۔

''تم نے سامان بھی بھیج دیا۔'' شبیر اٹکے۔

''ہمارا ایک ساتھ رہنا ممکن نہیں تھا۔'' عبید نے گہری سانس لے کر کہنا شروع کیا۔ ''میں تھک گیا ہوں اور نہیں جانتا، دنیا میں ایسی کون سی چیز ہے جو ثانیہ کو خوش رکھ سکے۔ میرے پاس اسے دینے کے لیے اور کچھ بھی نہیں بچا۔ میں نے اپنا سب کچھ اس پر لٹا دیا۔ مگر اس کا دامن اب بھی خالی ہے۔ تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔''

دو ٹوک لہجے میں کہہ کر وہ وہاں رکا نہیں، تیزی سے اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے چند جملوں میں کچھ تو ایسا تھا کہ وسیم ڈر کے مارے نہ اس کو پکار سکا نہ اٹھ کر اس کے پیچھے جا سکا۔ اسے لگا، رسی تن چکی ہے۔ ذرا مزید تناؤ بڑھا تو ٹوٹ جائے گی۔

''ہمیں انہیں تھوڑا وقت دینا چاہیے۔'' توفیق نے بھی حالات کی سنگینی کو بھانپ لیا تھا۔ صلح کی کوشش کا نتیجہ بربادی بھی ہو سکتا تھا۔

''کچھ عرصہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں۔''

وسیم بکتا جھکتا واپس چلا گیا۔

ثانیہ نے سکھ کا سانس لیا۔

عبید نے اس کا پردہ رکھ لیا تھا۔

''مطلب کہیں نہ کہیں اس کے دل میں اب بھی میرے لیے گنجائش ہے۔'' اماوس کی رات میں امید کا تارہ چمکا۔

''میں کچھ عرصہ اس کے سامنے نہیں آؤں گی۔ جیسے جیسے اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گا، میری محبت پھر سے تازہ ہو گی۔ وہ پھر سے سانس لے گی۔ اس کے بعد، اس کے بعد کوئی غلطی نہیں ہو گی۔ میری طرف سے کوئی غلطی نہیں ہو گی۔''

زندگی میں پہلی بار نادرہ نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔

''بتا دے کیا کر کے آئی ہے۔ فرخ کا کیا قصہ ہے۔ وہ کس گواہی کی بات کر رہا تھا۔''

زندگی میں پہلی بار اس نے نادرہ کی ساری صلواتیں تھپڑ چپ کر کے کھائے۔ وہ اب اور غلطی نہیں کرے گی۔ وہ بس یہی دہراتی رہی۔

☆......☆......☆

ڈھلتی شام خوشبوؤں سے بوجھل تھی۔ بہار جوبن پر تھی۔ بڑھتی گرمی کے باوجود آج کی شام خوش گوار تھی۔ وہ کب سے خاموش بیٹھا پھولوں پر منڈلاتی تتلیوں کو دیکھ رہا تھا۔ جس کے تعاقب میں مانی یہاں سے وہاں بھاگا چلا جاتا۔

اس کی توتلی باتیں، کھلکھلاہٹیں......

وہ اس کے لیے زبیر کا پرتو تھا۔

جب سے گیا تھا۔ گھر میں ہی نہیں اس کے دل میں بھی خاموشی اتر آئی تھی۔

نرم ہاتھوں کا مہربان عکس اس کے کندھوں پر جاگا تو وہ چونک گیا۔

وہ ہولے ہولے اس کے کندھے دبانے لگی۔

''اوں ہوں......'' عفان نے دونوں ہاتھ اس کے ہاتھوں پر رکھ کر روک دیا۔

''بہت اداس ہیں؟''

''ہوں......'' عفان نے اسے اپنے سامنے کیا۔ ''تمہارے پاس بھی تو میرے لیے وقت نہیں، کہاں رہتی ہو۔'' عفان گھر آیا تو ساس بہو دونوں غائب تھیں۔

''میں تو آپ کے آس پاس ہی ہوتی ہوں۔'' وہ مسکائی۔

عفان نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ سرخ سی ہو گئی۔

''تمہیں غور سے دیکھ بھی نہیں سکتا۔'' عفان نے اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔

''اس طرح نہیں دیکھ سکتے کہ سامنے والا بات ہی بھول جائے۔''

ارم کے چہرے پر کھلے رنگ ہمیشہ سے زیادہ روشن اور چمک دار تھے۔ اٹھتی گرتی نگاہ......لبوں پہ مچلتی مسکان......

''کچھ خاص ہے؟'' وہ چونکا۔

ارم نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر نیچے گھاس پر بیٹھ گئی۔

''کیا کر رہی ہو؟ اوپر بیٹھو......''

''یہاں اچھا لگ رہا ہے۔'' اس نے دونوں بازو عفان کے گھٹنوں پر رکھ کر ان پر اپنی ٹھوڑی ٹکا دی۔

''ارم......!'' عفان کچھ متجسس ہوا۔

ارم نے ذرا سا سر اٹھا کر اپنی چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

''آپ مانی کے لیے اداس رہتے ہیں؟''

''وہ میرے دل کا ٹکڑا ہے۔ یوں لگتا ہے، دل خالی ہو گیا ہے۔''

''تبھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو خوشی سے بھرنے کا انتظام کر دیا۔''

''مانی کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا ارم......''

''ہمارا مانی بھی نہیں؟'' ارم کے برجستہ کہنے پر وہ بے اختیار چونکا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ عفان کہ...... آپ نے ایک ماں کا دل ٹھنڈا کیا تھا تو یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ اللہ آپ کو اس کا انعام نہ دیتا۔''

حیرت، بے یقینی، خوشی، سرشاری......

عفان کے چہرے پر ایک کے بعد ایک تاثر ابھرا۔

اس نے بے اختیار جھک کر ارم کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ وہ کچھ بھی بول نہیں پایا تھا۔ تبھی مسرت مٹھائی کی پلیٹ لے کر بھاگی آئی۔

''بھیا جی! منہ میٹھا کریں۔ بہت بہت مبارک ہو۔ باجی! آپ نیچے کیوں بیٹھی ہیں؟ بی بی جان آ رہی ہیں۔ انہوں نے آپ کو بہت ڈانٹنا ہے۔''

عفان نے اسے کانچ کی طرح سنبھال کر کھڑا کیا اور پاس کرسی پر بٹھا دیا۔

''میں نے نا، آپ سے سونے کے کانٹے لینے ہیں۔'' مسرت نے منہ میٹھا کرواتے ہی فرمائش بھی جڑ دی۔

''پورا سیٹ نہ بنوا دوں۔''

''وہ شادی پر بتا دینا۔'' وہ ہنستی ہوئی واپس بھاگ گئی۔

''یہ زیادہ نخرے نہیں دکھانے لگی۔'' عفان کو اس کی شوخی عجیب لگی۔

''جن پر مان ہوتا ہے، نخرے بھی تو اسی کو دکھائے جاتے ہیں۔''

عفان اس کی طرف مڑا۔

''تم نے تو کبھی نہیں دکھائے نخرے...... تمہیں مجھ پر مان نہیں۔''

''میرے مان تو آپ بنا کہے رکھ لیتے ہیں۔'' ارم ہنستے ہوئے اٹھی۔

عفان کو بھی کھڑا کر لیا۔

''جیسے ابھی آپ کہنے والے ہیں، چلو ارم کہیں باہر گھومنے جاتے ہیں۔ امی ابو کو خوش خبری سنا کر آتے ہیں۔''

عفان نے بے حد سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

ارم ٹھٹک گئی۔ کیا اس نے کچھ غلط کہہ دیا تھا۔

عفان نے گہری سانس بھری۔ پھر سنجیدگی سے کہنے لگا۔

''چلو ارم کہیں باہر گھومنے جاتے ہیں۔ امی ابو کو خوش خبری سنا کر آتے ہیں۔''

''عفان......!'' ارم نے چڑ کر اس کے بازو پر مکا مارا تو عفان نے ہنستے ہوئے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔

''چلو، پہلے بی بی جان سے مل آئیں۔''

☆......☆......☆

وہ کب سے چھت پر کھڑی تھی۔ کونے میں جہاں سے عبید کے گھر کا صحن اور گیٹ دکھائی دیتا تھا۔ ثانیہ نے سوچا تھا۔ وہ عبید کو وقت دے گی۔ جیسے جیسے عبید کا غصہ اترے گا ویسے ویسے دل میں ثانیہ کے لیے بدگمانی کم ہوگی۔ پھر کوئی ایک لمحہ...... کوئی ایک طاقت ور لمحہ انہیں پھر سے ایک کر دے گا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ در حقیقت وہ خود کو وقت دے رہی تھی۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ خود عبید کا سامنا

کر سکے۔ خود آگاہی میں عذاب ہی تھا۔

مگر اس کی حرکتیں عجیب و غریب ہو گئی تھیں۔ وہ گھنٹوں چھت پر کھڑی رہتی۔ وہ گیٹ کھولتا، بائیک اندر لاتا یا گاڑی نکالتا۔ عبید کی نگاہ ہمیشہ ایک بار چھت کی طرف اٹھتی تھی۔

کیا پتا اب بھی...... اب بھی کسی بے اختیار لمحے میں وہ سر اٹھائے تو وہ مسکرا دے گی۔

اس کی آفس ٹائمنگ میں وہ دروازے کی اوٹ میں سراپا انتظار ہو جاتی۔ کیا پتا بے ارادہ وہ گردن موڑ کر دیکھ لے، ثانیہ دروازہ کھول دے گی۔

لیکن نہ وہ سر اٹھاتا، نہ گردن گھماتا۔ وہ ہر اس سمت میں نگاہ اٹھانے سے گریزاں تھا، جہاں ثانیہ کی پرچھائیں کا بھی شائبہ ہوتا۔

ثانیہ کے پیر سن ہونے لگے تو وہ وہیں دیوار کے ساتھ گھسٹ کر بیٹھ گئی۔ دیوار میں تپش تھی۔ اگرچہ شام گہری اور ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ اس کے سامنے منڈیر پر رکھے آب خوروں میں پیاسے کوے چونچیں مار رہے تھے۔

''یہ میں نے اپنے ساتھ کیا کیا؟'' وہ ہر روز...... ہر لمحہ خود سے یہ سوال کرتی تھی۔

اتنی مشکلوں، جتنوں اور کوششوں سے حاصل ہونے والے انسان کو وہ اتنی لاپروائی سے کیسے کھو سکتی تھی۔

''اپنی جنت کو خود ہی آگ لگا دی ثانیہ......؟''

''ثانیہ...... ثانیہ......''

نادرہ کو عادت ہو گئی تھی۔ بات بات پر اسے آوازیں دیتیں...... سامنے ہوتی تو کوسنے......

وہ بےزاری سے کھڑی ہوئی تو ٹھٹک گئی۔

دونوں بہن بھائی صحن میں کھڑے تھے۔ عبید کا ہاتھ ارم کے سر پر تھا اور وہ بہن کو نجانے کیا کہہ رہا تھا۔ محجوب سی ارم بس سر ہلا رہی تھی۔

''اب بس بھی کرو عبید......''

''تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ میں کتنا ایکسائیٹڈ ہوں۔ اتنے دنوں کے بعد تو کوئی اچھی خبر ملی ہے۔ میری زندگی میں ایک نیا رشتہ شامل ہونے جا رہا ہے۔ میں ماموں بن جاؤں گا۔''

''اور پرانے رشتے......؟'' ارم نے اسے گھیرا۔ وہ کب سے عبید سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔

عبید ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

''تمہیں اس کی یاد نہیں آتی؟''

''نہیں......!'' دو ٹوک لہجہ۔

''خیال بھی نہیں آتا......؟'' ارم کو یقین نہ آیا۔

''اس کا خیال مجھے تکلیف کے سوا کچھ نہیں دیتا۔''

''ہو سکتا ہے وہ منتظر ہو......؟''

''میں مائل بہ کرم نہیں۔'' وہ تلخی سے گویا ہوا۔

ارم اس کی سنگ دلی پر ششدر سی رہ گئی۔

''تم یہ بات ثانیہ کے بارے میں کہہ رہے ہو؟''

''ایک بات بتاؤ ارم......'' عبید نے دونوں ہاتھ پشت پر باندھے۔ نجانے کیوں لگا کہ وہ کسی کی نظروں کے حصار میں ہے۔ ''ایک مرد اپنی بیوی کو سب کچھ دیتا ہے تو بدلے میں کیا چاہتا ہے؟''

''وفا......'' ارم کا جواب فوری تھا۔

عبید نے گہری سانس لے کر مایوسی سے گردن ہلائی۔

''ہمارے درمیان سب ختم ہو گیا ہے ارم...... میں ثانیہ کو طلاق دینے والا ہوں۔''

عبید نے براہ راست سر اٹھا کر ثانیہ کو دیکھا۔ وہ نہ مسکرا سکی، نہ اپنی جگہ سے ہل سکی۔

اس نے ایک لفظ نہیں سنا تھا۔ مگر اتنے فاصلے سے بھی اسے لگا، عبید کی نگاہ عبید کی نہیں تھی۔

وہ جو کب سے اس لمحے کی منتظر تھی۔

نہ مسکرا سکی، نہ اپنی جگہ سے ہل سکی۔

☆......☆......☆

بڑا بھیانک خواب تھا۔

وہ ایک گہری کھائی میں تھی۔ دونوں ہاتھ اٹھائے مدد کو پکارتی، چلاّتی......

کھائی کے کنارے ایک سایہ نمودار ہوا۔ سارا منظر روشن......

وہ کھائی کے کنارے کھڑا تھا۔

ثانیہ کے ہاتھ اس کے پہلو میں گر گئے۔ وہ اسے بچا لے گا۔ وہ اسے نکال لے گا۔

''عبید......!'' ثانیہ نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

اس نے نفی میں سر ہلاتے ایک قدم پیچھے ہٹایا۔

''عبید! میں مر جاؤں گی۔ مجھے نکالو......''

وہ چلاتی رہی۔ عبید ایک قدم پیچھے ہٹتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کنویں کی منڈیر پر مٹی جھڑ جھڑ کر اس پر گرنے لگی۔

''ثانیہ......ثانیہ......!'' نادرہ نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

وہ ہڑبڑا کر جاگی۔ اس کی گھٹی گھٹی چیخوں پر نادرہ بھاگی تھیں۔

''کیا ہوا؟'' ثانیہ نے متوحش انداز میں ادھر ادھر دیکھا۔

''مجھے کیا پتا......تم ہی پاگلوں کی طرح چیخیں مار رہی تھیں۔''

وہ اپنے گھر میں اپنے بستر پر تھی۔

ثانیہ نے گہری سانس بھر کے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتے خود کو پرسکون کرنے کی سعی کی تو چونکی......اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھرا ہوا تھا۔

نادرہ نے پاس بیٹھ کر تاسف سے اسے دیکھا۔

''کب تک اندر ہی اندر کڑھتی رہو گی۔ پتا نہیں ایسا کیا کر دیا ہے جو بتا بھی نہیں سکتیں۔''

''میں نے کچھ نہیں کیا۔'' ثانیہ نے چڑ کر کہا۔

''تو پھر جا......جا کر اسے منا لے۔ اس طرح کب تک بیٹھی رہے گی۔ سوچ سمجھ......اس نے

تیرا سامان بھیج دیا۔ مطلب اس نے وہ فلیٹ چھوڑ دیا ہے۔ اپنے ماں باپ کے ساتھ رہ رہا ہے۔ تیری یہی اکڑ رہی تو وہ پکڑ کر اس کی دوسری شادی کروا دیں گے۔"

ثانیہ نے بے حد چونک کر انہیں دیکھا۔

نادرہ اسے زمانے کی اونچ نیچ سمجھاتی رہیں۔

"اماں! میرے لیے ناشتا بنایا ہے۔"

"دفع ہو...... کھا ٹھونس، دماغ نہیں بھوسا بھرا ہے۔ ایسی اکڑ، ایسی ہٹ دھرمی سے گھر بستے ہیں۔ اس نے ٹھیک ہی گھر سے نکالا ہے۔ تو اسی قابل ہے۔" وہ بکتی جھکتی چلی گئیں۔

ثانیہ نے ٹیک لگائی۔

وہ کیسے بتاتی وہ عبید کو منانے جا سکتی تھی۔ مگر عبید نے اس کی ہمت ہی توڑ دی۔ وہ نظر، وہ آخری نگاہ...... نیزے کی انی کی طرح ثانیہ کے دل میں کھب گئی تھی۔

بے مروت، بے مہر...... نفرت بھری نگاہ......

پراٹھا ٹھنڈا اور اکڑا ہوا تھا۔

ثانیہ کا ایک لقمہ لینے کو دل نہ چاہا۔ اپنے لیے چائے بنائی، پراٹھے پر رکھا آملیٹ پلیٹ میں نکال کر گرم کیا اور دادی کے تخت پر آ بیٹھی۔ صحن گندا تھا۔ امرود کے درخت پر چڑیوں نے شور مچا رکھا تھا۔

"اماں! ابا کہاں گئے ہیں؟"

"مجھے بتا کر جاتے ہیں۔" نادرہ نے جھنجلا کر کہا۔ انہوں نے کچھ کپڑے سرف میں بھگوئے تھے۔ وہی دھونے کی تیاری تھی۔

"شاید واشنگ مشین خراب ہے۔ مجھے اماں کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔" چائے کا گھونٹ بھرتے ثانیہ نے سوچا۔

"اماں! رکھ دیں، میں دھو دوں گی۔"

"ہاں...... دھو ہی نہ دینا۔" وہ بڑبڑائیں۔ تبھی دروازہ کھلا۔

”آہ! اس محلے میں دستک دینے کا رواج ہے نہ کنڈی لگانے کا۔“

”ارم......!“ نادرہ پر تو شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ لپک کر قریب آئیں۔ کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔ وہاں سے کوئی تو آیا۔

بے حد اسٹائلش لانگ شرٹ، ٹراؤزر میں ملبوس ارم کس قدر خوب صورت لگ رہی تھی۔ انداز اطوار میں رکھ رکھاؤ اور متانت نمایاں تھی مگر اس کی شخصیت میں جو اعتماد کی جھلک اب دکھائی دیتی تھی، وہ یقیناً عفان کی رفاقت کی دین تھی۔

ثانیہ کو اپنے حلیے سے وحشت سی ہوئی۔ اس نے تو ڈھنگ سے منہ ہاتھ دھویا تھا نہ بال سنوارے تھے۔

جب تک ارم نادرہ سے سلام دعا کر کے قریب آئی، وہ اپنا اور اس کا موازنہ ہی کرتی رہی۔

”کیسی ہو ثانیہ......؟“ ثانیہ نے بچی کھچی ہمت جمع کر کے ارم کی طرف دیکھا اور مسکرائی۔

”میں ٹھیک ہوں۔ بیٹھو، ناشتا کرو گی؟“

”اب تو دوپہر کے کھانے کا وقت ہے۔“

”اندر چل کر بیٹھو۔ یہاں تو گرمی ہے۔“ نادرہ نے ثانیہ کو اشارہ کیا۔

”نہیں خالہ......زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں ثانیہ سے کچھ باتیں کرنے آئی تھی۔

ارم اس کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

ثانیہ نے احتیاط سے کپ ٹرے میں رکھا۔ اس کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

(کیا ارم کو عبید نے بھیجا ہے۔ کیا وہ مصالحت کو تیار ہوگیا ہے)

اس کے دل میں امید کی رمق سی جاگی۔

ارم نے اسے بغور دیکھا اور تاسف سے سر ہلایا۔

”سمجھایا تھا۔ محبت غرور نہیں، عاجزی ہوتی ہے۔ سر کے تاج کو قدموں تلے روندو گی تو سلطنت اپنی ہی برباد ہوگی۔ وقت کو بدلنے میں، نصیب کو ڈھلنے میں وقت کہاں لگتا ہے۔“

''ہم نے تو بہت سمجھانے کی کوشش کی۔'' نادرہ نے کچھ کہنا چاہا مگر ارم نے نرمی سے بات کاٹ دی۔

''آپ نے سمجھانے میں بہت دیر کر دی خالہ...... اب تو شاید کچھ بچا ہی نہیں ہے۔''

ثانیہ نے چاہا، وہ کچھ کہے مگر لفظ گونگے ہو گئے۔

نادرہ نے بھی شرمندگی سے چپ سادھ لی۔

''میں صرف اتنا کہنے آئی ہوں ثانیہ...... اگر کچھ بچ گیا ہے تو اسے سمیٹ لو۔ مجھے تم سے ہمدردی نہیں کرنی چاہیے۔ تم نے ہم سب کی زندگیوں کو اتھل پتھل کر کے رکھ دیا تھا۔ پھر بھی گھر ٹوٹنا...... ایک رشتہ ختم ہونا بہت بڑا سانحہ ہوتا ہے۔''

''اللہ نہ کرے۔'' نادرہ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''عبید تمہیں طلاق دے رہا ہے۔''

نادرہ نے دہل کر کلیجہ تھام لیا۔

ثانیہ یک ٹک ارم کا چہرہ دیکھتی رہی۔

''میں نہیں جانتی، تم نے ایسا کیا کیا ہے کہ میرے بھائی نے یہ انتہائی قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ تو تم سے عشق کرتا تھا۔''

ارم نے بہت غور سے اسے دیکھا۔

ثانیہ کا چہرہ سپاٹ تھا۔ مگر آنکھوں کی ویرانی۔

ارم کھڑی ہو گئی۔

''وہ اب بھی تمہارا شوہر ہے۔ ہاتھ پکڑ لو، گلے لگ جاؤ، منت کر لو، اس سے معافی مانگ لو ثانیہ...... اپنے رشتے کو بچا سکتی ہو تو بچا لو۔ ہو سکتا ہے اب عبید کی زندگی میں ثانیہ کی وہ حیثیت نہ رہے، مگر میرے بھائی کا دل بہت بڑا ہے۔ ہو سکتا ہے تمہیں معاف کر دے۔ آخری کوشش کر لو، مانگ لو اس سے معافی......''

ارم نے ایک ثانیے رک کر اس کے جواب کا انتظار کیا، پھر خاموشی سے چلی گئی۔

نادرہ نے رونا شروع کر دیا۔

ثانیہ بے حس و حرکت، ساکت و صامت بیٹھی تھی۔

☆......☆......☆

وہ سناٹا تھا جو بعد از مرگ گھر کے در و دیوار سے لپٹ جاتا ہے۔

اس معاشرے اور اس طبقے میں بیٹی کو طلاق......

شبیر ہاتھ ملتے...... نادرہ رونے بیٹھ جاتیں۔

"مجھے تو پتا تھا یہی ہوگا۔ اس کے کرتوت گھر بسانے والے تھے ہی نہیں۔" آصفہ نخوت سے کہتیں۔

طلاق ہوئی نہیں تھی مگر ردعمل سب کے آرہے تھے۔ رابعہ سمجھانے بھاگی آئی۔

"اسے روک لو، معافی مانگ لو پیر پکڑ کر کسی بھی طرح، وہ تو تم سے محبت کرتا تھا، ایسا کیا کیا ہے تم نے؟"

"کچھ نہیں کیا میں نے......" وہ چیخ اٹھی۔

"فرخ کا کیا قصہ ہے، وہ کون سی گواہی دے رہا تھا اس دن...... کیا کہہ رہا تھا؟" نادرہ کو یاد آیا۔

"فرخ......!" رابعہ چونکی۔

"وہی تو ہے، وہی تو ہے میری بربادی کا ذمہ دار...... اس نے......"

وہ یہ بوجھ اٹھاتے اٹھاتے تھک گئی تھی۔ ہار گئی تھی۔ اس نے شکست مان لی تھی۔

لکن چھپی کے اس کھیل میں مات اسی کو ہوئی تھی۔

رابعہ اور نادرہ حق دق سنتی رہیں۔

"تم اسے گھر بلاتی رہیں؟"

وہ چپ...... ٹکر ٹکر ان کا منہ دیکھنے لگی۔

"کوئی جا کر فرخ کا منہ نہیں نوچے گا؟"

"پہلے تیرا منہ نہ تھپڑوں سے لال کر دوں۔" نادرہ اسی پر پل پڑیں۔ رابعہ نے بھی نہیں روکا۔ وہ خود ہی ہانپ ہانپ کر بیٹھ گئیں۔

''کاش! تو پیدا ہوتے ہی مر جاتی ثانیہ......''

''کاش!'' وہ بڑبڑائی۔

''چل رابعہ...... میرے ساتھ۔ ہم جا کر آسیہ کی منت کر لیتے ہیں۔ عبید ماں کی بات نہیں ٹالے گا۔ ثانیہ ان ہی کے ساتھ رہے گی، ان کی خدمت کرے گی۔''

نادرہ کی بات پر ثانیہ کو ہنسی آ گئی۔ وہ پاگلوں کی طرح ہنستی چلی گئی۔ دونوں حیران پریشان اس کی شکل دیکھنے لگیں۔

''اماں اب...... اب؟'' اس نے بمشکل ہنسی روکی۔ ''اب ان باتوں کا کیا فائدہ؟''

''تو پھر ایک اور کام کر۔'' نادرہ کو دور کی سوجھی۔ ''ایک ہی طریقہ ہے عبید کو اس کے ارادے سے باز رکھنے کا۔''

ثانیہ اور رابعہ نے ایک ساتھ انہیں دیکھا۔ نادرہ کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی۔ رابعہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

ثانیہ خاموش تھی۔

''وہ دل کا جتنا اچھا ہے، یہ سن کر کبھی طلاق نہیں دے گا۔''

''اماں! یہ جھوٹ ہے۔'' رابعہ نے احتجاج کیا۔

''تو پہلے اس کے اور عبید کے رشتے میں کون سا سچ چل رہا تھا؟''

ثانیہ نے چونک کر ماں کو دیکھا۔ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھیں۔

''تم ایسا کچھ نہیں کرو گی ثانیہ......!'' رابعہ نے سختی سے کہا۔

''ثانیہ جانتی ہے...... اسے کیا کرنا ہے۔ آپ لوگ فکر نہ کریں۔'' ثانیہ کے لبوں پر پراسراری مسکراہٹ چھلکی۔ بہت دنوں کے بعد اس کے اندر پرانی ثانیہ جاگی۔

☆......☆......☆

اس کے سامنے کا منظر کتنا نمایاں، واضح اور خوش گوار تھا۔ وہ سب ہنس رہے تھے، ایک دوسرے

میں مگن، خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ وہ ان کے گھر کا فرد تھی۔ مگر ان کا حصہ نہیں تھی۔ ثانیہ نے بے حد حسرت سے ایک ایک چہرے کو دیکھا۔ ارم اور عفان بھی تھے۔ آسیہ نے آج انہیں لنچ پر مدعو کیا تھا۔

''میں کل جس مقام پر کھڑی تھی، آج بھی وہیں ہوں۔ جن کو توڑنے میں...... ایک دوسرے سے الگ کرنے میں ساری توانائیاں لگا دیں۔ وہ سب پھر سے ایک ہیں۔''

''تم دیکھنا ارم! ایک دن آئے گا، عبید صرف میرا ہوگا۔ وہ تم لوگوں کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کرے گا۔''

اس کے لہجے کا غرور کرچی کرچی ہو کر اسی کے قدموں کو لہولہان کر رہا تھا۔ عبید اصرار کر کے بہن کی پلیٹ میں کھانا نکال رہا تھا۔

ثانیہ کے جھوٹ، اس کی سازشیں بدروحیں بن کر اس کو چمٹ گئے تھے۔

''اس سے کہہ دینا، تم ماں بننے والی ہو، یہی طریقہ ہے...... مجھے پورا یقین ہے وہ اس کے بعد تمہیں طلاق نہیں دے گا۔ اور بعد میں ہم بہانا کر دیں گے، تم سیڑھیوں سے گر گئی تھیں۔''

نادرہ نے ایک اور جھوٹ اس کی مٹھی میں تھما کر بھیجا تھا۔

''کیا اس کے بعد میں پھر سے عبید کو پالوں گی؟''

ثانیہ نے عبید کے مسکراتے چہرے پر نگاہ ڈالی اور مٹھی کھول دی۔

جھوٹ جھوٹ کا کھیل اختتام پذیر ہو گیا تھا۔ وہ اندر داخل ہوئی۔ سب کی نظریں ایک ساتھ اس کی طرف اٹھیں۔

''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' عبید تیزی سے پاس آ کر پھنکارا۔

ثانیہ نے ایک حسرت بھری نگاہ عبید پر ڈالی۔ وہ اس کے کتنا قریب تھا کہ ہاتھ بڑھا کر چھو لیتی مگر اتنا دور کہ جیسے صدیوں کا فاصلہ ہو۔

''ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلی جاؤ۔''

''چلی جاؤں گی۔ مگر کچھ کہنے آئی ہوں۔ سن تو لو......''

"مجھے تمہارے جھوٹ نہیں سننے..... نکلو یہاں سے۔"

ثانیہ کو اندازہ ہو گیا، وہ سچ بھی بولے گی تو جھوٹ ہی لگے گا۔

"آج ہی تو سچ بولنے آئی ہوں۔"

"ثانیہ!" عبید نے اس کا بازو جکڑا۔

"عبید! سن تو لو....." ارم تیزی سے کھڑی ہوئی۔

"میں اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا ارم....."

"جانتی ہوں، تمہاری مجرم ہوں۔ صفائی کا موقع نہیں مانگ رہی..... کہ صفائی میں کہنے کو میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ اعتراف جرم تو کرنے دو۔ تاکہ میرے دل میں بھی کوئی ملال نہ رہے کہ تم نے چھوڑا ہے تو ناحق نہیں چھوڑا۔ ثانیہ اسی قابل تھی۔ تمہیں بھی مجھ سے نفرت کا پورا جواز تو ملے۔"

وہ عبید کی آنکھوں میں دیکھتے کہہ رہی تھی۔ کچھ تو تھا اس کے لفظوں میں کہ وہ چپ ہو گیا۔ ثانیہ نے ارم کو دیکھا۔

"تم ٹھیک کہتی تھیں کہ میں واقعی اس گھر کی بہو بننے کے قابل نہیں تھی۔ میں ایک خود غرض، لالچی اور خود پسند لڑکی..... ہر وقت عبید کو تم لوگوں کے خلاف کرنے کے لیے جھوٹ پر جھوٹ، سازش پر سازش گھڑتی رہی۔"

"اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ثانی....." ارم نے روکنا چاہا۔

"تم سے بہت جیلس رہتی تھی۔ عبید کی تم سے محبت، خیال رکھنا..... کچھ بھی برداشت نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے ہر بات میں جھوٹ بول بول کر تمہیں عبید کی نظروں میں گراتی چلی گئی۔ زیادتی میری ہوتی..... الزام تم پر لگا دیتی۔"

ارم کے چہرے پر سایہ سا گزرا۔ کیا مشکل وقت تھا.....

عفان نے ہاتھ پکڑ کر ارم کو اپنے پاس بٹھا لیا۔

"میری بربادی تو اسی دن لکھی گئی تھی جس دن میں نے ایک بیٹے کے دل میں اس کی ماں کے

خلاف نفرت بھری۔"

وہ آسیہ کی طرف مڑی۔

"جس دن وہ میری خاطر آپ کے سامنے بدتمیز ہوا، وہ آپ کے آنسو نہیں، میری بربادی کے دستخط تھے۔"

"میں نے تمہیں کبھی بددعا نہیں دی تھی ثانیہ...... ہمیشہ یہی دعا کی کہ اللہ تمہیں سیدھا رستہ دکھائے۔" آسیہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے عبید کو لے کر الگ ہونا تھا۔ مجھے عبید پورا کا پورا چاہیے تھا۔ اور انکل آپ......"

توفیق نے سر اٹھا کر ثانیہ کو دیکھا۔

"آپ نے کیوں اتنی اعلا ظرفی دکھائی۔ عبید کو کیوں نہیں بتایا...... میں آئی تھی آپ کے پاس پیسے مانگنے...... میں نے عبید کی کمائی کھانے کے طعنے دیے تھے۔" وہ بولی تو بولتی چلی گئی۔ ہر وہ بات جو پردے میں تھی۔ ہر وہ چیز جو چھپی ہوئی تھی۔ ہر واقعہ...... ہر لفظ......

"بس کرو ثانیہ......" عبید چلا اٹھا۔ اب اسے ثانیہ سے نہیں خود سے نفرت ہو رہی تھی۔ اس نے اس لڑکی سے محبت کی؟

"اور کتنا میری نظروں سے گروگی۔ تھوڑا سا بھرم تو رہنے دیتیں۔"

"نہیں...... مجھے کوئی جھوٹا بھرم نہیں رکھنا۔ میں نے یہ سب کیا ہے۔ میں آپ سب سے معافی مانگنے آئی ہوں۔ لیکن کس منہ سے معافی مانگوں۔ میں آئی ہی بری نیت کے ساتھ تھی۔ میں ایک ایک کی گناہ گار ہوں۔ میں نے ایک ایک کو دکھ دیا ہے۔ میں جھوٹی ہوں، میں سازشی اور خود غرض بھی ہوں...... لیکن عبید......!"

وہ پوری کی پوری عبید کی طرف مڑی۔ دل میں کوئی ہوک اٹھی۔ سر تا پا ہلا گئی۔ کبھی وہ سر تا پا اس کا تھا۔ ثانیہ کا دل چاہا...... وہ اب ایک لفظ نہ کہے بس آخری بار اس کے سینے پر سر رکھ کر بہت سارا رو لے۔ ایک بار اس کے چہرے کو چھو لے۔ ایک بار ان آنکھوں کو چوم لے، لیکن وہ جانتی تھی...... محبت

کے موسم بیت گئے تھے۔

''لیکن عبید! میں وہ نہیں ہوں۔ میں بدکردار نہیں ہوں۔ میں نے بہت غلطیاں کی ہیں مگر میرے دل میں تمہارے حوالے سے کوئی کھوٹ نہ تھا۔ جھوٹ کی کہانی میں بس ایک بات سچ تھی......اور وہ ثانیہ کی محبت ہے۔''

عبید دو قدم آگے آیا۔

''میں لعنت بھیجتا ہوں تمہاری اس محبت پر......آزاد کرتا ہوں تمہیں ہر رشتے سے۔ طلاق دیتا ہوں تمہیں......''

ثانیہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا وہ اسے اپنی زندگی سے نکالتا چلا گیا۔

ایک لمحے کو ثانیہ کا پورے کا پورا وجود کانپ کر رہ گیا۔

بارود کو چنگاری دکھا کر اگر ثانیہ سمجھتی تھی کہ وہ بچ جائے گی تو یہ ناممکن تھا۔ اس کے وجود کے پرخچے اڑ گئے۔

☆......☆......☆

وہ بڑی محویت سے گاڑی دھو رہا تھا......ساری گلی میں پانی پانی ہو گیا......وہ سوچ رہا تھا گھر کی دیوار گرا کر گیٹ لگوا لے اور صحن کو پورچ بنا لے۔ گاڑی باہر کھڑی کرنا پڑتی تھی۔ اس نے سیاہ چادر اوڑھے رابعہ کو آتے دیکھا تو پانی کا رخ بدل دیا تاکہ وہ سکون سے گھر کے اندر جا سکے۔ لیکن جب وہ اس کے قریب آ کر رک گئی تب فرخ نے مڑ کر دیکھا اور چونکا......رابعہ کی آنکھیں سرخ تھیں۔ جیسے بہت روتی ہوئی آئی ہو۔

''کیا ہوا؟'' فرخ نے بے اختیار پوچھا۔

''مبارک ہو......''

فرخ کے ذہن میں بہت سی باتیں گھوم گئیں۔ مگر اس نے سوالیہ انداز میں رابعہ کو دیکھا۔

''عبید نے ثانیہ کو طلاق دے دی ہے۔''

فرخ کی سمجھ میں نہیں آیا وہ کیا ردعمل دے۔ گردن موڑ کر پائپ سے گرتی پانی کی دھار کو دیکھنے لگا۔

''تمہاری کوششیں رنگ لے آئیں۔'' رابعہ کا لہجہ گہرے طنز کا غماز تھا۔

''میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔'' فرخ نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔

''اب تو اس نے بھی سچ بولنا شروع کر دیا ہے۔''

فرخ نے سر جھکا کر ہونٹ چبانا شروع کر دیا۔

''ساری دنیا یہی کہے گی کہ ثانیہ کا قصور ہے۔ مگر تم بھی برابر کے حصہ دار ہو۔ پیچھا تو تم نے بھی اس کا نہیں چھوڑا......'' وہ غصے سے پھنکاری۔ ''بدلہ برابر کا ہوتا ہے، تم نے اس کی زندگی برباد کی ہے، اس کا گھر توڑا ہے۔ تم تو آگے بڑھ جاؤ گے، وہ کیا کرے گی؟ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی فرخ...... کبھی نہیں۔ میرے بس میں ہو تو میں کبھی تمہاری شکل بھی نہ دیکھوں......'' وہ روتے ہوئے اندر چلی گئی۔

فرخ سر جھکائے بہتے پانی کو دیکھتا رہا۔ اس کا اندر بالکل خالی تھا۔ نہ غصہ، نہ خوشی، نہ اطمینان اور نہ ہی سکون......

☆......☆......☆

اس نے گاڑی سڑک کے کنارے درختوں کے نیچے کھڑی کر دی۔ کالونی کی سڑک سنسان تھی۔ اسٹریٹ لائٹس کی روشنی میں درختوں کے پتے چمک رہے تھے۔ روشنیوں کے گرد پتنگے دیوانہ وار محو رقص تھے۔

''کیا ہوا؟'' ارم نے گردن موڑ کر عفان کو دیکھا۔ وہ اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھے سامنے دیکھ رہا تھا۔ جو کچھ آج ان کے گھر میں ہوا، اس نے سب ہی کو متاثر کیا تھا۔

عفان نے خاموشی سے ارم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کی پشت پر بوسہ دیا۔ اس لمس میں محبت تھی۔ احترام اور شکر گزاری۔

ارم نے کچھ حیرت سے عفان کے اس عمل کو دیکھا۔

''کہیں پڑھا تھا کچھ لوگ شفا ہوتے ہیں۔ آپ کے اندر کے سارے زخموں کو ٹھیک کرتے ہیں...... میں نے عورت کے دو مختلف روپ دیکھے ہیں۔ مرد اگر گھر کی چھت ہوتا ہے تو عورت اس گھر کی

بنیاد ہوتی ہے۔ بنیاد جتنی مضبوط ہو گی، گھر اتنا ہی پرسکون اور خوب صورت ہو گا۔'' عفان ارم کی طرف مڑا۔

''شکریہ ارم...... میری بکھری شخصیت کو سمیٹنے کے لیے......'' اس نے آج عبید کو بکھرتے دیکھا تھا۔

''میرے مکان کو گھر بنانے کے لیے، میرے رشتوں کو جوڑنے کے لیے......''

اس کے لہجے میں احساسِ ممنونیت تھا۔

''اس بے فکری، اعتماد اور سکون کے لیے کہ جب میں گھر سے باہر ہوتا ہوں...... میری بیوی میری شریکِ حیات...... میرے گھر...... میری عزت کی امین ہے۔''

وہ دھیرے دھیرے اس کے کانوں میں شہد گھول رہا تھا۔

سکون قطرہ قطرہ ارم کے اندر جمع ہو کر اس کی روح تک کو شانت کر گیا۔ رات انہیں دیکھ کر مسکانے لگی۔ ہوا رات کی رانی کی خوشبو چرا لائی تھی۔ وہ دونوں ان لمحوں کے فسوں میں مبتلا بس ایک دوسرے کی موجودگی کو محسوس کر رہے تھے۔ لمحے جو خوب صورت تھے۔

لمحے جو انمول تھے۔

یہ لمحے جوان کی شادی شدہ زندگی کا حاصل تھے۔

☆......☆......☆

''امی! جب سے آئی ہوں، مجھے بھی اپنے ساتھ کام میں لگایا ہوا ہے۔'' ارم کچن میں ماں کے ساتھ کھڑی سلاد کاٹ رہی تھی۔ ''آپ کو ذرا میری حالت کا احساس نہیں ہے۔'' ارم کا وجود پھیلنے لگا تھا۔ ہر وقت خود کو بڑے سے دوپٹے میں ڈھانپ کر رکھتی۔

''کیا ہو گیا...... تھوڑا سا کام تو کیا ہے۔ دیکھ رہی ہوں، دن بدن سست ہوتی جا رہی ہو، پریگنینسی ہے کوئی خدانخواستہ بیماری تو نہیں ہے جو سب چھوڑ چھاڑ بیڈ پر ڈھیر ہو جاؤ۔ پیٹ پکڑ پکڑ کر اٹھو۔ اتنی نازک مزاجیاں ہمیں تو ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔''

آسیہ نے صاف گوئی سے کہا تو ارم نے احتجاج کیا۔

''امی! اکلوتی بیٹی ہوں، کچھ تو احساس کریں۔ ایک میری ساس ہیں۔ ہر وقت یہی کہتی ہیں۔ بیٹا آرام کیا کرو......''

کام ختم ہو گیا تھا۔ دونوں باتیں کرتے کرتے کچن سے باہر آ گئیں۔

''وہ تو بھلی خاتون ہیں کیوں کچھ کہیں گی۔''

''جی نہیں...... وہ بہت ہوشیار ہیں۔ انہیں پتا ہے ساری کسر میری ماں نے پوری کر دینی ہے۔''

''میں یہ کب کہتی ہوں کہ خود کو تکلیف دو۔ بس یہ کہتی ہوں کہ ایکٹو رہا کرو۔ اس سے بچہ بھی ایکٹو رہتا ہے۔''

دونوں لاؤنج میں داخل ہوئیں۔ عبید لیپ ٹاپ پر آفس کا کوئی کام کر رہا تھا۔ انہیں ایک نظر دیکھا۔ مسکرایا اور پھر سے مصروف ہو گیا۔

''میں تو خوامخواہ آپ کو چھیڑ رہی تھی۔ سارا دن کہاں آرام ہوتا ہے۔ گھر میں کوئی نہ کوئی کام نکلتا ہی رہتا ہے۔ اور نہ عادت ہے فارغ بیٹھنے کی۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہوں، درود پاک پڑھتی رہتی ہوں تو ذہن بھی پرسکون رہتا ہے۔'' وہ عبید کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

''اچھی بات ہے۔ ماں کی بات غور سے سنا کرو، ورنہ دنیا کی سننی پڑ جاتی ہے۔'' آسیہ ان کے پاس سے گزر کر کمرے میں چلی گئیں۔

''ہاں..... مگر ماں کہنے والی، سمجھانے والی تو ہو.....'' بے اختیار ارم کا خیال نادرہ کی طرف چلا گیا۔اس کے کھوئے کھوئے لہجے پر عبید نے چونک کر ارم کو دیکھا۔

''خدا کا شکر ہے کہ ہماری ماں ایک سمجھدار خاتون ہیں۔''

''ہوں.....!'' ارم نے غور سے عبید کو دیکھا۔ پھر اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ ''کبھی کبھی سوچتی ہوں۔ ثانیہ نے یہ سب کیوں کیا؟ اسے سب کچھ بتانے کی کیا ضرورت تھی؟''

اتنے مہینے گزر گئے مگر اسے اب بھی کبھی کبھی خیال آجاتا تھا۔

عبید کے ہاتھ کی پیڈ پر رکے۔

''اسے لگا جس طرح میں اس کے جھوٹوں سے دھوکا کھاتا آیا ہوں، آج اس کے سچ پر اعتبار کرلوں گا۔''

''کیوں نہیں کیا؟'' ارم نے غور سے عبید کو دیکھا۔

''فطرت کہاں بدلتی ہے ارم.....'' عبید نے لیپ ٹاپ بند کردیا۔ ''میں شکر ادا کرتا ہوں کہ میری کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ورنہ وہ میری اولاد کو کیا سکھاتی..... کیسی تربیت کرتی؟ جھوٹ، سازش، اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے چور راستے..... یہ سب سکھاتی.....''

''سب عورتیں ایک جیسی نہیں ہوتیں عبید.....''

''جانتا ہوں.....'' عبید نے سر جھٹکا۔

''تو شادی کرلو.....''

وہ ایک لمحے کو خاموش ہوا۔

''کرلوں گا یار..... میں کون سا جوگ لے رہا ہوں۔ تھوڑا وقت تو دو۔ زخم بھر جائے گا تو اس بارے میں بھی سوچ لوں گا۔''

عبید نے دوبارہ سے لیپ ٹاپ کھول لیا۔

ارم کو خوشی ہوئی۔ اس نے صرف ٹالا تھا۔ انکار نہیں کیا تھا۔

☆.....☆.....☆

''ہانڈی پکالی ہے۔'' ثانیہ نے اندر آکر بے زاری سے اطلاع دی۔ جہاں نادرہ اور رابعہ سر جوڑے نجانے کون سے راز و نیاز کر رہی تھیں۔

''ہانڈی پکالی ہے تو چار روٹیاں بھی ڈال لیتیں۔'' ثانیہ کو لگا، نادرہ نے اسے ٹالنا چاہا ہے۔

''اب روٹیاں بھی میں ہی پکاؤں۔ اس گھر کو تو جیسے نوکرانی ہی مل گئی...... سارے کام میرے سر ڈال دیے ہیں۔''

ان چند مہینوں میں اس کی رنگت مدھم پڑ گئی تھی۔ خدوخال میں کرختگی کا عنصر نمایاں ہو گیا تھا، یہ ہر وقت کی سوچ اور چڑ چڑے پن کا نتیجہ تھا کہ ماتھے پر دو شکنیں مستقل موجود تھیں۔

''تو وہیں جمی رہتی جس نے مہارانی بنا کر رکھا تھا...... یہاں رہنا ہے تو کام تو کرنا پڑے گا۔'' نادرہ غصے میں بڑبڑاتی روٹیاں پکانے اٹھ گئیں۔

''ہر وقت طعنے...... میری تو زندگی عذاب کر دی ہے اس عورت نے......'' ثانیہ چلائی۔

رابعہ ہکا بکا رہ گئی۔

''کیا ہو گیا ہے ثانیہ...... ماں ہیں۔''

''کوئی ماؤں والی ذمہ داری نبھائی ہے؟ جب تربیت کا وقت تھا، مجھے پھوپھو سے بدلہ لینے کا ہتھیار بنا لیا۔ کبھی بٹھا کر سمجھایا...... سسرال میں کیسے رہتے ہیں۔ الٹا یہی سبق پڑھایا...... ڈٹ کر رہنا۔ سسرال والوں کو جوتے کی نوک پر رکھنا۔''

ثانیہ اسی پر چڑھ دوڑی۔

''سمجھاتی تو میں بھی بہت تھی۔ میری ہی سن لیتیں۔'' رابعہ نے تاسف سے کہا۔

''ہاں نہیں سنا...... اس جرم میں پھانسی چڑھا دو۔''

''ثانیہ...... ثانیہ!'' اس سے قبل کہ وہ غصے میں توڑ پھوڑ شروع کر دیتی...... رابعہ نے ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھا لیا۔

''کیا حالت بنالی ہے؟''

''مجھے کیا ہوا ہے؟'' ثانیہ نے بے زاری سے ہاتھ چھڑا لیا۔

''بھول جاؤ...... جو گزر گیا، گزر گیا۔''

''جو گزر گیا، وہی تو سب کچھ تھا۔'' اس نے ایک دم رونا شروع کر دیا۔

ہائے کیا کچھ تھا اس رونے میں......

رابعہ اسے ساتھ لگا کر تھپکتی رہی۔

''خود کو سنبھالو ثانیہ! زندگی کو دوبارہ سے شروع کرو۔''

''میری زندگی تو عبید تھا۔''

آج بہت مہینوں کے بعد ثانیہ کے لبوں پر عبید کا نام آیا تھا۔

''تو پھر ثانیہ...... کیوں؟ اس دن تم پر سچ بولنے کا دورہ کیوں پڑ گیا تھا...... معافی مانگ لیتیں...... کیا تھا وہ معاف کر دیتا؟''

ثانیہ پیچھے ہٹ کر دونوں ہاتھوں سے چہرہ صاف کرنے لگی۔

''معاف کر دیتا...... مگر کبھی دل میں جگہ نہ دیتا...... کبھی اعتبار نہ کرتا...... مرد بڑا کینہ پرور ہوتا ہے، مجھے مٹی کر دیتا۔ اور وہ تو حق بجانب تھا۔ لیکن سوچو...... ثانیہ جس کے سر کا تاج تھی۔ اس کے قدموں کی دھول بن کر کیسے رہتی۔ میں اس کے ساتھ سر اٹھا کر چلتی تھی۔ اس کے ساتھ سر جھکا کر کیسے رہتی۔ وہاں میری حیثیت بدل گئی تھی رابعہ...... میں عبید کے ساتھ اس طرح نہیں رہ سکتی تھی۔''

اس نے دونوں پاؤں بیڈ پر رکھے اور پنڈولم کی طرح جھولنے لگی۔

حضرت انسان...... یہی نہ سمجھ سکا کہ کہاں سر اٹھانا ہے...... اور کہاں جھک جانا ہے۔ مقابلہ کہاں کرنا ہے اور تسلیم و رضا کی خو کہاں اپنانی ہے؟

وہ جھکتا ہے تو ظلم سہتے سہتے مٹی میں بدل جاتا ہے۔

جب غرور سے سر اٹھاتا ہے تو سامنے والے کو مٹی کر دیتا ہے۔

رشتے جوڑنے پر آتا ہے تو خود پر بوجھ کی طرح لاد لیتا ہے۔

توڑنے پر آئے تو بہت سے انمول رشتوں کو رول کر رکھ دیتا ہے۔

حضرت انسان...... تیری سب سے بڑی خوبی تو اعتدال تھی...... میانہ روی تھی۔ تو اس خوبی کو ہی پہچان نہ سکا۔ اپنا نہ سکا...... اب سر پکڑ کر روتا ہے یا دوسروں کو رلاتا ہے۔

رابعہ نے محتاط نظروں سے ثانیہ کو دیکھا۔

''اس طرح تو زندگی نہیں گزرے گی۔''

''تو کس طرح گزرے گی؟'' ثانیہ نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ ''شادی کر لو، جو غلطیاں پہلے کیں، اب نہ دہرانا۔''

''اور کس سے......؟'' ثانیہ کا لہجہ اب بھی طنزیہ تھا۔

''فرخ سے......'' رابعہ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

ثانیہ کا وجود ساکت و صامت ہو گیا۔

آخری قسط نمبر 30

گھر کا ماحول خوش گوار تھا۔ دستر خوان بچھا تھا۔ قیمہ بھرے کریلے، کچی لسی کا جگ، کٹے ہوئے سندھڑی آم کی ڈش۔ رابعہ کے دونوں بچے پرام میں کھیل رہے تھے۔ یہ پرام فرخ نے لا کر دی تھی۔ جو جڑواں بچوں کے لیے بنی تھی۔ اس کے دونوں بچے ایک ہی پرام میں اس کی نظروں کے سامنے رہتے۔

فرخ گھر پر نہیں تھا۔ ثانیہ کی طلاق کے بعد سے رابعہ اسے نظر انداز کرتی تھی تو وہ رابعہ کا سامنا کرنے سے کتراتا تھا۔ غیر محسوس طور پر رابعہ نے اس کے تمام کاموں سے ہاتھ کھینچ لیا۔ آصفہ کہتی تو وہ خود کو بچوں کے کاموں میں مصروف کر لیتی۔

فرخ نے خاموشی سے اپنے کپڑے دھوبی کو دینا شروع کر دیے تھے۔

کھانا گھر سے باہر کھاتا یا ایسے میں گھر آتا جب دستر خوان سمٹ چکا ہوتا۔ وہ بغیر کسی سے کچھ کہے اپنا کھانا نکال کر کمرے میں لے جاتا اور برتن واپس سنک میں بھی رکھ جاتا۔ کئی کئی دن اس کا کمرہ صاف نہ ہوتا۔ وہ تب بھی کچھ نہ کہتا۔

''پچھتا رہا ہے کمبخت۔'' رابعہ غصے سے سوچتی۔ ''مگر اب کیا فائدہ؟'' آصفہ الگ تاسف سے ہاتھ ملتیں۔

ان کا خوبرو برسر روزگار بیٹا نہ جانے کس حاسد کی نظر تھی کہ کہیں رشتہ نہ جڑتا۔ بات آخری لمحوں میں کسی نہ کسی بہانے ٹھپ ہو جاتی۔

''کسی نے کالا جادو کرا رکھا ہے؟''

''کرا دیا ہوگا کسی دل جلی نے، کتنوں کو تو لارے لگا رکھے تھے۔''

رابعہ بڑبڑائی۔
''لسی دینا۔'' سہیل کی پکار پر رابعہ چونکی۔ جگ اٹھا کر گلاس بھر کے سہیل کے سامنے رکھا۔ تب ہی فرخ چلا آیا۔
''شکر ہے کھانے کے وقت تمہاری شکل نظر آ گئی۔'' آصفہ خوش ہو گئیں۔ رابعہ کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ جب وہ سہیل کے برابر بیٹھ گیا تھا۔
''میں نے اس کی روٹی تو بنائی ہی نہیں۔''
بچوں نے چاچو کو دیکھ کر کلکاریاں مارنی شروع کر دیں۔
کچھ بھی تھا وہ بچوں کے لاڈ بہت اٹھاتا تھا۔
''تو اب بنا دو۔ دو روٹیاں ڈالنے میں کتنا وقت لگتا ہے۔'' آصفہ نے لتاڑا۔
اس کی ملازمہ ہوں۔
رابعہ کے دل میں ناگوار سا خیال ابھرا۔
''نہیں۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔'' فرخ نے روک دیا۔
ہونہہ، میں کون سا بھاگی جا رہی تھی۔
''اور میں بھوک سے زیادہ کھا گیا ہوں۔'' سہیل نے ہاتھ کھینچ لیا اور پلیٹ فرخ کے سامنے کھسکا دی۔ رابعہ کو سہیل کا یہ عمل ایک آنکھ نہ بھایا۔
''اماں! مجھے شادی کرنی ہے۔'' بچوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے فرخ نے بغیر کسی کو دیکھے کہا۔
''میرا بس چلے تو کل کروا دوں۔ پر کوئی اچھا رشتہ جڑتا ہی نہیں، پورے شہر میں اچھی لڑکیوں کا کال ہی پڑ گیا ہے۔''
''مجھے ثانیہ سے شادی کرنی ہے۔'' اس نے صاف اور واضح انداز میں اعلان کیا۔
ایک لمحے کو سب کو سکتہ ہو گیا۔
بالکل اسی طرح جس طرح ثانیہ کو ہو گیا تھا۔

''فرخ سے شادی؟ تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔'' غصے سے ثانیہ کا جسم تھر تھر کانپنے لگا۔
''جس کی وجہ سے میری زندگی برباد ہوئی۔ میرا گھر ٹوٹ گیا اس سے شادی، میں تو اس کی شکل نہ دیکھوں۔''
یہی سب آصفہ نے بھی کہا تھا۔
''وہ طلاقن، ابھی تک اس کا بھوت تمہارے دماغ سے نہیں اترا، محبت کی شادی کی پھر بھی گھر نہ بسا سکی۔ تمہیں سارے زمانے میں وہی بدنام لڑکی نظر آتی ہے۔''
''آپ کی بھتیجی ہے اماں۔'' فرخ نے سنجیدگی سے ماں کو دیکھا۔
ماں نے ثانیہ کی شان میں کچھ اور نازیبا الفاظ کہے۔
سہیل نے گھبرا کر رابعہ دیکھا۔ وہ آصفہ کو نہیں سن رہی تھی۔ وہ فرخ کو دیکھ رہی تھی۔
''اللہ ایسی بھتیجی کسی دشمن کو بھی نہ دے۔ مر جاؤں گی لیکن اسے بہو نہیں بناؤں گی۔ ایسی لڑکیاں گھر کہاں بساتی ہیں۔ جو اکیلے شوہر کے ساتھ گزارہ نہ کر سکی۔ وہ ہمارے ساتھ کرے گی۔ خبردار جواب تم نے اس کا نام بھی لیا۔''
''نام تو لینا پڑے گا اماں۔'' فرخ نے ایک نظر رابعہ کو دیکھا۔ پھر گہری سانس لے کر ماں کو۔
''اس کا گھر ٹوٹا ہے تو میری وجہ سے، اسے طلاق ہوئی ہے تو میری وجہ سے۔''
''کیا کہہ رہے ہو؟'' آصفہ ہکا بکا رہ گئیں۔
''آپ ماموں سے بات کرلیں۔ ثانیہ مانتی ہے تو سادی سے نکاح کرلیں گے۔'' وہ اٹھ کر چلا گیا۔
مگر رابعہ نے غصے میں بکتی جھکتی ثانیہ کو جانے نہیں دیا تھا۔ کھینچ کر اپنے سامنے بٹھالیا۔
''تحمل سے میری بات سنو! جو کچھ تم کر چکی ہو۔ اس کے بعد کسی اچھے گھر سے رشتہ تو آنے سے رہا۔ گھر کے حالات تمہارے سامنے ہیں۔ ابا تمہاری شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ جب سے تمہاری طلاق ہوئی ہے، وسیم ایک بار بھی اس گھر میں نہیں آیا۔''
''جہنم میں جائیں سارے کے سارے۔'' ثانیہ ہتھے سے اکھڑ گئی۔ ''اور آج کے بعد اگر تم نے

فرخ کا نام بھی میرے سامنے لیا تو میں خود تمہارے گھر آ کر اسے گولی مار دوں گی۔'' وہ غصے میں اٹھ کر باہر چلی گئی۔

رابعہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔ ثانیہ کا ردعمل اس کی توقع کے خلاف نہیں تھا۔

☆......☆......☆

ڈرائنگ روم سے ارم کی ہنسی کی آواز آ رہی تھی۔ فیصل کی شادی کی تاریخ طے ہو گئی تھی۔ وہ اکثر شام میں عبید کو لے کر شاپنگ کے لیے نکل جاتا۔

''کرلو شادی آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔'' عبیدہ نے اپنا درد چھپا کر اسے چھیڑا۔

''نہیں بھائی، تم سے بہت سبق سیکھے ہیں میں نے، کھلائیں گے سونے کا نوالہ دیکھیں گے شیر کی نگاہ سے۔'' فیصل ہنستا۔

''دیکھتے ہیں بھائی۔''

''لگتا ہے تمہارا اب سسرال میں دل نہیں لگتا۔'' وہ اپنی دھن میں کہتا اندر داخل ہوا۔

''لو عبید آ گیا۔'' ارم اسے دیکھ کر چہکی۔

جبکہ عبید آسیہ کے پہلو میں بیٹھی کامنی سی لڑکی کو دیکھ کر ٹھٹکا۔

''سوری۔'' وہ معذرت کر کے پلٹنے کو تھا۔ جب آسیہ نے پکار لیا۔

''عبید، یہ عفان کی کزن ہیں ہما!'' ارم نے جلدی سے تعارف کروایا۔ ہما نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ عبید کو دیکھ کر دھیمی آواز میں سلام کیا۔

عبید نے رسمی جواب کے بعد اپنے کمرے کی راہ لی۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ارم آ گئی۔

''عبید!''

وہ بس کپڑے بدل کر آرام کرنا چاہتا تھا۔

''تم جلدی کیوں آ گئے۔ تھوڑی دیر تو ہمارے ساتھ بیٹھتے۔''

''وہاں تمہاری مہمان تھی۔ میں کیا کرتا؟'' عبید نے اپنے کپڑے نکالنے کے لیے الماری کھولی۔
''ہما سے بات کرتے اسے تھوڑا جان لیتے۔'' اس کی معنی خیز مسکراہٹ۔ عبید ٹھٹکا۔ پھر مڑا، ارم کو غور سے دیکھا اور ٹھنڈے لہجے میں پوچھا۔ ''جان کر کیا کروں گا؟''
''شادی۔'' وہ کچھ زیادہ ہی پرجوش ہو رہی تھی۔ عبید گہری سانس لے کر رہ گیا۔
''تمہیں ہما کیسی لگی؟'' ارم نے فوراً سوال داغا۔
''میں نے اسے غور سے نہیں دیکھا۔'' عبید دوبارہ کپڑوں کی طرف متوجہ ہوا۔
''تو ہمارے ساتھ چائے پیو۔ مطلب غور سے دیکھ لو۔''
''ارم پلیز......''
ارم نے اس کا بازو تھام لیا۔
''بہت اچھی لڑکی ہے۔ بہت اچھی فیملی ہے۔ ہم سب کو بہت پسند آئی ہے۔ تم تھوڑی دیر اس کے ساتھ بیٹھو، بات کرو، وہ تمہیں بھی اچھی لگے گی۔''
''دیکھا تمہیں پسند آئی۔'' ارم نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔
''ارم! یہ بہت جلدی ہے۔''
''بالکل بھی نہیں۔ ایک غلط رشتہ جڑا تھا ختم ہو گیا۔ اب اسے لے کر تم آدھی عمر تو نہیں گزارو گے۔''
''میں یہ نہیں کہہ رہا۔'' عبید جھنجلایا۔
''تو پھر آجاؤ...... ہم کب کہہ رہے ہیں۔ تم آج ہی فیصلہ کر لو۔ سب کے ساتھ بیٹھ کر ایک کپ چائے پینے میں کوئی حرج ہے۔'' ارم ٹلنے والی نہیں تھی۔ عبید کو ہامی بھرنا ہی پڑی۔
''ہما نہیں جانتی میں اسے یہاں کیوں لائی ہوں۔'' ارم نے جاتے جاتے بتایا۔
ہما واقعی نہیں جانتی تھی۔ ویسے بھی اس کی توجہ عبید پر نہیں۔ آسیہ اور ارم پر تھی۔ وہ سنجیدہ مزاج لڑکی تھی۔ انداز و اطوار میں رکھ رکھاؤ اور وقار تھا۔ عبید کو اس میں آسیہ کے مزاج کی جھلک دکھائی دی۔
چائے پر توفیق صاحب بھی موجود تھے۔ گویا ارم نے سارا انتظام کر رکھا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ

رشتے سے پہلے عبید اور ہما ایک دوسرے کو دیکھ لیں۔ عبید کو سمجھا کے گھر لے کر جاتی تو اس کے گھر والے چونک جاتے۔ اور وہ کسی حتمی بات کے بغیر بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ تب ہی شاپنگ میں مدد کروا دو کے بہانے ہما کو لے کر نکلی تو راستے میں امی سے مل جائیں کہہ کر گھر لے آئی۔

''تم بہت چالاک ہوگئی ہو۔'' عبید نے گھورا، ارم اگلے دن شام کو اکیلے آئی تھی۔ اس نے ہاجرہ کو اپنے ارادے سے باخبر کر دیا تھا۔ ظاہر ہے وہ خوش تھیں اور چاہتی تھیں کہ یہ رشتہ ہو جائے۔

''زندگی کی مصلحتیں سکھا دیتی ہیں عبید۔'' ارم نے لان کی نفیس سی ایپلک ورک والی چادر اپنے وجود پر پھیلائی۔

''میں نہیں چاہتی، ہما اور تم دوسری بار دھوکا کھاؤ''۔

عبید نے چونک کر ارم کو دیکھا۔

''اس کا نکاح ہوا تھا۔'' ارم نے آہستہ سے بتایا۔ عبید نے کوئی ردعمل نہیں دیا۔ اپنی خاموشی سے اسے بات مکمل کرنے کا موقع دیا۔

''لڑکے نے امریکہ جا کر شادی کر لی اور اسے رخصتی سے پہلے طلاق ہوگئی۔''

''تمہیں یقین ہے وجہ یہی تھی۔''

''آہ...... حادثے انسان کو شقی القلب بنا دیتے ہیں۔''

''عبید! وہ عفان کی کزن ہے۔'' ارم نے ناراضی سے اسے دیکھا۔

دیوار پار کوئی برتن گرا۔ دونوں بری طرح چونکے۔

ثانیہ کے چلانے کی آواز آئی۔ پھر نادرہ نے اسے بے بھاؤ کی سنائیں۔

''سوچ رہا ہوں کہ ایسے علاقے میں گھر لوں جہاں ایک گھر کی آوازیں دیوار پار سنائی نہ دیتی ہوں۔'' عبید بےزار ہو کر بولا۔

دونوں کی آوازوں میں اب شبیر کی آواز بھی شامل ہوگئی تھی۔

''یہ سب تو شروع سے ہی ایسا تھا۔''

''یہی تو سوچا تھا۔ اسے اس ٹاکسک ماحول سے نکال لوں گا۔ یہ نہیں سوچا تھا وہ میری زندگی میں زہر گھول جائے گی۔''

''مجھے لگتا ہے اس گملے میں کھاد زیادہ ڈل گئی ہے۔ یا پانی زیادہ ہو گیا ہے۔ پودا گلنے لگا ہے۔''

عبید نے اس کی نظروں کے تعاقب میں سیڑھیوں پر رکھے گملے کو دیکھا۔ جانتا تھا ارم کیا کہنا چاہتی ہے۔

''تناسب اور توازن، کائنات کی ہر شے، ہر رشتے کا حسن اسی میں پوشیدہ تھا۔''

''امی کو کیا جواب دوں؟''

عبید کے سامنے اگر اپنی ماں، ہاجرہ بیگم اور ارم کی مثال نہ ہوتی تو شاید وہ دنیا کی ہر عورت سے بدظن ہو چکا ہوتا۔

''جو نہیں مناسب لگے۔'' ہلکی سی چپ کے بعد اس نے کہہ دیا۔

ارم کے لبوں پر خوشی اور شادمانی کے پھول کھل گئے۔

☆......☆......☆

واشنگ مشین کا چکر اجنتگی آہستگی سے گھوم رہا تھا۔ اس سے زیادہ تیزی سے اس کا دماغ گھوم رہا تھا گھر میں فرخ کے رشتے کی بات سے جیسے سوکھے دھانوں پانی پھر گیا ہو۔ شبیر اور نادرہ کا بس نہ چلتا کہ آج ہی پکڑ کر نکاح پڑھوا دیں۔

''آپ لوگوں کو فرخ کے عیب دکھائی کیوں نہیں دیتے۔ کیوں نظر نہیں آتا۔ میری طلاق اس کی وجہ سے ہوئی ہے۔'' وہ چیختی چلاتی۔

''تو اور کون آئے گا یہاں، کس کی آس میں بیٹھی ہو۔ ایک تو طلاقن اوپر سے بدنام، شکل دیکھی ہے کیسی پھٹکار برس رہی ہے۔ یہ تو اللہ کا کوئی کرم ہی ہو گیا جو آصف مان گئی۔ معجزہ سمجھ معجزہ ورنہ کون تمہیں بیاہنے آئے گا۔'' نادرہ کے الفاظ زہر میں بجھے تھے۔

وہ ثانیہ سے زیادہ اونچی آواز میں چلائیں۔ تو ثانیہ کو دیوار پار کے مکینوں کا خیال آجاتا۔

''اللہ کا واسطہ ہے آہستہ بولیں۔ سارے محلے کو کیوں سناتی ہیں۔''

''اب وہاں ڈکھڑی کیا دم پڑھ رہی ہے۔ آ کر ہانڈی دیکھ لے۔''

وہ نادرہ کی آواز پر چونکی۔ غصے سے مشین کو دیکھا۔ ابھی دو دن پہلے ٹھیک کروائی تھی، مگر کارکردگی صفر۔ ثانیہ کو اپنی آٹومیٹک مشین یاد آئی۔ کپڑے ڈالو اور نکال و۔ دل سے اٹھی ہوک کو دباتی۔ وہ کچن کی طرف آ گئی۔

نادرہ نے گھر کے ہر کام سے ہاتھ اٹھا لیا تھا۔ ہر کام کے لیے ثانیہ کو آواز دیتیں۔ اس نے کچھ مہینے ڈھیٹ بن کر گزار لیے تھے، مگر کب تک؟ اب ہاتھ میں کھلا پیسہ نہیں تھا کہ آرڈر کر کے منگوا لیتی۔

اسے کدو، ٹینڈے پکانے بھی تھے اور کھانے بھی۔ بس ایک ایک نوالہ حلق میں پھنستا۔ فروٹ اور فروزن آئٹم سے بھرا فریج یاد آتا۔ گھر میں بھی کھانا پکتا تھا۔ تب بھی ایسا غریبانہ نہیں ہوتا تھا۔

وہ پانی کے ساتھ آنسو پیتی۔

''کب بلاؤں آصفہ کو؟'' تخت پر شبیر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ ثانیہ کے کان کھڑے ہو گئے۔

''میری طرف سے کل سے ہی بلا لو۔ پر ڈر لگتا ہے کمبخت انکار ہی نہ کر دے۔'' نادرہ نے بے زاری سے کہا۔

''ابا......'' وہ کچن سے برآمد ہوئی۔ ''مجھے شادی نہیں کرنی۔''

نادرہ نے غصے سے کچھ کہنا چاہا۔ شبیر نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

''پھر کیا کرنا ہے؟''

ثانیہ کو شبیر کے سوال کا جواب نہیں سوجھا اور نادرہ سے رہا نہ گیا۔

''ساری زندگی ہمارے سینے پر مونگ دلے گی۔ اور کیا کرے گی؟''

''اتنا بوجھ بن گئی ہوں۔ کیا لے لیتی ہوں دو وقت کی روٹی، سارے گھر کا کام کرتی ہوں۔'' ثانیہ کا گلا رندھ گیا۔

''بیٹی بوجھ ہی ہوتی ہے۔'' شبیر کی ہمیشہ سے یہی روایت تھی۔ ''اور اب تو یہ بوجھ زیادہ ہی محسوس ہو رہا ہے۔''

ثانیہ بے بسی سے لٹ کاٹنے لگی۔

''اللہ نے تجھ پر بڑا کرم کیا تھا۔ کاش تو شکر گزار ہو جاتی۔ پر خیر ماں کی تربیت ہی ایسی تھی۔''

نادرہ تلملا اٹھیں، مگر چپ رہیں۔ پہلی بار شبیر تحمل سے کام لے رہا تھا۔

''اب ہم کب تک زندہ رہیں گے۔ بھائی تمہارا پلٹ کر نہیں دیکھتا، بیوی کو ایسا پیارا ہوا کہ کبھی ایک روپیہ تک نہیں بھیجا۔ اب اگر میری بہن تمہارے سارے عیبوں سمیت تمہیں ڈھانپنا چاہتی ہے تو میں کیسے انکار کر دوں۔''

''اور فرخ کے عیب؟''

''رب نے ملائی جوڑی ایک اندھا اور دوسرا کوڑھی۔'' نادرہ نے چمک کر کہا۔

ہائے مائیں اتنی سفاک بھی ہوتی ہیں۔

ثانیہ نے بے حد کرب سے نادرہ کو دیکھا۔ یہ وہی ماں تھی جو اس کے ہر ہر عمل پر واری صدقے جاتی تھی۔

''آپ کو ذرا بھی اندازہ ہے کہ عبید نے مجھ پر کیا الزام لگایا ہے؟ اس سے شادی کا مطلب ہے کہ میں عبید کے اس الزام کو تسلیم کرلوں کہ میں اور فرخ...... زبان دراز اور جھگڑالو تو میں پہلے سے مشہور ہوں اب کیا بدکردار بھی کہلاؤں۔''

''تو نہ کرتیں ایسی حرکتیں۔'' نادرہ نے سیدھا اس کے دل پر تیر مارا تھا۔

''میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ فرخ کے ساتھ دو بول پڑھوا کر یہاں سے دفع کر دوں۔'' شبیر کا تحمل بس یہیں تک تھا۔ بھڑک ہی اٹھا۔ ''نہیں اٹھا سکتا میں تمہارا بوجھ۔''

''مت اٹھائیں میں اپنا بندوبست خود کرلوں گی، لیکن اب اگر کسی نے مجھے فرخ کے ساتھ شادی کے لیے کہا تو میں کہیں دفع ہو جاؤں گی۔''

''دفع ہو جا...... جان چھوڑ جہاں دل چاہتا ہے جا کر مر...... جب سے بڑی ہوئی ہے ہمیں ایک دن بھی سکون کا نہیں ملا۔''

وہ دونوں ایک ساتھ شروع ہوئے تھے۔

وہ ہکا بکا ماں باپ کی شکلیں دیکھتی رہی۔ وہ جاہلوں کا خاندان تھا اور ثانیہ اس خاندان کا حصہ۔ عبیدا سے کس جہنم سے نکال کر لے گیا تھا۔

ثانیہ کو پہلی بار پوری شدت سے اپنے نقصان کا اندازہ ہوا۔

☆......☆......☆

عفان نے کمرے کے دروازے میں کھڑے ہو کر کمرے کی صورت حال کا جائزہ لیا۔ فینسی کپڑے، جیولری، جوتے، جوش میں ارم تھی تو کم ہاجرہ بھی نہ تھیں۔ آسیہ نے ہما کے لیے ایک ایک چیز بہت دل سے خریدی تھی۔ کسی انجانے خدشے کے تحت آسیہ نے اپنے محلے میں ہوا بھی نہیں لگنے دی کہ وہ عبید کی دوسری شادی کر رہی ہیں۔ شاید پہلے کے حالات و واقعات اور ثانیہ کی فسادی فطرت سے ڈر لگتا تھا۔

اس لیے زیادہ اہتمام ادھر ہی ہو رہا تھا۔

''ساس بہو کا بس نہیں چل رہا کہ ساری دنیا کے لڑکے لڑکیوں کو پکڑ کر شادی کروادیں۔'' عفان کمرے میں داخل ہوا۔

''ہاں تو اللہ سب کا گھر بسائے۔'' ہاجرہ ایک نیکلس کا جائزہ لے رہی تھیں۔

''یہاں تو دونوں ہی اپنے بچے ہیں۔''

ہاجرہ خوش تھیں کہ ہما کا گھر بس رہا تھا۔

''اور اپنی بہو کا کوئی خیال ہے۔'' عفان نے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے ہاجرہ کے پہلو میں بیٹھی ارم کو دیکھا۔ ڈھیلے ڈھالے کرتا شلوار میں ملبوس بالوں کا جوڑا بنائے وہ شاداں و فرحاں بیٹھی تھی۔

''اس کی حالت دیکھیں۔ جب شاپنگ کا نام لو، یہ بازار جانے کو تیار ہے۔'' اس کے محبت بھرے لہجے میں ناراضی چھلکی۔ وہ ان تیاریوں میں اپنا خیال بالکل بھی نہیں رکھ رہی تھی۔

''میں کیا کروں؟ عبید کی پہلی شادی اتنی افراتفری میں ہوئی۔ مجھے تو ابھی اپنے ارمان نکالنے کا موقع ملا ہے۔'' ارم نے معصومیت سے کہا۔

''تو ڈھولک بھی رکھ لو۔'' عفان نے چڑ کر مشورہ دیا۔

''ہیں باجی! ڈھولک رکھنی ہے تو میں منگوا لوں۔'' سب کے لیے ملک شیک لے کر آتی مسرت کی باچھیں ڈھولک کا نام سن کر ہی کھل گئیں۔

''مجھے بہت اچھی بجانی آتی ہے۔''

''رکھ لیتی اگر ثانیہ کا گھر پڑوس میں نہ ہوتا۔'' ارم نے گلاس اٹھا کر ہاجرہ کو دیا۔ ''تمہیں اب بھی اس کا خیال ہے۔''

عفان نے اپنا گلاس اٹھاتے ہوئے ارم کو بغور دیکھا۔

''بچپن کی سہیلی ہے اس کے لیے دکھ تو ہوتا ہے کاش وہ سنبھل جاتی تو میرے ہیرے جیسے بھائی کو نہ کھوتی۔''

ارم کی فطرت میں نفرت تھی ہی نہیں، وہ محبتوں سے گندھی لڑکی اب بھی ثانیہ کے لیے افسردہ تھی۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ اب بار بار پرانی باتوں کو مت دہراؤ۔ خوشی کا وقت ہے دیکھ لو کسی اور چیز کی کمی تو نہیں ہے۔'' ہاجرہ نے سہولت سے بات کا رخ بدلا۔

''نہیں بس مٹھائی اور فروٹس ہیں۔ وہ ابو نے کہا تھا راستے سے لیتے ہوئے آئیں گے۔''

''جاؤ اب تم دونوں بھی تیار ہو جاؤ۔'' ہاجرہ نے پیار سے کہا۔

''اور میں؟'' مسرت نے گھبرا کر پوچھا۔

''ہاں...... ہاں تم بھی، تمہارے بغیر منگنی ہو سکتی ہے؟'' وہ مسکرائیں۔

☆......☆......☆

ثاقب نے ہونٹوں پر لپ اسٹک کی تہہ جما کر خود کو آئینے میں بغور دیکھا۔ کچھ کمی تھی اب بھی کچھ کمی تھی۔

آنکھیں بجھی بجھی سی، چہرہ مرجھایا سا۔

اس نے پھر سے چہرے پر لوز پاؤڈر کی تہہ جمانا شروع کی...... اور مایوس ہو گئی۔ اسے ایک اچھے

فیشل کی ضرورت تھی۔ اور اس کے لیے اچھے پیسے کی۔

اور یہاں یہ حال تھا کہ اس کے جسم پر جو قیمتی لباس تھا۔ وہ عبید نے خریدا تھا۔ ثانیہ جو میک اپ استعمال کر رہی تھی۔ وہ بھی عبید نے دلایا تھا اور اس کے پرس میں ایک پھوٹی کوڑی تک نہ تھی۔ یہ بھی غنیمت تھا کہ عبید نے اس کا سارا سامان بھجوا دیا تھا۔

اس نے دو قدم پیچھے ہٹ کر دوبارہ اپنا جائزہ لیا۔ چہرے پر ہر چیز فالتو سی لگ رہی تھی۔ لپ اسٹک، مسکارا، آئی لائنر، اسے لگا اسے بہت شدت سے احساس ہوا۔

وہ جو ثانیہ کو مزید خوب صورت بناتا ہے، وہ مہنگے برانڈ سے خریدا میک اپ نہیں تھا۔ وہ عبید کی محبت تھی، جو اس کی آنکھوں میں ستارے بھر دیتی تھی۔

جو لبوں پر گلاب کھلاتی تھی۔

اس نے ہاتھ منہ دھولیا۔

''تم کہاں جا رہی ہو؟''

نادرہ چونکیں۔

''جاب کی تلاش میں۔'' ثانیہ نے دوپٹہ اوڑھا۔ پرس کندھے سے لٹکایا۔

''کیا۔'' وہ ہکا بکا تھیں۔

''میرا کھانا پینا اس گھر میں بھاری جو ہو رہا ہے۔ خود کماؤں گی۔''

''اور تجھے نوکری کون دے گا؟''

''کیوں مجھے نوکری نہیں مل سکتی؟''

''نوکری شکل وصورت دیکھ کر نہیں۔ قابلیت دیکھ کر دی جاتی ہے۔''

اس نے ماں سے پیسے مانگے تھے جو انہوں نے ہزار باتیں سنا کر دیے۔

''ایک ایک روپیہ واپس کر دوں گی۔''

ثانیہ نے ایسے وقت کا انتخاب کیا۔ جب اسے پورا یقین ہو گیا۔ اب عبید آفس کے لیے جا چکا

ہوگا۔اس میں سرراہ بھی اس کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی مگر اس کی قسمت خراب تھی کہ کالا بلا راستہ کاٹ گیا۔

''آہا، شہزادی ثانیہ، کہاں کا ارادہ ہے؟''

فرخ کو دیکھ کر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

''آؤ میں چھوڑ دیتا ہوں۔'' وہ بائیک پر تھا......اور اس کے تیور دیکھ کر بھی آفر کر رہا تھا۔

''تم میری جان چھوڑ دو۔'' ثانیہ نے دانت پیسے۔

''کیسے چھوڑ دوں پہلی محبت ہو۔'' وہ ہنسا۔

ثانیہ کے قدم رک گئے۔اس نے کھا جانے والی نظروں سے اس ڈھیٹ انسان کو دیکھا۔

''ایک بات کان کھول کر سن لو۔فرخ! اگر تم دنیا کے آخری مرد بھی ہوئے تب بھی تم سے شادی نہیں کروں گی۔''

''لیکن میں تو تم سے ہی شادی کروں گا۔'' فرخ نے اطمینان سے کہا تو وہ ٹھٹک گئی۔

''ایسا نہیں کہ تم سے محبت ہے وہ تو اب رہی نہیں۔'' وہ بڑے دوستانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

''لیکن اس دن ماموں کو امی کے پاس روتے دیکھ کر بڑا ترس آیا۔''

ثانیہ اسے شرربار نگاہوں سے گھورتی رہی۔

''سوچا کچھ بھی ہو۔میری وجہ سے تمہارا گھر ٹوٹا ہے۔اب محبت نہ سہی تمہیں ایک گھر تو دے سکتا ہوں۔کم از کم ماموں کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔''

کاش وہ اس شخص کو قتل کر سکتی۔

''کاش اس دھرتی سے تمہارا بوجھ ہلکا ہو جائے۔'' وہ دانت پیس کر آگے بڑھ گئی۔اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتی تھی۔

''ویسے وہ تمہارا عبید دوسری شادی کر رہا ہے۔'' عقب سے فرخ نے پکار کر کہا۔

ثانیہ کے قدم ایک لمحے کو سست پڑے۔پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

''سوری غلط کہہ گیا۔ اب وہ تمہارا کہاں رہا؟''

ذلالت کی کوئی حد تھی تو فرخ پر ختم ہوتی تھی۔

☆......☆......☆

تین دن، محض تین دن میں اسے آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوگیا۔

ادھوری تعلیم، قابلیت زیرو، ہنر کوئی ہاتھ میں نہیں، معمولی کام کرنا گوارا نہیں۔ چوتھے دن نادرہ نے اسے کرایہ دینے سے انکار کردیا۔

''کہاں سے دوں، تمہارے باپ کی پنشن سے گھر کی دال روٹی چل رہی ہے۔''

وہ جو اپنے نصیب پر نازاں تھی۔ کچھ آسائشیں، کچھ روپیہ، کچھ چیزیں آپ کو دوسرے کے نصیب سے ملتی ہیں۔ اب سمجھ میں آرہا تھا۔

وہ عبید کو خوش قسمت سمجھتی تھی کہ اس کے نصیب میں ثانیہ لکھی تھی۔ آج پتا چلا خوش نصیب تو ثانیہ تھی۔ عبید نے ایک پتھر کو ہیرا بنادیا تھا۔ کاش وہ ہیرا ہی رہتی۔ پھر سے پتھر نہ بنتی۔

وہ رات بھر پچھتاتی اور دن کو نت نئے منصوبے بناتی۔

تعلیم دوبارہ شروع کرلوں۔

کھانا پکانا سیکھ کر کیٹرنگ یا ہوم ڈیلیوری کا کام شروع کردوں۔

''کیسی ہو ثانیہ......؟'' نتاشا کی چہکتی آواز۔

آہ زندگی میں اسی کی کمی تھی۔

بہو بیٹے نے کئی مہینوں کے بعد گھر میں قدم رکھا تھا۔ شبیر اور نادرہ کا بس نہ چلتا کہ ان کے پیروں تلے ہتھیلیاں دے دیں۔

وسیم نے اس سے بات تک نہیں کی۔

اور رہی نتاشا تو وہ شاید اسی سے باتیں کرنے آئی تھی۔

''ماں صدقے، میں واری آج گھر کی یاد کیسے آگئی۔'' نادرہ ہنستے ہنستے رونے لگیں، وسیم کو

ندامت کا احساس ہوا۔

ثانیہ پر غصہ اپنی جگہ مگر اسے آتے رہنا چاہیے تھا۔

''میں لے کر آئی ہوں۔'' نتاشا چہکی۔

''مہربانی بیٹا......'' شبیر نے ممنون ہو کر نتاشا کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''آپ کیوں فکر کرتے ہیں۔ اب ہم آتے جاتے رہیں گے۔ اور ویسے بھی میں نے وسیم سے کہا۔ اس خوشی پر پہلا حق تو دادی، دادا کا ہے۔''

ایک لمحہ لگا اس کی بات سمجھنے میں۔

''سچ میں......'' نادرہ نے نہال ہو کر وسیم کو دیکھا۔ اس نے مسکرا کر اثبات میں گردن ہلائی۔

اگلے پل ماحول ہی بدل گیا۔ نادرہ بھول ہی گئیں کہ وہ اٹھتے بیٹھتے اس بہو کو سو سو کوسنے دیتی تھیں۔

ثانیہ جیسے پس منظر میں ہی چلی گئی۔

''ہونہہ، کمبخت اب خدمتیں کروانے آئی ہے۔''

''تم کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو۔'' شبیر نے اسے لتاڑا۔ ''جا کر بھائی بھابھی کے لیے پانی لاؤ، کوئی چائے رکھو۔''

ثانیہ کو بے تحاشا سبکی کا احساس ہوا۔

''کھانا کھاؤں گی انکل......سفر میں کچھ کھایا ہی نہیں گیا۔''

لوگ بھی کیسے منافق ہوتے ہیں۔

ثانیہ غصے سے وہاں سے چلی گئی۔

نادرہ نے دانت پیس کر اسے جاتے دیکھا۔ پھر جلدی سے بولیں۔

''ہاں ہاں شبیر جا کر سامان لے آئیں۔ میں ابھی پکاتی ہوں۔ تم لوگ آرام کرو۔ ہاتھ منہ دھولو۔''

☆......☆......☆

''کسی کے ساتھ تو بنا کر رکھ لو۔'' نادرہ تیر کی طرح اندر آئیں۔ وہ جو بیڈ پر چت لیٹی تھی۔ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''آپ نے سکھایا ہی نہیں۔''

''رکھ دو سارے الزام میرے اوپر۔'' نادرہ نے دانت کچکچائے۔ وہ ہر بات میں ان ہی کو الزام دیتی تھی۔

''یہاں کیا کر رہی ہیں۔ جا کر اپنی لاڈلی بہو کے لیے کھانے کا بندوبست کریں۔ وہ دن بھول گئے جب وہ جوتی میں رکھ کر نوالہ دیتی تھی۔'' نادرہ ایک لمحے کو چپ کر گئیں۔

''تمہیں کیا لگتا ہے۔ میں بھول گئی ہوں ایک ایک بات یاد ہے۔ پر کیا کروں بیٹا، کئی مہینوں کے بعد گھر آیا ہے۔'' ان کا لہجہ بھیگ گیا۔

ثانیہ چونکی، غور سے ماں کو دیکھا۔

جب عبید گھر واپس گیا تھا تو آستہ کی بھی یہی حالت ہوئی ہوگی۔

''اچھا خیر یہ تم ان کا کمرہ خالی کر دو۔''

نادرہ نے آنکھوں میں در آئی نمی کو صاف کیا۔

''کیوں......؟'' ثانیہ چونکی۔ وہ جب سے آئی تھی۔ وسیم کے کمرے میں ہی ٹھہری تھی۔ چونکہ گھر کا سب سے بڑا کمرہ اور فرنشڈ تھا۔

''کیوں کیا؟ وہ یہاں کچھ دن رکیں گے۔''

''اماں! انہوں نے مستقل نہیں رہنا میں نے رہنا ہے۔ دادی کے کمرے میں ٹھہرا دیں۔''

''سڑک پر نہ رکھ دوں ان کا سامان۔'' نادرہ تپ گئیں۔

''عقل تو جیسے گھاس چرنے گئی ہے۔ جلدی کمرہ خالی کر...... ان کا کمرہ ہے ان ہی کو دینا ہے۔ تم جاؤ گی دادی کے کمرے میں۔''

وہ غصے سے کہہ کر چلی گئیں۔

طیش کی لہر اٹھی اور بیٹھ گئی۔

اب اکڑ کیسی؟ مان کس کے بل بوتے پر...... تیور کس کو دکھانے ہیں اور کون دیکھے گا۔

اسے سامان نکالنا ہی پڑا۔

نادرہ نے نجانے کیا کیا پکایا تھا۔ ثانیہ نے مدد نہیں کروائی تو نادرہ نے کھانے کے لیے بھی نہیں بلایا۔ وہ بھوکی منتظر بیٹھی رہی...... یہاں تک کہ باہر کی آوازیں معدوم ہوئیں۔ شاید سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔

تب وہ بھوک سے مجبور ہو کر کچن میں چلی آئی۔

کوفتے...... پلاؤ...... ٹرائفل۔

پلاؤ تو اماں نے بنایا ہوگا۔ کوفتے اور ٹرائفل۔

''رابعہ بھی آئی ہے۔'' وہ چونکی، چیزیں جھٹ پٹ وہی بنا سکتی تھی۔ ثانیہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔ فرخ کے رشتے پر جتنی باتیں اس نے رابعہ کو سنائی تھیں، وا ب بھی ناراض تھی۔

''چہ...... چہ...... چہ......''

ثانیہ چونکی۔ پھر نتاشا کو نظر انداز کر کے اپنے لیے سالن نکالنے لگی۔

''کیا حالت بنائی ہے۔ میں تو پہچان ہی نہیں سکی، لگتا ہے طلاق کا غم دل کو لگا لیا ہے۔''

''اپنے کام سے کام رکھو۔ تمہیں سسرال کی یاد کہاں سے آ گئی۔''

''تمہیں دیکھ کر عبرت پکڑنی ہے۔ سوچا اتنی اکڑ بھی ٹھیک نہیں۔ کل کو عبید کی طرح وسیم کو بھی عقل آ گئی۔ تو وہ مجھے ہی الزام دے گا کہ میں نے اس سے اس کے رشتے چھین لیے۔ اب دیکھو کیسا خوش ہے۔ میں نے اس سے کہا ٹھیک ہے ہم دور رہتے ہیں لیکن اسے اپنے ماں باپ کا خیال رکھنا چاہیے۔''

نتاشا نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔

ثانیہ نے پلٹ کر حیرت سے اسے دیکھا۔

''تم سے بہت کچھ سیکھا ہے میں نے۔ اور اب تمہاری طلاق سے بھی۔''

ہر کسی کو عقل آ گئی تھی۔ تو ثانیہ کی دفعہ کیا گھاس چرنے لگی تھی۔ تب ہی رابعہ چلی آئی۔
ایک لمحے کو ٹھٹک کر دونوں کو دیکھا۔
''کچھ چاہیے؟'' اس نے یقیناً نتاشا سے پوچھا تھا۔
''نہیں آپی، بس ثانیہ سے ہی ملنے آئی تھی۔''
''تم کمرے میں جاؤ۔ میں چائے لے کر آتی ہوں۔'' رابعہ نے کہا تو وہ مسکرا کر چلی گئی۔ رابعہ نے مڑ کر ثانیہ کو دیکھا۔ اس نے اپنے لیے ٹرے بنالی تھی۔
''یہ لوگ کچھ دن رکیں گے۔ کوئی تماشا نہیں ہونا چاہیے۔'' رابعہ نے کیتلی اٹھاتے ہوئے اسے خبردار کیا۔
''اور کوئی حکم......؟'' ثانیہ نے جل بھن کر پوچھا۔
''پہلے تم ہمارے حکم پر چلتی ہو۔ درخواست ہی کر سکتے ہیں۔'' رابعہ نے طنزیہ کہا تو ثانیہ غصہ سے ٹرے اٹھا کر باہر نکل گئی۔

☆......☆......☆

''وہ بالکل ایسی ہے جیسا میں نے اپنی بہو کے بارے میں تصور کیا تھا۔''
آسیہ بہت خوش تھیں۔ جب سے آئی تھیں ہما اور اس کے گھر والوں کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتی تھیں۔ عبید نے ایک نگاہ ان کے چمکتے چہرے پر ڈالی۔ دھیان میں نرم و نازک سا ہاتھ آیا۔ جب عبید نے انگوٹھی پہنائی تو وہ پزل ہو رہی تھی...... اور ہاتھ میں لرزش تھی۔ عبید نے انگوٹھی پہنا کر فوراً ہی ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔
''چلیں جی آپ کی خواہش تو پوری ہوئی۔ اب ساس بہو مل جل کر تو رہیں گی۔'' توفیق صاحب مسکرائے۔
''میں تو پہلے بھی مل جل کر ہی رہنا چاہتی تھی۔'' آسیہ کے منہ سے پھسلا...... توفیق نے سنجیدہ سی نگاہ آسیہ پر ڈالی۔ تو انہوں نے فوراً بات بدل دی۔
''عبید! تم خوش رہو۔''

''ٹھیک ہے امی۔آپ خوش ہیں تو......'' عبید نے بات ادھوری چھوڑ کر کندھے اچکائے۔

''یہ کیا بات ہوئی۔زندگی تم نے گزارنی ہے۔'' وہ خفا ہوئیں۔''ہم نے تمہارے ساتھ کوئی زبردستی تو نہیں کی۔''

''اب جیسی گزرے گی۔دیکھی جائے گی۔''

''نیا رشتہ بنانے جا رہے ہو۔پرانے رشتے کی پرچھائیں بھی نہیں پڑنی چاہیے عبید......'' آسیہ نے سنجیدگی سے ڈانٹا۔

''امی! میں انسان ہوں روبوٹ تو نہیں۔اب ایسا بھی نہیں کہ جو کچھ ہوا۔اس نے مجھے متاثر نہیں کیا لیکن کوشش کروں گا۔''

عبید نے ہلکا سا جھنجلا کر کہا اور کھڑا ہو گیا۔

''میں فیصل کی طرف جا رہا ہوں۔ایک دو گھنٹے تک آجاؤں گا۔''

وہ اطلاع دے کر نکل گیا۔توفیق صاحب کی پرسوچ نگاہوں نے اسے جاتے دیکھا۔

''آسیہ! ہم نے جلدی تو نہیں کر دی۔ہمیں عبید کو سنبھلنے کا موقع دینا تھا۔''

''اور کتنے مہینے لگائے گا۔یہاں تو وفا کرنے والی بیوی مر جائے تو لوگ تیسرے دن نکاح کر لیتے ہیں۔وہ تو پھر دغا دے کر گئی ہے۔''

آسیہ نے تلخی سے کہا۔

''اور آپ فکر نہ کریں۔ہما آجائے گی تو اس کی توجہ بھی ادھر ہو جائے گی۔بہت پیاری اور متحمل مزاج ہے۔اچھا ہی ہوا ساتھ ہی شادی کی تاریخ بھی رکھ دی۔مجھ سے عبید کی یہ سنجیدگی اور اکیلا پن دیکھا نہیں جاتا۔''

''ٹھیک ہے بیگم۔آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' انہوں نے سر تسلیم خم کر لیا۔

''گھر میں بہو آئے گی تو رونق ہو جائے گی۔مجھ سے بھی سارا دن اکیلے کہاں بیٹھا جاتا ہے۔تنہائی کاٹنی بہت مشکل ہے۔''

☆......☆......☆

تنہائی کاٹنی کتنی مشکل ہے یہ کوئی ثانیہ سے پوچھتا۔ وہ کب سے تخت پر دونوں پاؤں اوپر رکھے دونوں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے اکیلی بیٹھی تھی۔ نادرہ اور شبر سو چکے تھے۔
وسیم اور ثناشا کمرے سے تازہ پیزا کی خوشبو، باتیں، کھلکھلائیں، باہر تک آ رہی تھیں۔ دونوں مووی دیکھ رہے تھے۔
ثانیہ کے پورے وجود میں سرد سی اضطرابی لہر اٹھی۔
پاؤں کی انگلیاں کھنچنے لگی تھیں۔

آؤ گے جب تم او ساجنا
انگنا پھول کھلیں گے

دل جیسے مٹھی میں بھنچ گیا۔
ماضی کا ہر لمحہ...... ہر خوب صورت لمحہ......
ساون کا مہینہ...... چھاجوں چھاج برستہ مہینہ۔
''آ جاؤ یار...... پیزا منگوایا ہے اور بہت سے آم بھی۔''
ارم کا ایک میسج......
وہ ہرنی کی طرح قلانچیں بھرتی...... جھٹ دیواریں ٹاپ گئی۔
سیڑھیاں اترتے ہی کسی نے اسے بازو سے کھینچ کر ستون کے ساتھ لگا دیا۔

برسے گا ساون جھوم جھوم کے
دو دل ایسے ملیں گے

اس نے ستون سے لپٹی بیل کو جھٹکا دیا۔ کتنے ہی گلابی پھول اس کے وجود کی رعنائی پر صدقہ ہو گئے۔ عبید کی نگاہیں...... اس کی کلائی پر گرفت جیسے پھر سے تازہ ہونے لگی۔

نیناں تیرے کجرارے ہیں
نینوں پہ ہم دل ہارے ہیں

ماضی میں گزرا لمحہ اس کی آنکھوں میں ساون بن کر اتر آیا۔ ثانیہ نے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لیے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

☆......☆......☆

وہ دادی کے کمرے میں بیٹھی موبائل پر کام ڈھونڈ رہی تھی۔ جب آہٹ پر سر اٹھایا۔ وسیم اندر آ رہا تھا۔ ثانیہ کی آنکھوں میں حیرت اتر آئی۔ جب سے گھر آیا تھا وہ اس سے بات ہی نہیں کرتا تھا۔

''کیسی ہو......؟''

ثانیہ نے جواب نہیں دیا۔ بس موبائل بند کر کے ایک طرف رکھ دیا۔ اب کمرے میں آیا تھا تو بات ہی کرنے آیا ہوگا لیکن آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ بھائی کو بہن کا حال پوچھنے کا خیال آ گیا تھا۔ کیوں؟

اس نے پچھلی رات ثانیہ کو روتے دیکھا تھا۔

وسیم کمرے میں رکھی واحد کرسی پر بیٹھ گیا۔

''جو کچھ ہو گیا، اب اس کے بارے میں بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔''

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔

''تم نے اپنے ساتھ کتنا برا کیا ہے؟ اس کا اندازہ تمہیں خود ہی ہو رہا ہوگا۔'' ثانیہ لب کاٹنے لگی۔

احساس نہیں تھا۔ جان لیوا احساس تھا۔

''اب کیا سوچا ہے؟''

ثانیہ نے سر اٹھا کر بے بسی سے بھائی کو دیکھا۔

''میں نہیں جانتی۔''

''جب خود کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کیا کرنا ہے تو پھر دوسروں کی مان لینی چاہیے۔'' وسیم نے جتایا۔

''میں فرخ سے شادی نہیں کر سکتی۔'' اس نے وسیم کے مزید بولنے سے پہلے ہی لکیر پھیر دی۔ جانتی تھی اسے آتے ہی بریف کر دیا گیا ہوگا۔

''تو پڑھائی شروع کر دو۔'' اس نے خلافِ معمول کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

''اب مشکل ہے بھائی، کوئی کام کرنا چاہتی ہوں، اپنے پیروں پر کھڑی ہونا چاہتی ہوں۔''

''کیا کام کرو گی؟''

''ابھی نہیں پتا۔''

''کچھ تو پتا رکھو۔ کام کرو گی۔ کون سا کام کب تک کرو گی۔ آخر میں تو شادی ہی کرنی ہے نا۔ ابھی تو فرخ کا رشتہ موجود ہے۔ اس کے بعد تمہیں نہیں پتا۔ ہمارے معاشرے میں طلاق یافتہ لڑکی کے کیسے رشتے آتے ہیں اور ہمارے طبقے میں طلاق گالی ہے۔''

وہ اسی طبقے کا مرد تھا۔ اسی انداز میں سمجھا رہا تھا۔ جھنجلایا تھا، غصے میں نہیں آیا تھا۔ ثانیہ کو بھی نہ لگا۔ غصہ نہیں آیا۔ کچھ بھی تھا۔ بھائی اس کے پاس بیٹھا بات کر رہا تھا۔ خاموشی سے سنتی رہی۔

وسیم اسے زمانے کی اونچ نیچ سمجھا کر کھڑا ہو گیا۔

''میں آفس کی طرف سے ڈیڑھ ماہ تک یہیں ہوں۔ تو ظاہر ہے، نتاشا بھی یہیں رہے گی۔ تو میں نہیں چاہتا کہ گھر کا ماحول خراب ہو۔''

ساری باتوں میں یہی اصل بات تھی۔

ثانیہ کو غصہ آ گیا۔

''اسے میکے چھوڑ دیں۔''

وسیم کی تیوری چڑھ گئی۔

''میکے وہ لڑکیاں رہتی ہیں جن کا گھر نہیں ہوتا...... اور اب یہ گھر نتاشا کا ہے۔''

اللہ اللہ...... لوگ بھی آگ لگانے میں کتنی مہارت رکھتے ہیں۔ ثانیہ جل بھن گئی۔

☆......☆......☆

وہ ہڑبڑا کر جاگی...... دروازے پر دستک شدید تھی...... اس نے جلدی سے دوپٹہ گلے میں ڈالا...... چپل پہنی اور دروازہ کھول دیا...... سامنے وسیم کھڑا تھا...... شاید نہا کر آیا تھا...... بال گیلے تھے۔

''ثانیہ! جلدی سے ناشتہ بنا دو...... مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے۔''

''میں؟'' وہ ہکا بکا رہ گئی۔

''ہاں تم...... اب تم ہو تو اماں سے کہنا اچھا نہیں لگا۔ نتاشا کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ ساری رات ٹھیک سے سو نہیں سکی۔''

ثانیہ نے اندر ہی اندر کھولتے ہوئے صبر کا گھونٹ بھرا۔

پہلا گھونٹ...... اب اسے قدم قدم پر یہی کرنا تھا۔

مگر پہلے ہی مرحلے میں صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا...... جب وسیم نے جاتے جاتے کہا۔

''نتاشا کے لیے بھی بنا دینا۔''

''میں نتاشا کی نوکرانی نہیں ہوں۔''

وسیم نے پلٹ کر حیرت سے اسے دیکھا۔

''ہاں نہیں ٹوٹ جائیں گے جو دو بندوں کا ناشتہ بنا دو گی۔''

''آپ کا بنا دوں گی، نتاشا کا نہیں بناؤں گی۔'' اس نے غصے سے انکار کیا۔

''تم میرا بھی رہنے دو۔'' وسیم غصے سے کہہ کر چلا گیا۔ ثانیہ نے بھی دروازہ بند کر لیا۔ خیال تھا کہ وہ بھی اب سو جائے۔ مگر بے چینی سی لگ گئی۔ پہلے ایسے کسی بھی معاملے میں اماں اس کی ہر بات پر پردہ ڈال دیتی تھیں۔ اب نادرہ ہی سب سے زیادہ بھڑکیں...... باپ کیوں پیچھے رہتا۔

بیٹھ کر بات کرنے کی نہ کسی کو عادت...... نہ فطرت، جو بھی اٹھتا، بس طوفان ہی اٹھاتا۔

نصیب سے بیٹا او بہو گھر آئے تھے۔ ماں باپ سر آنکھوں پر بٹھا رہے تھے۔

اس کی جرأت کیسے ہوئی...... کہ انکار کرتی۔ اسے اس گھر میں رہنا ہے تو سب کا کام بھی کرنا ہوگا۔

''ورنہ......؟'' وہ خود کے لیے جتنا لڑ سکتی تھی لڑی۔

آلو بخارے کھاتی نتاشا تسلی سے سارا تماشا دیکھتی رہی۔

''ورنہ...... دفع ہو جاؤ یہاں سے...... میں ایسی نافرمان اولاد کا کیا کروں گا؟''

''ہائے...... کوئی باپ اپنی بیٹی کو گھر سے نکل جانے کو کہتا ہے۔''

''بس کریں انکل۔'' نتاشا فوراً اس کی مدد کو آئی۔ ''اس طرح تو مت کہیں..... وہ بے چاری کہاں جائے گی۔ اس گھر کے سوا اس کا ٹھکانہ کہاں ہے۔''

''دیکھو..... اس بیچاری کو اب بھی تمہاری فکر ہے۔''

''ہاں یہاں سارے ہی بے چارے ہیں..... میری تو کوئی اہمیت ہی نہیں۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ آج کل لڑنے سے زیادہ رونا آنے لگا تھا۔

''تو وہاں رہتی نا..... جہاں اہمیت تھی۔ جس نے سر آنکھوں پر بٹھانا تھا۔'' نادرہ نے تنک کر کہا۔

اور یہیں ساری بات ختم ہو جاتی تھی۔ ثانیہ کی بولتی بند ہو جاتی۔ سارے لفظ گونگے ہو جاتے۔ وہ اندر سے ڈھے جاتی۔ مقابلہ کرنے کی ساری سکت جواب دے جاتی تھی۔

یہ خسارہ کمانے والوں کا انجام تھا۔

☆......☆......☆

عبید کے گھر میں شور تھا..... سامان لایا لے جایا جا رہا تھا۔

''یہ ان کے گھر میں کیا ہو رہا ہے؟''

وہ صحن میں کھڑی اندازہ لگا رہی تھی۔ جب تجسس میں نادرہ بھی آنکلیں۔ ثانیہ نے جواب نہیں دیا۔ وہ اب ان سے بات ہی نہیں کرتی تھی۔

نادرہ نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ کچھ مزدور ٹائپ لوگ تھے۔ ان ہی میں سے ایک کو بلا کر پوچھ بھی لیا۔ پھر دروازہ بند کر کے پلٹیں۔

''گھر میں نیا رنگ و روغن کروا رہے ہیں..... ہر دوس ال بعد ان کو یاد آ جاتا ہے۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی اندر چلی گئیں۔

ثانیہ صحن میں خاموشی سے کھڑی وہاں سے نظر آتی چھت کی چار دیواری کو دیکھتی رہی۔

''مجھے اپنے کمرے کا پینٹ پسند نہیں ہے۔'' وہ ناز دکھانے، لاڈ اٹھوانے کے دن تھے۔

''یار میں نے خود پسند کیا تھا۔'' عبید نے نخ پچارگی سے کہا۔

''مجھے نہیں پسند۔'' کیا نخرا تھا، وا سی نخرے پر قربان ہو جاتا تھا۔

اگلے ہفتے کمرے کی درو دیوار اس کی پسند کے رنگ میں ڈھل گئے تھے۔

''کاش وقت کا پہیہ گھوم جائے۔ وہ زندگی کو پھر سے شروع کر سکے۔''

ہر ناقبت اندیش انسان کی طرح اس نے بھی تمنا کی۔

''اب بس بھی کرو...... اس طرح گھورتے رہنے سے یہ گھر دوبارہ تمہارا نہیں ہو جائے گا۔'' وہ نتاشا کی آواز پر چونکی۔ شرمندگی سے واپس مڑی۔

نتاشا کپڑوں کا ڈھیر تخت پر رکھ رہی تھی۔

''سوری...... تم تو یہ گھر بھی چھوڑ گئی تھیں۔ ہے نا۔''

''اپنا منہ بند رکھو۔'' ثانیہ پاس سے گزرتے ہوئے غرائی۔

''میں منہ بند کر لوں گی تم ہاتھ چلا لو۔ یہ کپڑے دھونے ہیں۔''

''کس نے؟'' نتاشا کی بات پر اس نے حیرت سے کپڑوں کو دیکھا۔

''تم نے......'' نتاشا ہنسی۔

''تم یہ جان بوجھ کر کرتی ہو...... تاکہ میں انکار کروں اور گھر میں جھگڑا ہو۔''

''کیا ہو گیا ہے ثانیہ...... میں پریگنٹ ہوں، اس حالت میں کپڑے تو نہیں دھو سکتی۔ کیا ہوا جو تم میری ہیلپ کر دو۔'' اس نے معصومیت سے بند آواز میں کہا۔

''اور ویسے بھی یہاں رہنا ہے۔ میرے شوہر کی کمائی کھانی ہے۔ تو تھوڑا بہت کام بھی کروانا ہوگا۔''

''پہلے بھی یہ گھر تمہارے شوہر کی کمائی سے نہیں چل رہا تھا۔''

اس سے پہلے کہ پھر سے دوبدو لڑائی ہوتی۔ دروازہ کھلا اور بتول اندر آئی۔

''نادرہ...... نادرہ......''

جیسے ہی ثانیہ پر نظر گئی...... وہ لپک کر قریب آئی...... ثانیہ کو چمٹی ڈال کر رونا شروع کر دیا۔ وہ رونا جس میں بین زیادہ اور آنسو ندارد ہوتے ہیں۔

''سچ کہا ہے سیانوں نے ......مردوں کا کچھ نہیں جاتا......عورت برباد ہوتی ہے......اب دیکھو چند مہینے گزرے اور دوسری شادی کی تیاری بھی ہوگئی۔''

اس کے پسینے کی بدبو سے ثانیہ کو ابکائی آنے لگی۔

''کیا ہو گیا بتول؟'' اندر سے نادرہ نکلیں۔

ثانیہ نے بمشکل خود کو چھڑایا۔

''مجھے تو اپنی بچی کا دکھ رلا رہا ہے۔ گھروں میں جھگڑے ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کون طلاق دیتا ہے۔ اب اس کے لیے اچھا رشتہ کہاں سے آئے گا......وہ تو کر رہا ہے شادی۔''

ثانیہ جو جان چھڑا کر اندر جانے کو پر تول رہی تھی......ٹھٹک گئی۔

''کون شادی کر رہا ہے؟'' نتاشا نے پوچھا۔

''عبید کی شادی رکھی ہے......تب ہی تو سارے گھر میں رنگ و روغن ہو رہا ہے......تیاریاں ہو رہی ہیں۔'' کچھ معلومات اسے مل گئی تھیں......کچھ خود سے گھڑنے میں ماہر تھی۔

ثانیہ کا پورا وجود سن ہونے لگا۔

وہ وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔

مگر ایک قدم اٹھانے سے بھی قاصر تھی۔

عبید نے اسے چھوڑ دیا......وہ سہہ گئی۔

عبید کسی اور کا ہو رہا تھا۔ وہ سہہ نہیں پا رہی تھی۔

زمین قدموں تلے سے نکلتی چلی گئی۔ وہ لڑکھڑا کر گندے کپڑوں کے ڈھیر پر گری۔

☆......☆......☆

گھر میں لائٹنگ نہیں ہوئی۔ دھوم دھڑکا نہیں کیا گیا تھا۔ وہ جن کی بیٹی کو طلاق ہوئی تھی وہ پڑوس تھا۔ وہ لوگ انہیں تکلیف نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔

پھر کسی اور کا استقبال سسرال میں شان دار طریقے سے ہوا۔

جوش و جذبے، پیار محبت...... رسمیں۔
پہلو میں بیٹھا شخص سنجیدہ مزاج تھا مگر آدم بے زار نہیں...... اس نے خوشی خوشی ارم اور آسیہ کو رسمیں کرنے دی تھیں۔ ان کے ارمان بھی تو ابھی پورے ہوئے تھے۔
''یہاں کیا کر رہے ہو؟''
رات جو خوش گوار تھی...... وہ مہمانوں کے رخصت ہونے کے بعد صحن میں آ کھڑا ہوا۔
آسیہ کی آواز پر چونکا۔
''کچھ نہیں...... یونہی کھلی فضا میں آ گیا۔'' عبید مسکرایا۔ آسیہ کی نگاہیں اس کا چہرہ کھوج رہی تھیں۔
''امی! کیوں پریشان ہو رہی ہیں...... سب ٹھیک ہے۔''
''ان شاء اللہ سب ٹھیک ہی ہو گا۔'' آسیہ نے اس کا ماتھا چوما۔ ''ماضی کی غلطیاں مت دہرانا...... لیکن اپنے رشتے کو خوش اسلوبی سے نبھانے کی کوشش کرنا...... جاؤ دلہن انتظار کر رہی ہے۔''
''جی۔''
''اور ہاں سائیڈ ٹیبل کی دراز میں منہ دکھائی رکھی ہے۔''
''امی، آپ نے پھر سے......'' اسے یاد آیا انہوں نے ثانیہ کی دفعہ بھی دی تھی۔
''ارے نہیں...... میں نے زیور کے ساتھ الگ سے بنوائی ہے۔''
''اور ارم کا نیگ؟''
''وہ تم صبح دے دینا...... تھکی ہوئی تھی میں نے اسے آرام کرنے کے لیے بھیج دیا تھا۔'' آسیہ نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔
سفید اور سرخ پھولوں سے سجے کمرے میں جب قدم رکھا...... تو عبید کو لگا کہ وہ ماضی پیچھے چھوڑ آیا ہے۔ محبت نے خودکشی کر لی ہے اور وہ اس کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر آیا ہے۔
وہ بیٹھا تو ہما کا سر کچھ اور جھک گیا۔ اس نے گھونگھٹ نہیں نکالا تھا۔ وہ اس کی فراخ پیشانی پر سے زیور اور روشن مانگ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے منجمد جذبات پگھلنے لگے مگر نجانے کہاں سے ایک لمحے

نے آکر ڈس لیا۔

عبید نے گھبرا کر ہما کا ہاتھ تھام لیا......اس کی گرفت سخت تھی۔ ہما نے گھبرا کر سر اٹھایا۔

ان دونوں کا ایک ماضی تھا۔

وہ دونوں اپنے ماضی سے گھبرا رہے تھے۔

ہما کا نکاح ہوا تھا اس نے کسی اور کے ساتھ زندگی گزارنے کے خواب دیکھے تھے، مگر اس کا ہم سفر کوئی اور تھا۔

عبید نے محبت کی۔ محبت ہاری......اس نے رشتہ بنایا، رشتہ ٹوٹ گیا۔

اس رات ان دونوں نے اپنے اپنے ماضی کو دفن کر کے ایک دوسرے کی ہمراہی میں زندگی کی شاہراہ پر قدم رکھا تھا۔

وہ رات کسی اور پر بھاری تھی......بہت بھاری۔

ماضی کا یہ لمحہ اس کے وجود پر کوڑے برسا رہا تھا۔

وہ رو رہی تھی۔ بلک رہی تھی۔

وہ ابھی عبید سے ذہنی طور پر الگ نہیں ہوئی تھی وہ اب بھی چھپ چھپ کر اسے آفس آتے جاتے دیکھا کرتی۔

دیوار کے پار اس کی آہٹیں سنتی۔ آواز آتی تو ثانیہ کا روم روم سماعت بن جاتا۔ اور وہ اتنی جلدی......چند مہینوں میں اسے بھول کر نئی دنیا بسا گیا تھا۔

اتنی جلدی۔

وہ اپنی ذات میں شہزادی تھی۔

وہ اپنے زعم میں حسن کامل تھی۔

کوئی ثانیہ کو اپنا کر چھوڑ کیسے سکتا ہے۔

کوئی ثانیہ کا اسیر ہو کر رہائی کیسے پاتے۔

آج سارے زعم ایک ایک کر کے ڈھیر ہو گئے۔

کاغذ کا محل تھا ہوا برد ہوا۔

ملکہ وہ جس کی سلطنت۔

حسن کامل وہ جو اپنے محرم کی نگاہ کے حصار میں ہوا اسیر حسن نہیں اسیر وفا تھا۔

ثانیہ وفا ہی نہ کر پائی۔

آج سارے زعم ایک ایک کر کے ڈھیر ہو گئے۔

مور نے ناچتے ناچتے اپنے پاؤں دیکھ لیے تھے۔

☆......☆......☆

ہما نے سبز دوپٹہ اوڑھتے پلٹ کر دیکھا......اور مسکرا دی۔ عبید بے خبر سو رہا تھا۔ اس شخص نے اس کے خزاں گزیدہ وجود کو اپنی محبت سے ہریالی بخشی تھی۔

ہاں وہ محبت نہیں تھی۔

وہ خیال تھا۔ احساس تھا دونوں کے مابین موجود رشتے کی عزت تھی......لیکن ہما کو یقین ہو گیا تھا۔ انہیں ایک دوسرے سے محبت بھی ہو جائے گی۔ جو شخص رشتوں کو اتنی عزت دیتا ہو......وہ محبت نبھانے میں کیسا ہو گا؟

"میرا بھائی اپنے ہر جذبے میں کھرا اور سچا ہے......تم سے بھی یہی چاہے گا۔ بس اسے یقین دلا دینا......تم ہر مشکل میں اس کے ساتھ کھڑی ہو۔ اس سے وابستہ ہر رشتہ تمہارے لیے بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا اس کے لیے......زندگی محبت کے سہارے گزرتی، تو آج عبید ثانیہ کے ساتھ بہت خوش رہ رہا ہوتا۔"

ارم نے اسے ایک ایک لفظ کھل کر بتایا تھا......ورنہ شاید اسے برا لگتا۔

"ہر لڑکی کی طرح تمہیں بھی علیحدہ گھر کا شوق ہو گا۔ تمہیں بھی سسرال میں رہنا برا لگتا ہو گا......لیکن ہما......میں تمہیں کبھی بھی علیحدہ گھر نہیں لے کر دے سکوں گا۔ تمہیں یہیں سب کے ساتھ رہنا ہو گا۔"

ہما کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

اسے عبید کے ساتھ پوری زندگی گزارنی تھی۔ اسے چند جملوں پر جج نہیں کرنا تھا وہ ان جذبوں کا رخ اپنی طرف موڑ سکتی تھی۔

مگر ہما کو ایسا نہیں کرنا تھا۔ اسے عبید کے ساتھ ان جذبوں کو بانٹنا تھا۔ جو وہ اپنے رشتوں کے لیے محسوس کرتا تھا۔

ہر لڑکی کو بھرے سسرال میں رہنا برا لگتا ہے۔ عبید...... لیکن جہاں ارم جیسی بہن اور آسیہ آنٹی جیسی ماں ہو...... اور مجھے الگ کس سے ہونا ہے؟ تمہارے والدین سے...... بالکل نہیں...... وہ میرے بھی ماں باپ ہیں۔''

عبید کی آنکھوں میں بلا کا تحیر تھا۔

اس کے جملوں کی سختی کو ہما کے لہجے کی حلاوت سے پگھلا کر رکھ دیا۔

تحیر کی جگہ خوشی نے لے لی۔

بعد میں وہی خوشی عبید نے اس کے وجود پر نچھاور کر دی تھی۔

☆......☆......☆

''میں فرخ سے شادی کے لیے تیار ہوں۔''

بکھرے بال...... متورم چہرہ...... سوجھی آنکھیں۔

وہ کوئی دیوانی تھی۔

سب نے اس دیوانی کو حیرت آمیز خوشی سے دیکھا۔

''میں مر جاؤں گی۔''

''اب بس کریں اماں، میری شادی ہوئی ہے۔ آپ رو رہی ہیں۔'' فرخ نے ماں کے کندھے پر بازو پھیلایا۔ تو آصفہ نے آہ بھری۔

''تیری شادی کے حوالے سے کیا کیا ارمان تھے...... اور دیکھو...... یہ بہو ملی ہے جو بھتیجی ہو کر مجھے ایک آنکھ نہ بھاتی تھی...... اوپر سے طلاقن......''

''اچھا اب ہو گیا جو ہونا تھا۔'' فرخ نے مسکراہٹ دباتے تسلی دی۔

''سب تیری وجہ سے ہوا ہے...... مرا جا رہا تھا اس پر...... اب کان کھول کر میری بات سن لے...... بالکل ڈھیل نہیں دینی۔ کَس کے رکھنا ہے۔ خبردار جو اپنے آگے اونچی آواز سے بولنے بھی دیا۔''

وہ اونچی آواز میں بولنے کے قابل کہاں رہی تھی۔

باپ نے کہا تھا۔

''اگر اب بھی نباہ نہ ہوا تو راستے میں کسی نہر میں چھلانگ لگا دینا۔ میرے گھر نہ آنا۔''

ماں نے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

''خدا کا واسطہ ہے اب گھر بسا لینا۔ فرخ تمہیں لے کر کبھی الگ نہیں ہوگا۔ سب کے ساتھ مل جل کر رہنا۔ پھر وہاں ہے ہی کون؟ ایک ساس جو تیری پھوپھی ہے اور جیٹھانی جو بہن ہے۔''

سب کچھ بدل گیا تھا۔

اس نے خواہش کی تھی کہ کاش وقت کا پہیہ الٹا گھوم جائے۔

وقت کا پہیہ الٹا گھوم کر وہاں جا کر کھڑا ہوا جہاں فرخ بارات لے کر آیا تھا۔ اس کی ساری خواہشیں ادھوری سی ہی پوری ہوتی تھیں۔

رابعہ نے آف وائٹ گولڈن کڑھائی والی فراک میں ملبوس بیڈ پر بیٹھی پتھر کی مورت کو دیکھا۔

اور کچھ بھی کہے بغیر اس کا گھونگھٹ نکال دیا۔

کہیں سے تو دلہن لگے۔

منہ چہرے پر دلہناپے کا روپ تھا...... نہ کمرے میں پھولوں کی آرائش۔

رابعہ کو وحشت نے گھیر لیا۔

''ثانیہ۔''

''ہوں۔'' وہ چونکی تب گھونگھٹ کا احساس ہوا تو دوپٹہ پیچھے کھسکایا۔

''اتنی چپ کیوں ہو؟''

''تو کیا کروں، ہنسوں یا روؤں۔'' ثانیہ نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

''اللہ تعالیٰ نے تمہارا دوبارہ سے گھر بسایا ہے۔ اب دیکھو، وہاں تمہاری زندگی کتنی مشکل ہو رہی تھی...... یہاں میں ہوں تمہارا خیال رکھنے کے لیے...... اور فرخ وہ تو پہلے سے تم سے محبت کرتا ہے نا تو......''

محبت کے نام پر وہ بے ساختہ ہنسی...... کہ رابعہ کو چپ ہی ہونا پڑا۔

''اللہ مجھ پر مہربان تھا رابعہ...... اس نے مجھے وہی دیا تھا جو میں چاہتی تھی۔ محبت میرا نصیب تھی، مجھے سنبھالنی نہیں آئی۔ قیمتی چیزوں کی حفاظت نہ کرو تو کھو جاتی ہیں۔''

ثانیہ کی آنکھیں خشک تھیں اور دل دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔

''یہ تو مجبوری کا سودا ہے۔ شادی تو وہ تھی جو عبید کے ساتھ ہوئی۔''

''رابعہ۔'' ثانیہ نے بے چین ہو کر اس کا ہاتھ پکڑا۔

''عبید نے بھی اپنی شادی کی رات میں مجھے اتنا ہی سوچا ہوگا جتنا میں نے سوچا ہے...... اس نے اپنی بیوی سے وہی سب کہا ہوگا جو مجھ سے کہتا تھا...... عبید نے......''

''ثانیہ! خدا کا واسطہ ہے۔''

ہکا بکا بیٹھی رابعہ نے گھبرا کر کھلے دروازے کو دیکھا۔

''یہاں بیٹھ کر اس کا نام مت لو...... اب تم فرخ کی بیوی ہو...... گھر بسانا ہے یا نہیں۔''

''اوہ...... ہاں...... میں تو بھول ہی گئی تھی۔ میں تو اب فرخ کی بیوی ہوں۔ مجھے اب عبید کا نام نہیں لینا چاہیے۔ سوری۔ اب گھر تو بسانا ہی ہے تو...... اب نہیں بولوں گی۔'' ثانیہ نے گھونگھٹ گرا لیا اور پھر سے بڑبڑائی۔

''اب تو میں فرخ کی بیوی ہوں۔''

رابعہ کو وحشت نے گھیر لیا۔ وہ ہول کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

''آپا! آپ نے تو سارا الزام مجھ پر ہی رکھ دیا تھا۔'' فرخ راستے میں آ گیا۔ ''اب تو خوش ہیں آپ، بہن کا گھر بس گیا ہے۔''

رابعہ کچھ بول نہ سکی۔ بس سر ہلا کر وہاں سے چلی گئی۔ فرخ کمرے میں داخل ہوا۔ گویا کوئی فاتح مفتوحہ علاقے میں داخل ہوا۔ بیڈ پر بیٹھی دلہن کو دیکھ کر متحیر سا رہ گیا۔ پھر اسے ہنسی آ گئی۔

''ثانیہ...... ثانیہ......'' وہ ہنستے ہنستے بیڈ پر ڈھیر ہو گیا۔

ثانیہ کے منجمد اعصاب جھنجلا گئے۔

''یہ گھونگھٹ تم پر سوٹ نہیں کرتا پیاری......'' اس نے گھونگھٹ اٹھایا نہیں، نوچا تھا۔

''تم دنیا کے آخری مرد بھی ہوئے، تب بھی تم سے شادی نہیں کروں گی۔'' فرخ نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے انگلی رکھ کر چہرہ اوپر اٹھایا۔

''افسوس...... تمہیں مجھ سے ہی شادی کرنا پڑی۔''

ثانیہ اب بھی بے حس و حرکت تھی۔

وہ قریب ہوا......

ثانیہ کی سانسیں الجھنے لگیں۔

''تمہیں آج وہ سیاہ ساڑھی پہننا چاہیے تھی...... جہاں سے تمہاری اور عبید کی کہانی ختم ہوئی۔ وہیں سے ثانیہ اور فرخ کی کہانی کا آغاز کرتے۔''

ثانیہ نے آنکھیں بند کر لیں۔

یہ کہانی کا آغاز نہیں...... اس کی زندگی کا ناپسندیدہ سیاہ باب تھا...... جو اس نے اپنے ہاتھوں سے لکھا تھا۔

''وصل کی شب اور اتنی کالی......'' فرخ گنگنایا۔

اس کی بند آنکھوں سے اذیت آنسو بن کر بہنے لگی۔

☆......☆......☆

''ہما! تم یہاں کیا کر رہی ہو؟''

آسیہ معمول کے مطابق ناشتہ بنانے کچن میں آئی تھیں۔ سامنے ہما انڈے پھینٹ رہی تھی،

ہاتھوں پر مہندی کے رنگ مدھم ہو رہے تھے۔

''السلام علیکم! ناشتہ بنا رہی ہوں......عبید کو آفس جانا ہے۔'' وہ مسکرائی۔

''ساری زندگی ناشتہ ہی بنانا ہے میرے بچے......ابھی تو تمہارے ہنسنے، کھیلنے، سجنے سنورنے کے دن ہیں۔'' آسیہ نے اس کے ہاتھ سے پیالہ لینا چاہا۔

''او رامی! ناشتہ، ہنسنے، کھیلنے اور سجنے سنورنے سے منع تھوڑی کرتا ہے۔ دیکھیں، میں صبح صبح اٹھ کر سب سے پہلے تیار ہی ہوئی تھی۔'' پیچ کلر کے لان کی ہلکی کڑھائی والے کرتے پائجامے میں ملبوس ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ دل میں ہی اتر گئی۔

وہ بری کے کپڑے شوق سے پہنتی اور اسی شوق سے انہیں دکھاتی بھی تھی، وہ اس کی پیار بھری اداؤں پر نہال ہو جاتیں۔

''اور ویسے بھی آپ نے بہت پکا لیا۔ اب عبید میری ذمہ داری ہے۔''

(صرف عبید؟) آسیہ ٹھٹک گئیں۔

''آپ ابو کو بھی بلا لیں......سب کا ناشتہ بن رہا ہے۔'' ہما نے مگن سے انداز میں کہا تو وہ مسکرا دیں۔

''تم آملیٹ بناؤ۔ میں پراٹھے بناتی ہوں......مل جل کر کام آسانی سے ہو جائے گا۔''

وہ بیٹی بن رہی تھی تو انہوں نے بھی ماں بننے میں زیادہ دیر نہ لگائی۔

ویسی ہی ایک صبح ثانیہ کے گھر میں اتری تھی......فرخ نے اسے جھنجوڑ کر جگایا۔

''بھنگ پی کر سو رہی ہو......اٹھ جاؤ......آفس جانا ہے۔ ناشتہ بنا دو۔''

''پہلے ناشتہ میں بناتی تھی۔ رابعہ ہو گی کچن میں۔'' ثانیہ جھنجلائی۔

''میں رابعہ کی ذمہ داریاں نہیں ہوں۔''

فرخ نے اسے بازو سے کھینچ کر کھڑا ہی کر لیا۔

''کھانا پکا لیا آپا نے......اپنے حصے کی ذمہ داریاں سنبھالو۔''

''فرخ! میں ساری رات نہیں سو سکی۔''

''ہاں تو تم نے اپنے سابقہ شوہر کی یاد میں آدھی رات تک آنسو بہانے ہوتے ہیں۔ میرا کیا قصور۔''

''فرخ۔'' ثانیہ چلائی۔

''آواز نیچی۔'' وہ اس سے زیادہ بلند آواز میں گرجا۔

''میں عبید نہیں ہوں جو تمہاری گستاخیاں برداشت کروں گا۔ جاؤ جا کر ناشتہ بناؤ۔'' فرخ نے اس کا بازو پکڑ کر کمرے سے باہر نکال دیا۔

وہ ہکا بکا کمرے کے کھلے دروازے کو دیکھنے لگی۔

مزید رکنا مزید بے عزتی کروانے کے مترادف تھا۔

غصے میں کھولتی کچن میں آئی۔ گندھا ہوا آٹا نہیں تھا۔ اس نے پرات میں تین روٹیوں جتنا آٹا نکالا۔ سرتاپا سلگتے سلگتے وہ خود ہی راکھ ہونے لگی تھی۔ اس نے ٹھیک کہا تھا۔

وہ عبید نہیں تھا جو اس کے نخرے اٹھاتا۔ وہ چیختی۔ فرخ اس سے زیادہ چلاتا تھا۔ وہ ایک چیز توڑتی، فرخ اس سے زیادہ توڑتا تھا۔ جب چاہتا کمرے سے نکال دیتا۔

اس کا دن عبید کے نام کے طعنوں سے شروع ہوتا...... اور رات اسی کے طعنوں پر گزرتی تھی۔

آصفہ کو کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ گھر ویسے ہی مچھلی بازار بنا رہتا۔

''کیا چاہتی ہو۔ گھر سے نکال دوں؟'' وہ غراتا۔

''ہاں نکال دو۔''

''میکے جانا چاہتی ہو...... وہاں سابقہ محبوب کا دیدار جو نصیب ہوتا ہے۔''

وہ بھگو بھگو کر مارتا۔

''اب بھی تم نے زبان بند نہ کی تو وہ تم پر ہاتھ بھی اٹھا لے گا......'' ایک دن رابعہ نے سمجھایا تھا۔

''کیوں اپنا تماشہ بناتی ہو۔''

''تم دیکھ نہیں رہیں...... وہ مجھ سے کیسا سلوک کرتا ہے۔''

''تم مقابلہ کرنا چھوڑ چھوڑ دو...... وہ عبید نہیں فرخ ہے ثانیہ...... تمہیں رول کر رکھ دے گا۔ مرد

گھٹیا ذہنیت کا ہو تو اس کے پاس بیوی کو ستانے کے ہزار طریقے ہوتے ہیں۔تم سمجھوتا کرلو۔''

ثانیہ چونکی۔پرات میں پڑے آٹے کو دیکھا۔

رابعہ عجلت میں آئی۔

''تم اٹھ گئیں۔دونوں کے پیپر بدلنے والے ہیں۔اوپر سے سہیل کو دیر ہو رہی ہے۔ان کے لیے بھی ناشتہ بنا دینا۔''

اس کی نظر پرات پر گئی۔

''اتنے سے آٹے سے کیا ہوگا......اور ڈال لو......تین تین پراٹھے سب نے کھا لینے ہوتے ہیں۔پلیز ذرا جلدی کر لینا۔''

''جس طرح آئی تھی،اسی طرح واپس چلی گئی۔

ثانیہ نے مرے مرے ہاتھوں سے مزید آٹا نکالا۔

آٹا گوندھتے گوندھتے اس کی آنکھوں سے سیل رواں بہہ نکلا۔

کاش اعزاز کی طرح ملنے والی محبت کے صدقے وہ اس گھر کی کچھ ذمہ داریاں بانٹ لیتی تو آج سر آنکھوں پر بٹھائی جاتی۔

اب جبر تھا......صبر تھا یا بے بسی۔

اسے کمپرومائز کرنا ہی تھا......خود کو تراشتی تو ہیرا بن جاتی۔

اب انا سمیت مٹی میں مل گئی تھی۔

انا پرست......خود غرض اور خود پرستوں کا انجام یا دوسروں کو مٹی کر دیتے ہیں......یا خود ہو جاتے ہیں۔

☆......☆......☆

اوائل بہار کے دن تھے......نئی چٹکی کلیوں کی آہٹیں تھیں۔گل دوپہری اپنے عروج پر تھی۔سفید اور گلابی پھولوں کی بیل نے پوری دیوار کو ڈھانپ رکھا تھا......ستونوں سے لپٹی بیلوں پر منہ بند نوخیز کلیاں کھلنے کو بے تاب تھیں۔

ہما نے چائے کا انتظام صحن میں کیا تھا۔

عفان، عبید اور توفیق صاحب کیک کھانے کے ساتھ ساتھ باتوں میں مگن تھے۔ ارم اور ہما سب کو چائے سرو کر رہی تھیں۔ آسیہ کی گود میں ارم کا بیٹا تھا۔

''نانی کی گود میں آکر دادی کو بھول گیا ہے۔'' ہاجرہ بیگم نے پوتے کی ناک چھوئی، بچے کی پیدائش کے بعد ارم پہلی بار گھر آئی تھی...... تو ہما کی تجویز پر آسیہ نے سب کو انوائٹ کر لیا۔

''ہما! یار دیکھو، میری چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔'' عبید نے پکارا۔

''بس بھی کرو۔ وہ صبح سے کچن میں لگی ہے۔'' آسیہ نے لتاڑا۔

''ٹھیک ہے یار ٹھنڈی چائے پی لو۔'' عبید نے بے چارگی سے عفان کو دیکھا۔

نہیں، آپ یہ احسان رہنے دیں۔ میں گرم چائے لاتی ہوں۔'' ہما ہنستے ہوئے مڑی۔

''میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔'' ارم بھی ساتھ ہی اٹھ گئی۔

آسیہ نے محبت سے ان دونوں کو جاتے دیکھا۔

ان کی بیٹی نے سسرال میں محبتیں بانٹی تھیں...... تو کسی اور کی بیٹی نے آکر ان کے گھر کو اپنی وفا کے رنگوں سے سجا دیا تھا۔

آنگن میں پھول یونہی نہیں کھلتے...... وفا کا بوٹا لگا کر...... قربانی اور صبر کے پانی سے سینچا جاتا ہے...... انگلیاں فگار بھی ہوتی ہیں...... دھوپ بھی سہنی پڑتی ہے تب جا کر انگنا پھول کھلتے ہیں۔

ختم شد